فتاویٰ رضویہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

۱۳

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

marfat.com

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد سیزدہم ۱۳

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ـــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔ پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون نمبر ۷۶۵۷۳۱۴

marfat.com

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— فتاوٰی رضویہ جلد سیزدہم
تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
ترجمہ عربی عبارات ——— حافظ محمد عبد الستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
پیش لفظ ——— " " " " " " " " " "
ترتیب فہرست ——— " " " " " " " " " "
تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی مولانا محمد اکرام اللہ بٹ
باہتمام و سرپرستی ——— حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پیسٹنگ ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
صفحات ——— ۶۸۸
اشاعت ——— ذیقعد ۱۴۱۸ھ / مارچ ۱۹۹۸ء
مطبع ———
ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت ———

ملنے کے پتے

- رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
  ۷۶۶۵۷۷۲ ۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰
- مکتبۂ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ اعلیٰ حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائنِ علمیہ اور ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوی رضویہ کی ترجمہ و تخریج کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہٗ وبعنایۃ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب تک تقریباً آٹھ سال کے مختصر عرصہ میں کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان اور کتاب الحدود والتعزیر پر مشتمل تیرہ ۱۳ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات اور مجموعی صفحات کے اعتبار سے حسبِ ذیل ہے:

marfat.com

جلد	عنوان	جوابات اسئلہ	تعداد رسائل	سنین اشاعت	صفحات
پہلی جلد	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
دوسری ؍؍	؍؍ ؍؍	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
تیسری ؍؍	؍؍ ؍؍	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
چوتھی ؍؍	؍؍ ؍؍	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
پانچویں ؍؍	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
چھٹی ؍؍	؍؍ ؍؍	۴۵۷	۴	؍؍ ؍؍ ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
ساتویں ؍؍	؍؍ ؍؍	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
آٹھویں ؍؍	؍؍ ؍؍	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
نویں ؍؍	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
دسویں ؍؍	؍؍ زکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
گیارھویں ؍؍	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
بارھویں ؍؍	؍؍ نکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
تیرھویں ؍؍	؍؍ طلاق، ایمان اور حدود و تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸

تیرھویں جلد

یہ جلد فتاوٰی رضویہ جلد پنجم کے باب تعلیق الطلاق سے جلد پنجم کے آخر تک ۲۹۳ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ بتوفیق اللہ تعالٰی وبفضلہٖ اس راقم پُرتقصیر عفی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس جلد کے مسائل و رسائل کی مکمل ومفصل فہرست نیز مسائل ضمنیہ کی فہرست راقم نے افادۂ قارئین کے لئے تیار کر دی ہے۔ متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل چودہ۱۴ عنوانات زیر بحث لائے گئے ہیں:

(۱) باب تعلیق الطلاق
(۲) باب الایلاء
(۳) باب الخلع
(۴) باب الظہار
(۵) باب العدۃ
(۶) باب الحداد (سوگ)

(۷) باب زوجة مفقود الخبر　　(۸) باب النسب
(۹) باب الحضانة (پرورش)　　(۱۰) باب النفقة
(۱۱) کتاب الایمان　　(۱۲) باب النذر
(۱۳) باب الکفارة　　(۱۴) کتاب الحدود والتعزیر

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی دقیق اور نادر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل دو رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں :

(۱) اکد التحقیق بباب التعلیق (۱۳۲۲ھ)
مسئلہ تعلیق میں ایک دیوبندی مفتی کا ردِّ بلیغ

(۲) الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین (۱۳۳۰ھ)
ایک نوع کی قسم کے بارے میں اجتہادی جزئیہ اور اس پر تفصیلی بحث

بنگالہ ضلع نواکھالی ڈاکخانہ بیگم گنج سے ۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ کو ارسال کردہ جناب مولنا عبد المجید شنوپوری کا استفتاء جو فتاوٰی رضویہ جلد پنجم قدیم کے صفحہ ۵۹۰ پر مذکور تھا چونکہ وہی رسالہ آکد التحقیق بباب التعلیق کے معرض تحریر میں آنے کا موجب بنا لہذا ترتیب سابق میں تبدیلی کرکے جلد ہذا میں اس استفتاء و جواب استفتاء کو رسالہ مذکورہ سے پہلے کر دیا گیا ہے تاکہ دونوں آپس میں مربوط ہو جائیں۔ ایک اور ترمیم یہ کی گئی ہے کہ کتاب المفقود جو کہ فتاوٰی رضویہ قدیم میں جلد سادس میں مندرج تھی اور ابواب فقہیہ کی ترتیب کے اعتبار سے اس کو وہاں پر ہی ہونا چاہیے تھا مگر اس کے تحت جو چند فتوے مذکور ہیں اتفاق سے وہ سب ہی زوجۂ مفقود الخبر سے متعلق ہیں لہذا مفتی کی سہولت کے پیش نظر مناسب سمجھا گیا کہ کتاب المفقود کو وہاں سے نکال کر باب زوجہ مفقود الخبر کے عنوان سے جلد ہذا میں شامل کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں اعلحضرت علیہ الرحمۃ کا ایک مفصل فتوٰی جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ تھا (جس میں متعدد وجوہ سے مولوی اشرف علی تھانوی کے جہالت پر مبنی ایک فتوے کا ردِّ بلیغ کیا گیا اور بیسیوں جید علماء کرام نے اس کی تصدیق و تائید فرماتے ہوئے اس پر مہریں ثبت فرمائی ہیں) جلد ہذا میں شامل کر لیا گیا ہے جس کو آپ صفحہ ۱۱۷ پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں نیز جلد ہذا کا مسئلہ نمبر ۲۴۹ دراصل فتاوٰی افریقہ کا مسئلہ نمبر ۶۰ ہے جس کو باب النذر کی مناسبت سے اس جلد میں شامل کیا گیا ہے۔

○

ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ　　حافظ محمد عبد الستار سعیدی
مارچ ۱۹۹۸ء　　ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ———— ۵
باب تعلیق الطلاق ———— ۱۰۱
باب الایلاء ———— ۲۵۷
باب الخلع ———— ۲۶۳
باب الظہار ———— ۲۶۷
باب العدۃ ———— ۲۹۱
باب الحداد (سوگ) ———— ۳۲۷
باب زوجہ مفقود الخبر ———— ۳۳۵
باب النسب ———— ۳۴۹
باب الحضانۃ (پرورش) ———— ۳۸۳
باب النفقۃ ———— ۴۱۵
کتاب الایمان ———— ۴۹۵
باب النذر ———— ۵۸۱
باب الکفارہ ———— ۶۰۹
کتاب الحدود والتعزیر ———— ۶۱۳

فہرست رسائل

○ اُکد التحقیق ———— ۱۵۵
○ الجوھر الثمین ———— ۵۱۱

marfat.com

مفصل فہرست

باب تعلیق الطلاق

خالد سے زمینداری کا کام کراؤں تو میری عورت کو طلاق، طلاق معلق ہوگئی۔ ۱۰۱
ائمۂ دین کا اجماع ہے کہ جب طلاق کسی شرط پر مشروط کی جائے تو اس شرط کے وقوع سے واقع ہوجائے گی۔ ۱۰۱
آیۂ کریمہ الطلاق مرتٰن میں طلاق دونوں قسموں یعنی منجز و معلق کو شامل ہے۔ ۱۰۲
تعلیق کو اصطلاحاتِ شرع میں یمین اور حلف کہا گیا ہے۔ ۱۰۲
تحریم حلال یمین ہے۔ ۱۰۲
طلاق کی قسم کھانے پر کفارہ نہیں بلکہ کفارہ اللہ عزوجل کی قسم میں ہے۔ ۱۰۲
محض طلاق کی قسم سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ وقوعِ شرط کے بعد واقع ہوتی ہے۔ ۱۰۲
طلاق کی قسم کھائی تو اب نکاح قائم رہنے کی صورت یہ ہے کہ شرط واقع نہ ہو یا اگر ایک یا دو طلاق رجعی کی قسم کھائی ہے تو بعد وقوعِ شرط رجوع کرے۔ ۱۰۲
نکاح سے قبل کہا "اگر زوجہ ہندہ کی اجازت کے بغیر نکاح ثانی کروں تو زوجۂ ثانی کو تین طلاق" تعلیق صحیح ہوگئی۔ ۱۰۳
صورت مذکورہ بالا میں اگر ہندہ سے نکاح سے قبل کوئی اور عقد کرے اس پر یہ شرط اثر انداز نہ ہوگی۔ ۱۰۴
ہندہ کی موت کے بعد کسی سے عقد کرے یہ شرط اس پر بھی اثر انداز نہ ہوگی۔ ۱۰۴
میّت صالحِ اذن نہیں۔ ۱۰۴
طرفین کے نزدیک بقاءِ یمین کے لئے امکان برشرط

marfat.com

ہے جیسا کہ انعقاد یمین کے لئے شرط ہے ۔ ۱۰۴

کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں کے اذن کے بغیر کچھ نہ دے گا تو فلاں کے مرنے کے بعد اگر دے گا تو حانث نہ ہوگا۔ ۱۰۴

ہندہ کو طلاق دے کر دُوسرا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کیا، طلاق واقع ہوجائے گی۔ ۱۰۴

تعلیق میں تعمیم نہ ہو تو ایک بار کے بعد شرط کالعدم ہوجاتی ہے۔ ۱۰۶

بوقتِ نکاح عورت سے یہ شرط کی، اگر بے تیری اجازت دُوسرا نکاح کروں تو تجھ کو تین طلاق۔ نکاح سے قبل یہ شرط لغو ہے اور نکاح کے بعد یہ شرط ہو تو تعلیق صحیح ہے لیکن اگر نکاح ثانی سے قبل عورت کو ایک یا دو طلاق دی اور عدت ختم ہوگئی تو اب دوسرے نکاح سے طلاق نہ پڑے گی اور تعلیق ختم ہوجائے گی، اس صورت کی مزید تفصیل۔ ۱۰۶

طلاق صریح عدت کے اندر صریح کو بھی لاحق ہوجاتی ہے اور بائن کو۔ ۱۰۶

طلاق صریح یہ ہے کہ محتاج نیت نہ ہو چاہے بائن ہو یا رجعی۔ ۱۰۶

شوہر نے بیوی کو کہا اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق، پھر کہا تجھے تین طلاقیں ہیں، اب عورت نے دوسرے سے نکاح کیا اور گھر میں داخل ہوئی، پھر حلالہ کے بعد دوبارہ اس کے نکاح میں آئی اور گھر میں داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی۔ ۱۰۷

اگر بے اجازت زوجہ اولیٰ نکاح ثانی کروں تو میرا نکاح باطل، اس صورت میں صحت تعلیق کی صُورت میں دُوسری کو طلاق واقع ہوگی۔ ۱۱۰

اگر بیوی سے کہا کہ زندگی میں تجھ پر غیر سے نکاح کروں تو مجھ پر طلاق واجب۔ پھر دوسری عورت سے نکاح کرلیا تو دونوں میں سے ایک کو طلاق ہوگئی، شوہر کو اختیار ہے جس کی طرف چاہے پھیر دے۔ ۱۱۰

کلام میں جب تک اعمال ممکن ہو اہمال سے احتراز چاہیئے۔ ۱۱۱

نکاح میں ایجاب عورت کی طرف سے تھا۔ قبول میں مرد نے یہ شرط لگائی، اگر عند الطلب نصف مہر نہ ادا کردوں تو تین طلاق، بعد نکاح زوجہ کے طلب پر ادا نہ کیا تو طلاق واقع ہوگی۔ ۱۱۲

ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ یمین مضاف منعقد ہے عدم وقوع کی روایت ضعیف ہے۔ ۱۱۳

زاہدی قابل اعتماد راوی نہیں۔ ۱۱۳

روایاتِ شاذہ ساقطہ پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔ ۱۱۳

یمین مضاف میں اگر متفرق معلق کیا ہے تو بے حلالہ دوبارہ شادی ہوسکے گی۔ ۱۱۴

یمین مضاف میں طلاق واقع نہ ہونے کی ایک سبیل۔ ۱۱۴

الفاظِ شرط اور اُن کا حکم۔ ۱۱۴

marfat.com

تو میری چیز کھائے تو طلاق ہے اور زوجہ کی نیت کی ہو تو شوہر کی چیز کھانے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۱۱۶

مسئلہ مذکورہ میں احتیاطی تدبیر ۱۱۶

ایک دیوبندی مفتی کے غلط اور جہالات صریحہ پر مشتمل فتوی کا زور دار اور مدلل رد بلیغ۔ ۱۱۷

قول منکر کا معتبر ہوتا ہے جبکہ گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں ۱۱۷

یہ لفظ کہ "نکاح سے علیحدہ کر دوں گا" یہ نرا وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۱۱۸

"طلاق می کنم" کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے بخلاف طلاق کنم کے۔ ۱۱۸

لفظ "جواب" کے معانی اور اس کے کنایہ طلاق ہونے کا بیان۔ ۱۱۸

جو کلمہ صالح رد ہو وہ مطلقاً ہر حال میں محتاج نیت ہے اگرچہ حالت غضب ہو اگرچہ حالت مذاکرہ طلاق ہو۔ ۱۱۹

حالات تین ہیں: رضا، غضب اور مذاکرہ طلاق۔ ۱۱۹

کنایات تین طرح کے ہیں۔ ۱۱۹

لفظ "کنایہ" میں شوہر عدم نیت طلاق کی قسم کھائے تو اس کی بات مان لی جائے گی، نہ قاضی اس صورت میں حکم طلاق دے سکتا ہے اور نہ ہی عورت اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ سکتی ہے۔ ۱۱۹

کنایہ کی صورت میں عدم نیت طلاق کی قسم شوہر سے عورت گھر میں بھی لے سکتی ہے۔ ۱۱۹

ترک اضافت ہمیشہ مانع حکم طلاق ہے جبکہ شوہر بحلف انکار نیت کرے۔ ۱۲۰

عدم اضافت کے سبب طلاق واقع نہ ہونے کی

چند مثالیں۔ ۱۲۰

دیوبندی مفتی کی جہالتوں میں سے پہلی جہالت کا بیان۔ ۱۲۲

مذاکرہ طلاق میں تمام صورتوں میں تنہا طلاق واقع ہو جاتی ہے سوائے ان الفاظ کے جو رد و جواب کی صلاحیت رکھتے ہوں ۱۲۳

دوسری جہالت کا بیان۔ ۱۲۳

عدم اضافت کی صورت میں شوہر انکار نیت کرے تو لفظ طلاق سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی ۱۲۳

تیسری جہالت کا بیان۔ ۱۲۳

عورت کو خود اپنے معاملے میں بایں معنی قاضی بنانا کہ اس کا حکم مثل حاکم شرع نافذ ہے صریح جہالت ہے۔ ۱۲۳

چوتھی جہالت کا بیان۔ ۱۲۳

مدعا علیہ کو شہادت پیش کرنے کا ذمہ دار ٹھہرانا جہالت کا واضح نمونہ ہے۔ ۱۲۳

پانچویں جہالت کا بیان۔ ۱۲۴

شرع مطہر میں مفتری کی سزا سلطان اسلام کے یہاں اسّی کوڑے ہیں۔ ۱۲۴

شریعت مطہرہ پر افتراء اللہ عزوجل پر افترا ہے جو بے ایمان ہی کر سکتا ہے۔ ۱۲۴

چھٹی جہالت کا بیان۔ ۱۲۴

جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ ظالم ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم

marfat.com

نہ کریں وہ کافر ہیں۔ ۱۲۴
جنہوں نے بے علم فتویٰ دیا وُہ خود بھی گمراہ ہُوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ۱۲۴
جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ ۱۲۵
ساتویں جہالت کا بیان۔ ۱۲۵
زوجہ کو شوہر سے برگشتہ بنانا شیاطین کا کام ہے۔ ۱۲۵
حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان عالی ہے کہ جو کسی مرد سے اس کی زوجہ کو برگشتہ کرے وُہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ ۱۲۵
تصدیقات وتائیداتِ علماء کرام ومفتیانِ عظام ۱۲۶
تصدیقاتِ علماء بدایوں۔ ۱۲۷
تصدیقات علماء شاہجہانپور۔ ۱۲۸
تصدیقات علماء دہلی۔ ۱۲۸
تصدیقات علماء میرٹھ۔ ۱۲۹
تصدیقات علماء احمد آباد۔ ۱۲۹
علماء سوء کے بارے میں ایک شخص اور شیطان کے درمیان گفتگو کا واقعہ۔ ۱۳۰
تصدیقات علماء جبلپور۔ ۱۳۱
تصدیقات علماء مراد آباد۔ ۱۳۲
لفظ جواب طلاق کے واسطے موضوع نہیں یہ ایک ہندی کلمہ ہے جو چند معنوں میں استعمال ہوتا ہے لہٰذا اس سے خاص کر طلاق بائن کا مفہوم سمجھنا دلیل ناسمجھی ہے۔ ۱۳۳
تصدیقاتِ علماء لاہور۔ ۱۳۴
تصدیقات علماء بمبئی۔ ۱۳۴
تصدیقات علماء پیلی بھیت۔ ۱۳۵
ایک مسئلہ تعلیق میں اقوال علماء کے درمیان محاکمہ۔ ۱۳۶
تعلیق ربط مضمون بمضمون آخر ہے نہ کہ خبط مضمون بربط آخر۔ ۱۳۶
طلاق صریح سے بائن کی نیت کرے تب بھی رجعی ہی واقع ہوگی۔ ۱۳۶
بندہ تغییر حکم شرع کی قدرت نہیں رکھتا۔ ۱۳۶
ہمارے علماء کے نزدیک وقت حلال شرط سے نزول جزا یوں ہوتا ہے کہ گویا اس وقت تکلم بالجزاء منجز واقع ہوا۔ ۱۳۷
درمختار کی ایک عبارت کی توضیح۔ ۱۳۸
اگر میں تیرے سوا کسی اور عورت سے شادی کروں تو تجھ کو ایسی طلاق کہ تو اپنے نفس کی مالک ہو اس سے ایک طلاق بائن پڑے گی۔ ۱۳۹
مطلقاً تعلیق سے طلاق بائن واقع نہیں ہوتی۔ ۱۴۱
اگر کوئی شئے معدوم ہو تو اس کی نقیض موجود ہوتی ہے۔ ۱۴۳
اگر شوہر نے بیوی کو کہا تجھے طلاق اگر میں تجھے طلاق نہ دوں، تو بوقتِ موت طلاق واقع ہوگی۔ ۱۴۳
ایک نکتہ بدیعیہ۔ ۱۴۴
احناف کے نزدیک الفاظ کا مفاد لغوی بنائے یمین نہیں بلکہ معانی عرفیہ پر بنائے کار ہے۔ ۱۴۴
اغراض ومقاصد جس قدر مفاد لفظ سے زائد ہوں یعنی عموم واطلاق بھی انھیں متناول نہ ہو ملحوظ نہیں ہوتے۔ ۱۴۴

لفظ کی تناول عرفی سے اجنبی خارج وبیگانہ وزائد
بات اگرچہ عرفاً مقصود حالف ہو منظور نہ ہوگی
مگر اغراض مخصص ضرور ہوسکتی ہیں۔ ۱۴۴
دلالتِ لفظ کہ عموم پر تھی بنظر غرض خاص پر مقصور
ہوجائے گی یہ مدلول لفظ سے خروج نہیں بلکہ
بعض مدلولات پر قصر ہے۔ ۱۴۴
کسی شئے کا بھاؤ چکاتے وقت مشتری نے قسم
کھائی کہ دس میں نہیں خریدے گا۔ پھر گیارہ میں
خریدا تو حانث ہوجائے گا ۱۴۵
بائع نے قسم کھائی کہ دس میں نہیں فروخت کریگا
پھر گیارہ میں فروخت کیا تو حانث نہیں ہوگا۔ ۱۴۵
بیع بالعشرۃ دو نوع پر ہے۔ ایک بیع بعشرۃ منفردۃ
اور دوسری بیع بعشرۃ مقرونہ ۱۴۵
عام کی تخصیص وتقیید عرف سے جائز ہے۔ ۱۴۶
غرض متکلم اپنی کلام سے کبھی تو کلام کا حقیقی یا مجازی
معنیٰ ہوتی ہے اور کبھی لفظ سے خارج کوئی شئی ۱۴۷
تخصیص عوارض الفاظ میں سے ہے۔ ۱۴۷
یمین فور کا استنباط امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
نے فرمایا۔ ۱۴۸
الفقہاء کلہم عیال لابی حنیفۃ۔ ۱۴۸
یمین فور سے متعلقہ مسائل۔ ۱۴۸
عورت باہر جانے کو ہوئی شوہر نے کہا باہر جائے
تو تجھ پر طلاق، عورت بیٹھ گئی اور دوسرے وقت ۱۴۸
باہر گئی طلاق نہ ہوگی۔
زید نے عمر سے کہا آؤ میرے ساتھ کھانا کھالو،
عمر نے کہا میں کھاؤں تو میری عورت مطلقہ ہو۔ کل
زید کے ساتھ کھانا کھایا طلاق نہ ہوگی۔ ۱۴۹
عورت کو جماع کے لئے بلایا اس نے انکار کیا۔
شوہر نے کہا اگر میرے پاس اس کوٹھڑی میں آئے
تو تجھ پر طلاق۔ عورت آئی مگر اس وقت شوہر کی
شہوت ساکن ہوچکی تھی تو طلاق ہوگئی۔ ۱۴۹
کلمۂ إن تراخی کے لئے ہے جب تک قرینۂ فور
نہ پایا جائے۔ ۱۴۹
حاکم سے حلف کیا کہ اگر شہر میں کوئی بدمعاش آئے
اور میں خبر نہ دوں تو میری عورت کو طلاق ہے،
بدمعاش آیا اور اس نے حاکم کو خبر نہ دی اس وقت
کہا جب وہ حاکم معزول ہوگیا تھا طلاق ہوگئی۔ ۱۴۹
دائن نے مدیون سے حلف لیا کہ تیرے بے اذن
باہر نہ جاؤں گا، یہ حلف بقاء دین تک رہے گا۔
بعد ادا یا ابراء اذن کی حاجت نہیں۔ ۱۵۰
قسم کھائی کہ عورت بے میرے اذن کے باہر جائیگی
یہ قیام زوجیت تک محدود ہے۔ ۱۵۱
قسم کھائی کہ دس کو نہ بیچوں گا اور گیارہ کو بیچا
تو حانث نہ ہُوا۔ ۱۵۱
یمین کی بناء عرف پر ہے۔ ۱۵۱
عدم بے سلف کلی متحقق نہیں ہوتا۔ ۱۵۱
نکرہ حیز نفی میں عام ہوجاتا ہے۔ ۱۵۲
عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی صادق نہیں رہتا۔ ۱۵۲
ایک شخص نے اپنی بیوی کو بعد نماز مغرب کہا کہ
اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو تجھے دو طلاق، بعدہ بیوی

marfat.com

نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی تو صبح صادق طلوع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑ گئیں۔ ۱۵۱

مرد نے بیوی سے کہا تو نماز ترک کرے تو تجھے طلاق، عورت نے ایک نماز قصداً قضاء کی، طلاق ہو جائے گی اگرچہ اس قضاء کو ادا بھی کرلے۔ ۱۵۲

نیت حالف اگرچہ دلالت حال کے خلاف ہو اعتبار اسی کا ہوگا۔ ۱۵۳

طلاق مغلظہ سے عورت حرام ابدی نہیں ہوتی البتہ بے حلالہ شوہر اوّل کے نکاح میں آنے کے قابل نہیں رہتی۔ ۱۵۳

رسالہ اکد التحقیق بباب التعلیق (مسئلہ تعلیق میں ایک دیوبندی مولوی کے فتویٰ کا رد بلیغ) ۱۵۵

نقل فتویٰ مولوی وجیہ اللہ دیوبندی باشندہ بنگالہ ۱۵۶

جواب منجانب مصنف (اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ) ۱۶۶

تیسری طلاق دے دی تو اب بیوی حرام قطعی ہو گئی تجدید نکاح سے بھی حلال نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ حلالہ نہ ہو جائے۔ ۱۶۶

خاوند نے بیوی کو کہا اگر تُو نے نماز نہ پڑھی تو تجھے دو طلاقیں۔ بعدہٗ کہتا ہے کہ میں نے اس سے عموم کا ارادہ کیا ہے یعنی تمام عمر کبھی کہیں کوئی نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں۔ تو یہ حیلہ جھوٹ اور خالص فاسد بہانہ ہے۔ ۱۶۷

جب طلاق نہ ہوئی تو رجوع کیسا اور کس سے رجوع۔ ۱۶۷

یہ کہنا کہ رجوع کر لینے سے پہلی طلاقیں باطل ہو جاتی ہیں گمراہ کلمات ہیں جن پر "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" ہی پڑھا جا سکتا ہے۔ ۱۶۸

لوگوں میں بدبخت ترین وہ شخص ہے جو دوسروں کی دنیا کے لئے اپنی آخرت برباد کردے۔ ۱۶۹

دیوبندی مولوی وجیہ اللہ کے فتویٰ کا پچیس وجوہ سے رد بلیغ۔ ۱۶۹

دیوبندی فتویٰ کی پہلی خطاء۔ ۱۷۰

حکم شرعی کے معلوم ہونے پر سوال کی صورت کو تبدیل کرنا مکر و فریب ہے۔ ۱۷۰

دوسری خطاء۔ ۱۷۱

انشائے تعلیق اور تعلیق انشاء میں فرق۔ ۱۷۱

ہر جزاء کو استقبال لازم ہے۔ ۱۷۱

طلاق باعتبار صدور مرد کی اور باعتبار وقوع عورت کی صفت ہے۔ ۱۷۱

تیسری خطاء۔ ۱۷۲

خاوند نے بیوی کو کہا اگر تُو مجھے نہیں چاہتی تو تجھے طلاق، بیوی نے کہا میں چاہتی ہوں تو طلاق نہ ہوگی۔ ۱۷۲

شوہر نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر میں تین ماہ میں آؤں اور دس دینار نہ لاؤں تو تجھے طلاق، پس وہ آیا اور دینار نہ لایا تو طلاق ہو جائے گی۔ ۱۷۲

خاوند نے بیوی کو کہا اگر تُو حرام کاری کرے تو تجھے تین طلاق، پھر اس کو طلاق بائنہ دے کر عدت

marfat.com

میں اس سے وطی کی تو قسم ٹوٹ گئی اور تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ ۱۷۲
چوتھی خطاء۔ ۱۷۲
پانچویں خطاء۔ ۱۷۳
دیوبندی مولوی وجیہ اللہ کا معلق کو تین قسموں پر اور پھر ایک کو دو قسموں پر منقسم ماننا جہالت ہے۔ ۱۷۳
دیوبندی مفتی کی جہالت کہ شرح وقایہ کی عبارت کو نہ سمجھ سکا۔ ۱۷۳
چھٹی خطاء۔ ۱۷۳
ساتویں خطاء۔ ۱۷۴
آٹھویں خطاء۔ ۱۷۴
نویں خطاء۔ ۱۷۴
یمین الفور کی تخصیص غصہ اور بے اعتدالیِ طبع کرنا دیوبندی اجتہاد ہے ورنہ کتبِ مذہب میں اس کا کوئی نشان نہیں۔ ۱۷۴
حاکم نے قسم کھائی کہ اگر شہر میں کوئی بدمعاش آئے اور تجھے سزا نہ دوں تو بیوی کو طلاق، یہ یمین فور ہے، حالانکہ یہاں غصہ اور اشتعالِ طبع نہیں۔ ۱۷۴
دسویں خطاء۔ ۱۷۵
فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہو جاتا ہے ۱۷۵
عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی صادق نہیں رہتا۔ ۱۷۵
گیارھویں خطاء۔ ۱۷۶
محققین نے عمدۃ المدققین علامہ سید میرزاہد کی بعض مشہور تدقیقات کا کثیر وجوہ سے رد کیا ہے۔ ۱۷۶
قضیہ طبعیہ کا موضوع کلیت کا معروض ہوتا ہے۔ ۱۷۶
کلیت معقولاتِ ثانیہ میں سے ہے۔ ۱۷۶
طبعیہ قضیہ ذہنیہ ہوتا ہے نہ کہ خارجیہ۔ ۱۷۶
منتزع، انتزاع کے تابع ہوتا ہے لہذا بلا انتزاع نہیں پایا جاتا اگرچہ منتزع منہ موجود ہو۔ ۱۷۶
بارھویں خطاء۔ ۱۷۷
تیرھویں خطاء۔ ۱۷۷
الشئ المطلق کے مرتبہ میں عموم، کلیت اور اطلاق ملحوظ ہوتا ہے۔ ۱۷۷
چودھویں خطاء۔ ۱۷۷
تحصیل حاصل باطل ہے۔ ۱۷۷
پندرھویں خطاء۔ ۱۷۸
مبنی کے فساد سے بناء کا فساد ہوتا ہے۔ ۱۷۸
سولھویں خطاء۔ ۱۷۸
سترھویں خطاء۔ ۱۷۹
خاوند نے بیوی سے مجامعت کا ارادہ کیا اور بیوی کو کہا کہ اگر تو میرے ساتھ کمرے میں داخل نہ ہوئی تو تجھے طلاق ہے، اس کے بعد بیوی اس وقت کمرے میں داخل ہوئی جب خاوند کی شہوت ختم ہو چکی تھی تو طلاق واقع ہو جائے گی اگر زوالِ شہوت سے پہلے داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی۔ ۱۷۹
دخول مطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے اور وہ اس وقت تک منتفی نہیں ہوتا جب تک جمیع افراد دخول منتفی نہ ہو جائیں۔ ۱۷۹
اٹھارھویں خطاء۔ ۱۸۰
کسی چیز کا انتفاء اس کے تمام افراد کے منتفی ہونے

marfat.com

ت ہوجاتا ہے ۱۸۰
انیسویں خطار ۔ ۱۸۱
مباہرہ کا کوئی علاج نہیں ۱۸۱
بیسویں خطا ۔ ۱۸۲
بیوی باہر جانے یا غلام کو مارنے کے لئے تیار رہتی
خاوند نے اس وقت بیوی کو کہا اگر تو باہر نکلی یا تو
نے مارا تو تجھے طلاق ۔ تو یہ دونوں یمین فور ہیں ۱۸۲
امام اعظم ابوحنیفہ اقسام یمین کے ائمہ کے استنباط
میں متفرد ہیں ۔ ۱۸۳
فتنہ والے شخص نے بیوی کو مارا پیٹا تو وہ باہر نکل گئی ۔
اس پر شخص نے کہا اگر تو واپس نہ لوٹی میرے پاس
تو تجھے طلاق ، یہ واقعہ عصر کے وقت ہوا اور وہ عورت
عشاء کے وقت اس کے پاس لوٹ کر آئی تو طلاق
ہوجائے گی کیونکہ یہ یمین فور ہے ۔ اگر یمین فور کی نیت
کا انکار کرے تو قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا ۔ ۱۸۳
بیوی باہر نکلنے لگی تو خاوند نے کہہ دیا اگر تو نکلی تو تجھے
طلاق ہے ۔ اس پر بیوی واپس بیٹھ گئی اور کچھ دیر کے
بعد نکلی تو قسم نہ ٹوٹی اور طلاق واقع نہ ہوئی ۔ ۱۸۳
اکیسویں خطار ۔ ۱۸۴
دیوبندی گمراہی کا جوش ۔ ۱۸۴
دیوبندی تعلیم نے قرآن و حدیث اور ائمہ قدیم و جدید
کا اجماع پس پشت ڈال دیا ۔ ۱۸۴
آیہ کریمہ " الطلاق مرتان " کا شان نزول اور اس
میں مختلف اقوال مفسرین ۔ ۱۸۵
تین طلاقوں کے بعد مرد کو رجوع اختیار نہیں اور عورت
خود مختار ہے ۔ ۱۸۵
وہ طلاق جس کے بعد رجوع کرنا جائز ہے وہ دو بار
طلاق ہے اس سے زائد نہیں ۔ ۱۸۶
تین طلاقوں کے بعد مرد کو رجوع کا اختیار رہتا تھا
جو آیت کریمہ " الطلاق مرتان " سے منسوخ ہوگیا ۱۸۸
دیوبندی مقصد شریعت کو پامال اور رہابیت کے
ظلم و ستم کو دوبارہ زندہ کر رہے ہیں ۔ ۱۸۹
بائیسویں خطار ۔ ۱۹۰
یہ جزئیہ کہ رجوع کے بعد طلاق کالعدم نہیں ہوتی ۔ ۱۹۰
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد پر حضرت عبداللہ
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حیض میں دی ہوئی طلاق
سے رجوع کرلیا مگر اس کے باوجود وہ طلاق شمار ہوئی ۱۹۰
دیوبندی تعلیم کی حدیث سے مخالفت ۔ ۱۹۲
تیئیسویں خطار ۔ ۱۹۲
تیسری طلاق کے بعد عورت خاوند کے لئے بلا حلالہ
حلال نہیں ہوسکتی چاہے پہلی طلاق کے بعد رجوع
کیا ہو یا نہ کیا ہو ۔ ۱۹۲
کتب فقہ بلا اختلاف تین طلاقوں کو مطلقاً حرمت
غلیظہ کے لئے مثبت بیان کرتی ہیں ۔ ۱۹۲
ہزارہا عبارات دیوبندی مفتی کی گمراہی کے بطلان
پر شاہد ہیں ۔ ۱۹۲
خاوند نے بیوی کو کہا جب بھی تو بچہ جنے تو تجھے طلاق
ہے اس کے بعد بیوی نے نئے حمل کے ساتھ تین
بچے جنے تو دوسرا اور تیسرا بچہ پہلی اور دوسری طلاق
سے رجوع متصور ہوگا جبکہ تیسرے بچے کی پیدائش

marfat.com

پر تین طلاقیں ہو جائیں گی اور حرمتِ غلیظہ ثابت ہو جائے گی اور تینوں بچوں کا نسب خاوند سے ثابت ہوگا۔ ۱۹۲

دیوبندی تعلیم ائمۂ اُمت کے مخالف ہے۔ ۱۹۵

چوبیسویں خطاء۔ ۱۹۵

دیوبندی مفتی کی انتہائی غباوت اور گمراہی۔ ۱۹۵

نجدیت کی بدعقلی اور کج فہمی ۱۹۶

پچیسویں خطاء۔ ۱۹۶

بطلان طلاق اور بطلانِ عمل میں فرق ہے۔ ۱۹۶

دیوبندی مجتہدین کی دین اور شریعت میں نئی بدعت۔ ۱۹۷

حرام قطعی کو حلال کہنا فقہی حکم کے مطابق قطعی کفر ہے۔ ۱۹۷

طلاق مغلظہ کے بعد عورت کو شوہر کے لئے حلال قرار دینے والے مفتیوں کی بیویاں اُن پر حرام ہوگئیں اُن پر تجدیدِ اسلام اور تجدید نکاح لازم ہے۔ ۱۹۰

طلاق کی قسم کھانا شرعاً ناپسندیدہ ہے۔ ۱۹۸

طلاق کی قسم کھانا مومنانہ نہیں منافقانہ فعل ہے۔ ۱۹۸

جو کوئی اس بستی میں وعظ کرے اس کی عورت پر طلاق۔ اور جو کوئی سے مراد اس کی اپنی ذات تھی، تو اگر وعظ کہے گا طلاق رجعی واقع ہوگی۔ ۱۹۸

کلمۂ مَن تعمیم کے لئے ہے۔ ۱۹۸

وعظ کیسے واعظ کو کرنا چاہئے۔ ۱۹۹

جو کسی بات پر قسم کھالے پھر دیکھے کہ اس قسم کا خلاف بہتر ہے تو وہی بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ دے لے۔ ۱۹۹

اغراضِ فاسدہ کے لئے وعظ ضلالت اور یہود و نصاریٰ کی سنت ہے۔ ۱۹۹

نااہل کے وعظ کہنے کی مذمت احادیث کریمہ سے ۱۹۹

کیسے واعظ کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں۔ ۲۰۰

طلاق مغلظہ کی قسم کھائی تو طلاق سے بچنے کا ایک حیلہ۔ ۲۰۰

یمین وجود شرط کے بعد مطلقاً ختم ہو جاتی ہے۔ ۲۰۱

طلاق کو وعظ کہنے پر معلق کیا تو یہ سبیل ممکن ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے وہ عدت سے نکل چکے تو وعظ کہے پھر عورت سے دوبارہ نکاح کرلے۔ ۲۰۱

شوہر نے کہا تو مہر بخشے تو طلاق دوں گا۔ عورت بولی اگر تو طلاق دے تو میں نے مہر بخش دیا، شوہر نے دو طلاق دی، طلاق واقع ہوئی مہر ساقط نہ ہوا ۲۰۲

ہندہ سے اس شرط پر نکاح کہ نصف مہر عند الطلب ادا نہ کروں تو تین طلاق، اس مسئلہ کی مختلف صورتوں کے احکام۔

ہبہ میں تعلیق باطل ہے۔ ۲۰۲

تملیکات یعنی بیع وشراء وغیرہ میں تعلیق باطل ہے۔ ۲۰۲

"کلما دخلت الدار فانت طالق" میں تین بار دخول دار کے بعد یمین منحل ہوگی یا تین طلاق سے زوال حل ہوئے تب یمین منحل ہوگی۔ ۲۰۳

لفظ کلما عموم افعال کا تقاضا کرتا ہے جبکہ لفظ کل عموم اسماء کا۔ ۲۰۴

اگر تو میرے گھر میں آئی تو تجھے طلاق۔ اور عورت دُوسرے کے گھر میں تھی تو شوہر کے گھر آتے ہی طلاق، اور شوہر کے گھر میں ہی تھی تو جب تک وہاں

marfat.com

رہے گی طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۲۰۶

چاروں مذاہب کے چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ تین طلاقیں ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک ہی لفظ میں واقع ہوجاتی ہیں۔ ۲۰۶

وہابی گمراہ بے دین مسئلۂ طلاق ثلٰثہ میں خلاف کرتے اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہیں۔ ۲۰۷

شوہر نے ایک وقت کی نماز بے عذرِ شرعی نہ پڑھنے پر تین طلاقیں معلق کیں، بے عذر ایک وقت کی نماز بھی چھوڑ دے گی تین طلاقیں پڑجائیں گی۔ ۲۰۷

جو حیلہ ارتکاب کبیرہ بالعمد پر مشتمل ہو اس کا بتانا بھی حرام ہے۔ ۲۰۷

مفتی کو یصدق دیانۃً نہیں کہنا چاہئے بلکہ ادب یہ ہے کہ لا یصدق قضاءً کہے۔ ۲۰۷

شوہر نے کہا اگر تو فلاں مکان میں گئی میری عورت نہ رہے گی، اگر نیتِ طلاق ہے طلاق معلق ہوگی۔ ۲۰۸

نیت طلاق کے بارے میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا۔ ۲۰۹

اگر تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو طلاق مغلظہ ہوگی، اس شرط پر نکاح کی مختلف صورتوں کے احکام کی تفصیل۔ ۲۰۹

جواب مضمون سوال کے اعادہ کو متضمن ہوتا ہے۔ ۲۱۱

عرف میں طلاقِ مغلظہ تین طلاقوں کو ہی کہتے ہیں۔ ۲۱۲

مرد نے بیوی سے کہا تجھ پر تینوں شرطوں سے طلاق، تو کیا حکم شرعی ہے۔ ۲۱۳

شرط مجہول پر طلاق معلق کرنے سے طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی۔ ۲۱۳

ہر عاقد و حالف کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کیا جائے گا۔ ۲۱۴

شوہر سے چند غلط شرائط کا اقرارنامہ لکھوانے کا حکم۔ ۲۱۴

جو شرط شریعت کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ ۲۱۵

اللہ تعالیٰ کا حکم حق اور اللہ تعالیٰ کی شرط مؤکد ہے۔ ۲۱۵

بیوی اب باپ ہی کے یہاں رہے گی اور موجودہ و آئندہ اولاد کی وہی مالک ہوگی اور باپ کے گھر بیٹھے نفقہ پائے گی، یہ سب شرطیں خلافِ شرع و مردود ہیں۔ ۲۱۵

مرد کا یہ لکھنا کہ اگر میں شرط کے خلاف کروں تو میری یہ تحریر تین طلاق سمجھی جائے گی، باطل ہے۔ ۲۱۶

حقِ حضانت لڑکا سات سال اور لڑکی نو سال کی عمر تک ماں کے پاس رہیں گے پھر باپ لے گا۔ ۲۱۶

شوہر اگر اپنے پاس بلانا چاہے تو عورت کو باپ کے گھر رہنے کا کوئی اختیار نہیں۔ ۲۱۶

عورت شوہر کے پاس آنے سے انکار کرے تو نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔ ۲۱۶

مہر اگر نہ معجل ہو نہ موجل تو جب تک موت یا طلاق نہ ہو عورت کو اس کے مطالبہ کا اختیار نہیں۔ ۲۱۷

بے علم کو علماء سے صرف حکم شریعت دریافت کرنا چاہئے نہ یہ کہ صفحہ و سطر جانچے۔ ۲۱۷

تعلیق طلاق بہ عدم ادائے حقوق زوجہ کے ایک

marfat.com

اقرار نامہ کا شرعی حکم۔ ۲۱۷
تاکید مفید شرط وجزاء کے درمیان فاصل نہیں ہوتی۔ ۲۱۹
بیوی کو کہا انت طالق ان شاء اللہ تو کن صورتوں میں استثناء صحیح اور کن میں غیر صحیح ہوگا۔ ۲۱۹
نان ونفقہ نہ ملنے کے بارے میں عورت محتاجِ گواہان نہیں بلکہ اس کا بیانِ حلفی کافی ہے۔ ۲۲۰
شروط میں نفی پر بیّنہ مسموع ہیں۔ ۲۲۱
اگر میاں بیوی وجودِ شرط میں اختلاف کریں تو شوہر کا قول قسم کے بعد معتبر ہوگا۔ ۲۲۱
شوہر نے اقرار نامہ لکھا کہ اپنی عورت کی حیات میں کسی دُوسری عورت سے شادی کروں تو اس دُوسری پر تین طلاق، اس صورت میں اگر کسی فضولی نے اس کا نکاح کسی دوسری عورت سے کردیا اور اس نے زبان کے بجائے کسی عمل سے اس کی توثیق کردی تو دوسری عورت کو حسبِ شرائط اقرار نامہ طلاق نہ ہوگی۔ ۲۲۳
فضولی نے کسی کا نکاح کردیا شوہر نے مہر مقررہ عورت کو بھیج دیا تو نکاح نافذ ہوگیا۔ ۲۲۳
شوہر نے فضولی کے نکاح کے بعد کاغذ پر لکھا کہ میں نے اس نکاح کو نافذ کیا تو نافذ ہوگیا۔ ۲۲۳
نکاح فضولی کے بعد کسی نے یا خود اسی فضولی نے شوہر کو مبارکباد دی شوہر نے اس پر سکوت اختیار کیا، تو نکاح نافذ ہوگیا۔ ۲۲۳
غیر مدخولہ کو ایک لفظ سے تین طلاق دینے اور متفرق الفاظ میں تین طلاق دینے کا حکم، اور
تعلیق کی مختلف صورتوں کا تفصیلی حکم۔ ۲۲۶
زنِ غیر مدخولہ یک بارگی تین طلاق کی محل ہے۔ ۲۲۶
غیر مدخولہ کو تین طلاقیں بطور تعلیق دیں تو شرط کے جزاء پر مقدم و مؤخر ہونے میں کیا حکم ہے۔ ۲۲۶
مسئلہ طلاق ثلٰثہ کی تفاصیل باعتبار حرفِ عطف اور باعتبار تعلیق و تنجیز اور باعتبار تقدم و تاخر شرط اور باعتبار زنِ مدخولہ وغیر مدخولہ۔ ۲۲۶
عورت کو طلاق کا اختیار دینے کے ایک اقرار نامہ کی مختلف صورتوں کا شرعی حکم۔ ۲۳۱
شرط بین نامہ قبل از نکاح تحریر ہوا اور اس میں نکاح کی طرف اضافت نہ ہو تو وہ شرط محض فضول و باطل ہے ۲۳۱
تفویض طلاق میں زن و شوہر دونوں میں سے ایک کے کلام میں اضافت کافی ہے۔ ۲۳۱
جو تفویض طلاق معلق بالشرط ہو بعد وقوع شرط اسی مجلس پر محدود رہتی ہے جس میں عورت کو وقوع شرط کا علم ہوا مجلس بدلنے کے بعد اسے طلاق لینے کا اختیار نہیں رہتا۔ ۲۳۲
عورت کے ارادہ، رضا اور خواہش پر طلاق کو معلّق کرنا تملیک مع التعلیق ہے اور یہ تملیک مجلس تک محدود رہے گی۔ ۲۳۲
ایک مہینہ کے اندر عورت کے شوہر کے مکان پر نہ آنے پر طلاق معلق کیا، عورت نہ آئی، یہ خود ایک مہینہ کے اندر عورت کے پاس پہنچا، طلاق واقع ہوگئی۔ ۲۳۳
زید نے اپنی بیوی کو کہا کہ تینوں طلاق پُوری کردُوں گا،

marfat.com

یہ محض وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی۔ ۲۳۳

وقوع طلاق سے پہلے رجوع عن الطلاق لغو ہے۔ ۲۳۳

طلاق رجعی کا تعلیق کے سبب بائن ہو جانا باطل قطعی ہے۔ ۲۳۳

اقرارنامہ لکھا کہ تمھارے سوا کسی دوسری عورت سے شادی کروں تو ایک دو تین طلاق ہے، دوسری عورت سے شادی اپنی بیوی سے اجازت لے کر کی، شادی کرتے ہی دوسری عورت پر ایک طلاق بائن پڑ گئی۔ ۲۳۳

مالک نے اپنے غلاموں کے بارے میں کہا ھذا حر او ھذا وھذا تو تیسرا آزاد ہوگیا جبکہ پہلے دونوں میں سے ایک آزاد ہے اس کے تعین کا اختیار مالک کو ہے۔ ۲۳۵

کلمہ "او" تخییر اور "و" شرکت کے لئے ہے۔ ۲۳۵

اردو زبان میں کسی شئی کا ثبوت پہنچانا اور کوئی شئی ثبوت کو پہنچانا، ان دونوں میں فرق ہے۔ ۲۳۵

طلاق کو دو شرطوں پر معلق کیا تو جب تک دونوں شرطیں نہ پائی جائیں طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۲۳۵

عورت کو ناچ گانے کی اجازت دینا حرام قطعی ہے اور ایسا کرنے والا شوہر دیوث ہے۔ ۲۳۷

دیوث اگر توبہ نہ کرے تو اس پر جنت حرام اور اللہ تعالٰی کی اس پر لعنت ہوتی ہے۔ ۲۳۷

حدیث کی رُو سے تین اشخاص جنت میں نہیں جائیں گے: ماں باپ کو ناحق اذیت دینے والا اور دیوث اور مردوں جیسی وضع بنانے والی عورت۔ ۲۳۷

شرابی جنت میں نہیں جائے گا۔ ۲۳۷

فسخ نکاح اور آزادی کا لفظ کنایات طلاق سے ہے۔ ۲۳۸

دوسرے نکاح کی اجازت سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی اور نیت کے بارے میں شوہر کا قول قسم سے معتبر ہوگا۔ ۲۴۰

مرد نے عورت سے کہا اگر میں تجھے جھالودے سے باہر لے جاؤں تو تجھے طلاق، پھر جھالود نامی گاؤں سے اس کو کہیں اور لے کر جائے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ ۲۴۱

تین طلاقیں واقع ہو جائیں تو از روئے قرآن بے حلالہ شوہر اول کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ۲۴۱

شوہر طلاق مغلظہ دے کر منکر ہوگیا عورت کو طلاق کا یقین ہے تو جیسے ہو سکے اس سے دُور بھاگے اور اگر اس پر قادر نہیں تو وبال شوہر پر ہے۔ ۲۴۲

مہر ادا کئے بغیر اور تمھاری اجازت بصیغہ رجسٹری حاصل کئے بغیر اگر دوسری عورت سے شادی کردوں تو اس کو طلاق، مہر ادا کردیا، اجازت بھی حاصل کی لیکن اس کی رجسٹری نہیں کرائی اور دوسرا نکاح کیا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۲۴۳

"طلاق سمجھی جائے" سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۲۴۳

"عدم خبرگیری کو طلاق سمجھنا" خبرگیری نہ کی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۲۴۵

باطل پر کچھ اثر مترتب نہیں ہوسکتا۔ ۲۴۵

شوہر نے بعد نکاح اقرارنامہ لکھا، اگر مہر النساء

marfat.com

کی رضا و رغبت کے بغیر دُوسری شادی کروں تو دوسری کو طلاق، تو عدمِ رضا کا ثبوت اقرارِ زوجہ سے ہوگا بے اس کے طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۲۴۷

تحقیقِ شرط تحقیقِ جزاء کو مستلزم ہے۔ ۲۴۷

محض ایک عورت کا بیان حجتِ شرعیہ خصوصًا سوکن کے بارے کہ محلِ تہمت ہے۔ ۲۴۸

عدمِ رضا اور ترکِ استرضاء میں بہت فرق ہے۔ ۲۴۸

تعلیق بالرضاء میں علم برضا درکار نہیں۔ ۲۴۸

شوہر نے عورت سے کہا بے میری رضا کے باہر گئی تو طلاق، پھر شوہر نے آہستہ سے کہا جا، عورت نے سُنا نہیں، چلی گئی، تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۲۴۸

اذن بغیر قول مسموع و مفہوم کے نہیں ہوسکتا۔ ۲۴۸

مرد نے قسم کھائی کہ بیوی کے اذن کے بغیر نہیں پیوں گا بیوی نے اپنے ہاتھ میں پیالہ پکڑ کے اس کو پلایا مگر زبان سے اذن نہیں دیا یا دیا مگر شوہر نے نہیں سُنا تو حانث ہوجائے گا۔ ۲۴۸

عدمِ اذن محلِ شرط میں گواہوں سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ ۲۴۹

عدمِ رضاء و رغبت کا ثبوت شہادت سے نہیں ہوسکتا۔ ۲۴۹

دل ہر وقت ایک حال پر نہیں رہتا کیونکہ القلب ینقلب۔ ۲۴۹

عدمِ رضائے سابق و لاحق دلیل عدم مقارن نہیں ہوسکتی۔ ۲۴۹

اسبابِ غضب ہزاروں ہیں لہٰذا کسی ایک سبب پر انحصار درست نہیں۔ ۲۴۹

عورتوں کی غالب عادت یہ ہے کہ وُہ اپنے شوہر کا نکاحِ ثانی پسند نہیں کرتیں۔ ۲۵۰

زنِ نامدخولہ تین طلاق دفعی کی محل ہے۔ ۲۵۱

جس عورت سے تیری اجازت کے بغیر شادی کروں اس کو طلاق، بعدہٗ اس عورت کو طلاق دے دی، پھر دُوسری عورت سے اس کی اجازت کے بغیر شادی کی، طلاق واقع ہوجائے گی۔ ۲۵۱

اذن کا علم قول سے ہوگا اور محبت و بغض کا نہیں۔ ۲۵۱

اذن و رضاء کا فرق ۲۵۲

جس شرط کا علم عورت کے بتانے سے ہو اُس میں اسی کے قول کا اعتبار ہے۔ ۲۵۳

یہ کہا اگر تجھے حیض آئے تو تو اور فلانہ کو طلاق، عورت نے کہا مجھے حیض آیا تو اس کو طلاق ہوگی فلانہ کو نہیں۔ ۲۵۳

اگر فلاں مومن ہے تو تجھے طلاق، عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۲۵۴

اگر میں تیری حاجت پُوری نہ کروں تو میری عورت کو طلاق، مخاطب نے کہا میری حاجت یہی ہے کہ تُو اپنی عورت کو طلاق دے دے، شوہر اگر اُس کو بیانِ حاجت میں جھوٹا سمجھے تو اُس کی عورت کو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۲۵۴

باب الایلاء

۲۵۷

ایلاء کسے کہتے ہیں، اس کا حکم کیا ہے اور اس سے

marfat.com

طلاق مغلظہ پڑتی ہے یا نہیں۔ ۲۵۷

ایلاء کا مدار پانچ باتوں پر ہے جب تک وُہ پانچ جمع نہ ہوں ایلاء درست نہ ہوگا۔ ۲۵۷

وضو، غسل، تلاوتِ قرآن، سجدۂ تلاوت اور اتباعِ جنازہ نذر سے لازم نہیں ہوتے۔ ۲۵۷

ایلاء میں چار مہینہ تک قربت نہ کی، عورت پر ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی۔ ۲۵۸

ایلاء طلاق مغلظہ نہیں لہذا حلالہ کی ضرورت نہیں۔ ۲۵۹

اگر ایلاء میں طلاقِ بائنہ ہوگئی تو شوہر و عورت عدت میں یا بعد عدت جب چاہیں باہم نکاح کرسکتے ہیں۔ ۲۵۹

ایلاء مؤبد کی صورت میں چار ماہ بلا رجوع گزرنے سے ایک طلاق بائن پڑی، پھر اس سے نکاح کرلیا پھر چار ماہ خالی گزر گئے تو دوسری طلاق پڑجائیگی پھر نکاح کیا اور چار ماہ اسی طرح گزر گئے تو تیسری پڑجائے گی، اب بلا حلالہ اس کو نکاح میں نہیں لاسکے گا۔ ۲۵۹

حنفی مذہب سے منسوب ایک من گھڑت مسئلے کا رد۔ ۲۶۰

باب الخُلع ۲۶۳

مہر کے بدلے میں طلاق دی تو طلاقِ بائن واقع ہوگئی۔ ۲۶۳

صوم و صلوٰۃ کی پابند لڑکی بدخصلت اور بے نماز شوہر سے بیزار ہوکر خُلع کرنا چاہتی ہے، کیا شرعاً ایسا کرسکتی ہے۔ ۲۶۴

خُلع کی تعریف۔ ۲۶۴

تنہا زوجہ کے کئے خلع نہیں ہوسکتا۔ ۲۶۴

باپ دادا کا کیا ہوا نکاح عورت بالغ ہوکر بھی فسخ نہیں کرسکتی۔ ۲۶۴

باپ دادا کے غیر کا کیا ہُوا نابالغہ کا نکاح وہ بالغ ہوتے ہی رَد کرسکتی ہے۔ ۲۶۴

نماز روزہ سے مضحکہ کرنے والا اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے۔ ۲۶۵

غیر مدخولہ کا شوہر اسلام سے خارج ہوجائے تو وُہ بلا عدت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے عدت لازم نہیں۔ ۲۶۵

باب الظہار ۲۶۷

یہ لفظ کہ میں تجھ کو طلاق دے دوں گا محض نامعتبر اور وعدہ ہے اس سے کچھ واقع نہیں ہوتا۔ ۲۶۷

میں تجھ سے کلام کروں تو اپنی ماں بہن سے کلام کروں، یہ جملہ باب طلاق میں لغو ہے۔ ۲۶۷

تجھے ماں کے بجائے سمجھتا ہوں، اگر اس کا مطلب یہ تھا کہ حرام سمجھتا ہوں، تو یہ کلمہ ظہار ہے۔ ۲۶۷

مظاہر پر عورت کے ساتھ صحبت، بشہوت بوسہ لینا، بشہوت بدن کو ہاتھ لگانا، بشہوت شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے۔ ۲۶۸

marfat.com

کفارۂ ظہار کا بیان اور غلہ کفارہ میں دے تو اس کا وزن۔ ۲۶۹
بیوی کو ماں بہن کہنے والا گنہ گار اور دروغ گو ہے۔ ۲۷۰
ازروئے قرآن مجید کسی کی ماں وہی ہے جس نے اسے جنا ہے۔ ۲۷۰
طلاق بائن طلاق بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔ ۲۷۱
عورت کو بجائے ماں بہن کہنے سے نیّت طلاق ہو تو طلاق، اور حُرمت مراد ہو تو ظہار ہے، اور کچھ بھی مراد نہ ہو تو دیانۃً کچھ نہیں۔ ۲۷۲
کفارۂ ظہار ادا کرنے کے بعد عورت شوہر پر حلال ہو جاتی ہے اور کفارہ میں غلام عیب سے پاک ادا کرنا چاہیئے۔ روزہ میں دو ماہ تک تسلسل ضروری ہے۔ غلّہ دے تو دو سیر تین چھٹانک اٹھنی بھر گیہوں یا دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے۔ ۲۷۳
حتی الامکان عاقل بالغ کے کلام کو مہمل نہ چھوڑا جائے۔ ۲۷۵
بیوی کو بجائے ماں بہن کہا اور کہتا ہے کہ نیت کسی قسم کی نہ تھی تو قاضی ظہار پر محمول کرے گا۔ ۲۷۶
مظاہر کو قاضی مجبور کرے گا کہ کفارہ ادا کرے یا طلاق دے۔ ۲۷۷
مظاہر نے لفظ سے حقیقۃً کچھ مراد نہ لیا لیکن قاضی نے ظہار قرار دیا۔ عورت ادائے حق کے لئے کفارہ کا مطالبہ کرے تو چونکہ حقیقۃً اس نے ارادۂ ظہار نہیں کیا تھا اس لئے اس قول شنیع سے توبہ کرکے عورت سے کہہ سکتا ہے کہ میں نے کفارہ ادا کر دیا۔ ۲۷۹
عورت کو ماں بہن کہنا قول شنیع ہے لیکن یہ قول لغو ہے، نہ اس سے طلاق واقع ہو نہ ظہار۔ ۲۸۰
عورت کو طلاق کی نیت سے ماں کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔ ۲۸۰
بیوی کو بنیت طلاق کہا کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن ہے تو ایک طلاق بائن ہو جائے گی۔ ۲۸۱
بیوی کو کہا تُو میرے لئے مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن ہے اور نیت ظہار یا تحریم کی ہے تو ظہار ہو گیا۔ ۲۸۱
مظاہر کے لئے کیا کیا چیزیں حرام ہیں۔ ۲۸۱
کفارۂ ظہار کی تفصیل۔ ۲۸۱
بیوی کو بلا کسی نیت کے کہا کہ تُو مجھ پر مثل میری ماں کے ہے تو یہ لفظ لغو و مہمل ہوگا طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا۔ ۲۸۱
بیوی کو ماں، بہن یا بیٹی کہنے سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بنیت طلاق کہے۔ ۲۸۲
عورت کو طلاق کی نیت سے ماں کہہ کر مشہور کیا تو یہ قضاءً طلاق مانی جائے گی۔ ہاں اگر اس کے قول سے یہ واضح ہو کہ یہ اقرار طلاق اسی غلط فہمی کی بناء پر تھا تو قضاءً بھی طلاق نہ ہو گی۔ ۲۸۲
برسام کے مریض نے بیوی کو طلاق دی پھر ٹھیک ہونے کے بعد کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی بعدہٗ کہتا ہے کہ میں نے یہ سمجھا تھا کہ حالت برسام میں طلاق واقع ہو جاتی ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۸۲
خوشدامن سے کہا کہ تیری لڑکی کو تا حیات تیرے مثل اپنی بہن سمجھتا ہوں، اگر نیتِ ظہار سے کہا

marfat.com

ظہار ہوگا لیکن یہ ظہار موقت ہے ، تو شدامن کی موت کے بعد خود رفع ہو جائے گا اور اگر نیتِ طلاق سے کہا تو ایک بائن ، اور چونکہ طلاق موقت نہیں اس لئے تا حیات کا لفظ لغو ہوگا ، اور اگر کچھ نیت نہ تھی یا اعزاز و اکرام خواہ الفت و محبت کی نیت تھی تو یہ الفاظ لغو ہیں ۔ ۲۸۳

مظاہر کفارہ نہ دے تو عورت اس پر دعویٰ کر سکتی ہے کہ یا تو کفارہ دے کر جماع کرے یا طلاق دے ۔ ۲۸۳

اگر کفارۂ ظہار کی ادائیگی سے قبل شوہر نے وطی کی تو استغفار کرے اور فقط ظہار کا کفارہ دے ۔ ۲۸۴

ظہار کو اگر کسی وقت سے مقید کیا ہے تو اس وقت کے گزرنے سے ساقط ہو جائے گا ۔ ۲۸۴

"سمجھتا ہوں" کا لفظ باب ظہار میں تحقیق کے لئے ہے اور باب طلاق میں عدمِ تحقق کے لئے ۔ ۲۸۵

اپنی عورت کے ان اعضاء کو جن سے پورے جسم کی تعبیر کی جاتی ہو یا جزء شائع کو محرمات سے تشبیہ دے تو ظہار ہے اور دیگر اعضاء کو تشبیہ دے تو نہیں اور عورت اپنے کو کسی سے تشبیہ دے کچھ نہیں ۔ ۲۸۶

تشبیہ عادات زوجہ بعادات محارم موجب حرمت و کفارہ نہیں ۔ ۲۸۶

عورت اگر اعضاء شوہر کو اپنے محارم کے اعضاء سے تشبیہ دے تو شوہر اس پر حرام نہیں ہوتا ۔ ۲۸۷

جب تک سببِ کفارہ نہ پایا جائے کفارہ لازم نہیں ہوتا ۔ ۲۸۷

میاں بیوی کا آپس میں ایک دوسرے کو ماں بیٹا کہہ لینا لغو ہے اور یہ کلام باعث گنہ گاری ہے ۔ ۲۸۸

عورت کا پستان منہ میں لے لینا کچھ نہیں ۔ ۲۸۸

مرد کو بیوی کا دودھ پینا حرام مگر نکاح میں خلل نہیں آتا ۔ ۲۸۸

اڑھائی برس کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ۔ ۲۸۸

عورت کو اپنے باپ دادا سے تشبیہ دینے سے کچھ نہیں ہوتا ۔ ۲۸۸

تم سے صحبت کروں تو ماں سے زنا کروں ، اس قول سے توبہ و استغفار لازم آتا ہے اور بس ۔ ۲۸۹

عورت کو ماں بہن کہنا طلاق ہے نہ ظہار ۔ ۲۸۹

اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کر لے ، نیتِ طلاق ہے تو کنایہ ہے ، طلاقِ بائن واقع ہوگی ۔ ۲۹۰

باب العدۃ ۲۹۱

نابالغہ کو اگر شوہر نے بے خلوت طلاق دی عدت نہیں ۔ ۲۹۱

نابالغہ کو خلوت کے بعد طلاق دی تو چار مہینہ دس یوم انتظار کرائیں ، حمل ظاہر ہو تو عدت وضعِ حمل ورنہ تین مہینے پر عدت ختم ہوگی ۔ ۲۹۱

نابالغہ کی عدت کی تفصیل ۔ ۲۹۱

marfat.com

وفات کی عدت غیر حاملہ عورت کے لئے مطلقاً چار ماہ دس دن ہے چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔ ۲۹۳

طلاق کی عدت غیر مدخولہ پر اصلاً نہیں اگرچہ کبیرہ ہو۔ ۲۹۳

بیوی سے خلوت واقع ہوچکی یا نکاح فاسد میں وطی کرلی تو عدت لازم ہے۔ ۲۹۳

مطلقہ حائضہ کے لئے عدت تین حیض ہے اور غیر حائضہ یعنی صغیرہ اور آئسہ کے لئے تین ماہ ہے۔ ۲۹۳

نکاح فاسد میں محض خلوت سے عدت لازم نہیں ہوتی جب تک وطی نہ کرلی ہو۔ ۲۹۳

عورت کے لئے حدِ صغر ۹ سال ہے اس سے کم عمر میں جوانی ہرگز نہیں ہوتی۔ ۲۹۴

عورت کے لئے آثارِ بلوغ کیا ہیں۔ ۲۹۴

آثارِ بلوغ پائے تو بالغہ ورنہ پندرہ سال کامل کی عمر پر جوانی کا حکم کردیں گے۔ ۲۹۴

"چھوڑنے" کا لفظ صریح طلاق ہے۔ اس کے کہنے کے فوراً بعد سے عدت شمار ہوگی۔ ۲۹۴

عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کا دوسرے مرد کے ساتھ رہنا یا اس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ ۲۹۴

مطلقہ اور بیوہ کی عدتوں کی تفصیل۔ ۲۹۴

قابل جماع لڑکی پر خلوت صحیحہ کے بعد عدت ہے۔ ۲۹۵

شوہر نے طلاق دی۔ عورت کو عمرو سے حمل قرار پایا، عمرو نے تین مہینہ دس یوم کے بعد نکاح کرلیا، اب معلوم ہوا کہ عورت حاملہ ہے اس صورت میں وضعِ حمل اگر طلاق کے بعد دو سال کے اندر اندر ہو تو بچہ ثابت النسب ہے ورنہ نہیں، اور پہلی صورت میں عدت وضعِ حمل ہے اور دوسری صورت میں نکاح صحیح ہوا۔ ۲۹۵

حاملہ بیوہ سے نکاح ہوا تو انتظار کیا جائے دو برس کے اندر بچہ ہو تو عدت وضعِ حمل ہے اور نکاح مذکور فاسد، اور دو برس کے بعد بچہ پیدا ہو تو نکاح مذکور صحیح۔ ۲۹۶

معتدہ کے نکاح میں جو لوگ واقف حال شریک ہوں سخت گنہگار ہیں۔ ۲۹۶

بیوہ حاملہ سے نکاح باطل محض ہے وضعِ حمل کے بعد دوبارہ نکاح لازم ہے۔ ۲۹۶

عدتِ موت چار مہینہ دس دن ہیں۔ ۲۹۷

دورانِ عدت بیوہ سے نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے۔ ۲۹۷

بہت سے احکامِ الٰہی تعبدی ہیں اور جو معقول المعنے ہیں ان کی حکمتیں بھی من وتو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ ۲۹۷

احکامِ الٰہیہ میں چون وچرا اور بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے۔ ۲۹۷

عدتِ وفات کی حکمت تعرفِ براءۃ رحم ہی نہیں بلکہ فوت شدہ شوہر کا سوگ بھی ہے۔ ۲۹۸

عدتِ وفات میں خلوت ہونے نہ ہونے کا کچھ دخل نہیں۔ ۲۹۸

سوائے شوہر کے عورت کو کسی کے لئے تین دن سے زائد سوگ جائز نہیں۔ ۲۹۸

marfat.com

عورت شیرخوار شوہر پچیس سالہ ایک تنہا مکان میں یکجائی ہو تو خلوت صحیح نہ ہوئی۔ ۲۹۸
مطلقہ کی عدت کے بارے میں تفصیل۔ ۲۹۹
تین حیض دو ماہ بھی ہوسکتے ہیں اور دو سال میں بھی۔ ۲۹۹
مرد و عورت ایک مکان میں مثل زن و شوہر رہتے ہوں اور باہم انبساطِ زوج و زوجہ رکھتے ہوں تو شرعاً زوج و زوجہ ہی قرار دئے جائیں گے۔ ۲۹۹
اپنے سامنے نکاح نہ ہونے کو نکاح نہ ہونا سمجھ لینا سخت سفاہت ہے۔ ۳۰۰
عدمِ علم، علمِ عدم نہیں۔ ۳۰۰
شرعِ مطہر بدگمانی کو سخت حرام فرماتی ہے۔ ۳۰۰
بے انقضائے عدت دوسرے سے نکاح حرام و ناجائز ہے اور بعض علماء کے نزدیک اس عقد پر کوئی حکمِ نکاح اصلاً مرتب نہیں ہوتا۔ ۳۰۰
معتدۂ غیر سے دانستہ نکاح کرنا باطل محض ہے۔ ۳۰۰
زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہیں، نہ اس کے لئے کوئی عدت۔ ۳۰۰
جس عورت کو زنا کا حمل ہو غیر زانی کو بھی باوجود حمل اس سے نکاح جائز ہے مگر تا وضعِ حمل جماع جائز نہیں۔ ۳۰۰
بہن کی موجودگی میں بہنوئی سے نکاح سخت حرام ہے۔ ۳۰۰
نکاحِ فاسد میں متارکہ ضروری جو میاں بیوی دونوں میں سے کوئی بھی کرسکتا ہے۔ ۳۰۱
عدت میں جانتے ہوئے نکاح کیا تو نکاح باطل اور جماع زنا ہے اور لاعلمی میں کیا تو نکاح فاسد، اگر وطی نہ کی تو متارکہ کے بعد عدت ضروری نہیں، ورنہ متارکہ کے وقت سے بھی عدت واجب ہے۔ ۳۰۲
منکوحہ نے اپنے شوہر سے ناراض ہوکر غیر سے نکاح کرلیا، کچھ عرصہ بعد دوبارہ شوہر اول سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اب شوہر اول سے عقدِ قدیم قائم ہے عقدِ جدید کی ضرورت نہیں۔ ۳۰۳
زنا کی عدت نہیں۔
منکوحہ عورت کو خالی و حلال سمجھ کر نکاح میں لایا تو اس پر فرضِ قطعی ہے کہ عورت کو ترک کرے اگر مجامعت کرچکا ہے تو عورت وقتِ ترک سے تین حیض عدت کرے، اس کے بعد شوہر اوّل کے لئے بے تجدیدِ نکاح رہ سکتی ہے ۳۰۳
حمل کے اعضاء مکمل ہوچکے ہوں تو اسقاط سے عدت تام ہوجاتی ہے۔ ۳۰۴
نکاح میں خلوتِ صحیحہ سے عدّت واجب ہوجاتی ہے۔ ۳۰۵
عالمگیری کی دو عبارتوں کی توضیح۔ ۳۰۵
آیت کریمہ "اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ" کا مطلب۔ ۳۰۶
چچا کا کیا ہوا نابالغ کا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ۳۰۷
ولی نے نکاحِ فضولی کو رَد کردیا پھر اجازت دی تو جائز نہ ہوگا۔ ۳۰۷

marfat.com

الاجازة لا تلحق المفسوخ۔ ۳۰۷
نکاح متحقق نہ ہو تو نہ طلاق ہے نہ عدت۔ ۳۰۷
نابالغ لڑکا اہلِ طلاق نہیں لہٰذا اس کے دئے سے
طلاق نہ ہوگی۔ ۳۰۷
نابالغ کی طرف سے اس کا ولی طلاق نہیں
دے سکتا۔ ۳۰۷
بلوغِ پسر سے پہلے بوجہ مخالفت طلاق دلوانا
محض باطل ہے۔ ۳۰۷
خلوتِ صحیحہ سے عدت لازم آجاتی ہے مہر بھی پورا
واجب ہوتا ہے۔ ۳۰۷
شوہر سے جدائی کتنی ہی طویل مدت سے ہو طلاق
کے بعد عدت ضروری ہے۔ ۳۰۸
عورت میکے میں تھی شوہر کا انتقال ہوا عدت شوہر
کے گھر گزارے، بغیر عذر صحیح اس کا خلاف
حرام ہے۔ ۳۰۸
موطوءہ بیوی کی عدت گزرنے سے قبل اس کی
بہن سے نکاح ناجائز و حرام ہے۔ ۳۰۹
مدخولہ اور غیر مدخولہ کی عدت کا بیان۔ ۳۰۹
تمام عدت تک نفقہ و سکنیٰ شوہر کے ذمہ ہے۔ ۳۱۱
عدت کے دیگر احکام۔ ۳۱۱
جو طلاق بطور خلع واقعہ ہو بائنہ ہوتی ہے۔ ۳۱۱
طلاق بائنہ کے بعد مرد پر لازم ہے کہ عورت کو
عدت پوری ہونے تک اپنے ہی مکان میں جگہ دے
اور بوجہ زوالِ نکاح اس سے پردہ کرے۔ ۳۱۱
مکان کرایہ کا ہو تو دورانِ عدت اس میں رہنے کا
کرایہ خاوند پر لازم ہے۔ ۳۱۱
حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے۔ ۳۱۲
معتدہ کا نفقہ اور سکنیٰ دونوں شوہر پر واجب ہیں ۳۱۲
مطلقہ حاملہ کی عدت بھی وضعِ حمل ہے۔ ۳۱۲
شوہر نے عورت کو طلاق دی اور عدت کے اندر
مرگیا، اگر طلاق صحت میں دی یا مرض الموت میں،
بے رضائے زوجہ دی تو عدت تین حیض، اور مرض الموت
میں بے رضائے زوجہ دی تو عدتِ وفات اور
عدتِ طلاق میں سے جو درازتر ہو وہ پوری کی جائے۔ ۳۱۳
رافضی کا نکاح سنیہ سے نہیں ہوتا اس لئے
نہ طلاق کی ضرورت ہے نہ عدت کی۔ ۳۱۴
متوفی عنہا زوجہا کی خلوت صحیح ہو یا نہ ہو عدتِ
وفات ضروری ہے۔ ۳۱۴
عام روافضِ زمانہ کافر و مرتد ہیں۔ ۳۱۵
مرتد و مرتدہ کا نکاح کسی ملت و مذہب والے
سے نہیں ہوسکتا، نہ مومنین سے نہ کفار سے۔ ۳۱۵
بے طلاق کسی کی عورت گھر میں رکھ لی اور میاں بیوی
کی طرح رہنے لگے اس کے بعد شوہر مرگیا تو جب
تک نکاحِ جدید نہ کرلیں میاں بیوی نہ ہوں گے،
اس صورت میں یہ طلاق دے گا تو واقع نہ ہوگی۔ ۳۱۶
غیر کفو سے عورت کب نکاح کرسکتی ہے۔ ۳۱۶
منکوحۂ غیر کو بے طلاق اپنے پاس رکھنے والا
فاسق معلن ہے۔ ۳۱۶
فاسق معلن مؤذن جیسے دینی عہدے کے
لائق نہیں۔ ۳۱۶

marfat.com

جس نے حمل کے لئے اقرار کیا کہ میرے زنا سے ہے وہ مستحق سزا ہے۔ ٣١٦

قیامِ حدود کے لئے اسلامی حکومت اور امام درکار ہے۔ ٣١٦

شوہر کے مرنے کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا اور عورت عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کر چکی ہو تو لڑکا صحیح النسب ہوگا اور اقرار کر چکی ہو تو مجہول النسب ہوگا۔ ٣١٦

معتدہ غیر سے لاعلمی میں نکاح کرکے صحبت کی تو صحبت حرام ہے لیکن گناہ نہ ہوگا۔ ٣١٧

متوفی عنہا زوجہا عدت میں بضرورت صرف دن میں باہر جا سکتی ہے۔ ٣١٧

عدت کے اندر نکاح حرام ہے اس کے لئے طلاق کی ضرورت نہیں متارکہ کافی ہے، صحبت ہو چکی تو عدتیں ایک ساتھ چلیں گی ورنہ ایک ہی۔ ٣١٧

عدت کے اندر دوسرا نکاح حرام اور قربت زناء ہے، اگر ناکح کو علم تھا تو وہ فاسق ہوا اور اس کو امام بنانا گناہ ہے اور دانستہ نکاح میں شریک ہونے والے سخت گنہ گار ہوئے۔ ٣١٨

عدتِ وفات کے اندر دوسرا نکاح ہوا عورت وہاں سے چلی آئی اگر قربت نہ ہوئی ہو تو چار مہینہ دس یوم کے بعد دوسرا نکاح ہو سکتا ہے اور صحبت ہو چکی ہو تو ایک اور عدت واجب اور دونوں ساتھ ہی ساتھ چلیں گی جو بعد میں ختم ہو اس کے بعد نکاح جائز ہوگا۔ ٣١٨

جب تک عدت نہ گزرے نکاح تو نکاح؛ نکاح کا پیغام دینا حرام قطعی ہے۔ ٣١٩

کسی کو پیسے دے کر اس کی بیوی کو طلاق دلوانا تاکہ خود اس سے شادی کرے یہ رشوت ہے۔ ٣١٩

عدت کے اندر نکاح قطعی حرام ہے۔ ٣١٩

شوہر کی زندگی میں حمل شرعاً شوہر ہی کا سمجھا جائے گا۔ ٣١٩

وفاتِ شوہر کے بعد حاملہ عورت کا جب تک حمل وضع نہ ہو وہ عدت ہی میں ہے۔ ٣١٩

مدخولہ کو طلاق دی عدت واجب ہے اور عدت کے اندر نکاح حرام ہے۔ ٣٢٠

حیض والی عورت طلاق کے ایک مہینہ بعد نکاح کرے تو نکاح عدت کے اندر ہوا اور ایسی عورت کو ناکح سے وراثت کا حق نہ پہنچے گا، اور مہرِ مثل اور مسمّٰی سے جو کم ہو وہ پائے گی۔ ٣٢٠

نکاحِ فاسد و باطل میں توارث جاری نہیں ہوتا بلکہ استحقاق ارث نکاحِ صحیح سے ہوتا ہے۔ ٣٢١

عورت انقضائے عدت کی دعویدار ہے تو اس کا قول بقسم معتبر ہوگا۔ ٣٢١

ناکح کو علم تھا کہ عورت مدخولہ ہے اور طلاق کو چار روز ہوئے ہیں ایسی صورت میں نکاح زناء خالص ہے۔ عدت کی مدت ختم ہونے کے بعد کوئی بھی اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ ٣٢٢

زناء کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہیں اور

marfat.com

نہ اس کے لئے عدت ہے۔ ۳۲۲

زوجہ کو ماں کہنا گناہ ہے مگر اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۳۲۲

عورت کتنے ہی دن شوہر سے الگ رہے اگر خلوت ہو چکی ہو تو عدت واجب ہے۔ ۳۲۳

پیش از انقضائے عدت نکاح قطعاً ناجائز و حرام ہے۔ ۳۲۳

متوفی عنہا زوجہا کی عدت چار مہینہ دس دن ہے اس کے لئے خلوت کی شرط نہیں۔ ۳۲۳

دیدہ و دانستہ عدت کے اندر عورت کا نکاح کیا جائے تو وہ محض باطل ہے، اس کو نکاح ہی نہیں کہہ سکتے۔ ۳۲۴

باپ دادا نہ ہوں تو جوان بھائی حقیقی ولیِ نکاح ہے، اس کے ہوتے ہوئے ماں کو اختیار نہیں۔ ۳۲۴

حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے چاہے طلاق یا وفات کو دو منٹ ہی گزرے ہوں۔ ۳۲۴

انیس دن میں تین حیض نہیں گزر سکتے۔ ۳۲۴

طلاق کی معتدہ عدت کے اندر حاملہ ہوئی تو اب اس کی عدت وضعِ حمل سے پوری ہوگی۔ ۳۲۴

معتدۂ وفات اگر دورانِ عدت حاملہ ہو جائے تب بھی اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی۔ ۳۲۴

باب الحداد (سوگ)

عدت وفات میں عورت شوہر کے مکان سے باہر نہیں جا سکتی ہاں جو عورت کسبِ معاش کے لئے مجبور رہو وہ دن میں باہر جائے اور رات اسی گھر میں گزارے۔ ۳۲۷

اگر شوہر کے مکان میں رہنا کسی وجہ سے ناممکن ہو تو اس کے قریب تر کسی مکان میں منتقل ہو سکتی ہے۔ ۳۲۷

اگر اباحت بوجہ ضرورت ہو تو جب ضرورت نہ رہے اباحت بھی نہیں رہتی۔ ۳۲۸

کن مجبوریوں کے سبب عورت کو عدتِ وفات میں گھر سے نکلنے کی اجازت ہے۔ ۳۲۸

کیا معتدۂ وفات اپنے کسی حق کو حاصل کرنے کے لئے بامرِ مجبوری کچہری میں جا سکتی ہے۔ ۳۲۸

عورت عدتِ وفات میں نفقہ کے حصول کے لئے یا اس کے استحکام کے لئے دن ہی دن میں باہر جا سکتی ہے۔ ۳۲۹

عدتِ موت کا نفقہ کسی پر نہیں ہوتا، عورت خود اپنے پاس سے کھائے، پاس نہ ہو تو دن کو مزدوری کے لئے باہر جا سکتی ہے۔ ۳۳۰

اللہ تعالیٰ کے فرض کی ادائیگی میں حیلے بہانے نہ کئے جائیں۔ ۳۳۰

متوفی عنہا زوجہا مکانِ عدت میں جان و مال عزت کا واقعی خوف ہو تب بھی حتی الامکان عدت اسی مکان میں گزارے۔ ۳۳۰

باہر نکلنے والی عورت بھی اگر نفقہ ہو تو عدت شوہر کے گھر میں بیٹھ کر گزارے۔ ۳۳۰

متوفی عنہا زوجہا کے بارے میں ایک عجیب تجربہ۔ ۳۳۰

marfat.com

عدّتِ وفات میں عورتوں کو کیا چیزیں منع ہیں۔ ۳۳۱

عدّت کے اندر نکاح کا پیغام حرام ہے۔ ۳۳۲

شوہر کے انتقال کے وقت عورت سفر میں ہو تو اس کو مزید سفر حرام، عدت وہیں گزارے۔ ۳۳۲

عورت کا غیر شخص کے پاس ٹھہرنا حرام ہے۔ ۳۳۲

عدّت کے اندر عورت کو سفر حرام ہے، سفر کرنے سے عدت ختم نہیں ہوتی اسی گھر میں آکر رہنا ضروری ہے۔ ۳۳۳

نابالغہ کے معاف کئے سے مہر معاف نہیں ہوسکتا۔ ۳۳۳

معتدہ کا نکاح دورانِ عدت باطل محض ہے۔ ۳۳۳

معتدۂ وفات نابالغہ کے نکاح کا اختیار بعد از عدت اس کے باپ کو ہے نہ کہ سسر کو۔ ۳۳۳

عدت کی حالت میں عورت سفر میں ہو تو عدت کہاں گزارے ۳۳۳

معتدۂ وفات کو کن حالات میں موضع عدت سے منتقل ہونے کی اجازت ہے۔ ۳۳۳

باب زوجۂ مفقود الخبر

۳۳۵

زوجۂ مفقود کے لئے چار برس کی مہلت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جمہور ائمہ اس کے خلاف ہیں۔ ۳۳۵

چار برس کی تقدیر پر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تقلید کے علاوہ کوئی دلیل نہیں۔ ۳۳۵

ائمہ مالکیہ مال کے بارے میں چار سال والی تقدیر کے قائل نہیں۔ ۳۳۶

چار سال کی تقدیر کا حدیث شریف سے ثبوت نہیں۔ ۳۳۶

زوجۂ مفقود کے بارے میں مولا علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کا مذہب احناف کے موافق ہے۔ ۳۳۶

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں رجوع ثابت ہے۔ ۳۳۶

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول جدید و راجح بھی جمہور کے موافق ہے۔ ۳۳۷

ائمہ شوافع کے نزدیک قاضی چار سال والے مسئلہ پر عمل کرے تو اس کی قضا توڑ دی جائے۔ ۳۳۷

قولِ ضعیف پر فتویٰ دینا جہل و مخالفتِ اجماع ہے۔ ۳۳۸

شریعت کو فروج میں سخت احتیاط ملحوظ ہے۔ ۳۳۸

اصل اشیاء میں اباحت ہے لیکن فروج میں اصل حرمت ہے۔ ۳۳۸

ہندوستان میں بیوہ کا نکاح نہیں کرتے جس سے معلوم ہوا کہ زوجۂ مفقود کے بارے میں ضرورت و مجبوری نہیں ہے۔ ۳۳۸

جو اللہ پر بھروسا کرے اللہ اس کو مخلوق سے بے پروا کرتا ہے۔ ۳۳۹

عزوبت کا شرعی علاج۔ ۳۳۹

امام مالک علیہ الرحمۃ کے مسلک کی غلط پیروی۔ ۳۴۰

امام مالک کے مذہب میں قاضی کے ہاں معاملہ پیش ہونے سے پہلے بیس سال گزر چکے ہوں ان کا اعتبار نہیں۔ ۳۴۰

زوجۂ مفقود اور اس کے محارم کو ہدایت و نصیحت۔ ۳۴۰

محبوس دائمی کو شرعاً یہ حکم ہے کہ اپنی عورت کو طلاق دے دے۔ ۳۴۲

marfat.com

تفویض طلاق کرنا بھی کافی ہے۔ ٣٤٢

زوجہ مفقود نے دوسری شادی کی اس کے بعد پہلا شوہر لوٹ آیا، عورت اس کو دلادی جائے گی۔ ٣٤٢

صورتِ جماع میں دوسرے شوہر بھی مہر مثل واجب ہے۔ ٣٤٣

چار برس کے بعد بطور خود زوجہ مفقود کا نکاح کرنا کسی امام کا مذہب نہیں ہے۔ ٣٤٤

حنفیہ کے نزدیک عورت پر اس وقت تک انتظار فرض ہے کہ شوہر کی عمر پر ستّر برس گزر جائیں۔ ٣٤٤

زوجہ مفقود کے لئے تنگیِ رزق عذر لنگ ہے کہ رزق اللہ پر ہے۔ ٣٤٤

زوجہ مفقود سے متعلق ایک سوال اور اس کا حنفی مسلک پر جواب۔ ٣٤٥

ماں نے نکاح کیا، اگر کفو کے ساتھ کیا اور لڑکی نے بالغ ہوتے ہی اس سے انکار نہ کیا، نکاح لازم ہوگیا۔ ٣٤٦

مفقود کی عورت شوہر کی عمر کے ستّر برس ہونے تک انتظار کرے۔ ٣٤٦

زوجہ مفقود کے نکاح ثانی کے بعد اگر زوج اوّل آیا اپنی عورت کو دوسرے شوہر سے لے لے گا۔ ٣٤٦

زوجہ مفقود کے بارے میں ایک اور سوال۔ ٣٤٧

زوجہ مفقود کے بارے میں مذہب احناف کا بیان۔ ٣٤٨

مذہبِ امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) کی توضیح۔

زنِ عنین کا حکم۔ ٣٤٨

بابُ النّسب ٣٤٩

نکاح کے پانچ مہینہ کے بعد بچہ پیدا ہو تو کس صورت میں صحیح النسب ہوگا اور کس صورت میں نہیں ٣٤٩

حمل چھ مہینے سے کم اور دو سال سے زائد کا صحیح النسب نہ ہوگا۔ ٣٤٩

شہادت علی النفی مقبول نہیں۔ ٣٥٠

جس لڑکے کے بارے میں عورت دعویٰ کرے کہ یہ شوہر کے نطفہ سے ہے مگر اس کی شرعی توجیہ نہ کرسکے تو حمل مجہول النسب ہوگا۔ ٣٥٠

حمل مجہول النّسب ہو تو ایسی عورت سے نکاح فاسد ہوگا۔ ٣٥١

نکاح فاسد میں اگر شوہر نے وطی صحیح کرلی تو مہر مثل اور مہر مسمّی میں سے جو کم ہے وہ دینا لازم ہوگا۔ ٣٥١

ناکتخدا عورت خواب میں ہمبستری سے حمل ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا یہ قول مکروہ قرار دیا جائیگا اور ہرگز تسلیم نہ کیا جائے گا۔ ٣٥٢

ماءِ واحد سے تخلق حضرت عیسٰی علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے۔ ٣٥٢

جن سے نکاح کا دعوی کرے تو دعویٰ غلط ہوگا اور نسب ثابت نہ ہوگا اور صورت مذکورہ میں لڑکا ولد الزنا ہوگا یا مجہول النسب۔ دونوں روایتیں ہیں ٣٥٢

عورت خاوند کے یہاں سے بھاگ کر ادھر اُدھر رہی، بچے پیدا کئے، جب تک شوہر ان بچوں سے لعان کے ذریعے انکار نہ کرے نسب شوہر سے

ثابت ہے۔ ۳۵۶
نکاح میں ایک گواہ معاینہ اور ایک اقرار بیان کرے تو یہ اختلاف شرعاً موجبِ ردِ شہادت ہے۔ ۳۵۶
عورت اگر حاملہ ہو تو بعد وفاتِ شوہر وضعِ حمل تک ورنہ چار ماہ دس دن عدت گزارے گی۔ ۳۵۷
عدت کے اندر نکاح مطلقاً ناجائز ہے ۳۵۸
خلوت کے معنی یہ ہیں کہ مرد و عورت تنہا ایک مکان میں تھوڑی دیر کے لئے اکٹھے ہوں جہاں مباشرت سے کوئی مانع نہ ہو اگرچہ مباشرت واقع نہ ہو۔ ۳۵۹
قبل از خلوت مرد نے طلاق دے دی تو عورت پر اصلاً عدت لازم نہ ہوئی۔ ۳۵۹
معتدہ کے نکاح میں جتنے لوگ اس سے واقف ہو کر شریک و ساعی ہوئے سب حرامِ عظیم میں مبتلا ہوئے۔ ۳۵۹
معتدہ سے نکاح ہوا اولاد حرامی نہیں بلکہ اگر شوہر ثانی کو عدت کا علم تھا تو اولاد شوہر اول کی اور اگر علم نہ تھا تو شوہر ثانی کی قرار پائے گی۔ ۳۵۹
ناکح ثانی کو معلوم نہ تھا کہ عورت معتدہ ہے تو جو بچہ پیدا ہوا دوسرے ناکح کا ہوگا ورنہ پہلے کا۔ ۳۵۹
عورت کو آوارہ کرکے گھر سے نکال دیا، نکاح میں فرق نہ آیا، اولاد اسی کی ہوگی۔ ۳۶۰
عورت کو بلا وجہ شرعی گھر سے نکالنے پر شوہر گنہگار ہوگا۔ ۳۶۱
زید کا دادا پٹھان تھا اور دادی اور والدہ سیدانی، اس صورت زید سید ہے یا پٹھان۔ ۳۶۱
شرعِ مطہرہ میں نسب باپ کی طرف سے لیا جاتا ہے صرف امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حکم عام سے مستثنیٰ ہیں۔ ۳۶۱
جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔ ۳۶۱
سبطین کریمین کی اولاد سید ہے نہ کہ بناتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں کی طرف نسبت کی جائے گی۔ ۳۶۱
جب کوئی شخص کسی عورت سے زنا کر چکا تو اس عورت کی بیٹی اس شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی۔ ۳۶۲
مرد پر اس کی مزنیہ اور ممسوسہ بہ شہوت کے اصول و فروع حرام ہیں۔ ۳۶۲
جس عورت کے فرج کے داخل کو مرد نے شہوت کے ساتھ دیکھا اس کے اصول و فروع اس مرد پر حرام ہو گئے۔ ۳۶۲
دوسرے کی عورت سے زناء کرتا رہا، اولاد ہوئی تو کس کی قرار دی جائے گی۔ مختلف صورتوں کا بیان۔ ۳۶۲
طہر کے لئے زیادت کی جانب کوئی حد مقرر نہیں، لہذا ممکن ہے تین حیض تیس برس میں آئیں۔ ۳۶۳
طلاق رجعی میں مرد کا عدت کے اندر مطلقہ سے

marfat.com

وطی کرنا حرام نہیں بلکہ رجعت ہوجاتی ہے۔ ۳۶۳

وضع حمل کے بعد بقائے عدت کے کوئی معنیٰ نہیں۔ ۳۶۳

بے نکاح جدید مرد کے لئے عدت بائن میں قربت حرام ہے۔ ۳۶۳

کتاب بہشتی زیور کا دیکھنا حرام ہے، اس میں بہت مسائل غلط اور بہت باتیں گمراہی کی ہیں۔ ۳۶۶

مصنف بہشتی زیور کی علمائے حرمین شریفین نے نام لے کر تکفیر کی ہے۔ ۳۶۶

عورت نے عدت وفات چار مہینے دس یوم گزار کر نکاح کیا، چھ مہینہ بعد بچہ پیدا ہوا، اسی شوہر کا قرار دیا جائے گا اگرچہ پہلے شوہر کی موت کے دس مہینہ دس دن بعد ہی پیدا ہوا ہو۔ ۳۶۶

نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا حدیث میں آیا ہے۔ ۳۶۷

ہندہ سے اس کے شوہر نے پونے تین سال سے قربت نہیں کی، بچہ پیدا ہوا، بچہ شوہر کا ہی ہے۔ ۳۶۸

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد مبارک میں ایک بچے کی ولادت کا واقعہ جس کے اگلے چاروں دانت ماں کے پیٹ میں ہی نکل چکے تھے۔ ۳۶۸

فقہ میں عام عادت پر حکم دیا جاتا ہے۔ عادت یہی ہے کہ دو سال سے زائد حمل شکم مادر میں نہیں رہتا، نادراً اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ ۳۶۸

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دو سال سے زائد بچہ شکم مادر میں رہنے کی روایت۔ ۳۶۹

امام ضحاک کی ولادت کا ذکر اور ان کے نام کی توجیہ۔ ۳۷۰

امام ضحاک مفسر و محدث ہیں۔ ۳۷۰

امام محدث عبدالعزیز ماجشونی چار برس حمل میں رہے۔ ۳۷۰

بنی ماجشون کی عورتوں کی یہ عادت مشہور ہے کہ بچہ ان کے پیٹ میں چار برس رہتا ہے۔ ۳۷۰

"میرا اس سے کوئی تعلق نہیں" کنایہ ہے اس سے طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔ ۳۷۰

کنایہ کے وہ الفاظ جو سب و شتم کا احتمال رکھتے ہیں۔ ۳۷۰

بچہ سے انکار کیا اور عورت کو طلاق دے دی تو بچہ کا نسب اسی شخص سے ایسا ثابت ہوگیا کہ اس کے رد کی کوئی صورت نہیں۔ ۳۷۴

لعان کے لئے قیام زوجیت شرط ہے۔ ۳۷۴

بعد از وجوب بھی لعان طلاق بائن کے سبب ساقط ہوجاتا ہے۔ ۳۷۴

بعد از لعان حاکم اسلام بچے کا نسب باپ سے منقطع کرکے ماں کے ساتھ ملحق کردے گا۔ ۳۷۴

رضاعی ماموں سے عورت کا نکاح، نکاح خبیث ہے جو ہرگز قائم نہ رکھا جائے گا۔ مرد و زن پر فرض عظیم ہے کہ فوراً جدا ہوجائیں۔ مرد نہ مانے تو عورت خود جدا ہوجائے۔ ۳۷۵

رضاعی ماموں بھانجی نے نکاح کرلیا اور جدا نہیں ہوتے تو حاکم بالجبر انہیں جدا کردے۔ ۳۷۵

marfat.com

زید نے رضاعی بھانجی سے نکاح کیا کچھ عرصہ بعد تفریق ہوگئی تو پورا مہر مثل لازم ہوگا نہ کہ مہر مسمی۔ ۳۷۵

لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے پھر باپ لے گا۔ ۳۷۵

اپنے محارم سے نکاح کیا کوئی حد نہ قائم ہوگی اور مہر مثل واجب ہوگا اور بچہ پیدا ہوا تو نسب ناکح سے ثابت ہوگا۔ ۳۷۵

شوہر کے انتقال کے بعد بچہ پیدا ہوا، اس کا نسب کس سے ثابت ہوگا۔ ۳۷۶

بیوہ عورت کو وفاتِ شوہر کے تین برس بعد اور نکاحِ ثانی کے پانچ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا بچہ مجہول النسب ہے۔ ۳۷۶

دوسرے کی عورت بھگالے جانے والا زانی ہے، مسلمان اس سے قطع تعلق کریں اور اس دوران جو بچے پیدا ہوئے اُن کا نسب اصل شوہر سے ثابت ہے۔ ۳۷۷

ساس سے زنا کیا اس سے بچی پیدا ہوئی، اس لڑکی سے شادی حرام اور اس نکاح حرام سے جو بچہ پیدا ہوا ولد الحرام ہے۔ ۳۷۷

علاتی بہن کی نواسی سے نکاح حرام قطعی، ناکح، نکاح خواں، وکیل اور گواہ سخت تر گناہ کبیرہ میں گرفتار ہیں۔ ۳۷۸

مرتکب کبیرہ کا جہل اس کے گناہِ کبیرہ ہونے سے خارج نہیں کرے گا بلکہ خود دوسرا گناہ کبیرہ ہے۔ ۳۷۸

عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دوہرا ہے۔ ۳۷۸

زید نے علاتی بہن کی نواسی سے نکاح کیا، چھ برس بعد تفریق ہوئی تو عورت پر عدت ضرور لازم ہے۔ ۳۷۸

محارم سے نکاح کے بعد تفریق ہو تو مرد پر پورا مہر مثل واجب ہوگا مہر مسمی کا لحاظ نہ ہوگا۔ ۳۷۸

نکاح فاسد میں بچہ کا نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہے۔ ۳۷۸

زید کے فوت ہونے کے ۷ ماہ بعد عورت نے شادی کی، بر وقتِ نکاح ۵ ماہ کا حمل تھا، اگر موتِ شوہر اول سے دوسال بعد بچہ پیدا ہو تو نکاح صحیح اور نسب شوہر ثانی سے ثابت ہے ورنہ نکاح باطل اور لڑکا شوہر اول کا ہے۔ ۳۷۹

حمل کی کم سے کم مدت اور زائد سے زائد مدت کا بیان۔ ۳۷۹

زید و ہندہ کا نکاح کے بعد ایک ہی مکان میں رہتے تھے باہم مواصلت بظاہر نہیں ہوتی بچہ پیدا ہوا شرعاً بچہ زید کا ہے۔ اگر زید نے طلاق دی پورا مہر واجب ہوگا۔ ۳۸۰

زن مشرقی اور مرد مغربی میں کبھی ملاقات نہ ہوئی اور بچہ پیدا ہوا تو شریعت نے شوہر کا ہی قرار دیا۔ ۳۸۱

بے ثبوت قطعی شرعی کسی کو زانی قرار دینا درست نہیں۔ ۳۸۱

باوجود فراش صحیح بچہ کو ولد الحرام قرار دینا ناجائز ہے۔ ۳۸۱

marfat.com

باب الحضانۃ (پرورش) ۳۸۳

نابالغ بچوں کے باپ مرگئے اولیاء میں نانی، دادا کا چچازاد بھائی اور ماموں ہے، حقِ پرورش نانی کو ہے، اور مال موجود ہو تو اس کو۔ ۳۸۳
حضانت کے وقت وعمر کا بیان۔ ۳۸۳
مذکورہ بالا لڑکوں کی ولایتِ نکاح کا حق دادا کے چچازاد بھائی کو اور مال کی ولایت کا حق باپ دادا کے وصی یا حاکم کو ہے۔ ۳۸۵
بچہ کی ماں نے اجنبی سے نکاح کرلیا تو اس کا حقِ پرورش ختم ہوگیا۔ ۳۸۵
دادی، نانی، بہن نہ ہو تو خالہ پرورش کرے۔
مستحقینِ حضانت کی تفصیل۔ ۳۸۵
نابالغ کے مال کی ولایت باپ، دادا یا ان کے وصی یا حاکم کو حاصل ہے۔ ۳۸۶
ماں نے کسی اجنبی سے شادی کرلی، نانی موجود نہیں، لڑکا دادی کے پاس رکھا جائے۔ ۳۸۷
حضانت کی ایک صورت۔ ۳۸۷
حضانت کا تفصیلی بیان اور مستحقین کی ترتیب۔ ۳۸۸
حقِ حضانت میں نانا اکتالیسویں درجہ میں ہے۔ ۳۹۰
نکاح ثانی کے سبب باپ کے پاس مضرتِ جانِ اطفال کا اندیشہ گمانِ فاسد ہے۔ ۳۹۰
تزوج عصبات کے حقِ حضانت کے مسقطات میں سے نہیں۔ ۳۹۰
حقِ حضانت میں ماموں نانا سے بھی پانچویں درجہ میں ہے۔ ۳۹۰
باپ دادا نہ ہوں تو نابالغوں کی ولایتِ نکاح کا حق چچا کو ہے۔ ۳۹۱
ماں نے اجنبی سے نکاح کرلیا تو اس کو پرورش کا حق نہ رہا۔ بالغ بہن ہے تو وہ پرورش کرے۔ ۳۹۱
نابالغ یتیموں کے پاس مال نہ ہو تو ان کا نفقہ ایسے وارثوں پر ہے جن کے پاس اپنے بال بچوں کے مصارف کے بعد پس انداز ہوتا ہو، ماں کے پاس اپنا مال نہ ہو تو اس پر نفقہ واجب نہیں۔ ۳۹۲
نفقہ وارثوں پر بقدر ارث لازم ہوتا ہے۔ ۳۹۳
ماں مرگئی بچہ کا حقِ پرورش نانی کو ہے اور اس کے مال کی ولایت باپ کو حاصل ہے۔ ۳۹۴
جہیز عورت کی مِلک ہوتا ہے اور بعد اس کی مرگ کے فرائض اللہ پر تقسیم پائے گا۔ ۳۹۵
بچہ غنی ہو تو پرورش اس کے مال سے ہو ورنہ نفقہ والد پر ہے۔ ۳۹۵
عورت نے اجنبی سے شادی کرلی تو بچہ کی پرورش کا حق اس کو نہیں رہا بچہ کی حقیقی دادی اگر موجود ہے تو اس کو حق حاصل ہے۔ ۳۹۶
عورت اپنے نابالغ بچے کے غیر محرم سے نکاح کرلے تو اس کا حقِ حضانت ساقط ہوجاتا ہے۔ ۳۹۷
متوفیہ نے بچہ چھوڑا، اہلِ حضانت میں صرف ماں کی پھوپھی موجود ہے تو بچہ اسی کی پرورش میں دیں گے، اُجرت لینی چاہے تو باپ سے دلادیں گے۔ ۳۹۸
نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کا نگران باپ کے

marfat.com

چچازاد بھائی کے علاوہ نہیں تو ولایتِ نکاح بھی
اسی کو حاصل ہے اور پرورش کے لئے کسی صالح
دیندار عورت کو تلاش کیا جائے گا اور مال کی نگہداشت
باپ دادا کا وصی ہو تو وہ کرے ورنہ قاضی اس
کے لئے بھی کسی دیندار مسلمان کا انتخاب کرے۔ ۳۹۹

ایتام کی حضانت ولایت وحفاظت سے تعلق
ایک مفصل فتویٰ۔ ۴۰۱

شرائط حضانت کی جامع کوئی عورت نہ ہو تو
بالترتیب عصبات پھر ذوی الارحام کو منتقل
ہوگی وہ بھی نہ ہوں تو اہلِ شہر دیندار مسلمان
بچوں کی نگہداشت اور ایسی عورت کو بچیوں کی نگہداشت
کے لئے مقرر کریں۔ ۴۰۲

جس شہر میں کوئی عالم دیندار ہو تو امورِ مسلمین
میں اسی کی رائے معتبر ہوگی اور چند علماء ہوں تو
اعلم علماءِ بلد کو حق ہے۔ ۴۰۳

اگر غیر مسلم حکومت مسلمانوں کے مذہبی معلومات
میں آزادی کسی حد تک محدود کردے تب بھی
جہاں تک آزادی ہے اس پر کارروائی لازم ہے۔ ۴۰۳

حضرت مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی کا ذکرِ خیر۔ ۴۰۶

لڑکے کا حقِ حضانت سات سال تک ماں کو حاصل
ہے جبکہ لڑکے کے اجنبی سے شادی نہ کرے۔ ۴۰۶

لڑکا غنی ہو تو نفقہ اسی کے مال میں واجب ہے،
اور غنی نہ ہو تو باپ کے ذمہ، اور وہ نہ ہو تو دادا
کے ذمہ واجب ہے۔ ۴۰۷

اگر لڑکی کی کوئی عزیزہ اس کی مفت پرورش کرنا
چاہتی ہو تو ماں سے کہا جائے گا تو ہی مفت پال
یا اس دوسری کو دے دے۔ ۴۰۷

حضانت کی مستحق عورت نہ رہ جائے اور عصبات
میں دادا ہو تو وہی مستحقِ پرورش ہے۔ ۴۰۷

نابالغوں کے نکاح کا اختیار عصبات میں چچا
کو ہے اگر وہ موجود ہے۔ ۴۰۸

ماں اجنبی سے شادی کرچکی تو نابالغ اپنی بیوہ بہن
کے پاس، وہ نہ رکھے تو خالہ، پھر پھوپھی کے پاس
رکھے جائیں۔ ۴۰۸

نابالغ لڑکی کو ماں کے پاس سے نو سال کی عمر
تک جدا نہیں کیا جاسکتا جبکہ اس میں مسقطِ
حضانت کوئی عیب نہ ہو۔ ۴۱۰

عورت لڑکے کے نامحرم سے شادی کرے تو
اس لڑکے کو ماں کی پرورش سے نکال لیا جائیگا
لیکن ماں سے ملنے جلنے کو روکنا حرام ہے۔ ۴۱۱

اللہ کی لعنت ہے اس پر جو ماں اور اس کے
بچے میں جدائی ڈالے۔ ۴۱۱

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
کہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے
مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے
اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ ۴۱۱

باپ کے انتقال کے بعد لڑکی کے نکاح اور مال
کی نگہداشت کا حق دادا کو ہے اور نو برس
تک پرورش کا حق ماں کو ہے۔ ۴12

لڑکی کسی کو ہبہ کردی شرعاً اس کی نہ ہوئی

marfat.com

نہ اُس کے پاس رہ سکتی ہے نہ اُس کے نکاح کی ولایت
اُس کو حاصل ہے۔ اس پر جو خرچ کیا تبرع ہوا۔ ۴۱۲

بابُ النفقة ۴۱۵

مطلقہ حاملہ ہو تو عدت وضع حمل ورنہ تین حیضوں کا
آکر ختم ہو جاتا ہے۔ ۴۱۵
مطلقہ کا نفقہ عدت کے بغیر شوہر پر واجب نہیں۔ ۴۱۵
نفقہ عدت کے تابع ہے ۴۱۵
شوہر کو عورت کے اپنے پاس رکھنے کا حق شرعاً
حاصل ہے۔ اس حق کو خود شوہر بھی کسی اقرارنامہ
کے ذریعہ باطل نہیں کرسکتا ۴۱۶
شوہر کو حقِ حبسِ زوجہ، مہرِ معجل کی ادائیگی کے بعد
حاصل ہوتا ہے۔ ۴۱۷
ہر وطی معقود علیہ ہے۔ ۴۱۷
تسلیم بعض موجب تسلیم باقی نہیں۔ ۴۱۷
مہرِ معجل نہ ادا ہو تو عورت شوہر کو انتفاع اور رخصتی
سے روک سکتی ہے اور اس صورت میں ناشزہ
نہ ہوگی۔ ۴۱۸
اسقاط کے لئے پہلے ثبوت درکار ہے جو شیٔ ہنوز
ثابت ہی نہیں ساقط کیا ہوگی۔ ۴۱۸
جس اسقاط کی قسم نہیں کھائی جاسکتی اس کی
تعلیق صحیح نہیں۔ ۴۱۸
عورت آٹھویں دن اپنے والدین کے یہاں بے اذنِ
زوج بھی جاسکتی ہے۔ ۴۱۹
والدین کے علاوہ دیگر محارم کی زیارت کو عورت

سال میں ایک مرتبہ جاسکتی ہے چاہے شوہر
اجازت دے یا نہ دے۔ ۴۲۰
ظالم شوہر کے ظلم سے بچنے کے لئے عورت کو انتقال
سکونت کے مطالبہ کا حق ہے۔ ۴۲۰
ایامِ عدت کا نفقہ شوہر نے ادا نہ کیا اور عدت
گزر گئی تو وہ ساقط ہو گیا۔ ۴۲۱
زوجہ کو بلاوجہ تکلیف دینا ایک گناہ اور دوسری
زوجہ سے کم رکھنا دوسرا گناہ شدید جس کی تحریم
پر قرآن وحدیث ناطق ہیں۔ ۴۲۲
عورت نے اپنے نفقہ کے لئے باہمی تراضی یا قضاءِ
قاضی کے بغیر جو قرض لیا اس کی ذمہ دار وہ خود
ہے اور تراضی یا تقریرِ قاضی کے بعد اگر اپنے مال
سے بھی خرچ کرے تو اس کو شوہر سے وصول
کرسکتی ہے۔ ۴۲۲
جہاں مہر میں تعجیل یا تاجیل کچھ مذکور نہ ہو تو وہاں
حکم عرف ورواج کے مطابق ہوگا۔ ۴۲۲
ہمارے بلاد میں عامۂ مہوریوں بندھتے ہیں کہ
ان میں تعجیل وتاجیل کچھ مشروط نہیں ہوتی تو بحکم
عرف شائع وذائع یہاں کی عورتیں جب تک
مرگ یا طلاق سے افتراق نہ واقع ہو ہرگز مطالبۂ
مہر کا استحقاق نہیں رکھتیں نہ قاضی کو اختیار کہ
ایسی صورت میں پیش از افتراق ادائے مہر پہ
جبر کرے۔ ۴۲۲
عورت جب تک ناشزہ نہ ہو مستحقِ نفقہ ہے۔ ۴۲۲
اگر نفقہ قضائً یا رضاءً مقرر ہو لیا ہے تو جتنے

marfat.com

دن بعد قرار دادہ نفقہ گزر گئے ہیں عورت ان کا مطالبہ
بھی کر سکتی ہے اور آئندہ کے لئے بھی جو میعاد
تکرارِ نفقہ کے لئے قرار پائی ہے اس کے شروع
کے بعد اسی قدر کا مطالبہ کر سکتی ہے مثلاً نفقہ ماہ بماہ
دینا قرار پایا ہے تو ہر مہینے کے شروع میں اس
مہینے کا اور اگر سال بسال مقرر ہوا تو ہر سال کے
آغاز پر اس سال کا نفقہ مانگ سکتی ہے۔ ۴۲۵
شوہر نفقہ مقرر کرنے پر راضی نہ ہو تو عورت قاضی کے
وہاں دعوی کر کے نفقہ مقرر کرا سکتی ہے۔ ۴۲۶
نفقہ کے تقرر میں مرد و زن دونوں کی حیثیت کا
کا لحاظ ہوگا۔ ۴۲۶
عورت شوہر کے پاس سے فرار ہوگئی تو ناشزہ ہے
اتنی مدت کا نفقہ نہ پائے گی۔ ۴۲۸
جوان غیر اپاہج بیٹے کی عورت کا نفقہ باپ پر
لازم نہیں۔ ۴۲۸
نابالغ بچہ کی پرورش کا خرچ اس کے باپ پر،
اور پرورش کا حق سات سال کی عمر تک ماں کو
ہے اگر آوارہ اور بدکار نہ ہو۔ ۴۲۹
عورت کو بلا وجہ شرعی نان و نفقہ نہ دینے والا
شوہر ظالم و گنہ گار اور عورت کے حق میں گرفتار ہے ۴۳۰
عورت شوہر کے حکم سے کہیں گئی تو ناشزہ نہیں نفقہ
پائے گی اور ناشزہ بھی جب شوہر کے پاس آجائے
تو نفقہ پائے گی۔ ۴۳۰
نفقہ اگر قضاءِ قاضی یا تراضیِ طرفین سے مقررہ
نہ ہو تو جو وقت گزر گیا اس کا نفقہ ساقط ہے۔ ۴۳۱

عورت اگر دعوی کر کے بحکم قاضی نفقہ کرا لے اور
شوہر نہ دے تو جبراً بذریعہ نالش وصول کر سکتی ہے۔ ۴۳۱
بالغ لڑکا جب کسب پر قادر ہو اُس کا نفقہ باپ
کے ذمہ نہیں۔ ۴۳۲
عورت اور نابالغ اولاد کا نفقہ شوہر پر لازم ہے
جبکہ نابالغوں کے پاس ذاتی مال بقدرِ کفایت
نہ ہو۔ ۴۳۳
شوہر نے عورت کو گھر سے نکال دیا، عورت
جانے کو تیار مگر یہ بلاتا نہیں نفقہ واجب ہے۔ ۴۳۴
تہمت کی وجہ سے اگرچہ وہ تہمت واقع میں صحیح
ہی ہو عورت کا نکاح زائل نہیں ہوتا۔ ۴۳۴
فاجرہ عورت کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں۔ ۴۳۴
جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ اگر عورت
معاذاللہ بدوصفی کرے تو نکاح جاتا رہتا ہے
محض غلط ہے۔ ۴۳۵
شوہر پر فرض ہے کہ بیوی کے نان و نفقہ کی
خبرگیری کرے یا طلاق دے دے۔ ۴۳۵
بیوی کو معلق رکھنے والا شوہر گنہگار اور صریح
حکمِ قرآن کا خلاف کرنے والا ہے۔ ۴۳۵
شوہر کی اجازت کے بغیر جانے سے نفقہ
ساقط ہو جاتا ہے لیکن نکاح باقی رہتا ہے۔ ۴۳۵
نفقہ زوجہ جزاءِ احتباس ہے۔ ۴۳۵
وعدہ پر جبر نہیں۔ ۴۳۵
شوہر کے بلانے پر بیوی شوہر کے گھر نہ آئی تو نفقہ
ساقط ہو گیا۔ ۴۳۵

marfat.com

گزشتہ نفقہ اور اخراجاتِ دوا و علاج یا تجہیز و تکفین کا مطالبہ شوہر سے نہیں کیا جا سکتا۔ ۴۳۶

جہیز اور مہر عورت کا ترکہ ہے۔ ۴۳۷

عورت شوہر اور والدین چھوڑ کر فوت ہوئی اس کا ترکہ چھ سہام ہو کر تین سہم شوہر، دو سہم پدر اور ایک مادر کو ملے گا۔ ۴۳۷

عورت کو رخصت کرا کر اپنے پاس رکھنا شوہر کا شرعی حق ہے، نفقہ اسی کے بدلہ میں ہے، اپنے اس حق کو شوہر بھی ساقط نہیں کر سکتا۔ ۴۳۷

باپ کا اپنی بیٹی کو بلا وجہ شرعی شوہر کے گھر جانے سے روکنا ظلم ہے۔ ۴۳۷

عورت کا نفقہ جزاءِ احتباس ہے لہذا جب احتباس نہ ہوگا تو نفقہ بھی لازم نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کی شرط احق ہے۔ ۴۳۷

کتاب اللہ کے خلاف شرط معتبر نہیں اگرچہ سو بار شرط کرے۔ ۴۳۷

نان نفقہ کی ذمہ داری عورت کے باپ نے لی تو اس کے شوہر کے ذمہ سے نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ ۴۳۸

اسقاط دین پیش از وجوب معنی ندارد۔ ۴۳۹

نفقۂ زوجہ شوہر پر روزانہ شیئاً فشیئاً واجب ہوتا ہے۔ ۴۳۹

اسقاط شئی قبل از وجوب جائز نہیں۔ ۴۳۹

کفالہ بشرط براءۃ اصیل حوالہ ہے۔ ۴۳۹

حوالہ نقل دین ہے۔ ۴۳۹

جہاں دین معدوم ہو وہاں حوالہ متحقق نہیں ہو سکتا۔ ۴۴۰

جہالت مال کی صورت میں حوالہ صحیح نہیں ہوتا۔ ۴۴۰

عورت اگر بلا اکراہ شرعی مہر معاف کر دے تو شوہر کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ ۴۴۱

ابراءِ مہر بلا اقرارِ زن یا بینہ عادلہ قاضی کے پاس ثابت نہیں ہو سکتا۔ ۴۴۲

خلوت میں عورت نے مہر معاف کیا پھر انکاری ہو کر خدا ناترسی کرتے ہوئے قاضی کے پاس شوہر پر دعویٰ کر دیا تو قاضی ذمہ شوہر پر مہر کو ثابت قرار دے گا۔ معاملہ باطنی قاضیِ حقیقی عالم الغیب والشہادت کے سپرد ہے۔ ۴۴۲

قاضی ظاہر پر فیصلہ کرے گا۔ ۴۴۲

زنائے زناں موجب بطلان نکاح نہیں۔ ۴۴۲

نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ۴۴۲

اگر عورت شوہر کے باپ یا بیٹے سے بدکاری کرے تو نکاح باطل نہیں ہوتا اگرچہ وہ شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور متارکہ فی الفور فرض ہو جاتا ہے۔ ۴۴۲

حرمتِ مصاہرہ سے نکاح مرتفع نہیں ہوتا حتی کہ متارکہ اور انقضاءِ عدت سے قبل اس عورت کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ناجائز ہوگا۔ ۴۴۲

حرمتِ مصاہرہ کے بعد شوہر اگر عورت سے وطی کرے تو اس کو زنا قرار دیا جائے گا یا نہیں۔ ۴۴۳

marfat.com

بدفعلی کرنے والی عورت اپنے جرم کے مطابق مستحق حد یا تعزیر ہوگی شوہر اگر اس کے فعل پر راضی نہ ہو اور اس کے حقوق واجبہ میں کوتاہی نہ کرے تو اس پر کوئی وبال نہیں۔ ۴۴۳

پدر زن وجوب نفقہ سے پہلے اس کو اپنے ذمہ بطور حوالہ بھی نہیں لے سکتا، ہاں بطور کفالہ ہو تو صحیح ہے لیکن نفقہ ذمہ شوہر سے ساقط نہ ہوگا۔ ۴۴۳

عورت کے نفقہ سے متعلق ایک سوال۔ ۴۴۴

جوان اور نافرمان لڑکوں کا نفقہ باپ پر نہیں اور ناشزہ عورت کا نفقہ شوہر پر نہیں۔ ۴۴۵

جو شخص منفعت غیر کے لئے محبوس ہو اس کا نفقہ اسی غیر پر ہے۔ ۴۴۵

معلقہ عورت حاکم عدالت سے فریاد کر کے طلاق لے سکتی ہے یا نہیں۔ ۴۴۵

عورتوں کے حقوق سے متعلق آیات قرآنیہ۔ ۴۴۶

عورت کا سکنیٰ شوہر پر واجب ہے اس کو معلقہ کی طرح چھوڑ دینا حرام ہے اور گاہ گاہ اس سے صحبت کرنا بھی واجب ہے۔ ۴۴۶

عورت کے اذن و رضا کے بغیر چار مہینے تک ترک جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز ہے۔ ۴۴۶

نکاح کے بعد ایک دفعہ صحبت کرنا حق زن ہے، اگر شوہر حق ادا نہ کرے تو عورت قاضی کے یہاں دعویٰ تفریق کر سکتی ہے۔ ۴۴۶

شوہر جماع نہ کرے نہ طلاق دے تو قاضی شوہر کو ان دو باتوں میں سے ایک پر مجبور کرے گا اگر نہ مانے قید کرے گا پھر نہ مانے تو مار کی سزا دے گا ۴۴۸

جس معصیت میں حد نہیں اس میں تعزیر ہے۔ ۴۴۸

عدم ادائے نفقہ کی صورت میں قاضی جبر نہ کریگا، وجہ فرق میں مصنف کی تحقیق۔ ۴۴۹

نفقہ سے عجز احناف کے نزدیک سبب تفریق نہیں۔ ۴۴۹

شافعی قاضی کا بسبب عجز نفقہ تفریق کا حکم احناف کے نزدیک بھی نافذ نہ ہوگا۔ ۴۵۰

جوان بہنوں کا نفقہ بھائی پر اس وقت سے جبکہ اُن کا کوئی ذاتی مال نہ ہو اور بھائی ان کی اعانت پر قادر ہو۔ ۴۵۲

مجبور کا نفقہ تنہا ایک آدمی پر اس وقت واجب ہے جبکہ یہ اکیلا ہی وارث ہو ورنہ تمام ورثاء پر حصہ میراث کے حساب سے۔ ۴۵۲

ضرورتمند باپ کی خدمت کر سکتا ہے اور نہیں کرتا ہے تو لڑکا عاق ہے۔ ۴۵۴

قدرت کے باوجود ضعیف و محتاج باپ کی مدد نہ کرنے والا قابل امامت نہیں۔ ۴۵۴

جن کے نفقے ذمہ میں ہوں ادا نہ کرنا سخت گناہ ہے۔ ۴۵۴

عورت کے نفقہ کا بوجھ دُوسرا اٹھاتا ہو تب بھی مستثنیات کے علاوہ بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جا سکتی۔ ۴۵۴

عورت والدین کی زیارت کو آٹھویں دن اور دیگر محارم کے یہاں سال بعد ایک دن بلا اذن

marfat.com

شوہر بھی جا سکتی ہے بشرطیکہ رات شوہر کے پاس واپس آجائے۔ ۴۵۴

عورت کے لئے شوہر کی طرف سے کہیں جانے کی ممانعت واجب العمل ہے۔ ۴۵۵

بعد ادائے مہر معجل عورت مطلقاً پابند شوہر ہے اس میں کوئی قید و تخصیص ادائے نفقہ و تکفل حوائج کی نہیں۔ ۴۵۵

والد کا متکفل نفقہ پسر و زن پسر ہونا ہمارے بلاد میں معمول ہے۔ ۴۵۵

شوہر سرکشی پر آمادہ ہو اور نفقہ نہ ادا کرے تب بھی عورت شوہر کے گھر ہی رہے۔ ۴۵۵

عورت پر واقعی اندیشۂ فساد ہو تو شوہر قید خانے میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کر سکتا ہے۔ ۴۵۵

"نفقہ پابندی کے بدلہ میں ہے" اس پر ایک شبہہ اور اس کا ازالہ۔ ۴۵۶

منکوحہ کی ماں سے زناء کا اقرار کرتے ہی نکاح فاسد ہو جاتا ہے اگرچہ کہے کہ میں نے جھوٹا اقرار کیا۔ ۴۵۷

محرمات سے نکاح کی صورت میں متارکہ لازم ہے ۴۵۷

بصورتِ متارکہ عورت پر روزِ متارکہ سے عدت لازم ہے۔ ۴۵۷

تفریق اگر شوہر کی جانب سے ہو تو نفقۂ عدت عورت کے لئے شوہر پر مطلقاً لازم ہے۔ ۴۵۷

اگر تفریق عورت کی جانب سے ہے تو بصورتِ معصیت نفقۂ عدت نہ پائے گی البتہ سکنی پائے گی۔ ۴۵۸

نکاح محرمات میں ناکح پر مہر مثل اور مسمی میں سے جو کم ہو وہ واجب ہے۔ ۴۵۸

موطوءہ بیوی کو طلاق دینے سے مہر تمام و کمال واجب ہوگا۔ ۴۵۸

نفقہ مقرر کر کے ادا نہ کیا پھر طلاق دے دی، عورت طلاق سے قبل والے نفقہ کی مستحق ہے۔ ۴۵۸

جو مہر نہ معجل بندھا ہو نہ اس کی کوئی میعاد مقرر کی گئی ہو عورت قبلِ موت یا طلاق اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ ۴۶۰

عورت ناراض ہو کر میکہ چلی گئی اس کا نفقہ شوہر پر نہیں۔ ۴۶۰

ناشزہ عورت کو طلاق دینا شوہر پر لازم نہیں۔ ۴۶۰

ناشزہ عورت کا نفقہ نہ اصل شوہر پر ہے نہ کفیل پر۔ ۴۶۰

عورت نشوز چھوڑ دے تو اب کفیل سے مطالبہ کر سکتی ہے جبکہ کفالت موقت نہ ہو۔ ۴۶۰

زید نے زبیدہ کے اولیاء کو نوٹس دیا کہ اب اس کے ولی بنو تو بنو بعد میں بننا چاہو گے تو زبیدہ کے اخراجات تم سے وصول کئے جائیں گے اس نوٹس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ ۴۶۱

عورت کا نفقہ شوہر پر اس وقت ہے کہ وہ شوہر کے پاس رہے، بلا وجہ میکہ رہے تو کوئی نفقہ نہیں۔ ۴۶۱

marfat.com

اولاد محتاج ہو تو باپ پر نفقہ ہے اور غنی ہو تو نہیں، اولاد کے باپ کے پاس رہنے نہ رہنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ ۴۶۱

جو نفقہ تراضی یا قضائے قاضی سے مقرر نہ ہو وقت گزر جانے کے بعد ساقط ہو جاتا ہے، یہ حکم عورت کے نفقہ کا ہے، اولاد کا نفقہ انقضاء وقت کے بعد مطلقاً ساقط ہو جاتا ہے، ہاں حاکم نے قرض لے کر بچہ پر صرف کرنے کا حکم دیا ہو تو اس کا مطالبہ باپ پر ہے۔ ۴۶۲

پہلی عورت مخبوط الحواس ہو تو دوسری شادی کی اجازت ہے، لیکن دونوں میں عدل ضروری ہے۔ ۴۶۴

ایک عورت مالدار اور ایک غریب ہو تو شوہر مالدار ہو تو مالدار عورت کو مالداروں کا اور غریب کو متوسط، اور غریب مالدار عورت کو متوسط اور غریب کو غریبوں کا نفقہ ملے گا۔ ۴۶۴

تقرر نفقہ سے متعلق تمام امور ملحوظہ کی تفصیل اور اور اس کا حکم۔ ۴۶۵

قرضہ کی وجہ سے نفقہ میں تنگی کا حکم نہیں دے سکتے۔ ۴۶۷

نفقہ میں میاں بیوی دونوں کے حال کا لحاظ کیا جائے گا۔ ۴۶۸

نفقہ زن میں تنگی و مالداری کی کوئی خاص حد علماء نے مقرر نہ کی عرف پر اس کا مدار رکھا البتہ نفقہ اقارب میں ایسا مقدر بہ نصاب ہے۔ ۴۶۹

نفقہ اقارب میں منفق کی دو قسمیں ہیں: قادر و عاجز، اور نفقہ زن میں تین قسمیں ہیں: غنی، فقیر، متوسط۔ ۴۷۱

غنی، فقیر، متوسط کی اغذیہ کا بیان۔ ۴۷۱

شرع مطہر اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ ۴۷۴

اللہ و رسول سے زنا کی اجازت مانگنی کفر ہے ۴۷۴

جب تک کسی عورت کا شوہر زندہ ہو اور طلاق بھی نہ دی ہو اس عورت کا دوسرا نکاح حرام حرام حرام زنا زنا زنا ہے۔ ۴۷۴

جو اللہ تعالیٰ کے لئے صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مشکل کھول دیتا ہے۔ ۴۷۴

رزق اللہ پر ہے شوہر رازق نہیں۔ ۴۷۴

غلبۂ خواہش پر قابو پانے کے لئے روزے رکھے جائیں۔ ۴۷۴

جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔ ۴۷۴

جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔ ۴۷۵

جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان کر دے گا۔ ۴۷۵

اللہ سچا ہے اور اس کے وعدے سچے ہیں، شیطان جھوٹا ہے اور اس کے ڈراوے جھوٹے ہیں۔ ۴۷۵

طلاق کے بعد مہر و نفقہ عدت کے علاوہ عورت کا کوئی حق نہیں، ۴۷۵

marfat.com

بعد طلاق زندگی بھر کے نفقہ کا اقرار نامہ وعدہ ہے جس کو پورا کرنا چاہئے، لیکن یہ واجب نہیں۔ ۴۷۵

جس عورت نے مرتدہ ہونے کا ارادہ کیا وہ اسی وقت مرتدہ ہوگئی۔ ۴۷۶

شوہر کی زندگی میں بلا طلاق عورت کے دوسرے شخص سے نکاح کی کوئی صورت نہیں۔ ۴۷۶

قاضی حنفی اپنے مسلک کے خلاف حکم نہیں کرسکتا اگر کرے تو نافذ نہ ہوگا۔ ۴۷۶

مہر کسی خدمت کا معاوضہ نہیں وہ نکاح میں بضع کا عوض ہے۔ ۴۷۷

عورت کے فاترالعقل ہونے سے مہر ساقط نہ ہوگا اور جب تک وہ شوہر کے گھر آنے سے انکار نہ کرے نفقہ دلایا جائے گا۔ ۴۷۷

نفقہ میں مرد وزن دونوں کے حال کا لحاظ رکھا جائے گا۔ ۴۷۷

مادرِ زن کا شوہر سے نصف آمدنی مانگنا ظلم ہے جبکہ یہ مقدار نفقہ زن سے زائد ہو۔ ۴۷۷

گزرے ہوئے نفقہ کا ادا کرنا کسی پر ضروری نہیں۔ ۴۷۸

نفقہ مقرر ہوگیا، لڑکی میکہ آئی، شوہر نے اپنے گھر بلایا نہیں، اور یہ اس انتظار میں رہی کہ بلائے تو جاؤں، تو ان ایامِ میکہ کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ ہے۔ ۴۷۸

عورت آٹھویں دن دِن بھر کے لئے اپنے والدین کی ملاقات کے لئے بے اذنِ شوہر بھی جاسکتی ہے اور محارم کے یہاں سال بھر کے بعد، اور باجازت مزید ایام بھی، ناشزہ قرار نہ دی جائے گی۔ ۴۷۸

غیر محارم کے یہاں عورت شوہر کی اجازت سے بھی نہیں کی جاسکتی۔ شوہر اگر اجازت دے گا تو گنہگار ہوگا۔ ۴۷۸

عورت شوہر کے مکان میں ہے تو نفقہ پائے وہ جماع کرے یا نہ کرے۔ ۴۷۹

زید آوارہ بدچلن ہے، علاوہ ازیں بیوی کے نان ونفقہ کا کفیل بھی نہیں ہوسکتا تو بیوی کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں۔ ۴۸۰

شوہر نان ونفقہ سے عاجز ہو تو کیا قاضی کو زوجین میں تفریق کا حق ہے۔ ۴۸۰

شوہر نفقہ نہ ادا کرے تو قاضی اس کو مجبور کریگا یا نفقہ دے یا طلاق دے۔ ۴۸۰

طلاق شوہر کی زبان پر ہے جب وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دے دی، طلاق ہوگئی، نہ دی تھی تو اب ہوگئی۔ ۴۸۱

رہنے کو مکان دینا مالک کردینا نہیں جب تک ولایتِ تملیک ثابت نہ ہو اور اس کے ساتھ اپنے اسباب وغیرہا سے خالی کر کے قبضہ دلا دینا ضرور ہے۔ ۴۸۱

وعدہ کی بناء پر دعوٰی نہیں ہوسکتا۔ ۴۸۱

وفاء وعدہ پر جبر نہیں۔ ۴۸۱

عورت کا نفقۂ مقررہ کب ساقط ہوجاتا ہے۔ ۴۸۱

عورت شوہر کی نافرمانی کرے تو سخت گنہگار ہے۔ ۴۸۳

marfat.com

عورت کا شوہر سے طلاق مانگنا خُلع نہیں ہے۔ ۴۸۳

عورت کی نافرمانی کی وجہ سے شوہر نے کام کے لئے نوکر رکھے اس کا تاوان عورت پر نہیں ہے۔ ۴۸۳

ناشزہ جتنے دن شوہر کے پاس نہ رہے نفقہ نہ پا سکے گی۔ ۴۸۳

ناگواری کے ساتھ کسی کے خاموش رہنے کو اجازت نہیں سمجھا جائے گا۔ ۴۸۳

عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے اعزہ کی شادی وغیرہ میں جو خرچ کیا وُہ شوہر وصول کر سکتا ہے ۴۸۳

عورت جب تک شوہر کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے یہاں یا کسی دوسری جگہ رہے نفقہ کی مستحق نہیں۔ ۴۸۴

جب تک طلاق یا موت واقع نہ ہو غیر میعادی مہر واجب الادا نہیں ہوتا۔ ۴۸۴

فاتر العقل عورت کا نفقہ ساقط نہیں، دو شادیاں کیں جن میں ایک فاتر العقل ہے، عدل و مساوات ضروری ہے۔ ۴۸۴

عورت سے زنا متحقق ہونے کے باوجود مرد پر واجب نہیں اسے طلاق دے۔ ۴۸۵

زانیہ جب تک شوہر کے پاس ہے نفقہ و سکنیٰ واجب ہے البتہ بعد عدت کا نفقہ خود اس عورت پر یا اس کے وارثوں پر ہے شوہر پر نہیں۔ ۴۸۵

شراب پینا گناہِ کبیرہ اور اس کو حلال جاننا کفر ہے۔ ۴۸۶

مقاماتِ مقدسہ کی تصویر چھانٹ کر گندگی میں ڈالنا اگر وہابی عقائد کی بنیاد پر ہو کہ یہ سب بدعت ہے تو جہل و گمراہی ہے اور ان مقامات کی تحقیر مقصود ہو تو کفر ہے۔ ۴۸۶

دیوتاؤں کی تصویریں تزئین کے لئے لگائے تو گناہِ کبیرہ اور تعظیم معبودانِ کفار مقصود ہو تو کفر ہے۔ ۴۸۷

عورت کو نماز و روزہ سے روکنا اور شراب پینے پر مجبور کرنا یُونہی ہو تو گناہ کبیرہ شدیدہ اور فرضیت صلوٰۃ یا حرمتِ خمر کے انکار کے طور پر ہو تو کفر ہے۔ ۴۸۷

استخفافِ شرع کفر ہے۔ ۴۸۷

مسجد خیر الاماکن ہے۔ ۴۸۷

مسجد کی طرف بلائے جانے کے جواب میں کہتا ہے کہ میں شراب خانے شراب پینے جا رہا ہوں، تو کیا حکم ہے۔ ۴۸۷

اسلام کا احتمال بعید ہوتے ہُوئے بھی کسی پر کفر کا حکم نہیں لگانا چاہیئے۔ ۴۸۸

شوہر کے کسی قول یا فعل سے جب تک کُفر ثابت نہ ہو جائے عورت کے نکاح سے نکلنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ ۴۸۸

اُس شخص کا حکم جو یہ کہے کہ نہ میں مسجد میں آتا ہوں نہ اس کی تعمیر میں کوئی درہم دیتا ہُوں میرا مسجد میں کیا کام ہے۔ ۴۸۸

شوہر موجود ہو نفقہ پر قادر ہو

marfat.com

اور نفقہ نہ دے تو تفریق کا حکم نہ حنفیہ کے نزدیک نہ شافعیہ کے۔ ۴۸۸

جن مسائل کا تصفیہ حنفی مسلک پر نہ ہو سکے ان کی کاربرآری کی شرعی صورت۔ ۴۸۹

عدمِ ادائے نفقہ کا ایک گول مول سوال اور اس کا جواب۔ ۴۹۲

قرآن عظیم نے شوہردار عورتوں کو حرام قطعی فرمایا ہے۔ ۴۹۳

عورتوں کو ہوائے نفس کا اتباع کرنا اور اسے کسی امام کے سر رکھنا کوئی دین نہیں۔ ۴۹۳

ایک عورت کا شوہر پُوری طرح بیوی کا حق ادا نہیں کرسکتا اور بوجہ جہالت طلاق بھی نہیں دیتا تو وہ عورت کیا کرے۔ ۴۹۳

کتابُ الایمان ۴۹۵

زید نے قسم کھائی کہ بکر سے کلام کروں تو میری بیوی کو طلاق، مرنے کے بعد قبر پر سلام کیا، طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۴۹۵

یمین کی بنا عُرف پر ہے، اس لئے اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھائے گا، تو مچھلی کے کھانے سے حانث نہ ہوگا۔ یُونہی قسم کھائی کلام نہ کروں گا تو قرآن شریف پڑھنے سے حانث نہ ہوگا۔ ۴۹۶

قسم کھائی کہ زید سے کلام نہ کروں گا اور زید نماز جماعت میں اس کے برابر کھڑا تھا سلام پھیرتے وقت اس کی طرف مُنہ کرکے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا تو حانث نہ ہوگا۔ ۴۹۶

نمازی کو سلام پھیرتے وقت نیّتِ حاضرین کا قطعاً حکم ہے۔ ۴۹۶

قسم کھائی فلاں شخص سے کلام نہ کروں گا، نماز میں اس کو لقمہ دینے سے حانث نہ ہوگا۔ ۴۹۶

صدہا مسائل ایسے ہیں جن کا ماخذ عرف پر احکامِ ایمان کی بنا ہے۔ ۴۹۷

زید نے عمرو سے قسمیہ کہا یہ کام کر، اور اس نے نہ کیا، تو بہ سبب انکار اس کام کے عمرو پر قسم عائد ہوتی ہے یا نہیں۔ ۴۹۷

کسی کے قسم دلانے سے قسم واجب نہیں ہوتی، نہ اس کام کو کرنا واجب ہوجاتا ہے، ہاں اگر حرج نہ ہو تو مان لینا مستحب ہے۔ ۴۹۸

قرآن مجید کی قسم شرعی ہے۔ ۴۹۸

قسم اگر امرِ مستقبل پر ہے جس کا کرنا اس کے قبضۂ اقتدار میں ہے تو اس کے جھوٹا کرنے میں گناہ ہے اور کفارہ اس گناہ کا رافع۔ ۴۹۸

یمین منعقدہ اور اس کے کفارہ کی تفصیل۔ ۴۹۸

کسی معصیت پر قسم کھائی مثلاً شراب پئے گا یا نماز نہ پڑھے گا تو اس کا جھوٹا کرنا پھر کفارہ دینا واجب ہے۔ ۴۹۸

والدین سے کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تو قسم توڑنا اور اس کا کفارہ دینا واجب ہے۔ ۴۹۹

کسی کو قتل کرنے کی قسم کھائی تو حنث وتکفیر واجب ہے۔ ۴۹۹

marfat.com

کفارہ میں دیا جانے والا کپڑا ایسا ہونا چاہئے جو تین ماہ سے زیادہ چل سکے اور تمام بدن ڈھک لے۔ ۴۹۹

قصداً جھوٹی قسم کھانا گناہ ہے۔ ۴۹۹

قسموں کو ڈھال بنانے والوں کی قرآن عظیم میں مذمت آئی ہے۔ ۴۹۹

کفارہ اس لئے مقرر ہوا کہ اگر احیاناً حنث واقع ہو تو یہ اس کا مصلح ہو سکے نہ کہ یہ کفارہ پہ تکیہ کرکے جھوٹی قسم کھائے۔ ۴۹۹

قسم کھائی ظہر جماعت سے پڑھے گا، دو رکعت ملی حانث ہوگیا کہ تین رکعت تک پانے والا جماعت پانے والا نہیں، ہاں جماعت کا ثواب، تو نفس شرکت بلکہ بارادۂ جماعت گھر سے نکلنے میں ملے گا۔ ۵۰۰

ترکِ سکونت کی مطلق قسم کھائی تو فوراً اس پہ عمل ضروری ہے، عذر صحیح کے بغیر ترکِ سکونت میں کچھ بھی ڈھیل دی فوراً حانث ہوگا۔ ۵۰۰

قسم کھائی کہ بریلی میں نہ رہے گا، تیاری و تہیہ میں مشغول تھا کہ کسی نے قید کرلیا اور نکلنے نہ دیا، تو جب تک یہ مجبوری رہے گی حانث نہ ہوگا اگرچہ عمر گزر جائے۔ ۵۰۰

بریلی میں نہ رہنے کی قسم کھائی مگر بریلی کے سوا کہیں اس کے رہنے کا ٹھکانا نہیں، نہ اپنے ذاتی مال یا حرفت یا تجارت کے ذریعے دوسری جگہ بسر ممکن ہے تو مجبور سمجھا جائے گا جب تک ایسی حالت باقی رہے گی۔ ۵۰۱

آدھی نمازِ مغرب میں شرکت کی قسم کھائی اور ایک رکعت میں شریک ہوا تو حانث ہوگیا اور اگر اس طرح قسم کھائی کہ مغرب کی آدھی نماز میں شریک ہوں گا نہ کم میں نہ زائد میں تو یمین ہی منعقد نہیں ہوئی۔ ۵۰۲

قسم دلانے سے واجب نہیں ہوتی نہ اس کام کا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ۵۰۳

"اگر اس باغ میں رہوں تو اپنی ماں بیٹی سے زنا کروں" یہ الفاظ قسم کے نہیں۔ ۵۰۴

حلف کی ایک عبارت کی توضیح۔ ۵۰۵

جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم کا کچھ مال خطائے عوض لے لیا جائے، منسوخ ہے۔ ۵۰۵

منسوخ پہ عمل جائز نہیں۔ ۵۰۵

ناجائز بات پہ عمل کرنا جس حلف سے لازم آتا ہو اس کا توڑنا واجب ہے۔ ۵۰۵

انجمن والوں نے باہم حلف اٹھایا جو نماز نہ پڑھے اس پر اتنا جرمانہ، جو جرمانہ نہ دے اس کو انجمن سے نکال دیا جائے گا۔ یہ تعزیر شرعی نہیں نہ اس میں حرج ہے۔ ۵۰۶

جملہ مستقلہ بغیر حرف عطف کے ماقبل سے متعلق نہیں ہوتا۔ ۵۰۶

فصلِ اجنبی عملِ حلف کو باطل کر دیتا ہے۔ ۵۰۶

کسی نے کہا "واللہ والرسول لا فعلن کذا" یہ جملہ یمین نہ ہوگا۔ ۵۰۶

اگر کسی نے کہا "واللہ لا شربن لا قومن" تو حلف کے تحت فقط شرب داخل ہوگا نہ کہ

marfat.com

قیام، ہاں اگر یوں کہا "واللہ لا شربت ولا قومت" تو اس صورت میں شرب و قیام دونوں حلف کے تحت داخل ہوں گے۔ ۵۰۶

بلاوجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے، ہاں خلاف میں خیر ہو تو قسم توڑ کر کفارہ دے۔ ۵۰۷

ایک امیر شخص نے اپنے ملازم کو خدمت کے صلہ میں زمین دی پھر کسی بات پر خفا ہو کر حالتِ غصہ میں قسم کھائی کہ میں تیری زمین ضبط کروں گا' اب اگر حلف شکنی کرے تو کفارہ لازم آئے گا یا نہیں۔ ۵۰۷

کفارۂ قسم کا بیان۔ ۵۰۷

"والد کی کمائی لوں تو خدا کا دیدار اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شفاعت نصیب ہو" یہ جملہ قسم نہیں میراث وغیرہ وصول کر سکتا ہے۔ ۵۰۸

قسم کھائی "حج کو نہ جاؤں تو کافر ہو جاؤں" وہ صاحبِ نصاب تھا، بمبئی سے لوٹ آیا، اس کا کیا حکم ہے۔ یہ قسم شرعی نہ ہوئی، چندہ ہبہ تھا اس کا لوٹانا ضروری نہیں اور بمبئی سے کسی معذوری سے لوٹ آیا تو معذور رہے۔ ۵۰۸

دھوکہ دے کر حج کا جھوٹا ارادہ ظاہر کیا اور اس ذریعہ سے لوگوں سے روپیہ لیا تو سخت مجرم ہے۔ ۵۰۹

کسی مسلمان پر بدگمانی جائز نہیں۔ ۵۰۹

○ رسالہ الجواہر الثمین فی علل نازلۃ الیمین (ایک نوع کی قسم کے بارے میں اجتہادی جزئیہ اور اس پر تفصیلی بحث) ۵۱۱

زید نے اپنے بیٹے سے ناراض ہو کر بیوی کو کہا اگر تو نے میرے اس بیٹے کو گھر میں چھوڑا تو مجھ پر تین طلاق ہے بعد ازاں زید کے راضی ہونے پر بیٹا گھر میں رہنے لگا، زید کی بیوی نے اسے نہ تو ہاں کہا اور نہ ہی نہ کہا، تو کیا اس صورت میں زید کی بیوی کو طلاق ہوگئی یا نہیں۔ ۵۱۱

گھر میں چھوڑنے کا معنیٰ ترک و تخلیہ ہے جو دو وجہ سے منتفی ہو سکتا ہے یا منع بالفعل یا نہی بالقول۔ ۵۱۲

ایک شخص نے اپنا گھر سال کے لئے کرایہ پر دیا، پھر اس نے کرایہ دار کو کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے اپنے گھر میں نہ چھوڑوں گا، پھر کرایہ دار کو کہا کہ تو میرے گھر سے نکل جا، تو اس کی قسم پوری ہوگئی اور وہ حانث نہ ہوا۔ ۵۱۳

کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کو میں اپنے اس مملوکہ گھر میں داخل نہ ہونے دوں گا پھر اس کو زبانی طور پر گزرنے سے روکا تو قسم پوری ہوگئی اور طلاق واقع نہ ہوئی۔ ۵۱۳

کسی شخص نے اپنے بیٹے کو کہا اگر میں تجھے فلاں کے ساتھ کام کرنے کے لئے چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، تو اس صورت میں اگر بیٹا بالغ و خود مختار ہے تو صرف زبانی منع کرنے سے قسم پوری ہو جائے گی اور طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر بیٹا نابالغ ہے تو زبان و عمل دونوں سے روکنا ضروری ہے ورنہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ ۵۱۳

ایک شخص نے کہا کہ اگر میں فلاں شخص کو اپنے گھر

marfat.com

میں داخل ہوتا چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، پھر وُہ شخص اس کی لاعلمی میں گھر میں داخل ہو گیا تو حالف حانث نہ ہوگا اور اگر علم ہونے کے باوجود اس کو منع نہ کیا تو حانث ہو جائے گا۔ ۵۱۴

کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کو یہ کام کرنے یا جانے یا داخل ہونے نہ چھوڑوں گا، تو قسم پُورا کرنے کے لئے صرف زبان سے کہہ دینا کافی ہے کہ یہ کام مت کر یا مت جا یا مت داخل ہو، چاہے وُہ مانے یا نہ مانے۔ ۵۱۴

ایک شخص نے طلاق کی قسم کھائی کہ وُہ اپنی بالغ بہن کو گھر میں اپنے دیوروں کے ساتھ رہتا ہُوا نہیں چھوڑے گا اگر وُہ گھر حالف کا نہ ہو اور وُہ زبانی طور پر بہن کو منع کر دے تو حانث نہ ہوگا۔ ۵۱۴

کسی شخص نے قسم کھائی میں اپنے گھر میں رہنے والے فلاں شخص کو آج نکال باہر کروں گا حالانکہ وہ فلاں ظالم و غالب ہے جس کو نکالنا اس کے لئے مشکل ہے تو فقط زبانی طور پر اسے نکلنے کا کہہ دینے سے حانث نہ ہوگا۔ ۵۱۴

قسم کھائی کہ اگر فلاں شخص کو اس گھر میں داخل ہوتا چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، اگر یہ گھر حالف کی ملکیّت ہے تو زبان و عمل دونوں سے روکنا لازم ہے ورنہ حانث ہو جائے گا۔ ۵۱۵

مصنف رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی طرف سے بطور تحقیق و تنقیح چند امور پر تنبیہ۔ ۵۱۵

امر اوّل۔ ۵۱۵

مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے ائمہ کی مختلف عبارات میں تطبیق۔ ۵۱۵

اپنے ذاتی گھر میں کُلی اختیار کا حاصل ہونا اغلب ہے۔ ۵۱۷

فقہی احکام کا مدار غالب امور پر ہوتا ہے۔ ۵۱۷

فتنہ قتل سے بڑا ہے۔ ۵۱۷

نہ چھوڑنے کے لئے کم از کم زبان سے روکنا ضروری ہے۔ ۵۱۷

قسم میں کلّما کا لفظ ہمیشگی کے لئے ہوتا ہے۔ ۵۱۸

نفی پر نفی مفید اثبات ہوتی ہے۔ ۵۱۸

امر ثانی۔ ۵۱۸

امر ثالث۔ ۵۱۸

امر رابع۔ ۵۱۹

چند شبہات کا ازالہ۔ ۵۱۹

شبہہ اولیٰ۔ ۵۲۰

شبہہ ثانیہ۔ ۵۲۰

فعل اختیار کے بغیر متحقق نہیں ہوتا۔ ۵۲۱

عدمی چیز اختیار کے بغیر بھی متحقق ہو جاتی ہے۔ ۵۲۱

شبہہ ثالثہ۔ ۵۲۱

حاضر میں وصف کا ذکر لغو ہوتا ہے۔ ۵۲۲

قسم کھائی کہ اس بچے کے ساتھ کلام نہ کریگا پھر اس کے جوان ہونے کے بعد اس سے بات کی تو حانث ہوگا۔ ۵۲۲

قسمیں الفاظ پر مبنی ہوتی ہیں اعراض پر مبنی نہیں ہوتیں۔ ۵۲۲

marfat.com

تخصیص حال کی ایک صورت۔ ۵۲۲
دیانت میں صفت داعیہ وغیر داعیہ دونوں یکساں
ہیں اس لئے نیتِ تخصیص ضروری ہے۔ ۵۲۳
وصف کو ذکر کئے بغیر نیت تو دیانتاً بھی معتبر نہیں
چہ جائیکہ قضاءً۔ ۵۲۳
کسی شخص نے کہا اگر میں باہر جاؤں تو میرا غلام
آزاد ہے اور باہر جانے سے سفر کی نیت کی تو
دیانتاً اس کی تصدیق کی جائے گی اور کسی خاص
مکان مثلاً بغداد کی طرف خروج کی نیت کرے
تو صحیح نہیں۔ ۵۲۳
چوتھا شُبہہ۔ ۵۲۳
ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر زید سے بات کروں
تو میری بیوی کو تین طلاقیں، اب چاہتا ہے کہ
اس سے بات کرے اور بیوی کو طلاق مغلظہ نہ ہو
تو بیوی کو ایک طلاق بائنہ دے عدت گزر جانے
کے بعد بات کر سکتا ہے اور بعد ازاں بلا حلالہ
دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ ۵۲۵
سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کے قسم کھانے
کا واقعہ۔ ۵۲۶
قسم کا سبب اور داعی ختم ہو جانے کے باوجود
قسم باقی رہتی ہے اس کے زوال سے قسم باطل
نہیں ہوتی۔ ۵۲۶
سلطان نے قیدی کو قسم دی کہ میری اجازت کے
بغیر میرے ملک سے تو باہر نہ جائے گا، یہ قسم
اس کی حکومت کی بقاء کے ساتھ مقید ہوگی سلطان
کے معزول ہونے کے بعد اس کی اجازت کے
بغیر ملک سے باہر جانے پر قیدی کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ ۵۲۷
آقا نے غلام، بادشاہ نے رعایا یا خاوند نے بیوی
کو قسم دی یا خود قسم کھائی کہ تو میری اجازت کے
بغیر باہر نہ جائے تو یہ قسم بقاءِ مِلک، بقاءِ مُلک
اور بقاءِ زوجیت کے ساتھ مقید ہوگی۔ ۵۲۸
ایک شخص نے بیوی کو کہا اگر تیری اجازت کے بغیر
دوسری عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق،
پھر بیوی کو نکاح سے خارج کر کے اس کی اجازت
کے بغیر دوسری سے نکاح کرے تب بھی دوسری
کو طلاق ہو جائے گی۔ ۵۲۸
کسی نے اپنی بیوی کو کہا اگر تو میری اجازت کے
بغیر باہر نکلی تو تجھے تین طلاقیں، پھر خاوند نے
بیوی کو ایک طلاق بائن دے دی، اب وہ خاوند
کی اجازت کے بغیر باہر نکل گئی تو حانث نہ ہوگا۔ ۵۲۹
خاوند جب بیوی کو طلاق بائن دے دے تو ولایتِ
منع زائل ہو جاتی ہے۔ ۵۲۹
اہلِ حرب نے قیدی کو قسم دی کہ تو ہمارے حاکم
کی اجازت کے بغیر باہر نہیں جائے گا پھر حاکم
معزول ہو کر دوبارہ بحال ہوا اب وہ قیدی
اس کی اجازت کے بغیر باہر چلا جائے تو حانث
نہ ہوگا۔ ۵۳۰
مالک نے غلام کو کہا کہ اگر تو میری اجازت کے
بغیر باہر نکلا تو تو آزاد ہے، پھر اس کو فروخت
کر کے دوبارہ خرید لیا اب وہ غلام اس کی اجازت

marfat.com

کے بغیر نکلا تو آزاد نہ ہو گا۔ ۵۳۰

خاوند نے قسم کھائی کہ میری بیوی گھر سے باہر نکلے گی تو یہ قسم بقاء زوجیت کے ساتھ مقید نہ ہوگی کیونکہ اس میں اجازت کا ذکر نہیں۔ ۵۳۰

کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا میں جس عورت سے تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں اس کو طلاق ہوگی، اس کے بعد بیوی کو طلاق بائنہ یا مغلظہ دے دی پھر کسی عورت سے اس مطلقہ کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو طلاق ہو جائے گی۔ ۵۳۱

قسم کھائی کہ اگر فلاں سے اس کی اجازت یا اس کی آمد کے بغیر بات کروں تو یہ ہو جائے، پھر وہ فلاں فوت ہوگیا تو قسم ختم ہو جائے گی۔ ۵۳۱

جب قسم کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو تو طرفین کے نزدیک اس شرط کا متصور ہونا ضروری ہے۔ ۵۳۱

مرنے کے بعد جو حیات ملتی ہے وہ دنیوی حیات کا غیر ہے۔ ۵۳۲

حیات ایک ایسا عارضہ ہے جس کو بعینہا واپس لانا ممکن نہیں۔ ۵۳۲

روح اور حیات ایک دوسرے کے مغایر ہیں۔ ۵۳۲

قسموں کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے۔ ۵۳۲

اجازت صرف عاقل سے متصور ہوتی ہے۔ ۵۳۲

تین حضرات نے ایک شخص کو قسم دی کہ وہ ان کی اجازت کے بغیر بخارا سے باہر نہ جائیگا، پھر ان میں سے ایک مجنون ہوگیا اور باقی دو کی اجازت سے وہ باہر گیا تو حانث ہو جائے گا لیکن اگر ان میں سے ایک فوت ہو جائے اور باقی دو کی اجازت سے وہ باہر چلا جائے تو حانث نہ ہوگا۔ ۵۳۳

کسی شخص کے لئے آسمان پر چڑھنا یا پتھر کو سونے سے بدلنا عقلاً ممکن ہے لیکن عادۃً محال ہے۔ ۵۳۴

پانچواں شبہہ۔ ۵۳۵

تطفل علی الشامی۔ ۵۳۵

قسم گواہوں کا خلیفہ بنتی ہے تو جب اصل ہو جائے تو خلیفہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ ۵۳۹

اگر مدعی کے گواہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی۔ ۵۳۹

کوئی شخص قسم کھائے کہ میں اس کوزے کے پانی کو ضرور پیوں گا، پھر وہ پانی گرا دیا گیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔ ۵۴۱

حاکم شہر نے کسی کو قسم دی کہ تو شہر میں داخل ہونے والے ہر فسادی کی اطلاع مجھے دے گا، پھر وہ حاکم معزول ہوگیا تو اس کی دی ہوئی قسم بھی ختم ہو جائے گی۔ ۵۴۱

ردالمحتار کی ایک عبارت کی توضیح وتشریح۔ ۵۴۳

قرضخواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھ سے منہ نہ چھپائے گا اس کا کیا مطلب ہے۔ ۵۴۵

مقصود کا منتفی ہونا اور اس کا قصد نہ کرنا دو مختلف چیزیں ہیں۔ ۵۴۷

مقصود کا باقی نہ رہنا اور اسے مقصود نہ بنانا دو مختلف چیزیں ہیں اور ان میں بڑا فرق ہے۔ ۵۴۸

marfat.com

متعدد احادیث سے اس بات کا ثبوت غصہ میں کھائی پر غصہ کے زوال کے بعد بھی حنث لازم آتا ہے۔ ۵۴۸

حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ جب تُو قسم کھائے پھر اس کے خلاف کو بہتر دیکھے تو قسم توڑ کر اس کا کفارہ دے دے۔ ۵۴۸

نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ بخدا تم میں سے کسی کا اپنی قسم کی وجہ سے اپنے اہل کو ضرر وایذاء پہنچانا عند اللہ زیادہ گناہ ہے اس سے کہ اس کے بدلے وہ کفارہ دے دے جو اللہ تعالے نے فرض فرمایا ہے۔ ۵۴۹

قسم اختیاری فعل ہے۔ ۵۵۰

کوئی اختیاری فعل قصد وارادہ کے بغیر ممکن نہیں۔ ۵۵۰

مقصود کے انتفاء سے علی الاطلاق اور علی العموم قسم کا باطل ہونا غلط ہے۔ ۵۵۰

اگر کوئی شخص غیر مقید طور پر قسم کھائے کہ میں فلاں کو ماروں گا یا حاکم کے سامنے پیش کروں گا یا فلاں چیز کھلاؤں گا یا جوڑا پہناؤں گا، تو یہ قسمیں عرفاً زندگی بھر کے لئے ہیں اگر یہ کام نہ کئے اور فلاں مرگیا تو حانث ہوگا اور قسم کا کفارہ دینا لازم ہوگا اور اگر یہ قسمیں طلاق یا عتاق سے متعلق تھیں تو طلاق یا عتاق واقع ہوجائے گا۔ ۵۵۰

چھٹا شبہہ۔ ۵۵۱

علامہ سائحانی پر تطفل۔ ۵۵۱

اثبات مدعیٰ نئے انداز سے۔ ۵۵۳

جب تک جرم باقی ہو استحقاقِ انتقام باقی رہتا ہے۔ ۵۵۳

اہلسنت کے نزدیک توبہ کو قبول کرنا واجب اصلی نہیں کیونکہ اللہ تعالے پر کچھ واجب نہیں ہوتا۔ ۵۵۴

ماتریدیہ کے نزدیک مطیع کو سزا دینا محال عقلی ہے۔ ۵۵۴

معتزلہ کے نزدیک توبہ کو قبول کرنا اللہ تعالے پر واجب ہے۔ ۵۵۴

توبہ کو قبول کرنا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ۵۵۴

ایک شخص نے قسم کھاتے ہوئے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر میں دُنیا کی ہر بدی اور قباحت کو تیری طرف منسوب کرکے تیرے بھائی سے شکایت نہ کروں تو تجھے طلاق ہے، ایسا شخص قسم سے بری ہونے کے لئے کیا کرے۔ ۵۵۴

طلاق مبغوض اور گناہ مغضوب ہے۔ ۵۵۶

صلح وآشتی محبوب اور شرعاً مطلوب ہے۔ ۵۵۶

صلح قسم کو ختم نہیں کرتی۔ ۵۵۷

زید نے قسم کھائی کہ وہ عمرو کو مارے گا تو عمرو کے بے گناہ ثابت ہونے سے قسم ختم نہ ہوگی بلکہ زید پر لازم ہوگا کہ وُہ قسم توڑے اور کفارہ دے۔ ۵۵۷

ساتواں شُبہہ۔ ۵۵۷

ساتویں شُبہہ کا جواب اوّل۔ ۵۵۷

زید اپنی بیوی کو عمرو کے گھر جانے سے روکے بیوی باز نہ آئے اور زید قسم کھائے کہ اگر تو عمرو کے گھر میں داخل ہُوئی تو تجھے تین طلاق، اب

marfat.com

جب بھی بیوی عمرو کے گھر داخل ہوگی طلاق ہو جائیگی چاہے زید عمرو سے راضی ہو جائے یا ناراض رہے۔ ۵۵۷

طلاق مغلظہ کو کسی شرط پر معلق کیا تو مغلظہ سے بچنے کا حیلہ۔ ۵۵۸

جواب ثانی۔ ۵۵۸

جواب ثالث۔ ۵۵۸

جواب رابع ۵۵۹

شک یقین کو زائل نہیں کر سکتا۔ ۵۵۹

بیوی نے خاوند سے کہا کہ تُو نے مجھ پر کوئی دوسری بیوی بنا رکھی ہے تو خاوند نے جواب میں کہا کہ جو بھی عورت میری بیوی ہے اس کو طلاق ہے، تو اس بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ ۵۵۹

الفاظ قسم میں عموم و اطلاق ہو تو عموم ہی یقینی ہے نیتِ تخصیص قضاءً معتبر نہ ہوگی۔ ۵۶۰

دلالتِ حال عموم میں تخصیص نہیں کر سکتی۔ ۵۶۰

اس بات کی چند مثالیں کہ محض احتمال کی صورت میں دلالتِ حال معتبر نہیں۔ ۵۶۱

پہلی مثال۔ ۵۶۱

دوسری مثال۔ ۵۶۱

ایک شخص کا قصہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر شخص کو پائے تو قتل کر دے؟ ۵۶۲

بیک وقت تین طلاقیں دینا کیوں گناہ قرار دیا گیا۔ ۵۶۲

حلالہ میں صرف نکاح پر اکتفا نہ کرنے اور مجامعت کو شرعاً لازم قرار دینے کی حکمت۔ ۵۶۲

تیسری مثال۔ ۵۶۳

بسا اوقات عورتیں فرقت کے بعد بھی اپنے سابق خاوند کی دوسری شادی سے غمگین ہوتی ہیں۔ ۵۶۳

شوہر نے قسم کھاتے ہوئے بیوی کو کہا کہ تُو میری اجازت کے بغیر باہر نہیں جائے گی، تو قسم حالتِ نکاح سے مقید ہوگی۔ ۵۶۳

چوتھی مثال۔ ۵۶۳

امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن و انس کے مفتی ہیں۔ ۵۶۴

کسی شخص نے اپنی بیوی کو اجنبی شخص سے بے تکلف گفتگو کرتے دیکھ کر کہا اب اگر تُو نے کسی بیگانے شخص سے بات کی تو تجھے طلاق ہے، یہ قسم عام ہوگی اور ہر غیر محرم کو شامل ہوگی چاہے وہ اس گھر کے ملازم یا خاوند و بیوی کے رشتہ دار ہوں۔ ۵۶۴

آٹھواں شبہہ۔ ۵۶۴

قسم میں کسی خاص وصف غیر مذکور کی نیت معتبر نہیں۔ ۵۶۵

ایک شخص کھڑا ہو تو کوئی شخص اس کے بارے میں یہ قسم کھائے کہ وہ اس سے بات نہیں کرے گا، پھر کہے کہ میری نیت یہ تھی کہ بوقتِ قیام اس سے بات نہ کروں گا، تو یہ نیت معتبر نہ ہوگی۔ ۵۶۵

صفتِ قیام ترکِ کلام کی داعی نہیں۔ ۵۶۵

حاضر میں وصف لغو ہے۔ ۵۶۵

اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ عورت نہیں کرے گا

marfat.com

اور نیت کرے ہاشمی، عربی یا ترکی یا کوئی خاص نسب والی کی تو یہ نیت دیانۃً معتبر ہوگی قضاءً نہیں۔ ۵۶۵

قسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہ رہوں گا اور کہتا ہے کہ میری مراد یہ تھی کہ فلاں کے گھر کرایہ پر نہیں رہوں گا تو نیت صحیح نہیں، لہذا اگر اس کے گھر بلا کرایہ بھی رہائش پذیر ہوا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ ۵۶۶

اگر قسم کھائی کہ فلاں کے اس گھر میں نہیں رہوں گا جو اس نے خریدا ہے اور کہتا ہے کہ میری مراد یہ تھی کہ جو اس نے اپنی ذات کے لئے خریدا ہے تو یہ نیت مان لی جائے گی۔ ۵۶۶

نواں شبہہ۔ ۵۶۶

ابقاء جو کہ حی وقیوم کا فعل ہے محققین کے نزدیک وجودی ہے۔ ۵۶۷

امام الحرمین، امام رازی اور قاضی ابوبکر باقلانی کے مذہب پر بقاء عین وجود ہے نہ کہ وجود پر کوئی امر زائد، لہذا ابقاء بمعنی ایجاد ہوگا۔ ۵۶۷

ائمۂ کشف وشہود کے مذہب پر بقاء جواہر سمیت ہر چیز کے امثال کے تجدد کا نام ہے لہذا اس مذہب پر ابقاء ہر لمحہ امثال کے ایجاد کا نام ہے۔ ۵۶۷

خالق وباری کی طرح صفت قیوم کا اطلاق بھی غیر اللہ پر جائز نہیں بلکہ اس پر علماء نے تکفیر کی ہے۔ ۵۶۷

ایسی چیز کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف کرنا جو اس کے شایانِ شان نہ ہو یا جہالت، نقص اور عجز کی نسبت اس کی طرف کرنا یا صفات مختصہ باللہ کا اطلاق غیر اللہ پر کرنا کفر ہے۔ ۵۶۷

جو ابقاء بشر کی طرف سے ہو وہ ترکِ ازالہ کا نام ہے (نہ کہ ایجاد کا)۔ ۵۶۸

خاوند نے تھیلی میں کچھ رقم رکھی اور بیوی کو کہا کہ اگر تو نے صبح تک اس میں سے کچھ باقی رکھا تو تجھے طلاق ہے، اب اگر بیوی نے اس میں سے کچھ بھی خرچ نہ کیا یا کچھ خرچ کیا اور کچھ باقی رکھا تو طلاق ہو جائے گی۔ ۵۶۸

جو ابقاء بشر کی صفت ہے وہ عدمِ فعل ہے نہ کہ فعل۔ ۵۶۸

زید کوئی چیز بیع فاسد کے ساتھ عمرو پر فروخت کی جس پر قاضی کو غصہ آیا اور کہا کہ اگر میں یہ بیع فاسد باقی رکھوں تو یہ ہو جائے سورج غروب ہو گیا اور قاضی نے بیع فسخ نہ کی تو حانث ہوگا۔ ۵۶۸

اس شبہہ کا ازالہ کہ کبھی انسانی ابقاء فعل سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسے زید کو گھر میں لا کر زنجیر سے باندھنا، تو یہ زید کو گھر میں باقی رکھنا ہے حالانکہ باندھنا فعل ہے۔ ۵۶۸

کسی کو باندھنا خود ابقاء نہیں بلکہ مستلزم ابقاء ہے۔ ۵۶۸

دسواں شبہہ۔ ۵۶۹

نکلنے کا حکم نہ دینا اور نہ نکلنے کا حکم دینا یہ دونوں چیزیں آپس میں منافی نہیں۔ ۵۷۰

وجودی چیز عدمی چیز کی قسم نہیں بن سکتی۔ ۵۷۰

کوئی شئی مقارنات کے ساتھ متنوع ومنقسم نہیں ہوتی۔ ۵۷۰

ضروری نوٹ۔ ۵۷۱

marfat.com

دیوبندی حضرات دیوجہالت کے ایسے اسیر ہیں کہ سوال سمجھے بغیر اپنا اجتہادی جواب دے دیتے ہیں۔ ۵۷۱

حضرت مولانا غلام گیلانی شمس آبادی جن کے استفتار پر رسالہ الجوہر الثمین معرض تحریر میں آیا کا مکتوب گرامی بنام مصنف رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما۔ ۵۷۲

جس سوال پر اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسالہ الجوہر الثمین کی صورت میں مفصّل و مدلّل جواب تحریر فرمایا اسی ثواب پر مفتیِ دیوبند کا نامکمل اور بلا حوالہ جواب ناصواب۔ ۵۷۳

مفتی دیوبند کے جواب پر اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا تبصرہ۔ ۵۷۳

دیوبندی مفتی کی جہالت کہ رکھنے اور چھوڑنے میں فرق نہ سمجھ سکا۔ ۵۷۳

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہِ کبیرہ ہے۔ ۵۷۴

سچی بات ہو تو قسم بھی کھا سکتے ہیں اور قرآن بھی اُٹھا سکتے ہیں۔ ۵۷۴

کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے اس کی قسم شرعی ہے۔ ۵۷۴

صفات الٰہیہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔ ۵۷۴

مصحف شریف ہاتھ میں لے کر کوئی بات کہی تو قسم شرعی نہ ہوگی۔ ۵۷۵

کوئی شخص کہے کہ میں قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں کہ ایسا کروں گا، اور پھر نہ کیا تو کفارہ لازم آئے گا۔ ۵۷۵

قسم کھائی کہ فلاں کا کھانا نہ کھاؤں گا۔ پھر اس کے کھانے کا تصور کیا، حانث نہ ہُوا۔ ۵۷۶

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا عجیب فیصلہ۔ ۵۷۶

اصول الشاشی اور فصول کی ایک عبارت کی تشریح ۵۷۷

فعل متعدی بغیر مفعول بہ کے متحقق نہیں ہوتا۔ ۵۷۷

چند شخصوں نے مسجد کے اندر کہا کہ جو شخص بیٹی پر روپیہ لے یا قرضدار کے یہاں کھانا کھائے تو کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے۔ اس کا کاغذ بھی لکھا گیا بعدازیں کاغذ پھاڑ ڈالا اور وہی کام کرنے لگے، ان کا کیا حکم ہے۔ ۵۷۷

بیٹی پر روپیہ لینا اور قرضدار کے یہاں کھانا اگر قرض کے دباؤ سے ہے تو ناجائز ہے۔ ۵۷۸

قسم کھائی جو ایسا کرے کلمہ اور نماز سے پھرے، پھر قسم توڑ دی تو جو اس سے واقعہ کلمہ اور نماز سے پھرنا سمجھتا تھا کافر ہو گیا ورنہ گنہگار ہُوا اور اس پر کفارہ واجب ہے۔ ۵۷۸

قسم کھائی کہ عورتوں کو غلط رسوم والی شادی میں نہ جانے دیں گے پھر ایسی شادی میں جانے دیا جہاں غلط رسمیں ہُوئیں تو دوہرا گناہ ہُوا۔ ایک گناہ قسم توڑنے کا دوسرا گناہ کی جگہ بھیجنے کا۔ ۵۷۸

قسم کھا کر وعدہ خلافی کرنے والوں کو نہ حکم بنایا جائے اور نہ ہی ان کی گواہی سُنی جائے۔ ۵۷۹

عہد پر قائم رہنے والوں پر طعنہ کرنے والوں کے اسلام میں فرق آنے کا خطرہ ہے۔ ۵۷۹

marfat.com

ایک شخص نے کسی سے غصّہ میں آکر کہا کہ تیرے
مکان کا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے، یا کہا کہ تیرے
مٹکے کا پانی مجھ پر حرام ہے، تو شرعًا یہ قسم ہے، اگر
اس کے گھر کھائے پیئے گا یا اس کے مٹکے کا پانی
پیئے گا تو قسم کا کفارہ دینا آئے گا۔ ۵۷۹

کوئی شخص کہے اگر میں تم سے بولوں یا تمھارے
مکان جاؤں یا یہ چیز کھاؤں تو میرے حق میں
حرام ہے، تو استحساناً یہ صورت حلف کی ہے۔ ۵۷۹

یمین تحریم حلال ہی ہے۔ ۵۷۹

باب النّذر ۵۸۱

"اللہ کو نذر کریں گے" کہنے سے نذر شرعی نہ ہوئی،
یُونہی نتّھی کو دیں گے صرف وعدہ ہے یہ ہبہ بھی
نہ ہوگا۔ ۵۸۱

جو وعدہ کیا اس سے پھرنا ہرگز نہیں چاہیئے،
قرآن شریف میں اس پر سخت وعید فرمائی گئی ہے۔ ۵۸۱

ایک چیز کو نذر کرنے کو کہا اور ہبہ کرنے کو بھی۔ طریقہ
یہ ہے کسی فقیر کو وُہ چیز دے دے پھر اس سے
خرید کر جس کو ہبہ کرنے کے لئے کہا ہے اس کو
دے دے۔ ۵۸۱

اللہ کے نام نذر کرنے سے قربانی ضروری نہیں، اس
کے لئے قربانی کا نام لینا ضروری ہے۔ ۵۸۱

اپنے کاروبار میں غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے
متعیّن حصہ مثلاً سولھواں حصہ برائے ایصال ثواب
مقرر کیا تو اس رقم کو ہر دینی کام میں صرف کرسکتے ہیں۔ ۵۸۲

مسجد ویران کی آبادی نہایت اہم کام ہے اور
اس میں صرف کرنا مقدم ہے۔ ۵۸۲

حرمین شریفین کے مصارف کے لئے یا وہاں کے
علماء وفقراء کے لئے نذر مانی تو انسب یہی ہے
کہ وہیں خرچ کرے، دُوسری جگہ بھی اسی مصرف
میں خرچ کرسکتا ہے۔ ۵۸۳

نذر شرعی کی ادا واجب ہے۔ ۵۸۳

تعیینِ مکان نذر میں نامعتبر ہے۔ ۵۸۳

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو بھوت خانہ کالی گھر کی
مثل کہنا گستاخی و توہین وکلمۂ کفر ہے۔ ۵۸۳

نذر پوری کرنے سے جو شخص روکے وہ مناع للخیر ہے ۵۸۳

اگر بدرگاہ خداوند کریم سوال کیا جائے کہ مجھ کو فرزند
عطا ہو یا بیماری دفع ہو یا قرض ادا ہو تو اس قدر
خیرات فی سبیل اللہ بارواحِ رسول کریم علیہ
الصّلوٰۃ والسّلام یا حضرت پیر دستگیر یا ولی اللہ
کردُوں گا، تو بلاشُبہہ یہ نذر جائز ہے اور اس
کا پُورا کرنا واجب ہے۔ ۵۸۳

چہل تن چالیس شہداء ہیں۔ ۵۸۴

نذر ماننے کے بعد ناذر فوت ہوجائے تو اس کے
ترکہ سے نذر ادا کی جائے گی۔ ۵۸۴

چہل تنوں کی منّت کی شرعی صورت اور فاضل
لہو ولعب کا ردِّ بلیغ۔ ۵۸۴

میلاد مبارک اور گیارھویں، احباب کو کھانا کھلانے،
مساجد میں شیرینی لے جانے یا نمازیوں کو کھلانے
کی نذر فقہی نہیں لہذا امیر فقیر سب کھا سکتے ہیں۔ ۵۸۴

marfat.com

خاص معین جانور کی نذر شرعی مانی تو اس کا بدلنا جائز نہیں۔ ۵۸۵

مزار پختہ بنوانے کی نذر شرعی نہیں، نہ اس کا پورا کرنا شرعاً واجب ہے۔ ۵۸۶

بزرگوں کی منت حقیقۃً اللہ عزوجل کے لئے ہوتی ہے اس لئے اس میں حرج نہیں۔ ۵۸۶

پانچ روپیہ کا غلہ دینے کی منت مانی تو فقیر کو اتنے کا کپڑا دے سکتا ہے سلائی کا پیسہ نذر میں محسوب نہ ہوگا۔ ۵۸۶

نذر پورا کرنے کا ثبوت آیاتِ قرآنی سے۔ ۵۸۷

نذر والے کی نیت اگر یہ ہو کہ منت ماننے سے مقدر بدل جائے گا اور تقدیر کا نوشتہ پلٹ جائے گا تو یہ اعتقاد فاسد ہے اور ایسی نذر سے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ۵۸۷

سر کی منت مانی تو اس کی قیمت کا گوشت بھی دے سکتے ہیں۔ ۵۸۹

منت مانی کہ میرا یہ کام ہو جائے تو جانور نذر کروں گا اگر الفاظ ایسے ہوں جن سے وجوب شرعی ثابت ہو تو جانور متعین ہوگیا۔ ۵۸۹

منذور بعینہا ہلاک ہو جائے تو نذر ساقط ہے۔ ۵۸۹

طاق بھرنے کی منت سے اگر طاق بھرنا ہی مقصود ہو تو یہ نیت لغو ہے۔ ۵۹۰

میلاد شریف کی منت ماننا کیسا ہے۔ ۵۹۰

مجلس میلاد شریف کہ طریقہ رائجہ حرمین شریفین پر ہو اعلیٰ مستحبات سے ہے۔ ۵۹۰

جب تک زبان سے الفاظِ نذر نہ کہے صرف نیت سے کچھ لازم نہیں آتا۔ ۵۹۱

نذر غیر شرعی و نذر شرعی کی تنقیح تام۔ ۵۹۱

مسلمان پر بدگمانی جائز نہیں۔ ۵۹۱

پہلے مہینے کی تنخواہ کی منت مانی تو عرفاً پورے ایک مہینہ کی تنخواہ مراد ہوگی۔ ۵۹۱

ہر عاقد، حالف، ناذر اور واقف کے کلام کو اسی معنیٰ پر محمول کیا جائے گا جو متعارف ہے۔ ۵۹۱

نذر کے روپے اپنے اصول، فروع، زوج، زوجہ اور سید کو نہیں دے سکتے۔ ۵۹۴

ایک ماہ کی تنخواہ دینے کی منت مانی اور روپے اپنے غریب عزیز کو دے دئے تو دونا ثواب ہوگا۔ ۵۹۴

ایک شخص نے کہا کہ مجھے جو نفع ہوگا اس میں سے سولھواں حصہ واسطے اللہ کے نکالوں گا اب اس کو لاگت سے زائد ایک روپیہ نفع ہوا لیکن متفرق خرچ یعنی تنخواہ ملازمین وغیرہ میں دو آنے صرف ہوگئے باقی چودہ ۱۴ آنے رہے، اب وہ روپے کا سولھواں حصہ نکالے یا چودہ آنے کا۔ ۵۹۴

صرف دل میں ارادہ کر لینے سے منت نہیں ہوتی اس کے لئے زبان سے کہنا ہوگا۔ ۵۹۴

اپنی تجارت میں سولھواں حصہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے نذر کیا اس کے مصارف کیا ہوں گے۔ ۵۹۵

بے الفاظِ نذر زبان سے کہا کہ اپنے منافع تجارت سے

marfat.com

سولھواں حصہ نیک کاموں میں اللہ تعالیٰ کے لئے صَرف کیا کروں گا تو اس سے محفل میلاد، گیارھویں شریف، افطاری رمضان اور اپنے والدین و سادات و علماء کی خدمت سب کچھ کر سکتا ہے۔ ۵۹۵

طاعت پر اجارہ باطل ہے۔ ۵۹۵

متاخرین نے امامت، اذان اور تعلیمِ قرآن پر اجرت کو جائز قرار دیا ہے۔ ۵۹۵

الفاظ نذر کے بغیر آمدنی کا کچھ حصہ منافع تجارت کا اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا اور نیت خاص مساکین کو خدا کے نام پر دینے کی تھی تو اس رقم سے میلاد شریف، گیارھویں شریف اور افطاریِ رمضان وغیرہ کرا سکتا ہے مگر اب صرف محتاجوں کو کھلائے۔ سادات و علماء اور والدین کو بھی بحالتِ حاجتمندی دے سکتا ہے کیونکہ یہ صدقہ واجبہ نہیں ہے۔ ۵۹۵

اہل وعیال اور اولاد کو جو کچھ کھلایا جاتا ہے احادیث میں اس پر صدقہ کا اطلاق آیا ہے۔ ۵۹۶

اگر خاص الفاظِ نذر زبان سے ادا کئے تو اب والدین، سادات اور اغنیاء کو نہیں دے سکتا، دیگر محتاجوں کو دے سکتا ہے اگرچہ اس کی پھوپھی، خالہ، چچا، ماموں اور بہن بھائی ہوں۔ ۵۹۶

اگر مجلس گیارھویں شریف یا میلاد شریف منعقد کر کے مالِ نذر فقیر کی ملک کر دیا تو درست ہے۔ ۵۹۶

ذکرِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی ولی کو ایصالِ ثواب کے لئے اجتماع، نذر و صدقہ کے منافی نہیں۔ ۵۹۶

مالِ زکوٰۃ اور خاص نذر کا حکم ایک ہی ہے۔ ۵۹۶

مالِ زکوٰۃ اور مالِ نذر محتاج طالبعلموں کو بھی دے سکتے ہیں خواہ کپڑے بنا دے خواہ اناج یا کھانا انھیں دے کر مالک کر دے، ہاں گھر میں بٹھا کر کھلانے سے زکوٰۃ و نذر ادا نہ ہوگی۔ ۵۹۶

مؤذن کی تنخواہ میں نذر یا زکوٰۃ محسوب نہیں ہو سکتی ہاں اگر بلا تنخواہ اذان دیتا ہے اور محتاج ہے تو دے سکتے ہیں۔ ۵۹۶

منتِ شرعی کا گوشت نہ تو خود کھا سکتا ہے نہ اپنی اصل اور فرع کو کھلا سکتا ہے اور نہ ہی کسی ہاشمی یا غنی کو کھلا سکتا ہے۔ ۵۹۷

جو مصرفِ زکوٰۃ ہے وہی مصرفِ نذر ہے۔ ۵۹۷

غیرِ خدا کے لئے نذر فقہی کی ممانعت ہے۔ ۵۹۸

اولیائے کرام کے لئے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں جو نذریں کہی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں۔ ۵۹۸

شاہ رفیع الدین صاحب برادر شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی عبارت سے تائید۔ ۵۹۹

علامہ سید عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے استدلال۔ ۵۹۹

اولیاء گزشتہ کے لئے منت مجازًا ان کے خادمانِ قبور پر تصدق سے عبارت ہے۔ ۵۹۹

فقیر کو زکوٰۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح ہو جائے گی۔ ۵۹۹

اعتبار معنیٰ کا ہے نہ کہ لفظ کا۔ ۵۹۹

امام اجل ابو الحسن نور الملۃ والدین علی بن یوسف بن جریر شطنوفی بے نظیر امام ہیں۔ ۵۹۹

marfat.com

شمس الدین ذہبی فنِ رجال کے امام ہیں۔	۵۹۹
نذورِ اولیاءِ کرام سے متعلق کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار کے حوالہ سے گیارہ روایات۔	
پہلی روایت۔	۵۹۹
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی کھڑاؤں کا کمال۔	۶۰۰
سرکار غوث اعظم کی یاد سے نجات ملتی ہے۔	۶۰۰
دوسری روایت۔	۶۰۰
حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نذریں قبول فرماتے اور خود بھی تناول فرماتے تھے۔	۶۰۰
تیسری روایت۔	۶۰۱
غوث اعظم کی فیاضی اور غریب نوازی کا ایک واقعہ	۶۰۱
چوتھی روایت۔	۶۰۱
شیخ بقاء بن بطو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فضائل۔	۶۰۱
پانچویں روایت۔	۶۰۱
شیخ منصور بطائحی علیہ الرحمۃ کی عظمت۔	۶۰۱
چھٹی روایت۔	۶۰۲
شیخ علی بن ہیتی علیہ الرحمۃ کا مقام۔	۶۰۲
ساتویں روایت۔	۶۰۲
ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اکابر اولیاءِ عراق سے ہیں۔	۶۰۲
آٹھویں روایت	۶۰۲
اولیاءِ کرام کا مادہ کے پیٹ کے حال کو جاننا۔	۶۰۲
اولیاء کے علومِ غیبیہ۔	۶۰۳
نویں روایت۔	۶۰۳
اولیاء اللہ جانوروں کی گفتگو سمجھتے ہیں۔	۶۰۳
ایک دہقانی کا انوکھا واقعہ۔	۶۰۳
دسویں روایت۔	۶۰۴
اولیاء اللہ شیروں پر حکومت کرتے ہیں۔	۶۰۴
اولیاء اللہ کے تصرفات وعلوم غیبیہ۔	۶۰۴
ولیوں کے قدموں پر گرنا اور قدمبوسی کرنا۔	۶۰۴
اللہ تعالیٰ اولیاء سے کوئی چیز مخفی نہیں رکھتا۔	۶۰۵
دلی خطرہ پر ولی کی نظر۔	۶۰۵
گیارھویں روایت۔	۶۰۵
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم فرمانا کہ حاجت برآری کے لئے سیدہ طاہرہ نفیسہ کی نذر مانو	۶۰۵
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے استشہاد۔	۶۰۵
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے استدلال۔	۶۰۷
شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما کی عبارتوں کے چودہ عظیم وہابیت کُش فوائد۔	۶۰۷
مجموعہ خطب مولفہ مولوی عبدالحی کے وُہ اشعار جو استفتاء میں مذکور ہیں موافق اہلسنت نہیں ہیں۔	۶۰۸
استفتاء میں مذکور برکات الامداد کی عبارت متعلق بہ استمداد ہے۔	۶۰۸

marfat.com

باب الکفارۃ

شرع مطہر میں کفارہ اس گناہ پر آتا ہے جو شناعت میں حد سے نہ گزرا ہو، شناعت و قباحت میں حد سے گزرے ہوئے گناہ کے لئے کفارہ موجبِ معافی نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے توبہ صادقہ لازم ہے۔

اگر اپنی بیوی کو اپنی بہن یا ماں سے تشبیہ دی تو کفارہ لازم ہوگا لیکن اگر (معاذ اللہ) اپنی بہن یا ماں کو اپنی بیوی بنا لیا تو کوئی کفارہ نہیں، بغیر توبہ صادقہ یہ جرم ہرگز معاف نہیں ہو سکتا۔

قرآن شریف اٹھا کر عہد کرنا اور پھر توڑ دینا قرآن شریف کی توہین ہے جس پر بہت جلد توبہ صادقہ کرے ورنہ عذاب عظیم والیم اور نارِ جحیم کا منتظر رہے۔

قسم توڑنے کا کفارہ غلام آزاد کرنا، دس مسکین کو کھانا دینا یا کپڑا پہنانا ہے، اور اس پر قادر نہ ہو تو تین دن پے در پے روزے رکھنا ہے۔

شرابی کی اُخروی سزا کا بیان۔

کفارہ یمین منعقد پر ہے یمین غموس کا کفارہ نہیں۔

کتاب الحدود والتعزیر

زنا کا ثبوت چار عینی شاہدوں پر ہوتا ہے ورنہ الزام لگانے والے پر اسّی کوڑے حدِ قذف کے

لگیں گے۔ ٦١٤

٦٠٩ عورت نے کسی مرد پر زنا کی تہمت لگائی اس پر حدِ قذف لازم آئی مگر وہاں اسلامی قانون نافذ نہیں اور حد قائم نہیں ہو سکتی، تو اب حکمِ شرعی یہ ہے کہ مسلمان اس سے اعلانیہ توبہ کرائیں۔ ٦١٤

کافر کی گواہی قبول نہیں۔ ٦١٤

٦٠٩ مدعی کا قول مسموع نہیں۔ ٦١٤

بغیر دیکھے کسی مسلمان پر تہمت لگانا کہ اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا سخت حرام قطعی اور گناہِ کبیرہ ہے، ایسی تہمت لگانے والا سخت عذابِ الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔ ٦١٤

٦١٠ آبرو اتارنا زنا کے لئے خاص نہیں مار پیٹ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ ٦١٤

زناء کی جھوٹی تہمت لگانے والے پر اسّی کوڑے کی سزا ہے اور وُہ مردود الشہادت ہے۔ ٦١٤

٦١٠ جہاں اسلامی قانون نہ ہونے کی وجہ سے حدِ قذف نہ لگائی جا سکے وہاں مسلمان تہمت لگانے والے سے اعلانیہ توبہ کرائیں نہ کرے

٦١٠ تو اس سے مقاطعہ کریں۔ ٦١٥

٦١١ ظالم کے پاس بیٹھنے سے قرآن مجید نے

٦١١ منع فرمایا۔ ٦١٥

اثباتِ زناء کے لئے کیسے گواہ درکار ہیں۔ ٦١٥

٦١٣ زنا کی شہادت کے الفاظ کا بیان۔ ٦١٥

کسی پر بہتان باندھنا، ناجائز طور پر آبرو لینا، دغا و فریب کسی کے ساتھ ہو، گناہ ہے، شریعت

marfat.com

میں اس پر حد مقرر نہیں، حاکم شرع اپنی صوابدید سے تعزیر کرسکتا ہے اور تعزیر میں ۳۹ کوڑے سے زیادہ مارنا منع ہے بشرطیکہ بہتان زنا کا نہ ہو ورنہ حدِ قذف لازم ہے۔ ۶۱۵

زنا کا ثبوت بازاری باتوں سے نہیں ہوتا۔ ۶۱۸

ثبوتِ زناء کے لئے کافی شہادتِ شرعیہ یا کافی اقرار زانی و زانیہ لازم ہے۔ ۶۱۸

عورت کا زانیہ ہونا ثابت ہوجائے تب بھی نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا۔ ۶۱۸

عورت اگر شوہر کے باپ یا بیٹے سے زناء کرائے تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجائے گی اور نکاح فاسد ہوجائے گا۔ ۶۱۸

زانیہ کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں۔ ۶۱۸

طلاق جس طرح زبان سے ہوتی ہے اسی طرح قلم سے جبکہ بلامجبوریِ شرعی لکھا ہو۔ ۶۱۸

الکتاب کالخطاب۔ ۶۱۸

طلاق نامہ میں طلاق رجعی ہو مگر شوہر طلاق بائن کا اقرار کرے تو بائن ہوگئی۔ ۶۱۸

زانیہ کو طلاق دی تو عورت کو عدت اسی مکان میں گزارنا لازم ہے اور شوہر پر مہر اور نفقۂ عدت لازم ہے۔ ۶۱۸

سزا وہی ہے جو مطابقِ شرع ہے اس کے خلاف کی خواستگاری ناجائز ہے۔ ۶۱۸

منزل من اللہ کے خلاف فیصلہ کرنے والے ظالم ہیں۔ ۶۱۸

زانی کے نکاح پر زناء سے کوئی اثر نہیں پڑتا مگر یہ کہ اس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے اپنی زوجہ کی ماں یا بیٹی سے زناء کرے۔ ۶۱۸

توبہ کے بعد زانی و زانیہ سے میل جول میں حرج نہیں۔ ۶۱۹

دیوبندی عقیدہ والے مرتدین ہیں ان سے میل جول منع ہے۔ ۶۱۹

عورت کے زناء پر شوہر راضی نہ ہو تو اس پر کچھ الزام نہیں۔ ۶۱۹

جو لوگ زناء میں ساعی ہوں یا بعد زناء بلا توبہ زانی و زانیہ کے حامی ہوئے وُہ بھی مستحقِ سزائے شرع ہیں۔ ۶۱۹

کسی عورت کے ساتھ کسی نے زنا کیا شوہر نے ازراہِ چشم پوشی سزا نہ دلوائی، یہ فعل محمود ہے۔ ۶۲۰

مرد زنا کا اقرار کرتا ہے اور عورت انکار کرتی ہے اپنے اپنے بارے میں دونوں کا قول صحیح مانا جائیگا۔ ۶۲۰

عورت منکرِ زناء ہے اور مرد اس سے زناء کا مقر، تو جو شخص فقط اقرارِ مرد کی بناء پر عورت پر تہمتِ زناء لگائے گا سخت گنہگار اور اَسّی کوڑوں کا سزاوار ہوگا۔ ۶۲۱

مرد مقرِ زناء کو زانی قرار دے کر حد جاری کی جائیگی اگر اسلامی سلطنت نہ ہو تو مسلمان اس کو برادری سے خارج کریں اور اس سے میل جول چھوڑ دیں جب تک وُہ اعلانیہ توبہ نہ کرے۔ ۶۲۱

بیہودہ بے معنی اور بے اصل گواہوں سے زناء قیامت تک ثابت نہیں ہوسکتا۔ ۶۲۲

marfat.com

شہادت سے زناء کے ثبوت کے لئے شرائط کا بیان۔ ۶۲۳

اگر شہادتِ زنا کی شرائط پوری نہ ہوں تو خود گواہی دینے والوں پر حدِ قذف جاری ہوگی۔ ۶۲۳

ایک گواہ نے زناء کی عینی شہادت دی کہ کالمیل فی المکحلہ دیکھا، دوسرے نے ننگے لیٹے ہوئے ہونے کی، نہ زناء ثابت ہوگا نہ حد جاری ہوگی۔ ۶۲۳

زنا کی شہادت میں وقت کا اختلاف ہوا شہادت مردود ہوگی۔ ۶۲۳

عورتیں زناء کے بارے میں گواہ ہو ہی نہیں سکتیں۔ ۶۲۳

سنی سنائی گواہی تو دو کوڑی کے مال میں بھی مقبول نہیں چہ جائیکہ زنا جیسا اہم معاملہ ہو۔ ۶۲۳

باہر سے سن کر زناء کی گواہی دینی نامقبول ہوگی۔ ۶۲۳

شوہر اگر اقرار کرے کہ اس کے باپ نے اس کی بیوی سے افعال مثل بوس وکنار وغیرہ کئے، عورت اس پر حرام ہوگئی۔ ۶۲۳

زناء مسلمہ اور کافرہ سب کے ساتھ حرام ہے، زناءِ کافرہ کو جو حلال قرار دے تو کفر ہے۔ ۶۲۴

زنا کاروں پر توبہ فرض ہے۔ ۶۲۴

زانی اور زانیہ اپنی کرتوت سے باز نہ آئیں تو ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔ ۶۲۴

محرماتِ ابدیہ سے نکاح میں حد نہیں۔ ۶۲۵

گناہ تین قسم کے ہیں، ہلکے جو حد کی حد تک نہ ہوں۔ حد سے بڑھے ہوئے، کہ حد بھی اس کا کفارہ نہ ہوسکے۔ اور متوسط، کہ حد سے پاک ہوجائیں۔ ۶۲۵

شراب نوشی پر حد ہے، پیشاب نوشی پر کیوں نہیں۔ ۶۲۵

اجنبیہ سے زناء پر حد ہے محارم سے نکاح پر کیوں نہیں۔ ۶۲۵

ہندہ کے چچازاد بھائی نے اس کا بازو پشت کی طرف سے پکڑ کر پھیرا، ہندہ اس پر بدنیتی کا الزام لگاتی ہے حالانکہ خود بدچلن ہے۔ اس صورت میں چچازاد بھائی پر الزام نہیں، اگر موٹا کپڑا درمیان میں حائل تھا تو کوئی قصور نہیں ورنہ اس کو مونڈھا پکڑنا نہیں چاہئے تھا۔ ۶۲۶

مسلمان پر تہمت رکھنا افعالِ شنیعہ سے ہے۔ ۶۲۶

بھاوج سے مذاق اور ہاتھا پائی حرام ہے، ۶۲۶

شوہر جان بوجھ کر چشم پوشی کرتا ہے تو "دیوث" ہے۔ ۶۲۶

دیوث پر جنت حرام ہے۔ ۶۲۶

کسی کے عزیز و اقارب اس کو فحاشی و بےحیائی سے منع نہیں کرتے تو شریکِ گناہ اور مستحقِ عذاب ہیں۔ ۶۲۶

جانور سے نابالغ نے مجامعت کی تو تنبیہ کی جائے، اور بالغ نے ایسی حرکت کی تو سزا دی جائے اور جانور کو ذبح کرکے جلا دیا جائے۔ ۶۲۷

ہر شخص پر اس کی وسعت کے مطابق برے کام سے روکنا ضروری ہے اس میں کوتاہی نہ کرے اور متعلقہ شخص باز نہ آئے تو اس پر کوئی الزام نہیں اور راضی ہو تو خود مجرم، اس سے بھی قطع تعلق

marfat.com

کیا جا سکتا ہے۔ ٦٢٨

زانی اور زانیہ کو حالتِ زناء میں پایا تو کیا حکم ہے، اور آتے جاتے ملتے ملاتے دیکھا تو کیا حکم ہے۔ ٦٢٩

سیاست کا حق سلطان کو ہے۔ ٦٢٩

ناحق قتل مسلم سخت کبیرہ گناہ اور قاتل پر قصاص لازم ہے۔ ٦٢٩

زانیہ و زانی کے قتل کا حکم مطلق نہیں بلکہ واجب ہے کہ پہلے زجر و ضرب و قہر کریں اگر جُدا ہو جائیں تو اب عوام کو اُن کا قتل حرام ہے، ہاں شہاداتِ اربعہ گزریں یا بروجہ شرعی چار مجلسوں میں چار اقرار تو ان میں سے جو محصن ہو سلطان اسے رجم کرے گا۔ ٦٢٩

زانی اور زانیہ کو قتل کرنے کی اجازت غیر سلطان کو کس صورت میں ہے۔ ٦٢٩

"قتلِ زانی بحالتِ زنا" کے مسئلہ میں اضطراب اور اس کے درمیان مصنف کی توفیق۔ ٦٣٠

ازالۂ منکر اگر بغیر قتل کے حاصل ہو سکتا ہے تو قتل کی اجازت نہیں۔ ٦٣٣

زناء کا سدِ باب ازالۂ منکر ہے اور ازالۂ منکر اللہ عزوجل کے لئے ہوتا ہے لہذا اس میں محارم و اجنبی عورتیں برابر ہیں۔ ٦٣٣

مامور بشیئین سے اگر ایک فوت ہو جائے تو دوسری ساقط نہیں ہوتی۔ ٦٤٠

احد المعصیتین کا ارتکاب دوسری معصیت کو مباح نہیں کرتا۔ ٦٤٠

سیاستاً قتل غیر امام کے لئے جائز نہیں، اور امام کو بھی صرف ان کبائر میں قتل جائز ہے جو متعدی الضرر ہوں، صغائر یا کبائر غیر متعدی الضرر میں قتل جائز نہیں۔ ٦٤١

زاہدی معتزلی ہے اور ہر رطب و یابس کو جمع کرنے میں معروف، غیر ثقہ و غیر معتمد ہے۔ ٦٤٢

بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو یا عالم کو مردود، اُلّو وغیرہ کہنا ناحق ایذاء دینا حرام ہے۔ ٦٤٤

بلاوجہ شرعی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذاء دی۔ ٦٤٤

علماءِ دین کی شان ارفع و اعلیٰ ہے۔ ٦٤٥

شانِ علماء میں گستاخی کرنے والا منافق ہے اور لائقِ تعزیر ہے۔ ٦٤٥

اصلاً ہر مسلمان مومن ہے، بعض اطراف کے عرف میں بُنکروں کو مومن کہنا ان کی سلیم الطبعی کی وجہ سے ہوگا اور اس لفظ کو بطورِ طعن استعمال کرنا دوہرا گناہ ہے۔ ٦٤٥

مومن وہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں سے امان میں ہوں۔ ٦٤٥

کسی مسلمان کو اس کے پیشہ کے سبب سے حقیر جاننا بُرا ہے۔ ٦٤٦

نماز نہ پڑھنے پر کسی کو مار پیٹ کی، اس کی گھڑی ٹوٹ گئی تو قیمت دینی ہوگی۔ ٦٤٦

marfat.com

مسلمان کے مال کا نقصان اور اس کی ہتک
عزت بلاوجہ شرعی حرام ہے۔ ٦٤٦
نماز پڑھانے کے لئے تنبیہ و تفہیم چاہیئے مارپیٹ
کا وقت نہیں ہے۔ ٦٤٦
کتوں اور سوروں کو حضرت آدم علیہ السلام کی
اولاد کہنا سخت و شنیع جملہ ہے، توبہ اور تجدید
اسلام کرے۔ ٦٤٧
کافروں کا نسب حضرت آدم علیہ السلام سے
منقطع ہے۔ ٦٤٧
کفار کو کتے اور سور کہنے والے پر کوئی الزام نہیں
کیونکہ کافر تو کتوں اور سوروں سے بھی بدتر ہیں۔ ٦٤٧
بھائی ہونے کی نفی کی، اگر کوئی سلوک ایسا بھی
کیا ہو تو نفی کر سکتا ہے ورنہ تین گناہوں کا
مرتکب ہے۔ ٦٤٨
کذب صریح، قطع رحم اور ایذائے مسلم کبیرہ گناہ ہیں۔ ٦٤٨
جملہ "اچھا ہوا فلاں کے چوری ہوگئی" کے احکام ٦٤٨
حرام قطعی کا استحسان کفر ہے۔ ٦٤٨
حسد حرام ہے۔ ٦٤٨
کسی کے نقصان پر عداوت کے سبب سے خوش
ہونا عداوت کے تابع ہے، اگر عداوت مذمومہ ہے
تو یہ بھی قبیح و مذموم، اور اگر عداوت محمودہ ہے جیسے
اعداء اللہ سے دشمنی، تو اس میں حرج نہیں۔ ٦٤٨
توبہ کے لئے ندامت اور گناہ سے تبری ضروری ہے۔ ٦٤٩
عورت نے کہا خدا جانے آپ کو فلاں گھر سے کیوں
عشق ہے، مرد نے کہا "خدا جانے" اس پر عورت
نے کہا "کچھ بھی خدا جانے نہیں" یہ جملہ کفر نہیں۔ ٦٤٩
علم الٰہی سے کسی شئی کی نفی اس کے علم سے نفی ہے
کہ واقع ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا۔ ٦٤٩
شوہر سے بدزبانی ناشکری ہے جس پر عورت
کو توبہ چاہیئے۔ ٦٤٩
"الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ" حدیث
کے الفاظ ہیں۔ ٦٥٠
مثل اور مانند میں بہت فرق ہے۔ ٦٥٠
سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ایمانی
کایمان جبرائیل، یوں کیوں نہیں فرمایا، ایمانی
مثل ایمان جبرائیل۔ ٦٥٠
بلاوجہ کسی مسلمان کو سخت و سست کہنا حرام ہے ٦٥٠
سید، عالم بلکہ مرشد زادہ کو سخت و سست کہنا
تو اور شدید ہے۔ ٦٥٠
تین شخصوں کو ہلکا جاننے والا منافق ہے ایک وہ
جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، دوسرا عالم، تیسرا بادشاہ
اسلام عادل۔ ٦٥٠
مرتکب کبیرہ کے اسلام اور نکاح میں خلل نہیں آتا۔ ٦٥١
جمع بین الاختین کرنے والا حرامکار ہے اس کا
مقاطعہ کرنا چاہیئے۔ ٦٥١
مسلمانوں کو بلاوجہ شرعی مردود یا ابلیس کہنا
سخت حرام ہے۔ ٦٥٢
مسلمان کو ایذا دینے کی مذمت قرآن وحدیث سے ٦٥٢
مسلمان کو کافر کہنے پر سخت وعید۔ ٦٥٢
بلاوجہ شرعی جو شخص دوسروں کو مردود، کافر کہے تو

marfat.com

اس کو اس فعل سے توبہ اور شخص متعلقہ سے معافی مانگنی ضروری ہے ورنہ فاسق معلن ہے۔ ٦٥٢

فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ٦٥٢

عالم کے ساتھ سوءِ ادبی سے آدمی مستحق تعزیر ہے۔ ٦٥٣

یہ کہنا کہ خدا شرک کو بھی بخش دے گا یا یہ کہنا "آیات و احادیث" کچھ نہیں، صریح کفر ہے۔ ٦٥٤

حکم کفر کا اطلاق تارکِ صلوٰۃ پر حدیث شریف میں ہے یہ مسئلہ فقہیہ نہیں کلامی ہے۔ ٦٥٤

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سادہ اور پیر کا آداب والقاب کے ساتھ، سوءِ ادبی ہے اور پیر کی عظمت حضور سے زیادہ ہو تو کفر ہے۔ ٦٥٥

عرب میں کنیت تعظیم ہے۔ ٦٥٥

امام ابو یوسف امام محمد کے استاذ اور امام اعظم کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ٦٥٥

امام محمد نے جامع صغیر وغیرہ کتب جو بروایت امام ابو یوسف حضرت امام اعظم سے روایت کیں ان میں امام ابو یوسف کو کنیت سے کیوں یاد نہیں کیا۔ ٦٥٥

حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تمام صفاتِ کریمہ بایں معنی خصائصِ حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مماثل و شریک نہیں۔ ٦٥٥

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض صفاتِ کریمہ کا اپنے مستفیضوں اور خادموں اور غلاموں پر پرتو ڈال دیا جیسے علیم، حلیم اور بشیر و نذیر وغیرہ، ان صفات کی تجلی جس میں متحقق ہو اس پر ان صفات کے اطلاق میں حرج نہیں۔ ٦٥٦

گمراہ و بد دین فتنہ پرور کو شیطان کہہ سکتے ہیں۔ ٦٥٦

مومن صالح کو شیطان کہنا شیطان کا کام ہے۔ ٦٥٦

مآخذ و مراجع ٦٥٧

marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

تفسیر

آیۂ کریمہ الطّلاق مرّتٰن میں طلاق دونوں قسموں یعنی منجز و معلق کو شامل ہے۔ ۱۰۲

آیۂ کریمہ "الطّلاق مرّتٰن" کا شانِ نزول اور اس میں مختلف اقوالِ مفسرین۔ ۱۸۵

تین طلاقوں کے بعد مرد کو رجوع کا اختیار رہتا تھا جو آیۂ کریمہ "الطّلاق مرّتان" سے منسوخ ہوگیا۔ ۱۸۸

آیۂ کریمہ "اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ" کا مطلب۔ ۳۰۶

فوائدِ حدیثیہ

"الشیخ فی قومہ کالنّبی فی امّتہ" حدیث کے الفاظ ہیں۔ ۶۵۰

حیض

تین حیض ۲ دو ماہ میں بھی ہوسکتے ہیں اور ۲ دو سال میں بھی۔ ۲۹۹

انیس ۱۹ دن میں تین حیض نہیں گزر سکتے۔ ۳۲۴

طہر کے لئے زیادت کی جانب کوئی حد مقرر نہیں، لہٰذا ممکن ہے تین حیض تیس برس میں آئیں۔ ۳۶۳

اذان

فاسق معلن مؤذن جیسے دینی عہدے کے لائق نہیں۔ ۳۱۶

نماز

نمازی کو سلام پھیرتے وقت نیّتِ حاضرین کا قطعاً حکم ہے۔ ۴۹۶

marfat.com

قسم کھائی ظہر جماعت سے پڑھے گا، دو رکعت ملی
حانث ہوگیا کہ تین رکعت تک پانے والا جماعت
پانے والا نہیں، ہاں جماعت کا ثواب، تو نفس
شرکت بلکہ بارادۂ جماعت گھر سے نکلنے میں ملے گا۔ ۵۰۰

امامت

عدت کے اندر دوسرا نکاح حرام اور قربت زنا ہے
اگر ناکح کو علم تھا تو وہ فاسق ہوا اور اس کو امام
بنانا گناہ ہے اور دانستہ نکاح میں شریک
ہونے والے سخت گنہ گار ہوئے۔ ۳۱۸
قدرت کے باوجود ضعیف و محتاج باپ کی مدد
نہ کرنے والا قابلِ امامت نہیں۔ ۴۵۴
فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے
نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۶۵۲

مساجد

مسجد ویران کی آبادی نہایت اہم کام ہے اور
اس میں صرف کرنا مقدم ہے۔ ۵۸۲

زکوٰۃ

فقیر کو زکوٰۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح
ہوجائے گی۔ ۵۹۹

نکاح

اگر تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو طلاق مغلظہ
ہوگی، اس شرط پر نکاح کی مختلف صورتوں کے
احکام کی تفصیل۔ ۲۰۹
فضولی نے کسی کا نکاح کر دیا شوہر نے مہر مقررہ
عورت کو بھیج دیا تو نکاح نافذ ہوگیا۔ ۲۲۳
شوہر نے فضولی کے نکاح کے بعد کاغذ پر لکھا
کہ میں نے اس نکاح کو نافذ کیا تو نافذ ہوگیا۔ ۲۲۳
نکاح فضولی کے بعد کسی نے یا خود اسی فضولی نے
شوہر کو مبارکباد دی شوہر نے اس پر سکوت اختیار
کیا، تو نکاح نافذ ہوگیا۔ ۲۲۳
باپ دادا کا کیا ہوا نکاح عورت بالغ ہو کر بھی
فسخ نہیں کر سکتی۔ ۲۶۴
باپ دادا کے غیر کا کیا ہوا نابالغہ کا نکاح وہ بالغ
ہوتے ہی رد کر سکتی ہے۔ ۲۶۴
حاملہ بیوہ سے نکاح ہوا تو انتظار کیا جائے،
دو برس کے اندر بچہ ہو تو عدت وضع حمل ہے
اور نکاح مذکور فاسد، اور دو برس کے بعد
بچہ پیدا ہو تو نکاح مذکور صحیح۔ ۲۹۶
معتدہ کے نکاح میں جو لوگ واقف حال شریک ہوں
سخت گنہ گار ہیں۔ ۲۹۶
بیوہ حاملہ سے نکاح باطل محض ہے وضع حمل کے
بعد دوبارہ نکاح لازم ہے۔ ۲۹۶
مرد و عورت ایک مکان میں مثل زن و شوہر رہتے
ہوں اور باہم انبساط زوج و زوجہ رکھتے ہوں
تو شرعاً زوج و زوجہ ہی قرار دئے
جائیں گے۔ ۲۹۹

marfat.com

اپنے سامنے نکاح نہ ہونے کو نکاح نہ ہونا سمجھ لینا سخت سفاہت ہے۔ ۳۰۰

بے انقضائے عدّت دوسرے سے نکاح حرام و ناجائز ہے، اور بعض علماء کے نزدیک اس عقد پر کوئی حکمِ نکاح اصلاً مرتّب نہیں ہوتا۔ ۳۰۰

معتدۂ غیر سے دانستہ نکاح کرنا باطل محض ہے۔ ۳۰۰

جس عورت کو زنا کا حمل ہو غیر زانی کو بھی باوجود حمل اس سے نکاح جائز ہے مگر تا وضعِ حمل جماع جائز نہیں ۳۰۰

بہن کی موجودگی میں بہنوئی سے نکاح سخت حرام ہے۔ ۳۰۰

نکاحِ فاسد میں متارکہ ضروری جو میاں بیوی دونوں میں سے کوئی بھی کرسکتا ہے۔ ۳۰۱

عدّت میں جانتے ہوئے نکاح کیا تو نکاح باطل اور جماع زنا ہے اور لاعلمی میں کیا تو نکاح فاسد۔ ۳۰۲

منکوحہ نے اپنے شوہر سے ناراض ہوکر غیر سے نکاح کرلیا، کچھ عرصہ بعد دوبارہ شوہرِ اوّل سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اب شوہرِ اوّل سے عقدِ قدیم قائم ہے عقدِ جدید کی ضرورت نہیں۔ ۳۰۲

منکوحہ عورت کو خالی وحلال سمجھ کر نکاح میں لایا تو اس پر فرض قطعی ہے کہ عورت کو ترک کرے اگر مجامعت کرچکا ہے تو عورت وقتِ ترک سے تین حیض عدّت کرے، اس کے بعد شوہرِ اوّل کے لئے بے تجدیدِ نکاح رہ سکتی ہے۔ ۳۰۳

رافضی کا نکاح سُنّیہ سے نہیں ہوتا اس لئے نہ طلاق کی ضرورت ہے نہ عدّت کی۔ ۳۱۴

بے طلاق کسی کی عورت گھر میں رکھ لی اور میاں بیوی کی طرح رہنے لگے اس کے بعد شوہر مرگیا تو جب تک نکاحِ جدید نہ کرلیں میاں بیوی نہ ہوں گے۔ ۳۱۶

عدّت کے اندر نکاح قطعی حرام ہے۔ ۳۱۹

دیدہ و دانستہ عدّت کے اندر عورت کا نکاح کیا جائے تو وہ محض باطل ہے، اس کو نکاح ہی نہیں کہہ سکتے۔ ۳۲۴

عدّت کے اندر نکاح مطلقاً ناجائز ہے۔ ۳۵۸

جب تک کسی عورت کا شوہر زندہ ہو اور طلاق بھی نہ دی ہو اس عورت کا دوسرا نکاح حرام حرام حرام زنا زنا زنا ہے۔ ۴۷۴

شوہر کی زندگی میں بلا طلاق عورت کے دوسرے شخص سے نکاح کی کوئی صورت نہیں۔ ۴۷۶

عورت کا زانیہ ہونا ثابت ہوجائے تب بھی نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا۔ ۶۱۸

جمع بین الاختین کرنے والا حرامکار ہے اس کا مقاطعہ کرنا چاہیئے۔ ۶۵۱

محرمات

جب کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرچکا تو اس عورت کی بیٹی اس شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔ ۳۶۲

مرد پر اس کی مزنیہ اور ممسوسہ بہ شہوت کے اصول وفروع حرام ہیں۔ ۳۶۲

جس عورت کے فرج کے داخل کو مرد نے شہوت

marfat.com

کے ساتھ دیکھا اس کے اصول و فروع اس مرد پر
حرام ہو گئے۔ ٣٦٢
رضاعی ماموں سے عورت کا نکاح، نکاحِ خبیث ہے جو ہرگز قائم نہ رکھا جائے گا۔ مرد و زن پر فرض عظیم ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں، مرد نہ مانے تو عورت خود جدا ہو جائے۔ ٣٧٥
رضاعی ماموں بھانجی نے نکاح کر لیا اور جدا نہیں ہوتے تو حاکم بالجبر انھیں جدا کر دے۔ ٣٧٥
ساس سے زنا کیا اس سے بچی پیدا ہوئی، اس لڑکی سے شادی حرام اور اس نکاحِ حرام سے جو بچہ پیدا ہوا ولدالحرام ہے۔ ٣٧٧
علاتی بہن کی نواسی سے نکاح حرام قطعی۔ ناکح، نکاح خواں، وکیل اور گواہ سخت تر گناہِ کبیرہ میں گرفتار ہیں۔ ٣٧٨
زید نے علاتی بہن کی نواسی سے نکاح کیا، چھ برس بعد تفریق ہوئی تو عورت پر عدت ضرور لازم ہے۔ ٣٧٨
اگر عورت شوہر کے باپ یا بیٹے سے بدکاری کرے تو نکاح باطل نہیں ہوتا اگرچہ وہ شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور متارکہ فی الفور فرض ہو جاتا ہے۔ ٤٤٢
حرمتِ مصاہرہ سے نکاح مرتفع نہیں ہوتا حتیٰ کہ متارکہ اور انقضائے عدت سے قبل اس عورت کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ناجائز ہوگا۔ ٢٤٤
حرمتِ مصاہرہ کے بعد شوہر اگر عورت سے وطی کرے تو اس کو زنا قرار دیا جائے گا یا نہیں۔ ٤٤٣
قرآنِ عظیم نے شوہر دار عورتوں کو حرام قطعی فرمایا ہے۔ ٤٩٣
عورت اگر شوہر کے باپ یا بیٹے سے زناء کرائے تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی اور نکاح فاسد ہو جائے گا۔ ٦١٨
شوہر اگر اقرار کرے کہ اس کے باپ نے اس کی بیوی سے افعال مثل بوس و کنار وغیرہ کئے، عورت اس پر حرام ہو گئی۔ ٦٢٣

کفاءت

غیر کفو سے عورت کب نکاح کر سکتی ہے۔ ٣١٦

ولایت

چچا کا کیا ہوا نابالغ کا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ٣٠٧
ولی نے نکاحِ فضولی کو رد کر دیا پھر اجازت دی تو جائز نہ ہوگا۔ ٣٠٧
نابالغ کی طرف سے اس کا ولی طلاق نہیں دے سکتا۔ ٣٠٧
باپ دادا نہ ہوں تو جوان بھائی حقیقی ولیِ نکاح ہے، اس کے ہوتے ہوئے ماں کو اختیار نہیں۔ ٣٢٤
معتدۂ وفات نابالغہ کے نکاح کا اختیار بعد از عدت اس کے باپ کو ہے نہ کہ سسر کو۔ ٣٢٣
ماں نے نکاح کیا، اگر کفو کے ساتھ کیا اور لڑکی

marfat.com

نے بالغ ہوتے ہی اس سے انکار نہ کیا، نکاح
لازم ہوگیا۔ ۳۴۶

باپ دادا نہ ہوں تو نابالغوں کی ولایتِ نکاح کا
حق چچا کو ہے۔ ۳۹۱

ماں مرگئی بچّہ کا حقِ پرورش نانی کو ہے اور اس کے
مال کی ولایت باپ کو حاصل ہے۔ ۳۹۴

نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کا نگران باپ کے چچا زاد
بھائی کے علاوہ نہیں تو ولایتِ نکاح بھی اسی کو
حاصل ہے اور پرورش کے لئے کسی صالح دیندار
عورت کو تلاش کیا جائے گا اور مال کی نگہداشت
باپ دادا کا وصی ہو تو وہ کرے ورنہ قاضی اس کے لئے
بھی کسی دیندار مسلمان کا انتخاب کرے۔ ۳۹۹

نابالغوں کے نکاح کا اختیار عصبات میں چچا کو
ہے اگر وہ موجود ہے۔ ۴۰۸

باپ کے انتقال کے بعد لڑکی کے نکاح اور مال کی
نگہداشت کا حق دادا کو ہے اور نو برس تک پرورش
کا حق ماں کو ہے۔ ۴۱۲

مہر

شوہر نے کہا تو مہر بخشے تو طلاق دوں گا، عورت
بولی اگر تو طلاق دے تو میں نے مہر بخش دیا، شوہر
نے دو طلاق دی، طلاق واقع ہوئی مہر ساقط
نہ ہوا۔ ۲۰۲

مہر اگر نہ معجّل ہو نہ مؤجل تو جب تک موت یا طلاق
نہ ہو عورت کو اس کے مطالبہ کا اختیار نہیں۔ ۲۱۷

خلوتِ صحیحہ سے عدت لازم آجاتی ہے مہر بھی پورا
واجب ہوتا ہے۔ ۳۰۷

نابالغہ کے معاف کئے سے مہر معاف نہیں ہو سکتا۔ ۳۳۳

صورتِ جماع میں دوسرے شوہر پر بھی مہر مثل
واجب ہے۔ ۳۴۳

نکاح فاسد میں اگر شوہر نے وطی صحیح کر لی تو مہر مثل
اور مہر مسمّی میں سے جو کم ہے وہ دینا لازم ہوگا۔ ۳۵۱

زید نے رضاعی بھانجی سے نکاح کیا کچھ عرصہ بعد
تفریق ہوگئی تو پورا مہر مثل لازم ہوگا نہ کہ مہر مسمّی۔ ۳۷۵

محارم سے نکاح کے بعد تفریق ہو تو مرد پر پورا مہر مثل
واجب ہوگا مہر مسمّی کا لحاظ نہ ہوگا۔ ۳۷۸

زید و ہندہ نکاح کے بعد ایک ہی مکان میں رہتے
تھے باہم مواصلت بظاہر نہیں ہوئی، بچہ پیدا ہوا
شرعاً بچہ زید کا ہے، اگر زید نے طلاق دی پورا
مہر واجب ہوگا۔ ۳۸۰

شوہر کو حقِ حبسِ زوجہ، مہر معجل کی ادائیگی کے بعد
حاصل ہوتا ہے۔ ۴۱۷

مہر معجل نہ ادا ہو تو عورت شوہر کو انتفاع اور
رخصتی سے روک سکتی ہے، اور اس صورت میں
ناشزہ نہ ہوگی۔ ۴۱۸

جہاں مہر میں تعجیل یا تاجیل کچھ مذکور نہ ہو تو وہاں
حکم عرف رواج کے مطابق ہوگا۔ ۴۲۴

ہمارے بلاد میں عامۂ مہور یوں بندھتے ہیں کہ
ان میں تعجیل و تاجیل کچھ مشروط نہیں ہوتی تو بحکم
عرف شائع و ذائع یہاں کی عورتیں جب تک

marfat.com

مرگ یا طلاق سے افتراق نہ واقع ہو ہرگز مطالبۂ مہر کا استحقاق نہیں رکھتیں، نہ قاضی کو اختیار کہ ایسی صورت میں پیش از افتراق ادائے مہر پہ جبر کرے۔ ۴۲۴

عورت اگر بلا اکراہ شرعی مہر معاف کردے تو شوہر کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ ۴۴۱

ابراء مہر بلا اقرارِ زن یا بینہ عادلہ قاضی کے پاس ثابت نہیں ہوسکتا۔ ۴۴۲

نکاح محرمات میں ناکح پر مہر مثل اور مسمی میں سے جو کم ہو وہ واجب ہے۔ ۴۵۸

موطوءۃ بیوی کو طلاق دینے سے مہر تمام و کمال واجب ہوگا۔ ۴۵۸

جو مہر نہ معجل بندھا ہو نہ اس کی کوئی میعاد مقرر کی گئی ہو عورت قبلِ موت یا طلاق اس کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔ ۴۶۰

مہر کسی خدمت کا معاوضہ نہیں وہ نکاح میں بضع کا عوض ہے۔ ۴۷۷

عورت کے فاتر العقل ہونے سے مہر ساقط نہ ہوگا۔ ۴۷۷

جب تک طلاق یا موت واقع نہ ہو غیر میعادی مہر واجب الادا نہیں ہوتا۔ ۴۸۴

زانیہ کو طلاق دی تو عورت کو عدت اسی مکان میں گزارنا لازم ہے اور شوہر پر مہر اور نفقۂ عدت لازم ہے۔ ۶۱۸

جہیز

جہیز عورت کی ملک ہوتا ہے اور بعد اس کی مرگ کے فرائض اللہ پر تقسیم پائے گا۔ ۳۹۵

رضاعت

اڑھائی برس کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ ۲۸۸

طلاق

یہ لفظ کہ "نکاح سے علیحدہ کر دوں گا" یہ نرا وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۱۱۸

"طلاق می کنم" کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے بخلاف "طلاق کنم" کے۔ ۱۱۸

عدمِ اضافت کے سبب طلاق واقع نہ ہونے کی چند مثالیں۔ ۱۲۰

مذاکرۂ طلاق میں تمام صورتوں میں قضائے طلاق واقع ہوجاتی ہے سوائے ان الفاظ کے جو ردِّ جواب کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ ۱۲۳

عدمِ اضافت کی صورت میں شوہر انکارِ نیت کرے تو لفظِ طلاق سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۱۲۳

طلاق صریح سے بائن کی نیت کرے تب بھی رجعی ہی واقع ہوگی۔ ۱۳۷

اگر میں تیرے سوا کسی اور عورت سے شادی کروں

marfat.com

تو تجھ کو ایسی طلاق کہ تو اپنے نفس کی مالک ہو اس سے ایک طلاق بائن پڑے گی۔ ۱۳۹

تیسری طلاق دے دی تو اب بیوی حرام قطعی ہو گئی تجدیدِ نکاح سے بھی حلال نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ حلالہ نہ ہو جائے۔ ۱۶۶

تیسری طلاق کے بعد عورت خاوند کے لئے بلا حلالہ حلال نہیں ہو سکتی چاہے پہلی طلاق کے بعد رجوع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ۱۹۲

کتبِ فقہ بلا اختلاف تین طلاقوں کو مطلقاً حرمتِ غلیظہ کے لئے مثبت بیان کرتی ہیں۔ ۱۹۲

چاروں مذاہب کے چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ تین طلاقیں ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک ہی لفظ میں واقع ہو جاتی ہیں۔ ۲۰۶

مرد نے بیوی سے کہا تجھ پر تینوں شرط سے طلاق' تو کیا حکمِ شرعی ہے۔ ۲۱۳

غیر مدخولہ کو ایک لفظ سے تین طلاق دینے اور متفرق الفاظ میں تین طلاق دینے کا حکم۔ ۲۲۶

زنِ غیر مدخولہ یکبارگی تین طلاق کی محل ہے۔ ۲۲۶

مسئلہ طلاق ثلثہ کی تفاصیل باعتبار حرف عطف اور باعتبار تعلیق و تنجیز اور باعتبار تقدم و تأخر شرط اور باعتبار زنِ مدخولہ و غیر مدخولہ۔ ۲۲۶

زید نے اپنی بیوی کو کہا کہ تینوں طلاق پوری کر دوں گا' یہ محض وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی۔ ۲۲۳

فسخ نکاح اور آزادی کا لفظ کنایاتِ طلاق سے ہے۔ ۲۲۸

دوسرے نکاح کی اجازت سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہو گی اور نیت کے بارے میں شوہر کا قول قسم سے معتبر ہو گا۔ ۲۴۰

"طلاق سمجھی جائے" سے طلاق واقع نہ ہو گی۔ ۲۴۳

"عدم خبرگیری کو طلاق سمجھنا" خبرگیری نہ کی تو طلاق واقع نہ ہو گی۔ ۲۴۵

یہ لفظ کہ "میں تجھ کو طلاق دے دوں گا" محض نامعتبر، اور وعدہ ہے، اس سے کچھ واقع نہیں ہوتا۔ ۲۶۷

"میں تجھ سے کلام کروں تو اپنی ماں بہن سے کلام کروں" یہ جملہ باب طلاق میں لغو ہے۔ ۲۶۷

عورت کو بجائے ماں بہن کہنے سے نیت طلاق ہو تو طلاق، اور حرمت مراد ہو تو ظہار رہے' اور کچھ بھی مراد نہ ہو تو دیانۃً کچھ نہیں۔ ۲۷۲

عورت کو طلاق کی نیت سے ماں کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔ ۲۸۰

بیوی کو بہ نیت طلاق کہا کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن ہے تو ایک طلاق بائن ہو جائے گی۔ ۲۸۱

بیوی کو بلا کسی نیت کے کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے ہے، تو یہ لفظ لغو و مہمل ہو گا طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا۔ ۲۸۱

بیوی کو ماں، بہن یا بیٹی کہنے سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے۔ ۲۸۱

عورت کو طلاق کی نیت سے ماں کہہ کر مشہور کیا

marfat.com

تو یہ قضاءً طلاق مانی جائے گی، ہاں اگر اس کے قول سے یہ واضح ہو کہ یہ اقرارِ طلاق اسی غلط فہمی کی بناء پر تھا تو قضاءً بھی طلاق نہ ہوگی۔ ۲۸۲

برسام کے مریض نے بیوی کو طلاق دی پھر ٹھیک ہونے کے بعد کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، بعدہٗ کہتا ہے کہ میں نے یہ سمجھا تھا کہ حالتِ برسام میں طلاق واقع ہو جاتی ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۸۲

عورت کو ماں بہن کہنا طلاق ہے نہ ظہار۔ ۲۸۹

اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کرلے، نیتِ طلاق ہے تو کنایہ ہے، طلاقِ بائن واقع ہوگی۔ ۲۹۰

”چھوڑنے“ کا لفظ صریح طلاق ہے۔ اس کے کہنے کے فوراً بعد سے عدت شمار ہوگی۔ ۲۹۴

نابالغ لڑکا اہلِ طلاق نہیں لہٰذا اس کے دئے سے طلاق نہ ہوگی۔ ۳۰۷

بلوغِ پسر سے پہلے بوجہ مخالفت طلاق دلوانا محض باطل ہے۔ ۳۰۷

زوجہ کو ماں کہنا گناہ ہے مگر اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۳۲۲

تہمت کی وجہ سے اگرچہ وہ تہمت واقع میں صحیح ہی ہو عورت کا نکاح زائل نہیں ہوتا۔ ۴۳۴

فاجرہ عورت کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں۔ ۴۳۴

جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ اگر عورت معاذ اللہ بدوصفی کرے تو نکاح جاتا رہتا ہے، محض غلط ہے۔ ۴۳۵

زنائے زناں موجب بطلانِ نکاح نہیں۔ ۴۴۲

نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ۴۴۲

طلاق شوہر کی زبان پر ہے جب وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دے دی، طلاق ہوگئی، نہ دی تھی تو اب ہوگئی۔ ۴۸۱

خاوند جب بیوی کو طلاقِ بائن دے دے تو ولایتِ منع زائل ہو جاتی ہے۔ ۵۲۹

کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا میں جس عورت سے تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں اس کو طلاق ہوگی، اس کے بعد بیوی کو طلاق بائنہ یا مغلظہ دے دی پھر کسی عورت سے اس مطلقہ کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو طلاق ہو جائے گی۔ ۵۳۱

زانیہ کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں۔ ۶۱۸

طلاق جس طرح زبان سے ہوتی ہے اسی طرح قلم سے جبکہ بلا مجبوریِ شرع لکھا ہو۔ ۶۱۸

طلاق نامہ میں طلاق رجعی ہو مگر شوہر طلاق بائن کا اقرار کرے تو بائن ہوگئی۔ ۶۱۸

کنایہ

لفظ ”جواب“ کے معانی اور اس کے کنایۂ طلاق ہونے کا بیان۔ ۱۱۸

جو کلمہ صالح رد ہو وہ مطلقاً ہر حال میں محتاجِ نیت ہے اگرچہ حالتِ غضب ہو اگرچہ حالت مذاکرۂ طلاق ہو۔ ۱۱۹

کنایات تین طرح کے ہیں۔ ۱۱۹

”میرا اس سے کوئی تعلق نہیں“ کنایہ ہے اس سے

marfat.com

طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔ ۳۷۰

کنایہ کے وہ الفاظ جو سبّ وشتم کا احتمال رکھتے ہیں۔ ۳۷۰

رجعت

تین طلاقوں کے بعد مرد کو رجوع کا اختیار نہیں اور عورت خود مختار ہے۔ ۱۸۵

وہ طلاق جس کے بعد رجوع کرنا جائز ہے وہ دو بار طلاق ہے اس سے زائد نہیں۔ ۱۸۶

وقوعِ طلاق سے پہلے رجوع عن الطلاق لغو ہے۔ ۲۳۳

طلاق رجعی میں مرد کا عدت کے اندر مطلقہ سے وطی کرنا حرام نہیں بلکہ رجعت ہوتی ہے۔ ۳۶۳

تفویض

عورت کو طلاق کا اختیار دینے کے ایک اقرار نامہ کی مختلف صورتوں کا شرعی حکم۔ ۲۳۱

تفویض طلاق میں زن وشوہر دونوں میں سے ایک کے کلام میں اضافت کافی ہے۔ ۲۳۱

جو تفویض طلاق معلق بالشرط ہو بعد وقوع شرط اسی مجلس پر محدود رہتی ہے جس میں عورت کو وقوع شرط کا علم ہوا مجلس بدلنے کے بعد اسے طلاق لینے کا اختیار نہیں رہتا۔ ۲۳۲

لعان

لعان کے لئے قیام زوجیت شرط ہے۔ ۳۷۴

بعد از وجوب بھی لعان طلاقِ بائن کے سبب ساقط ہو جاتا ہے۔ ۳۷۴

بعد از لعان حاکم اسلام بچے کا نسب باپ سے منقطع کر کے ماں کے ساتھ ملحق کر دے گا۔ ۳۷۴

عنین

زنِ عنین کا حکم۔ ۳۴۸

متارکہ

محرمات سے نکاح کی صورت میں متارکہ لازم ہے۔ ۴۵۷

بصورتِ متارکہ عورت پر روزِ متارکہ سے عدت لازم ہے۔ ۴۵۷

حلالہ

تین طلاقیں واقع ہو جائیں تو از روئے قرآن بے حلالہ شوہر اوّل کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ۲۴۱

معاشرت

زوجہ کو بلاوجہ تکلیف دینا ایک گناہ اور دوسری زوجہ سے کم رکھنا دوسرا گناہِ شدید جس کی تحریم پر قرآن وحدیث ناطق ہیں۔ ۴۲۲

پہلی عورت مخبوط الحواس ہو تو دوسری شادی کی اجازت ہے، لیکن دونوں میں عدل ضروری ہے۔ ۴۶۴

ایک عورت مالدار اور ایک غریب ہو تو شوہر مالدار ہو تو مالدار عورت کو مالداروں کا اور غریب کو

متوسط، اور غریب مالدار عورت کو متوسط، اور
غریب کو غریبوں کا نفقہ ملے گا۔ ۴۶۴
فاتر العقل عورت کا نفقہ ساقط نہیں، دو شادیاں
کیں جن میں سے ایک فاتر العقل ہے، عدل و
مساوات ضروری ہے۔ ۴۸۴

عتاق

مالک نے اپنے غلاموں کے بارے میں کہا
ھذا حر و ھذا و ھذا تو تیسرا آزاد
ہو گیا جبکہ پہلے دونوں میں سے ایک آزاد ہے
اس کے تعین کا اختیار مالک کو ہے۔ ۲۳۵

حِیَل

طلاق کی قسم کھائی تو اب نکاح قائم رہنے کی
صورت یہ ہے کہ شرط واقع نہ ہو یا اگر ایک یا
دو طلاق رجعی کی قسم کھائی ہے تو بعد وقوعِ شرط
رجوع کرے۔ ۱۰۲
یمین مضاف میں طلاق واقع نہ ہونے کی ایک
سبیل۔ ۱۱۴
خاوند نے بیوی کو کہا اگر تو نے نماز نہ پڑھی تو تجھے
دو طلاقیں، بعدہٗ کہتا ہے کہ میں نے اس سے
عموم کا ارادہ کیا ہے یعنی تمام عمر کبھی کہیں کوئی نماز
نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، تو یہ حیلہ جھوٹ اور
خالص فاسد بہانہ ہے۔ ۱۶۷
طلاق مغلظہ کی قسم کھائی تو طلاق سے بچنے کا
ایک حیلہ۔ ۲۰۰
طلاق کو وعظ کہنے پر معلق کیا تو یہ سبیل ممکن ہے
کہ عورت کو ایک طلاق دے وہ عدت سے
نکل چکے تو وعظ کہے پھر عورت سے دوبارہ نکاح
کر لے۔ ۲۰۱
جو حیلہ ارتکاب کبیرہ بالعمد پر مشتمل ہو اس کا بتانا
بھی حرام ہے۔ ۲۰۷
جن مسائل کا تصفیہ حنفی مسلک پر نہ ہو سکے ان کی
کاربرآری کی شرعی صورت۔ ۴۸۹
ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر زید سے بات کروں
تو میری بیوی کو تین طلاقیں، اب چاہتا ہے کہ
اس سے بات کرے اور بیوی کو طلاق مغلظہ
نہ ہو تو بیوی کو ایک طلاق بائنہ دے عدت
گزر جانے کے بعد بات کر سکتا ہے اور بعد ازاں
بلا حلالہ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ ۵۲۵
ایک شخص نے قسم کھاتے ہوئے اپنی بیوی کو کہا
کہ اگر میں دنیا کی ہر بدی اور قباحت کو تیری
طرف منسوب کر کے تیرے بھائی سے شکایت
نہ کروں تو تجھے طلاق ہے، ایسا شخص قسم سے
بری ہونے کے لئے کیا کرے۔ ۵۵۴
طلاق مغلظہ کو کسی شرط پر معلق کیا تو مغلظہ سے
بچنے کا حیلہ۔ ۵۵۸
ایک چیز کو نذر کرنے کو کہا اور ہبہ کرنے کو بھی،
طریقہ یہ ہے کسی فقیر کو وہ چیز دے دے پھر اس
سے خرید کر جس کو ہبہ کرنے کیلئے کہا ہے اس کو دے دے۔ ۵۸۱

marfat.com

اگر مجلس گیارھویں شریف یا میلاد شریف منعقد
کرکے مالِ نذر فقیر کی مِلک کردیا تو درست ہے۔ ۵۹۶

فوائد اصولیہ

میت صالح اذن نہیں۔ ۱۰۴
طرفین کے نزدیک بقاءِ یمین کے لئے امکان بر شرط
ہے جیسا کہ انعقادِ یمین کے لئے شرط ہے۔ ۱۰۴
تعلیق میں تعمیم نہ ہو تو ایک بار کے بعد شرط کالعدم
ہوجاتی ہے۔ ۱۰۶
کلام میں جب تک اعمال ممکن ہو اہمال سے
احتراز چاہیئے۔ ۱۱۱
ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ یمین مضاف منعقد
ہے عدمِ وقوع کی روایت ضعیف ہے۔ ۱۱۳
الفاظِ شرط اور ان کا حکم۔ ۱۱۴
قولِ منکر کا معتبر ہوتا ہے جبکہ گواہ مدعی کے ذمّہ
ہوتے ہیں۔ ۱۱۷
تعلیق ربطِ مضمون جملہ بمضمون آخر ہے نہ کہ
خبطِ مضمون بربطِ آخر۔ ۱۳۷
ہمارے علماء کے نزدیک وقتِ حلولِ شرط سے
نزولِ جزا یوں ہوتا ہے کہ گویا اس وقت تکلم
بالجزاء منجز واقع ہوا۔ ۱۳۸
احناف کے نزدیک الفاظ کا مفادِ لغوی مبنائے یمین
نہیں بلکہ معانی عرفیہ پر بنائے کار ہے۔ ۱۴۴
اغراض ومقاصد جس قدر مفادِ لفظ سے زائد ہوں
یعنی عموم واطلاق بھی انھیں متناول نہ ہو ملحوظ
نہیں ہوتے۔ ۱۴۴
لفظ کی تناول عرفی سے اجنبی خارج وبیگانہ و
زائد باتیں اگرچہ عرفاً مقصودِ حالف ہو منظور نہ ہوگی
مگر اغراضِ مخصص ضرور ہوسکتی ہیں۔ ۱۴۴
دلالتِ لفظ کہ عموم پر ہتی بنظر غرضِ خاص پر مقصور
ہوجائے گی یہ مدلولِ لفظ سے خروج نہیں بلکہ
بعض مدلولات پر قصر ہے۔ ۱۴۴
عام کی تخصیص وتقیید عرف سے جائز ہے۔ ۱۴۶
غرضِ متکلم اپنی کلام سے کبھی تو کلام کا حقیقی یا
مجازی معنی ہوتی ہے اور کبھی لفظ سے خارج
کوئی شئ۔ ۱۴۷
تخصیص عوارضِ الفاظ میں سے ہے۔ ۱۴۷
کلمہ اِن تراخی کے لئے آتا ہے جب تک قرینہ
فور نہ پایا جائے۔ ۱۴۹
یمین کی بناء عرف پر ہے۔ ۱۵۱
نکرہ حیزِ نفی میں عام ہوجاتا ہے۔ ۱۵۲
نیتِ حالف اگرچہ دلالتِ حال کے خلاف ہو
اعتبار اسی کا ہوگا۔ ۱۵۳
ہر جزاء کو استقبال لازم ہے۔ ۱۷۱
فعل حکمِ نکرہ میں ہے اور نکرہ حیزِ نفی میں عام
ہوجاتا ہے۔ ۱۷۵
منتزع، انتزاع کے تابع ہوتا ہے لہذا بلا انتزاع
نہیں پایا جاتا اگرچہ منتزع منہ موجود ہو۔ ۱۷۶
الشیئ المطلق کے مرتبہ میں عموم، کلیت اور اطلاق
ملحوظ ہوتا ہے۔ ۱۷۷

marfat.com

تحصیل حاصل باطل ہے۔ ۱۷۷
مبنیٰ کے فساد سے بناء کا فساد ہوتا ہے۔ ۱۷۸
کسی چیز کا انتفاء اس کے تمام افراد منتفی ہونے سے ہو جاتا ہے۔ ۱۸۰
کلمۂ مَنْ تعمیم کے لئے ہے۔ ۱۹۸
یمین وجود شرط کے بعد مطلقاً ختم ہو جاتی ہے۔ ۲۰۱
تملیکات یعنی بیع و شراء وغیرہ میں تعلیق باطل ہے۔ ۲۰۲
لفظِ کلما عموم افعال کا تقاضا کرتا ہے جبکہ لفظِ کل عموم اسماء کا۔ ۲۰۴
جواب مضمون سوال کے اعادہ کو متضمن ہوتا ہے۔ ۲۱۱
شوہر سے چند غلط شرائط کا اقرارنامہ لکھوانے کا حکم۔ ۲۱۴
جو شرط شریعت کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ ۲۱۵
اللہ تعالیٰ کا حکم حق اور اللہ تعالیٰ کی شرط مؤکد ہے۔ ۲۱۵
تاکید مفید شرط و جزاء کے درمیان فاصل نہیں ہوتی۔ ۲۱۹
جس تعلیق میں ملک یا اضافت الی الملک نہ پائی جائے وہ باطل ہے۔ ۲۳۱
طلاق رجعی کا تعلیق کے سبب بائن ہو جانا باطل قطعی ہے۔ ۲۳۳
کلمۂ "او" تخییر اور "و" شرکت کے لئے ہے۔ ۲۳۵
باطل پر کچھ اثر مرتب نہیں ہو سکتا۔ ۲۴۵
تحققِ شرط تحققِ جزاء کو مستلزم ہے۔ ۲۴۷
تعلیق بالرضاء میں علم برضا درکار نہیں۔ ۲۴۸
اذن بغیر قول مسموع کے نہیں ہو سکتا۔ ۲۴۸
عدم رضائے سابق و لاحق دلیل عدم مقارن نہیں ہوسکتی ۲۴۹
جب تک سببِ کفارہ نہ پایا جائے کفارہ لازم نہیں ہوتا ۲۸۷
عدمِ علم، علمِ عدم نہیں۔ ۳۰۰
الاجازۃ لا تلحق المفسوخ۔ ۳۰۷
نکاح متحقق نہ ہو تو نہ طلاق ہے نہ عدت۔ ۳۰۷
اگر اباحت بوجہ ضرورت ہو تو جب ضرورت نہ رہے اباحت بھی نہیں رہتی۔ ۳۲۸
اصل اشیاء میں اباحت ہے لیکن فروج میں اصل حرمت ہے۔ ۳۳۸
ہر وطی معقود علیہ ہے۔ ۴۱۷
تسلیم بعض موجب تسلیم باقی نہیں۔ ۴۱۷
اسقاط کے لئے پہلے ثبوت درکار ہے جو شئی ہنوز ثابت ہی نہیں ساقط کیا ہو گی۔ ۴۱۸
جس اسقاط کی قسم نہیں کھائی جا سکتی اسکی تعلیق صحیح نہیں ۴۱۸
عورت کا نفقہ جزاء احتباس ہے۔ ۴۳۷
اللہ تعالیٰ کی شرط احق ہے۔ ۴۳۷
کتاب اللہ کے خلاف شرط معتبر نہیں اگر سو بار ہو۔ ۴۳۷
اسقاط شئ قبل از وجوب جائز نہیں۔ ۴۳۹
جس معصیت میں حد نہیں اس میں تعزیر ہے۔ ۴۴۸
شرع مطہر اللہ تعالیٰ اور رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ ۴۷۴
صدہا مسائل ایسے ہیں جن کا ماخذ عرف پر احکامِ ایمان کی بناء ہے۔ ۴۹۷
جملہ مستقلہ بغیر حرفِ عطف کے ماقبل سے متعلق نہیں ہوتا ۵۰۶
فصل اجنبی عمل حلف کو باطل کر دیتا ہے۔ ۵۰۶

marfat.com

قسم میں کلما کا لفظ ہمیشگی کے لئے ہوتا ہے۔ ۵۱۸
نفی پر نفی مفید اثبات ہوتی ہے۔ ۵۱۸
فعل اختیار کے بغیر متحقق نہیں ہوتا۔ ۵۲۱
عدمی چیز اختیار کے بغیر بھی متحقق ہوجاتی ہے۔ ۵۲۱
حاضر میں وصف کا ذکر لغو ہوتا ہے۔ ۵۲۲
قسمیں الفاظ پر مبنی ہوتی ہیں اغراض پر مبنی نہیں ہوتیں۔ ۵۲۲
قسم کا سبب اور داعی ختم ہو جانے کے باوجود قسم باقی رہتی ہے اس کے زوال سے قسم باطل نہیں ہوتی۔ ۵۲۶
جب قسم کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو تو طرفین کے نزدیک اس شرط کا متصور ہونا ضروری ہے۔ ۵۳۱
قسم گواہوں کا خلیفہ بنتی ہے تو جب اصل ہوجائے تو خلیفہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ ۵۳۹
اگر مدعی کے گواہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی۔ ۵۳۹
مقصود کا ملتفی ہونا اور اس کا قصد نہ کرنا دو مختلف چیزیں ہیں۔ ۵۴۷
کوئی اختیاری فعل قصد و ارادہ کے بغیر ممکن نہیں۔ ۵۵۰
مقصود کے انتفاء سے علی الاطلاق اور علی العموم قسم کا باطل ہونا غلط ہے۔ ۵۵۰
جب تک جرم باقی ہو استحقاقِ انتقام باقی رہتا ہے۔ ۵۵۳
صلح قسم کو ختم نہیں کرتی۔ ۵۵۷
شک یقین کو زائل نہیں کرسکتا۔ ۵۵۹
الفاظ قسم میں عموم و اطلاق ہو تو عموم ہی یقینی ہے
نیتِ تخصیص قضاءً معتبر نہ ہوگی۔ ۵۶۰
دلالتِ حال عموم میں تخصیص نہیں کرسکتی۔ ۵۶۰
اس بات کی چند مثالیں کہ محض احتمال کی صورت میں دلالتِ حال معتبر نہیں۔ ۵۶۱
قسم میں کسی خاص وصف غیر مذکور کی نیت معتبر نہیں ۵۶۵
صفتِ قیام ترکِ کلام کی داعی نہیں۔ ۵۶۵
حاضر میں وصفِ لغو ہے۔ ۵۶۵
کوئی شئ مقارنات کے ساتھ متنوع و منقسم نہیں ہوتی۔ ۵۷۰
تعیینِ مکان نذر میں نامعتبر ہے۔ ۵۸۳
ذکر نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی ولی کو ایصالِ ثواب کے لئے اجتماع، نذر و صدقہ کے منافی نہیں۔ ۵۹۶
الکتاب کالخطاب۔ ۶۱۸
مامور بشیئین سے اگر ایک فوت ہوجائے تو دوسری ساقط نہیں ہوتی۔ ۶۴۰
احد المعصیتین کا ارتکاب دوسری معصیت کو مباح نہیں کرتا۔ ۶۴۰

فوائد فقہیہ

تعلیق کو اصطلاحاتِ شرع میں یمین اور حلف کہا گیا ہے۔ ۱۰۲

marfat.com

تحریم حلال یمین ہے۔ ۱۰۲

طلاق صریح عدت کے اندر صریح کو بھی لاحق ہوجاتی ہے اور بائن کو۔ ۱۰۶

طلاق صریح یہ ہے کہ محتاج نیت نہ ہو، چاہے بائن ہو یا رجعی۔ ۱۰۶

یمین مضاف میں طلاق اگر متفرق معلق کیا ہے تو بے حلالہ دوبارہ شادی ہوسکے گی۔ ۱۱۴

حالات تین ہیں، رضا، غضب اور مذاکرۂ طلاق۔ ۱۱۹

لفظ "کنایہ" میں شوہر عدمِ نیت طلاق کی قسم کھائے تو اس کی بات مان لی جائے گی، نہ قاضی اس صورت میں حکم طلاق دے سکتا ہے اور نہ ہی عورت اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ سکتی ہے۔ ۱۱۹

کنایہ کی صورت میں عدم نیت طلاق کی قسم شوہر سے عورت گھر میں بھی لے سکتی ہے۔ ۱۱۹

ترک اضافت ہمیشہ مانع حکم طلاق ہے جبکہ شوہر بحلف انکار نیت کرے۔ ۱۲۰

مطلقاً تعلیق سے طلاق بائن واقع نہیں ہوتی۔ ۱۴۱

یمین فور سے متعلقہ مسائل۔ ۱۴۸

دائن سے مدیون نے حلف لیا کہ تیرے بے اذن باہر نہ جاؤں گا، یہ حلف بقاءِ دین تک رہے گا، بعد ادا یا ابراء اذن کی حاجت نہیں۔ ۱۵۰

طلاق مغلظہ سے عورت حرام ابدی نہیں ہوتی البتہ بے حلالہ شوہر اوّل کے نکاح میں آنے کے قابل نہیں رہتی۔ ۱۵۳

جب طلاق نہ ہوئی تو رجوع کیسا۔ ۱۶۷

یہ کہنا کہ رجوع کر لینے سے پہلی طلاقیں باطل ہوجاتی ہیں گمراہ کلمات ہیں جن پر "لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم" ہی پڑھا جاسکتا ہے۔ ۱۶۸

انشاءِ تعلیق اور تعلیقِ انشاء میں فرق۔ ۱۷۱

طلاق باعتبار صدور مرد کی اور باعتبار وقوع عورت کی صفت ہے۔ ۱۷۱

یمین الفور کی تخصیص غصہ اور بے اعتدالی طبع سے کرنا دیوبندی اجتہاد ہے ورنہ کتب مذہب میں اس کا کوئی نشان نہیں۔ ۱۷۴

یہ جزئیہ کہ رجوع کے بعد طلاق کالعدم نہیں ہوتی۔ ۱۹۰

بطلانِ طلاق اور بطلانِ عمل میں فرق ہے۔ ۱۹۶

عرف میں طلاق مغلظہ تین طلاقوں کو ہی کہتے ہیں۔ ۲۱۲

شرط مجہول پر طلاق معلق کرنے سے طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی۔ ۲۱۳

ہر عاقد و حالف کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کیا جائے گا۔ ۲۱۴

بیوی کو کہا انت طالق ان شاء اللہ تو کن صورتوں میں استثناء صحیح اور کن میں غیر صحیح ہوگا۔ ۲۱۹

شرط کابین نامہ قبل از نکاح تحریر ہو اور اس میں نکاح کی طرف اضافت نہ ہو تو وہ شرط محض فضول و باطل ہے۔ ۲۳۱

عورت کے ارادہ، رضا اور خواہش پر طلاق کو

marfat.com

معلق کرنا تملیک مع التعلیق ہے اور یہ تملیک مجلس تک محدود رہے گی۔ ۲۳۲

اسبابِ غضب ہزاروں ہیں لہٰذا کسی ایک سبب پر انحصار درست نہیں۔ ۲۴۹

زنِ نامدخولہ تین طلاق دفعی کی محل ہے۔ ۲۵۱

طلاق بائن طلاق بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔ ۲۷۱

"سمجھتا ہُوں" کا لفظ بابِ ظہار میں تحقیق کے لئے ہے اور بابِ طلاق میں عدمِ تحقق کے لئے۔ ۲۸۵

عورت شیر خوار شوہر پچیس سالہ ایک تنہا مکان میں یکجائی ہُوئی تو خلوتِ صحیح نہ ہُوئی۔ ۲۹۸

جو طلاق بطور خلع واقع ہو بائنہ ہوتی ہے۔ ۳۱۱

خلوت کے معنیٰ یہ ہیں کہ مرد وعورت تنہا ایک مکان میں تھوڑی دیر کے لئے اکٹھے ہوں جہاں مباشرت سے کوئی مانع نہ ہو اگرچہ مباشرت واقع نہ ہو۔ ۳۵۹

فقہ میں عام عادت پر حکم دیا جاتا ہے، عادت یہی ہے کہ دو سال سے زائد حمل شکمِ مادر میں نہیں رہتا، نادرًا اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ ۳۶۸

حمل کی کم سے کم مدت اور زائد سے زائد مدت کا بیان۔ ۳۷۹

حقِ حضانت میں نانا اکتالیسویں درجہ میں ہے۔ ۳۹۰

تزوجِ عصبات کے حقِ حضانت کے مسقطات میں سے نہیں۔ ۳۹۰

نفقہ وارثوں پر بقدر ارث لازم ہوتا ہے۔ ۳۹۳

مطلقہ کا نفقہ عدت کے بعد شوہر پر واجب نہیں۔ ۴۱۵

نفقہ عدت کے تابع ہے۔ ۴۱۵

نفقۂ زوجہ جزائے احتباس ہے۔ ۴۳۵

نفقۂ اقارب میں منفق کی دو قسمیں ہیں: قادر و عاجز، اور نفقۂ زن میں تین قسمیں ہیں: غنی، فقیر، متوسط۔ ۴۷۱

غنی، فقیر اور متوسط کی اغذیہ کا بیان۔ ۴۷۱

عورت کا شوہر سے طلاق مانگنا خُلع نہیں ہے۔ ۴۸۳

ناگواری کے ساتھ کسی کے خاموش رہنے کو اجازت نہیں سمجھا جائے گا۔ ۴۸۳

کفارہ اس لئے مقرر ہُوا کہ اگر احیانًا حنث واقع ہو تو یہ اس کا مصلح ہو سکے نہ کہ یہ کفارہ پر تکیہ کر کے جھُوٹی قسم کھائے۔ ۴۹۹

گھر میں چھوڑنے کا معنیٰ ترک وتخلیہ ہے جو دو وجہ سے منتفی ہو سکتا ہے یا منع بالفعل یا نہی بالقول۔ ۵۱۲

اپنے ذاتی گھر میں کُلی اختیار کا حاصل ہونا اغلب ہے۔ ۵۱۷

نہ چھوڑنے کے لئے کم از کم زبان سے روکنا ضروری ہے۔ ۵۱۷

تخصیص حال کی ایک صورت۔ ۵۲۲

آقا نے غلام، بادشاہ نے رعایا یا خاوند نے بیوی کو قسم دی یا خود قسم کھائی کہ تُو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے تو یہ قسم بقاءِ ملک، بقاءِ مُلک اور بقاءِ زوجیت کے ساتھ مقیّد ہوگی۔ ۵۲۸

قسموں کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے۔ ۵۳۲

اجازت صرف عاقل سے متصوّر ہوتی ہے۔ ۵۳۲

قسم اختیاری فعل ہے۔ ۵۵۰

marfat.com

بیک وقت تین طلاقیں دینا کیوں گناہ قرار دیا گیا۔ ۵۶۲

حلالہ میں صرف نکاح پر اکتفاء نہ کرنے اور مجامعت کو شرعاً لازم قرار دینے کی حکمت۔ ۵۶۲

کلام، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے اس کی قسم شرعی ہے۔ ۵۷۴

یمین تحریم حلال ہی ہے۔ ۵۷۹

نذر غیر شرعی و نذر شرعی کی تنقیحِ تام۔ ۵۹۱

مالِ زکوٰۃ اور خاص نذر کا حکم ایک ہی ہے۔ ۵۹۶

غیر خدا کے لئے نذر فقہی کی ممانعت ہے۔ ۵۹۸

اولیائے کرام کے لئے ان کی حیاتِ ظاہری خواہ باطنی میں جو نذریں کہی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں۔ ۵۹۸

شراب نوشی پر حد ہے، پیشاب نوشی پر کیوں نہیں۔ ۶۲۵

اجنبیہ سے زناء پر حد ہے محارم سے نکاح پر کیوں نہیں۔ ۶۲۵

افتاء ورسم المفتی

روایات شاذہ ساقطہ پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔ ۱۱۳

جنھوں نے بے علم فتویٰ دیا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ۱۲۴

جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ ۱۲۵

لفظِ جواب طلاق کے واسطے موضوع نہیں یہ ایک ہندی کلمہ ہے جو چند معنوں میں استعمال ہوتا ہے لہٰذا اس سے خاص کر طلاق بائن کا مفہوم سمجھنا دلیلِ نافہمی ہے۔ ۱۳۳

حکم شرعی کے معلوم ہونے پر سوال کی صورت کو تبدیل کرنا مکر و فریب ہے۔ ۱۷۰

مفتی کو یصدق دیانۃً نہیں کہنا چاہئے بلکہ ادب یہ ہے کہ لایصدق قضاءً کہے۔ ۲۰۷

حتی الامکان عاقل بالغ کے کلام کو مہمل نہ چھوڑا جائے ۲۷۵

قول ضعیف پر فتویٰ دینا جہل و مخالفِ اجماع ہے۔ ۳۳۸

شریعت کو فروج میں سخت احتیاط ملحوظ ہے۔ ۳۳۸

چار برس کے بعد بطور خود زوجہ مفقود کا نکاح کرنا کسی امام کا مذہب نہیں ہے۔ ۳۴۴

جرمانہ کے ساتھ تعزیر یہ کہ مجرم کا کچھ مال خطاء کے عوض لے لیا جائے، منسوخ ہے۔ ۵۰۵

منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ ۵۰۵

فقہی احکام کا دار ومدار غالب امور پر ہوتا ہے۔ ۵۱۷

دیانت میں صفتِ داعیہ وغیر داعیہ دونوں یکساں ہیں اس لئے نیتِ تخصیص ضروری ہے۔ ۵۲۳

وصف کو ذکر کئے بغیر نیت تو دیانۃً بھی معتبر نہیں چہ جائیکہ قضاءً۔ ۵۲۳

کسی شخص نے کہا اگر میں باہر جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے، اور باہر جانے سے سفر کی نیت کی تو دیانۃً اس کی تصدیق کی جائے گی اور کسی خاص مکان مثلاً بغداد کی طرف خروج کی نیت کرے تو صحیح نہیں۔ ۵۲۳

marfat.com

اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وُہ عورت نہیں کرے گا اور نیت کرے ہاشمی، عربی یا ترکی یا کوئی خاص نسب والی کی تو یہ نیت دیانۃً معتبر ہوگی قضاءً نہیں۔ ۵۶۵

ہر عاقد، حالف، ناذر اور واقف کے کلام کو اسی معنیٰ پر محمول کیا جائے گا جو متعارف ہے۔ ۵۹۱

اسماءُ الرّجال

زاہدی قابلِ اعتماد راوی نہیں۔ ۱۱۳

زاہدی معتزلی ہے اور ہر رطب و یابس کو جمع کرنے میں معروف، غیر ثقہ و غیر معتمد ہے۔ ۶۴۲

تاریخ و تذکرہ

یمین فور کا استنباط امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ۱۴۸

محققین نے عمدۃ المدققین علّامہ سیّد میر زاہد کی بعض مشہور تدقیقات کا کثیر وجوہ سے رَد کیا ہے۔ ۱۷۶

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ارشاد پر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حیض میں دی ہُوئی طلاق سے رجوع کرلیا مگر اس کے باوجود وُہ طلاق شمار ہُوئی۔ ۱۹۰

مصنفِ "بہشتی زیور" کی علمائے حرمین شریفین نے نام لے کر تکفیر کی ہے۔ ۳۶۶

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ایک بچّے کی ولادت کا واقعہ جس کے اگلے چاروں دانت ماں کے پیٹ میں ہی نکل چکے تھے۔ ۱۶۸

امام ضحاک کی ولادت کا ذکر اور ان کے نام کی توجیہ۔ ۳۷۰

امام محدّث عبدالعزیز ماجشونی چار برس حمل میں رہے۔ ۳۷۰

بنی ماجشون کی عورتوں کی یہ عادت مشہور ہے کہ بچّہ ان کے پیٹ میں چار برس رہتا ہے۔ ۳۷۰

سیّدنا حضرت ایوب علیہ السلام کے قسم کھانے کا واقعہ۔ ۵۲۶

ایک شخص کا قصہ جس نے حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر شخص کو پائے تو قتل کردے؟ ۵۶۲

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا عجیب فیصلہ۔ ۵۷۶

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نذریں قبول فرماتے اور خود بھی تناول فرماتے۔ ۶۰۰

غوث اعظم کی فیاضی اور غریب نوازی کا ایک واقعہ۔ ۶۰۱

marfat.com

ایک دہقانی کا انوکھا واقعہ۔ ۶۰۳
عرب میں کنیت تعظیم ہے۔ ۶۵۵
امام ابو یوسف امام محمد کے استاذ اور امام اعظم کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالٰے عنہم۔ ۶۵۵

فضائل و مناقب

الفقہا کلھم عیال لابی حنیفۃ۔ ۱۴۸
امام اعظم ابوحنیفہ اقسام یمین کے اتمام کے استنباط میں متفرد ہیں۔ ۱۸۳
ماءِ واحد سے تخلق حضرت عیسٰے علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے۔ ۳۵۲
شرع مطہرہ میں نسب باپ کی طرف سے لیا جاتا ہے صرف امام حسن و حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما اس حکم عام سے مستثنٰی ہیں۔ ۳۶۱
امام ضحاک مفسر و محدث ہیں۔ ۳۷۰
حضرت مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی کا ذکرِ خیر۔ ۴۰۶
جو اللہ تعالٰے کے لئے صبر کرتا ہے اللہ تعالٰی اس کی مشکل کھول دیتا ہے۔ ۴۷۴
مسجد خیر الاماکن ہے۔ ۴۸۷
امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ جن وانس کے مفتی ہیں۔ ۵۶۴
امام اجل ابو الحسن نور الملۃ والدین علی بن یوسف بن جریر شطنوفی بے نظیر امام ہیں۔ ۵۹۹
شمس الدین ذہبی فنِ رجال کے امام ہیں۔ ۵۹۹
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کی کھڑاؤں کا کمال۔ ۶۰۰
سرکار غوثِ اعظم کی یاد سے نجات ملتی ہے۔ ۶۰۰
شیخ بقاء بن بطو رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے فضائل۔ ۶۰۱
شیخ منصور بطائحی علیہ الرحمۃ کی عظمت۔ ۶۰۱
شیخ علی بن ہیتی علیہ الرحمۃ کا مقام۔ ۶۰۲
ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اکابر اولیاء عراق سے ہیں۔ ۶۰۲
اولیاء اللہ شیروں پر حکومت کرتے ہیں۔ ۶۰۴
علماء دین کی شان ارفع واعلٰی ہے۔ ۶۴۵
شانِ علماء میں گستاخی کرنے والا منافق ہے اور لائقِ تعزیر ہے۔ ۶۴۵
حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تمام صفاتِ کریمہ بایں معنٰی خصائصِ حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے مماثل و شریک نہیں۔ ۶۵۵

بیوع

بیع بالعشرۃ دو نوع پر ہے، ایک بیع بعشرۃ مفردۃ اور دوسری بیع بعشرۃ مقرونہ۔ ۱۴۵

اجارہ

مکان کرایہ کا ہو تو دورانِ عدت اس میں رہنے کا کرایہ خاوند پر لازم ہے۔ ۳۱۱
وفات پانے والی عورت نے بچہ چھوڑا، اہلِ حضانت

marfat.com

یں صرف ماں کی پھوپھی موجود ہے تو بچہ اسی کی
پرورش میں دیں گے، اُجرت لینی چاہے تو باپ
سے دلادیں گے۔ ۳۹۸

طاعت پر اجارہ باطل ہے۔ ۵۹۵

متأخرین نے امامت، اذان اور تعلیمِ قرآن پر
اُجرت کو جائز قرار دیا ہے۔ ۵۹۵

کفالہ

کفالہ بشرط براءۃ اصیل حوالہ ہے۔ ۴۳۹

پدرِ زن وجوبِ نفقہ سے پہلے اس کو اپنے ذمّہ
بطور حوالہ بھی نہیں لے سکتا، ہاں بطور کفالہ ہو
تو صحیح ہے۔ ۴۴۳

والد کا متکفل نفقہ پسر و زن پسر ہونا ہمارے
بلاد میں معمول ہے۔ ۴۵۵

عورت نشوز چھوڑ دے تو اب کفیل سے مطالبہ
کرسکتی ہے جبکہ کفالت موقت نہ ہو۔ ۴۶۰

حوالہ

حوالہ نقل دین ہے۔ ۴۳۹

جہاں دین معدوم ہو وہاں حوالہ متحقق نہیں
ہوسکتا۔ ۴۴۰

جہالت مال کی صورت میں حوالہ صحیح نہیں ہوتا۔ ۴۴۰

قرض

عورت نے اپنے نفقہ کے لئے باہمی تراضی یا قضاءِ
قاضی کے بغیر جو قرضہ لیا اس کی ذمّہ دار وہ خود
ہے اور تراضی یا تقریر قاضی کے بعد اگر اپنے مال
سے بھی خرچ کرے تو اس کو شوہر سے وصول
کرسکتی ہے۔ ۴۲۲

اسقاط دین پیش از وجوب معنی ندارد۔ ۴۳۹

حاکم نے قرض لے کر بچہ پر صرف کرنے کا حکم
دیا ہو تو اس کا مطالبہ باپ پر ہے۔ ۴۶۲

ہبہ

ہبہ میں تعلیق باطل ہے۔ ۲۰۲

لڑکی کسی کو ہبہ کر دی شرعاً اس کی نہ ہوئی نہ اُس
کے پاس رہ سکتی ہے نہ اس کے نکاح کی ولایت
اس کو حاصل ہے، اس پر جو خرچ کیا تبرع ہوا۔ ۴۱۲

رہنے کو مکان دینا مالک کر دینا نہیں جب تک
ولایتِ تملیک ثابت نہ ہو اور اس کے ساتھ
اپنے اسباب وغیرہا سے خالی کر کے قبضہ دلا دینا
ضرور ہے۔ ۴۸۱

ضمان

عورت کی نافرمانی کی وجہ سے شوہر نے کام کے لئے
نوکر رکھے اس کا تاوان عورت پر نہیں ہے۔ ۴۸۳

عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے اعزّہ
کی شادی وغیرہ میں جو خرچ کیا وہ شوہر وصول
کرسکتا ہے۔ ۴۸۳

نماز نہ پڑھنے پر کسی کو مار پیٹ کی، اس کی گھڑی

marfat.com

ٹوٹ گئی تو قیمت دینی ہوگی۔ ٦۴٦

اقرار

شوہر نے بعد نکاح اقرار نامہ لکھا، اگر مہر النساء کی رضا و رغبت کے بغیر دوسری شادی کروں تو دوسری کو طلاق، تو عدم رضا کا ثبوت اقرارِ زوجہ سے ہوگا بے اس کے طلاق واقع نہ ہوگی۔ ٢۴٧

جس شرط کا علم عورت کے ہی بتانے سے ہو اُس میں اسی کے قول کا اعتبار ہے۔ ٢٥٣

جس نے حمل کے لئے اقرار کیا کہ میرے زنا سے ہے وہ مستحق سزا ہے۔ ٣١٦

شوہر کے مرنے کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہُوا اور عورت عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کر چکی ہو تو لڑکا صحیح النسب ہوگا اور اقرار کر چکی ہو تو مجہول النسب ہوگا۔ ٣١٦

عورت انقضائے عدت کی دعویدار ہے تو اُس کا قول بقسم معتبر ہوگا۔ ٣٢١

منکوحہ کی ماں سے زنا کا اقرار کرتے ہی نکاح فاسد ہوجاتا ہے اگرچہ کہے کہ میں نے جھوٹا اقرار کیا۔ ۴٥٧

حجر

عورت کے لئے حدِ صغر ۹ سال ہے اس سے کم عمر میں جوانی ہرگز نہیں ہوتی۔ ٢٩۴

عورت کے لئے آثار بلوغ کیا ہیں۔ ٢٩۴

آثارِ بلوغ پائے تو بالغہ ورنہ پندرہ سال کامل کی عمر پر جوانی کا حکم کردیں گے۔ ٢٩۴

دعویٰ

نان و نفقہ نہ ملنے کے بارے میں عورت محتاجِ گواہان نہیں بلکہ اس کا بیان حلفی کافی ہے۔ ٢٢٠

اگر میاں بیوی وجودِ شرط میں اختلاف کریں تو شوہر کا قول قسم کے بعد معتبر ہوگا۔ ٢٢١

مظاہر کفارہ نہ دے تو عورت اس پہ دعویٰ کرسکتی ہے کہ یا تو کفارہ دے کر جماع کرے یا طلاق دے۔ ٢٨٣

ناکتخدا عورت خواب میں ہمبستری سے حمل ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا یہ قول مکروہ قرار دیا جائے گا اور ہرگز تسلیم نہ کیا جائے گا۔ ٣٥٢

جن سے نکاح کا دعویٰ کرے، تو دعویٰ غلط ہوگا۔ ٣٥٢

معلقہ عورت حاکم عدالت سے فریاد کرکے طلاق لے سکتی ہے یا نہیں۔ ۴۴٦

نکاح کے بعد ایک دفعہ صحبت کرنا حقِ زن ہے" اگر شوہر حق ادا نہ کرے تو عورت قاضی کے یہاں دعوئ تفریق کرسکتی ہے۔ ۴۴٦

وعدہ کی بناء پر دعویٰ نہیں ہوسکتا۔ ۴٨١

مدعی کا قول مسموع نہیں۔ ٦١۴

شہادت

مدعا علیہ کو شہادت پیش کرنے کا ذمہ دار ٹھہرانا

marfat.com

جہالت کا واضح نمونہ ہے۔ ۱۲۳

شروط میں نفی پر بینہ مسموع ہیں۔ ۲۲۱

عدمِ اذن محلِ شرط میں گواہوں سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ ۲۴۹

عدمِ رضاء ورغبت کا ثبوت شہادت سے نہیں ہو سکتا۔ ۲۴۹

شہادت علی النفی مقبول نہیں۔ ۳۵۰

نکاح میں ایک گواہ معاینہ اور ایک اقرار بیان کرے تو یہ اختلاف شرعًا موجب ردِّ شہادت ہے۔ ۳۵۶

قسم کھا کر وعدہ خلافی کرنے والوں کو نہ حکم بنایا جائے اور نہ ہی اُن کی گواہی سُنی جائے۔ ۵۷۹

کافر کی گواہی قبول نہیں۔ ۶۱۴

اثباتِ زناء کے لئے کیسے گواہ درکار ہیں۔ ۶۱۵

زنا کی شہادت کے الفاظ کا بیان۔ ۶۱۵

بیہودہ بے معنی اور بے اصل گواہوں سے زناء قیامت تک ثابت نہیں ہو سکتا۔ ۶۲۲

شہادت سے زناء کے ثبوت کے لئے شرائط کا بیان۔ ۶۲۳

اگر شہادتِ زناء کی شرائط پُوری نہ ہوں تو خود گواہی دینے والوں پر حدِ قذف جاری ہوگی۔ ۶۲۳

ایک گواہ نے زناء کی عینی شہادت دی کہ کالمیل فی المکحلہ دیکھا، دُوسرے نے ننگے لیٹے ہُوئے ہونے کی، نہ زناء ثابت ہوگا نہ حد جاری ہوگی۔ ۶۲۳

زنا کی شہادت میں وقت کا اختلاف ہُوا شہادت مردود ہوگی۔ ۶۲۳

عورتیں زناء کے بارے میں گواہ ہو ہی نہیں سکتیں۔ ۶۲۳

سُنی سنائی گواہی تو دو کوڑی کے مال میں بھی مقبول نہیں چہ جائیکہ زنا جیسا اہم معاملہ ہو۔ ۶۲۳

باہر سے سُن کر زناء کی گواہی دینی نامقبول ہوگی۔ ۶۲۳

قضاء

عورت کو خود اپنے معاملے میں بایں معنی قاضی بتانا کہ اس کا حکم مثل حاکم شرع نافذ ہے صریح جہالت ہے۔ ۱۲۳

جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وُہ ظالم ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ کافر ہیں۔ ۱۲۴

خلوت میں عورت نے مہر معاف کیا پھر انکاری ہو کر خدا نا ترسی کرتے ہوئے قاضی کے پاس شوہر پر دعوٰی کر دیا تو قاضی ذمہ شوہر پر مہر کو ثابت قرار دے گا، معاملہ باطنی قاضی حقیقی عالم الغیب و الشہادۃ کے سپرد ہے۔ ۲۴۲

قاضی ظاہر پر فیصلہ کرے گا۔ ۲۴۲

شوہر جماع نہ کرے نہ طلاق دے تو قاضی شوہر کو ان دو باتوں میں سے ایک پر مجبور کرے گا اگر نہ مانے قید کرے گا پھر نہ مانے تو مار کی سزا دیگا۔ ۲۴۸

عدم ادائے نفقہ کی صورت میں قاضی جبر نہ کریگا۔ ۲۴۹

شافعی قاضی کا بسبب عجزِ نفقہ تفریق کا حکم احناف کے نزدیک بھی نافذ نہ ہوگا۔ ۲۵۰

قاضی حنفی اپنے مسلک کے خلاف حکم نہیں کر سکتا

marfat.com

اگر کرے گا تو نافذ نہ ہوگا۔ ۴۷۶
شوہر نان ونفقہ سے عاجز ہو تو کیا قاضی کو زوجین میں تفریق کا حق ہے۔ ۴۸۰
شوہر نفقہ نہ ادا کرے تو قاضی اس کو مجبور کرے گا یا نفقہ دے یا طلاق دے۔ ۴۸۰
منزّل من اللہ کے خلاف فیصلہ کرنے والے ظالم ہیں۔ ۶۱۸

عقائد و کلام

بندہ تغییر حکم شرع کی قدرت نہیں رکھتا۔ ۱۳۷
حرام قطعی کو حلال کہنا فقہی حکم کے مطابق قطعی کفر ہے۔ ۱۹۷
طلاق مغلظہ کے بعد عورت کو شوہر کے لئے حلال قرار دینے والے مفتیوں کی بیویاں اُن پر حرام ہوگئیں اُن پر تجدیدِ اسلام اور تجدیدِ نکاح لازم ہے۔ ۱۹۷
بہت سے احکامِ الٰہی تعبدی ہیں اور جو معقول المعنی ہیں ان کی حکمتیں بھی من و تُو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ ۲۹۷
احکامِ الٰہیہ میں چُون وچرا اور بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے۔ ۲۹۷
عام روافض زمانہ کافر و مرتد ہیں۔ ۳۱۵
جو اللہ پر بھروسا کرے اللہ اس کو مخلوق سے بے پروا کرتا ہے۔ ۳۳۹
اللہ و رسول سے زنا کی اجازت مانگنی کفر ہے۔ ۴۷۴
رزق اللہ پر ہے شوہر رازق نہیں۔ ۴۷۴
جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔ ۴۷۴
جو اللہ پر بھروسا کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔ ۴۷۵
جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان کردے گا۔ ۴۷۵
اللہ سچّا ہے اور اس کے وعدے سچّے ہیں، شیطان جھُوٹا ہے اور اس کے ڈراوے جھُوٹے ہیں۔ ۴۷۵
شراب پینا گناہِ کبیرہ اور اس کو حلال جاننا کفر ہے۔ ۴۸۶
اسلام کا احتمال بعید ہوتے ہُوئے بھی کسی پر کفر کا حکم نہیں لگانا چاہئے۔ ۴۸۸
شوہر کے کسی قول یا فعل سے جب تک کُفر ثابت نہ ہو جائے عورت کے نکاح سے نکلنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ ۴۸۸
اُس شخص کا حکم جو یہ کہے کہ نہ میں مسجد میں آتا ہُوں نہ اس کی تعمیر میں کوئی درہم دیتا ہُوں میرا مسجد میں کیا کام ہے۔ ۴۸۸
مرنے کے بعد جو حیات ملتی ہے وُہ دُنیوی حیات کا غیر ہے۔ ۵۳۲
حیات ایک ایسا عارضہ ہے جس کو لعینہا واپس لانا ممکن نہیں۔ ۵۳۲
رُوح اور حیات ایک دُوسرے کے مغایر ہیں۔ ۵۳۲
اہلسنّت کے نزدیک توبہ کو قبول کرنا واجب اصلی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہوتا۔ ۵۵۴
ماتریدیہ کے نزدیک مطیع کو سزا دینا محال عقلی ہے۔ ۵۵۴

marfat.com

معتزلہ کے نزدیک توبہ کو قبول کرنا اللہ تعالےٰ پر واجب ہے۔ ۵۵۴

توبہ کو قبول کرنا محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ ۵۵۴

ابقا جو کہ حیّ وقیّوم کا فعل ہے محققین کے نزدیک وجودی ہے۔ ۵۶۷

امام الحرمین، امام رازی اور قاضی ابوبکر باقلانی کے مذہب پر بقاء عین وجود ہے نہ کہ وجود پر امر زائد، لہذا ابقاء بمعنی ایجاد ہوگا۔ ۵۶۷

ائمۂ کشف وشہود کے مذہب پر بقاء جواہر سمیت ہر چیز کے امثال کے تجدّد کا نام ہے لہذا اس مذہب پر ابقاء ہر لمحہ امثال کے ایجاد کا نام ہے۔ ۵۶۷

خالق وباری کی طرح صفتِ قیوم کا اطلاق بھی غیر اللہ پر جائز نہیں بلکہ اس پر علماء نے تکفیر کی ہے۔ ۵۶۷

ایسی چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا جو اس کے شایانِ شان نہ ہو یا جہالت، نقص اور عجز کی نسبت اس کی طرف کرنا یا صفات مختصہ باللہ کا اطلاق غیر اللہ پر کرنا کفر ہے۔ ۵۶۷

جو ابقاء بشر کی طرف سے ہو وہ ترکِ ازالہ کا نام ہے (نہ کہ ایجاد کا)۔ ۵۶۸

جو ابقاء بشر کی صفت ہے وُہ عدمِ فعل ہے نہ کہ فعل۔ ۵۶۸

اس شبہہ کا ازالہ کہ کبھی انسانی ابقاء فعل سے بھی حاصل ہوجاتا ہے جیسے زید کو گھر میں لاکر زنجیر سے باندھنا، تو یہ زید کو گھر میں باقی رکھنا ہے حالانکہ باندھنا فعل ہے۔ ۵۶۸

کسی کو باندھنا خود ابقاء نہیں بلکہ مستلزم ابقاء ہے۔ ۵۶۸

صفاتِ الٰہیہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔ ۵۷۴

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو بھوت خانہ کالی گھر کی مثل کہنا گستاخی وتوہین وکلمۂ کفر ہے۔ ۵۸۳

نذر والے کی نیت اگر یہ ہو کہ منت ماننے سے مقدر بدل جائے گا اور تقدیر کا نوشتہ پلٹ جائے گا، تو یہ اعتقاد فاسد ہے اور ایسی نذر سے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ۵۸۷

اولیاءِ کرام کے علومِ غیبیہ۔ ۶۰۳

اولیاء اللہ جانوروں کی گفتگو سمجھتے ہیں۔ ۶۰۳

اولیاء اللہ کے تصرفات وعلوم غیبیہ۔ ۶۰۴

ولیوں کے قدموں پر گرنا اور قدمبوسی کرنا۔ ۶۰۴

اللہ تعالیٰ اولیاء سے کوئی چیز مخفی نہیں رکھتا۔ ۶۰۵

دلی خطرہ پر ولی کی نظر۔ ۶۰۵

مجموعہ خطب مؤلفہ مولوی عبدالحی کے وہ اشعار جو استفتاء میں مذکور ہیں موافق اہلسنّت نہیں ہیں۔ ۶۰۸

زنا مسلمہ اور کافرہ سب کے ساتھ حرام ہے، زنا بکافرہ کو جو حلال قرار دے تو کفر ہے۔ ۶۲۴

کتوں اور سوروں کو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کہنا سخت وشنیع جملہ ہے، توبہ اور تجدیدِ اسلام کرے۔ ۶۴۷

کافروں کا نسب حضرت آدم علیہ السلام سے

marfat.com

منتقطع ہے۔ ٦٤٧

کفار کو کتے اور سور کہنے والے پر کوئی الزام نہیں
کیونکہ کافر تو کتوں اور سوروں سے بھی بدتر ہیں۔ ٦٤٧

حرام قطعی کا استحسان کفر ہے۔ ٦٤٨

عورت نے کہا خدا جانے آپ کو فلاں گھر سے کیوں
عشق ہے، مرد نے کہا "خدا جانے" اس پر
عورت نے کہا "کچھ بھی خدا جانے نہیں" یہ جملہ
کفر نہیں۔ ٦٤٩

علم الٰہی سے کسی شئی کی نفی اس علم سے نفی ہے
کہ واقع ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا۔ ٦٤٩

تین شخصوں کو ہلکا جاننے والا منافق ہے۔ ایک
وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، دوسرا عالم،
تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ ٦٥٠

مرتکب کبیرہ کے اسلام اور نکاح میں خلل
نہیں آتا۔ ٦٥١

عالم کے ساتھ سوء ادبی سے مستحق تعزیر ہے، ٦٥٣
یہ کہنا کہ خدا شرک کو بھی بخش دے گا یا یہ کہنا
"آیات و احادیث کچھ نہیں" صریح کفر ہے۔ ٦٥٤

حکم کفر کا اطلاق تارکِ صلوٰۃ پر حدیث شریف
میں ہے یہ مسئلہ فقہیہ نہیں کلامی ہے۔ ٦٥٤

حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نام سادہ اور
پیر کا آداب و القاب کے ساتھ سوء ادبی ہے،
اور پیر کی عظمت حضور سے زیادہ ہو تو کفر ہے۔ ٦٥٥

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض صفات کریمہ کا
اپنے مستفیضوں اور خادموں اور غلاموں پر پرتو
ڈال دیا جیسے علیم، حلیم اور بشیر و نذیر وغیرہ۔ ان
صفات کی تجلی جس میں متحقق ہو اس پر ان صفات
کے اطلاق میں حرج نہیں۔ ٦٥٦

سیر

نماز روزہ سے مضحکہ کرنے والا اسلام سے
خارج ہو جاتا ہے اور اس کی بیوی نکاح سے
نکل جاتی ہے۔ ٢٦٥

غیر مدخولہ کا شوہر اسلام سے خارج ہو جائے تو
وہ بلا عدت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے
عدت لازم نہیں۔ ٢٦٥

مرتد و مرتدہ کا نکاح کسی ملت و مذہب والے
سے نہیں ہو سکتا، نہ مومنین سے نہ کفار سے۔ ٣١٥

قیامِ حدود کے لئے اسلامی حکومت اور امام
درکار ہے۔ ٣١٦

جس شہر میں کوئی عالم دیندار ہو تو امورِ مسلمین
میں اسی کی رائے معتبر ہوگی اور چند علماء ہوں
تو اعلم علمائے بلد کو حق ہے۔ ٤٠٣

اگر غیر مسلم حکومت مسلمانوں کے مذہبی معاملات
میں آزادی کسی حد تک محدود کر دے تب بھی
جہاں تک آزادی ہے اس پر کاروائی لازم ہے۔ ٤٠٣

جس عورت نے مرتدہ ہونے کا ارادہ کیا وہ اسی
وقت مرتدہ ہو گئی۔ ٤٧٦

مقاماتِ مقدسہ کی تصویر چھانٹ کر گندگی میں ڈالنا
اگر وہابی عقائد کی بنیاد پر ہو کہ یہ سب بدعت ہے

marfat.com

تو جہل وگمراہی ہے اور ان مقامات کی تحقیر مقصود ہو تو کفر ہے۔ ۴۸۶
دیوتاؤں کی تصویریں تزئین کے لئے لگائے تو گناہِ کبیرہ اور تعظیم معبودانِ کفار مقصود ہو تو کفر ہے۔ ۴۸۷
عورت کو نماز و روزہ سے روکنا اور شراب پینے پر مجبور کرنا یونہی ہو تو گناہِ کبیرہ شدیدہ اور فرضیتِ صلوٰۃ یا حُرمتِ خمر کے انکار کے طور پر ہو تو کفر ہے۔ ۴۸۷
استخفافِ شرع کفر ہے۔ ۴۸۷

رَدِّ بد مذہباں

ایک دیوبندی مفتی کے غلط اور جہالاتِ صریحہ پر مشتمل فتویٰ کا زوردار اور مدلل رَدِّ بلیغ۔ ۱۱۷
دیوبندی مفتی کی جہالتوں میں سے پہلی جہالت کا بیان۔ ۱۲۲
دوسری جہالت کا بیان۔ ۱۲۳
تیسری جہالت کا بیان۔ ۱۲۳
چوتھی جہالت کا بیان۔ ۱۲۳
پانچویں جہالت کا بیان۔ ۱۲۴
چھٹی جہالت کا بیان۔ ۱۲۴
ساتویں جہالت کا بیان۔ ۱۲۵
دیوبندی مولوی وجیہ اللہ کے فتویٰ کا پچیس ۲۵ وجوہ سے رَدِّ بلیغ۔ ۱۶۹
دیوبندی فتویٰ کی پہلی خطاء۔ ۱۷۰
دوسری خطاء۔ ۱۷۱
تیسری خطاء۔ ۱۷۲
چوتھی خطاء۔ ۱۷۲
پانچویں خطاء۔ ۱۷۳
دیوبندی مفتی کی جہالت کہ شرح وقایہ کی عبارت کو نہ سمجھ سکا۔ ۱۷۳
چھٹی خطاء۔ ۱۷۳
ساتویں خطاء۔ ۱۷۴
آٹھویں خطاء۔ ۱۷۴
نویں خطاء۔ ۱۷۴
دسویں خطاء۔ ۱۷۵
گیارھویں خطاء۔ ۱۷۶
بارھویں خطاء۔ ۱۷۷
تیرھویں خطاء۔ ۱۷۷
چودھویں خطاء۔ ۱۷۷
پندرھویں خطاء۔ ۱۷۸
سولھویں خطاء۔ ۱۷۸
سترھویں خطاء۔ ۱۷۹
اٹھارھویں خطاء۔ ۱۸۰
انیسویں خطاء۔ ۱۸۱
بیسویں خطاء۔ ۱۸۲
اکیسویں خطاء۔ ۱۸۴
دیوبندی گمراہی کا جوش۔ ۱۸۴
دیوبندی تعلیم نے قرآن وحدیث اور ائمۂ قدیم و جدید کا اجماع پسِ پُشت ڈال دیا۔ ۱۸۴
دیوبندی مقصدِ شریعت کو پامال اور جاہلیت کے ظلم وستم کو دوبارہ زندہ کر رہے ہیں۔ ۱۸۹

marfat.com

بائیسویں خطاء۔ ١٩٠

دیوبندی تعلیم کی حدیث سے مخالفت۔ ١٩٢

تیئیسویں خطاء۔ ١٩٢

ہزارہا عبارات دیوبندی مفتی کی گمراہی کے بطلان پر شاہد ہیں۔ ١٩٢

دیوبندی تعلیم ائمۂ اُمّت کے مخالف ہے۔ ١٩٥

چوبیسویں خطاء۔ ١٩٥

دیوبندی مفتی کی انتہائی غباوت اور گمراہی۔ ١٩٥

نجدیت کی بدعقلی اور کج فہمی۔ ١٩٦

پچیسویں خطاء۔ ١٩٦

دیوبندی مجتہدین کی دین اور شریعت میں نئی بدعت۔ ١٩٧

وہابی گمراہ بے دین مسئلۂ طلاق ثلٰثہ میں خلاف کرتے اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہیں۔ ٢٠٧

دیوبندی حضرات دیوجہالت کے ایسے اسیر ہیں کہ سوال سمجھے بغیر اپنا اجتہادی جواب دے دیتے ہیں۔ ٥٧١

مفتیِ دیوبند کے جواب پر اعلحضرت علیہ الرحمۃ کا تبصرہ۔ ٥٧٣

دیوبندی مفتی کی جہالت کہ رکھنے اور چھوڑنے میں فرق نہ سمجھ سکا۔ ٥٧٣

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی عبارتوں کے پندرہ عظیم وہابیت کُش فوائد۔ ٦٠٧

دیوبندی عقیدہ والے مرتدین ہیں ان سے میل جول

منع ہے۔ ٦١٩

منطق

اگر کوئی شئ معدوم ہو تو اس کی نقیض موجود ہوتی ہے۔ ١٤٣

عدم بے سلب کلی متحقق نہیں ہوتا۔ ١٥١

عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی صادق نہیں رہتا۔ ١٥٢

قضیہ طبعیہ کا موضوع کلیت کا معروض ہوتا ہے۔ ١٧٦

کلیت معقولات ثانیہ میں سے ہے۔ ١٧٦

طبعی قضیہ ذہنیہ ہوتا ہے نہ کہ خارجیہ۔ ١٧٦

دخول مطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے اور وہ اس وقت تک منتفی نہیں ہوتا جب تک جمیع افراد دخول منتفی نہ ہوجائیں۔ ١٧٩

نکلنے کا حکم نہ دینا اور نہ نکلنے کا حکم دینا یہ دونوں چیزیں آپس میں منافی نہیں۔ ٥٧٠

وجودی چیز عدمی چیز کی قسم نہیں بن سکتی۔ ٥٧٠

نحو

فعل متعدی بغیر مفعول بہ کے متحقق نہیں ہوتا۔ ٥٧٧

دُعا

نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دُعا پڑھنا حدیث میں آیا ہے۔ ٣٦٧

marfat.com

توبہ و استغفار

تم سے صحبت کروں تو ماں سے زنا کروں، اس قول سے توبہ و استغفار لازم آتا ہے اور بس۔ ۲۸۹

توبہ کے لئے ندامت اور گناہ سے تبری ضروری ہے۔ ۶۴۹

شوہر سے بدزبانی ناشکری ہے جس پر عورت کو توبہ چاہیئے۔ ۶۴۹

ترغیب و ترہیب

شرع مطہر میں مفتری کی سزا سلطانِ اسلام کے یہاں اسّی کوڑے ہیں۔ ۱۲۴

شریعتِ مطہرہ پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے جو بے ایمان ہی کرسکتا ہے۔ ۱۲۴

لوگوں میں بدبخت ترین وہ شخص ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنی آخرت برباد کردے۔ ۱۶۹

دیّوث اگر توبہ نہ کرے تو اس پر جنّت حرام اور اللہ تعالٰی کی اس پر لعنت ہوتی ہے۔ ۲۳۷

حدیث کی رُو سے تین اشخاص جنت میں نہیں جائیں گے؛ ماں باپ کو ناحق اذیت دینے والا اور دیّوث اور مردوں والی وضع بنانے والی عورت۔ ۲۳۷

شرابی جنّت میں نہیں جائے گا۔ ۲۳۷

زوجۂ مفقود اور اس کے محارم کو ہدایت و نصیحت۔ ۳۴۰

جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت ہے، اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔ ۳۶۱

مرتکبِ کبیرہ کا جہل اس کے گناہِ کبیرہ ہونے سے خارج نہیں کرے گا بلکہ خود دوسرا گناہِ کبیرہ ہے۔ ۳۷۸

عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دوہرا گناہ ہے۔ ۳۷۸

اللہ کی لعنت ہے اس پر جو ماں اور اس کے بچے میں جُدائی ڈالے۔ ۴۱۱

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ ۴۱۱

قسموں کو ڈھال بنانے والوں کی قرآن عظیم میں مذمت آئی ہے۔ ۴۹۹

طلاق مبغوض اور گناہ مغضوب ہے۔ ۵۵۶

صلح و آشتی محبوب اور شرعًا مطلوب ہے۔ ۵۵۶

عہد پر قائم رہنے والوں پر طعنہ کرنے والوں کے اسلام میں فرق آنے کا خطرہ ہے۔ ۵۷۹

قرآن شریف اٹھا کر عہد کرنا اور پھر توڑ دینا قرآن شریف کی توہین ہے جس پر بہت جلد توبہ صادقہ کرے ورنہ عذاب عظیم و الیم اور نارِ جحیم کا منتظر رہے۔ ۶۱۰

شرابی کی اُخروی سزا کا بیان۔ ۶۱۱

بغیر دیکھے کسی مسلمان پر تہمت لگانا کہ اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا سخت حرام قطعی اور گناہِ کبیرہ ہے، ایسی تہمت لگانے والا سخت عذابِ الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔ ۶۱۴

marfat.com

دیوث پر جنت حرام ہے۔ ۶۲۶
بلاوجہ شرعی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دی۔ ۶۴۴
مسلمان کو کافر کہنے پر سخت وعید۔ ۶۵۲

حظر و اباحت

زوجہ کو شوہر سے برگشتہ بنانا شیطان کا کام ہے۔ ۱۲۵
حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان عالی ہے کہ جو کسی مرد سے اس کی زوجہ کو برگشتہ کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ ۱۲۵
طلاق کی قسم کھانا شرعًا ناپسندیدہ ہے۔ ۱۹۸
طلاق کی قسم کھانا مومنانہ نہیں منافقانہ فعل ہے۔ ۱۹۸
وعظ کیسے واعظ کو کرنا چاہئے۔ ۱۹۹
جو کسی بات پر قسم کھالے پھر دیکھے کہ اس قسم کا خلاف بہتر ہے تو وہی بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ دے لے۔ ۱۹۹
اغراضِ فاسدہ کے لئے وعظ ضلالت اور یہود و نصاریٰ کی سنت ہے۔ ۱۹۹
نااہل کے وعظ کہنے کی مذمت احادیثِ کریمہ سے۔ ۱۹۹
کیسے واعظ کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں۔ ۲۰۰
بیوی اب باپ ہی کے یہاں رہے گی اور موجودہ و آئندہ اولاد کی وہی مالک ہوگی اور باپ کے گھر بیٹھے نفقہ پائے گی، یہ سب شرطیں خلافِ شرع و مردود ہیں۔ ۲۱۵
شوہر اگر اپنے پاس بلانا چاہے تو عورت کو باپ کے گھر رہنے کا کوئی اختیار نہیں۔ ۲۱۶
عورت شوہر کے پاس آنے سے انکار کرے تو نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔ ۲۱۶
بے علم کو علماء سے صرف حکمِ شریعت دریافت کرنا چاہئے نہ یہ کہ صفحہ و سطر جانچے۔ ۲۱۷
عورت کو ناچ گانے کی اجازت دینا حرام قطعی ہے اور ایسا کرنے والا شوہر دیوث ہے۔ ۲۳۷
شوہر طلاق مغلظہ دے کر منکر ہوگیا عورت کو طلاق کا یقین ہے تو جیسے ہوسکے اس سے دُور بھاگے اور اس پر قادر نہیں تو وبال شوہر پر ہے۔ ۲۴۲
صوم و صلوٰۃ کی پابند لڑکی بدخصلت اور بے نماز شوہر سے بیزار ہوکر خُلع کرنا چاہتی ہے، کیا شرعًا ایسا کرسکتی ہے۔ ۲۶۴
بیوی کو ماں کہنے والا گنہ گار اور دروغ گو ہے۔ ۲۷۰
اگر کفارۂ ظہار کی ادائیگی سے قبل شوہر نے وطی کی تو استغفار کرے اور فقط ظہار کا کفارہ دے۔ ۲۸۴
میاں بیوی کا آپس میں ایک دوسرے کو ماں بیٹا کہہ لینا لغو ہے اور یہ کلام باعثِ گنہ گاری ہے۔ ۲۸۸
عورت کا پستان منہ میں لے لینا کچھ نہیں۔ ۲۸۸
مرد کو بیوی کا دودھ پینا حرام مگر نکاح میں خلل نہیں آتا۔ ۲۸۸
عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کا دوسرے مرد کے ساتھ رہنا یا اس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے ۲۹۴
دورانِ عدت بیوہ سے نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے۔ ۲۹۷
سوائے شوہر کے عورت کو کسی کے لئے تین دن

marfat.com

سے زائد سوگ جائز نہیں۔ ۲۹۸

شرعِ مطہر بدگمانی کو سخت حرام فرماتی ہے۔ ۳۰۰

زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہیں، نہ اس کے لئے کوئی عدت۔ ۳۰۰

موطؤہ بیوی کی عدت گزرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح ناجائز و حرام ہے۔ ۳۰۹

منکوحۂ غیر کو بے طلاق اپنے پاس رکھنے والا فاسق معلن ہے۔ ۳۱۶

معتدۂ غیر سے لاعلمی میں نکاح کر کے صحبت کی تو صحبت حرام ہے لیکن گناہ نہ ہوگا۔ ۳۱۷

متوفی عنہا زوجہا عدت میں بضرورت صرف دن میں باہر جا سکتی ہے۔ ۳۱۷

عدت کے اندر نکاح حرام ہے۔ ۳۱۷

جب تک عدت نہ گزرے نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام قطعی ہے۔ ۳۱۹

کسی کو پیسے دے کر اس کی بیوی کو طلاق دلوانا تاکہ خود اس سے شادی کرے یہ رشوت ہے۔ ۳۱۹

پیش از انقضائے عدت نکاح قطعاً ناجائز و حرام ہے اور ان پر جدا ہونا فرض ہے۔ ۳۲۳

عدتِ وفات میں عورت شوہر کے مکان سے باہر نہیں جا سکتی، ہاں جو عورت کسبِ معاش کے لئے مجبور ہو وہ دن میں باہر جائے اور رات اسی گھر میں گزارے۔ ۳۲۷

کن مجبوریوں کے سبب عورت کو عدتِ وفات میں گھر سے نکلنے کی اجازت ہے۔ ۳۲۸

اللہ تعالیٰ کے فرض کی ادائیگی میں حیلے بہانے نہ کئے جائیں۔ ۳۳۰

عدتِ وفات میں عورتوں کو کیا چیزیں منع ہیں۔ ۳۳۱

عدت کے اندر نکاح کا پیغام حرام ہے۔ ۳۳۲

عورت کا غیر شخص کے پاس ٹھہرنا حرام ہے۔ ۳۳۲

معتدۂ وفات کو کن حالات میں موضعِ عدت سے منتقل ہونے کی اجازت ہے۔ ۳۳۳

معتدہ کے نکاح میں جتنے لوگ اس سے واقف ہو کر شریک و ساعی ہوئے سب حرامِ عظیم میں مبتلا ہوئے۔ ۳۵۹

عورت کو بلاوجہ شرعی گھر سے نکالنے پر شوہر گنہ گار ہوگا۔ ۳۶۱

بے نکاحِ جدید مرد کے لئے عدت بائن میں قربت حرام ہے۔ ۳۶۳

کتاب "بہشتی زیور" کا دیکھنا حرام ہے اس میں بہت مسائل غلط اور بہت باتیں گمراہی کی ہیں۔ ۳۶۶

دوسرے کی عورت بھگا لے جانے والا زانی ہے، مسلمان اس سے قطع تعلق کریں اور اس دوران جو بچے پیدا ہوئے اُن کا نسب اصل شوہر سے ثابت ہے۔ ۳۷۷

بے ثبوت قطعی شرعی کسی کو زانی قرار دینا درست نہیں ۳۸۱

باوجود فراش صحیح بچہ کو ولد الحرام قرار دینا ناجائز ہے۔ ۳۸۱

عورت لڑکے کے نامحرم سے شادی کرے تو اُس لڑکے کو ماں کی پرورش سے نکال لیا جائیگا لیکن ماں سے ملنے جلنے کو روکنا حرام ہے۔ ۴۱۱

marfat.com

عورت آٹھویں دن اپنے والدین کے یہاں بے اذنِ زوج بھی جا سکتی ہے۔ ۴۱۹

والدین کے علاوہ دیگر محارم کی زیارت کو عورت سال میں ایک مرتبہ جا سکتی ہے چاہے شوہر اجازت دے یا نہ دے۔ ۴۲۰

وعدہ پر جبر نہیں۔ ۴۳۵

بدفعلی کرنے والی عورت اپنے جرم کے مطابق مستحق حد یا تعزیر ہوگی شوہر اس کے اس فعل پر راضی نہ ہو اور اس کے حقوق واجبہ میں کوتاہی نہ کرے تو اس پر کوئی وبال نہیں۔ ۴۴۳

جن کے نفقے ذمے ہوں ادا نہ کرنا سخت گناہ ہے۔ ۴۵۴

عورت کے نفقہ کا بوجھ دوسرا اٹھاتا ہو تب بھی مستثنیات کے علاوہ بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جا سکتی۔ ۴۵۴

عورت والدین کی زیارت کو آٹھویں دن اور دیگر محارم کے یہاں سال بعد ایک دن بلا اذنِ شوہر بھی جا سکتی ہے بشرطیکہ رات شوہر کے پاس آجائے۔ ۴۵۴

عورت کے لئے شوہر کی طرف سے کہیں جانے کی ممانعت واجب العمل ہے۔ ۴۵۵

شوہر سرکشی پہ آمادہ ہو اور نفقہ نہ ادا کرے تب بھی عورت شوہر کے گھر ہی رہے۔ ۴۵۵

عورت پر واقعی اندیشۂ فساد ہو تو شوہر قید خانے میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کر سکتا ہے۔ ۴۵۵

ناشزہ عورت کو طلاق دینا شوہر پر لازم نہیں۔ ۴۶۰

غلبۂ خواہش پر قابو پانے کے لئے روزے رکھے جائیں۔ ۴۷۴

مادرِ زن کا شوہر سے نصف آمدنی مانگنا ظلم ہے جبکہ یہ مقدار نفقۂ زن سے زائد ہو۔ ۴۷۷

عورت آٹھویں دن دن بھر کے لئے اپنے والدین کی ملاقات کے لئے بے اذنِ شوہر بھی جا سکتی ہے۔ ۴۷۸

غیر محارم کے یہاں عورت شوہر کی اجازت سے بھی نہیں جا سکتی۔ شوہر اگر اجازت دے گا تو گنہگار ہوگا۔ ۴۷۸

زید آوارہ بدچلن ہے، علاوہ ازیں بیوی کے نان ونفقہ کا کفیل بھی نہیں ہو سکتا تو بیوی کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں۔ ۴۸۰

وفاءِ وعدہ پر جبر نہیں۔ ۴۸۱

عورت شوہر کی نافرمانی کرے تو سخت گنہگار ہے۔ ۴۸۳

عورت سے زنا متحقق ہونے کے باوجود مرد پر واجب نہیں کہ اسے طلاق دے۔ ۴۸۵

مسجد کی طرف بلائے جانے کے جواب میں کہتا ہے کہ میں شراب خانے شراب پینے جا رہا ہوں، تو کیا حکم ہے۔ ۴۸۷

عورتوں کو ہوائے نفس کا اتباع کرنا اور اسے کسی امام کے سر رکھنا کوئی دین نہیں۔ ۴۹۳

ایک عورت کا شوہر پوری طرح بیوی کا حق ادا نہیں کر سکتا اور بوجہ جہالت طلاق بھی نہیں دیتا

marfat.com

تو وہ عورت کیا کرے۔ ۴۹۳

کفارہ میں دیا جانے والا کپڑا ایسا ہونا چاہیئے جو تین ماہ سے زیادہ چل سکے اور تمام بدن ڈھکے۔ ۴۹۹

قصداً جھوٹی قسم کھانا گناہ ہے۔ ۴۹۹

انجمن والوں نے باہم حلف اٹھایا جو نماز نہ پڑھے اس پر اتنا جرمانہ، جو جرمانہ نہ دے اس کو انجمن سے نکال دیا جائے گا، یہ تعزیر شرعی نہیں، نہ اس میں حرج ہے۔ ۵۰۶

بلا وجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے، ہاں خلاف میں خیر ہو تو قسم توڑ کر کفارہ دے۔ ۵۰۷

دھوکا دے کر حج کا جھوٹا ارادہ ظاہر کیا اور اس ذریعہ سے لوگوں سے روپیہ لیا تو سخت مجرم ہے۔ ۵۰۹

کسی مسلمان پر بدگمانی جائز نہیں۔ ۵۰۹

فتنہ قتل سے بُرا ہے۔ ۵۱۷

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہِ کبیرہ ہے۔ ۵۷۴

سچی بات ہو تو قسم بھی کھا سکتے ہیں اور قرآن بھی اُٹھا سکتے ہیں۔ ۵۷۴

چند شخصوں نے مسجد کے اندر کہا کہ جو شخص بیٹی پر روپیہ لے یا قرضدار کے یہاں کھانا کھائے تو کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے، اس کا کاغذ بھی لکھا گیا، بعدازیں کاغذ پھاڑ ڈالا اور وہی کام کرنے لگے، ان کا کیا حکم ہے۔ ۵۷۷

بیٹی پر روپیہ لینا اور قرضدار کے یہاں کھانا اگر قرض کے دباؤ سے ہے تو ناجائز ہے۔ ۵۷۸

جو وعدہ کیا اس سے پھرنا ہرگز نہیں چاہیئے، قرآن شریف میں اس پر سخت وعید فرمائی گئی ہے۔ ۵۸۱

اپنے کاروبار میں غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے متعین حصہ مثلاً سولھواں حصہ برائے ایصالِ ثواب مقرر کیا تو اس رقم کو ہر دینی کام میں صرف کر سکتے ہیں۔ ۵۸۲

چہل تنوں کی منت کی شرعی صورت اور فاضل لہو ولعب کا ردِّ بلیغ۔ ۵۸۴

میلاد مبارک اور گیارھویں، احباب کو کھانا کھلانے، مساجد میں شیرینی لے جانے یا نمازیوں کو کھلانے کی نذر فقہی نہیں لہٰذا امیر فقیر سب کھا سکتے ہیں۔ ۵۸۴

سر کی منت مانی تو اس کی قیمت کا گوشت بھی دے سکتے ہیں۔ ۵۸۹

میلاد شریف کی منت ماننا کیسا ہے۔ ۵۹۰

مجلس میلاد شریف کہ طریقہ رائجہ حرمین شریفین پر ہو اعلیٰ مستحبات سے ہے۔ ۵۹۰

مسلمان پر بدگمانی جائز نہیں۔ ۵۹۱

منتِ شرعی کا گوشت نہ تو خود کھا سکتا ہے نہ اپنی اصل اور فرع کو کھلا سکتا ہے اور نہ ہی کسی ہاشمی یا غنی کو کھلا سکتا ہے۔ ۵۹۷

ظالم کے پاس بیٹھنے سے قرآن مجید نے منع فرمایا۔ ۶۱۵

سزا وہی ہے جو مطابقِ شرع ہے اس کے خلاف کی خواستگاری ناجائز ہے۔ ۶۱۸

marfat.com

زانی کے نکاح پر زنا سے کوئی اثر نہیں پڑتا مگر یہ کہ اس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے اپنی زوجہ کی ماں یا بیٹی سے زناء کرے۔ ٦١٨

توبہ کے بعد زانی و زانیہ سے میل جول میں حرج نہیں۔ ٦١٩

عورت کے زناء پر شوہر راضی نہ ہو تو اس پر کچھ الزام نہیں۔ ٦١٩

جو لوگ زناء میں ساعی ہوں یا بعد زناء بلا توبہ زانی و زانیہ کے حامی ہوئے وہ بھی مستحقِ سزائے شرع ہیں۔ ٦١٩

کسی عورت کے ساتھ کسی نے زنا کیا شوہر نے ازراہِ چشم پوشی سزا نہ دلوائی، یہ فعل محمود ہے۔ ٦٢٠

زنا کاروں پر توبہ فرض ہے۔ ٦٢٤

زانی اور زانیہ اپنی کرتوت سے باز نہ آئیں تو ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔ ٦٢٤

مسلمان پر تہمت رکھنا افعالِ شنیعہ سے ہے۔ ٦٢٦

بھاوج سے مذاق اور ہاتھا پائی حرام ہے، شوہر جان بوجھ کر چشم پوشی کرتا ہے تو "دیوث" ہے۔ ٦٢٦

کسی کے عزیز و اقارب اس کو فحاشی و بے حیائی سے منع نہیں کرتے تو شریکِ گناہ اور مستحقِ عذاب ہیں۔ ٦٢٦

جانور سے نابالغ نے مجامعت کی تو تنبیہ کی جائے اور بالغ نے ایسی حرکت کی تو سزا دی جائے اور جانور کو ذبح کر کے جلا دیا جائے۔ ٦٢٧

ہر شخص پر اس کی وسعت کے مطابق برے کام سے روکنا ضروری ہے اس میں کوتاہی نہ کرے، اور متعلقہ شخص باز نہ آئے تو اس پر کوئی الزام نہیں اور راضی ہو تو خود مجرم، اس سے بھی قطع تعلق کیا جا سکتا ہے۔ ٦٢٨

ازالۂ منکر اگر بغیر قتل کے حاصل ہو سکتا ہے تو قتل کی اجازت نہیں۔ ٦٣٣

زناء کا سدِ باب ازالۂ منکر ہے اور ازالۂ منکر اللہ عزّ و جلّ کے لئے ہوتا ہے لہذا اس میں محارم اجنبی عورتیں برابر ہیں۔ ٦٣٣

بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو یا عالم کو مردود، اُلّو وغیرہ کہنا ناحق ایذا دینا حرام ہے۔ ٦٤٤

مومن وہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں سے امان میں ہوں۔ ٦٤٥

کسی مسلمان کو اس کے پیشہ کے سبب سے حقیر جاننا برا ہے۔ ٦٤٦

مسلمان کے مال کا نقصان اور اس کی ہتکِ عزت بلا وجہ شرعی حرام ہے۔ ٦٤٦

نماز پڑھانے کے لئے تنبیہ و تفہیم چاہیئے مارپیٹ کا وقت نہیں ہے۔ ٦٤٦

بھائی ہونے کی نفی کی، اگر کوئی سلوک ایسا بھی کیا ہو تو نفی کر سکتا ہے ورنہ تین گناہوں کا مرتکب ہے۔ ٦٤٨

کذبِ صریح، قطعِ رحم اور ایذائے مسلم کبیرہ گناہ ہیں۔ ٦٤٨

جملہ "اچھا ہوا فلاں کے چوری ہوگئی" کے احکام۔ ٦٤٨

marfat.com

حسد حرام ہے۔ ۶۴۸

کسی کے نقصان پر عداوت کے سبب سے خوش ہونا عداوت کے تابع ہے، اگر عداوت مذمومہ ہے تو یہ بھی قبیح و مذموم، اور اگر عداوت محمودہ ہے جیسے اعداء اللہ سے دشمنی، تو اس میں حرج نہیں۔ ۶۴۸

بلاوجہ کسی مسلمان کو سخت و سست کہنا حرام ہے۔ ۶۵۰

سید، عالم بلکہ مرشد زادہ کو سخت و سست کہنا تو اور شدید ہے۔ ۶۵۰

مسلمانوں کو بلاوجہ شرعی مردود یا ابلیس کہنا سخت حرام ہے۔ ۶۵۲

مسلمان کو ایذا دینے کی مذمت قرآن و حدیث سے۔ ۶۵۲

بلاوجہ شرعی جو شخص دوسروں کو مردود، کافر کہے تو اس کو اس فعل سے توبہ اور شخص متعلقہ سے معافی مانگنی ضروری ہے ورنہ وہ فاسق معلن ہے۔ ۶۵۲

گمراہ و بددین فتنہ پرور کو شیطان کہہ سکتے ہیں۔ ۶۵۶

مومن صالح کو شیطان کہنا شیطان کا کام ہے۔ ۶۵۶

نفسیات

عورتوں کی غالب عادت یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کا نکاح ثانی پسند نہیں کرتیں۔ ۲۵۰

بسا اوقات عورتیں فرقت کے بعد بھی اپنے سابق خاوند کی دوسری شادی سے غمگین ہوتی ہیں۔ ۵۶۳

قصاص

ناحق قتل مسلم سخت کبیرہ گناہ اور قاتل پر قصاص لازم ہے۔ ۶۲۹

سیاست

سیاست کا حق سلطان کو ہے۔ ۶۲۹

زانی اور زانیہ کو قتل کرنے کی اجازت غیر سلطان کو کس صورت میں ہے۔ ۶۲۹

سیاستاً قتل غیر امام کے لئے جائز نہیں، اور امام کو بھی صرف ان کبائر میں قتل جائز ہے جو متعدی الضرر ہوں، صغائر یا کبائر غیر متعدی الضرر میں قتل جائز نہیں۔ ۶۴۱

مصارف

نذر کے روپے اپنے اصول، فروع، زوج، زوجہ اور سید کو نہیں دے سکتے۔ ۵۹۴

اپنی تجارت میں سولھواں حصہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے نذر کیا اس کے مصارف کیا ہوں گے۔ ۵۹۵

بے الفاظ نذر زبان سے کہا کہ اپنے منافع تجارت سے سولھواں حصہ نیک کاموں میں اللہ تعالے کے لئے صرف کیا کروں گا تو اس سے محفل میلاد، گیارھویں شریف، افطاری رمضان اور اپنے والدین و سادات علماء کی خدمت سب کچھ کرسکتا ہے۔ ۵۹۵

marfat.com

اگر خاص الفاظِ نذر زبان سے ادا کئے تو اب
والدین، سادات اور اغنیاء کو نہیں دے سکتا،
دیگر محتاجوں کو دے سکتا ہے اگرچہ اس کی پھوپھی،
خالہ، چچا، ماموں اور بہن بھائی ہوں۔ ۵۹۶
مالِ زکوٰۃ اور مالِ نذر محتاج طالبعلموں کو بھی
دے سکتے ہیں خواہ کپڑے بنا دے خواہ اناج یا
کھانا انھیں دے کر مالک کر دے، ہاں گھر میں
بٹھا کر کھلانے سے زکوٰۃ و نذر ادا نہ ہوگی۔ ۵۹۶
مؤذن کی تنخواہ میں نذر یا زکوٰۃ محسوب نہیں ہو سکتی
ہاں اگر بلا تنخواہ اذان دیتا ہے اور محتاج ہے تو
دے سکتے ہیں۔ ۵۹۶
جو مصرفِ زکوٰۃ ہے وہی مصرفِ نذر ہے۔ ۵۹۷

حقوق العباد

مجوسی دائمی کو شرعاً یہ حکم ہے کہ اپنی عورت کو
طلاق دے دے۔ ۳۴۲
شوہر کو عورت کے اپنے پاس رکھنے کا حق شرعاً
حاصل ہے، اس حق کو خود شوہر بھی کسی اقرار نامہ
کے ذریعہ باطل نہیں کر سکتا۔ ۴۱۷
ظالم شوہر کے ظلم سے بچنے کے لئے عورت کو
انتقالِ سکونت کے مطالبہ کا حق ہے۔ ۴۲۰
عورت کو بلا وجہ شرعی نان ونفقہ نہ دینے والا
شوہر ظالم وگنہ گار اور عورت کے حق میں
گرفتار ہے۔ ۴۳۰
شوہر پر فرض ہے کہ بیوی کے نان ونفقہ کی
خبر گیری کرے یا طلاق دے دے۔ ۴۳۵
بیوی کو معلق رکھنے والا شوہر گنہگار اور صریح
حکمِ قرآن کا خلاف کرنے والا ہے۔ ۴۳۵
عورت کو رخصت کرا کر اپنے پاس رکھنا شوہر کا
شرعی حق ہے، نفقہ اسی کے بدلہ میں ہے،
اپنے اس حق کو شوہر خود بھی ساقط نہیں
کر سکتا۔ ۴۳۷
باپ کا اپنی بیٹی کو بلا وجہ شرعی شوہر کے گھر
جانے سے روکنا ظلم ہے۔ ۴۳۷
عورتوں کے حقوق سے متعلق آیاتِ قرآنیہ۔ ۴۴۶
عورت کا سکنیٰ شوہر پر واجب ہے اس کو
معلقہ کی طرح چھوڑ دینا حرام ہے اور گاہ گاہ
اس سے صحبت کرنا بھی واجب ہے۔ ۴۴۶
عورت کے اذن و رضا کے بغیر چار مہینے تک
ترکِ جماع بلا عذرِ صحیح شرعی ناجائز ہے۔ ۴۴۶
ضرورتمند باپ کی خدمت کر سکتا ہے اور نہیں
کرتا ہے تو لڑکا عاق ہے۔ ۴۵۴
بعد ادائے مہرِ معجل عورت مطلقاً پابندِ شوہر ہے
اس میں کوئی قید وتخصیص ادائے نفقہ وتکفل
حوائج کی نہیں۔ ۴۵۵
طلاق کے بعد مہر ونفقۂ عدت کے علاوہ عورت کا
کوئی حق نہیں، بعد طلاق زندگی بھر کے نفقہ کا
اقرارنامہ وعدہ ہے جس کو پورا کرنا چاہئے، لیکن
یہ واجب نہیں۔ ۴۷۵

marfat.com

فرائض

حیض والی عورت طلاق کے ایک مہینہ بعد نکاح کرے تو نکاح عدت کے اندر ہُوا اور ایسی عورت کو ناکح سے وراثت کا حق نہ پہنچے گا، اور مہر مثل اور مسمّی سے جو کم ہو وُہ پائے گی۔ ۳۲۰

نکاحِ فاسد و باطل میں توارث جاری نہیں ہوتا بلکہ استحقاق ارث نکاحِ صحیح سے ہوتا ہے۔ ۳۲۱

جہیز اور مہرِ عورت کا ترکہ ہے۔ ۴۳۷

عورت شوہر اور والدین چھوڑ کر فوت ہُوئی اس کا ترکہ چھ سہام ہو کر تین سہم شوہر، دو سہم پدر اور ایک مادر کو ملے گا۔ ۴۳۷

متفرقات

علمائِ سوء کے بارے میں ایک شخص اور شیطان کے درمیان گفتگو کا واقعہ۔ ۱۳۰

ایک مسئلۂ تعلیق میں اقوالِ علماء کے درمیان محاکمہ۔ ۱۳۷

درمختار کی ایک عبارت کی توضیح۔ ۱۳۸

ایک نکتہ بدیعیہ۔ ۱۴۴

مکابرہ کا کوئی علاج نہیں۔ ۱۸۱

اردو زبان میں کسی شئ کا ثبوت پہنچانا اور کوئی شئ ثبوت کو پہنچانا، ان دونوں میں فرق ہے۔ ۲۳۵

عدمِ رضا اور ترکِ استرضاء میں بہت فرق ہے۔ ۲۴۸

دل ہر وقت ایک حال پر نہیں رہتا کیونکہ القلب یتقلب۔ ۲۴۹

اذن کا علم قول سے ہوگا اور محبت وبغض کا نہیں۔ ۲۵۱

اذن و رضاء کا فرق۔ ۲۵۲

حنفی مذہب سے منسوب ایک من گھڑت مسئلے کا رد۔ ۲۶۰

ازروئے قرآن مجید کسی کی ماں وہی ہے جس نے اسے جنا ہے۔ ۲۷۰

عالمگیری کی دو عبارتوں کی توضیح۔ ۳۰۵

متوفی عنہا زوجہا کے بارے میں ایک عجیب تجربہ۔ ۳۳۰

زید کا دادا پٹھان تھا اور دادی اور والدہ سیدانی، اس صورت میں زید سید ہے یا پٹھان۔ ۳۶۱

سبطین کریمین کی اولاد سید ہے نہ کہ بناتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کہ وُہ اپنے والدوں کی طرف نسبت کی جائیں گی۔ ۳۶۱

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دو سال سے زائد بچّہ شکمِ مادر میں رہنے کی روایت۔ ۳۶۹

حلف کی ایک عبارت کی توضیح۔ ۵۰۵

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بطور تحقیق و تنقیح چند امور پر تنبیہ۔ ۵۱۵

مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے ائمہ کی مختلف عبارات میں تطبیق۔ ۵۱۵

تطفل علی الشامی۔ ۵۳۵

ردالمحتار کی ایک عبارت کی توضیح و تشریح۔ ۵۴۳

علامہ سائحانی پر تطفل۔ ۵۵۱

اصول الشاشی اور فصول کی ایک عبارت کی تشریح۔ ۵۷۷

marfat.com

چہل تن چالیس شہداء ہیں۔ ۵۸۴

اہل وعیال اور اولاد کو جو کچھ کھلایا جاتا ہے احادیث میں اس پر صدقہ کا اطلاق آیا ہے۔ ۵۹۶

آبرو اتارنا زناء کے لئے خاص نہیں مارپیٹ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ ٦١٤

گناہ تین قسم کے ہیں: ہلکے، جو حد کی حد تک نہ ہوں۔ حد سے بڑھے ہوئے، کہ حد بھی اس کا کفارہ نہ ہوسکے۔ اور متوسط، کہ حد سے پاک ہوجائیں۔ ٦٢۵

اصلاً ہر مسلمان مومن ہے، بعض اطراف کے عرف میں بُنکروں کو مومن کہنا ان کی سلیم الطبعی کی وجہ سے ہوگا اور اس لفظ کو بطورِ طعن استعمال کرنا دوہرا گناہ ہے۔ ٦۴۵

مثل اور مانند میں بہت فرق ہے۔ ٦۵٠

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایمانی کایمان جبرائیل، یُوں کیوں نہیں فرمایا: ایمانی مثل ایمان جبرائیل۔ ٦۵٠

امام محمد نے جامع صغیر وغیرہ کتب جو بروایتِ امام ابویوسف حضرت امام اعظم سے روایت کیں ان امام ابویوسف کو کنیت سے کیوں یاد نہیں کیا۔ ٦۵۵

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب تعلیق الطلاق

(تعلیقِ طلاق کا بیان)

مسئلہ ۱ از ضلع مظفر پور ڈاک خانہ رائے پور سب ڈویژن سیتا مڈھی مقام گوری دردازہ سرفراز علیخاں مرسلہ ایوب علی خاں صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

زوج زید نے عقب میں زوجہ ہندہ کے بمقابلہ بکر کے سوگند کھائی کہ ہم اپنے برادر خالد سے کارِ زمینداری نہ کرائیں گے اگر کرائیں تو اُس کی زوجہ کو طلاق ہے، بعد چند روز کے زید نے برادر موصوف سے کام مذکور کرایا اس صورت میں زوجہ ہندہ مطلقہ ہو گی یا نہیں؟ اور اگر ہو گی تو کون سی دلیل مطلقہ ہونے کی ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ نے اپنے کلامِ مجید فرقانِ حمید میں کسی جگہ ذکر اس قسم کی سوگند کا نہیں کیا، اگر بمجرد سوگند ہندہ مطلقہ ہوئی تو کون سی صورت نکاح قائم رہنے کی ہے اور اس سوگند میں کفارہ ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زوجہ پر ایک طلاق پڑ گئی، اس کی دلیل اجماعِ ائمۂ دین ہے کہ جب طلاق کسی شرط پر مشروط کی جائے تو اُس شرط کے واقع ہو جانے سے واقع ہو جائے گی،

فی الھدایۃ اذا اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأتہ ان دخلت الدار فانت طالق

ہدایہ میں ہے کہ اگر طلاق کو شرط کی طرف منسوب کیا ہو تو وُہ شرط کے پائے جانے کے بعد واقع ہو گی، مثلاً یُوں کہے "اگر تو گھر میں داخل ہُوئی تو تجھے طلاق ہے"

marfat.com

وھٰذا بالاتفاق[1]۔ یہ ضابطہ متفق علیہ ہے۔ (ت)

بلکہ وُہ آیۂ کریمہ الطلاق مرتٰن وغیرہ سے ثابت ہے،

فان الاٰیات ذکرت الطلاق بالاطلاق فشمل المنجز والمعلق۔ کیونکہ آیات میں مطلق طلاق کا ذکر ہے جو مشروط اور غیر مشروط دونوں طلاقوں کو شامل ہے (ت)

اسے سوگند یعنی یمین کہنا ایک اصطلاح علمی ہے جس کا پتا آیۂ کریمہ یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللّٰہ لك الٰی قولہ قد فرض اللّٰہ لکم تحلۃ ایمانکم[2] (اے نبی صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم! اللہ تعالٰی نے آپ کے لئے جو حلال فرمایا اسے آپ کیوں حرام فرماتے ہیں تا اللہ تعالٰی کے ارشاد: بیشک اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے قسموں کو حلال فرمانا فرض فرمایا ہے۔ ت) سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہاں بھی تحریم حلال ہے اور آیت میں تحریم حلال ہی کو یمین فرمایا،

علی ما بینہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح قبیل باب الیمین فی الدخول والسکنی **اقول** وللعبد الضعیف ھھنا کلام ذکرتہ علی ھامشہ۔ جیسا کہ محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں دخول وسکنی کے باب سے تھوڑا پہلے بیان فرمایا، **اقول** (میں کہتا ہوں) یہاں اس عبد ضعیف کو اعتراض ہے جس کو میں نے اس کے حاشیے پر ذکر کیا ہے۔ (ت)

بلکہ تعلیق طلاق پر حلف کا اطلاق حدیث میں بھی وارد ہے، ابن عساکر حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماحلف بالطلاق مومن ولا استحلف بہ الا منافق[3]۔ مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا اور طلاق کی قسم نہیں لیتا مگر منافق۔ (ت)

مگر اس سوگند میں کفارہ نہیں کفارہ اللہ عزوجل کی قسم میں ہے نہ مجرد سوگند طلاق واقع ہوگی بلکہ بعد وقوع شرط واقع ہوگی۔ نکاح قائم رہنے کی صورت یہ ہے کہ شرط واقع نہ ہو یا اگر ایک یا دو طلاق رجعی کی سوگند ہے تو بعد وقوع شرط رجعت کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] الہدایہ باب الایمان فی الطلاق المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۳۶۵

[2] القرآن الکریم ۶۶/ ۱

[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن انس حدیث ۴۶۳۴۰ کتاب الیمین من قسم الاقوال موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۶۸۹

marfat.com

مسئلہ ۲ تا ۴: از ملک آسام ضلع جورہاٹ ڈاک خانہ کٹنگا بمقام سرائے مرسلہ سیّد صفاء الدّین
۹ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِن مسائل میں:

سوال اوّل: زید نے اپنی پہلی زوجہ ہندہ کے نکاح کے قبل وعدہ کیا تھا کہ اگر بلا اجازت اس زوجہ مسمّٰی بہ ہندہ کے نکاح ثانی کروں تو زوجہ ثانی کو تین طلاق، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

سوال دوم: زید نے بروقتِ نکاح اپنی زوجہ ہندہ سے یہ شرط کی کہ اگر بلا اجازت تیرے نکاحِ ثانی کروں تو تجھ کو تین طلاق۔

سوال سوم: زید نے قبل نکاح کے یہ شرط کی کہ میں اگر بلا اجازت اس منکوحہ کے نکاح ثانی کردوں تو میرا نکاح باطل، اس صورت میں کس بی بی کو طلاق ہوگی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جواب سوالِ اوّل: اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (یا اللہ! حق وصواب کے لئے رہنمائی فرما۔ت)
صورتِ مستفسرہ میں تعلیق صحیح ہوگئی،

لوجود الاضافۃ الٰی سبب الملك وھو النکاح ولا یضرکونہ قبل نکاح الاولی اذلیس المعلق طلاقھا حتی یحتاج الٰی ملکھا او الاضافۃ الیہ او الٰی سببہ بل طلاق الاخرٰی وقد اضافہ الٰی نکاحھا۔

ملکیت کے سبب (نکاح) کی طرف اضافت پائے جانے کی وجہ سے اور پہلی بیوی کے نکاح سے قبل اضافت کا ہونا مضر نہیں ہے کیونکہ اس نکاح والی کی طلاق کو معلق نہیں کیا گیا تاکہ اس کے لئے نکاح یا نکاح کی طرف اضافت یا ملکیت یعنی نکاح کے سبب کی طرف اضافت ضروری ہو بلکہ یہ دُوسری عورت کی طلاق کی تعلیق ہے جس کو اس کے نکاح کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

شرطہ الملك حقیقۃ کقنہ اوحکما کمنکوحتہ اومعتدتہ او الاضافۃ الی الملك کان ملکت عبدا اوملکتك او نکحتك[1] اھ ملخصًا۔

ثبوت تعلیق کی شرط حقیقی ملکیت جیسا کہ لونڈی یا حکمی ملکیت جیسا کہ کہ منکوحہ بیوی یا عدّت میں مصروف بیوی یا ملکیت کی طرف اضافت ہو، مثلاً یُوں کہے اگر میں عبد کا مالک بن جاؤں یا تیرا مالک بن جاؤں یا تجھ سے نکاح کروں اھ ملخصًا(ت)

---
[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۰

marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

الاضافة الیه بان یکون معلقا بالملك کما مثل وکقوله ان صرت زوجة لی اولسبب الملك کالنکاح ای التزوّج وکالشراء اھ[1]

ملکیت کی طرف اضافت جیسے ملکیت کے ساتھ معلق کرنا جیسا کہ مثال بیان ہوئی اور یہ کہ اگر تُو میری بیوی ہوجائے یا ملکیت کے سبب کی طرف اضافت ہو یعنی نکاح کی طرف نسبت ہو، مثلاً یُوں کہے "جب میں نکاح کروں، یا خریدوں" اھ (ت)

مگر قبل نکاحِ ہندہ اُس کے لئے کچھ اثر نہیں کہ شرط وُہ نکاح ہے جو نکاح ہندہ سے ثانی ہو پس اگر پیش از نکاح ہندہ کسی عورت سے بے اجازت ہندہ نکاح کرے گا اُسے طلاق نہ ہوگی نہ بعد موت ہندہ اس کا اثر باقی رہے گا کہ شرط اذن ہندہ ہے اور میّت صالح اذن نہیں تو بعد موت ہندہ جس سے نکاح کرے گا اس پر بھی طلاق نہ ہوگی کہ اب وُہ تعلیق ہی نہ رہی،

فان امکان البر شرط بقاء الیمین ایضا عند الطرفین کما ھو شرط انعقادھا عندھما رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

کیونکہ قسم کے پُورا ہونے کا امکان قسم کے باقی رہنے کیلئے بھی امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس طرح شرط ہے جس طرح کہ ان کے ہاں یہ امکان قسم کے تحقّق کے لئے شرط ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے :

اذا حلف لا یعطیه حتی یاذن فلان فمات فلان ثم اعطاہ لم یحنث اھ[2] مثله فی ردالمحتار عن البحر۔

جب کسی نے یہ قسم اُٹھائی کہ میں فلاں کو یہ چیز نہ دُوں گا جب تک دُوسرا فلاں اجازت نہ دے، اور دوسرے فلاں کے فوت ہوجانے کے بعد دے تو قسم نہ ٹوٹے گی اھ اسی کی مثل ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے (ت)

ہاں بقاء میں نکاحِ ہندہ کچھ شرط نہیں یہاں تک کہ اگر ہندہ اس کے نکاح سے خارج ہوجائے اگرچہ طلاق مغلظ سے تاہم جب تک وُہ زندہ ہے اگر بے اُس کے اذن کے نکاح ثانی کرے گا زوجہ ثانیہ پر تین طلاقیں پڑجائیں گی،

فان المرأۃ لا حکم لھا علی بعل

عورت کا کوئی حکم خاوند پر لازم نہیں، خاوند کے لئے

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۹۵
[2] فتح القدیر

marfat.com

فحال الزوجیة وعدمها سواء بخلاف الرجل فانها تحتاج شرعا الی اذنه فی خروجها وغیرہ من امور کثیرة مادامت الوصلة باقیة فاذن الرجل فی مثل قوله لا تخرج الا باذنی ینصرف الی ذٰلك المعهود والثابت بالشرع اما هو فلم تحتج الی اذنها الا بالتعلیق ولم یفصل فیه فلینتظم اذنها مادامت حیة وان زال النکاح۔

زوجیت اور عدمِ زوجیت دونوں حال برابر ہیں، اس کے برخلاف بیوی کے لئے خاوند کا حکم لازم ہے کیونکہ بیوی باہر نکلنے اور دیگر امور میں خاوند کی اجازت کی شرعاً محتاج ہے جب تک زوجیت باقی ہے تو خاوند کا بیوی کو یہ کہنا کہ تُو میری اجازت کے بغیر باہر نہ نکل، اسی عرف اور شرعی ضابطہ کی طرف سے پابندی ہے، لیکن خاوند تعلیق کے ماسوا بیوی کی کسی اجازت کا محتاج نہیں ہے اور یہاں خاوند نے کوئی تفصیل بیان نہیں کی، لہذا بیوی سے نکاح ختم ہوجانے کے بعد بھی خاوند بیوی کی زندگی بھر میں اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کرے گا تو دوسری کو طلاق ہوجائیگی۔(ت)

ردالمحتار باب الیمین فی الضرب والقتل میں ہے:

لوقال لامرأته کل امرأة اتزوجها بغیر اذنك فطالق فطلق امرأته طلاقا بائنا او ثلثا ثم تزوج بغیر اذنها طلقت لانه لم یتقید یمینه ببقاء النکاح لانها انما تتقید به لوکانت المرأة تستفید ولایة الاذن والمنع بعقد النکاح اھ فتح ای بخلاف الزوج فانه یستفید ولایة الاذن بالعقد وکذا رب الدین کما فی الذخیرة۔[1]

اگر خاوند نے بیوی کو کہا میں جس عورت سے بھی تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو اس کو طلاق ہوگی، اب خاوند نے بیوی کو طلاق بائنہ یا تین طلاقیں دے دیں اس کے بعد اس نے کسی عورت سے پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو طلاق واقع ہوجائیگی کیونکہ اس نے قسم میں اجازت کو بیوی کے نکاح سے مقیّد نہ کیا تھا، اور یہ اجازت نکاح کے ساتھ مقیّد تب ہوتی جب عورت اپنے نکاح کی وجہ سے اذن یا منع کی ولایت حاصل کرتی اھ، فتح میں ہے، یعنی اس کے برخلاف خاوند کو نکاح کی وجہ سے ولایت اذن خودبخود حاصل ہوجاتی ہے، اور ایسے قرض دینے والے کو خودبخود قرض لینے والے پر ولایت حاصل ہوجاتی (کہ جب چاہے مطالبہ کرے) جیساکہ ذخیرہ میں ہے۔(ت)

پس حاصل حکم یہ کہ اگر بعد نکاح ہندہ بحالت حیات ہندہ اگرچہ بعد طلاق ہندہ بے اذن ہندہ کسی

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الضرب والقتل دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۳۶

marfat.com

عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کرتے ہی فوراً وُہ زوجۂ ثانیہ تین طلاقوں سے مطلقہ ہوجائے گی مگر اس کا اثر صرف ایک بار رہ کر ختم ہوجائے گا یعنی اُس کے بعد اگر پھر اور نکاح بے اذنِ ہندہ کرے گا اگرچہ بعد حلالہ اُسی زوجۂ ثانیہ سے، تو اب طلاق نہ ہوگی کہ تعلیق میں تعمیم نہ تھی کہ جتنے نکاح بے اذن کرے سب میں طلاق پڑے، لہٰذا صرف ایک بار پر انتہا ہوکر آئندہ کچھ اثر نہ ڈالے گی،

فی التنویر تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

تنویر میں ہے کہ قسم ایک دفعہ شرط کے پائے جانے سے ختم ہوجاتی ہے الّا یہ کہ اس نے قسم میں "کلما" (جب بھی) کا لفظ استعمال کیا ہو تو قسم ختم نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم: اگر یہ شرط ایجاب وقبول سے پہلے کی اگرچہ اُس کے متصل بلافصل ہی ایجاب وقبول واقع ہُوئے جب تو محض باطل و بے اثر ہے لعدم الملك و الاضافة جمیعا (ملکیت اور اس کی طرف اضافت بھی نہ ہونے کی وجہ سے۔ ت) پس اگر سَو نکاح بے اجازتِ ہندہ کرے گا ہندہ پر طلاق نہ ہوگی اور اگر بعد ایجاب وقبول کی اگرچہ فوراً بلاتاخیر تو یقیناً صحیح ہوگئی لوقوعه فی الملك (ملکیت میں وقوع کی وجہ سے۔ ت) اب جب تک ہندہ اس کے نکاح یا عدّت طلاق غیر مغلّظ میں بے اجازتِ ہندہ نکاحِ ثانی کرے گا ہندہ پر تین طلاقیں ہوجائیں گی۔

فی الدر المختار الصریح یلحق الصریح و البائن بشرط العدۃ الصریح ما لا یحتاج الٰی نیة، بائنا کان الواقع به اورجعیا، فتح فمنه الطلاق الثلاث فیلحقهما[2] اھ ملخصًا۔

درمختار میں ہے: صریح طلاق، صریح اور بائنہ کو لاحق ہوسکتی ہے بشرطیکہ وُہ پہلی بائنہ کی عدّت میں واقع ہو۔ صریح وُہ ہوتی ہے جس میں نیت کی ضرورت نہ ہو خواہ اس سے رجعی طلاق پڑے یا بائنہ پڑے، فتح، تو اسی قبیل سے مغلظہ طلاق ہے تو یہ رجعی اور بائنہ دونوں کو لاحق ہوسکتی ہے،" اھ، ملخصًا (ت)

ہاں اگر اس نکاحِ ثانی سے پہلے ہندہ کو طلاقیں ایک یا دو دیں اور عدّت گزر گئی اور اسی حالت میں کہ وُہ اس کے نکاح سے باہر ہے بے اُس کی اجازت کے نکاحِ ثانی کیا تو ہندہ پر طلاق نہ ہوگی کہ اس حالت میں وُہ طلاق کی محل ہی نہیں اور اس نکاحِ ثانی سے وہ تعلیق ختم ہوجائے گی یہاں تک کہ اب اگر ہندہ سے پھر نکاح کرے اور اس کے بعد کتنے ہی نکاح بے اجازتِ ہندہ کرے تو ہندہ پر طلاق نہ ہوگی، یُونہی

---

[1] درمختار | باب التعلیق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۳۱
[2] درمختار | باب الکنایات | " " " | ۱/۲۲۵

marfat.com

اگر ہندہ کو قبل از نکاحِ ثانی تین طلاقیں دے دیں تو اب کسی صورت میں نکاحِ ثانی بے اجازت ہندہ سے ہندہ پر طلاق نہ پڑے گی اگرچہ یہ نکاح اُس وقت کرے جبکہ ہندہ بعد حلالہ اس کے نکاح میں آچکی ہو لانتہاء التعلیق بتنجیز الثلاث (تین غیر معلق طلاقوں کے باعث تعلیق ختم ہونے کی وجہ سے۔ت)

ہدایہ میں ہے:

زوال الملك بعد اليمين لا يبطلها لبقاء محله فبقي اليمين ثم ان وجد الشرط في ملكه انحلت اليمين ووقع الطلاق وان وجد في غير الملك انحلت اليمين لوجود الشرط ولم يقع شیئ لانعدام المحلية[1] اھ ملخصا۔

تعلیق اور یمین کے بعد ملکیت کا ختم ہونا یمین کو باطل نہیں کرتا کیونکہ یمین کا محل ابھی باقی ہے، پھر اگر شرط ملکیت کے دوران پائی جائے تو یمین وقسم ختم ہوجاتی ہے اور طلاق واقع ہوجاتی ہے اور اگر ملکیت کے بغیر شرط پائی جائے تو شرط کی وجہ سے قسم ختم ہوجائیگی جبکہ طلاق نہ ہوگی کیونکہ طلاق کا محل یعنی نکاح ختم ہوچکا ہے اھ ملخصا (ت)

فتح میں ہے:

لو طلقها فانقضت عدتها بعد التعليق بدخول الدار ثم تزوجها فدخلت طلقت ولابد من تقييد عدم البطلان بما زال الملك بما دون الثلاث اما اذا طلقها ثلثا فتزوجت بغيره ثم عادت فدخلت لاتطلق على ماسيأتي[2] اھ مختصرا قلت والأتي هو قول الهداية ان قال لها ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا ثم قال لها انت طالق ثلثا فتزوجت غيره ودخل بها ثم رجعت الى الاول فدخلت الدار لم يقع شیئ[3]

اگر خاوند نے دخول دار سے طلاق کو معلق کرنے کے بعد بیوی کو طلاق دے دی اور عدت بھی گزر گئی، اور اس کے بعد دوبارہ اس سے نکاح کیا اور اب وُہ گھر میں داخل ہُوئی تو اب شرط پائے جانے کی وجہ سے طلاق واقع ہوگی، اور زوالِ ملکیت سے قسم ویمین کے عدمِ بطلان کو تین سے کم طلاقوں سے مقید کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اگر تین طلاقیں دیں اور حلالہ کے بعد دوبارہ نکاح کیا تو اب گھر میں داخل ہُوئی تو طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ عنقریب آئے گا اھ مختصراً، میں کہتا ہوں عنقریب آنے والی عبارت ہدایہ کی ہے جو یہ ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا اگر تُو گھر میں داخل ہُوئی تو تجھے تین طلاق،

[1] الہدایۃ باب الایمان فی الطلاق المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۳۶۶
[2] فتح القدیر 〃 〃 نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۵۰
[3] الہدایۃ 〃 〃 المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/ ۳۶۹

marfat.com

اس کے بعد خاوند نے بیوی کو بغیر تعلیق تین طلاقیں دے دیں اور کہا تجھے تین طلاق ۔ اس کے بعد مطلقہ نے حلالہ شرعیہ کے بعد دوبارہ پہلے سے نکاح کیا اور اب گھر میں داخل ہوئی تو کوئی طلاق نہ ہوگی ۔ (ت)

اور اگر زید نے یہ شرط نفسِ ایجاب وقبول میں کی تو اس کی دو صورتیں ہیں ؛ اگر پہلے زید نے کہا کہ میں تجھے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ اگر تیری بے اجازت کے نکاحِ ثانی کروں تو تجھ پر تین طلاق، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا، تو اس کا حکم مثل صورتِ اولیٰ ہے یعنی شرط محض باطل و بے اثر ہے کہ جب تک ہندہ نے قبول نہ کیا تھا وہ اس کی زوجہ نہ ہوئی تھی تو اُس کی تعلیق پر بے حصول ملک یا اضافہ بہ ملک اسے کچھ اختیار نہ تھا ۔ اور اگر پہلے ہندہ نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا، زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر بے تیری اجازت الیٰ اٰخرہ تو شرط صحیح ہوگئی اور وقوعِ طلاق کے وہی احکام ہوں گے جو اوپر گزرے کہ جب کلامِ اوّل جانبِ ہندہ سے تھا تو یہ تعلیق بعد تحقق ایجاب وقبول وثبوتِ زوجیت متحقق ہوئی اور اس وقت اُسے اختیار کامل تھا، خانیہ وبزازیہ وعمادیہ وبحر ونحر وغیرہا میں ہے :

واللفظ للامام الاجل فقیہ النفس رجل تزوج امرأۃ علی انہا طالق اوعلی ان امرھا فی الطلاق بیدھا ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الجامع انہ یجوز النکاح و الطلاق باطل ولایکون الامر بیدھا ، قال الفقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالٰی ھذا اذا بدأ الزوج فقال تزوجتك علی انك طالق وان ابتدأت المرأۃ فقالت زوجت نفسی منك علی انی طالق فقال قبلت جاز النکاح ویقع الطلاق لان البدایۃ اذا کانت من الزوج کان الطلاق و التفویض قبل النکاح فلا یصح

الفاظ امام فقیہ النفس کے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کو کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ "تُو طلاق والی ہے" یا اس شرط پر کہ طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے"۔ اس کے متعلق امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے جامع میں ذکر فرمایا کہ یہ نکاح صحیح ہے اور طلاق کی شرط باطل ہے اور بیوی کو طلاق کا اختیار بھی نہ ہوگا ۔ اس پر فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اگر خاوند نے ابتدار کرتے ہوئے کہا "میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق ہے"، تو پھر مذکور حکم یعنی نکاح صحیح اور طلاق باطل ہے اور اگر عورت ابتدار کرتے ہوئے کہے میں نے اپنے آپ کو تجھ سے نکاح دیا اس شرط پر کہ مجھے طلاق ہو تو خاوند نے جواب میں کہا میں نے قبول کیا، تو نکاح صحیح ہو کر طلاق ہو جائے گی کیونکہ خاوند کی طرف سے ابتدار کرنے میں طلاق اور تفویض، نکاح سے قبل

marfat.com

(اما اذا کانت البدایة من قبل المرأة یصیر التفویض بعد النکاح لان الزوج لما قال بعد کلام المرأة قبلت والجواب یتضمن اعادة مافی السؤال صار کانه قال قبلت علی انك طالق اوعلی ان یکون الامر بیدك فیصیر مفوضا بعد النکاح[1] اھ باختصار **اقول** انت تعلم ان کلام المرأة لاعبرة بها فی هذا الباب انما جاء الصحة من قبل تقدیرہ فی قبول الزوج لاجل ان السؤال معاد فی الجواب فاذا وقع فیه تحقیقا کان اولی بالصحة کما یرشدك الیه قوله رحمه الله تعالٰی قال قبلت علی انك طالق الخ وبما افاد فی الخانیة ظهر الفرق بین البدایتین کما اوضحناہ فیما علقناہ علی رد المحتار وان کان خفی علی العلامة الشامی رحمه الله تعالٰی۔

ہوئی تو طلاق کی شرط صحیح نہ ہوئی، لیکن عورت کی طرف سے ابتداء ہوئی تو پھر طلاق کی تفویض نکاح کے بعد ہوئی کیونکہ جب زوج نے عورت کی کلام کے بعد جواب میں "میں نے قبول کیا" کہا، تو چونکہ جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہوتا ہے تو گویا خاوند نے یُوں کہا کہ "میں نے نکاح قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہو یا طلاق کا معاملہ تیرے اختیار میں ہو" تو یُوں نکاح پہلے ہوگیا اور تفویض طلاق بعد ہوئی اھ، اختصارًا۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں) آپ کو معلوم ہے کہ طلاق کے معاملہ میں عورت کی بات کا اعتبار نہیں ہوتا لیکن یہ طلاق خاوند کے نکاح کو قبول کرنے پر خاوند کی طرف سے مقدر ہوئی کیونکہ خاوند کے جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہے، تو جب سوال حقیقتًا ہو تو صحت نکاح پر طلاق کا مرتب ہونا بطریق اولٰی ہوگا جیسا کہ ابولیث رحمہ اللہ تعالٰی کا قول کہ خاوند کا "قبول ہے" کہہ کر کہنا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہے الخ، تیری رہنمائی کررہا ہے، اور خانیہ کا یہ بیان دونوں ابتداؤں میں فرق کو واضح کررہا ہے جیسا کہ ہم نے اس کو ردالمحتار کے حاشیے میں واضح کیا ہے اگرچہ یہ فرق علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی پر مخفی رہا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لوقال لها تزوجتك علی ان امرك بیدك فقبلت جاز النکاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح

اگر مرد کسی عورت کو کہے کہ میں نے تجھ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ طلاق کا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے، تو عورت نے قبول کرلیا، اس صورت میں نکاح صحیح اور شرط لغو ہوگی کیونکہ طلاق کا

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی النکاح علی الشرط نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۰

في الملك او مضافا اليه ولم يوجد واحد منهما بخلاف ما مر فان الامر صار بيدها مقارنا لصيرورتها منكوحة اھ نھر، والحاصل ان الشرط صحيح اذا ابتدأت المرأة لا اذا ابتدأ الرجل ولكن الفرق خفي[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اختیار دینا نکاح میں یا نکاح کی طرف منسوب کرنے ہیں درست ہوسکتا ہے جبکہ یہاں دونوں باتوں میں کوئی بھی موجود نہیں ہے، اس کے برخلاف جب عورت ابتداء کرے تو پھر اختیارِ طلاق عورت کو بیوی بننے سمیت ہُوا، اھ، نہر۔ حاصل یہ ہے کہ اگر عورت ابتداء کرے تو شرط صحیح ہوگی اور اگر مرد ابتداء کرے تو شرط صحیح نہ ہوگی، لیکن مخفی رہا، الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

جواب سوال سوم: دُوسری کو مگر اُنھیں شرائط سے جو جواب اوّل میں گزریں کہ پہلا وُہ نکاح جو بعد نکاحِ ہندہ بحیاتِ ہندہ اگرچہ بعد افتراق ہندہ بے اجازت ہندہ کسی عورت سے کرے گا اس عورت کو طلاق ہوگی، اصل یہ ہے کہ یہ لفظ کہ "تو میرا نکاح باطل، مجمل و محتمل تھا" کہ اس میں بیان نہ کیا کہ کون نکاح باطل، اگر بعد نکاحِ ہندہ یہ الفاظ کہتا یا قبل نکاح یُوں کہا ہوتا کہ اگر ہندہ سے نکاح کروں اور اس کے بعد کسی عورت سے بے اُس کی اجازت کے نکاحِ ثانی کروں تو میرا نکاح باطل، تو اُسے اختیار تھا کہ زوجۂ اُولٰی یا ثانیہ جس کی طرف چاہے پھیر دے کہ دونوں اس تعلیق تطلیق کی صالح تھیں،

الاولی لتحقق الملك وفي الاخرى كالاخرى فيهما لحصول الاضافة۔

پہلی کو اس لئے کہ وُہ ملکیتِ نکاح میں ہے اور دوسری کے لئے اس کے لئے کہ یہ پہلی کے بعد دوسری ہے اور اضافتِ نکاح موجود ہے (ت)

فتح القدیر پھر ہندیہ میں ہے:

لو قال لامرأة ان تزوجت عليك ما عشت فالطلاق علي واجب ثم تزوج عليها تقع تطليقة على واحدة منهما يصرفها الى ايتهما شاء[2] اھ ملخصًا۔

اگر کسی عورت کو کہا "جب تک تُو زندہ ہے تجھ پر نکاح کروں تو مجھ پر طلاق واجب ہے" اس کے بعد خاوند نے اس پر دُوسرا نکاح کرلیا تو یہ طلاق ان بیویوں میں سے ایک پر پڑ جائے گی، دونوں میں سے جس کی طرف چاہے طلاق کو پھیر دے اھ ملخصًا (ت)

---

[1] رد المحتار باب الرجعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۰

[2] فتاوٰی ہندیہ فصل الثالث فی تعلیق الطلاق الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۲۶

فتاوٰی قاضیخاں باب التعلیق نول کشور لکھنؤ ۱/۲۳۷

marfat.com

یہاں کہ قبل نکاحِ ہندہ یہ لفظ کہا اور اس میں نکاحِ ہندہ کی طرف وُہ اضافت بھی نہیں جو یہاں کام دے یعنی صریح الفاظِ شرط کہ زنِ معینہ میں اسی کی حاجت ہے معنیٰ شرط کافی نہیں،

کمافی الفتح وغیرہ قال فی الدر یکفی معنی الشرط الّا فی المعینۃ باسم او نسب او اشارۃ الخ۔[1]

جس طرح فتح وغیرہ میں ہے، دُر میں کہا کہ شرط کا معنی کافی ہے ماسوائے نام یا نسب یا اشارہ کے ساتھ معیّن کردہ عورت کے۔ (ت)

غرضکہ صرف نکاحِ ثانیہ کی طرف اضافت اور صحت تعلیق کئے سے وجود ملک یا اضافت بملک لازم تو ہندہ اس تعلیق کی اصلاً محل نہیں، لاجرم زوجۂ ثانیہ متعین ہوگئی، بالجملہ ہندہ اس تعلیق میں اجنبیہ محض ہے بخلاف ثانیہ، تو اجنبیہ کی طرف پھیرنے کی کوئی راہ نہیں،

لما فیہ من اھمال الکلام ھو محترز عنہ مھما امکن اعمالہ۔

کیونکہ اس میں کلام کو مہمل بنانا لازم آتا ہے جبکہ اس سے حتی الامکان بچنا ہوتا ہے (ت)

یہ تو ایسا ہُوا جیسے اپنی عورت اور ایک اجنبیہ کو ملا کر کہا میں نے تم دونوں میں ایک کو طلاق دی خواہی نخواہی اس کی عورت ہی پر طلاق پڑے گی اجنبیہ کی طرف پھیرنے کا اختیار نہ دیا جائے گا کہ اُسے طلاق دینا اس کے قابو میں نہ تھا،

فی الھندیۃ لوضم الی امرأتہ امرأۃ اجنبیۃ وقال احدٰکما طالق او قال ھذہ طالق او ھذہ لاتطلق امرأتہ الا بالنیۃ لان الاجنبیۃ محل لذٰلک خبرا وان لم تکن محلا لہ انشاءً وھذہ الصیغۃ بحقیقتہا اخبار ولو قال فی ھذہ الصورۃ طلقت احدٰکما طلقت امرأتہ من غیر نیۃ ذکرہ فی طلاق الاصل[2] اھ

ہندیہ میں ہے: اگر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ اجنبی عورت کو ملا کر کہے تم دونوں میں سے ایک کو طلاق، یا یُوں کہا اِس کو یا اِس کو طلاق ہے، تو اس کی بیوی کو بغیر نیّت کئے طلاق نہ ہوگی، کیونکہ اجنبی عورت اگرچہ انشاءِ طلاق کے لئے محل نہیں لیکن طلاق کی خبر و حکایت کا محل ہے جبکہ خاوند کا کلام حقیقۃً خبر ہے، ہاں اگر یُوں کہے میں نے تم دونوں میں سے ایک کو طلاق دی، تو بیوی کو نیّت کے بغیر طلاق ہوجائے گی، اس کو مبسوط کے طلاق میں ذکر

---

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۰

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاوّل فی الطلاق الصریح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۶۳

marfat.com

وانت تعلم ان التعلیق انشاء التعلیق و ان الاولی لیست محلا له لترك الاضافة فوجب الصرف الی المحل لابقاء العمل وهذا کله واضح جدا، والله تعالٰی اعلم۔

کیا ہے اھ، آپ کو معلوم ہے کہ معلق کرنا، تعلیق کا انشاء ہے، جبکہ اجنبیہ اس کا محل نہیں کیونکہ وہ نہ نکاح میں ہے اور نہ اس سے نکاح کی طرف نسبت ہے اس لئے محل کی طرف پھیرنا ضروری ہے تاکہ کلام با مقصد بن سکے، اور یہ تمام خوب واضح ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے بعوض ہزار روپیہ کے نکاح کیا اور قبل نکاح درمیان نکاح کے یہ شرط کی کہ نصف مہر یعنی پانسو روپیہ اگر عند الطلب زوجہ ادا نہ کروں تو ہندہ پر تین طلاقیں ہیں، پس نکاح کے بعد ہندہ مذکور نے روپیہ طلب کیا زید نے روپیہ مذکورہ اس وقت ادا نہ کیا اور شرط مذکورہ ایجاب میں ہُوا تھا اور ایجاب جانب عورت سے اور قبول جانب مرد سے، اب اس صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ہندہ پر تین طلاقیں ہوگئیں، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

تزوج علی انها طالق ذکر محمد رحمه الله تعالٰی انه یجوز النکاح والطلاق باطل قال الفقیه ابو اللیث رحمه الله تعالٰی هذا اذا بدأ الزوج فقال تزوجتك علی انك طالق وان ابتدأت المرأة فقالت زوجت نفسی منك علی انی طالق فقال قبلت جاز النکاح ویقع الطلاق[1] الخ والله تعالٰی اعلم۔

مرد نے کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا تو نکاح صحیح اور طلاق باطل ہوگی۔ فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا یہ جب ہے کہ یہ بات خاوند پہلے کہے، اگر عورت نے ابتداء کرتے ہوئے یوں کہا "میں نے اپنے آپ کو تیرے نکاح میں اس شرط پر دیا کہ مجھے طلاق ہو، تو خاوند کے قبول کرنے پر نکاح صحیح ہو کر طلاق ہو جائے گی الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶ از مدراس محلہ جمکنڈی مسیت مکہ مرسلہ مولوی عبدالرزاق صاحب ۷ محرم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص حنفی نے یمین مضاف کی ہو اس طرح پر

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی النکاح علی الشرط نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۲

marfat.com

کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طلاق ہے و طلاق ہے و طلاق ہے، آیا اس کو تقلید مذہب شافعی کی جائز ہے تاکہ وطی اس عورت کی بلا تردّد ہو جائے کیونکہ عند الشافعی یمین مضاف میں طلاق نہیں واقع ہوتی؛

کمافی الدرالمختار فی المجتبٰی عن محمد فی المضافۃ لایقع وبہ افتی ائمۃ خوارزم انتھی وھو قول الشافعی[1] یا نہیں۔

جیسا کہ درمختار میں ہے کہ مجتبٰی میں امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ جس عورت کے نکاح سے کوئی شرط منسوب کی جائے تو طلاق نہ ہوگی۔ اسی پر ائمہ خوارزم کا فتوٰی ہے اھ، یہی امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے یا نہیں۔ (ت)

الجواب

ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ یمین مضاف منعقد ہے اور ایسی صورت میں نکاح کرتے ہی فورًا طلاق بائن ہو جائے گی، وہ روایت ضعیفہ کہ مجتبٰی میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے جس کا پایا بیان کیا قطع نظر اس سے کہ زاہدی چنداں موثوق فی النقل نہیں وہ خود بھی اس کے ضعف کا معترف ایسی روایات شاذہ ساقطہ پر فتوٰی دینا جائز نہیں، و لہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نہ مفتی کو اس روایت پر افتا کی مجال، نہ کسی کو اُس پر عمل حلال۔ درمختار میں عبارت منقولہ سائل کے بعد ہے: ھذا یعلم ولایفتی بہ[2] (اس کو معلوم کرلیا جائے لیکن اس پر فتوٰی نہ دیا جائے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

فی البزازیۃ وعن الصدر اقول لایحل لاحد ان یفعل ذلک وقال الحلوانی یعلم ولایفتی بہ لئلا یتطرق الجھال الی ھدم المذھب اھ بحر[3]۔

بزازیہ میں ہے اور صدر سے مروی ہے میں کہتا ہوں کہ کسی کو یہ کام حلال نہیں، اور حلوانی نے فرمایا معلوم کرلیا جائے لیکن اس پر فتوٰی نہ دیا جائے تاکہ جاہل لوگ مذہب کے خلاف نہ مصروف ہو جائیں اھ بحر۔ (ت)

اُسی میں ہے:

فلیس للمفتی الافتاء بالروایۃ الضعیفۃ وکونھا افتی بھا کثیر من ائمۃ خوارزم

مفتی کو ضعیف روایت اختیار نہیں کرنی چاہئے، اور ائمہ خوارزم کا اس پر فتوٰی اس کے ضعف کو

---

[1] درمختار | باب التعلیق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۳۱
[2] ایضاً
[3] ردالمحتار | " | الطباعۃ المصریۃ بمصر | ۲/۴۹۶

marfat.com

لا ینفی ضعفها ولذا تقدم عن الصدر انه لا یحل لاحد ان یفعل ذٰلك وکذا ما تقدم عن الحلوانی من انه یعلم ولا یفتی به فلو تثبت هذه الروایة عن محمد وکانت صحیحة لبنوا الحکم علیها ولم یحتاجوا الی بنائه علی مذهب الشافعی فهذا یدل علی انها روایة شاذة کما یشیر الیه کلام المجتبی المار[1]

ختم نہیں کر سکتا، اسی لئے صدر سے منقول گزرا کہ کسی کو یہ کام حلال نہیں۔ اور یوں ہی علامہ حلوانی سے منقول گزرا کہ اس کو جان لیا جائے مگر فتوٰی نہ دیا جائے، تو اگر یہ بات امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے صحیح ثابت ہو تو پھر چاہیئے تھا کہ اس قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی کو مبنٰی حکم بناتے اور امام شافعی کے قول کے محتاج نہ ہوتے، اس سے معلوم ہُوا کہ یہ روایت شاذ ہے جیسا کہ اس پر گزشتہ مجتبٰی کا کلام اشارہ کر رہا ہے۔ (ت)

پھر اگر مخلص چاہے تو کچھ تقلیدِ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حاجت نہیں، خود اپنے مذہب میں مخلص موجود ہے مثلاً صورتِ مستفسرہ میں اس عورت سے نکاح کرلے، نکاح کرتے ہی طلاق پڑجائے گی اور ازانجا کہ عورت غیر مدخولہ ہے اور اُس نے تین طلاقیں بتفریق ذکر کی ہیں کہ طلاق ہے و طلاق ہے و طلاق ہے لہٰذا ایک ہی واقع ہوگی،

فی الدر المختار وان فرق بوصف او خبر او جمل بعطف او غیرہ بانت بالاولی لا الی عدة ولذا لم تقع الثانیة بخلاف الموطوءة حیث یقع الکل[2]

درمختار میں ہے: اگر طلاق کو متفرق وصف یا خبر یا حکم کے ساتھ متفرق کرے خواہ عطف کے ذریعہ یا بغیر عطف تو عورت پہلی طلاق سے ہی بائنہ ہوجائے گی اور عدت نہ ہوگی، اسی وجہ سے دوسری طلاق واقع نہ ہوگی اس کے برخلاف اگر وطی شدہ بیوی کو ایسے کہا تو سب طلاقیں واقع ہوں گی۔ (ت)

پس اُسی وقت پھر اُس سے نکاح کرلے اب طلاق نہ پڑے گی کہ یمین ایک بار سے کھُل گئی،

فی التنویر الفاظ الشرط ان و اذا و اذا ما وکل وکلما ومتی ومتی ما

تنویر میں ہے: عربی شرط کے الفاظ یہ ہیں: ان، اذا، اذاما، کل، کلما، متٰی، متٰی ما،

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق الطباعة المصریة بمصر ۲/۴۹۷
[2] درمختار باب طلاق غیر المدخول بہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۳

marfat.com

تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانه ینحل بعد الثلاث[1]

ان تمام الفاظ کی شرط جب پائی جائے تو قسم ختم ہوجائے گی ماسوائے لفظ "کلما" کیونکہ اس میں شرط تین طلاقوں کے بعد ختم ہوگی۔ (ت)

مگر اتنا ہوگا کہ عورت پر صرف دو طلاقوں کا مالک رہے گا کہ ایک تو نکاح پیشیں میں پڑ چکی اب اگر کبھی دو طلاقیں دے گا مغلظ ہوجائے گی۔ دُوسری صُورت یہ ہے کہ کسی ذی علم کے سامنے تذکرہ کہے کہ میں نے یُوں حلف کرلیا ہے مجھے نکاح فضولی کی حاجت ہے یا کیا اچھا ہوتا کہ کوئی شخص بے میری توکیل کے بطور خود میرا نکاح اُس سے کر دے تا ذی علم مذکور خود یا کسی اور سے کہہ کر عورت کا نکاح اس سے کر دے جب اس شخص کو نکاح کی خبر پہنچے یہ زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ کوئی فعل ایسا کرے جس سے اُس نکاح موقوف کی اجازت ہوجائے، مثلاً عورت کو مہر بھیج دے یا لوگوں کی مبارکباد قبول کرے کہ اس صُورت میں نکاح ہوجائے گا اور طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی۔

فی ردالمحتار عن البحر عن البزازیۃ ینبغی ان یجیئ الی عالم ویقول له ما حلف و احتیاجه الی نکاح الفضولی فیزوجه العالم امرأۃ و یجیز بالفعل فلا یحنث وکذا اذا قال لجماعۃ لی حاجۃ الی نکاح الفضولی فزوجه واحد منهم اما اذا قال لرجل اعقد لی عقد فضولی یکون توکیلا اھ[2]

ردالمحتار میں بحر سے منقول اور وہاں بزازیہ سے منقول ہے کہ مناسب ہے کہ کسی عالم کے پاس آکر جو اس نے قسم اٹھائی ہے اس کو بیان کرے اور کسی ایسے فضولی شخص (جو اس کی بیوی کو پہچانتا ہو) کی ضرورت کو بیان کرے تو وہ عالم اس کا کسی عورت سے نکاح کرے اور یہ اس عالم کی کاروائی کو کسی اپنے عمل سے جائز کرے تو حانث نہ ہوگا اور یونہی کسی ایسی جماعت کے سامنے اپنے لئے فضولی کے نکاح کی ضرورت کو پیش کرے تو اس جماعت میں کوئی شخص خود اس کا نکاح کر دے البتہ خاص کسی شخص کو فضولی بننے کے لئے نہ کہے، کیونکہ کسی کو کہنا کہ تُو فضولی بن میرا نکاح کر دے، تو یہ فضولی نہ ہوگا، بلکہ یہ تو اس کو وکیل بنانا ہُوا، اھ۔ (ت)

مسئلہ از سیتاپور ۶ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زن و شو میں باہم نزاع لفظی واقع ہُوا اُس پر شوہر نے کہا تُو میری چیز کھائے تو طلاق ہے، شوہر کی مراد اس سے نقصان نکاح کی ہرگز ہرگز نہیں ہے غصہ میں

---

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۱

[2] ردالمحتار ؍؍ ؍؍ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۹۷

marfat.com

ایک مہمل لفظ زبان سے نکل گیا اب زوجہ شوہر کی دی ہوئی کوئی چیز نہ لیتی ہے، نہ کھاتی ہے، نہ پہنتی ہے، نہ قریب آتی ہے، اور کہتی ہے کہ مجھ کو یہ خوف ہے کہ اگر میں کھاؤں گی تو مجھ پر شرعی نقصان پڑ جائے گا، شوہر اس امر سے قطعی انکار کرتا ہے اُس کا بیان ہے کہ غصہ میں میرے مُنہ سے نکل گیا ہے ہرگز میری یہ مراد نہ تھی بقسم شرعی کہتا ہے، یوم عقد سے گا ہے اُس نے ایسا لفظ بد مُنہ سے نہیں نکالا ہے۔ بَیِّنُوا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

اگر الفاظ اسی قدر تھے جو مذکور ہوئے جن میں کچھ ذکر نہیں کہ کون طلاق ہے کس پر طلاق ہے، اور ایسی حالت میں شوہر کا بقسم بیان کہ ان الفاظ سے میں نے طلاق زوجہ کی نیت نہ کی، تو صورتِ مذکورہ میں بموجب روایاتِ کثیرہ فتاوٰی قاضی خاں وفتاوٰی خلاصہ وفتاوٰی بزازیہ وفتاوٰی ہندیہ وفتاوٰی ذخیرہ و محیط امام برہان الدین وقنیہ و بحر الرائق و درمختار وغیرہا ان الفاظ سے نکاح پر کوئی اثر نہ اب ہے نہ آئندہ کسی چیز کے کھانے سے پیدا ہو، اور بنظر دقیق احتیاط یہ ہے کہ اگر الفاظ یہی تھے کہ میری چیز کھائے الخ جب تو جو چیز کھانے سے پہلے زوجہ کو شوہر ہبہ کر دے کہ اب میری چیز کھانا صادق نہیں، اور اگر لفظ وُہ ہیں جو کرامت نامہ میں ارشاد ہوئے کہ اب اگر میری لائی ہوئی کھائے الخ تو علاج یہ ہے کہ خود کوئی چیز نہ لائی جائے نوکر یا عزیز یا غیر اوروں سے منگوا کر دی جائے، یہ احتیاط صرف کھانے میں ہے اس کے سوا پہننا، بولنا، قریب آنا جانا وغیرہا کسی فعل سے کوئی اثر ضرر نہیں اور اگر ایک بار سہواً خواہ قصداً ایسا واقع ہو جائے کہ خلافِ شرط کھانا عمل میں آئے تو الفاظ مذکورہ سے بنظرِ احتیاط بھی صرف ایک طلاق رجعی کا حکم ہوگا کہ عدت کے اندر فقط زبان سے اتنا کہہ دینا کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا کفایت کرے گا، اس کے بعد وُہ شرط باطل ہو جائے گی جو چاہے اور جتنی بار چاہے شوہر کی چیز اُس کی لائی ہوئی کھائے ہرگز طلاق نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

نوٹ

اعلحضرت علیہ الرحمۃ کا یہ وہ مفصل فتوٰی ہے جس کا ذکر پیش لفظ میں گزر چکا ہے، یہ فتوٰی فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ تھا، اس مسئلہ کی اہمیت اور اس باب سے متعلقہ ہونے کے پیش نظر اس مقام پر جلد ہذا میں شامل کرلیا گیا ہے۔

مسئلہ ۸ از انبٹھہ ضلع سہارن پور مرسلہ فضل کریم انصاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّی فضل کریم نے اپنی زوجہ مسمّاۃ حسینہ بی کو بُلایا، اس کی والدہ نے بھیجنے سے انکار کیا، فضل کریم اس کے پاس گیا اور سمجھایا، جب دیکھا کہ وہ راضی نہیں ہوتی تو اس سے کہا کہ "اگر آج آپ عصر تک اپنے گھر نہ آئیں تو میں آپ کو اپنے نکاح سے علیحدہ کردوں گا" اور اثنائے راستہ میں بہنگام واپسی مکانِ خُسر خود صدیق احمد یا تایا زوجۂ خود کے مل جانے پر اُس سے بھی فضل کریم نے کہا کہ "اُن کو سمجھا کر بھجوادو میں کہہ آیا ہُوں کہ عصر تک اپنے گھر نہ آئیں تو میں اپنے نکاح سے علیحدہ کردوں گا"۔ اس پر اہالی زوجہ نے اس کو روک رکھا اور لفظ یہ بنائے کہ فضل کریم یہ لفظ کہہ گیا تھا کہ "اگر آپ عصر تک اپنے مکان میں نہ آئیں تو میری طرف سے جواب ہے"۔ اور یہ الفاظ فضل کریم نے بحالتِ غیظ و غضب کہے تھے نیز یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ فضل کریم نے باہر از مکان خسر خود تایا زوجۂ خود سے کہا تھا کہ "معافی نامۂ مہر میرے پاس لکھا رکھا ہے اور میں کہہ آیا ہُوں کہ "اگر عصر تک آپ اپنے گھر نہ آئیں تو میری طرف سے جواب ہے"۔ فضل کریم ان الفاظ سے منکر ہے نیز بحلفِ شرعی کہتا ہے کہ "بالفرض لفظ یُوں ہوں یا کچھ ہوں جو کچھ بھی میں نے کہا تھا اس سے زوجۂ مذکورہ کو طلاق دینے کی نیت میری نہ تھی" اس پر بعض صاحبانؔ نے بے تحکیم فضل کریم

عہ یعنی جناب مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی مصنف حفظ الایمان جن کی نسبت حسام الحرمین شریف میں علماءِ کرام حرمین شریفین کا حکم مشہور و معروف ہے ۱۲

(بوجہ مراسم تایا مسمّاۃ حسینہ بی تایا مذکور کے بلالانے پر) بطور خود حَکَم ہونے کا دعوٰی کیا اور یہ فیصلہ لکھ دیا کہ زوجۂ فضل کریم مسمّاۃ حسینہ بی پر ایک طلاق بائن ہوگئی اور اس صورت میں کہ فضل کریم نے لفظ "جواب ہے" کہا تھا نیتِ فضل کریم کی حاجت نہیں، اور زوجہ حسینہ بی اپنے معاملہ میں قاضی ہے، اور یہ بھی لکھا کہ فضل کریم شہادت پیش کرنے سے قاصر رہا حالانکہ منجانب حسینہ بی اُس کے رشتہ دار گواہ جو ثقہ اور عادل ہیں پیش ہوئے اگرچہ فیصلۂ مذکور میں شہادت پیش کرنے سے قاصر رہا حالانکہ منجانب حسینہ بی اس کے رشتہ دار گواہ جو ثقہ اور عادل ہیں پیش ہوئے اگرچہ فیصلہ مذکور میں شہادت پیش شدہ غیر محدود صورت کے ساتھ ہے لیکن ایک اقربا حسینہ بی سے معلوم ہوا کہ تایا مذکور و چچی و تائی زوجہ مذکور نے اور اُن کی ایک ماما غیر پردہ نشین نے بیانِ مسماۃ حسینہ بی کی تائید کی ہے۔

قابلِ استفتاء یہ امور ہیں کہ یہ فیصلہ کرنا اور صورتِ مذکورہ میں طلاق کا حکم دینا شرعًا حق ہے یا باطل، اور عورت کو اس موقعہ پر کیا سمجھنے کا حکم ہے وہ خود قاضی ہوسکتی ہے یا نہیں، اور جن لوگوں نے ایسا فیصلہ دیا اُن کی نسبت کیا حکم ہے، اور ان ہر دو اقوال میں فضل کریم شوہر کا قول معتبر ہے یا زوجہ حسینہ بی اور اس کے اقربا مذکورہ کا، اور ان ہر دو الفاظ سے شرعًا کسی قسم کی طلاق مذکورہ بالا صورت میں عائد ہوگی یا نہیں، مدلّل مرقوم فرمائیں بیّنوا توجروا۔ احقر فضل کریم انصاری ساکن انبٹھہ ضلع سہارنپور

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصّواب

صُورتِ مستفسرہ میں ہرگز حکمِ طلاق نہیں، یہاں شرعًا فضل کریم کا قول معتبر ہے کہ حسینہ طلاق کی مدعیہ ہے اور فضل کریم اُس سے منکر، اور قاعدۂ شرع ہے کہ القول للمنکر والبینۃ علی المدعی (منکر کی بات معتبر ہے اور گواہی مدعی کے ذمہ ہے۔ت) اگر اس نے یہی لفظ کہے تھے کہ "نکاح سے علیحدہ کردوں گا" جب تو ظاہر ہے کہ یہ نرا وعدہ ہے اور وعدے سے طلاق نہیں ہوتی۔ جواہر الاخلاطی میں ہے:

طلاق میکنم طلاق بخلاف قولہ کنم لانہ یتمحض الاستقبال[1]

طلاق میکنم، حال ہونے کی وجہ سے طلاق ہے اس کے برخلاف "طلاق کنم" کہا تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ محض استقبال ہے (ت)

اور اگر بالفرض اس نے وہی لفظ کہے ہوں جو اہلِ زن بیان کرتے ہیں تو جبکہ وہ عدم نیت طلاق پر حلف کرتا ہے حکم طلاق محض باطل وخطا ہے،

اوّلاً لفظِ جواب اگرچہ اُردو میں بمعنے ترکِ تعلق بھی آتا ہے جس کے سبب طلاق سے کنایہ ہوسکتا ہے

---

[1] جواہر الاخلاطی فصل فی طلاق الصریح قلمی نسخہ ص ۶۹

marfat.com

نوکر کو جواب دے دیا یعنی برخاست کر دیا مگر وُہ اُردوئے معلّٰی بلکہ فارسی میں بھی بمعنی رَدو انکار و عدمِ قبول شائع و ذائع ہے گدا را جواب داد (فقیر کو جواب دے دیا۔ ت) یعنی اس کا سوال رَد کیا، دینے سے انکار کر دیا، زَید سے فلاں کام کو کہا اُس نے جواب دے دیا یعنی نہ مانا، قبول نہ کیا، عمرو سے کوئی درخواست کی اُس نے کہا میری طرف سے جواب ہے یعنی مجھے منظور نہیں۔ مخلص کاشی راست ؎

دریں زمانہ گدا زنگ می تواند بست ۔۔۔ اگر ز خواجہ ممسک جواب میگیرد

(اس زمانہ میں گداگر اپنے ڈھنگ کا بختہ ہے اگرچہ بخل والا جواب بھی دے دے۔ ت)

فصیح الملک ؎

نامہ بر کہتا ہے اب لاتا ہُوں دلبر کا جواب ۔۔۔ سُن چُکا میں چار دن پہلے مقدر کا جواب

اس قسم کے محاورات نظم و نثر میں بکثرت ہیں۔

تو کلمہ یقیناً صالح رد ہے، اور جو کلمہ صالح رَد ہو مطلقاً ہر حال میں محتاجِ نیت ہے اگرچہ حالتِ غضب ہو اگرچہ حالتِ مذاکرۂ طلاق ہو۔ درمختار میں ہے:

الحالات ثلثۃ رضی و غضب و مذاکرۃ والکنایات ثلث ما یحتمل الرد او ما یصلح للسب اولا ولا ففی الرضی تتوقف الثلثۃ علی نیۃ للاحتمال وفی الغضب الاولان وفی مذاکرۃ الطلاق الاول فقط[1]۔

حالات تین ہیں: رضا، غصّہ اور مذاکرہ طلاق، اور کنائے تین ہیں: رَد کا احتمال یا گالی کا احتمال رکھتا ہو یا ان دونوں کا احتمال نہ رکھتا ہو، تو رضا کی صورت میں تینوں احتمال ہو سکتے ہیں جس کی نیت کریگا وہی ہوگا، اور غصہ کی صورت میں پہلے دونوں اور مذاکرہ کی صورت میں صرف پہلا احتمال یعنی رَد ہو سکتا ہے۔ (ت)

اور جب وُہ حلف کے ساتھ نیت کا انکار کرتا ہے تو یقیناً اس کا قول مانا جائے گا۔ نہ قاضی حکم طلاق دے سکتا ہے نہ عورت اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ سکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ[2]۔

قسم کے ساتھ خاوند کی بات معتبر ہوگی اور بیوی کا گھر میں اس سے قسم لے لینا کافی ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار ۔۔۔ باب الکنایات ۔۔۔ مطبع مجتبائی دہلی ۔۔۔ ۱/۲۲۴

[2] " ۔۔۔ " " ۔۔۔ " " " ۔۔۔ "

marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

قولہ للاحتمال لما ذکرنا من ان کل واحد من الالفاظ یحتمل الطلاق وغیرہ والحال لاتدل علی احدھما فیسأل عن نیتہ ویصدق فی ذلك قضاءً بدائع۔[1]

ماتن کے قول للاحتمال کی وجہ جو ہم نے ذکر کی کہ مذکور الفاظ میں سے ہرایک طلاق وغیر طلاق کا احتمال رکھتا ہے جبکہ حال کی دلالت کسی ایک پر نہیں لہذا اس کی نیت پوچھی جائے گی اور قضاءً اس کے بیان کی تصدیق کی جائے گی۔ بدائع۔ (ت)

ثانیاً بالفرض لفظ "جواب" معنی رَدّ و انکار کا صالح نہ ہوتا بلکہ جانے دیجئے یوں فرض کیجئے کہ وہ سرے سے کنایہ ہی نہ ہوتا بلکہ خاص صریح ہوتا جب بھی صورت مستفسرہ میں بعد اس کے کہ فضل کریم نے حلفاً انکارِ نیت کیا، حکم طلاق زنہار ممکن نہ تھا کہ یہاں عورت کی طرف اضافت نہیں، صرف اتنا کہا ہے کہ "میری طرف سے جواب ہے" یہ کچھ نہ کہا کہ کس کو جواب ہے، اور ترکِ اضافت ہمیشہ مانع حکم طلاق ہے جبکہ شوہر بحلف انکارِ نیت کرے۔ فتاوٰی خانیہ پھر فتاوٰی خلاصہ پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

واللفظ للاولی رجل قال لامرأتہ فی الغضب اگر توزنِ من ست طلاق وحذف الیاء لا تطلق لانہ ما اضاف الطلاق الیہا۔[2]

یعنی اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے حالتِ غضب میں کہا "اگر تُو میری عورت ہے تو تین طلاق" اور یوں نہ کہا کہ "تُو میری عورت ہے تو تجھے تین طلاق" طلاق نہ ہوگی کہ جب اُس نے "تجھے" کا لفظ نہ کہا تو طلاق کو عورت کی طرف اضافت نہ کیا۔

نیز فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے :

امرأۃ قالت لزوجہا طلقنی ثلاثا فقال الزوج اینک ہزار طلاق لا تطلق امرأتہ لانہ کلام محتمل۔[3]

یعنی عورت نے شوہر سے کہا "مجھے تین طلاق دے دے" اس نے کہا "فی الحال ہزار طلاق" طلاق نہ ہوگی کہ اس میں اپنی عورت کو طلاق دینا صاف نہیں۔

فتاوٰی خلاصہ میں ہے :

قالت طلقنی فضربہا وقال اینک طلاق

یعنی عورت نے کہا "مجھے طلاق دے دے" اس پر

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۵

[2] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکنایات والمدلولات نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۵

[3] " " " کتاب الطلاق " "

marfat.com

لا یقع ولو قال اینک طلاق یقع[1]۔

مرد نے اسے مارا اور کہا "فی الحال طلاق" طلاق نہ ہوگی اور اگر کہا "فی الحال تجھے طلاق" طلاق ہوجائیگی۔

فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

رجل قال "نان خوردیم ونبیذ خوریم زنان مابسہ" ثم قال لہ رجل بعد ماسکت "بسہ طلاق" فقال الرجل "بسہ طلاق" لا تطلق امرأتہ لانہ لما فرغ عن الکلام وسکت ساعۃ کان ھذا ابتداء کلام لیس فیہ اضافۃ الی شیئ[2]۔

ایک شخص نے کہا "ہم نے روٹی کھائی اور نبیذ پی ہماری عورتوں کو تین" پھر جب چُپ رہا دوسرے نے اس سے کہا "تین طلاقیں" تو جواب میں اس نے کہا "تین طلاقیں" طلاق نہ ہوگی کہ جب وہ پہلی بات کہہ کر کچھ دیر چُپ رہا تو اب یہ ابتدائی کلام ہُوا اور اس میں کسی طرف اضافت نہیں۔

محیط پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

سئل شیخ الاسلام الفقیہ ابونصر عن سکران قال لامرأتہ اتریدون ان اطلقک قالت نعم فقال بالفارسیۃ اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی واخرجی من عندی وھو یزعم انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول قولہ[3]۔

یعنی امام شیخ الاسلام فقیہ ابونصر سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے نشہ میں کہا "کیا تُو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں" اس نے کہا "ہاں"۔ مرد نے کہا "اگر تُو میری جورو ہے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق، اُٹھ میرے پاس سے دُور ہو" اور اس کا بیان ہے کہ اس نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی، تو اس کا قول معتبر ہے۔

امام اجل قاضی خاں نے فرمایا: لانہ لم یضف الطلاق الیھا[4]

اس کا قول اس لئے معتبر ہُوا کہ اُس نے ان لفظوں میں طلاق کو عورت کی طرف نسبت نہ کیا تھا یعنی یُوں نہ کہا تھا کہ اگر تُو میری عورت ہے تو تجھے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق۔

فتاوٰی ذخیرہ پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

سئل نجم الدین عمن قالت لہ امرأتہ مرا

امام نجم الدین رحمہ اللہ تعالٰی سے سوال ہُوا ایک شخص

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی ــــ کتاب الطلاق ــــ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۷۶

[2] فتاوٰی قاضی خاں ــــ " ــــ نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۵

[3] فتاوٰی ہندیہ ــــ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ ــــ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۳

[4] فتاوٰی قاضی خاں ــــ باب التعلیق ــــ نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۹

marfat.com

برگ باتو باشیدن نیست مرا طلاق دہ فقال الزوج چوں تو روی طلاق دادہ شد وقال لم انو الطلاق ھل یصدق قال نعم[1]۔

سے اس کی عورت نے کہا "تیرے ساتھ میرے رہنے کا فائدہ نہیں مجھے طلاق دے دے"۔ شوہر نے کہا "تجھ جیسی کو طلاق دے دی گئی" اور کہا ہے میری نیت طلاق کی نہ تھی کیا اس کا قول مانا جائیگا۔ فرمایا ہاں۔

فتاوٰی امام قاضی خاں پھر فتاوٰی بزازیہ میں ہے:

قال لہا لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقہا و یحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول لہ[2]۔

یعنی عورت سے کہا "بے میری اجازت کے باہر نہ جانا کہ میں طلاق کا حلف کرچکا ہوں"۔ عورت بے اجازت چلی گئی، طلاق نہ ہوگی کہ اُس نے یہ نہ کہا کہ تیری طلاق کا حلف کرچکا ہوں ممکن ہے کہ اور کسی کی طلاق کا حلف کیا ہو تو جب وُہ اس عورت کو طلاق دینے کی نیت سے منکر ہے اس کا قول معتبر ہے۔

درمختار میں ہے:

لم یقع لترکہ اضافۃ الیہا[3]۔

اس صورت میں طلاق اس لئے نہ ہُوئی کہ عورت کی طرف طلاق کی اضافت نہ کی۔

کتبِ معتمدہ میں اس مسئلہ کی سندیں بہت بکثرت ہیں اور تمام تحقیق ہمارے رسالہ الکاس الدھاق باضافۃ الطلاق (۱۳۱۳ھ) میں ہے تو آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ جس شخص نے خود حَکَم بن کر یہاں حکمِ طلاق دیا اور حسینہ کے نکاح سے نکلنے کا فیصلہ کیا وُہ اس کا محض جہل و ظلم و زعم باطل تھا۔ وُہ حکم جہالت اور وہ فیصلہ بطالت اور وُہ حَکَم بن بیٹھنا افتراء و ضلالت۔

اوّلاً اُس نے اپنی جہالت سے لفظ "جواب ہے" کو محتمل دشنام ٹھہرا کر اس بناء پر کہ یہ الفاظ فضل کریم نے بحالتِ غیظ و غضب میں کہے تھے قضاءً وقوعِ طلاق کا حکم دیا اور نہ جانا کہ وہ محتمل رَد ہے اور جو لفظ محتمل رَد ہو اس سے کسی حالت میں بے نیت طلاق نہیں ہوسکتی نہ دیانۃً نہ قضاءً۔ ہدایہ میں ہے:

فی حالۃ الغضب یصدق فی جمیع

غصہ کی حالت میں مذکورہ تمام صورتوں میں قائل کی تصدیق

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۱۵

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب الایمان 〃 〃 ۴/۲۷۰

[3] درمختار کتاب الطلاق باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۸

marfat.com

ذلك لاحتمال الرد[1]۔

کی جائے گی کیونکہ رَد کا احتمال ہے۔ (ت)

کافی میں ہے:

فی مذاکرۃ الطلاق یقع الطلاق فی سائر الاقسام قضاء الافیما یصلح جوابا وردا فانہ لایجعل طلاقا[2]۔

قضاءً مذاکرہ طلاق میں تمام صورتوں میں طلاق واقع ہوجائیگی لیکن جن صورتوں میں جواب اور رَد ہونے کا احتمال ہو ان صورتوں میں طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

ثانیاً اُسے نہ سُوجھا کہ لفظ اضافت سے خالی ہے تو بحالِ انکارِ نیت حکمِ طلاق نا ممکن ہے اگرچہ خود لفظ "طلاق" ہوتا جیسا کہ مسائل مذکورہ میں گزرا، نہ کہ لفظ "جواب" کہ کنایہ ہے اور وہ بھی محتمل رَد و انکار۔

محیط میں ہے:

لایقع فی جنس الاضافۃ اذالم ینو لعدم الاضافۃ الیھا[3]۔

یعنی جنس اضافت میں جب طلاق کو عورت کی طرف اضافت نہ کرے طلاق نہ ہوگی جب تک شوہر نیت نہ کرے۔

ثالثاً اُس نے عورت کو خود اپنے معاملے میں قاضی بتایا اس کا اگر یہ مطلب کہ عورت خود حاکم ہے اور اُس کا حکم مثل حکم قاضی شرع نافذ و ناطق ہے جب تو صریح جہالت ہے، ہاں جہاں کے مرد خود حَکم بن بیٹھتے ہوں وہاں کی عورتیں اگر خود قاضی بن بیٹھیں تو کیا عجب۔ اور اگر یہ مراد کہ الفاظ طلاق میں عورت کو وہی سمجھنا چاہیے جو عام لوگوں اور قاضی کو کہ دل کا حال اللہ جانتا ہے یہ سب ظاہر پر عمل کرنے والے ہیں تو ہم درمختار و ردالمحتار و فتاوٰی قاضیخاں و فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی ذخیرہ و فتاوٰی بزازیہ و فتاوٰی محیط و بحرالرائق و کافی شرح وافی و ہدایہ کے نصوص جلیلہ سُنا چکے کہ اس صورت میں جبکہ شوہر بحلف منکرِ نیت ہے، قاضی بھی طلاق نہیں ٹھہرا سکتا تو عورت کیا چیز ہے۔

رابعاً اُس کی جہالت کا صاف واضح نمونہ وُہ ہے کہ فضل کریم شہادت پیش کرنے میں قاصر رہا وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ یہاں فضل کریم مدعا علیہ ہے اور حسینہ مدعیہ ہے مدعا علیہ کو شہادت کی کیا حاجت جس کے

---

[1] الہدایۃ فصل فی الطلاق قبل الدخول مکتبۃ العربیۃ کراچی ۳۵۴/۲

[2] کافی

[3] محیط

marfat.com

پیش کرنے سے اسے قاصر کیا جائے۔

خامسًا حکم بننے میں اگر اس نے یہ زعم کیا کہ فضل کریم نے اُسے حکم کیا اور وہ واقع میں ایسا نہ تھا تو اس نے ایک مسلمان پر افترا کیا اور شرع مطہر میں مفتری کی سزا سلطانِ اسلام کے یہاں اسّی کوڑے ہیں ___ ولعذاب الاٰخرۃ اکبر[1] (اور بیشک آخرت کا اور سخت تر) اور اگر یہ ٹھہرایا کہ گو فضل کریم نے مجھے حکم نہ کیا مگر شریعت نے بے رضا وتحکیم خود حَکَم بن بیٹھنا اور فیصلہ کر دینا جائز کیا ہے اور ایسا فیصلہ شرعًا صحیح ونافذ ہوتا ہے تو اس نے شریعتِ مطہرہ پر افترا کیا، اور شریعتِ مطہرہ پر افترا اللہ عزوجل پر افترا ہے اور اللہ عزوجل پر افترا بے ایمان ہی کرتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[2] جھُوٹے افترا وہی باندھتے ہیں جو مسلمان نہیں۔

سادسًا وہ جانتا تھا کہ شرع مطہر سے اس صورت میں حکمِ طلاق نہیں ہوسکتا اور پھر دانستہ خلافِ حکمِ شرع حکم کیا جب تو ان آیاتِ کریمہ سے اپنا حکم معلوم کرے کہ:

من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك ھم الظٰلمون، جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ ظالم ہیں،

من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك ھم الفٰسقون، جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں،

من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك ھم الکٰفرون[3]۔ جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ کافر ہیں۔

جب حکمِ شرع پر حکم نہ کرنے والوں کے لئے یہ احکام ہیں تو جو دانستہ حکمِ شرع کے خلاف کریں اور اُسے حکمِ شرع بتائیں اُن پر کس درجہ سخت تر ہوں گے، اور اگر نہ جانتا تھا اور بے علم فتوٰی دیا تو اپنا حکم اس حدیث سے لے:

افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[4]۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی وابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بے علم فتوٰی دیا تو آپ بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا (اسے امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۲۶

[2] 〃 〃 ۱۶/ ۱۰۵

[3] 〃 〃 ۵/ ۴۴ تا ۴۷

[4] صحیح مسلم کتاب العلم باب رفع العلم وقبضہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۰

marfat.com

اور اس حدیث سے معلوم کرے :

من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض[1] رواہ ابن عساکر عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو بغیر علم کے فتوٰے دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ (اسے ابن عساکر نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

بلکہ نظر بواقع صورت حاضرہ میں دونوں شقیں موجود ہیں، یہ حکم بن بیٹھنے والا خلاف شرع حکم دینے والا جاہل بھی ہے، اس کا جہل خود اُس کے اس حکم ہی سے ہم نے بوجوہ ظاہر کر دیا، اور دیدہ و دانستہ خلاف ما انزل اللہ حکم کرنے والا بھی ہے کہ ابھی چند روز ہُوئے بمقدمہ حاجی بنیا د علی بجنوری اس نے یہی جہالت کی تھی اور اس پر دارالافتاء سے تنبیہ کی گئی حکم صحیح بتایا گیا پھر سائل کے مقرر سوال بغرض دفع اوہام جہال پر دوبارہ مفصل فتوٰی مرسل ہوا تو حکم شرع اگر جب نہ جانتا تھا اب معلوم تھا اور پھر قصداً اس کا خلاف کیا، والعیاذ باللہ تعالےٰ۔

سابعًا اس نے یہ ما انزل اللہ کا خلاف اپنی کسی خانگی بات میں نہ کیا بلکہ ایک مسلمان کی زوجہ کو ناحق نارو اس کے نکاح سے خارج ٹھہرایا اور شوہر سے برگشتہ بنایا، اور یہ شیاطین کا کام ہے۔
اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولکن الشیٰطین کفروا یعلمون الناس السحر[2] الی قولہ تعالےٰ فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ[3]۔

شیاطین کافر ہیں لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں (الی قولہ تعالےٰ) جس سے مرد اور اس کی عورت میں جُدائی ڈالتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لیس منا من خبب امرأتہ علی زوجھا[4] رواہ ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن

جو کسی مرد سے اس کی زوجہ کو برگشتہ کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں (اس کو ابوداؤد اور حاکم

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۲
[3] ایضاً
[4] سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب من خبب امرأۃ علیٰ زوجہا آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۶

marfat.com

ابی هریرة و الطبرانی فی الصغیر و الاوسط بنحوه عن ابن عمر و ابو یعلی بسند صحیح و الطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهم۔

(نے ابوہریرہ سے اور طبرانی نے صغیر اور اوسط میں، اسی طرح ابن عمر سے ابو یعلی نے بسند صحیح اور طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے روایت کیا۔ ت)

اس حکم بننے والے کا جہل وظلم بہت وجوہ سے بیان ہو سکتا ہے، اور یہ ساٹ بعد سبع سمٰوات کیا کم ہیں، و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا القادری
عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

هذا هو الحق
محمد مصطفیٰ رضا خان القادری عفی عنہ

صح الجواب و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
کتبہ محمد المدعو بحامد رضا القادری البریلوی
سقاہ ربہ من منهل کرمہ المروی۔

ذلک کذلک
الفقیر محمد رضا خان القادری عفی عنہ

لقد اجاد فیما افاد و اطاب فی ما اجاب و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ امجد علی اعظمی رضوی

marfat.com

الجواب صحیح

عبید النبی نواب مرزا رضوی عفی عنہ

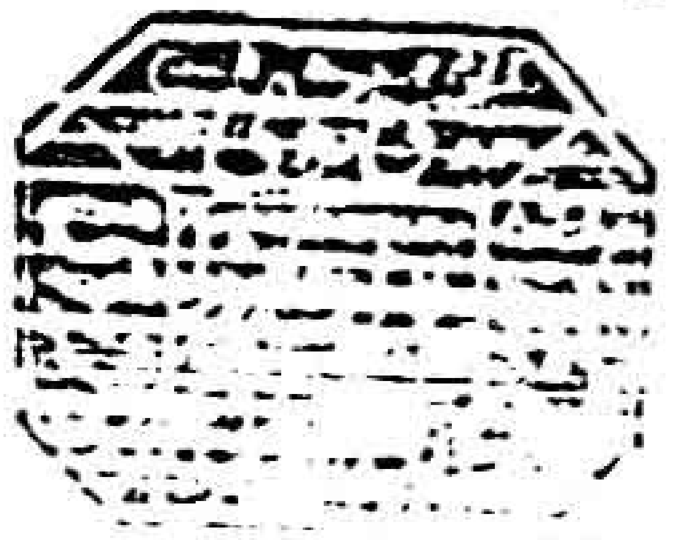

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فقیر محمد حشمت علی عفی عنہ

تصدیقات عُلمائے بدایوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلّیاً ومسلما

اگر زوج نے فقط یہی لفظ کہے تھے کہ "اگر عصر تک نہ آئیں تو نکاح سے میں تم کو علیحدہ کردوں گا" تو یہ توفقط وعدہ ہے طلاق سے تعلق ہی کیا۔ اور اگر یہ لفظ کہے تھے کہ "میری طرف سے جواب ہے" تو یہ کنایۂ طلاق میں داخل ہو سکتا ہے مگر جب شوہر بحلف کہتا ہے کہ میری نیت نہ تھی تو اُسی کا قول معتبر ہے جیسا کہ مجیب لبیب نے کتاب ردالمحتار وغیرہ سے ثابت کیا ہے، بہرحال صرف انھیں کلمات کی بناء پر باوجود حلف شوہر کے عدم نیت طلاق پر حکم طلاق بائن دے دینا از روئے کتب فقہ حنفی صریح غلطی ہے کما فصلہ المجیب المصیب، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ حررہ عبد الرسول محب احمد القادری عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح وصواب

محمد عبد المقتدر القادری عفی عنہ مدرسہ قادریہ بدایوں

ھذا ھو التحقیق وبالاتباع حقیق

صح الجواب واللہ اعلم بالصواب

عبد النبی محمد ابراہیم القادری عفی عنہ

الجواب صواب والمجیب شاب

تصدیقات علمائے شاہجہانپور

ما اجاب الفاضل المجیب فھو صحیح بالتحقیق
العبد الفقیر محمد ریاست علی عفی عنہ

(مہر: محمد ریاست علیخان)

ھذا الجواب صحیح والمجیب نجیح
محمد سلیمان عفی عنہ

موافق روایات مذکورہ بالا طلاق واقع نہیں ہوئی۔
کتبہ عبدہ المسکین غلام محی الدین عفی عنہ

الجواب صحیح
العبد محمد فراست اللہ عفی عنہ

(مہر: محمد فراست اللہ)

تصدیقات علمائے دہلی

صورتِ مسئولہ میں طلاق بائن واقع ہونے کا فتویٰ باوجود انکار اور حلف فضل کریم کے بیشک غلط ہے، صحیح یہی ہے جو مجیب صاحب نے تحریر فرمائی ہے، باقی رہی یہ بات کہ مفتی مخطی نے اگر عمداً یہ کارروائی کی والعیاذ باللہ، تو بلاریب مستحقِ عذابِ الٰہی ہے، اور اگر سہواً اُن سے غلط فتویٰ سرزد ہوگیا ہے اور وہ صاحب علم ہیں اہلِ افتاء ہیں تو اس صورت میں عفو کے مستحق ہیں۔

سیف الرحمٰن مدرس اوّل مدرسہ مدرسہ فتحپوری دہلی

(مہر: محمد سیف الرحمٰن)

الجواب صحیح محمد پُردل مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی

(مہر: محمد پُردل ۱۳۱۵)

الجواب صحیح محمد عمر عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی

الجواب صحیح محمد نسیم احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم دہلی

للہ درّ المجیب اللبیب محمد کرامت اللہ عفا عنہ دہلوی

الجواب صحیح والمجیب مصیب حبیب المرسلین عفی عنہ سابق مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم دہلی

الجواب صحیح محمد نسیم احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم دہلی

اصاب من اجاب محمد میاں عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی

ذٰلک کذٰلک ابو محمد محمد دیدار علی الرضوی الحنفی عفا اللہ عنہ وعن والدیہ

marfat.com

تصدیقات علمائے میرٹھ

جواب مذکور الصدر درست ہے اور جواب میں جو عبارات بطور نقل تحریر فرمائی ہیں وہ جواب کی صحت کو آفتاب کی طرح روشن کرتی ہیں، یہ عبارت کہ "اگر آپ عصر تک اپنے مکان پر نہ آئیں تو میری طرف سے جواب ہے" قابلِ غور ہے، واضح ہو کہ لفظ "جواب" اُردو زبان میں لفظ مشترک ہے اور لفظ مشترک بدون بیانِ احناف کے نزدیک قابلِ عمل نہیں، اگر کسی آدمی نے وصیّت کی کہ ثلث مال میرے موالی کو دینا اور وصیت کنندہ کا آزاد کرنے والا ہے اور وہ بھی ہے جس کو وصیّت کنندہ نے آزاد کیا ہے تو احناف کے نزدیک وصیّت باطل ہے اور وجہ بطلان کی بیان کرتے ہیں کہ لفظ مولیٰ مشترک ہے معلوم نہیں کہ حَکَم کا ذہن اس کے ادراک سے کیوں بے نصیب رہا، اور باوجود انکار و عدم اضافت، جواب طلاق بائنہ کا ہار فضل کریم کی گردن میں کیوں چسپاں کر دیا، آفریں باد بریں ہمت مردانہ او، پس فیصلہ حکم کا جہالت پر مبنی ہے اور طریقِ احناف سے خارج ہے، میں فقہائے احناف کی عبارات نقل کرکے طول دینا نہیں چاہتا، جواب میں جو عبارات تحریر فرمائی ہیں وہ کافی ہیں بلکہ عندالانصاف کفایت سے زائد ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ
اندرکوٹ
(مہر: عنہ ۱۳۱۳ احمد علی عفی)

جواب صحیح ہے
عبداللہ خاں مدرس مدرسہ اسلامی شہر میرٹھ
(مہر: عبد اللہ خان)

تصدیقات علمائے احمد آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الرؤف الرحیم

اما بعد، بندہ نے اوّل سے آخر تک اس فتوے کو پڑھا، حضرت مولنا مولوی حامئ دین متین جناب احمد رضا خاں صاحب عم فیضہ الصوری والمعنوی نے اس میں دریائے تحقیق بہا دیا ہے، اب جس میں مادۂ ایمان ہے اس کے واسطے سوائے تسلیم کے اور اس کے حکم کو سر پر چڑھانے کے چارہ نہیں، اور جو لوگ اس فتوے کے خلاف حکم کرتے ہیں ان کے حال کو خاکسار اپنے احباب کو سمجھاتا ہے اُن پر وحی شیطان کی نازل ہوتی ہے اس کی خبر رب العالمین اپنے کلام مجید میں دیتا ہے:

marfat.com

وکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الیٰ بعض زخرف القول غرورا۔[1]

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کیے ہیں آدمیوں اور جنوں میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے پر خفیہ ڈالتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے کو۔ (ت)

وقال اللہ تعالےٰ:

ویحسبون انھم علیٰ شیٔ ط الا انھم ھم الکٰذبون ۝ استحوذ علیھم الشیطٰن فانسٰھم ذکر اللہ ط اولٰئک حزب الشیطٰن ط الا ان حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون ۝[2]

اور وُہ یہ سمجھتے ہیں کہ اُنھوں نے کچھ کیا، سنتے ہو بیشک وہی جھوٹے ہیں، اُن پر شیطان غالب آگیا تو انھیں اللہ کی یاد بُھلادی، وہ شیطان کے گروہ ہیں، سنتا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہارمیں ہے۔ (ت)

عزیزے شیطان لعین را دید کہ فارغ نشستہ است واز تضلیل واغوا خاطر جمع ساختہ آں عزیز سر آنرا پرسید لعین گفت کہ علمائے سوایں وقت دریں کار با من خود مدد عظیم کردند و مرا ازیں مہم فارغ ساختند والحق دریں زمان ہر سستی و مداہنتی کہ درامور شرعیہ واقع شدہ است وہر فتورے کہ در ترویج ملت ودین ظاہر گشتہ است ہمہ از شومی علمائے سوء ست وفساد نیات ایشاں۔[3]

ایک عزیز نے شیطان کو فارغ بیٹھا اور گمراہ کرنے اور حق سے ہٹانے کے کام سے مطمئن پایا تو عزیز نے اس سے وجہ پوچھی تو شیطان لعین نے کہا اس وقت کے علمائے سُوء اس کام میں میرے بڑے مددگار رہیں اور مجھے اس کام سے انھوں نے فارغ کردیا اور حقیقت یہی ہے کہ اس زمانے میں دین وشریعت کے امور میں جو سُستی اور مداہنت اور ہر کوتاہی جو دین وملت کی ترویج میں ظاہر ہورہی ہے یہ تمام علمائے سوء کی نحوست اور بدنیتی کی وجہ سے ہے۔ (ت)

یہ عبارت راقم نے مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز کی جلد اوّل کے ص ۹۳ مکتوب ۳۳ سے نقل کی ہے، اب جو لوگ شیطان کی وحی پر چلنا چاہتے ہیں وُہ اپنے نفس کی شامت سے حزب الشیطان ہوجائیں ان کے جلانے اور سزا دینے کے واسطے اللہ تعالےٰ نے جہنم تیار کر رکھی ہے، اور جو شیطان سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۲

[2] " " ۵۸/ ۱۶-۱۸

[3] مکتوبات امام ربانی مکتوب سی وسوم نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۷

marfat.com

کفر کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اُن کی فہمائش کے لئے علمائے ربانیین نے حکم شریعت مدلّل لکھ دیا ہے فماذا بعد الحق الا الضلال[1] (پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔ ت) حضرت رب العزت تبارک و تعالٰے اس تحریر پر تنویر کو سببِ ہدایت اپنے بندوں کا کرے آمین ثم آمین ھذا ما عندی، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

حررہ المفتقر الی ربہ القدیم عبدالرحیم بن پیر بخش السنی الحنفی القادری النقشبندی الاحمد آبادی المدرس الاول فی المدرسۃ القادریۃ

۱۳۱۵
عبدالرحیم

صح الجواب

محمد خلیل الرحمن
سنی حنفی قادری

الجواب صحیح

یا الٰہی کن کرم
شیر محمد

نعم الجواب وحبذا التحقیق

عبدالکریم

تصدیقات علمائے جبلپور

ان ھذا الھو الحق والحق للاتباع احق

کتبہ ادون عباد اللہ ذی الجلال والاکرام الراجی الی لطفہ محمد عبدالسلام السنی الحنفی القادری الرضوی الجبلفوری غفرلہ

ما اجاب مولانا امام المحققین لھو الحق المبین
کتبہ الفقیر عبدالباقی محمد برہان الحق الرضوی الجبلفوری کان اللہ تعالٰے لہ

marfat.com

تصدیقات علمائے مراد آباد

نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

بے شک فضل کریم کا قول معتبر ہے جس حالت میں کہ وہ حلف کر رہا ہے کیونکہ وُہ مدعا علیہ ہے، اور اُس کے الفاظ طلاق نہیں ہیں کما صرحہ العلامۃ المجیب دامت برکاتہم اور اگر ابالیٔ زن کے بیان کردہ الفاظ بھی ثابت ہو جائیں تو بھی حکمِ طلاق جہلِ محض ہے، حضرت مجدد زمانہ حاضرہ متع اللہ المسلمین ببرکات انفاسہ نے جو تحقیق فرمائی ہے بالکل حق وصواب ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء وصلے اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

الجواب صحیح وصواب، العبد المسکین محمد عباد الدین عفی عنہ

محمد نعیم الدین عفی عنہ

واضح ہو کہ صورتِ مسئولہ میں جو فضل کریم نے اپنی زوجہ حسینہ بی کے حق میں کہا کہ آپ آج اپنے گھر میں نہ آئیں تو میں آپ کو اپنے نکاح سے علیحدہ کر دُوں گا انتہی۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ایقاعِ طلاق کا وعدہ ہے اس میں طلاق کا وعدہ ہے اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ پھر اگر وہ مسماۃ اپنے گھر میں نہ آئی جب بھی طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اس میں محض ایقاعِ طلاق کا وعدہ ہے اور بعد نہ آنے اس کے فضل کریم سے ایقاعِ طلاق کے کوئی کلام (الفاظ) وقوع میں بھی نہ آئے بلکہ پیرایہ وعدہ ہی میں رہے ہے لہٰذا طلاق شرعاً اصلاً ثابت نہیں ہُوئی اور نہ اُس عورت نے اپنے زوج فضل کریم سے سوال کیا تھا نہ اس کے متعلقین نے کہ تو اس کو طلاق دے دے تاکہ یہ صورت مذاکرہ طلاق کی ہوتی، اور لفظ "جواب" کو جو کلام دوسرے "فضل کریم میں واقع ہوا یعنی اگر آپ عصر تک مکان پر نہ آئیں تو میرا جواب ہے لیکن یہ کلام دوسرا بعد دیر کے اس نے کہا اور فضل کریم زوج مسماۃ مذکورہ کا ان الفاظ سے انکار ہے اور نیز حلف شرعی سے کہتا ہے یوں ہی ہو یا جو کچھ ہو میں نے اُس سے زوجہ مذکور کو نیت طلاق کی نہیں کی تھی، بعض متعلقینِ مسماۃ مذکورہ نے بیچارے فضل کریم کے ذمہ زبردستی سے اس لفظ کو چپکا دیا اور کسی مُلّا نے نافہمی اپنی سے مفہوم طلاق بائن کا سمجھ کر حکم طلاق بائن کا دیا۔ اور برتقدیر فرض اگر اس نے یہ لفظ کہا ہے جب بھی طلاق بائن نہیں ہُوئی،

اوّلاً اس واسطے کہ یہ لفظ بعد دیر کے کہا پھر یہ کلام کلامِ جدید ہے اور اضافت اس میں

الی شئ ناپدید ہے۔

قال قاضی خان فی فتاواہ رجل قال نان خوردیم ونبیذ خوردیم زنان مابسہ ثم قال لہ رجل بعد ماسکت بسہ طلاق فقال الرجل بسہ طلاق لا تطلق امرأتہ لانہ لما فرغ عن الکلام وسکت ساعۃ کان ھذا ابتداء کلام لیس فیہ اضافۃ الی شئ[1]

قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی میں فرمایا ایک شخص نے کہا ہم نے روٹی کھائی اور نبیذ پیا ہماری عورتوں کو تین، پھر کچھ دیر بعد اس کو ایک شخص نے کہا "تین طلاقیں" تو اس نے کہا "تین طلاقیں" تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوئی کیونکہ جب خاموش ہو کر کچھ دیر کے بعد کہا تو یہ نیا کلام ہے اور اس میں اضافت کسی کی طرف نہ پائی گئی۔ (ت)

ثانیًا یہ کہ لفظ "جواب" موضوع واسطے طلاق کے نہیں ہے بلکہ یہ ایک ہندی کلمہ ہے کہیں بمعنی ترک و رد کے آتا ہے، چنانچہ زید نے عمرو سے کچھ مانگا اس نے جواب دیا یعنی رد کیا کچھ نہ دیا خالی ہاتھ چلا گیا، دوسرا یہ کہ خالد نے مثلاً بکر سے سوال کیا نماز میں کتنے فرض اور کتنے واجب ہیں؟ اس کا جواب دے دیا یعنی اس کے سوال کو تسلیم کر کے اس کا جواب دیا یعنی رد نہ کیا بتلا دیا اتنے فرض ہیں اتنے واجب ہیں۔ اور کبھی ایک شئ کے مقابلہ میں دوسری شئ تیار کی جائے اس کو ہندی میں جواب کہتے ہیں، مثلاً ایک شخص نے مکان بنایا اور اس میں چار در اور چار طاق محاذی ایک دوسرے کے بنائے اس کو اردو میں ایک دوسرے کا جواب کہتے ہیں۔ اور یہ بھی مفہوم لفظ جواب کا ہوسکتا ہے کہ اگر تم اپنے گھر نہ آئیں تو ہمارا ابھی جواب ہے یعنی ہم بھی تمہارے گھر نہ آئیں گے۔ اور یہ بھی مفہوم ہوسکتا ہے کہ تم ہم سے اگر قرینہ نیک سے اور حُسنِ معاشرت سے رہو گی تو ہم بھی اُسی قاعدہ سے رہیں گے اگر تم ہم سے سرکشی رکھو گی ہم بھی سرکشی رکھیں گے۔ اور یہ بھی مفہوم ہوسکتا ہے کہ پہلے اُس سے اُس مخاطبہ نے اپنے زوج فضل کریم سے کوئی چیز مانگی ہو تو اس کے دینے میں سکوت کیا اور وہ رنجیدہ ہو کر اپنے گھر چلی گئی، جب اس نے اس مسمّاۃ سے جا کر کہا کہ تم اپنے گھر چلو اس نے نہ مانا تو اس کے مقابلہ میں زوج نے کہا کہ ہمارا ابھی جواب ہے، تو اس طرح سے یہ لفظ جواب اردو میں چند معنی میں مستعمل ہوتا ہے تو پھر لفظ جواب سے خاص کر طلاق بائن کا مفہوم سمجھنا دلیل نافہمی کی ہے،

کما حققہ الفاضل المحقق الکامل جناب مولٰنا احمد رضا خان صاحب دام مجدھم بعد التی والتیا ماترک

جیسا کہ اس کی تحقیق فاضل محقق کامل جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب دام مجدہ نے فرمائی بہرصورت انھوں نے اس معاملہ میں تحقیق میں

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق مطبع نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۵

المحقق المذکور من التحقیق فی هذا الامر شیئاً لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ و اللہ اعلم و علمہ اکمل و اتم۔

کوئی کمی نہ چھوڑی، ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی مزید سبیل پیدا فرما دے، و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اکمل و اتم۔ (ت)

عبدالباری

قد ضل المجیب السابق فی فہمہ ضلالاً بعیدا وقد صار فی ردہ المحقق المذکور مولٰنا مصیبًا۔

پہلے مجیب اپنے فہم میں زیادہ بھٹک گئے اور ان کے جواب اور رد میں محقق مذکور نے درست فرمایا۔ (ت)

کتبہ المعتصم بحبل اللہ الاحد محمد ابو الفضل المدعو بفضل احمد

تصدیقات علمائے لاہور

الحق حق لاشک فیہ، محمد عبدالعزیز عفی عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور
ھذا الجواب صحیح و المجیب نجیح، محمد یار عفی عنہ امام مسجد طلائی لاہور بقلمہ
ھذا ھو الحق، فقیر محمد شفیق بگوی حنفی نقشبندی خطیب مسجد شاہی لاہور
ھذا ھو الحق المبین، الراجی الی الہ العٰلمین، المسکین اللہ دین مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور
الجواب صحیح، محمد ذاکر بگوی عفی عنہ مدرس اول حمیدیہ
الحق لایبتعداہ الموممنون، عبیدہ اصغر علی المدارس العربیۃ
المجیب مصیب فیما اجاب فللّٰہ درہ فیما اجتہد و اصاب، کتبہ العبد الضعیف المسکین محمد اکرام الدین البخاری عفی عنہ الباری مشہور بواعظ الاسلام حال خطیب و امام فی مسجد نواب وزیر خان رحمہ اللہ الملک المنان لاہور۔

تصدیقات علمائے بمبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامداً و مصلیاً و مسلماً، جو کچھ اعلحضرت عظیم البرکت امام اہلسنّت

marfat.com

مدظلہم العالی نے صورتِ مسؤلہ میں طلاق کے عدم وقوع کی نسبت ارشاد فرمایا ہے اور جابر حَکَم کے فیصلہ باطلہ کی نسبت فرمایا : " تو آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ جس شخص نے خود حَکَم بن کر یہاں حکم طلاق دیا اور حسینہ کے نکاح سے نکلنے کا فیصلہ دیا وہ اُس کا محض جہل وظلم وزعم باطل تھا وہ حکم جہالت اور وُہ فیصلہ بطالت، وہ حکم بن بیٹھنا افترا، وضلالت"۔ یہ سب صحیح ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے جاہل مضل سے دُور رہیں اور اس کے ایسے باطل فیصلہ پر ہرگز ہرگز عمل نہ کریں۔

حررہ العبد الفقیر محمد عمر الدین السنی الحنفی القادری الهزاروی عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو کچھ کہ اعلحضرت امام المسلمین مراد المومنین مولٰنا وسیدنا احمد رضا خان صاحب مدظلہم العالی نے عدم وقوع طلاق کے بارے میں تحریر فرمایا ہے سب صحیح ہے اور اُس حکم جاہل کا فیصلہ بالکل لغو وقبیح ہے۔

حررہ الاحقر محمد عبد الرزاق السنی الحنفی القادری المقتدری عفا اللہ تعالےٰ عنہ

حامداً ومصلیاً ومسلماً

امّا بعد خاکسار امیدوارِ رحمتِ پروردگار نے یہ جواب کاشف حجاب عجب العجاب من ادلہ الیٰ آخرہ بنظرِ غور دیکھا، الحمد للہ دربارہ عدمِ وقوعِ طلاق وضوحِ حق نے سرور دیا حق تعالےٰ جلشانہ اعلحضرت عظیم البرکۃ واقفِ حقیقت مروّجِ شریعت مجدّدِ طریقت حکیم الامت علامۂ زمان وفہامۂ یگان مولٰنا وبالفضل اولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہم العالی کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے اور جمیع اہلسنّت وجماعت کو اس پر عمل کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین!

حررہ حافظ عبد الحلیم السنی الحنفی القادری امام مسجد جاملی محلہ بمبئی

ما اجاب المجیب اللبیب فہو فیہ مصیب۔ حررہ خادم الشرع القاضی اسمٰعیل الجلمائی الشافعی عفا اللہ تعالےٰ عنہ وعن والدیہ وعن استاذیہ وعن جمیع المومنین، آمین یارب العالمین!

تصدیقات علمائے پیلی بھیت

مجدد مائۃ حاضرہ صاحب حجتِ قاہرہ اعلحضرت مولٰنا وسیدنا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب

marfat.com

امام اہلسنّت کا جواب بتوفیق رب الارباب عین صواب ہے فقط۔

فقیہ قادری وصی احمد حنفی خادم حدیث در مدرسۃ الحدیث

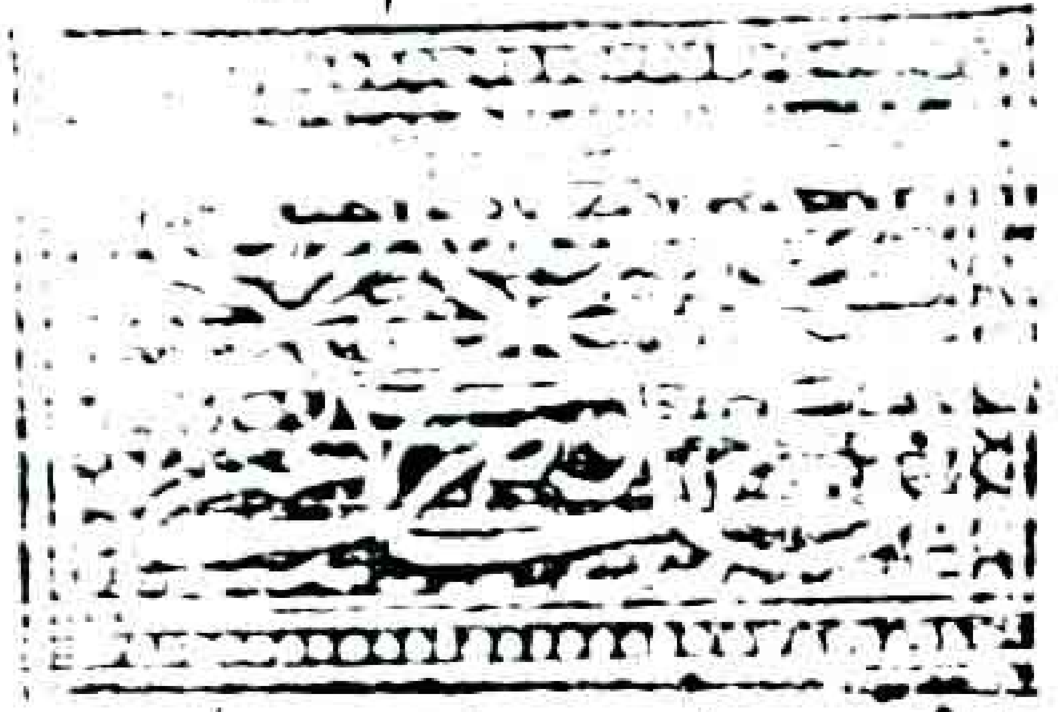

حضرت امام المحققین و راس المدققین مولٰنا و بالفضل اولٰنا المولوی محمد احمد رضا خان صاحب دام شمس فیوضہ مشرقۃ و مازال قمر افادانہ مضیئا کا جواب عین صواب ہے۔

العبد ابو سراج عبد الحق عفی عنہ تلمیذ مولٰنا و بالفضل اولٰنا المولوی
محمد وصی احمد محدث سورتی عم فیضہ العلی

الجواب ھو الصواب

محمد فضل حق عفی عنہ خادم مدرسہ رحمانیہ پیلی بھیت

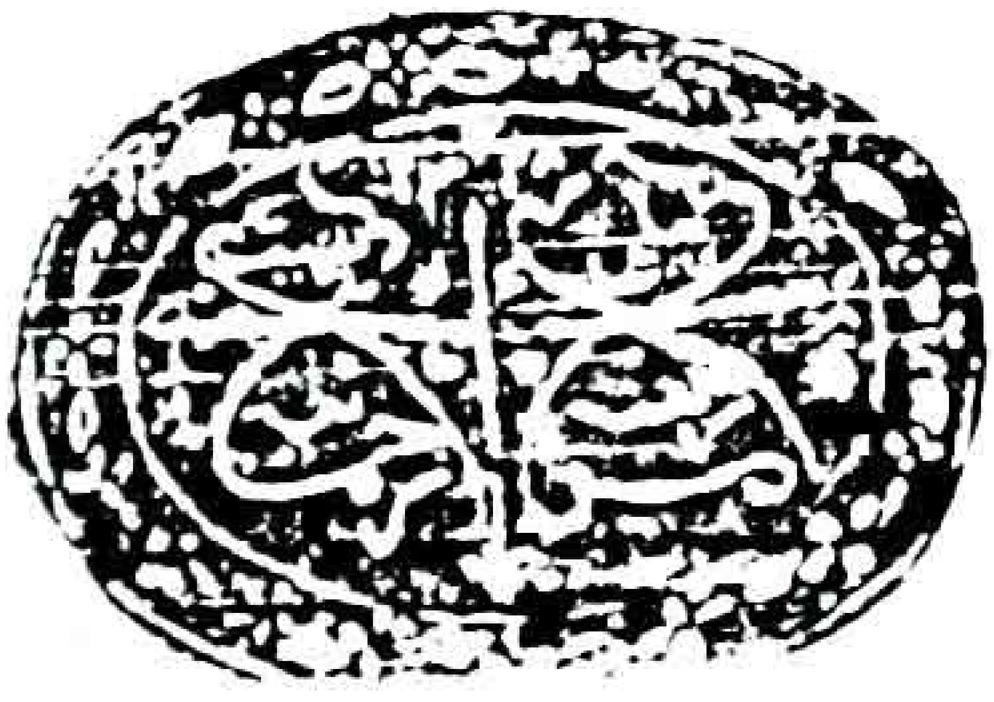

مسئلہ ۹ از بنگالہ ضلع نواکھالی ڈاک خانہ بیگم گنج مرسلہ مولوی عبد المجید صاحب شنوپوری
۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو بعد نماز مغرب کے کہا کہ اگر تُو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے بعدہٗ وُہ بی بی عشاء کی نماز نہیں پڑھی، فجر سے لے کر نماز شروع کی، اور وُہ شخص بعد فجر کے رجعت بھی کر لیا ہے، پھر چند برس کے بعد وُہ شخص اور دو طلاق بلا شرط دیا اب یہ شخص کا رجعت کرنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ دو طلاق سابق اور یہ دو طلاق مجموعہ چار طلاق ہُوئی، اب سہ طلاق ہو کر محرمہ ابدی ہُوئی یا نہ، اور سابق دو طلاق کو جب نماز پر شرط کیا اور نماز بھی نہ پڑھی یعنی عشاء کی، تو طلاق ہوگی یا نہ، بینوا مع الدلیل (دلیل کے ساتھ بیان کیے۔ ت)۔ بعض عالم کہتے ہیں

marfat.com

اول جو طلاق نماز پر شرط کیا تھا نہیں واقع ہوگی کیونکہ قول زوج کا " اگر نماز نہ پڑھے گی" مستقبل کی طرف اشارہ ہے اور مستقبل تا حیات کے لئے ہوتا ہے، اور ثانی جو دو طلاق بلا شرط ابھی دیا ہے اس کے لئے رجعت جائز ہے، اور دوسرے طرف کے علماء کہتے ہیں اب رجعت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ سہ طلاق ہو کر مغلظ ہوگئی ہے اس وجہ سے کہ اول جو دو طلاق شرط نماز پر کیا تھا تا حیات پر موقوف نہیں ہے کیونکہ زوج کی مقصود اور نیت یہ ہے کہ زوجہ کبھی نماز نہ چھوڑے، اور تاکید حکم شرع پر کرتا ہے اگر ایک وقت نماز چھوڑے گی تو امر صادق آویگی، اور رامپور کے بعض علماء کہتے ہیں اول دو طلاق بائن واقع ہوگی کیونکہ طلاق رجعی کو جب شرط پر معلق کرتا ہے تو بائن ہوجاتا ہے اور بائن کے لئے در مدت نکاح جدید چاہئے جب نکاح جدید در مدت نہ کیا اور مدت گزر گیا اب بعدہا طلاق دینا صحیح نہیں ہے فقط اول دونوں طلاق واقع ہوں گی اور بعد کے طلاق کی ملک نہیں ہے۔

الجواب

اللّٰھم لك الحمد اسألك ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! تیرے لئے حمد ہے، میں تجھ سے حق اور صواب کی رہنمائی طلب کرتا ہوں۔ ت) فقیر نے ہر سہ فریق علمائے بنگالہ وبعض علمائے رامپور کے اقوال مذکور اور دلائل مزبور مطالعہ کئے جہاں تک اپنی نظر قاصر کا مبلغ ہے بحکم خیر الامور اوسطہا (درمیانی چیز بہتر ہے۔ ت) ان میں قول وسط عدل ووسط وصحیح وبے غلط ہے، فریق سوم کا زعم تو محض باطل وبے اصل ہے تعلیق ربط مضمون جملہ بمضمون آخر ہے نہ کہ خبط مضمون بربط آخر ان دخلت الدار فانت طالق (اگر تو گھر میں داخل ہو تو تجھے طلاق۔ ت) کہنے والے نے انت طالق کے مفاد شرعی کو دخول دار پر معلق کیا تو ہنگام دخول اسی مفاد کا نزول ہوگا نہ کہ مفاد سے عدول، اور قطعاً معلوم کہ اس کا مفاد نہیں، مگر طلاق رجعی یہاں تک کہ اگر انت طالق کہے تو طلاق بائن کی نیت کرے جب بھی رجعی ہوگی کہ وہ تغییر حکم شرع پر قدرت نہیں رکھتا۔ تنویر میں ہے:

صریحہ کطلقتك وانت طالق ومطلقۃ یقع بھا واحدۃ رجعیۃ وان نوی خلافھا[1]

صریح طلاق یہ ہے "میں نے تجھے طلاق دی، تو طلاق والی ہے، تو مطلقہ ہے" جیسے الفاظ ہیں، ان الفاظ سے ایک رجعی طلاق ہوگی اگرچہ نیت اس کے خلاف بھی کرے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۸

marfat.com

انت طالق و مطلقة وطلقتك فهذا يقع به الطلاق الرجعي ولا يفتقر الى النية وكذا اذا نوى الابانة لانه قصد التنجيز ما علقه الشرع بانقضاء العدة فيرد عليه[1] (ملخصًا)

تجھے طلاق، تُو مطلقہ ہے، میں نے تجھے طلاق دی۔ اِن الفاظ سے رجعی طلاق ہوگی اور کسی نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ یُونہی اگر ان الفاظ سے بائنہ طلاق کی نیّت کرے تب بھی رجعی ہی ہوگی کیونکہ شریعت نے ان الفاظ سے طلاق بائنہ کو عدت ختم ہونے تک معلق رکھا ہے جبکہ طلاق دینے والے نے فی الحال نافذ ہونے کی نیت کی ہے اس لئے بائنہ نہ ہوگی (ملخصًا)۔ (ت)

ہمارے علماء کرام کے نزدیک وقتِ حلول شرط نزول جزا یُوں ہوتا ہے کہ گویا اس وقت تکلّم بالجزا منجز واقع ہُوا اور ظاہر ہے کہ انت طالق کا تکلم ہرگز مفید نہ ہوگا مگر طلاق رجعی کا۔ فتح القدیر میں ہے:

انه ینزل سببا عند الشرط کانه عند الشرط اوقع تنجیزا۔[2]

کیونکہ طلاق کا سبب، شرط پائے جانے پر وارد ہوتا ہے گویا کہ شرط پائے جانے پر وُہ طلاق بول کر نافذ کر رہا ہے۔ (ت)

ظاہرًا ان بعض علماء کو ایک عبارتِ درمختار نے دھوکا دیا کہ اواخر باب طلاق بالصریح میں فرمایا:

لو قال انت طالق علی ان لا رجعة لی علیك له الرجعة وقیل لا جوھرة ورجح فی البحر الثانی وخطأ من افتی بالرجعی فی التعالیق وقول الموثقین لکون طالقا طلقة تملك بها نفسها۔[3]

اگر کہا "تجھے اس شرط پر طلاق ہے کہ مجھے رجوع کا اختیار نہیں، تو اس کو رجوع کا حق باقی ہوگا۔ بعض نے کہا اس کو رجوع کا حق نہیں ہے، جوہرہ۔ بحر میں دوسرے قول کو ترجیح دے کر کہا کہ جس نے معلق طلاق میں رجوع کا فتوٰی دیا اس نے خطا کی ہے، اور پختہ کار لوگ فرماتے ہیں کہ مذکورہ صُورت میں ایسی طلاق ہوگی جس میں اختیار بیوی کو ہوگا کہ وُہ نکاح دوبارہ کرے یا نہ کرے یعنی بائنہ طلاق ہوگی۔ (ت)

اس عبارت میں جملہ "وخطأ من افتی الخ" کے یہ معنی سمجھ لئے کہ علامہ بحر صاحبِ بحر رحمہ اللہ تعالٰی نے مطلقًا تعلیقات میں طلاق رجعی ماننے کو خطا ٹھہرایا حالانکہ یہ محض سُوءِ فہم یا قلّتِ تدبّر سے ناشئ ہے یہاں

---

[1] الھدایة باب ایقاع الطلاق المکتبة العربیة کراچی ۱/۳۳۹
[2] فتح القدیر باب الایمان فی الطلاق مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۴۵
[3] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲

marfat.com

خاص صورت یہ زیرِ بحث ہے کہ جزائے معلق میں وصف مفید بینونت مذکور ہو، مثلاً:

ان دخلت الدار فانت طالق طلاقا لارجعة لی علیك فیه یا ان تفعل كذا تكن طالقا طلقة تملك بها نفسها۔

اگر تُو گھر میں داخل ہُوئی تو وُہ طلاق جس میں مجھے رجوع کا حق نہ ہو، یا یُوں کہا اگر تُو یہ کام کرے تو تجھے وہ طلاق ہے جس میں اختیار تیرے ہاتھ میں ہو۔ (ت)

عبارتِ در میں وقول الموثقین بالجز یر فی داخل (قول الموثقین جر کے ساتھ التعالیق پر داخل "فی" کے تحت ہے۔ ت) اور التعالیق کا عطف تفسیری ہے، بحر۔ ردالمحتار میں ہے:

قوله وخطاء ای نسبه الی الخطاء، وقوله وقول الموثقین بالجر قال ح عطف تفسیر علی التعالیق، قلت واصل المسئلة التی ذکرها صاحب البحر، وقد الف فیها رسالة ایضا هی ان رجلا قال لزوجته متی ظهر لی امرأة غیرك فانت طالق واحدة تملكین بها نفسك، ثم ظهر له امرأة غیرها فاجاب فیها بانه بائن ورد من افتی رجعی[1] (ملخصًا)

اس کا قول کہ "خطاء" یعنی اس کو خطاء کی طرف منسوب کیا، اور اس کا قول "قول الموثقین" جر یعنی زیر کے ساتھ، تواب اس کا تعالیق پر عطف تفسیری ہوگا۔ قلت اصل مسئلہ وہ ہے جس کو صاحبِ بحر نے ذکر کیا اور اس پر رسالہ بھی لکھا ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ اگر تیرے سوا کوئی میری بیوی معلوم ہوجائے تو تجھے ایک طلاق ہے جس میں تجھے اپنا اختیار ہوگا، اس کے بعد اس شخص کی دوسری بیوی معلوم ہُوئی تو بحر والے نے جواب دیا کہ یہ طلاق بائن ہوگی، اور انھوں نے اس شخص کا رَد بھی کیا جس نے اس کے رجعی ہونے کا فتوٰی دیا (ملخصًا)(ت)

خود علامہ بحر کی عبارت سُنئے کہ در سے روشن تر ہے بحر میں فرماتے ہیں:

فی الجوهرة ان قال انت طالق علی انه لارجعة لی علیك یلغو ویملك الرجعة وقیل تقع واحدة بائنة اھ وظاهر ما فی الهدایة ان المذهب الثانی فانه قال

جوہرہ میں ہے کہ اگر ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ تجھے طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجوعِ اختیار نہ ہوگا، تو ایسی میں رجوع نہ ہونے کی شرط لغو ہوگی، اور اس طلاق پر خاوند کو رجوع کا اختیار باقی رہے گا، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک بائنہ طلاق ہوگی اھ

---

[1] ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۰

واذا وصف الطلاق بضرب من الشدة و الزيادة كان بائنا وقال الشافعي يقع رجعيا اذا كان بعد الدخول، لانه وصفه بالبينونة خلاف المشروع فيلغو كما اذا قال انت طالق على ان لا رجعة لي عليك ولنا انه وصفه بما يحتمله ومسئلة الرجعة ممنوعة اھ، قال في العناية اي لا نسلم انه لا يقع بائنا بل تقع واحدة بائنة اھ وهكذا في فتح القدير وغاية البيان والتبيين فقد علمت ان المذهب وقوع البائن، وقد تمسك به بعض من لا خبرة له ولا دراية بالمذهب على ان قول الموثقين في التعاليق تكون طالقا طلقة تملك بها نفسها لا يوجب البينونة مستدلا بانه لو قال انت طالق على ان لا رجعة كان رجعيا، وهو خطأ وقد اوسعت الكلام فيها في رسالة[1] اھ ملخصًا۔

جبکہ ہدایہ کی عبارت سے ظاہر یوں ہے کہ دوسرا قول راجح ہے، کیونکہ انھوں نے یوں فرمایا کہ جب طلاق کو ایسے وصف سے موصوف کیا جائے جو شدّت اور زیادتی پر دلالت کرے تو وہ طلاق بائنہ ہوتی ہے اور امام شافعی نے فرمایا کہ یہ طلاق رجعی ہوگی بشرطیکہ بیوی سے دخول کرچکا ہو کیونکہ اس نے صریح ایک طلاق کو بائن کے وصف سے موصوف کیا ہے جو کہ خلافِ مشروع ہے لہذا یہ وصف لغو ہوگا، جیسا کہ کوئی یوں کہے کہ تجھے طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجوع کا اختیار نہ ہوگا تو رجوع کا حق باقی رہے گا اور طلاق رجعی ہوگی، امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے اس قول کے مقابلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ خاوند نے طلاق مذکورہ کو ایسے وصف سے موصوف کیا جس کا اس میں احتمال بن سکتا ہے اور جس مسئلہ پر آپ نے قیاس کیا یعنی رجوع نہ کرنے کی شرط، تو ہمارے لئے وہ ایسے نہیں ہے بلکہ وہ طلاق بائنہ ہے اھ۔ عنایہ میں حنفی مسلک کی تائید میں فرمایا کہ مذکورہ صورت میں بائنہ طلاق نہ ہونا ہم تسلیم نہیں کرتے بلکہ ایک طلاق بائنہ ہوگی اھ عنایہ کے علاوہ فتح القدیر، غایۃ البیان اور تبیین میں ایسے ہی ہے، اور آپ کو معلوم ہوچکا ہے کہ حنفی مذہب میں طلاق بائنہ ہوگی، جن لوگوں کو مذہب کی خبر اور سمجھ نہیں انھوں نے یہاں استدلال کیا ہے کہ "قول الموثقین فی التعالیق" سے مراد یہ ہے کہ اگر خاوند بیوی کو کہے کہ "تجھے ایک طلاق جس میں تجھے اپنا اختیار حاصل ہے" تو اس میں طلاق بائنہ نہ ہوگی، اس پر انھوں نے دلیل یہ دی کہ اگر کوئی بیوی کو کہے کہ تجھے ایک طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجوع کا اختیار نہ ہوگا، تو یہ بھی رجعی طلاق ہوگی، حالانکہ ان لوگوں کا یہ بیان واستدلال خطا ہے، اور میں نے اس بات کو تفصیل سے رسالہ میں لکھا ہے اھ ملخصًا (ت)

---

[1] بحر الرائق فصل انت طالق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۹۱

marfat.com

نیز علّامہ بحر کے اُس رسالہ میں جس کا حوالہ ردالمحتار اور خود بحرالرائق میں گزرا یہاں وقوع بائن کی علت زیادۃ لفظ تملك بها نفسها بیان فرمائی نہ یہ کہ نفس تعلیق موجب بینونت ہے رسالہ مذکورہ میں بعد بیان صورتِ واقعہ فرماتے ہیں:

وقع الطلاق بما ینبئ علی الزیادۃ وھو قولہ تملك بها نفسها فیکون بائنا وان کان صریحا فی البدائع البائن ان یکون بحروف الابانۃ او بحروف الطلاق لکن موصوفا بصفۃ تنبئ عن البینونۃ اھ ولاشك ان قولہ تملك بها نفسها یکون بالبائن لابالرجعی فی فتح القدیر لیس فی الرجعی ملکھا نفسھا وفی البدائع لاتملك نفسھا الا بالبائن[1] اھ مختصرًا۔

یہاں طلاق کا وقوع، زائد الفاظ یعنی "وہ اپنے نفس کی مالک ہوگی" کے ساتھ ہوگا، لہذا یہ طلاق بائن ہوگی، اگرچہ صریح طلاق مذکور ہے، بدائع میں ہے کہ کسی جدائی والے لفظ یا لفظِ طلاق کو جدائی والے کسی لفظ سے موصوف کردیا جائے، تو یہ بائن طلاق ہوگی اھ، اور اس میں شک نہیں کہ عورت کو اپنے نفس کا اختیار بائن طلاق سے حاصل ہوتا ہے رجعی سے نہیں ہوتا۔ فتح القدیر میں ہے کہ رجعی طلاق میں عورت کو اپنے نفس کا اختیار حاصل نہیں ہوتا، اور بدائع میں ہے کہ عورت اپنے نفس کی مالک صرف بائن طلاق سے بنتی ہے اھ مختصرًا۔ (ت)

مطلقًا تعلیق سے بائن کا وقوع علاوہ اُن دلائل واضحہ کے کہ صدر کلام میں معروض ہوئے صدہا فروع منصوصہ فی المذہب سے باطل ہے۔ اسی درمختار میں ہے:

علق الثلث بالوطء حنث بالتقاء الختانین ولم یجب العقر باللبث بعد الایلاج ولم یصر بہ مراجعا فی الطلاق الرجعی الا اذا اخرج ثم اولج فیصیر مراجعا[2]۔

خاوند نے اگر طلاق مغلظہ کو وطی سے معلق کیا تو وطی کے ابتدائی مرحلہ میں دونوں شرمگاہوں کے ملنے پر ہی طلاق ہوجائے گی اور دخول کے بعد وقفہ پر بیوی کے لئے جوڑا (عقر) لازم نہ ہوگا اور نہ ہی اس کو طلاق رجعی میں رجوع قرار دیا جائے گا، ہاں اگر دخول کے بعد شرمگاہوں کے جُدا ہونے کے بعد دوبارہ دخول کیا تو رجوع قرار پائے گا۔ (ت)

---

[1] الرسالۃ السابعۃ فی الطلاق المعلق علی الابراء ھل ھو رجعی او بائن مع الاشباہ و النظائر۔ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۶

[2] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۲ و ۲۳۳

marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

قولہ فی الطلاق الرجعی ای فیما اذا کان المعلق علی الوطئ طلاقا رجعیا۔[1]

ماتن کا قول کہ "رجعی طلاق میں" یہ وہ صورت ہے جس میں رجعی طلاق کو وطئ کے ساتھ معلق کیا ہو۔ (ت)

اسی طرح بحرالرائق وہدایہ وفتح القدیر وعامہ کتب مذہب میں ہے۔ خود رسالہ مذکورہ علامہ زین میں بعد بیان صورت واقعہ کہ زوج نے کہا تھا :

متی ابرأیتنی من مہرك فانت طالق الخ

جب تُو مجھے مہر سے بری کردے تو تجھے طلاق ہے الخ (ت)

اور اثبات بینونت بوجہ زیادت صفت متقدمہ بیان فرمایا :

فان قلت لم لم تجعله بائنا بسبب اشتراط الابراء من المہرفان الطلاق الموقع فی مقابلة الابراء یکون بائنا، وعلله فی التجنیس بانه یقع بعوض وهولا له اھ قلت فی مسئلتنا جعل الطلاق معلقا بالابراء شرطا له لاعوضا، فلذا لم نجعله بائنا الا ان یوجد نقل یدل علی ذلك اھ[2] ملتقطا۔

اگر تُو اعتراض کرے کہ مہر سے بری کرنے کی شرط پر طلاق کو تم نے بائنہ کیوں نہ بنایا، کیونکہ ابراء کے مقابلہ میں طلاق بائنہ ہوتی ہے نہ کہ شرط سے، تجنیس میں اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس صورت میں یہ طلاق ایسے عوض کے مقابلہ میں ہے جو خاوند کے حق میں فہ ہے، میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں طلاق کو ابراء سے معلق کیا گیا ہے جس میں ابراء کو شرط بنایا ہے عوض نہیں بنایا، اسی لئے تو ہم نے اس کو بائن نہیں بنایا الّا یہ کہ کوئی نقل اس پر مل جائے جو اس پر دلالت کرے اھ ملتقطاً (ت)

نیز فتح القدیر میں زیر مسئلہ آتیہ قریبا انت طالق ان لم اطلقك (اگر تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے۔ ت) ارشاد فرمایا :

الطلاق یتحقق منه الیاس بموتها واذاحکمنا بوقوعه قبل موتها

کہ طلاق سے مایوسی عورت کی موت سے ہی ہوسکتی اور جب ہم بیوی کی موت سے قبل وقوع طلاق کا حکم

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۰۸

[2] الرسالۃ السابعہ فی الطلاق المعلق الخ مع الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۳۹

لایرث منہا الزوج لانہا بانت قبل الموت فلم یبق بینہما زوجیۃ حال الموت وانما حکمنا بالبینونۃ وان کان المعلق صریحا لانتفاء العدۃ کغیر المدخول بہا لان الفرض ان الوقوع فی اٰخرجزء لایتجزأ فلم یتلہ الا الموت وبہ تبین اھ[1]

(پس) تو خاوند اس بیوی کا وارث نہ ہوگا، کیونکہ موت [illegible] تو موت کے وقت زوجیت دونوں کی ختم ہوچکی ہوگی، اور بیشک ہم نے اس طلاق کو بائنہ قرار دیا ہے اگرچہ لفظوں میں یہ صریح طلاق ہے، کیونکہ اس پر عدت نہیں ہوتی جیسا کہ قبل دخول طلاق کی صورت میں ہوتا ہے اس لئے کہ فرض یہ کیا ہوا ہے کہ موت سے قبل ایک ادنیٰ جزء جس میں موت کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا تھا اس میں طلاق واقع ہوئی ہے اسے وہ بائنہ بن گئی اھ (ت)

بالجملہ امر واضح اور بشدّت وضوح ایضاح سے مستغنی ہے۔ رہا **فریق اوّل** الفاظ کہ زبانِ زوج سے نکلے یعنی اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے، اگر لغۃً ان کا مفاد دیکھا جائے تو واقعی اُسی قدر ہے جو اس فریق نے سمجھا اس لئے کہ یہاں معلق بہ عدم یعنی نماز نہ پڑھنا ہے اور عدم متحقق نہ ہوگا مگر عورت کے آخر جزءِ حیات میں اگر آج سے عمر بھر کبھی کوئی نماز نہ پڑھتی تو عدم مذکور صادق آتا اور عورت کی پچھلی سانس پر طلاق نازل ہوتی یہاں تک کہ اس نے صبح کی نماز پڑھی عدم معدوم اور اس کا نقیض موجود ہُوا تو چاہئے تھا کہ یہ دو طلاقیں اصلاً نہ پڑتیں۔ ہدایہ فصل اضافۃ الطلاق الی الزمان میں ہے:

العدم لایتحقق الا بالیأس عن الحیاۃ وھو الشرط کما فی قولہ ان لم اٰت البصرۃ۔[2]

عدم طلاق کا تحقق صرف زندگی سے مایوس ہوجانے پر ہوسکتا ہے جبکہ طلاق نہ دینا شرط ہے، جیسا کہ کوئی یُوں کہے "اگر میں بصرہ نہ آؤں" تو بصرہ میں آنا زندگی بھر میں متوقع رہتا ہے صرف موت سے ہی یہ توقع ختم ہوتی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

ولوقال انت طالق ان لم اطلقک لم تطلق حتی یموت، باتفاق الفقہاء لان الشرط ان لا یطلقہا

اگر خاوند نے کہا "اگر تجھے طلاق نہ دُوں تو تجھے طلاق ہے" کی صورت میں موت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اس لئے کہ طلاق

---

[1] فتح القدیر — فصل فی اضافۃ الطلاق الی الزمان — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۳۷۳

[2] الہدایۃ — " " " — المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۳۴۵

marfat.com

وذٰلك لایتحقق الا بالیأس عن الحیاۃ لانہ متی طلقها فی عمرہ لم یصدق انہ لم یطلقها بل صدق نقیضہ وھوانہ طلقها والیأس یکون فی اٰخر جزء من اجزاء حیاتہ[1]

نہ دینے کی شرط ہے، اور یہ شرط ناحیات متحقق نہ ہوگی صرف زندگی سے مایوسی پر ہی متحقق ہوگی، کیونکہ زندگی میں جب طلاق دے گا تو طلاق نہ دینا صادق نہ آئے گا بلکہ اس کی نقیض صادق آئے گی، اور وُہ یہ کہ اس نے طلاق دی ہے، اس لئے طلاق نہ دینا عمر کے آخری ادنیٰ جُز ء میں معلوم ہو سکے گا اور وہی زندگی سے مایوسی کا وقت ہے۔ (ت)

مگر یہاں ایک نکتۂ بدیعہ ہے جس سے غفلت اس فریق کے لئے باعث غلط ہوئی۔ الفاظ کا مفاد لغوی ہمارے ائمہ کے نزدیک مدنائے یمین نہیں بلکہ معانی عرفیہ پر بنائے کار ہے۔ درمختار میں ہے:

الاصل ان الایمان مبنیۃ عندالشافعی رحمہ اللہ تعالٰی علی الحقیقۃ اللغویۃ وعند مالك رحمہ اللہ تعالٰی علی الاستعمال القراٰنی وعند احمد رحمہ اللہ تعالٰی علی النیۃ وعندنا علی العرف مالم ینو مایحتملہ اللفظ[2]

امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں قسم میں حقیقی لغوی معنی کا لحاظ کیا جاتا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں قسم میں قرآن پاک میں استعمال شدہ الفاظ و معانی کا لحاظ کیا جاتا ہے جبکہ امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں نیت کا لحاظ ہوتا ہے اور ہمارے احناف کے ہاں قسم میں عرفی معانی کا اعتبار ہوتا ہے بشرطیکہ قسم والے نے کسی احتمالی معنیٰ کی نیت نہ کی ہو۔ (ت)

اور اغراض ومقاصد جس قدر مفاد لفظ سے زائد ہوں یعنی عموم و اطلاق بھی اُنھیں متناول نہ ہو ملحوظ نہیں ہوتے۔ الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لاعلی الاغراض[3] (قسموں میں الفاظ کا لحاظ ہوتا ہے اغراض کا لحاظ نہیں ہوتا۔ ت) کہ تنویر وغیرہ عامہ کتب مذہب میں ارشاد ہے اس سے یہی مراد ہے کہ لفظ کی تناول عرفی سے اجنبی خارج دبیگانہ وزائد بات اگرچہ عرفاً مقصود حالف ہو منظور نہ ہوگی مگر اغراض مخصص ضرور ہوسکتی ہیں، دلالت لفظ کہ عموم پر تھی بنظر غرض خاص پر مقصور ہوجائے گی، یہ مدلول لفظ سے خروج نہیں بلکہ بعض مدلولات پر قصر ہے، یہ وُہ تحقیق انیق ہے جس سے کلمات ائمہ مذہب میں توفیق ہے اور فروع متکاثرہ مذہب کی شہادت متواترہ سے اس کی توثیق ہے جس کا نفیس و روشن بیان علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے ردالمحتار میں افادہ فرمایا اور اس کے بیان میں ایک مستقل رسالہ رفع الانتقاض ودفع الاعتراض

---

[1] فتح القدیر فصل فی اضافۃ الطلاق الی الزمان مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۷۲-۳۷۳

[2] درمختار باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۶

[3] درمختار شرح تنویر الابصار " " " " " " " " ۱/ ۲۹۶

marfat.com

علیٰ قولهم الایمان مبینة علی الالفاظ لاعلی الاغراض تالیف کیا۔ تلخیص الجامع الکبیر للامام ابی عبد اللہ صدر الدین محمد بن عباد میں ہے:

وبالعرف یخص ولا یزاد حتی خص الرأس بمایکبس ولم یرد الملك فی تعلیق طلاق الاجنبیة بالدخول[1]

عرف سے تخصیص ہوسکے گی اور لفظ کے مفہوم پر زیادتی نہ ہوسکے گی چنانچہ سر بھونے جانے والی سری سے مختص ہوگا اور اجنبی عورت کی طلاق کو گھر میں داخل ہونے کی تعلیق میں ملکیت مراد نہیں ہوسکتی۔ (ت)

علامہ علاء الدین ابوالحسن علی بن بلبان بن عبداللہ فارسی اس کی شرح تحفۃ الحریص فی شرح التلخیص میں فرماتے ہیں:

رجلان تساوما ثوبا فحلف المشتری انه لایشتریه بعشرة فاشتراه باحد عشر حنث فی یمینه، ولوکان الحالف البائع لایبیعه بعشرة فباعه باحد عشر لم یحنث، وهذا لان البیع بالعشرة نوعان بیع بعشرة مفردة وبیع بعشرة مقرونة بالزیادة ففی المشتری مطلق لادلالة فیه علی تعیین احد النوعین فکان مراده العشرة المطلقة، اما البائع فمراده البیع بعشرة مفردة بدلالة الحال اذ غرضه ان یزیده المشتری علی العشرة ولم یوجد شرط حنثه وهو

دو حضرات نے کپڑے کا ایک سودا کرتے ہوئے، گفتگو میں خریدار نے قسم اٹھائی کہ میں اسے دس میں نہ خریدوں گا، اس کے بعد اس نے گیارہ کا خرید لیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، اور اگر فروخت کرنے والا قسم اٹھائے کہ میں اسے دس میں فروخت نہ کروں گا، اس کے بعد اس نے گیارہ کا فروخت کردیا تو بائع کی قسم نہ ٹوٹے گی، یہ اس لئے کہ دس سے فروخت کرنے کے دو معنے ہیں، ایک یہ کہ صرف دس سے فروخت کرنا اور دوسرا معنی یہ کہ اس دہائی کے ساتھ کوئی اکائی بھی ہو، تو مشتری کے حلف میں مطلق دس ہے جس میں دونوں قسموں میں سے کسی ایک کے معین کرنے پر کوئی قرینہ نہیں ہے، لہذا یہاں دس مطلق مراد ہوں گے یعنی صرف دس یا دس سے کچھ اکائی کے ساتھ زائد دونوں معنی میں سے کوئی بھی ہو لیکن فروخت کرنے والے کی قسم میں صرف

---

[1] رفع الانتقاض الخ رسالہ من مجموعہ رسائل ابن عابدین بحوالہ تلخیص الجامع الکبیر سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۹۳

marfat.com

البیع بعشرۃ مفردۃ فلا یحنث، وھذا ھو المتعارف بین الناس فیحمل الیمین علی ما تعارفوہ[1]، وقولہ فی المتن و بالعرف یخص ولا یزاد جواب عن سوال مقدر وھو ان یقال البائع بتسعۃ مفردۃ وجب ان یحنث لان المنع عن ازالۃ ملکہ بعشرۃ منع عن ازالتہ بتسعۃ عرفا، والجواب ان الحکم لا یثبت بمجرد الغرض وانما یثبت باللفظ والذی تلفظ بہ البائع، ھو العشرۃ واسم العشرۃ لا یحتمل التسعۃ لیتعین بغرضہ والزیادۃ علی اللفظ بالعرف لا تجوز بخلاف الشراء بتسعۃ لان العشرۃ فی جانب المشتری تحتمل عشرۃ مفردۃ وعشرۃ مقرونۃ فتعین احدھما بغرضہ اذا العام یجوز تخصیصہ وتقییدہ بالعرف[2] اھ ملتقطا۔

دس بغیر اکائی مراد ہیں جیسا کہ اس پر حال کی دلالت ہے کہ بائع کی غرض یہ ہے کہ مشتری اس سے زائد دے تو گیارہ میں فروخت کرنے پر شرط (یعنی صرف دس میں فروختگی) نہ پائی گئی لہذا قسم نہ ٹوٹی، لوگوں میں یہی متعارف ہے لہذا قسم کو لوگوں کے عرف پر محمول کیا جائیگا۔ اور متن میں یہ قول کہ "عرف سے تخصیص ہوتی ہے زیادتی نہیں ہوتی" یہ ایک سوال کا جواب ہے، سوال یہ مقدر ہے کہ بائع اگر مذکورہ صورت میں نو سے فروخت کردے تو قسم کا ٹوٹنا ضروری ہوگا کیونکہ جب دس سے اپنی ملکیت نہیں چھوڑتا تو نو سے بطریقہ اولٰی نہ چھوڑتا ہوگا جیسا کہ عرف میں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو محض غرض ہے جبکہ حکم محض غرض سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ اس لفظ کا بھی اعتبار ہوتا ہے جس سے تلفظ کیا ہے اور بائع نے جو لفظ بولا ہے وہ دس ہے، جبکہ اس کا اسم، نو کا احتمال نہیں رکھتا جس کو غرض کے طور پر متعین کیا جاسکے۔ دس کا نام، نو پر مراد لینا یہ لفظی زیادتی ہے جو کہ عرف سے ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ عرف صرف تخصیص کرتا ہے زیادتی نہیں کرسکتا، اس کے برخلاف جب مشتری کپڑے کو دس کی بجائے نو سے خرید لے تو عرف یہاں کارآمد ہوگا کیونکہ مشتری کی قسم میں دس کی مذکورہ دونوں قسموں کا احتمال ہے صرف دس یا بمع اکائی مراد ہو، تو یہاں جب دس کا لفظ عام ہے تو عرف اس کی ایک قسم کی تخصیص یا تقیید کرسکتا ہے اھ ملتقطا۔ (ت)

رفع الانتقاض میں ہے:

---

[1] رفع الانتقاض الخ رسالہ من مجموعہ رسائل ابن عابدین بحوالہ شرح تلخیص الجامع الکبیر سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۹۴-۲۹۳

[2] " " " " " " " " " " " " ۱/ ۹۵-۲۹۴

اعلم ان الغرض الذی یقصدہ المتکلم بکلامہ قد یکون معنی اللفظ الذی تکلم بہ حقیقۃ او مجازا وقد یکون امرا اٰخر خارجا عن اللفظ ، فالاول کقولہ لا اشتریہ بعشرۃ فغرض المشتری منع نفسہ من التزام العشرۃ فی ثمن ذٰلک المبیع سواء کانت عشرۃ مفردۃ او مقرونۃ بزیادۃ والعرف ارادۃ ذٰلک ایضا ، فھنا اجتمع الغرض والعرف فی لفظ الحالف فاذا اشتری باحد عشر حنث لانہ ارادا لعشرۃ المطلقۃ وھی موجودۃ فی الاحد عشر ، والثانی کقولہ لا ابیعہ بعشرۃ فباعہ بتسعۃ لایحنث لان غرض البائع ان یبیعہ باکثر من عشرۃ ، ولا یرید بیعہ بتسعۃ لکن التسعۃ لم تذکر فی کلامہ لان العشرۃ لم توضع للتسعۃ لالغۃ ولا عرفا ، فغرضہ الذی ھو قصدہ من ھذا الکلام خارج عن اللفظ ، والعبرۃ فی الایمان للالفاظ لا لمجرد الاغراض لان الغرض یصلح مخصصا لا مزیدا ، والتخصص من عوارض الالفاظ فاذا کان اللفظ عاما والغرض الخصوص اعتبر ما قصدہ

جاننا چاہیئے کہ متکلم جب کوئی کلام کرتا ہے تو اس کی غرض اس کلام کا حقیقی معنی ہوتا ہے اور کبھی مجازی معنی ہوتا اور کبھی لفظ سے خارج کوئی اور معنی غرض بنتا ہے۔ اوّل کی مثال، جیسے مشتری کا کہنا کہ میں دس سے نہ خریدوں گا تو یہاں مشتری کی غرض یہ ہے کہ دس درہم دینے سے باز رہنا ہے یہ محض دس ہوں یا مع اکائی ہوں مبیع کے عوض نہ دے گا، اور عرف بھی یہی ہے تو یہاں حلف میں غرض اور عرف دونوں حقیقی معنی میں مجتمع ہیں، لہذا یہاں اگر مشتری نے گیارہ میں خریدا تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اس نے مطلق دس مراد لئے تھے جبکہ یہ دس، گیارہ میں بھی موجود ہے۔ دوسرے کی مثال، جیسے بائع کہے کہ میں دس درہم سے نہ فروخت کروں گا یہاں اگر اس نے نو میں فروخت کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ اس کلام سے بائع کی غرض یہ ہے کہ دس سے زائد یعنی دس مع اکائی کے بدلے فروخت کرے گا، نو اس کی مراد میں نہیں ہے لیکن اس کی کلام میں نو مذکور نہیں ہے کیونکہ دس کا اسم لغت اور عرف میں نو کیلئے وضع نہیں ہے تو دس بول کر نو مراد لینا لفظ سے خارج کسی اور معنیٰ کو مراد لینا ہے جبکہ حلف میں محض غرض کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ لفظ کا اعتبار ضروری ہے، کیونکہ غرض مخصص تو بن سکتی ہے لیکن زیادتی پیدا نہیں کر سکتی جبکہ تخصیص لفظ کی صفت ہے لہذا لفظ کا اعتبار ضروری ہے محض غرض کافی نہیں ہے، تو جب لفظ عام ہو اور غرض خاص ہو تو پھر

marfat.com

كالرأس في لا آكل رأسا، فان لفظه عام والغرض منه خاص كما مر واعتبار هذا الغرض لايبطل اللفظ لانه بعض ماوضع له اللفظ[1] اھ مختصرا

خاص مقصد کا اعتبار ہوتا ہے جیسے کوئی کہے میں سر نہ کھاؤں گا، تو اس میں لفظ سر عام ہے جو ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شامل ہے جبکہ غرض خاص یعنی ماکول ہے جیسے گزرا تو یہ خاص غرض لفظ کے مدلول کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ لفظ کے معنیٰ کا ایک خاص حصّہ ہے، اھ مختصراً۔ (ت)

وتمام فیہ یمین الفور جسے خاص فکر بلند ثریا پیوند امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے استنباط فرمایا اور دیگر ائمہ کرام قدست اسرارہم نے بحکم الفقهاء كلهم عيال على ابي حنيفة (تمام فقہاء، ابوحنیفہ کی عیال ہیں، کے حکم سے۔ت) اس جناب کا اتباع کیا اس کے مسائل اسی اصل جلیل تخصیص بالغرض پر مبنی ہیں متون و شروح و فتاوائے مذہب میں صدہا فروع اس پر مبنی ہیں مثلاً:

(۱) عورت باہر جانے کو ہوئی، شوہر نے کہا باہر جائے تو تجھ پر طلاق، عورت بیٹھ گئی اور دوسرے وقت باہر گئی، طلاق نہ ہوگی۔ تنویر و درمیں ہے:

شرط للحنث في قوله ان خرجت مثلا فانت طالق او ان ضربت عبدك فعبدي حر لمريد الخروج والضرب فعله فورا لان قصده المنع عن ذلك الفعل عرفا، ومدار الايمان عليه وهذه تسمى يمين الفور تفرد ابوحنيفة رحمه الله تعالٰى باظهارها ولم يخالفه احد[2]

جب بیوی باہر نکلنے یا غلام کو مارنے کے لئے تیار ہو اس وقت خاوند اگر کہے کہ تُو نے مارا یا باہر نکلی تو تجھے طلاق ہے، تو مارنے اور باہر نکلنے سے وہی مراد ہے جس کے لئے وُہ تیار کھڑی ہے صرف اسی مارنے پر یا اسی نکلنے پر طلاق ہوگی کیونکہ خاوند کا اس عمل سے روکنا مقصود ہے یہی عرف ہے جبکہ حلف کا مدار یہی عرف ہے، اس کا نام یمین فور ہے جس کے اظہار اور بیان میں امام ابوحنیفہ متفرد ہیں اور کسی نے ان کی مخالفت نہ کی۔ (ت)

فتح القدیر و غنیہ ذوی الاحکام و ردالمحتار میں ہے:

تهيأت للخروج فحلف لاتخرج فاذا

بیوی باہر نکلنے کو تیار تھی کہ خاوند نے حلف اٹھایا

---

[1] رفع الانتقاض الخ رسالہ من مجموعہ رسائل ابن عابدین   سہیل اکیڈمی لاہور   ۱/ ۳۰۰-۳۰۱
[2] درمختار   باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی   مطبع مجتبائی دہلی   ۱/ ۲۹۸

marfat.com

جلست ساعة ثم خرجت لا یحنث، لان قصده منعها من الخروج الذی تھیأت له، فکانه قال ان خرجت الساعة، وھذا اذا لم یکن له نیة فان نوی شیئا عمل به۔[1]

کہ اگر تُو باہر نکلے تو تجھے طلاق ہے، تو بیوی بیٹھ گئی اور کچھ دیر بعد نکلی تو طلاق نہ ہو گی کیونکہ خاوند کا مقصد وہ نکلنا ہے جس کے لئے وُہ تیار تھی اور اس نکلنے سے منع کرنا مقصود تھا، پس گویا خاوند نے یُوں کہا کہ تو اب نکلی تو تجھے طلاق ہے۔ یہ حکم تب ہو گا جب خاوند نے کوئی نیت نہ کی ہو، اور اگر اس نے کوئی نیت کی ہو تو اس پر عمل ہو گا۔ (ت)

(۲) زید نے عمرو سے کہا "میرے ساتھ کھانا کھا لو"۔ عمرو: "میں کھاؤں تو عورت مطلقہ ہو"۔ کل زید کے ساتھ کھانا کھایا طلاق نہ ہو گی۔ تنویر و در؛

وکذا فی حلفه ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیه معه ذٰلك الطعام المدعو الیه۔[2]

یُوں ہی اگر کھانے پر دعوت دینے والے کے جواب میں کوئی کہے "اگر میں کھانا کھاؤں تو بیوی کو طلاق ہے" تو یہاں بھی طلاق ہونے کیلئے جس کھانے پر دعوت دی گئی اسی کو دعوت دینے والے کے ساتھ کھانا شرط ہے۔ (ت)

(۳) عورت کو جماع کے لئے بلایا اس نے انکار کیا، شوہر نے کہا "اگر میرے پاس اس کوٹھری میں نہ آئے تو تجھ پر طلاق"، عورت آئی مگر اس وقت مرد کی شہوت ساکن ہو چکی تھی، تو طلاق ہو گئی۔ اشباہ و در؛

إن للتراخی الا بقرینة الفور، ومنه طلب جماعها فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فانت طالق فدخلت بعد سکون شھوته حنث۔[3]

لفظ "اِنْ" تراخی کے لئے استعمال ہے مگر جہاں فور کا قرینہ پایا جائے تو تراخی مراد نہ ہو گی، اسی فور پر قرینہ کی مثال یہ ہے کہ خاوند نے بیوی کو جماع کیلئے طلب کیا تو بیوی کے انکار پر خاوند نے کہا اگر تُو میرے کمرے میں داخل نہ ہُوئی تو طلاق ہے۔ تو فوراً داخل نہ ہوئی بلکہ خاوند کی شہوت و خواہش ختم ہونے کے بعد داخل ہُوئی تو طلاق ہو جائے گی۔ (ت)

(۴) حاکم نے حلف کیا کہ اگر شہر میں کوئی بدمعاش آئے اور میں خبر نہ دُوں تو عورت طلاق ہے، بدمعاش آیا اور اس نے حاکم کو خبر دی اس وقت کہا کہ وُہ معزول ہو گیا تھا طلاق ہو گئی۔ تنویر؛

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الدخول والخروج الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۸۴

[2] درمختار " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۸

[3] " " " " " " ۱/ ۲۹۹

حلفه وال لیعلمنه بکل داعر دخل البلد تقید بقیام ولایته[1]

شہر کے حاکم نے ایک ملازم سے حلف لیا کہ شہر میں داخل ہونے والے ہر بد قماش کی مجھے اطلاع دے گا، تو یہ حلف اس حاکم کی ولایت کے قائم رہنے تک مقید ہے (ت)

درمختار میں ہے:

بیان لکون الیمین المطلقة تصیر مقیدة بدلالة الحال وینبغی تقیید یمینه بفور علمه[2]۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہ یہ مطلق حلف کو حال کی دلالت کی وجہ سے مقید ہونے کی مثال ہے اس میں یہ بھی قید ہوگی کہ وُہ ملازم معلوم ہونے پر فوراً اطلاع دے گا۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

ثم ان الحالف لو علم الداعر ولم یعلمه لم یحنث الا اذا مات هو او المستحلف او عزل[3]

اگر حلف اٹھانے والے کو بدمعاش کا علم ہو جائے اور وُہ حاکم کو مطلع نہ کرے تو قسم صرف حلف دینے یا حلف لینے والے کی موت یا حاکم کے معزول ہو جانے پر ٹوٹے گی (ت)

فتح القدیر میں ہے:

ولو حکم بانعقاد هذه للفور لم یکن بعید انظرا الی المقصود وهو المبادرة لزجره و دفع شره[4]

اگر اس حلف کو فوری ہونے کا حکم دیا جائے تو بعید نہ ہوگا کیونکہ حاکم کا مقصد بد قماش کو فوری سزا دینا اور اس کے شر کا دفاع کرنا ہے۔ (ت)

(۵) دائن نے مدیون سے حلف لیا کہ تیرے بے اذن باہر نہ جاؤں گا، یہ حلف بقائے دین تک رہے گا بعد ادا یا ابرا اذن کی حاجت نہیں۔ تنویر و در میں ہے:

لوحلف رب الدین غریمه او الکفیل بامر المکفول عنه ان لا یخرج من البلد الا باذنه تقید بالخروج حال قیام الدین

قرض خواہ نے مقروض یا مقروض کے بنائے ہوئے ضامن سے حلف لیا کہ تُو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا، تو یہ حلف قرض اور ضمانت کی

---

[1] درمختار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱۳

[2] ایضاً

[3] تبیین الحقائق " " " مطبعہ کبرٰی امیریہ بولاق مصر ۳/۱۶۱

[4] فتح القدیر کتاب الایمان مسائل متفرقہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۶۸

marfat.com

بالکفالۃ۔[1] | بقائے تک مقید قرار پائے گا، قرض یا ضمانت ختم ہوجانے کے بعد حالف کو اجازت کی ضرورت نہ رہے گی (ت)

(۶) قسم کھائی عورت بے میرے اذن کے باہر نہ جائے گی، یہ قیام زوجیت تک محدود ہے۔ تنویر و در میں ہے:

لوحلف لا تخرج امرأته الا باذنه تقید بحال قیام الزوجیۃ۔[2] | خاوند نے قسم اٹھائی کہ بیوی اجازت کے بغیر باہر نہ جائیگی، تو یہ حلف بھی زوجیت کے قیام تک محدود ہوگا۔ (ت)

(۷) وہی مسئلہ کہ دس کو نہ بیچوں گا اور گیارہ کو بیچا حانث نہ ہُوا اگرچہ گیارہ میں دس موجود ہیں کہ مراد خاص قسم کے دس یعنی تنہا بلا زیادت تھے۔ یہ سب تقییدیں اور عام کی تخصیص صرف بنظر اغراض متعارفہ ہوئی ہیں کہ یمین کی بنا ہی عُرف پر ہے ولہٰذا امام ہمام ابن الہمام نے عبارت مذکورہ ہدایہ کی شرح میں (جہاں ارشاد ہُوا تھا کہ عدم بے سلب کلی متحقق نہ ہوگا) فرمایا:

کماقوله فی ان لم اٰت البصرۃ اعطاء نظیر والمراد ان کل شرط بأن منفی حکمه کذٰلك، وهو ان لایقع الطلاق او العتاق اذا علق به الابالموت لما ذکرنا (وزاد قیدا حسنا فی المبتغی بالغین المعجمۃ قال اذا قال لامرأته ان لم تخبرینی بکذا فانت طالق ثلاثا فهو علی الابد اذا لم یکن ثم مایدل علی الفور انتهی، ومن ثمه قالوا لواراد ان یجامع امرأته فلم تطاوعه فقال ان لم تدخلی معی فانت طالق فدخلت بعد ما سکنت شهوته طلقت، لان مقصوده من الدخول کان قضاء الشهوۃ وقد فات۔[3] | اس کا قول، جیساکہ، اگر میں بصرہ میں نہ آؤں تو، یہ نظیر ہے، جس سے مراد یہ ہے جو شرط بھی لفظِ اِنْ کے ساتھ ذکر کی جائے تو اس کا حکم یُونہی منفی رہے گا یعنی اس کے ساتھ طلاق یا عتاق کو معلق کیا گیا ہو تو شرط کے منفی ہونے پر موت سے پہلے قسم نہ ٹوٹے گی، جیساکہ ہم نے ذکر کیا ہے اور پھر اس پر ایک اچھی قید بڑھائی کہ مبتغی (غین کے ساتھ) میں کہا کہ خاوند نے بیوی سے کہاکہ تو اگر مجھے فلاں خبر نہ دے تو تجھے تین طلاقیں ہوں گی، تو اگر فور پر کوئی قرینہ نہ ہو تو یہ قسم ابدی ہوگی اھ، اور اسی قبیل سے یہ ہے کہ خاوند نے بیوی کو جماع کے لئے طلب کیا تو بیوی نے اطاعت نہ کی تو کہا اگر تُو میرے پاس کمرے میں نہ آئی تو تجھے طلاق، اگر بیوی فوراً نہ آئے بلکہ خاوند کی شہوت اور

---

[1] و [2] درمختار باب الیمین فی الضرب والقتل الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱۳

[3] فتح القدیر فصل فی اضافۃ الطلاق الی الزمان مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۳۷۳

marfat.com

خواہش ختم ہونے کے بعد آئی تو طلاق ہوجائے گی کیونکہ طلب کا مقصد اپنی شہوت کو پورا کرنا تھا جو اب ختم ہوگئی ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ ہمارے مسئلہ دائرہ میں بھی اس حلف سے شوہر کی یہ غرض نہیں کہ عورت اپنی مدۃ العمر میں کبھی کسی وقت کسی طرح دو سجدے کرلے اور بری ہوجائے بلکہ یقیناً بحکم عرف دلالت حال اس سے پابندی نماز مقصود ہے تو جس طرح عورت کا باہر جانا مطلق تھا لفظ شوہر میں کوئی قید نہ تھی کہ اس وقت ہو یا کب ہو مگر بدلالۃ حال خاص اس وقت کا خروج معتبر ہوا، جس طرح کلام عمرو میں کھانا مطلق تھا کہ آج ہو یا کل یہ کھانا ہو یا اور مگر بحکم عرف خاص اس وقت یہ کھانا زید کے ساتھ کھانا ملحوظ رہا، جس طرح عورت کا کوٹھری میں شوہر کے پاس آنا عام تھا کہ اس شہوت موجودہ کی بقا میں ہو یا عمر میں کبھی کسی حالت میں ہو اور عدم متحقق نہ ہوگا مگر اخیر جزء حیات شوہر یا زن میں اور جبکہ کوٹھری میں شوہر کے پاس آئی اگرچہ زوال شہوت کے بعد تو عدم صادق نہ آیا اور بنظر مفاد لغوی لفظ لازم تھا کہ طلاق واقع نہ ہو لیکن بدلالت حال خاص وہ آنا مقصود رہا جو اس شہوت کی قضا کے لئے مطلوب تھا اور اسی کی انتفا پر شرط متحقق اور طلاق واقع مانی گئی، وقس علی ھذا، اسی طرح یہاں بھی اگرچہ عشرۂ مفردہ ومقرونہ کی مانند نماز پڑھنا بھی دو قسم ہے، ایک ملتزم کہ پابندی کے ساتھ ہو دوسرا اس کا غیر یا دو قسم ہے۔ ایک مبریٔ ذمہ جس میں فرض نماز کا مطالبہ ذمے پر نہ رہے، دوسرا اس کے خلاف اور فعل بعینہ ان لم تدخلی (اگر تو میرے پاس نہ آئی۔ ت) مذکور کی طرح حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوجاتا ہے اور عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز پڑھی صادق نہ رہا مگر بحالت دلالت حال واجب ہے کہ قسم اول یعنی صلاۃ ملتزمہ مبریہ مراد ہو اور اس کا انتفا ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلاعذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے تو لازم ہوا کہ جب عورت نے اس حلف کے بعد نماز عشاء نہ پڑھی صبح صادق طالع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑگئیں جیسے وہاں سکون شہوت ہوتے ہی عورت مطلقہ ہوگئی تھی بلکہ اگر شوہر نے یہ لفظ اس وقت کہے تھے کہ ہنوز وقت مغرب باقی تھا اور عورت ادا پر قادر تھی تو شفق ڈوبتے ہی دو طلاقیں ہوگئیں، ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر عورت سے کہا تو نماز ترک کرے تو تجھے طلاق، عورت نے ایک نماز قصداً قضاء کی طلاق ہوجائے گی اگرچہ اس قضا کو ادا بھی کرلے، درمختار میں ہے:

قال ان ترکت الصلوۃ فطالق فصلتھا قضاء طلقت علی الاظھر، ظھیریۃ۔[1]

بیوی کو کہا اگر تو نے نماز ترک کی تو تجھے طلاق ہے، اب اگر عورت نے نماز قضا کی تو زیادہ واضح قول یہی ہے کہ طلاق ہوجائیگی، ظہیریہ۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الیمین فی البیع والشراء الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱۰

marfat.com

یہ حکم اس لفظ میں ہے جہاں الصلٰوۃ معرف باللام ہے جس میں کلام ہوگا کہ عرفاً تارک الصلٰوۃ کسے کہتے ہیں اور ہمارا مسئلہ دائرہ تو بحکم تحقیق مذکور ان ترکت صلٰوۃ (اگر تُو نماز چھوڑے۔ ت) بلالام کے مثل ہے یعنی اگر تو ایک نماز چھوڑے تو طلاق ہے، یہاں قضا کرنے سے وقوعِ طلاق میں کیا شک ہوسکتا ہے صاف بتادیا کہ اس کی مراد وہی صلاۃ خاصہ ملتزمہ تھی اس پر دلیل واضح اُس کا وقتِ صبح رجعت کرنا ہے اگر وہ معنٰی مراد ہوتے جو فریقِ اوّل نے زعم کئے تو پیش از وقوع رجعت کے کیا معنی تھے اور امثال مقام میں نیت شوہر اگرچہ دلالت حال کے خلاف بھی ہو وہی معتبر رہتی ہے۔ امام محقق علی الاطلاق وغیرہ علماء کا ارشاد گزرا کہ:

هذا اذا لم یکن له نیة فان نوی شیئا عمل به۔[1] یہ جب ہے کہ اس نے نیّت نہ کی ہو اگر اس نے کوئی نیت کی ہو تو اس پر عمل ہوگا۔ (ت)

توجہاں دلالت حال ونیت دونوں متوافق ہیں نہ اُس دلالت کو مانیے نہ شوہر کی سُنیے اور اپنی طرف سے ایک معنی تراش کر اس پر عمل کیجئے کس قدر فقہ سے بعید بلکہ قابلیت التفات سے دُور ہے، اور اوپر واضح ہوچکا کہ یہ دونوں طلاقیں رجعی تھیں، لاجرم عورت بعد رجعت بدستور ملکِ نکاح میں باقی اور آئندہ طلاق کی محل رہی اب کہ شوہر نے چند سال بعد دو طلاقیں اور دیں ایک تو لغو ہوگئی کہ حدِ شرع سے متجاوز تھی اور ایک اُن پہلی دو کے ساتھ مل کر تین طلاقیں مغلّظہ ہوگئیں جن سے عورت حرام ابدی تو نہیں ہوسکتی ہاں بے حلالہ اب اس شخص کے نکاح میں آنے کے قابل نہ رہی، هذا ما ظهر لی والعلم بالحق عند ربی (یہ وہ ہے جو مجھے معلوم ہُوا، حق تو میرے رب کے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الدخول والخروج الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۸۴

marfat.com

رسالہ

آکد التحقیق بباب التعلیق ۱۳۲۲ھ

(باب تعلیق کے متعلق تحقیقِ انیق)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مسئلہ ۱۰۱ ازبنگالہ موضع نواکھالی ڈاک خانہ بیگم گنج مرسلہ عبدالمجید صاحب از رامپور ۶ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

بگرامی خدمت فیضدرجت، مجمع الفضائل، منبع الفواضل، کاشف دقائق شرعیہ، واقف حقائق عقلیہ ونقلیہ، محی السنۃ النبویہ، مروج الاحادیث المصطفویہ، صاحب التحقیقات الرائقۃ، زبدۃ السعادات الفائقۃ، اعنی جنابنا مولانا المولوی شاہ احمد رضاخاں صاحب دام افضالہم۔ بعد ادائے تسلیمات فراواں وکورنشات بیکراں معرض آں خدمت یہ ہے جناب حضور نے جو فتوائے طلاق معلق بالصلوٰۃ میں تحریر فرماکر ارسال فرمائے تھے بندہ گم گشتہ نے ملک کو بھیج دیا اور سب علمائے موافقین ومخالفین نے دیکھ کر بہت خرسندیں حاصل کیں بلکہ سب علما متفق ہوکر بسبب فرمان فتوائے موصوف کے زوج احمد سے زوجہ مغلظہ کو علیحدہ کیا تھا اور اس پر بہت دن گزر گئے مگر مولوی وجیہ اللہ جو دیوبند سے عنقریب تحصیل کرکے گھر کو گئے اس نے زوج احمد کو کہا کہ تمہارا زوجہ مطلقہ مغلظہ نہیں ہوئی تم ہماری رائے پر چلو تو ہم فتوائے ہند کو رد کردیں گے، چنانچہ احمد علی بھی بوجہ نفع اپنے کے اور بوجہ تعلیم اپنے قول سے منکر ہوگئے یعنی جو پہلے تعمیم

marfat.com

کے منکر اور تخصیص کے راجع، اب بعد چندیں مدت اپنی نیت ظاہر کرتے ہیں کہ نیت ہمارا علی الابد کے لئے ہے اور مولوی وجیہ اللہ نے اس وقت کے نیت کے مطابق ایک فتویٰ بھی لکھا ہے وہی فتویٰ آپ کی خدمت عالی میں ارسال کرتا ہوں اور فتویٰ تحریر کر کے احمد علی کو مدعی بنا کر کچہری میں مقدمہ دائر کئے ہیں بعدہٗ اس کے فتویٰ اور آنحضور کی تحریر مبارک دونوں کچہری میں پیش ہوا اور مولوی وجیہ اللہ کو اور اس طرف کے علماؤں کو حاکم نے طلب کیا اور دونوں فتویٰ کے مطلب حاکم کو سمجھا دئے مگر مولوی وجیہ اللہ نے حضور کے فتویٰ پر اور مذہب کے قیل وقال ناشائستہ بیان کیا مگر حاکم کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں ہوا اور حاکم نے خود کہا کہ جناب مولینا شاہ احمد رضا خاں صاحب کو میں خوب جانتا ہوں اور اُن کی حالت مجھے خوب معلوم ہے اور دیوبند کے علمائے لامذہب کو بھی معلوم ہے کہ میں ہند کی سیر کرنے والا ہوں۔ مولوی وجیہ اللہ نے کہا کہ صاحب زجراً وتنبیہاً بغرض نصیحت طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی، اور دلالت حال ویمین الفور کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں ہے، اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ طلاقیں مغلظ واقع ہوگئیں تاہم بوجہ رجعت کے اولین طلاق باطل بعد وجود طلاق بلاشرط دیا ہے اس کے لئے رجعت جائز ہے، اور دلیل بھی بیان کیا اس وجہ سے حاکم کے دل میں خدشہ پیدا ہوا حاکم نے اس طرف کے علماؤں کو فرمایا کہ آپ لوگ مولانا موصوف کے بیس۲۰ دن کے اندر مولوی وجیہ اللہ کا رد جواب منگوائیے ورنہ یہ شبہہ کس طرح دُور ہو سکتا ہے اور حاکم نے بیس۲۰ روز مقدمہ کا حکم مؤخر کر دیے، اکنوں دست بستہ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ آپ از رُوئے مہربانی وشفقت گزاری کے پندرہ یا سولہ روز کے اندر جواب تحریر فرما دیجئے اور ہم لوگوں کو بحر غموم سے خلاص کر لیجئے ورنہ جمیع علماء کی بلکہ ملک ہند کی بھی بدنامی کی بات ہے، زیادہ کیا عرض کروں۔ عرض گزار خادم عبدالمجید عفاء اللہ عنہ

نقل فتویٰ مولوی وجیہ اللہ دیوبندی باشندۂ بنگالہ

سوال: چہ مے فرمایند علمائے دین و رازدارانِ شرع متین کہ در حاضران مجلس بحضور علماء وغیرہم کہ احمد علی بزبان خود اقرار نمود کہ من دائماً زوجہ ام برائے نماز خوانی تاکید وزجر می کردہ بودم وبرائے نماز خوانی چند قواعد نماز تعلیم ہم کردم لیکن بعد روزے چند بوقت مغرب مر زوجہ ام راگفتم کہ تو نماز بخواں زن مذکورہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و رازدارانِ شرع متین کہ حاضرین مجلس علماء وغیرہم کی موجودگی میں احمد علی نے اپنی زبان سے اقرار کیا کہ میں ہمیشہ اپنی بیوی کو تاکید اور تنبیہ کرتا رہا ہوں اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھاتا رہا ہوں لیکن چند روز بعد مغرب کے وقت میں نے بیوی سے کہا کہ نماز پڑھو تو بیوی نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے فرصت نہیں ہے،

marfat.com

ابا وانکار کرد وگفت کہ مرا فرصتے نیست ازیں وجہ گفتم کہ اگر تو نماز نگزاری بر تو دو طلاق معلق دادم کہ بزبان بنگالہ (دیلام) و در لغتِ اردو (دیا میں) استعمال کنند بعدہٗ زن مذکورہ نمازِ عشا نخواند و قضا ہم نہ گزارد و نمازِ فجر بخواند بعد فجر رجعت ہم کرد و بعد سالے بلا شرط دو طلاق آں زوجہ مذکورہ را ایضا ہم داد احمد علی بمحفل مذکور علماء وغیرہم نیت بوقت بیانِ تعمیم و تخصیص ہر دو منکر بود بل قرینہ برائے تخصیص راجح اما بعد شش ماہ بجہت تعلیم مخالفین و بوجہ نفع خود بگوید کہ نیتم برائے دائم و علے الابد ست اکنوں از روئے شرع شریف اقرارش صحیح بود یا چہ بگوید کہ زجراً و تنبیہاً برائے تعود للصلوٰۃ طلاق واقع نمی شود بلکہ معنی آں وعدہ طلاق شود و وعدہ طلاق طلاق واقع نمی شود دیگوید کہ قول زوج بخواں صیغۂ امر بر دلالت حال راجح لیکن فور ثابت نمی شود بلکہ فور را ہیچ اعتبار نیست بر تقدیر تسلیم کہ طلاقین اولین بوجہ رجعت باطل ست کما ھو المعروف اکنوں بہر حال برائے زوج احمد علی رجعت صحیح است آیا حکمش فے الواقع ہمیں ست یا زوجہ احمد علی بہ سہ طلاق شدہ مغلظہ شد بینوا بالتفصیل

اندریں صورت کہ زوج احمد علی بر بیان خود اقرار مے کند کہ روزے بعد ادائے نماز مغرب مر زوجہ خود را بسبب تارک الصلوٰۃ

اس پر میں نے اسے کہا "اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھ پر دو طلاقیں معلق طور پر دیتا ہوں" یہ بات بنگالی زبان میں (دیلام) جس کا اردو میں معنیٰ (میں نے دیا) ہے، کہا، اس کے بعد بیوی نے عشاء کی نماز ادا نہ کی اور نہ قضاء کی اور پھر فجر کی نماز پڑھی، فجر کے بعد اس نے رجوع کر لیا، اور اس کے ایک سال بعد خاوند نے اس بیوی کو دو طلاقیں بغیر شرط پھر دے دیں، احمد علی مذکور نے علماء کی مجلس مذکورہ میں بیان دیتے ہوئے بیوی کو نہ نماز پڑھنے پر طلاق کو معلق کرنے میں تعمیم و تخصیص کی نیت کا انکار کیا بلکہ تخصیص کا قرینہ راجح معلوم تھا، لیکن اس کے چھ ماہ بعد ہمارے مخالفوں کے سمجھانے اور اپنے فائدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس نے کہا کہ میں نے تو دائمی و ابدی کوئی نماز نہ پڑھنے کی نیت سے کہا تھا (یعنی کوئی خاص نماز نہیں بلکہ زندگی میں نماز نہ پڑھنے کی نیت سے طلاق دینے کی بات کی تھی) کیا اب اس کا یہ اقرار درست ہے یا کیا ہے، اور اب کوئی کہتا ہے کہ اس نے بیوی کو نماز کا عادی بنانے کے لئے یہ بات بطور تنبیہ اور ڈانٹ کی تھی اور یہ طلاق نہیں ہے بلکہ طلاق کا وعدہ تھا جبکہ طلاق کا وعدہ طلاق نہیں ہوتی، اور کوئی کہتا ہے کہ خاوند کا بیوی کو کہنا کہ "نماز پڑھ" صیغۂ امر ہے جس کی حال پر دلالت واضح ہے لیکن یہ یمینِ فور ثابت نہیں ہے بلکہ فور کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے

marfat.com

زجر و توبیخ کرد کشاں کشاں تا آنکہ با اعتدال طبع و استقلال مزاج بطریق زجر و تنبیہ گفت کہ تو نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق و آں زن نیّت نماز و سورہ بخوبی ندانستی غرض آنکہ زن عشا نخواند بوقت فجر وضو کردہ برائے گزاردن نماز فجر استاد شوہرش نیت و سورۃ تعلیم کرد و وے نماز خواند بعد دو سہ روز میانجی محلہ را طلبیدہ رجعت نمود و درصورت کذائیہ زوجہ اش برائے وے حلال ماند یا چہ وبعد چند ماہ دو طلاق بلا شرط ایضاً بر آں زوجہ مذکورہ اش دادہ است، آیا کہ اگر تسلیم کردہ شود کہ اول طلاقین واقع شدند بر تقدیرش بوجہ رجعت اول طلاقین باطل شد یا چہ، واکنوں رجعت کردہ از زوجۂ مذکورہ [illegible] گرفتن روا است یا نہ؟ بیّنوا۔

کہ پہلی دو طلاقیں رجعی تھیں تو اس کے رجوع کرلینے کے بعد وُہ دونوں طلاقیں ختم اور باطل ہوگئیں جیساکہ مشہور ہے لہٰذا اب دوسری بار دو طلاقوں کے بعد اب احمد علی خاوند کا دوبارہ رجوع کرنا صحیح ہے۔ کیا یہ باتیں درست ہیں یا پہلی دونوں طلاقوں کے بعد دو طلاقوں سے احمد علی کی بیوی کو تین طلاقیں یعنی مغلظہ طلاق ہوگئی ہے تفصیل سے بیان کیجئے۔ خلاصہ اس سوال کا یہ ہے کہ احمد علی خاوند نے خود اقرار کیا کہ ایک روز نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد اس نے اپنی بیوی کو نماز کی تارک ہونے پر ڈانٹ اور سختی سے سمجھایا اور پھر معتدل مزاجی اور مستقل مزاجی سے ڈانٹ کے طور پر کہا نماز پڑھ اگر تُو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق ہیں، جبکہ وُہ بیوی نماز کی نیت اور کوئی سُورت اچھی طرح نہیں جانتی غرضیکہ بیوی نے عشا کی نماز بھی نہ پڑھی پھر فجر کی نماز کے لئے اس نے وضو کیا تاکہ نماز پڑھے، نماز کے لئے کھڑی ہُوئی تو خاوند نے اس کو نماز کی نیت اور سُورۃ سکھائی اور اس نے نماز پڑھی، اس سے دو تین روز بعد محلّہ کے مولوی صاحب کو طلب کرکے احمد علی نے بیوی سے رجوع کیا، تو اس صورت میں رجوع کرنے پر احمد علی کے لئے اس کی بیوی حلال ہُوئی یا نہیں، پھر اس کے چند ماہ بعد مزید دو طلاقیں بلا شرط اس کو دیں کیا یہ [illegible] پہلی دو طلاقیں واقع ہوگئی تھیں تو ان سے رجوع کرلینے پر کیا وُہ پہلی طلاقیں کالعدم اور باطل ہوجائیں گی یا نہیں، اور دوسری طلاقوں کے بعد اس کا بیوی سے رجوع کرنا اور ہمبستری کرنا جائز ہے یا نہیں، بیان کیجئے۔

الجواب: البتہ زوجہ اش برائے وے حلال ماند چہ دریں صورت مطلق طلاق واقع نشد نہ حاجت تجدیدِ نکاح نہ رجعت ھم واحتیاط امرے دیگر قولہ

الجواب: یقیناً احمد علی کی بیوی اس پر حلال رہی کیونکہ اس صورت میں مطلقاً کوئی طلاق نہ ہُوئی اور نہ ہی تجدید نکاح اور نہ ہی رجعت کی کوئی ضرورت ہے، ہاں احتیاط کریں تو اور بات ہے، احمد علی کا

marfat.com

اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق اولاً گویم کہ ایں
قول تعلیق طلاق نیست بلکہ وعدۂ طلاق
دادن ست زیرا کہ میان تو طلاق وطالق
و ترا طلاق فرق ست در اول وصف زن
ست ومحمول بروے و در ثانی طلاق ایقاع
زوج ست پس دریں قول فعل ایقاع
زوج ضرور محذوف است در تنجیز معنی
ترا طلاق، ترا طلاق دادم ست و در
صورت تعلیق یعنی اگر ایں کار کنی ترا طلاق
معنی آں ترا طلاق خواہم داد ہست چہ
در تعلیق شرط وجزا ہر دو خود ند و
جزا ہمیشہ مستقبل مے شود و لو
معنی پس دریں مقام مطلب اگر
نماز نخوانی ترا دو طلاق خواہم داد ہست
و خواہم در فعل ایقاع محذوف است و پیدا
ست اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق خواہم داد وعدۂ
طلاق دادن ست نہ تعلیق طلاق واز وعدۂ
طلاق، طلاق واقع نشود وایں مطلب از خود
نگرفتم بلکہ احمد علی خود میگوید کہ من بہ نیت
طلاق دادن نگفتم بلکہ بطریق زجر و تہدید تنبیہاً
بغرض تعود للصلاۃ گفتم وطلاق دادن در دلم
مطلقاً محظور نشد وظاہر ست کہ وعدہ طلاق مفید ایں
مدعا ست وباغراض متکلم خوب چسپاں ومقتضائے
قرینہ ہم ہمچنیں ست۔
ثانیاً گویم قولہ تو نماز بخواں اگر

کہنا "اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق"۔ اس کے
متعلق میں کہتا ہوں: اولاً یہ تعلیقِ طلاق نہیں بلکہ
وعدۂ طلاق ہے کیونکہ تو طلاق، تو طلاق والی،
اور تجھ کو طلاق، ان تینوں میں فرق ہے۔ پہلی
عورت کی صفت اور اسی پر محمول ہے۔ دوسری میں
خاوند کا طلاق دینا ہے، لہذا اس میں خاوند کا
طلاق دینا ضرور محذوف ہے جب شرط سے
معلق نہ ہو یعنی اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تجھ کو میں نے
طلاق دی ہے، اور اگر شرط سے معلق ہو مثلاً
یہ کہ اگر تو یہ کام کرے تو تجھے طلاق ہے تو اس کا
معنیٰ طلاق کا وعدہ ہے کہ تجھے طلاق دوں گا کیونکہ تعلیق میں شرط و
جزا دونوں ہوتے ہیں اور جزا ہمیشہ مستقبل میں ہوتی ہے خواہ معناً
ہو اس مقام میں مطلب یہ ہے کہ اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے میں دو طلاق دوں گا کیونکہ
"دوں گا" یہاں فعل میں محذوف ہو گا، تو ظاہر ہوا کہ یوں کہا "اگر تو نماز
نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق دوں گا" تو یہ طلاق دینے کا وعدہ ہوا نہ کہ
تعلیقِ طلاق ہوا، جبکہ طلاق کے وعدہ سے طلاق
نہیں ہوتی، یہ مطلب میں نے خود نہیں نکالا، بلکہ
احمد علی خود کہتا ہے کہ میں نے یہ بات طلاق
دینے کے ارادے سے نہیں کہی بلکہ ڈانٹ اور
زجر کے لئے کہی ہے تاکہ بیوی نماز کی عادی بن جائے
اور طلاق دینے کا میرے دل میں خیال تک نہ تھا،
تو ظاہر ہوا کہ یہ صرف طلاق دینے کا وعدہ تھا،
یہی بات احمد علی کے قول سے حاصل ہوئی، اور
متکلم کی غرض کے یہی مطابق ہے اور قرینہ بھی یہی بتاتا ہے۔
ثانیاً میں کہتا ہوں کہ احمد علی کا بیوی کو یہ

marfat.com

نماز نخوانی ترا دو طلاق تعلیق طلاق ست
اگرچہ از مطلب متکلم فرسنگہا دو رست معنی
آں ترا دو طلاق ہست، باید دانست کہ در تعلیق
طلاق معلق ہر سہ گونہ است و ہر یک دو گونہ است
جانبِ وجود و جانبِ عدم مجموعہ شش قسمت
ست فعل الزوجین وجودًا و عدمًا
و فعل الغیر وجودًا و عدمًا کما
لا یخفی من شرح الوقایۃ
دریں جا معلق بہ فعل عدمی زوجہ است
یعنی نماز نخواندن و معنی التعلیق
ربط حصول مضمون جملۃ ای
جزا بحصول مضمون جملۃ
اُخری ای الشرط فاذا وجد
الشرط وجد المشروط وکذا اذا
فات الشرط فات المشروط وھذا
یعم الصورۃ الستۃ کلھا من
غیر فرق پس ہرگاہ ایں قول تعلیق
طلاق مسلم نشست حالانکہ ایں قول مطلق
ست مقید بوقت دون وقت نیست و
غرض متکلم نیز معتاد للصلوٰۃ شدن
زوجہ است دائما پس تخصیص نماز عشا نہ فجر
وغیرہ از کجا آمد و قرینہ یمین الفور ہم مفقود
بل اعتبار نیست چہ قائل با عتدال
مزاج و استقلال طبع بغیر غضب
بطریق نصیحت مے گفت

کہنا کہ "تو نماز پڑھ، اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے
دو طلاق" اس کو تعلیق قرار دیا جائے، اگرچہ یہ
احتمال متکلم کے مقصد سے کوسوں دُور ہے، تاہم
دو طلاق درست ہوں گی، لیکن معلوم ہونا چاہیئے
کہ طلاق کو کسی شرط سے معلّق کرنا تین طرح ہوتا
ہے پھر ہر ایک کی دو دو صورتیں ہوتی ہیں، شرط
کا وجود، دوسری شرط کا عدم ہے تو مجموعی چھ صورتیں
بنیں۔ وُہ شرط خاوند کا فعل یا بیوی کا فعل،
وجودًا یا عدمًا، اسی طرح اگر وہ شرط کسی غیر کا فعل
ہو تو وجودًا یا عدمًا ہوگا، جیسا کہ شرح وقایہ میں
واضح ہے۔ یہاں زیرِ بحث صورت میں شرط
بیوی کا فعل عدمًا ہے یعنی اس کا نماز نہ پڑھنا،
اور تعلیق کا معنٰی یہ ہے کہ ایک جملہ کے مضمون کو
دُوسرے جُملے کے مضمون یعنی جزاء کے جملہ کو شرط
کے مضمونِ جملہ سے معلّق کرنا ہے، تو جب شرط
پائی جائے گی تو جزاء بھی پائی جائے گی، اور جب
شرط نہ پائی جائے تو جزاء بھی نہ پائی جائے گی۔
یہ بات سب صورتوں کو شامل ہے جن میں کوئی فرق
نہیں لہٰذا جب احمد علی کے قول کو تعلیق تسلیم کریں
حالانکہ یہ قول مطلق ہے اور کسی وقت کے ساتھ
مقید نہیں ہے، اور متکلم کی غرض صرف بیوی کو
نماز کا عادی بنانا ہے تو یہاں کسی نماز عشاء یا
فجر کی کوئی تخصیص نہ ہوگی کہ اس کی کوئی وجہ نہیں
اور نہ ہی یہ یمین فور بنتی ہے کیونکہ احمد علی نے
معتدل مزاجی غصّہ کے بغیر مستقل مزاجی سے یہ بات کہی ہے

marfat.com

یمین الفور از کجا برخاست تا ایں قول را مخصوص با قرب الاوقات للصلوٰۃ گرداند بلکہ ایں تعلیق طلاق ست پس مطلق طلاق ماند چہ قاعدہ اصول ست المطلق یجری علی اطلاقہ والمقید یجری علی تقییدہ و وجود صلاۃ مطلق صادق آید بسبب وجود صلاۃ ما یعنی یک صلاۃ بطریق فرد منتشر و عدم صلوٰۃ مطلق صادق آید بسبب عدم جمیع افراد صلاۃ در مدت العمر و وجود مطلق الصلوٰۃ متحقق شود بسبب تحقق وجود فرد ما و ینتفی بانتفائے فرد ما ھذا ھو الفرق بین مطلق الشئ والشئ المطلق و ہمیں ست فرق میان موضوع مہملہ قدمائیہ و موضوع قضیہ طبعیہ و مطلق الشئ یعنی مطلق الصلاۃ موضوع مہملہ قدماست والشئ المطلق یعنی الصلاۃ المطلقہ موضوع قضیہ طبعیہ است پس دریں جا معلق بعدم الصلاۃ المطلقہ ست و آں بسبب عدم جمیع افراد نماز از زبان متکلم بالتعلیق تا قبیل موت متحقق شود و عدم صلاۃ مطلق منتفی زیرا کہ زوجۂ احمد علی صرف دراں روز نماز نخواند و نماز فجر خواند متعود بالصلوٰۃ گشت و ہویداست کہ انتفائے عدم صلاۃ مطلق عدم عدم صلاۃ مطلق ست و عدم عدم صلاۃ مطلق وجود صلاۃ مطلق ست پس وجود صلاۃ مطلق متحقق و عدم صلاۃ مطلق معدوم و فائت حالانکہ آں شرط و معلق بہ بود و فوت شد فاذا فات الشرط

اور نصیحت کے طور پر کہی ہے، تو یہ یمین فور کیسے ہو سکتی ہے تاکہ احمد علی کے اس قول کو قریب ترین وقت کی نماز سے مخصوص کیا جائے، اس لئے اس کو تعلیق طلاق ہی کہا جائے گا اور وُہ بھی مطلق ہے اور قاعدہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر باقی رکھا جائے اور مقید کو قید سے پابند کیا جائے، لہٰذا کسی نماز سے بھی مطلق نماز کا وجود ہو سکتا ہے یعنی نماز کا فرد پایا جائے تو مطلق نماز کا تحقق ہو جائے گا، یونہی مطلق نماز کا عدم عمر بھر تمام نمازوں کے نہ پائے جانے پر متحقق ہو جائیگا، مطلق الصلوٰۃ کا وجود اور انتفاء ایک فرد کے وجود اور نفی سے ہوتا ہے یہی وہ فرق ہے جو منطقی حضرات مہملہ قدمائیہ اور قضیہ طبعیہ کے موضوع کے بارے میں بیان کرتے ہیں یعنی مطلق الشئ قضیہ مہملہ قدمائیہ کا موضوع اور الشئ المطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے، پس یہاں شرط میں نماز مطلقہ کا عدم ہے جس کی نفی اور عدم کے لئے متکلم کے تعلیق کے وقت سے لے کر موت سے تھوڑا قبل تک تمام نمازوں کے معدوم ہونا ضروری ہے جبکہ یہاں نماز مطلقہ کا عدم نہیں پایا گیا کیونکہ احمد علی کی بیوی نے صرف ایک نماز نہیں پڑھی اس کے بعد اس نے فجر کی نماز اور باقی نمازیں پڑھیں اور نماز کی عادی ہوگئی، تو واضح ہُوا کہ نماز مطلقہ کے عدم کا نہ ہونا نماز مطلقہ کے عدم کا عدم ہے، اور نماز مطلقہ کے عدم کا عدم نماز مطلق کا وجود ہے تو اس طرح نماز مطلق کا تحقق ہُوا اور نماز مطلقہ کا عدم معدوم ہُوا حالانکہ طلاق، عدم نماز مطلقہ سے معلق ہے جو منتفی ہے، اور جب شرط منتفی ہو جائے تو

marfat.com

فات المشروط وهو المدعا، پس طلاق
واقع نشد آنکہ در سلک تحریر کشیدہ شد صرف
گفتگو در نفس عبارت اقرار بود حالا اثبات مطلوب
با دلہ فقیہہ میگوییم در عالمگیریہ جلد دوم ص ۵۹۹
آوردہ الاصل ان الیمین متی عقدت
علی عدم الفعل فی محلین ینظر
فیهما الی شرط البر وعند فوات شرط
البر یتعین الحنث[1] در ما سخن شرط البر فائت نشد
پس حنث متحقق نشود وایضا هناك مسطور لو
قال ان لم تعطین هذا الثوب و
دخلت الدار لم یقع الطلاق حتی
یجتمع امران دخول الدار وعدم
الاعطاء وعدم الاعطاء انما
یتحقق بموت احدهما او
بهلاك الثوب[2] وہمچنیں عدم
الصلاۃ المطلقۃ قبیل موت زن
مذکورہ متحقق تواں شد قبل آں نے و
ایضا فیہ ص۶۵ رجل قال
لامرأته ان لم تصل
الیوم رکعتین فانت طالق
فحاضت قبل ان تشرع فی
الصلاۃ او بعد ما صلت رکعۃ،

مشروط بھی منتفی ہوگا، یہی مطلوب ہے، پس طلاق
نہ ہوئی۔ یہ جو کچھ تحریر ہوا صرف احمد علی کے اقرار میں
گفتگو تھی، اور اب ہم مطلوب کو فقہی دلائل سے
ثابت کرتے ہیں۔ عالمگیریہ کی جلد دوم صفحہ ۵۹۹
میں ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی فعل کے عدم پر
جو دو محل میں ہو تو دونوں میں سے جس محل میں قسم پورا
ہونے کی شرط پائی جائے اس کو پیش نظر رکھا جائے گا
اور جب شرط فوت ہو تو پھر قسم کا ٹوٹنا متعین ہوگا،
اس قاعدہ کی رُو سے ہماری بحث میں قسم پورا ہونے
والی موجود ہے وُہ فوت نہیں اس لئے حنث یعنی
قسم نہ ٹوٹے گی، نیز اسی میں ہے اگر خاوند نے بیوی
کو کہا " اگر تُو مجھے یہ کپڑا نہ دے اور تُو گھر میں
داخل ہوجائے تو تجھے طلاق ہے" تو اس صورت
میں اس وقت تک طلاق نہ ہوگی جب تک کپڑا
نہ دینا اور گھر میں داخل ہونا نہ پایا جائے یعنی دونوں
باتیں پائی جائیں تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، جبکہ کپڑا
نہ دینے والی بات خاوند یا بیوی میں سے کسی ایک کے
مرنے یا اس کپڑے کے ختم ہوجانے تک باقی رہے گی
اور قسم نہ ٹوٹے گی، اسی طرح یہاں بھی نماز مطلقہ کا
عدم، عورت کے مرنے سے تھوڑا پہلے تک باقی رہے گا
اور قسم نہ ٹوٹے گی بلکہ عورت کے مرنے سے ایک گھڑی
پہلے جب یہ نماز مطلقہ کے عدم کا احتمال ختم ہوجائے گا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۲۹
[2] ایضاً

حکی ان الشیخ الامام شمس
الائمۃ الحلوائی انہ کان
یقول ان کان وقت الحلف
الی وقت الحیض مقدارما یمکنھا
ان تصلی رکعتین تنعقد
الیمین عند الکل و تطلق[1] دریں
عبارت قید الیوم و رکعتین موجود ست ولہذا
حکمش معنایہ حکم مانحن فیہ شد فافترقتا
ولا تشکوا و ایضا فیہ ص ۶۴۱
رجل ضرب رجلا ضربا
وجیعا فقال المضروب اگر من
سزائے وے نکنم فامرأتہ کذا فمضی
زمان ولم یجاز قالوا ھذا
لایقع علی المجازاۃ الشرعیۃ
من القصاص او الارش او
التعزیر او نحوہ و انما یقع
علی الاساءۃ بای وجہ یکون،
فان نوی الفور فھو علی الفور
وان لم ینو یکون مطلقا کذا
فی فتاوی قاضی خان[2]
ایں صورت مطابق صورت مانحن
فیہ ست فرق لفظی آنکہ سزائے

تب قسم ٹوٹے گی۔ نیز اسی کے صفحہ ۶۵۱ پر ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "اگر تو آج نماز دو رکعتیں نہ پڑھے تو تجھے طلاق ہے" تو اس عورت کو نماز شروع کرنے سے قبل حیض آجائے یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد حیض آجائے تو شیخ شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے کہ اگر خاوند کی قسم اور حیض آنے کے درمیان اتنا وقت تھا کہ وہ نماز دو رکعتیں پڑھ سکتی تھی تو بالاتفاق یہ قسم صحیح ہوگی اور عورت کو طلاق ہوجائے گی، چونکہ اس مسئلہ میں "آج کے دن" اور "دو رکعتوں" کی قید ہے اس لئے یہ مسئلہ اور زیر بحث مسئلہ مختلف ہوگئے جن کا حکم بھی مختلف ہوگا، لہذا اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ نیز اسی میں صفحہ ۶۴۱ پر ہے: ایک شخص نے دوسرے کو ضرب لگائی تو مضروب نے کہا اگر میں اس کو سزا نہ دوں تو بیوی کو فلاں طلاق، تو کچھ وقت گزر جانے کے باوجود اس نے سزا نہ دی (یعنی سزا سے مراد شرعی سزا قصاص یا تعزیر یا تاوان نہیں بلکہ کوئی تکلیف پہنچانا مراد ہے) تو اس قسم والے نے اگر یمین فور کی نیت کی تو فوراً اس ضرب کے وقت سزا مراد ہوگی اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو پھر مطلق سزا مراد ہوگی یعنی کسی وقت بھی سزا دینا مراد ہوگی جیسا کہ فتاوی قاضی خاں میں مذکور ہے یہ مسئلہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کے موافق ہے

---

[1] فتاوی ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۳۶
[2] " " " " " " " " " ۱/۴۴۶

marfat.com

وے نکنم معلق بہ فعل عدمی زوج ست در
مانحن فیہ اگر نماز نخوانی معلق بہ فعل عدمی
زوجہ است حکم ہر دو یکے ست کما مر
ہمچنیں حکم اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق ان
نوی الفور فھو علی الفور وان
لم ینو یکون مطلقا لیکن احمد علی
نیت فور نکردہ نہ قرینہ فور یافتہ شود
پس یمین مطلق باقی ماند فی شرح الوقایۃ
ص۴۸ انت کذا ان لم اطلقک
یقع فی اخر عمرہ[1] زیرا کہ
طلاق ندادن در آخر عمر صادق آید
ورنہ ہر وقت احتمال طلاق ہست ہمچنیں
نماز نخواندن در آخر عمر صادق آید
ورنہ نماز خواندن ہر وقت در مدۃ العمر
محتمل ست وفی القھستانی ص۲۷۹
ویقع فی الاصح اخر
العمر او قبیل موتہ او موتھا
وفی النوادر لا یقع بموتھا
فی قولہ انت طالق وان
لم اطلقک[2] ہمچنیں آں اگر زن قبیل
موت نماز نخواند بر وے دو طلاق رجعی
واقع شود مانحن فیہ چناں نیست بلکہ

صرف لفظی فرق ہے کہ یہاں "سزا نہ دُوں" جو کہ خاوند
کے فعل کا عدم ہے، کے ساتھ معلق کیا گیا ہے اور
ہمارے زیرِ بحث مسئلہ میں "نماز نہ پڑھنے" کو جو کہ
بیوی کے فعل کا عدم ہے کو معلق کیا گیا ہے۔ لہذا
دونوں مسئلوں کا حکم ایک ہے جیسے گزرا چنانچہ یہی حکم، بیوی کے
نماز نہ پڑھنے، پر ہوگا کہ اگر خاوند نے یمین فور کی نیت
کی، فوری مراد ہوگی۔ اور اگر یمین فور کی نیت نہ کی ہو
تو عام اور مطلق یعنی نماز کسی بھی وقت نہ پڑھنا مراد
ہوگا، لیکن احمد علی نے فوری یمین مراد نہیں لی اور
نہ ہی یمینِ فور کا یہاں کوئی قرینہ ہے، لہذا یہ قسم
مطلق مراد ہوگی اور بعد میں بھی باقی رہے گی۔
شرح وقایہ کے صفحہ ۴۸ پر ہے: خاوند نے بیوی کو
کہا "اگر میں تجھے طلاق نہ دُوں تو تجھے طلاق ہے"
تو یہ قسم عمر بھر کے لئے ہے، اگر عمر بھر طلاق نہ دی تو
موت کے قریب آخری گھڑی میں طلاق ہوگی کیونکہ
اس وقت معلوم ہوگا اس نے عمر بھر طلاق نہ دی
ورنہ زندگی میں ہر وقت طلاق کا احتمال تھا، تو
اسی طرح یہاں "نماز نہ پڑھنے کی شرط" کا وقوع عمر
کے آخر میں ہوگا ورنہ زندگی میں ہر وقت نماز پڑھنے
کا احتمال موجود ہے۔ قہستانی ص ۲۷۹ میں ہے
کہ اصح قول یہ ہے کہ عمر کے آخری حصہ میں خاوند یا
بیوی کی موت سے ایک گھڑی قبل شرط کا وقوع

۱؎ شرح الوقایہ — بیان لغویۃ التطلیق قبل التزوج — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۷۷
۲؎ جامع الرموز (قہستانی) — کتاب الطلاق — مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۵۱۳

marfat.com

آں زن ازاں تاریخ تا ایں دم متعودہ گشت
فی قاضی خاں ص ۳۴۱ ولو
قال اذا طلقتک فانت طالق و اذا
لم اطلقک فانت طالق فلم
یطلق حتی ماتت طلقت ثنتین
فی اٰخر جزء من اجزاء
حیاتہا[1] ایں ہمہ ثبوت مدعا ست
ایضا فیہ ص۲۲۹ رجل قال
لامرأتہ ان لم اجامعک
علیٰ راس ھذا الرمح
فانت طالق فما داما حیین
والرمح قائم لا یحنث و
قبل موت احدہما یا بعد ضیاع رمح
حانث شود ہکذا ما نحن فیہ واللہ تعالیٰ
اعلم ، اگر تسلیم کردہ شود کہ طلاقین
اولین واقع شدند تاہم بوجہ رجعت باطل
چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح
کند بعدہٗ ایضا طلاق دہد طلاقین
اولین باطل شوند و بعد تجدید نکاح اگر
طلاق دہد آں در حساب کردہ آید نہ طلاق
قبل تجدید نکاح، ہمچنیں بعد رجعت
اوّل طلاق باطل است کما فی

معلوم ہوگا، اور نوادر میں ہے کہ اگر خاوند نے
بیوی کو کہا "تجھے طلاق اگرچہ میں طلاق نہ دوں"
تو بیوی کے مرنے پر طلاق نہ ہوگی، اسی طرح اس
مسئلہ میں بیوی مرنے سے قبل نماز نہ پڑھے گی تو اس
کو دو طلاقیں رجعی ہونگی جبکہ زیرِ بحث صورت میں بیوی
نے نماز نہ چھوڑی بلکہ اس وقت سے لے کر آج تک
وُہ نماز کی عادی اور پابند ہے۔ قاضی خاں کے ص۳۴۱
میں ہے کہ اگر خاوند نے کہا "جب میں تجھے طلاق
دُوں تو تجھے طلاق اور جب تجھے نہ دُوں تو تجھے طلاق"
اس صورت میں عورت کے مرنے پر اس کو طلاق
ہوگی اور اس کی عمر کی آخری گھڑی میں دو طلاقیں ہونگی
یہ تمام بحث مدعیٰ کے ثبوت کے لئے تائید ہے۔
اسی میں ص۲۲۹ پر ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ
"اگر میں اس نیزے کے سر پر تجھ سے جماع نہ کروں
تو تجھے طلاق ہے۔" اس صورت میں جب تک خاوند
اور بیوی زندہ ہیں اور نیزہ بھی موجود ہے طلاق نہ ہوگی
ہاں کسی کے مرنے یا نیزے کے ختم ہوجانے پر طلاق
ہوگی، تو زیرِ بحث مسئلہ بھی ایسا ہی ہے، واللہ
تعالیٰ اعلم۔ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ احمد علی کی بیوی
کو پہلی دو طلاقیں ہوگئی ہیں تو تب بھی ان سے رجوع
کر لینے پر وہ کالعدم ہوگئیں جس طرح کہ بائنہ طلاق
کے بعد اگر تجدید نکاح کرلیں اور اس کے بعد طلاق

---

[1] فتاویٰ قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۲۰
[2] " " " " ۱/۲۲۸

marfat.com

الدر المختار لو طلقها رجعیا فجعلہ بائنا او ثلثا[1] ورد المحتار قولہ قبل الرجعۃ لانہ بعدھا یبطل عمل الطلاق فیتعذر جعلھا بائنا او ثالثا ھکذا فی الطحطاوی[2] ازیں عبارت خوب واضح شد طلاقین اولیین بوجہ رجعت باطل ست اکنوں برائے طلاق بلا شرط رجعت صحیح است وھو المدعی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم ، المستخرج محمد وجیہ اللہ۔

دے دے تو بعد والی طلاق گنتی میں ہوگی اور پہلی گنتی میں نہ ہوگی کیونکہ پہلی تجدید نکاح سے کالعدم ہوگئی ہے۔ اسی طرح رجوع کر لینے کے بعد پہلی دی ہوئی طلاقیں کالعدم ہو جائیں گی، جیسا کہ درمختار میں ہے کہ اگر رجعی طلاق دی ہو تو اس کو بائنہ بنا دے یا تین طلاق دے دے، اس پر ردالمحتار میں کہا کہ ماتن کا قول "رجعت سے پہلے" یہ اس لئے کہ اگر رجعت کے بعد ہو تو طلاق کا عمل باطل ہو جاتا ہے اس لئے اس کو بائن یا تین بنانا ممکن نہ رہے گا۔ طحطاوی میں یوں ہے: اس عبارت سے خوب واضح ہو گیا کہ احمد علی کی بیوی کی پہلی دونوں طلاقیں رجعت کی وجہ سے کالعدم ہو جائیں گی۔ اب اس کے بعد کسی شرط کے بغیر دی ہوئی طلاق پر رجوع کرنا صحیح ہوگا، یہی مطلوب ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسئلہ کا حل پیش کرنے والا محمد وجیہ اللہ۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب رب انی اعوذبک من ھمزات الشیطٰن واعوذبک رب ان یحضرون در صورت مستفسرہ زن احمد علی از حبالۂ نکاحش بدر رفت، و نہ آنچناں کہ بمجرد تجدید نکاح بازن او تواں شد بلکہ تحلیل لازم ست و بے توسط شوھر دیگر حرمت جازم قال اللہ تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[3] حالانکہ

اے اللہ! حق اور درستگی کی رہنمائی فرما، اے رب! میں شیطان کے غرور سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اے رب! شیطانوں کی موجودگی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، مسئولہ صورت میں احمد علی کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہو گئی اور اب تجدید نکاح سے بھی حلال نہ ہوگی بلکہ حلالہ ضروری ہے اور دوسرے شخص سے نکاح کئے بغیر قطعی حرام رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تیسری طلاق دے دے تو تو اس کے بعد بیوی حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ دوسرے

۱؎ درمختار	باب الکنایات	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۲۵
۲؎ ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۲۶۸
۳؎ القرآن الکریم ۲/۲۳۰			

marfat.com

احمد علی بتعلیم کسے ادعائے ارادۂ عموم میکند یعنی
آنکہ اگر تو در ہمہ عمر خودت ہیچگاہ پیرامون نماز
نکردی و در مدت حیات یک نماز ہم ادا نہ کنی بر تو
دو طلاق باشد حیلہ ایست کاسدہ و بہانۂ
ایست بس فاسدہ کہ غیر طفلان بیخبر ہیچ
عاقلے بجوئے نخرد مقصود وعظ و زجر آں می باشد
کہ پابند نماز شود و ہمیں معنی در مستفاہم عرف کہ
مبنائے ایمان ست مفہوم شود نہ آنکہ در مدت العمر
یک سجدہ پسند ست اگر ترا بینم کہ مرے و از دنیا
رخت بردی و ہیچ گاہ یک سجدہ اللہ نکردی آنگاہ
بدم واپسیں کہ خود از نکاح من بیروں مے روی
بر تو دو طلاق باشد ایں معنی کہ اضحوکۂ بیش
نیست زنہار نہ مراد قائلاں مے باشد
و نہ مفہوم اہل عرف و زبان و خود احمد علی
صباح آں شب بکارروائی عملی خود مراد
خودش کہ آشکارا بود آشکاراتر
نمود کہ چوں زن نمازِ عشاء نگزارد بامداد آں
رجعت نمود اگر قصد آں بودے کہ حالا
بآموزگاری دستان سازاں وامے نماید
طلاق برکہ بود و رجعت از چہ فرمود ازیں
ہمہ واضحات گزشتن و گزاشتن و
بہر تحلیل فرج حرام نظر بر فریب و حیلہ
گماشتن کار مسلمانی نیست وہم ازینجا
حیلۂ قصد و عدۂ از ہم پاشد بل ہر حیلۂ
کہ فسونسازے حالا تراشد عمل بامدادی

شخص سے نکاح نہ کرے، اب احمد علی نے کسی کے
سکھانے پر جو حیلہ گھڑا اور کہا کہ عموم کا ارادہ کیا ہے
یعنی تمام عمر کبھی کہیں کوئی نماز، بیوی نہ پڑھے اور تمام
عمر ایک نماز بھی نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، یہ
حیلہ جھوٹ اور خالص فاسد بہانہ ہے جس کو بیخبر
بچوں کے علاوہ کوئی عقلمند تسلیم نہیں کرے گا جبکہ
مقصد یہ ہے کہ بیوی کو نماز کا پابند بنانے کے لئے
نصیحت اور ڈانٹ کے طور پر بات کی گئی ہے لوگوں
کے عرف میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ بیوی کو نماز کا پابند
بنانے کے لئے کوئی نماز ترک کرنے پر اس کو دو طلاقیں
ہوں گی، نہ یہ کہ تیرا ایک سجدہ ہی پسند ہے اور
اور جب تو مرنے لگی اور دنیا سے رخصت ہوتی
دیکھوں کہ تُو نے کوئی ایک سجدہ نہ کیا اور دنیا سے
واپس جاتے ہوئے جبکہ از خود نکاح ختم ہو رہا ہو
تو تجھے دو طلاقیں ہوں گی، یہ معنیٰ تو مذاق کے سوا
کچھ بھی نہیں اور نہ ہی ایسی بات کرنے والوں کا
ہرگز یہ مقصود ہوتا ہے اور نہ ہی اہلِ زبان اور
اہلِ عرف یہ معنیٰ سمجھتے ہیں۔ احمد علی نے رات کی
کارروائی جو کہ پہلے واضح تھی اس کو صبح مزید
واضح کرتے ہوئے بیوی کے عشاء کی نماز رات
کو نہ پڑھنے پر دو رجعی طلاقوں کے بعد صبح اس نے
رجوع کیا، اگر اس کا مقصد وہی تھا جو حیلہ ساز دل
نے اس کو سکھایا تو عشاء کی نماز نہ پڑھنے سے
طلاق نہ ہوئی تو رجوع کیسا اور کس سے رجوع
کیا، اس تمام واضح چیز کو نظر انداز کرنا اور

marfat.com

احمد علی ہمہ را جان خراشد وقولہ ایں بیچارہ
بے علم چہ داند فقیر سخن ازاں در رد معلم
اومی راند وہمچناں ابطال طلاق بہ رجعت کہ ایں
کلمۂ ملعونہ از زبانش ہماں بتعلیم ضلال برآمد
ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
حکم مسئلہ در فتوائے جلیلہ سابقہ ہرچہ
تمامتر روشن شدہ است اینجا تسکیناً
للھواجس وتوھیناً للوساوس
والدسائس حرفے چند نافع و
سودمند در رد فتوائے دیوبند بنگاریم
وامیدِ توفیق از حضرت عزت عز وعلا
داریم ، ایں طرفہ فتوی جامع الخطا والطغوی
کہ اثر دیوبندیش از ہر سطرش ہویدا وجان
جہان دیوبندیاں بہ حرف حرفش شیدا
بملاحظہ آمد ، تو بادہ دیوبندیاں در تحلیل
حرام خدا بہ تسویل نفس پُر دغا ، چہ ستم
اعجوبہا بکار برد کہ کہن مشتاقان دیوبند را
نیز رونق بازار برد تفصیل مفضی تطویل ،
لہذا بر ماقل وکفی تعویل وحاشا روئے
سخن نہ بہ ہیچو ناشناسانِ فن بلکہ مقصود نصح
عوام مومناں ست، تا مبادا باغوائے کسے
حرام خدا را حلال پندارد ، و کلمات خطا
وضلال حتی کہ تکذیب صریح کلام ذی الجلال
راسہل انگارند والعیاذ باللہ العزیز
الرحیم ، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ

فریب اور غلط حیلہ سے حرام شرمگاہ کو حلال کرنا
مسلمانوں کا کام نہیں ہے ، نیز یہاں یہ حیلہ کرنا کہ
احمد علی نے وعدۂ طلاق کا قصد کیا ہے ، خود بخود
ختم ہو گیا بلکہ وُہ تمام حیلے جو کارسازوں نے اسے
سکھائے ہیں ان سب کو خود احمد علی نے صریح
رجوع کی کارروائی سے باطل قرار دیا اور اس مجیب
بیچارے بے علم کو کیا معلوم ہے ، یہ فقیر اس کے
استاذ کے رَد میں بیان کرتا ہے اور یونہی استاذ
کے سکھائے ہُوئے اس کلام میں کہ رجوع کرنے
سے پہلی طلاقیں باطل ہو گئی ہیں جو کسی گمراہ کے
بہکانے پر اس کی زبان نے استعمال کی ہیں کا
رَد کیا جائے گا ۔ ان گمراہ کلمات پر" لاحول ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم" ہی پڑھی جا سکتی ہے مسئولہ
صورت کا جواب مذکور کلمات سے مکمل ہو گیا ہے
تاہم شکوک کو ختم کرنے اور وسوسوں کو مٹانے کیلئے
دیوبندی کے فتوٰی کے رَد میں کچھ کلام کی جائے
تو مفید اور سُودمند ہو گی جس کے لئے میں اللہ تعالٰی
سے توفیق کا خواستگار ہوں ۔ یہ رَدی فتوٰی
جو گمراہی اور غلطیوں کا مجموعہ ہے اس کی ہر سطر
سے دیوبندیت اور جہالت نمایاں ہو رہی ہے اور
اس کے ہر حرف سے دیوبندیوں کا سرمایہ ملاحظہ
کیا جا سکتا ہے ، دیوبندیوں کا یہ نیا تماشہ جو
اللہ تعالٰی کی حرام کردہ کو حلال بنانے کے لئے
من گھڑت فریب سے پُر ہے ۔ ان عجوبوں پر ظلم یہ
کہ دیوبند کی کہنہ مشق شخصیات بھی بازار کی رونق

marfat.com

العلی العظیم ۔ عزیزان ہلہ ہشیار دے
شتاب زدگی نباید شہسوار خامۂ برق بار را
بجولانش آمدن دہید بحولہ تعالیٰ حالا حالی
شود و بیان بہ عیاں رسد کہ بیچارہ از اثر
دیوبندی چساں تکذیب نص قطعی قرآن و خرق
اجماع ائمہ مومناں علیہم الرضوان نمود، و بطمع آنکہ
مگر فرج حرام را برائے دیگرے حلال
نماید حیا در ملا برروئے خودش کشود و قد
صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فیما یرویہ عنہ
ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عند
البیھقی فی شعب الایمان من
اسوء الناس منزلۃ من اذھب
آخرتہ بدنیا غیرہ[1]، والعیاذ باللہ
رب العٰلمین ہمانا چیدہ چیدہ در تنبیہات
عدیدہ مفیدہ بر چند خطایائے ایں فتوی نوچاویدہ
آگاہی دہیم تا عاقلاں پے برند و غافلاں خبردار
شوند و خاطیاں اگر توفیق یابند دگر رہ ہمچناں کور
کورانہ نروند وباللہ التوفیق و وصول
التحقیق۔

ثابت ہُوئے، ضرورت سے زائد بات موجب تطویل
ہوگی لہٰذا ہم پر قلیل اور کافی کو پیش کرنا مناسب
ہے، ان جیسے ناسمجھ لوگوں سے ہرگز روئے سخن
نہیں ہے بلکہ اہلِ ایمان کو نصیحت مقصود ہے تاکہ
کہیں کسی کے بہکانے پر اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ
کو حلال نہ سمجھ لیں، اور غلط و گمراہی کی باتیں حتیٰ کہ اللہ
تعالیٰ کے صریح کلام کی تکذیب ہیں پر سہل انگاری
سے کام نہ لیں، العیاذ باللہ العزیز الرحیم،
ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

عزیزان نہایت ہوشیار بے صبری نہیں چاہیئے۔
تیز رفتار شہسوار قلم کو حرکت میں آنے دو اللہ تعالیٰ کے
فضل سے میدان صاف اور بیان واضح ہو جائے گا کہ
اس مجیب بیچارے نے دیوبندی اثر کی بنا پر
قرآن پاک کی نصِ قطعی کی تکذیب اور مومنوں کے ائمہ کرام
رضوان اللہ علیہم کے اجماع کی خلاف ورزی کس طرح
کی ہے اور وہ بھی حرام شرمگاہ کو غیر کے لئے حلال کرنے
کے لالچ میں جرأت کرکے شرمساری اپنے ذمے لے لی
ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا سچا ارشاد روایت فرمایا جس کو
بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے
کہ لوگوں میں سب سے بڑا بدبخت وہ شخص ہے جو غیر کی دنیا کے لئے اپنی آخرت خراب
کرے والعیاذ باللہ رب العٰلمین، اب ہم چند تنبیہاتِ مفیدہ، اس
عجیب فتوٰی کی چند غلطیوں پر آگاہی کے لئے ذکر کریں گے تاکہ بے پرعاقل اور غافل لوگ

---

[1] شعب الایمان باب فی اخلاص العمل للہ وترک الریاء حدیث ۶۹۳۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/۳۵۸

marfat.com

خبردار ہو جائیں اور خطاکار اگر توفیق پائیں تو دوسروں کے کورانہ راستے کو نہ اپنائیں، توفیق اور حق تک رسائی اللہ تعالیٰ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

اول آنکہ خرق طلاق را تبدیل صورت سوال رفو خواست سوال کہ ایں جا آمدہ بود لفظش آں بود کہ "ایک شخص نے اپنی بی بی کو بعد نماز مغرب کے کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے"۔ و تعلیم سوال دیوبندی آنچناں ساخت کہ باعتدال طبع استقلال مزاج بطریق زجر و تنبیہ گفت کہ نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق بجائے تو دو طلاقہ، ترا دو طلاق نمود تا بزعم باطل خودش اورا از تعلیق برآوردہ وعدۂ طلاق نماید و بدنداں طمع گرہ از کار احمد علی کشاید و پیداست کہ تبدیل صورت بعد اطلاع بر حکم شرعی نمی باشد مگر از راہ مکر و خدع، باز سائل ما کہ دوبارہ ایں سوال فرستاد نقاب از روئے دستاں ایں ہوا پرستاں کشادہ کہ لفظ خاص احمد علی بزبان بنگالہ "دیلام" کہ صراحۃً بمعنی دادم ست نوشت و بساط اختراع وعدہ یکسر در نوشت۔

اول یہ کہ، طلاق کے نشان کو سوال کی صورت میں تبدیلی کر کے، مٹانا چاہا، یہاں جو سوال آیا اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو نمازِ مغرب کے بعد کہا "اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے" اور دیوبندی کی تعلیم سے سوال یوں بنا دیا: ایک شخص نے اعتدالِ طبع اور مستقل مزاجی سے زجر او تنبیہ کے طور بیوی کو کہا کہ تو نماز پڑھ، اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق۔ یوں اس نے "تو دو طلاق" کی بجائے "تجھے دو طلاق" بنا دیا، تاکہ اپنے باطل زعم میں وہ تعلیقِ طلاق سے نکال کر وعدۂ طلاق بنا سکے اور لالچ کے دانتوں سے احمد علی کی کارروائی کی گرہ کو کھولے، اور واضح بات ہے کسی شرعی حکم کے معلوم ہونے پر سوال کی صورت کو تبدیل کرنا صرف مکر و فریب ہی کہلا سکتا ہے۔ پھر جس نے ہمارے پاس دوبارہ یہ سوال بھیجا ہے اس نے ان نفسانی خواہشات پرستوں کی داستان سے پردہ ہٹا دیا ہے کہ احمد علی نے جو لفظ خاص اس موقعہ پر بنگالی زبان میں استعمال کیا ہے وہ "دیلام" ہے جو کہ صراحۃً "میں نے دی" کے معنیٰ میں ہونا لکھا ہے اور وعدہ کی اختراعی صورت بالکل ختم کر دی۔ (ت)

marfat.com

دوم فرقے کہ در تو طلاق و ترا طلاق از پیش خویش بر آورد محض ایجاد بندہ است بیچارہ در انشائے تعلیق و تعلیق انشا فرق نمی داند مقصود و مفاہیم عرف اول ست نہ ثانی و معنی استقبال خود لازم ہر جزء است چنانکہ در قولش اگر چناں کنی تو طلاق معنی آنست کہ مطلقہ شوی ہم بایں انشا نہ بانشائے جدیدے کہ آں وقت وعدۂ ایداعش میدہد ہمچناں در قولش اگر چناں کنی ترا طلاق معنی ہماں ست کہ ترا طلاق شود ہمیں انشا نہ بانشائے موعود و طلاق آنچناں کہ صدورًا او صفت مرد ست کہ ازو بمصدر مبنی للفاعل اے مطلقیت بالکسر تعبیر کنند ہمچناں وقوعاً صفت زن کہ ازو بمصدر مبنی للمفعول اعنی مطلقیت بالفتح نشان دہد پس مقدر خواہد شد بود نہ کہ خواہم داد اگر مجرد ملاحظہ آنکہ ایں صفت زن بے فعل شوے صورت نہ بندد مشعر فعل جدید موعود و مفید معنی وعدہ شود پس ایں خود در قول او اگر چناں شود تو طلاق نیز نقد وقت ست زیرا کہ از طلاق بمعنی رفع کہ فعل زوج ست او را نیز ناگزیر ست بلکہ ہیچ لفظے ازیں معنی بے نیاز نبود پس اگر ایں ملاحظہ موجب معنی وعدہ شدے ہمانا ہیچ تعلیق صورت نہ بستے مثلاً در تو طلاق نیز تواں گفت کہ معنی آنست کہ تو مطلقہ خواہی شد و مطلقہ نیست مگر آنکہ بروئے ایقاع طلاق نمودہ شود پس معنی آں شد کہ بر تو ایقاع طلاق کردہ خواہد شد و پیدا است کہ ایں وعدۂ طلاق نیست بالجملہ ایں وسوسہ و تفرقہ جہالتے بیش نیست۔

دوم "تو طلاق اور تجھے طلاق" کا فرق خود اپنی طرف سے من گھڑت بنایا، اس بیچارے کو تعلیق کی انشاء اور انشاء کی تعلیق کا فرق معلوم نہ ہو سکا، جبکہ عرف میں پہلا یعنی تعلیق کی انشاء مقصود و متعارف ہے نہ کہ دوسرا، اور پھر ہر جزء کو استقبال خود لازم ہے مثلاً یہ کہنا کہ "تُو اگر یُوں نہ کرے تو طلاق ہے" اس کا معنیٰ یہ ہے کہ "تو مطلقہ ہو جائے گی" اور انشاء بھی یہی ہوگا نہ کہ کوئی بعد میں جدید انشاء ہوگا، اور طلاق صادر ہونے کے اعتبار میں خاوند کی صفت ہوتی ہے جس کو طلاق دینے والا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یُونہی وہ وقوع کے اعتبار سے بیوی کی صفت ہوتی ہے جس کو مطلقہ سے تعبیر کرتے ہیں یعنی خاوند کے لئے طلاق مصدر مبنی للفاعل اور بیوی کے لئے وہی طلاق مصدر مبنی للمفعول بن جاتا ہے تو یہاں "ہو جائے گی" کی تقدیر بنے گی نہ کہ "میں دوں گا" کی تقدیر بنے گی۔ اور اگر صرف یہ لحاظ ہو کہ یہ بیوی کی صفت خاوند کے فعل کے بغیر بن گئی ہے تو بات نہ بنے گی اور اس سے خاوند کے جدید آئندہ فعل اور طلاق کا وعدہ نہ بن سکے گا، پس خاوند کا یہ کہنا کہ "اگر یہ ہو جائے تو طلاق" بھی بر وقت انشاء ہے کیونکہ طلاق جس کا معنی ہٹانا اور کھولنا ہے بھی خاوند کے فعل کا نام ہے جو کہ ضروری ہے، بلکہ کوئی لفظِ طلاق بھی خاوند کے فعل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، پس اگر اس لحاظ سے اس کو وعدہ والا معنی قرار دیا جائے تو پھر تعلیق کے لئے کوئی صورت نہ بن سکے گی مثلاً کوئی یُوں کہے "تُو طلاق ہے" تو وہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے تو مطلقہ ہو سکے گی اور ابھی

marfat.com

مطلقہ نہ ہوئی۔ اور جس عورت کو کوئی طلاق دے تو معنیٰ یہ ہو جائے گا کہ طلاق دُوں گا (حالانکہ وُہ طلاق واقع کر رہا ہے) اور طلاق کا وعدہ نہیں کر رہا، غرضیکہ یہ فرق کا وسوسہ جہالت ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

سوم جناب مجتہد العصر باجتہاد خودش ایں فرق بدیع ابداع نمود و ندید یا دید از چشم حق پوشید کہ در کتب مذہب تصریحاً جا بجا لفظ "ترا طلاق" تعلیق قرار دادہ اند نہ وعدہ، در فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی عالمگیریہ فرمود اگر مرا نخواہی ترا طلاق فقالت می خواہم لا تطلق ہذا تعلیق بالارادۃ وانہا امر باطن لا یوقف علیہ فیتعلق بالاختیار[1] در فتاوٰی قاضی خاں و خزانۃ المفتین وغیرہما فرمودند اگر سہ ماہ را نیایم و دہ دینار نیارم ترا طلاق فجاء ولم یات بالدنانیر تطلق[2] در فتاوٰی ظہیریہ و خزانہ امام سمعانی فرمود قال لہا اگر تو حرام کنی ترا سہ طلاق فابانہا ثم جامعہا فی العدۃ یحنث و تطلق ثلثا[3] حالا مجتہد دیوبند بند از چشم کشادہ نظر فرماید کہ آں بالاخوانیہائے وعد و تقدیر خواہم داد کجا شد۔

سوم یہ عجیب فرق کرنے پر مجتہد العصر نے یہ بھی نہ دیکھا یا دیکھا اور حق نظر نہ آیا کہ مذہب کی تمام کتب میں جا بجا صراحۃً "تجھے طلاق ہے" کو تعلیق قرار دیا گیا ہے نہ کہ وعدہ طلاق قرار دیا گیا۔ فتاوٰی خلاصہ اور فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ "اگر تو مجھے نہیں چاہتی تو تجھے طلاق ہے" بیوی نے جواب میں کہا "میں چاہتی ہوں" تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ بیوی کے ارادہ سے معلق ہے اور ارادہ باطنی چیز ہے اس پر واقفیت نہیں ہو سکتی لہٰذا بیوی کے اختیار پر فیصلہ ہوگا، اور فتاوٰی قاضی خاں اور خزانۃ "المفتین وغیرہما میں فرمایا ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا اگر میں تین ماہ کو نہ آؤں اور دس دینار نہ لاؤں تو تجھے طلاق ہے۔" تو تین ماہ کے بعد آیا اور دس دینار نہ لایا تو طلاق ہو جائے گی۔ فتاوٰی ظہیریہ اور خزانہ امام سمعانی میں فرمایا اگر بیوی کو کہا اگر تُو حرام کرے تو تجھے تین طلاق۔ اس کے بعد اس نے بیوی کو طلاقِ بائنہ دے کر اس سے عدت میں جماع کیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور تین طلاقیں ہو جائیں گی دیوبندی مجتہد آنکھ کھول کر دیکھے کہ مذکورہ بالا عبارات میں وعدہ اور "طلاق دُوں گا" کہاں ہے۔

چہارم احمد علی را دریں داستاں استاذ خود می گوید کہ ایں مطلب از خود نگرفتم بلکہ احمد علی میگوید حالانکہ معاملہ واژگونہ است بے چارہ

چہارم احمد علی کی اس داستان کا استاذ خود کہتا ہے کہ "یہ مطلب میں نے خود نہیں بنایا بلکہ احمد علی کہتا ہے" حالانکہ یہ گہرا معاملہ ہے اگر بے چارہ

۱؎ فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۷

۲؎ خزانۃ المفتین فصل فی التعلیق قلمی نسخہ ۱/ ۱۱۳

۳؎ " " " ۱/ ۱۱۲

marfat.com

احمد علی اگر ازیں کید عظیم آگہی داشتے صبحگاہ چرا تخم رجعت کاشتے۔

پنجم باز کہ باعتراف حق گرائید سخنے لغو و بے سود جا دیدن گرفت کہ معلق برسہ گونہ است و قسم را قسمت دانستہ میگوید مجموعہ شش قسمت است حالانکہ ایں تقسیم را در مسئلہ دائرہ دخلے نیست اینجا و فرق حکم میان قسمے و قسمے نیست خودش می سراید ھذا یعم الصورۃ الستۃ کلھا من غیر فرق ہوشمند را پرسیدن ست کہ چوں اینجا ہر قسم را حکم یکے ست ذکر ایں تقسیم از چہ رو درمیان آمد جز اینکہ بینندہ داند کہ جناب اجتہاد مآب را گاہے بر شرح وقایہ ہم نظر افتادہ است و لو مع عدم الفہم۔

ششم شان الٰہی نظارہ کردنی ست کہ خود در ضمن باطل نادانستہ لب بحق می کشاید و باز از خطب بر جذب می گراید مرادش آں بود کہ ایں تعلیق را دائم نماز چسپاں نماید تا بوقوع صلوٰۃ ولو مرۃ زن را تحفظ از طلاق بدست آید از ہمیں رو منطق الطیر خود را خرچ نمود و مطلب را کشاں کشاں برآں منزل آورد کہ اگر از زن احمد علی یک نماز ہم پیش از مرگ واقع شد او را طلاق نیست حالانکہ ایں جا خود می گوید حیث لا یشعر راہ حق می پوید کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلوٰۃ شدن زوجہ ست دائما سبحان اللہ ایں شتر گربگی بیں غرض متکلم آں بود کہ زوجہ دائما معتاد نماز شود یا آں شد کہ زن در مدۃ العمر یک سجدہ بجا آرد گو در سائر عمر خودش ہیچ روئے بقبلہ میار بہیں تفاوت رہ از کجاست

احمد علی اس عظیم مکر کو سمجھتا تو صبح کو رجوع کیوں کرتا۔

پنجم پھر حق کے اعتراف سے گریز کرتے ہوئے لغو اور بے سود معاملہ میں اُلجھ گیا کہ "معلق تین قسم پر ہے" اور قسم کو تقسیم سمجھ کر کہتا ہے "مجموعہ چھ قسم ہے" حالانکہ زیر بحث مسئلہ میں اس تقسیم کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہاں اقسام میں کوئی فرق نہیں ہے اور خود کہتا ہے کہ یہ حکم تمام چھ اقسام کو شامل ہے، اس عقلمند سے کوئی پُوچھے کہ جب سب کا حکم ایک ہے تو پھر اس تقسیم کو کس وجہ سے درمیان میں لایا گیا سوائے اس کے کہ دیکھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ جناب مجتہد صاحب کی نظر شرح وقایہ پر بھی پڑی ہے اگرچہ سمجھ نہیں آئی۔

ششم خدا کی شان دیکھئے کہ باطل کے ضمن میں غیر شعوری طور پر حق زبان سے نکل گیا اور پھر دوبارہ گڑھے میں گر گیا، اُس کا مقصد تو یہ تھا کہ اس تعلیق کا تعلق دائمی ترکِ نماز سے بنائے تاکہ ایک نماز بھی پڑھ لینے پر بیوی کو طلاق سے تحفظ مل سکے، اسی بناء پر اپنی منطق کو استعمال کرتے ہوئے مطلب کو کھینچ تان کر اس منزل پر لے آیا کہ "اگر احمد علی کی بیوی مرنے سے قبل ایک نماز بھی پڑھ لے تو طلاق نہ ہوگی" حالانکہ یہاں راہِ حق کو غیر شعوری طور پر پاتے ہوئے کہتا ہے کہ متکلم کی غرض بھی یہی ہے کہ اس کی بیوی دائمی طور پر نماز کی عادی ہو جائے" سبحان اللہ! اس شتر کی چال دیکھئے کہ یا متکلم کی غرض بیوی کو دائمی نماز کا پابند بنانا ہے یا یہ غرض ہے کہ پوری عمر میں ایک سجدہ بجا لائے اگرچہ باقی عمر بھر قبلہ رُخ نہ ہو

marfat.com

تا بکجا۔

ہفتم خود معترف شدہ کہ غرض متکلم دائما خوگر بودن زن بہ نماز ست، می گوید پس تخصیص نماز عشا و فجر وغیرہ از کجا آمد؟ اجتہاد نا با ما نیز ہمیں می گویم کہ غرض تعود دائم ست تخصیص ہیچ نماز نیست، ہر نمازیکہ عمدًا بلا عذر شرعی ترک دہد طلاق شود عشا باشد یا فجر چوں وقت عشا گزشت و زن نماز گزاشت و ادا نکرد طلاقہ شدہ۔

ہشتم با اعتراف آنکہ غرض متکلم تعود دائم ست ایں چا نہ زنی کہ قرینہ یمین الفور ہم مفقود مگر از باب اجتہاد دیوبند خواہد بود یا ہما نا معنی معتاد صلوٰۃ شدن زوجہ دائما آں باشد کہ در ہمہ عمر جز یکبار ہیچ نماز ادا نکند و لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

نہم تخصیص یمین الفور بصورت غضب و بے اعتدالی طبع نیز از اجتہادات دیوبندیہ است کہ در کتب مذہب ازاں نشانے نیست در فتوائے جلیلہ سابقہ چند امثلہ اش از کتب معتمدہ مذکورہ است چشم مالیدہ آنجا بیند کہ غبار ایں تخصیص از دلش بنشیند در مثال چہارم فرمودہ اند حاکم حلف کرد اگر در شہر بدمعاشے آید و ترا جزا نہ دہم زن طلاقہ باشد ایں نیز از باب یمین الفور ست اینجا کدام غضب و اشتعال طبع بود مگر جناب اجتہاد مآب از وجوہ تسمیہ یمین الفور یک وجہ

یہ تفاوت دیکھئے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔

ہفتم جب خود معترف ہے کہ متکلم کی غرض بیوی کو نماز کا دائمی پابند بنانا ہے۔ تو عشاء یا فجر کی نماز وغیرہ کی تخصیص کہاں سے آئی، تمھارا اور ہمارا اجتہاد بھی یہی کہتا ہے کہ غرض نماز کا دائمی عادی بنانا ہے جس میں کسی نماز کی تخصیص نہیں ہے جو نماز بھی شرعی عذر کے بغیر ترک کرے گی طلاق ہو جائے گی۔ وہ نماز عشاء ہو یا فجر، جب عشاء کی نماز کا وقت ختم ہو جائے اور بیوی نے نماز وقت میں ادا نہ کی تو اس کو طلاق ہو گئی۔

ہشتم اس اعتراف کے باوجود کہ متکلم کی غرض دائمی نماز کا عادی بنانا ہے، یہ کہنا کہ "قرینہ یمین خود بھی مفقود ہے" کیسے درست ہو سکتا ہے ــــ لیکن دیوبند کے اجتہاد میں یہ ہو سکتا ہے کیونکہ بیوی کو ہمیشہ نماز کا عادی بنانا کا مطلب جن کے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تمام عمر میں ایک نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھے (ان کے ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے) لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

نہم یمین الفور کی تخصیص غصہ اور بے اعتدالی طبع سے کرنا بھی دیوبند کا اجتہاد ہے، جبکہ مذہب کی کسی کتاب میں اس تخصیص کا کوئی نشان نہیں ہے، گزشتہ چند معتمد علیہ کتب کے فتاویٰ جلیلہ کی کچھ مثالیں گزری ہیں ان کو آنکھیں صاف کر کے دیکھیں تاکہ ان کے دل سے تخصیص کی غبار نکل سکے، چوتھی مثال میں فرمایا گیا ہے کہ اگر حاکم نے قسم اٹھائی کہ "اگر کوئی بدمعاش شہر میں داخل ہوا تجھے سزا نہ دوں تو بیوی کو طلاق ہے" یہ بھی یمین فور ہے حالانکہ یہاں غصہ اور اشتعالِ طبع

marfat.com

راملاحظہ فرمودہ گمان بردہ باشند کہ مشبّہ ومشبّہ بہ یکے ست ومناسبت تسمیہ لازم حقیقت شئ ست وایں خود از اثر تعلیم دیوبندی دور نیست۔

موجود نہیں ہے مگر اس مجتہد صاحب نے یمین فور کی وجہ تسمیہ کے وجوہ میں سے ایک وجہ کو دیکھ کر گمان کرلیا کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ ایک ہی چیز ہیں اور وجہ تسمیہ کی مناسبت شئ کی حقیقت کو لازم ہوتی ہے، یہ بھی تو دیوبندی تعلیم کے اثر کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔

دہم ازیں جا تا قول وھکذا مانحن فیہ واللہ اعلم کہ دو ثلث تحریر او می شود اگر فتوائے جلیلہ سابقہ را بچشم عقل وفہم دیدن توانستے ازیں ہمہ یاوہ سرائیہا معاف داشتے ایں معنی کہ ظاہر مفاد لغوی لفظ تعلیق طلاق بر عدم دائم نماز ست در فتوائے جلیلہ بالفاظ جزیلہ قلیلہ ادا شدہ بود باز تخصیص بالفرض بروجہے سمت ایضاح تافت کہ آفتاب حق بے حجاب سحاب تافت وخود اینکس نادانستہ ایمان آورد کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلوٰۃ شدن زوجہ است دائما پس حق روشن شد وپردہ از جہالت دیوبندیہ برافتاد و دریں دو ثلث تحریر بے تحریر ہرچہ جاوید ہمہ لغو وضائع رفت کہ حاجت التفات نماند کما لا یخفی علی کل عاقل فضلا عن فاضل ایں الفاظ مختصرہ فتوائے جلیلہ سابقہ را کہ فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوجاتا ہے اور عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز پڑھی صادق نہ رہا با تقریر طویل پریشانی اینکس باید سنجید عہ وباز تحقیق حق ناصح را کہ مگر بحکم دلالتِ حال واجب ست کہ خاص قسم اوّل یعنی صلوٰۃ ملتزمہ میسرہ مراد ہو اور اس کا انتفاء

دہم یہاں سے لے کر اس کے اس قول "ہمارے زیر بحث مسئلہ میں ایسے ہی ہے واللہ اعلم" تک جو کہ اس کی تحریر کا دو تہائی حصہ ہے کے متعلق اگر پہلے مذکور فتاوٰی جلیلہ کو عقل وفہم کی آنکھ سے دیکھ لے اس کی یہ تمام یاوہ گوئی ختم ہوجائے اور تعلیقِ طلاق کا لغوی معنی جس کا مفاد ظاہرًا دلالت کر رہا ہے کہ "اگر تُو نماز نہ پڑھے گی" کا مطلب دوامِ نماز کا عدم ہے یعنی کوئی ایک نماز نہ پڑھے، مذکورہ فتاوٰی جلیلہ کے الفاظ نے بھرپُور انداز میں اس کو بیان کر دیا ہے پھر نماز فرض کی تخصیص واضح انداز میں بادل سے بے حجاب سورج کی طرح روشن ہوگئی ہے، اور خود اس شخص نے نادانستہ طور پر اعتراف کرلیا کہ "متکلم کا مقصد بیوی کو دائمی نماز کا پابند بنانا ہے"، پس حق واضح ہوگیا اور دیوبندی کی جہالت سے پردہ اُٹھ گیا، اور اس کی دو ثلث تحریر بے تحقیق تمام یہاں لغو اور ضائع ہوگئی اور اس کی طرف التفات کی ضرورت نہیں جیسا کہ کسی بھی عقلمند پر مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل پر مخفی رہے، گزشتہ فتاوٰی جلیلہ کے مختصر الفاظ کو کہ فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیزِ نفی میں عام ہوجاتا ہے اور عموم سلب بوجہ

عہ یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

marfat.com

ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلا عذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے تو لازم ہوا کہ جب عورت نے اس حلف کے بعد عشاء نہ پڑھی صبح صادق طالع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑ گئیں یا اعتراف اینکس کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلوٰۃ شدن زوجہ است دائماً باید دید تو و بخدائے تو ہیچ پردہ بر چہرۂ حق ماندہ است حاشا ثم حاشا بشرط آنکہ تعلیم دیو بندی عقل ترا دیوبندی یعنی بندی دیو نکردہ باشد۔

ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز نہ پڑھی، صادق نہ رہا" کو اپنی طویل پراگندہ تقریر کے مقابلہ میں اس شخص کو دیکھنا چاہیے اور پھر اس کے بعد واضح حق کو "کہ مگر بحکم دلالت حال واجب ہے کہ خاص قسم اول یعنی صلوٰۃ ملتزمہ مبر یہ مراد ہو اور اس کا انتفاء ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلا عذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے اس حلف کے بعد عشاء نہ پڑھی، صبح صادق طالع ہوتے اس پر دو طلاقیں پڑ گئیں" کو یہ شخص اپنے اس اعتراف کے ساتھ" کہ متکلم کی غرض بھی بیوی کو دائمی طور پر نماز کی عادی بنانا ہے" ملا کر دیکھے تو بخدا بتائے کہ حق کے چہرہ پر کوئی پردہ باقی رہتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں رہتا، بشرطیکہ دیو بندی تعلیم نے اس کی عقل کو دیو بند یعنی شیطان کا غلام نہ بنا یا ہو۔

یازدہم مسکین بیچارہ کہ در مدرسۂ دیوبند گاہے الفاظ میر زاہد بر ملا جلال را ترجمہ شنیدہ باشد لشامت بخت منطقہ منطق بر رخت فقاہت دیوبندی بست و مطلبے راکہ در فتوائے جلیلہ سابقہ باحسن طریقہ اصول ایضاح یافتہ بود باخس طرق معقول نامعقول خودش اثبات خواست و باآنکہ محققین ایں تدقیق ذائع عمدۃ المدققین سید زاہد مرحوم را بوجوہ کثیرہ رد فرمودہ اند بیچارہ دست نظر قاصر ازانہا کوتاہ داشتہ بر تقلید جامد سید زاہد پسند نمود و نداشت کہ موضوع قضیہ طبعیہ معروض کلیت است و کلیت از معقولات ثانیہ پس قضیہ ذہنیہ باشد نہ خارجیہ و زنہار ایں مرتبہ از وجود خارجی بوئے نشود نہ بوجود فردے واحد نہ بوجود جمیع افراد فی الخارج بلکہ وجود فردے فی الخارج مستلزم وجود انتزاعی ایں مرتبہ ہم نتواں شد

یازدہم بیچارے مسکین نے کبھی دیو بند کے مدرسہ میں ملا جلال پر میر زاہد کے الفاظ کا ترجمہ سن لیا ہوگا جس پر بد قسمتی سے منطق کی بات شروع کر دی اور دیوبندی فقاہت بنا دی اور مذکورہ فتاویٰ جلیلہ کا مطلب جو وضاحت کے اصول پر بہت اچھی طرح واضح ہو چکا تھا اس کو اپنی نامعقول منطق سے ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے اگرچہ محققین نے عمدۃ المدققین علامہ سید میر زاہد مرحوم کی بعض مشہور تدقیقات کا کثیر وجوہ سے رد کیا ہے یہ بیچارہ اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے محققین کی بیان کردہ وجوہ سے محروم رہ کر سید زاہد کی تقلید جامد پر ہی انحصار کر سکا۔ اسے معلوم نہیں کہ قضیہ طبعیہ کا موضوع کلیت کا معروض ہوتا ہے اور کلیت معقولات ثانیہ میں سے ہے جس کا وجود صرف ذہنی ہوتا ہے، لہٰذا یہ طبعیہ صرف قضیہ ذہنیہ ہوتا ہے

marfat.com

فان المتنزع تابع للانتزاع فما لم ینتزع لم یوجد ولو وجد ما یصح الانتزاع منه آیا نہ بینی کہ ایں مرتبہ بے لحاظ ماہیت مع الاطلاق ای فی العنوان دون المعنون صورت نہ بندد پس بے لحاظ لاحظ بمجرد وجود فرد فی الخارج چساں وجود ذہنی پزیرد۔

خارجیہ نہیں ہوتا، اور یہ ہرگز وجود خارجی کا مرتبہ نہیں پا سکتا، یہ اپنے ایک فرد یا جمیع افراد کے خارجی وجود سے بھی خارج میں متحقق نہیں ہو سکتا بلکہ کسی فرد کے خارج میں پائے جانے سے اس مرتبہ کا وجودِ انتزاعی بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ انتزاع کی ہوئی چیز، انتزاع کے تابع ہوتی ہے تو جب تک انتزاع نہ کیا جائے اس کا وجود نہیں ہوتا اگرچہ وہ چیز موجود بھی جس سے انتزاع کیا جا سکتا ہو، کیا غور نہیں کرتے کہ یہ مرتبہ ماہیّت کے ساتھ اطلاق کو ملحوظ رکھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا یعنی اطلاق کا لحاظ صرف عنوان میں ہو مُعنوَن میں نہ ہو، تو کسی فرد کے محض خارج میں لحاظ کرنے والے کے لحاظ کے بغیر پائے جانے سے ذہنی وجود کس طرح پیدا ہو سکے گا۔

دوازدہم مراد از وجود طبیعت موضوع طبعیہ وجود خارجی است یا وجود ذہنی اول را خود او شایاں نیست و دوم در گرو وجود فرو نبود کہ بانتفائے افراد منتفی شود۔

دوازدہم قضیہ طبعیہ کے موضوع کے لئے طبیعت کے وجود سے مراد خارجی وجود یا ذہنی وجود ہے وجود خارجی تو خود طبیعت کے شایاں نہیں، اور ذہنی وجود مراد ہو تو وہ حاصل نہیں (کیونکہ یہ افراد سے متعلق نہیں) کہ وہ افراد کے انتفائے سے منتفی ہو جائے۔

سیزدہم الشئ المطلق کہ ملحوظ بلحاظ عموم و کلیت و اطلاق است احکام افراد باو ساری نشود پس چرا بوجود فرد موجود یا بانتفائے افراد منتفی شود۔

سیزدہم الشئ المطلق کے مرتبہ میں عموم، کلیت اور اطلاق ملحوظ ہوتا ہے، اس میں افراد کے احکام سرایت نہیں کرتے تو اس مرتبہ کے متعلق یہ کہنا کہ ایک فرد کے وجود سے موجود یا ایک فرد کے انتفائے سے منتفی ہو جانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

چہاردہم اگر بفرض باطل طبعیہ را خارجیہ گوئیم پس وجود طبیعت بوجود ہر یک از افراد متعاقبہ ہماں نحو وجود ست کہ بوجود فرد اول عارض شود یا غیر آں ولو بالاعتبار اوّل باطل ست کہ تحصیل حاصل ست وعلی الثانی چوں بوجود ہر فرد نحوے از وجود عارض شود بانتفائے آں فرد ہماں نحو وجود منتفی شود پس

چہاردہم اگر بفرضِ باطل، ہم مان لیں کہ قضیہ طبعیہ کا وجود خارجی ہے تو طبیعت کا وجود اس کے افراد متعاقبہ میں سے ہر فرد کے وجود سے ہو گا تو کیا طبیعت کو وہی وجود حاصل ہو گا جو کہ اس کے فرد اول کا وجود ہے یا اس کا کوئی غیر وجود ہو گا اگرچہ یہ غیریت اعتباری ہی ہو، اول باطل ہے کیونکہ یہ

marfat.com

انتفا بانتفائے ہر فرد رو نماید و تفرقۂ ایں حکم میان مطلق الشئ و الشئ المطلق ضائع بر آید۔

تحصیل حاصل ہے اور دوسری شق پر جب ہر فرد کے وجود سے طبیعت کو ایک قسم کا وجود عارض ہُوا تو اس فرد کے انتفاء سے طبیعت کو حاصل شدہ وجود منتفی ہوگا، تو لازم آئے گا کہ ہر فرد کے انتفاء سے طبیعت کا انتفاء ہو جائے تو اس حکم میں مطلق الشئ اور الشئ المطلق کا فرق فضول ہوگا۔

پانزدہم ایرادات قاہرہ بریں تفرقۂ بائرہ در کلماتِ زائرہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہٗ مطالعہ کن غرض بالقدر ما یتعلق بالمقام این ست کہ احمد علی زنِ خود را گفت اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق پس بالبداہۃ مقصود او نمازے ست کہ خواندن وگزاردن و ادا نمودن و در خارج برروئے کار آوردن را شایاں بود نہ نمازے کہ وجودش محض ذہنی و اعتباری باشد و قابلیت ایقاع و ادا اصلاً ندارد پس محال ست انچہ گفتہ کہ مراد درینجا الصلوٰۃ مطلقہ یعنی موضوع قضیہ طبعیہ است و بہ بطلانش بطلان ہمہ انچہ برو متفرع کردہ واضح شد فان فساد المبنیٰ فساد البناء۔

پانزدہم اس فرق پر مضبوط اعتراضات کا مطالعہ ملک العلماء بحر العلوم کے کلام میں کرو۔ زیر بحث مقام سے متعلق غرض یہ ہے کہ احمد علی نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر تُو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، پس بالبداہت معلوم ہے کہ اس کا مقصد وُہ نماز ہے جو خارج میں پڑھی اور ادا کی جاسکے، نہ وُہ نماز جس کا وجود محض ذہنی اور اعتباری ہو اور خارج میں پڑھنے اور ادا کرنے کے قابل نہ ہو، تو یہ کہنا کہ یہاں صلوٰۃ مطلقہ مراد ہے جو قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے، محال ہوگا، اس کے بطلان کے بعد وُہ تمام باتیں باطل ہوگئیں جو اس پر متفرع کی گئی ہیں، یہ واضح بات ہے، کیونکہ مبنیٰ کے فساد سے بناء کا فساد ہوتا ہے۔

شانزدہم ہنگام تحقق شرط بر عدم حنث نہ خفائے داشت کہ محتاج بہ نقل بودے فاما مجتہد دیوبند کمال سلیقہ خود را در جلوہ دادن خواست وعبارت عالمگیری الاصل ان الیمین متی عقدت علی عدم الفعل فی محلین ینظر فیہما الی شرط البر[۱] کہ ازیں محل بیعلاقہ بود بہ سند نمود مسکین اگر آں واضحہ را در محل لائق او نتوانستی دید کاش ہم ازینجا بر فقرہ

شانزدہم عدم فعل کی شرط کے پائے جانے پر حنث کا پایا جانا واضح بات ہے جس پر کسی نقل کی ضرورت نہ تھی، لیکن دیوبندی مجتہد بڑے سلیقہ سے اپنا جلوہ دکھانا چاہتا ہے اور اس کا یہاں عالمگیری کی عبارت "کہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر قسم کا تعلق ایسے عدم فعل سے ہو جس کا تعلق دو محل سے ہو تو دونوں میں قسم پُورا ہونے کی شرط کو دیکھا جائے گا" کو بطور سند پیش کرنا بے علاقہ

---

[۱] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۲۹

وعند فوات شرط البر یتعین الحنث کہ بہ تکلف متکلف بطور مفہوم مخالف با مقصود او موافق می تواں شد قناعت کردے تعلیق یمین بہ دو محل را دریں محل چہ مقام و محل۔

بات ہے اس غریب کو اس واضح بات پر کوئی مناسب دلیل نظر نہ آئی تھی تو یہاں اس فقرہ پر کہ "اور قسم پورا ہونے کی شرط کے فوت ہوجانے پر حنث لازم اور متعین ہوگا" اکتفاء کرلیتا کیونکہ یہ بطور مفہوم مخالف اس کے مقصد کے موافق تھی، تو اس مفہوم مخالف کا تکلف کرلیتا، جبکہ قسم کو دو محلوں سے معلّق کرنے کا یہاں کیا مقام تھا۔

ہفدہم آنکہ از عالمگیریہ مسئلہ ان لم تعطینی هذا الثوب[1] باز مسئلہ ان لم اطأك مع هذه المقنعة[2] آورد و مسکین درمیان ایں دو مسئلہ مسئلہ کہ ہمیں عالمگیری از محیط از فتاوائے امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ آورد و از بے بصری نہ دید یا دید و از بے بصیرتی نہ فہمید یا فہمید و از راہ مغالطہ عوام قطع و برید گزید ببیں کہ درہمیں سطور عالمگیری چہ می فرماید فی فتاوی ابی اللیث رحمه الله تعالی اذا اراد الرجل ان یجامع امرأته فقال لها ان لم تدخلی معی فی البیت فانت طالق فدخلت بعد ما سکنت شهوته وقع الطلاق علیها وان دخلت قبل ذلك لا تطلق كذا فی المحیط[3] اینجا چرا نہ گوید کہ محلوف علیہ عدم دخول مطلق ست و دخول

ہفدہم یہ کہ عالمگیریہ کا مسئلہ، کہ بیوی کو کہا اگر تُو مجھے یہ کپڑا نہ دے تو طلاق۔ اور پھر دوسرا مسئلہ، اگر میں تجھ سے وطی نہ کروں اس اوڑھنی کے ساتھ، کو اس کفایت دینے والے مسئلہ کے ساتھ ذکر کیا اور اس غریب نے ان مذکورہ دونوں مسئلوں کے درمیان عالمگیری کا محیط سے اور اس کا امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی سے منقولہ مسئلہ کو ذکر کیا اور بے بصری میں دیکھا نہیں یا دیکھا ہے تو بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے سمجھا نہیں یا سمجھا ہے تو عوام کو مغالطہ دینے کے لئے قطع و برید کردی، دیکھئے عالمگیری کی انہی سطروں میں کیا بیان کیا ہے کہ فتاوٰی ابو لیث رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے کہ خاوند نے بیوی سے مجامعت کا ارادہ کرتے ہوئے بیوی کو کہا کہ اگر تُو میرے ساتھ اندر کمرے میں داخل نہ ہوئی تو تجھے طلاق ہے، اس کے بعد عورت اس وقت داخل ہوئی جب خاوند کی شہوت ختم ہوگئی تو بیوی کو طلاق ہوگی، اور اگر

---

[1] فتاوی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۲۹
[2] " " " " " ۱/۴۳۱
[3] " " " " " ۱/۴۳۰

marfat.com

مطلق موضوع قضیہ طبعیہ ست واو منتفی نشود مگر بانتفائے
جمیع افرادِ دخول واین نبود مگر بعدم دخول اصلا
تا حصول موت احدہما پس دخول گاہے متحقق شود اگرچہ
بعد دہ سال عدم دخول مطلق منتفی گردد وشرط حنث
صورت نہ بندد۔

شہوت ختم ہونے سے قبل داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی،
جیساکہ محیط میں ہے، یہاں اس عبارت پر اس نے
اپنی مذکورہ تقریر کیوں نہ کی کہ عدمِ دخول پر قسم کھائی ہے
اور عدم دخول مطلق ہے اور دخولِ مطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع
ہے جو تمام افراد کے منتفی ہوئے بغیر منتفی نہیں ہوگا
اور تمام افراد دخول منتفی نہ ہوں گے مگر اس وقت جب کبھی دخول نہ پایا جائے اور یہ بات خاوند بیوی
دونوں میں سے ایک کے مرنے پر معلوم ہو سکے گی تو جب دخول متحقق ہو خواہ دس سال بعد ہو اس وقت دخولِ مطلق کا
عدم منتفی ہو جائے گا، اور قسم کے ٹوٹنے کی شرط کے پائے جانے کی صورت نہ بنے گی۔

ہیجدہم باز از علمگیریہ مسئلہ ان لم تصل الیوم
رکعتین فانت طالق فحاضت قبل ان
تشرع فی الصلٰوۃ او بعد ما صلت رکعۃ[1]
آورد کہ اگر از وقتِ یمین تا آغازِ حیض زمانے بود کہ
دو رکعت را گنجائش دارد مطلقہ شود واین مسئلہ را
بظاہر منافی مسئلہ دائرہ انگاشتہ سنگ
تطبیق وتوفیق برسر اجتہاد برمی دارد کہ دریں عبارت
قید الیوم و رکعتین موجود ست لہذا حکمش مغائر
مانحن فیہ شد فافترقتا ولا تشکوا ونمی داند
کہ دریں جہت اصلاً نہ در مسائل افتراق نہ در حکم
تغیرِ صلٰوۃ رکعتین فی الیوم نیز طبیعت کلیہ دارد و
انتفائے شیئ بانتفائے جمیع افراد شود چوں روز گزشت
وہیچ فرد از افراد صلٰوۃ دو رکعت دراں متحقق نہ شد
شرطِ بر منتفی گشت وحنث رو نمود وتوہم آنکہ شوہر
الیوم گفت وبجا آوری دو رکعت در مدۃ العمر

ہیجدہم پھر عالمگیری کا مسئلہ ذکر کیا کہ خاوند نے
بیوی کو کہا اگر تو آج دو رکعتیں نماز نہ پڑھے تو تجھے
طلاق، اس کے بعد بیوی کو نماز شروع کرنے سے
قبل حیض آگیا یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد حیض آگیا،
تو بتایا کہ اگر قسم اور نماز شروع کرنے کے درمیان
اتنا وقت تھا کہ دو رکعتیں نماز پڑھ سکے، تو بیوی کو
طلاق ہو جائے گی، اس نے اس مسئلہ کو ظاہری
طور پر زیر بحث کے منافی بتایا اور تطبیق وتوفیق کا
پتھر اجتہاد کے سر پر اٹھا کر کہا اس مسئلہ کی عبارت
میں "آج" اور "دو رکعتوں" کی قید ذکر کی گئی ہے
لہذا اس مسئلے کا حکم ہمارے زیر بحث کے حکم سے
مغایر ہے۔ لہذا دونوں مسئلے جدا ہیں اور تمہارا
اعتراض نہ ہو، اس کو معلوم نہ ہوا کہ اس وجہ کی
بنا پر مسائل میں اختلاف اور نہ ہی حکم متغیر ہوا "آج
دو رکعتیں نماز" کی بھی طبیعت کلیہ ہے اور کسی چیز کا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۳۶

marfat.com

بہیچ روزے از روزہائے عمر اینجا بسندہ کند وہمینست کہ ہیچ غیر دیوبندی را عارض نتواں شد اگرچہ درغایت جہل وعنادت باشد حاجت رفعش مگر بقیاس عقول عالیہ دیوبندیہ افتاد باز رکعتین را موجب تفرقہ دانستن طرہ براں۔

انتفاء اس کے تمام افراد کے انتفاء سے ہوجاتا ہے توجب دن بھر میں کوئی فرد نماز کا نہ پایا گیا اور اس دن میں ۲دو رکعتوں کا وجود نہ پایا گیا تو دو رکعت نماز نہ پڑھنے کی شرط پائے جانے کی وجہ سے قسم ٹوٹ گئی تو طلاق ہوگئی ہے، اور اس کا یہ وہم کرنا کہ خاوند نے "آج" کا لفظ کہا ورنہ "دو رکعتیں پڑھنے" کا عمر بھر میں سے کوئی دن بھی ہوسکتا تھا تو یہ وہم دیوبندی کے علاوہ کسی کو خواہ کتنا ہی جاہل اور غبی ہو کسی کو لاحق اور عارض نہیں ہوسکتا، لہذا صرف دیوبندی عقول عالیہ کو ہی اس وہم کو دفع کرنے کی حاجت محسوس ہوئی، پھر اس پر طرہ یہ کہ اس نے ۲دو رکعتوں کو بھی وجہِ فرق بتایا۔

نوزدہم بازبکمال ذہوشی مسئلہ" اگر سزائے وے نکنم فامرأتہ کذا[1]" آورد اگر نیت فور کند برِ فور باشد ورنہ مطلق وخودش گفت کہ ایں صورت مطابق مانحن فیہ است واعتراف کرد کہ ہمچنیں حکم اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق ان نوی الفور فھو علی الفور تا ایں جا نادانستہ بحق رجوع آورد باز زخم نامندمل را چارۂ کار ہماں مکابرہ وانکار جست لیکن احمد علی نیت فور نکردہ نہ قرینۂ فور یافتہ شد سبحان اللہ قرینۂ فور از کلام خودت پرس کہ خواہرزادۂ خالۂ تو بالا چہ گفتہ است کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلوٰۃ شدن زوجہ است دائماً ونیت احمد علی ہم بامدادِ کار بامداد احمد علی دریاب کہ چوں زن نمازِ عشا نگزارد وصباح رجعت نمود اگر نیت فور نبودے رجعت از کدام راہ رو نمودے، الحمدللہ کہ حق واضح ست فاما مکابرہ را چہ علاج۔

نوزدہم پھر اپنی کمال عقلمندی دکھاتے ہوئے، یہ مسئلہ کہ اگر اس کو سزا نہ دوں تو بیوی کو طلاق، ذکر کرکے کہا کہ نیت فوری کرے تو فور ہوگا ورنہ مطلق ہوگا، اور خود کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے زیرِ بحث مسئلہ کے مطابق ہے اور اعتراف کیا کہ یُوں ہی عورت کو کہنا اگر تُو نماز نہ پڑھے تو تجھے ۲دو طلاقیں، اس کا حکم بھی وہی ہوگا کہ اگر فوری نیت کی تو فور ہوگا، یہ کہہ کر اس نے حق کی طرف رجوع نادانستہ طور پر کرلیا اور پھر اس مندمل نہ ہونے والے زخم کا علاج اس مکابرہ اور انکار سے کرتے ہُوئے کہا، لیکن احمد علی نے فوری نیت نہیں کی اور نہ ہی فور کا قرینہ پایا گیا، سُبحان اللہ! فور کا قرینہ خود اپنے کلام سے پُوچھ کہ تیری خالہ کے بھانجے نے (تو نے) اور یہ کیا کہا ہے "کہ متکلم کی غرض بیوی کو ہمیشہ نماز کا عادی بنانا ہے" اور پھر احمد علی کی نیت معلوم کرنے کے لئے احمد علی سے پُوچھ کہ اس کی بیوی کے رات کو عشاء کی نماز نہ پڑھنے پر طلاقوں سے صبح رجوع کرلیا، اگر فوری نیت نہ ہوتی تو

[1] فتاوی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۴۶

marfat.com

رجوع کرنے کا کیا جواز تھا ، الحمد للہ حق تو واضح ہے مگر مکابرہ کا کیا علاج ہے ۔

بستم باز از شرح وقایہ وقہستانی وقاضیخاں
مسئلہ انت کذا ان لم اطلقك[1] ومسئلہ ان
لم اجامعك علی راس ھذا الرمح[2] می آرد کہ تا آخر
عمر و تا بقائے نیزہ مہلت دادہ اند وہماں مقدمۂ
مسلمہ را کہ خود در فتوائے جلیلہ سابقہ باوضح وجوہ واحسن
بیان باستناد عبارات ہدایہ وفتح القدیر رنگ
ایضاح یافتہ بود بار بار ایضاح واضح می جوید وتحصیل
حاصل می پوید واز نکتۂ بدیعۂ رفیعہ کہ بحوالہائے تلخیص
الجامع الکبیر وشرح التلخیص للعلامۃ الفاسی وانتقاض
الاعتراض وتنویر الابصار ودرمختار وفتح القدیر وشرنبلالیہ و
رد المحتار واشباہ والنظائر وتبیین الحقائق وغیرہا
افادہ شدہ بود چشم می پوشد وبباطل می کوشد یارب
مگر ایں را چہ گفتہ آید ما دیدہ را دیدہ کشودہ سہل
ست آنکہ صد بار دیدہ دیدہ پوشیدہ ودیدہ نادیدہ
ساختہ او را چارہ کدام ، بارے مگر در شرح وقایہ
بلکہ خود وقایہ ایں مسئلہ ندیدی کہ شرط للحنث فی ان
خرجت وان ضربت (فانت طالق)
لم یدۃ خروج اوضرب عبد فعلہما
فور[3] ودر قہستانی فیہ اشارۃ الی ما تفرد
بہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ فی استنباطہ

بستم پھر قاضی خاں ، قہستانی اور شرح وقایہ
سے نقل کرتے ہوئے ، مسئلہ " تجھے طلاق ہے اگر
تجھے طلاق نہ دوں " اور مسئلہ " اگر اس نیزے کے
سر پر تجھ سے جماع نہ کروں تو طلاق " کو ذکر کرکے کہا کہ
ان مسئلوں میں فقہاء نے آخر عمر اور نیزے کی بقاء
تک مہلت دی ہے اور تمام وہ مقدمات مسلّمہ جن کو
فقہائے کرام نے اپنے فتاوی جلیلہ میں بہت اچھے
انداز سے واضح کرکے ہدایہ ، فتح القدیر کی عبارات
سے مستند کیا ہے ان کو بار بار یہ ذکر کرتا ہے اور
واضح کو بے مقصد واضح اور تحصیل حاصل کرتا چلا جاتا
ہے اور بلند پایہ نکتہ جس کو تلخیص الجامع الکبیر ، شرح
تلخیص علامہ فاسی ، انتقاض الاعتراض ، تنویر
الابصار ، درمختار ، فتح القدیر ، شرنبلالیہ ، ردالمحتار ،
اشباہ ونظائر اور تبیین الحقائق وغیرہا کے حوالوں
سے مستفاد کیا گیا ہے ، کو مسلسل نظر انداز کر رہا ہے
اور باطل کے درپے ہے ، یارب ! کیا کہا جائے ،
نہ دیکھی چیز کو دکھانا آسان ہے اور صد بار دیکھی
چیز سے بند آنکھ اور دیدہ کو نادیدہ بنانے والے کیلئے
کیا چارہ کیا جائے ۔ کیا آپ نے شرح وقایہ بلکہ
خود وقایہ میں یہ مسئلہ کبھی نہیں دیکھا کہ جب بیوی باہر

---

[1] شرح الوقایہ بیان لغویۃ التعلیق قبل التزوج مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۷
[2] فتاوی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۲۸
[3] مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایۃ فصل حلف الفعل نور محمد کتب خانہ تجارت کراچی ص ۸۶

marfat.com

من اتمام اقسام الیمین فان سلفه قسموها
الی المؤبدة لفظا ومعنی ، والمؤقتة
کذلک مثل لا افعل کذا ولا افعله
الیوم ثم زاد الامام اتماما ماسمی بیمین
الفور اویمین الحال مما هی المؤبدة
لفظا والمؤقتة معنی کما مر[1] (ملخصا) و
در قاضی خان، سکران ضرب امرأته فخرجت
من داره فقال ان لم تعودی
الی فانت طالق وکان ذلک عند
العصر فعادت الیه عند العشاء قالوا
یحنث فی یمینه لان یمینه تقع علی الفور
وان قال لم انو الفور لا یصدق
قضاء ، وفی المرأة اذا قامت لتخرج
فقال الزوج ان خرجت فانت طالق
وجلست ثم خرجت بعد ذلک بساعة
لا یحنث فی یمینه[2] مگر ایں بیچارگاں
چہ کنند کہ تعلیم نجدیت در قرآن و حدیث
نیز بمصداق افتؤمنون ببعض الکتاب و
تکفرون ببعض[3] کار میکنند ولا حول ولا
قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جانے کو یا غلام کو مارنے کے لئے تیار ہو تو اس
وقت اس کو کہنا کہ تُو باہر نکلی یا تُو نے مارا تو تجھے
طلاق ہے تو یہ دونوں یمین فور ہیں۔ امام قہستانی نے
فرمایا کہ اس مسئلہ میں اشارہ ہے کہ امام ابو حنیفہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسموں کے اقسام مکمل فرمانے
میں اپنے استنباط میں تفرّد فرمایا ہے کیونکہ آپ سے
قبل اسلاف نے یمین کو صرف لفظاً و معنیً مؤبّدہ
اور مؤقتہ پر تقسیم فرمایا تھا مثلاً میں یہ نہ کروں گا، اور
میں آج یہ نہ کروں گا۔ پھر امام صاحب نے لفظاً و
معناً مؤبدہ اور مؤقتہ پر ایک قسم زائد بیان کی جس کو
یمینِ فور یا یمینِ حال کہا جاتا ہے یہ قسم لفظاً مؤبد ہے اور معناً مؤقت ہے
جیسا کہ پہلے گزرا، قاضیخاں میں ہے کہ ایک نشے والے نے اپنی بیوی کو
کو پیٹا تو وہ باہر نکل گئی تو اس نے کہا اگر تُو واپس
میرے پاس نہ آئی تو تجھے طلاق ہے، یہ واقعہ عصر
کے وقت ہوا تو بیوی اس کے پاس عشاء کے وقت
لوٹ آئی۔ اس پر فقہاء نے فرمایا قسم ٹوٹ گئی، کیونکہ
یہ اس کی قسم یمینِ فور تھی اگر وہ کہے کہ میں نے فور
کی نیت نہیں کی تھی تو قاضی اس کی تصدیق نہ کریگا،
اور اس مسئلہ میں کہ بیوی باہر نکلنے لگی تو خاوند نے
کہہ دیا کہ اگر تُو نکلی تو تجھے طلاق ہے، اس پر بیوی
واپس بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر بعد نکلی تو قسم نہ ٹوٹے گی، یہ بیچارے کیا جانیں ان کو تو قرآن و حدیث کی نجدی تعلیم

---

[1] جامع الرموز — فصل حلف الفعل — مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/۶۶۵
[2] قاضی خان — باب التعلیق — نولکشور لکھنؤ ۱/۲۳۵
[3] القرآن الکریم ۲/۸۵

marfat.com

ہے، اور پھر بعض کتاب مانتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو" کے مصداق عمل کرتے ہیں، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بست ویکم تا اینجا جہالاتِ دیوبندیہ بود حالا ضلالات دیوبندیہ جوشش زد و بیباک بے ادراک کلمہ گفت کہ بدریاہا نتواں شست کہ "اگر تسلیم کردہ شود کہ طلاقین اولیں واقع شدند تاہم بوجہ رجعت باطل الیٰ قولہ اکنوں برائے طلاق بلا شرط رجعت صحیح ست" انا للہ وانا الیہ راجعون ۰ ع

آدمیاں گم شدند ملک گرفت اجتہاد

تعلیم دیوبندی دریں[ع1] قرآن عظیم وحدیث کریم واجماعِ ائمۂ حدیث وقدیم ہمہ رایکسر پسِ پُشت انداخت و بزورِ زبان وزورِ بہتان بمصداق ارشاد حضور سید الاسیاد علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم القیام کہ یستحلون الحر شرمگاہِ زناں را حلال خواہند گرفت فرج حرام را حلال ساخت قال اللہ تعالیٰ عزوجل الطلاق مرّتٰن فامساك بمعروف اوتسريح باحسان الیٰ قولہ تبارك وتعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1] یعنی طلاق کہ بعد وے اختیار رجعت است ہمیں تا دو بار ست کہ شوی را در ماندن زن بخوبی یا آزاد کردن بہ نیکوئی[ع2] اختیار ست پس اگر بعد اینہا طلاق دگر دہد

بست ویکم یہاں تک دیوبندی جہالتیں تھیں اب دیوبندی گمراہی نے جوش مارا اور بے سوچے سمجھے بے دریغ ایسا کلمہ کہہ دیا کہ تمام دریا بھی اس کو صاف نہ کر سکیں، اور کہا کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ پہلی دو طلاقیں واقع ہوگئی ہیں تب بھی احمد علی کے رجوع کر لینے پر وُہ باطل ہوگئی ہیں، اور آخر میں کہا کہ اب غیر مشروط طلاق کے بعد اس کا رجوع صحیح ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آدمی ختم ہوگئے اب فرشتہ اجتہاد شروع کر رہا ہے۔

دیوبندی تعلیم نے یہاں پر قرآن وحدیث اور ائمہ قدیم وجدید کے اجماع کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے، اور زبان و بہتان کے زور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد "عورتوں کی حرام شرمگاہوں کو حلال کریں گے" کے مصداق اس کا ارتکاب کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "دو طلاقیں ہوں تو پھر خوبصورتی سے رجوع کر کے روک لو یا نیکی کے طور پر آزاد کر دو۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے قول "پس اگر تیسری طلاق دے دی ہو تو بیوی اس کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے" تک یعنی جس

ع1 و ع2 یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۹ - ۲۲۸

marfat.com

زن مرا در احلال نبود تا با شوئے دگر بخوابہ نشود ائمۂ
تفسیر وحدیث سبب نزول کریمہ چناں آوردہ اند کہ پیش
ازیں طلاق را عددے معدود وحدے محدود نبود ہر
قدر بار شوئے خواستے طلاقہا دادے و رجعت ہا
کردے وآنکہ اضرارِ زن خواستے طلاقش دادے
تا آنکہ چوں عدتش بر سر گزشتن آمدن رجعت کردے
باز طلاق دادے باز در قرب انقضائے عدت
رجعت نمودے وہمچناں کردے تا آنگاہ کہ دلش خواستے
بیچارہ زن بایں کار معلقہ ماندے نہ راہے رفتن
نہ روئے ماندن، زن ازیں معنی بحضور بارگاہِ رسالت
فریاد آورد آنگاہ آیۂ کریمہ نزول فرمود وبعد سہ طلاق
اختیار رجعت نماند وکار زن بدست زن شد، امام
بغوی در تفسیر معالم التنزیل فرمود قولہ تعالٰی
الطلاق مرتٰن روی عن عروۃ بن الزبیر
رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کان الناس فی
الابتداء یطلقون من غیر حصر ولا عداد
وکان الرجل یطلق امرأتہ فاذا قاربت
انقضاء عدتہا راجعہا ثم طلقہا کذٰلک
ثم راجعہا یقصد مضارتہا فنزلت ہذہ
الآیۃ الطلاق مرتٰن یعنی الطلاق
الذی یملک الرجعۃ عقیبہ مرتان
فاذا طلق ثلثا فلا تحل لہ الا بعد
نکاح زوج اٰخر[1]، امام رازی در تفسیر کبیر

طلاق کے بعد رجوع ہوسکتا ہے وُہ دو بار طلاق ہے
کہ جس میں خاوند کو اختیار ہے کہ بیوی کو روک رکھے یا
نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہُوئے طلاق دے دے، اس
کے بعد اگر طلاق دے گا تو بیوی اس کے لئے حلال
نہ ہوگی تاوقتیکہ وُہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح
نہ کرلے۔ ائمۂ تفسیر وحدیث نے اس آیۂ کریمہ کا شانِ
نزول یُوں بیان فرمایا کہ اسلام سے قبل طلاق کی کوئی تعداد
یا حد مقرر نہ تھی بلکہ خاوند جتنی بار بھی طلاق دے کر رجوع
کرنا چاہتا کرلیتا، اور جب بیوی کو تنگ کرنا مقصود ہوتا
تو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب وہ رجوع
کرلیتا اور رجوع کے بعد پھر طلاق دیتا اور عدت کے
خاتمہ کے قریب رجوع کرلیتا اور جتنی بار دل چاہتا کرتا،
بیوی بیچاری لٹک کر رہ جاتی اس کے لئے آزادی یا
آبادی کا کوئی طریقہ نہ رہتا، اسی پریشانی میں ایک
عورت دربارِ رسالت میں حاضر ہُوئی اور فریاد کی تو
اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہُوئی، اور تین طلاقوں کے
بعد رجوع کا اختیار ختم ہوگیا اور بیوی خود مختار ہوگئی۔
امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں فرمایا کہ اللہ تعالٰی
کا ارشاد "الطلاق مرتٰن الخ" الآیۃ کا شانِ نزول
یہ ہے جس کو حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ
نے بیان فرمایا کہ لوگ ابتداء میں بے شمار اور لاتعداد
طلاقیں دیتے تھے، اور کوئی بھی شخص بیوی کو طلاق دے کر
عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرلیتا اور پھر طلاق

---

[1] معالم التنزیل علٰی حاشیہ تفسیر الخازن تفسیر آیۃ الطلاق مرتٰن الخ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۲۲۷

marfat.com

فرمود المسئلة الاولی کان الرجل فی الجاهلیة یطلق امرأته ثم یراجعها قبل ان تنقضی عدتها و لو طلقها الف مرة کانت القدرة علی المراجعة ثابتة له فجاءت امرأة الی عائشة رضی الله تعالی عنها فشکت ان زوجها یطلقها و یراجعها یضارها بذالك فذکرت عائشة رضی الله تعالی عنها ذلك لرسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فنزل قوله تعالی الطلاق مرتٰن[1]، در تفسیرات احمدیه ست لما کان عدد الطلاق فی الجاهلیة غیر مقرر علی وتیرة واحدة حتی انه لو طلقها عشرة یمکنه رجعتها وکان یراجعها وقت انقضاء العدة ثم یطلقها و یراجعها حتی ان جاءت امرأة الی عائشة رضی الله تعالی عنها تشکو من مراجعة زوجها ثم تطلیقها ثم و ثم هکذا فعرضت الی

دے دیتا اور یوں بار بار کرتا رہتا جس کا مقصد بیوی کو تنگ کرنا تھا تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی، یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند رجوع کر سکتا ہے وُہ دو بار ہے اور جب تین طلاقیں پُوری کر دے تو اس کے لئے بیوی حلال نہ ہوگی مگر بیوی دوسرے شخص سے نکاح کرے تو اس کے بعد حلال ہو سکے گی۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا: مسئلہ اولی، یہ کہ، جاہلیت میں مرد بیوی کو طلاق دے کر پھر عدت کے خاتمہ کے قریب رجوع کر لیتا اور اس طرح ہزار طلاق بھی ہوتی تب بھی خاوند کو رجوع کا اختیار رہتا، تو ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئی اور اس نے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ وُہ طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کر لیتا ہے اور تنگ کر رہا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ واقعہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیان کیا تو اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہُوئی الطلاق مرتان، الآیۃ۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے کہ چونکہ جاہلیت میں طلاق کا کوئی قانون نہ تھا حتیٰ کہ کوئی بھی شخص دس طلاقیں دے کر بھی پھر رجوع کر لیتا اور عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کر کے پھر طلاق دے دیتا، حتیٰ کہ ایک عورت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آکر اپنے خاوند کی شکایت کرتے ہُوئے کہا کہ وُہ بار بار طلاق دیتا اور رجوع کر لیتا ہے، تو حضرت

---

[1] تفسیر کبیر زیر آیۃ الطلاق مرتان الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ بمصر ۶/ ۱۰۲

marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم فنزل قولہ تعالیٰ الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسریح باحسان یعنی ان الطلاق الرجعی الذی یتعلق بہ الرجعۃ مرتان ای اثنتان لا زائدتان فبعد ذلك امساکھا بمعروف او تسریحھا کذلك و ھذا امر بصیغۃ الخبر کانہ قیل طلقوا الرجعی مرتین و ھذا التوجیہ المذکور فی الحسینی والزاھدی والبیضاوی والتلویح و ھو الموافق لمذھب الشافعی و ابی حنیفۃ جمیعًا، ترمذی و ابن مردویہ و حاکم بافادہ تصحیح و بیہقی در سنن از ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کنند قالت کان الناس والرجل یطلق امرأتہ ماشاء ان یطلقھا و ھی امرأتہ اذا ارتجعھا وھی فی العدۃ و ان طلقھا مائۃ مرۃ او اکثر حتی قال رجل لامرأتہ واللہ لا اطلقك فتبینین منی ولا اٰویك ابدا قالت وکیف ذلك قال اطلقك فکلما ھمت عدتك ان تنقضی راجعتك فذھبت المرأۃ حتی دخلت علی عائشۃ فاخبرتھا فسکتت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا حتی

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام سے عرض کی، تو اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الطلاق مرتان الآیۃ، یعنی وہ طلاق جس کے بعد رجوع کرنا جائز ہے وہ دو بار طلاق ہے اس سے زائد نہیں۔ اس کے بعد بھلائی سے بیوی کو پاس رکھنا ہوگا یا نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہوئے آخری طلاق دینا ہوگی۔ اور تفسیر حسینی، زاہدی، بیضاوی اور تلویح نے یہی تفسیر بیان کی جو امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں کے مذہب کے موافق ہے۔ ترمذی، ابن مردویہ، حاکم بافادہ تصحیح اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا، انھوں نے فرمایا کہ لوگ اپنی بیوی کو جتنی چاہتے طلاقیں دیتے اس کے باوجود وہ بیوی رہتی جبکہ وہ عدت کے دوران رجوع لیتا، اگرچہ سو مرتبہ یا اس سے بھی زائد طلاقیں دے چکا ہوتا، حتی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے طلاق نہ دوں کہ تو جدا ہو جائے اور نہ ہی تجھے پاس رکھوں تو ہمیشہ ایسے ہی رہے گی۔ بیوی نے پوچھا وہ کیسے؟ تو اس نے کہا میں تجھے طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل جب عدت ختم ہونے والی ہوگی تو رجوع کرلوں گا، تو اس عورت نے جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ شکایت کی، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاموش ہوگئیں حتی کہ

---

[1] تفسیرات احمدیہ زیر آیت الطلاق مرتان الخ مکتبہ کریمی واقع بمبئی ص ۱۲۳

marfat.com

جاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاخبرتہ فسکت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی نزل القراٰن الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[۱]۔

نیز ابن مردویہ وبیہقی از اُمّ المؤمنین روایت آرند، قالت لم یکن للطلاق وقت یطلق امرأتہ ثم یراجعہا مالم تنقض العدۃ وکان بین رجل وبین اھلہ بعض مایکون بین الناس فقال واللہ لاترکنک لاایما ولاذات زوج فجعل یطلقہا حتی اذاکادت العدۃ ان تنقضی راجعہا ففعل ذلك مرارا فانزل اللہ فیہ الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان فوقت لھم الطلاق ثلثا یراجعہا فی الواحدۃ وفی الثنتین ولیس فی الثالثۃ رجعۃ حتی تنکح زوجا غیرہٗ[۲]، ابوداؤد ونسائی وبیہقی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت دارند ان الرجل کان اذا طلق امرأتہ فھواحق برجعتہا وان طلقہا ثلاثا فنسخ ذلك فقال الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات پر مطلع کیا جس پر آپ نے سکوت فرمایا حتی کہ یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتٰن الخ۔ نیز ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، آپ نے بیان کیا کہ بیوی کو طلاق دینے اور پھر رجوع کرنے کا کوئی ضابطہ نہ تھا، کوئی بھی بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلیتا اور خاوند بیوی میں کوئی خانگی جھگڑا جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے ہوتا تو خاوند کہتا خدا کی قسم میں تجھے نہ خاوند والی اور نہ غیر خاوند والی بناؤں گا، اس کے لئے وُہ بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرلیتا اور بار بار ایسے کرتا۔ اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی الطلاق مرتٰن الآیۃ، جس میں تین طلاقیں مقرر کردی گئی ہیں، جس میں سے ایک اور دو کے بعد رجوع کا حق دیا گیا ہے اور تیسری کے بعد رجوع نہیں ہوگا تاوقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابتداء میں مرد کو طلاق دینے کے بعد حق باقی تھا اگرچہ تین یا تین سے زائد طلاقیں دے دیتا تو اس کو منسوخ کرکے اللہ تعالٰی نے فرمایا الطلاق

---

[۱] جامع الترمذی | ابواب الطلاق الثلاث | امین کمپنی کتبخانہ رشیدیہ دہلی | ۱/ ۱۴۳
السنن الکبرٰی للبیہقی | باب ماجاء فی امضاء الطلاق | دارصادر بیروت | ۷/ ۳۳۳

[۲] تفسیر درمنثور بحوالہ ابن مردویہ والبیہقی تحت آیۃ الطلاق مرتٰن | مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم، ایران | ۱/ ۲۷۷

marfat.com

اوتسریح باحسان[1]، اجلہ ائمہ مالک وشافعی و
عبدبن حمید وترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم وبیہقی از
عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آرند قال کان الرجل
اذا طلق امرأته ثم ارتجعها قبل ان
تنقضی عدتها کان ذلك له وان طلقها
الف مرة فعمد رجل الی امرأته
فطلقها حتی اذا ما جاء وقت انقضاء عدتها
ارتجعها ثم طلقها ثم قال و الله
لا اویك الی ولا تحلین لی ابدا فانزل
اللہ تعالیٰ الطلاق مرتٰن فامساك
بمعروف اوتسریح باحسان[2]
مسلمان دمے انصاف دہید تعلیم دیوبندی
چساں مقصود شریعت وحکم آیت را برہم
میزند وظلم وستم جاہلیت را ازسرِ نو
تازہ می کند اگر طلاق پیشین برجعت باطل شود
وبعد او شوئے را ازسرِ اختیار سہ طلاق
بدست ماند چنانکہ ایں کس زعم نمود پس
لاجرم ہماں آتش جاہلیت بکالہ اندرست
وانسداد ظلمے کہ خدائے خواست معاذ اللہ
باطل و بے اثر، ہرکہ خواہد ھزار بار
طلاق دہد و ہر بار رجعت کند طلاق ہائے
دادہ نادادہ شود واختیارات نامتناہیہ بدست

مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان،
امام مالک، امام شافعی، عبدبن حمید، ترمذی، ابن جریر،
ابن ابی حاتم اور بیہقی ان اجلّہ ائمہ کرام نے حضرت عروہ
بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ابتداء میں
مرد کو اختیار تھا کہ وہ طلاق کی عدّت ختم ہونے سے قبل
رجوع کرلے اگرچہ وہ ہزار طلاقیں بھی دے دے، تو
ایک مرد نے بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے
کے قریب رجوع کرلیا اور پھر طلاق دے دی پھر کہا کہ
خدا کی قسم میں تجھے نہ رکھوں گا نہ دوسرے کے لئے بھی
حلال ہوسکے گی، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ کریمہ نازل فرمائی
الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح
باحسان، اب مسلمانوں کو انصاف سے غور کرنا چاہیئے
کہ دیوبندی کس طرح شریعت کے مقصد اور آیۂ کریمہ کے
حکم کو پامال کرتے ہیں اور جاہلیت کے ظلم وستم کو
دوبارہ تازہ کررہے ہیں، اگر پہلی طلاقیں رجوع کرنے
سے باطل ہوجائیں اور خاوند کو نئے سرے سے دوبارہ
تین طلاقوں کا اختیار مل جائے جیسا کہ یہ شخص کہہ رہا ہے
تو لازمی طور پر جاہلیت کی آگ محفوظ رہے گی اور اللہ تعالیٰ
نے جس ظلم کو ختم کرنا چاہا ہے وہ سب باطل اور
بے اثر ہو کر رہ جائے گا اور جاہلیت دوبارہ عود
کر آئے گی، اور جو شخص بھی ہزار بار طلاق دے کر رجوع
کرتا رہے تو رجوع سے پہلی طلاق کا ہونا نہ ہونا برابر

---

[1] السنن الکبریٰ للبیہقی باب من جعل الثلاث واحدۃ وما ورد فی خلاف ذلک دار صادر بیروت ۷/۳۳۷
[2] مؤطا امام مالک جامع الطلاق میر محمد کتب خانہ مرکز علم کراچی ص ۵۲۹

marfat.com

شوہر بود ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با قرآن عظیم۔

بست و دوم خاص جزئیہ مسئلہ کہ طلاق بعد رجعت باطل نہ شد ومحسوب ماند در صحیحین بخاری و مسلم وعامۂ کتبِ اسلام مصرح ست عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما زوجۂ خود را بحالتِ حیض طلاق داد سیّد عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم امرِ مراجعت فرمودہ با وصف رجعت آں طلاق را محسوب داشت، فی صحیح البخاری عن انس بن سیرین قال سمعت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال طلق ابن عمر امرأتہ وھی حائض فذکر عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لیراجعھا قلت تحتسب قال فمہ[1]، وعن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال مرہ فلیراجعھا قلت تحتسب، قال ارأیتہ ان عجز واستحمق[2]، وعن سعید بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال حسبت علیّ بتطلیقۃ[3] وفی صحیح مسلم

ہو جائے گا اور خاوند کو نہ ختم ہونے والا اختیار حاصل ہو جائے گا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ دیوبندی کی یہ تعلیم قرآن کے مخالف ہے۔

بست و دوم خاص یہ جزئیہ کہ رجوع کے بعد طلاق کالعدم نہیں ہوتی، تو بخاری ومسلم اور عام اسلامی کتب میں تصریح ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اس طلاق سے رجوع کا حکم دیا اور رجوع کے باوجود یہ حیض میں دی ہُوئی طلاق شمار ہُوئی۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ کو سُنا اُنھوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دی تو عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ اطلاع حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو دی تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا وُہ رجوع کرے، تو میں نے عرض کی کہ کیا وُہ حیض میں دی ہُوئی طلاق شمار ہوگی تو عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا اور کیا۔ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے انہوں نے یونس بن جبیر سے انھوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عبداللہ سے کہو کہ وُہ رجوع کرے تو میں نے پوچھا کہ کیا پہلی طلاق شمار ہوگی، تو جواب

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطلاق باب اذا طلقت الحائض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۹۰
[2] " " " " " " " " "
[3] " " " " " " " " "

marfat.com

عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نحوہ وقال فی اخرہ قال عبید اللہ قلت لنافع ما صنعت التطلیقۃ قال واحدۃ اعتد بہا[۱]، وعن سالم بن عبد اللہ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن ابیہ وفیہ کان عبد اللہ طلقہا تطلیقۃ فحسبت من طلاقہا وراجعہا عبد اللہ کما امرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[۲]، وفی لفظ اخر قال قال ابن عمر فراجعتہا وحسبت لہا التطلیقۃ التی طلقتہا[۳]، وعن ابن سیرین عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہ امران یراجعہا قال قلت افحسبت علیہ، قال فمہ اوان عجز واستحمق[۴]، وعن انس بن سیرین قال قلت فاعتددت بتلک التطلیقۃ التی طلقت وھی حائض، قال مالی لا اعتد بہا وان کنت عجزت[۵] واستحمقت بلکہ عبدالحق اشبیلی در احکام، وبیہقی در سنن از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کردند ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ھی واحدۃ[۶] اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با حدیث کریم۔

میں فرمایا تو بتا اگر وہ رجوع کئے بغیر عاجز ہو جائے یا حماقت کرے یعنی رجوع نہ کرے تو کیا طلاق نہ ہوگی، اور سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن عمر سے راوی ہیں کہ میں نے اسے ایک طلاق شمار کیا۔ اور صحیح مسلم میں عبید اللہ، نافع سے، اور وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی کی مثل روایت کی اور اس کے آخر میں ہے کہ عبید اللہ نے کہا کہ میں نے نافع کو کہا کہ تو نے اس طلاق کو کیا خیال کیا، تو انھوں نے کہا میں نے اسے ایک شمار کیا۔ اور سالم عبداللہ سے انھوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے اور اس روایت میں ہے کہ عبداللہ نے بیوی کو ایک طلاق دی تو میں نے اس کو طلاق شمار کیا اور اس نے رجوع کرلیا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے فرمایا۔ اور دوسرے الفاظ میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا اور میں نے جو طلاق دی اس کو میں نے ایک طلاق شمار کیا، اور ابن سیرین، یونس بن جبیر سے وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ فرمایا کہ رجوع کرنے کا حکم فرمایا، میں نے پوچھا کہ یہ طلاق شمار ہوگی؟ تو فرمایا اور کیا۔ رجوع سے عاجز ہو جائے یا حماقت کرتے ہوئے رجوع نہ کرے تو کیا طلاق نہ ہوگی،

۱ و ۲ و ۳ صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۶
۴ صحیح مسلم " " " " " ۱/۴۷۷
۵ " " " " " "
۶ السنن الکبری باب ما جاء فی طلاق السنۃ وطلاق البدعۃ دار صادر بیروت ۷/۳۲۴

marfat.com

انس بن سیرین سے مروی ہے انھوں نے کہا کیا آپ نے وہ طلاق شمار کی جو حالتِ حیض میں آپ نے دی ہے تو انھوں نے مجھے فرمایا شمار نہ کرنے کی وجہ کیا ہو سکتی، اگر میں عاجز ہو جاؤں یا حماقت کروں تو کیا نہ ہو گی، جبکہ عبدالحق اشبیلی نے احکام میں اور بیہقی نے سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا یہ ایک طلاق ہے، یہ ہے دیوبندی تعلیم کی حدیث کی مخالفت۔

بست وسوم قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره[1]۔ در تفسیر جلالین ست فان طلقها الزوج بعد الثنتین[2] در جمل فرمود ای سواء کان قد راجعها ام لا[3] این حکم کہ اطلاق آیت مراد و متناول ست ہیچکس از علمائے اُمّت را در و خلاف نیست کتبِ فقہ بلا خلاف مطلقاً ثلاث را مثبت حرمت غلیظہ گویند و زنہار در ہیچ کتابے بُوئے ازیں وسوسہ نجسہ نیست کہ بعد رجعت طلاق اول در حساب نمی ماند و شوھر از سر سہ طلاق را مالک می شود عباراتِ ھزار در ہزار بر بطلان ایں ضلالت شاہد ست تنبیہ غافل و تعلیم جاہل را ہمیں مسئلہ دوارہ در کتب بسند ست کہ در کنز الدقائق و بحر الرائق فرمودند (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة فی بطون

بست وسوم اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر خاوند تیسری طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہو گی تا وقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کر لے۔ تفسیر جلالین میں ہے اگر خاوند دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق دے۔ اور تفسیر جمل میں مزید ہے کہ رجوع کر چکا ہو یا نہ۔ مطلب یہ ہے کہ تیسری طلاق کا یہ حکم مطلق ہے ہر صورت کو شامل ہے۔ اس میں عُلمائے اُمت میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ کتب فقہ بھی بلا اختلاف تین طلاقوں کو مطلقاً حرمتِ غلیظہ کے لئے مثبت بیان کرتی ہیں، اور ہرگز کسی کتاب میں بھی اس پلید وسوسہ کی بُو تک نہیں ہے کہ رجوع کے بعد پہلے دی ہوئی طلاق کالعدم ہو جاتی ہے اور خاوند نئے سرے سے پُوری تین طلاقوں کا مالک ہو جاتا ہے، اور ہزار ہا عبارات اس گمراہی کے بطلان پر شاہد ہیں، غافل کی تنبیہ اور جاہل کی تعلیم کے لئے اس مسئلہ کا تمام کُتب میں دائر ہونا کافی سند ہے۔ کنز الدقائق اور بحر الرائق میں فرماتے ہیں کہ "خاوند نے کہا جب بھی

---

[1] القرآن ۲ / ۲۳۰

[2] تفسیر جلالین تحت الطلاق مرتان ملک سراج دین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۳۵

[3] تفسیر جمل (الفتوحات الالٰہیہ) تحت الطلاق مرتان مصطفیٰ البابی مصر ۱/۱۸۵

marfat.com

فالولد الثانی و الثالث رجعة) لوقوع الطلاق بالاول و تثبت الرجعة بالثانی والثالث ویقع بکل طلقة اخری فتحرم حرمة غلیظة[1] ، در تبیین الحقائق فرمود لانہا بولادة الاول وقع علیہا الطلاق ثم اذا جاءت بولد اٰخر من بطن اٰخر علم انہ من علوق حادث فتثبت بہ الرجعة وتقع طلقة اخری بولادتہ ثم اذا جاءت بالثالث تبین انہ کان راجعہا بوقوع الثانیة لما قلنا وتقع طلقة ثالثة بولادتہ فتحرم علیہ حرمة غلیظة[2] اھ مختصرا ، در شرح[3] مسکین فرمود (فالولد الثانی) یصیر بہ مراجعا فی الطلاق الاول (و الثالث) یصیر فی الطلاق الثانی (رجعة) ویقع الطلاق الثالث بولادة الولد الثالث ولا سبیل الی الرجعة[3] ، در تنویر[5] الابصار و در مختار[6] فرمودند فی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلث بطون

تُو بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے ، اس کے بعد بیوی نے نئے نئے حمل پر تین بچے جنے ، تو دوسرا بچہ اور تیسرا بچہ پہلی اور دُوسری طلاق سے رجوع قرار پائے گا ، اس لئے کہ پہلے بچّہ سے جو طلاق ہوئی اس سے دوسرے بچّے کی وجہ سے رجوع ہُوا ، اور یونہی دوسرے بچّے سے جو طلاق ہوئی اس سے تیسرے بچّے کی وجہ سے رجوع ثابت ہُوا جبکہ تیسرے سے جو طلاق ہُوئی وہ تیسری طلاق ہے جس سے حُرمتِ غلیظہ ہوگئی ، تبیین الحقائق میں فرمایا : یہ اس لئے کہ جب پہلے بچّے کی وجہ سے طلاق ہُوئی پھر جب اس کے بعد نئے حمل سے دوسرا بچّہ پیدا ہُوا تو معلوم ہُوا کہ یہ نئے نطفہ سے پیدا ہوا ہے جس سے رجوع ثابت ہُوا اور دُوسری طلاق ہوگئی ، پھر جب تیسرا بچّہ پیدا ہُوا تو اس بیان مذکور سے دوسری طلاق سے بھی رجوع ثابت ہُوا اور تیسری طلاق ہوگئی اور بیوی حرمتِ غلیظہ کے طور پر حرام ہوگئی اھ ، اور شرح مُلّا مسکین میں فرمایا کہ دوسرے بچّے کی پیدائش سے پہلی طلاق سے اور تیسرے بچّے کی پیدائش سے دوسری طلاق سے رجوع ہُوا اور تیسری طلاق ہوگئی جس کے بعد رجوع کے لئے چارہ نہ رہا ۔ تنویر الابصار اور درمختار میں ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا کہ تُو جب بھی بچّہ جنے تو تجھے طلاق ہے ، تو اس نے تین حمل کے ساتھ تین بچّے جنے تو تین طلاق

---

[1] بحر الرائق باب الرجعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۵۵
[2] تبیین الحقائق المکتبة الامیریہ بولاق مصر ۲/ ۲۵۶
[3] شرح کنز لملا مسکین علی حاشیة فتح المعین باب الرجعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۹

marfat.com

تقع الثلاث والولد الثانی رجعة فی الطلاق الاول، وتطلق بہ ثانیا کالولد الثالث، فانہ رجعة فی الثانی وتطلق بہ ثلثا عملا بکلما[1]، درغرر و درر[2] فرمود لو قال (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة ببطون یقع) طلقات (ثلاث و) الولد (الثانی والثالث رجعة) درملتقی الابحر ومجمع الانہر فرمودند (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة فی بطون فالثانی والثالث رجعة و تتم) الطلقات (الثلث بولادة الثالث) فتحتاج الی زوج اٰخر[3]، دروقایہ و شرح اش فرمودند فی کلما ولدت فولدت ثلثة ببطون تقع الثلث والولد الثانی رجعة کالثالث[4]، و درغایة البیان و ذخیرة العقبٰی فرمودند اعلم انہا تطلق ثلثا ویثبت نسب الاولاد من الزوج وعلیہا العدة بثلث حیض بعد ولادة الولد الثالث[5]، دراصلاح وایضاح

ہوجائیں گی۔ یُوں کہ دوسرا بچہ پہلی طلاق سے اور تیسرا بچہ دُوسری طلاق رجوع قرار پائے گا اور تین طلاقیں کلما کہنے کی وجہ سے ہوجائیں گی۔ غرر اور درر میں فرمایا کہ جب بیوی کو کہا کہ تُو جب بھی بچہ جنے تجھے طلاق ہے، تو اس نے ہر بار نئے حمل سے تین بچے جنے تو تین طلاقیں ہوجائیں گی، اور دوسرا اور تیسرا بچہ رجوع ثابت کرے گا۔ ملتقی الابحر اور مجمع الانہر میں فرمایا، بیوی کو کہا، جب بھی تُو بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے تو اس نے مختلف حملوں میں تین بچے جنے تو دُوسرا اور تیسرا بچہ رجعت ثابت کریں گے اور تین طلاقیں مکمل ہوجائیں گی، تیسرے بچے کے بعد دُوسرے شخص سے نکاح کی ضرورت ہوگی۔ وقایہ اور اس کی شرح میں ہے، جب بھی بچہ جنے، کہنے پر، تین مختلف حملوں میں تین بچے جننے پر بیوی کو تین طلاقیں ہوجائیں گی اور دوسرا بچہ پہلی طلاق سے جیسا کہ تیسرا دوسری طلاق سے رجوع ثابت ہوگا۔ غایۃ البیان اور ذخیرۃ العقبٰی میں فرمایا کہ یاد رکھو مذکورہ صورت میں تین طلاقیں ہوجائیں گی اور تینوں بچوں کے نسب اس خاوند سے ثابت ہوں گے اور بیوی پر تیسرے بچے کی ولادت کے بعد عدّت تین حیض ہوگی۔

---

[1] درمختار — باب الرجعة — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۳۹
[2] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام — باب الرجعة — مطبعہ احمد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت — ۱/۳۸۶
[3] ملتقی الابحر و مجمع الانہر — " — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۱/۴۳۷
[4] شرح الوقایہ — " — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۱۱۶
[5] ذخیرۃ العقبٰی — " — مطبع نولکشور کانپور — ۲/۲۱۳

marfat.com

فرمودند فی کلما ولدت فولدت ثلثة ببطون
یقع ثلث والولد الثانی رجعة
کالثالث[1] امام اجل صدر شہید در شرح جامع[17] صغیر
امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمود لما ولدت الولد
الثالث صار مراجعا ایضا بالوطی بعد الطلاق
ووقع اخر بالولادة ولا رجعة بعد ذلك
لانہ تم الثلاث[2] در خزانۃ[18] المفتین برمز اختیار[19]
شرح مختار[20] فرمود یقع ثلاث والولد الثانی
رجعة کالثالث[3] اینست مخالفت تعلیم دیوبندی
با ائمۂ امت ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی
العظیم۔

اصلاح والیضاح میں فرمایا کہ جب بھی تو بچہ جنے تو تجھے
طلاق، کہنے پر جب تین بچے یکے بعد دیگرے حمل سے
پیدا ہوجائیں تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور
دوسرا بچہ رجوع ثابت ہوگا جیسا کہ تیسرا بچہ
دوسری طلاق سے رجوع ثابت ہوگا۔ امام اجل
صدر شہید نے امام محمد کی جامع[17] صغیر کی شرح میں فرمایا
کہ مذکورہ صورت میں جب تیسرا بچہ جنا تو دوسرے
بچے کی طرح یہ بھی طلاق سے وطی کے بعد رجوع ثابت
ہوگا، اور تیسرے بچے کی ولادت سے آخری طلاق
ہوجائیگی جس کے بعد رجوع نہ ہوسکے گا کیونکہ تین طلاقیں
مکمل ہوگئیں۔ خزانۃ[18] المفتین میں اختیار[19] شرح مختار[20] کی
علامت سے بیان فرمایا کہ مذکورہ صورت میں تین طلاقیں ہوجائیں گی اور دوسرا بچہ پہلی طلاق سے جس طرح
تیسرا دوسری طلاق سے رجعت ثابت ہوگا۔ یہ ہے دیوبندی تعلیم ائمۂ امت کے مخالف۔ ولاحول ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم۔

بست و چہارم ازغایت غباوت وغوایت
اوست قول او چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح
کند بعدہ ایضا طلاق دہد طلاقین اولین باطل شوند و
بعد تجدید نکاح اگر طلاق دہد آں در حساب کردہ آید
نہ طلاق قبل تجدید نکاح ہمچنیں بعد رجعت اول طلاق
باطل است آفریں باو چہ خوش اصوات خارجہ از
سوراخ فم اوست کہ دہن از آواز پُر و ذہن از معنی

بست و چہارم اس کی انتہائی غباوت اور
گمراہی اس کا یہ کہنا ہے کہ "جس طرح طلاقِ بائنہ
کے بعد دوبارہ نکاح کرے تو اس کے بعد بھی طلاق
دے دے تو پہلی دو طلاقیں کالعدم ہوجاتی ہیں اور
دوبارہ نکاح کے بعد اگر طلاق دے تو وہ حساب میں
آئے گی اور دوبارہ نکاح سے پہلے دی ہوئی شمار نہ ہوگی
اسی طرح رجوع کے بعد پہلی طلاق کالعدم ہوجاتی ہے"

---

[1] اصلاح و ایضاح
[2] حاشیہ علی الجامع الصغیر بحوالہ الصدر الشہید باب الرجعۃ مکتبۃ الیوسفی لکھنؤ ص ۵۹
[3] خزانۃ المفتین فصل فی الرجعۃ قلمی نسخہ ۱/۱۳۶

marfat.com

تھی، ویچارہ چہ کند کہ ہنوز ازیں نوعروساں منصّۂ دیوبندیت را با مطلب ومعنی جفت نکردہ اند ، کدام دو طلاق پیشین ست کہ بطلاق بائن بعد تجدید نکاح باطل می شود وچوں طلاق قبل تجدید نکاح نزد تو خود در حساب نیست بطلانش برطلاق بائن بعد تجدید چہ موقوف باشد واگر از کسے شنیدہ است کہ بائن بہ بائن لاحق نشود ایں خود عام نیست باز عدم لحوق بطلان اول را چرا موجب شود باز مبنائش حمل بر اخبار ست در رجعی بعد رجعت او راچہ کار است باز اگر باشد بطلان یکے باشد نہ ہر دو وبقطع نظر از جملہ وجوہ امر جامع میان رجعت بعد رجعی وطلاق بائن بعد تجدید نکاح بعد بائن چیست مگر آنکہ بدعقلی وکج فہمی لائق نجدیت و تعلیم دیوبندی است ۔

اس پر آفرین کہ مُنہ کے سوراخ سے کیا اچھی آواز نکال رہا ہے ، اس کا منہ آواز سے پُر اور ذہن فہم سے خالی ہے ، یہ بیچارہ کیا کرے کہ ابھی دیوبندیت کی نئی نویلی دلہن سے مطلب ومعنیٰ میں جفتی نہیں ہے ، کون سی دو طلاقیں پہلے ہیں جو طلاق بائنہ کے بعد دوبارہ نکاح سے کالعدم ہو جاتی ہیں ۔ جب تیرے ہاں دوبارہ نکاح سے قبل والی طلاق کالعدم ہو جاتی ہے تو اس کا کالعدم ہونا دوبارہ نکاح سے طلاق بائنہ پر کیونکر موقوف ہوگا، اگر کسی سے یہ سُن لیا ہے کہ بائنہ کے بعد بائنہ لاحق نہیں ہوسکتی تو یہ عام قاعدہ نہیں ہے، تو پھر پہلی طلاق کو بطلان کے لاحق ہونے کی وجہ کیسے ہوا ، پھر اسکا مبنیٰ اخبار ہونا ہے تو رجعی طلاق کے بعد رجوع سے کیا تعلق ہے ، پھر اگر ہو بھی تو ایک کا بطلان ہونا چاہئے نہ کہ دو کا ، اور ان تمام وجوہ سے قطع نظر، رجعی کے بعد اور بائنہ طلاق کے بعد دوبارہ رجوع کے بعد بائنہ میں کون سا جامع امر ہے ، اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ نجدیت کی بدعقلی اور کج فہمی اور دیوبندی تعلیم ہے ۔

بست وپنجم از استنادش بمسئلہ درمختار طلقها رجعیا فجعله بائنا او ثلثا[1] مع عبارت ردالمحتار وطحطاوی لانه بعدها یبطل عمل الطلاق[2] چہ جائے شکوے کہ ہمچو مدہوشاں وبیہوشاں در بطلان طلاق وبطلان عمل اگر فرق نکنند سزائے ایشاں فاما ہر مسلم عاقل را مسلم ومعقول ست کہ برجعت عمل طلاق مرتفع می شود نہ آنکہ طلاق کردہ ناکردہ گردد و از

بست وپنجم درمختار کے مسئلہ، کہ رجعی طلاق دے کر اس کو بائنہ یا تین کرنا ، اس کے ساتھ ردالمحتار اور طحطاوی کی عبارت کہ اس لئے کہ اس کے بعد طلاق کا عمل باطل ہو جاتا ہے، کو دلیل بنانا ، ان مدہوش اور بیہوش لوگوں کا جو بطلانِ طلاق اور بطلانِ عمل میں فرق کر نہ سکیں ، کیا شکوہ کیا جائے ، یہ انہی کو لائق ہے، لیکن ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ رجوع سے طلاق کا

۱؎ درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۵
۲؎ ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۸

marfat.com

صفحۂ واقع ارتفاع پزیرد مسئلہ رابنہایت ایضاح اتضاح دادہ ایم بیش ازیں اطالت درکار نیست۔

بالجملہ حکم ہماں ست کہ زن احمد علی سہ طلاقہ شد و بے تحلیل بہ تحلیل مجتہدانِ دیوبندی حلال نشود بلکہ ایناں کہ بدعت زالغۂ بطلان طلاقہائے پیشین برجعت پس درشرع و دین نہادند الحق کہ بتحلیل حرام قطعی لب کشادند او برحکم فقہی کفرے ست حتمی۔ زنِ احمد علی بتحلیل ایناں حلال نشد مگر ترسند کہ ہما زناں ایناں بحکم فقہ برایناں حرام شدند ہمچو کساں را باید کہ بتجدیدِ اسلام و نکاح پرو ازند و حرام خدا را برائے حطامِ دُنیا حلال نسازند و باللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔

عمل ختم ہوجاتا ہے نہ کہ طلاق ختم ہوجاتی ہے اور کالعدم ہوجاتی ہے۔ ہم نے مسئلہ کو مفصل طور پر واضح کردیا ہے اس سے زائد طوالت کی ضرورت نہیں ہے۔

بالجملہ حاصل کلام یہ ہے کہ زیرِ بحث مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ احمد علی کی بیوی کو تین طلاقیں ہوچکی ہیں، دیوبندی مجتہدین کے حلال کرنیکے باوجود بغیر حلالہ حلال نہ ہوگی، بلکہ یہ کہ "بعدوالی رجعت سے پہلی طلاقیں کالعدم ہوجاتی ہیں"، یہ ان کی دین اور شریعت میں نئی بدعت ہے۔ حق یہ ہے کہ حرام قطعی کو انھوں نے حلال کہہ دیا ہے جو نہ فقہی حکم کے مطابق قطعی کفر ہے۔ احمد علی کی بیوی ان کے حلال کرنے سے حلال نہ ہوگی مگر ان کو یہ فکر کرنی چاہیئے کہ فقہی حکم کے مطابق ان کی بیویاں ان پر حرام ہوچکی ہیں، ان سب کو چاہئے کہ وہ خود تجدیدِ اسلام اور تجدیدِ نکاح کریں، اور اللہ تعالےٰ کے حرام کردہ کو دنیاوی ایندھن کی خاطر حلال نہ کریں، و باللہ التوفیق، واللہ تعالےٰ اعلم۔ (ت) (رسالہ ختم ہُوا)

مسئلہ ۱۱ ازجام جودھ ملک کاٹھیاواڑ جماعت اہلسنّت وجماعت مرسلہ آدم بن احمد صاحب ۱۱ شعبان ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک چھوٹی سی بستی میں ایک عالم مدت دس پندرہ سال سے وعظ بیان کرتا تھا ہمیشہ چند لوگ اس عالم کی گلہ وغیبت کیا کرتے تھے اتفاقاً ایک روز ناٹک والے لوگوں کی فاسق کمپنی آئی اور چند مسلمان اس چھوٹی بستی کے اس تماشے میں داخل ہُوئے اور اس اثناء میں ایک سیّد کے مکان پر وعظ کی محفل منعقد ہُوئی چند لوگ ناٹک کے تماشاگر بھی اس محفل میں شریک تھے، واعظ صاحب کی نظر جب اُن فاسقوں پر پڑی تو وعظ میں بہت لعن طعن کئے، فجر کو فاسقوں منافقوں نے غل مچایا، فساد و دنگا کرنے کی باتیں کیں، ایک شخص نے ان لوگوں کی طرف سے اُن کو کہا کہ تم نے رات کو جو وعظ کیا سوچند آدمی آپ سے البتہ فساد کریں گے اور آپ کو فقط نماز روزہ کا وعظ کرنا چاہیئے ورنہ ہمیشہ فساد ہُوا کرے گا، کبھی دنگا اس کام سے نہ مٹے گا، پس واعظ کو غصہ آیا تو یہ لفظ عین غضب میں مُنہ سے نکالا کہ جو کوئی اس بستی میں

marfat.com

وعظ کرے اس کی جورو پر طلاق ہے جو کوئی اس بستی میں وعظ کرے خود کی نیت کی تھی لیکن تین یا دو کا لفظ مُنہ سے نہ نکلا اور تین کی نیت نہ تھی، اور وُہ مسلمان لوگ سب مل کر واعظ کے پاس عاجزی سے کہتے ہیں کہ تم وعظ کرو، پس واعظ کہتا ہے کہ اگر میں وعظ کروں تو میری زوجہ مطلقہ ہوتی ہے میں ہرگز وعظ نہ کروں گا، پس ان الفاظ سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں، اور کون سی طلاق بائن یا کیا، اور وعظ وہ کرے یا نہیں، اور جب وعظ کرے تو بائن واقع ہونے سے کیا کرے، اور اگر اور قسم کی طلاقیں واقع ہوتی ہیں تو ان کا بھی خلاصہ لکھنا، کل مسلمان اہلسنت وجماعت آپ کے جواب کے منتظر ہیں ان الفاظ میں اگر نیت ثلاثہ کی کی ہو تو کیا ثلاثہ واقع ہوں گی یا نہیں، والسلام۔

الجواب

واعظ کو نہ چاہئے کہ طلاق کی قسم کھاتا کہ شرعًا ناپسندیدہ ہے یہاں تک کہ حدیث میں آیا:

ما حلف بالطلاق مومن وما استحلف به الا منافق۔[1] رواه ابن عساکر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا اور طلاق کی قسم نہیں لیتا مگر منافق۔ اس کو ابن عساکر نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اب کہ کہہ چکا ضرور وہاں وعظ کہنے سے عورت پر ایک طلاق رجعی ہوگی کہ عدّت کے اندر رجعت کر لینے سے بدستور وہ اس کی زوجہ رہے گی۔ درمختار میں ہے:

جماعة یتحدثون فی مجلس فقال رجل منهم من تکلم بعد هذا فامرأته طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأته لان کلمة من للتعمیم والحالف لا یخرج نفسه عن الیمین فیحنث۔[2]

ایک جماعت مجلس میں باتیں کر رہی تھی کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس کے بعد جو بھی بات کرے اس کی بیوی کو طلاق، پھر خود قسم کھانیوالے نے بات کر لی، تو اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی، کیونکہ "جو بھی" کا لفظ عام ہے تو حلف اٹھانے والے کو بھی شامل ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو خارج نہیں کیا اس لئے اس کی قسم ٹوٹ گئی۔ (ت)

ہاں اگر اس قول میں تین طلاقوں کی نیت کی تھی تو تین پڑیں گی اور عورت بے حلالہ نکاح میں نہ آسکے گی۔ درمختار میں ہے:

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن انس حدیث ۴۶۳۴۰ کتاب الیمین من قسم الاقوال موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۶۸۹
[2] درمختار باب طلاق غیر المدخول بہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۴

marfat.com

فی انت الطلاق یقع واحدۃ رجعیۃ ان لم ینوشیئا اونوی واحدۃ او اثنین لانہ صریح مصدر لایحتمل العدد فان نوی ثلثا فثلث لانہ فرد حکمی[1]، ملخصًا۔

"تُوطلاق ہے" کے لفظ سے ایک طلاق رجعی ہوگی، ایک کی یا دو طلاقوں کی یا کوئی نیت نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ طلاق مصدر صریح ہے اس میں عدد کی گنجائش نہیں، اور اگر کہنے والے نے اس لفظ سے تین طلاقوں کی نیّت کی ہو تو تین ہوں گی کیونکہ طلاق میں تین کل جنس ہونے کی وجہ سے حکمی فرد بن گیا، ملخصًا (ت)

رہا یہ کہ اب وہاں وعظ کرے یا نہیں، اگر وہ وعظ اللہ عزّوجل کے لئے کرتا ہے اور طلبِ مال یا اپنی شہرت و ریاست مقصود نہیں اور اس کا وعظ مطابقِ شرع ہے، اتنا علمِ دین کافی و وافی رکھتا ہے جس سے اُسے وعظ کی اجازت ہو، جب تو ظاہر ہے کہ ایسے بندۂ خدا ہادیِ راہِ ہُدیٰ کا وعظ کہنا ہی اس کے اور اُن مسلمانوں کے سب کے حق میں بہتر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منہا فلیات الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ[2]۔ رواہ الائمۃ احمد و مسلم و الترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کسی بات پر قسم کھالے پھر دیکھے کہ اُس قسم کا خلاف بہتر ہے تو وہی بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ دے لے (اس کو امام احمد، مسلم اور ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بات کم ہے مثلاً علمِ دین کافی نہیں یا کسی غرضِ فاسد یا عقیدۂ فاسدہ کے باعث وعظ خلافِ شرع کہے جب تو ظاہر کہ اس کا وعظ اُس کے اور مسلمانوں سب کے حق میں بُرا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن لغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار[3]۔ رواہ الترمذی وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جس نے بغیر علم قرآن کا مطلب بیان کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنائے۔ اس کو ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔ (ت)

اور اگر مال یا شہرت مقصود ہے تو اگرچہ مسلمانوں کے لئے اُس کا وعظ مفید ہو خود اس کے حق میں سخت

---

[1] درمختار | باب الصریح | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۱۹
[2] مسند احمد بن حنبل | دارالمعرفۃ بیروت | ۴/ ۲۵۸
[3] جامع ترمذی | باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ | امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی | ۲/ ۱۱۹

مضر ہے، علماء فرماتے ہیں ایسی اغراض کے لئے وعظ ضلالت اور یہود ونصارٰی کی سنّت ہے۔ درمختار میں ہے،

التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیھود والنصارٰی[1]

منبر پر وعظ ونصیحت کرنا انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی سنّت ہے۔ اپنی بڑائی، مال یا اپنی مقبولیت کے لئے وعظ کہنا یہود ونصارٰی کی گمراہی جیسے ہے۔ (ت)

صورتِ ثانیہ میں اسے وعظ کی اجازت ہی نہیں، نہ کہ ایسی حالت میں کہ اُس کے سبب عورت پر طلاق ہوگی اور طلاق اللہ عزّوجل کو بلاوجہ شرعی سخت ناپسند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق[2]۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وفی لفظ للحاکم بسند صحیح عنہ موصولا ولابی داؤد عن محارب بن دثار مرسلا ما احل اللہ شیئا ابغض الیہ من الطلاق[3]

اللہ تعالیٰ کے ہاں [illegible] طلاق ہے۔ اس کو [illegible] اور ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما [illegible] دوسرے الفاظ میں عبداللہ بن عمر ہی سے حاکم نے صحیح سند کے ساتھ موصولاً روایت کیا، ابوداؤد نے محارب بن دثار رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرسلاً یوں روایت کی ہے: اللہ تعالٰی کی حلال کردہ چیزوں میں سے طلاق اللہ تعالٰی کے ہاں زیادہ ناپسند ہے۔ (ت)

اور اگر صورت صورتِ اولٰی ہے جس میں وعظ کہنا اُس کے حق میں بہتر ہے تو وعظ کہے اور عورت کو رجعت کرلے، اور اگر تین طلاق کی نیت کی تھی تو اگر چاہے تو یہ حیلہ ممکن ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے جب عدّت گزر جائے اور عورت نکاح سے نکل جائے اس وقت وعظ کہے پھر عورت سے نکاح کرلے اور وعظ کہتا رہے طلاق نہ پڑے گی،

لانہ لما ابانھا وانقضت العدۃ لم تبق محلا للطلاق فاذا حنث بعدہ

کیونکہ جب بیوی کو بائنہ کردیا اور عدّت گزر گئی تو اب وہ طلاق کا محل نہ رہی، اب اس کے بعد قسم ٹوٹنے

---

[1] درمختار | فصل فی البیع | کتاب الحظر والاباحۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۲۵۳

[2] سُنن ابوداؤد | باب فی کراہیۃ الطلاق | آفتاب عالم پریس لاہور | ۱/ ۲۹۶

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

marfat.com

نزل الجزاء المعلق ولم یصادف محلا فمضی هملا وقد انتھی الیمین لعدم مایدل علی التکرار فاذا تزوجھا بعد وعظ لم یحنث۔

کی وجہ سے معلق شدہ جزاء وارد ہوگی تو اس وقت محل نہ ہونے کی وجہ سے مہمل ہوجائے گی اور قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ اس میں تکرار والی کوئی بات نہیں، اور اب وعظ کرلے اور اس کے بعد دوبارہ نکاح کرلے تو حنث نہ ہوگا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملك طلقت والالا فحیلة من علق الثلاث بدخول الدار ان یطلقھا واحدة ثم بعد العدة تدخلھا فتنحل الیمین فینکحھا۔[1]

مطلقاً شرط پائے جانے کے بعد قسم ٹوٹ جاتی ہے لیکن وُہ شرط اگر ملکیتِ نکاح میں پائی جائے تو طلاق ہوجائیگی ورنہ نہیں، تو جس نے تین طلاقوں کو دخولِ دار کی شرط سے معلق کیا ہو اس کے لئے حیلہ یہ ہے کہ بیوی کو ایک طلاق دے دے جب اس کی عدت ختم ہوجائے تو عدت کے بعد عورت دخولِ دار کرلے اب قسم ٹوٹ کر ختم ہوجائے گی پھر وہ عورت سے نکاح کرلے۔ (ت)

مگر یہ صورت دقت سے خالی نہیں بعد انقضاءِ عدت عورت خود مختار ہوجائے گی اور اگر وُہ اس سے نکاح نہ کرے تو اسے اس پر جبر کا کوئی اختیار نہیں۔ یُونہی یہ سب صُورتیں اس تقدیر پر ہیں کہ اس سے پہلے کبھی اس عورت کو دو طلاقیں مجموع خواہ متفرق نہ دے چکا ہو ورنہ وعظ کہتے ہی یا قبل وعظ ایک طلاق دیتے ہی فوراً تین طلاقیں ہوجائیں گی اور اب سوا حلالہ کے کوئی علاج نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲ از ریاست رامپور محلہ باجوری ٹولہ متصل زیارت حافظ جمال اللہ صاحب مرسلہ محمد ضمیر خاں صاحب ۵ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو سے اس کی بیوی نے طلاق طلب کی۔ عمرو نے یہ کہا کہ تُو مہر بخش دے تو تین طلاق دُوں گا۔ عورت نے یہ کہا اگر تم مجھے طلاق دے دو تو میں نے مہر بخش دیا۔ عورت نے تین مرتبہ یہ کہا کہ اگر میرا شوہر مجھے طلاق دے تو میں نے مہر بخش دیا۔ پھر عمرو نے دو مرتبہ یہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ اس واقعہ کو قریب ایک ہفتہ کے ہُوا اور یہ واقعہ درمیان شوہر اور بیوی کے غصّہ کی حالت میں ہُوا، آیا طلاق ہُوئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۱

marfat.com

الجواب

اگر عورت مدخولہ ہے دو طلاقیں ہوگئیں مگر جب تک عدت نہ گزرے رجعت کرسکتا ہے، مثلاً زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی اگر اس سے پہلے کبھی کوئی طلاق نہ دے چکا ہو۔ اور اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق بائن پڑی اور عورت نکاح سے نکل گئی، مگر اُس کی رضا کے ساتھ عدت میں خواہ عدت کے بعد اُس سے نکاح کرسکتا ہے۔ رہا مہر وہ کسی حالت میں ساقط نہ ہوا بدستور باقی ہے۔ بزازیہ کتاب البیوع میں ہے:

تعلیق الھبۃ بکلمۃ ان باطل[1] — ہبہ کو کسی شرط سے معلق کرنا باطل ہے (ت)

اشباہ میں ہے:

تعلیق التملیکات بالشرط باطل کالبیع والشراء والھبۃ والابراء[2] (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم۔ — بیع وشراء، ہبہ اور حق کی وصولی سے کسی کو بری کرنا جیسی چیزوں کی تملیک کو کسی شرط سے معلق کرنا باطل ہے (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳: از ریاست رامپور سررشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سررشتہ ۲۰ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا نصف مہر یعنی پانسو روپے اگر بوقت طلب زوجہ ہندہ ادا نہ کروں تو ہندہ پر سہ طلاق ہیں اب بعد نکاح کے ہندہ نے زید سے نصف مہر طلب کیا زید نے اس وقت روپیہ مذکور ادا نہ کیا اس صورت میں ہندہ پر سہ طلاق ہوئیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر عقد نکاح میں ایجاب یعنی ابتدائے کلام بشرط مذکور جانب زید سے ہو مثلاً زید نے ہندہ سے کہا میں تجھے بعوض ہزار روپے مہر کے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ اگر نصف مہر تیری طلب کے وقت ادا نہ کروں تو تجھ پر تین طلاق، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا، تو صورت مستفسرہ میں اگر زید نے ہنگام طلب نصف مہر ادا نہ کیا ہندہ پر اصلاً طلاق نہ ہوئی، اور اگر ابتدائے عقد جانب ہندہ سے تھی خواہ شرط کلام ہندہ میں مذکور ہو، مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا اگر تو نصف مہر الخ، زید نے کہا میں نے

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علٰی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ کتاب البیوع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۲۵

[2] الاشباہ والنظائر القول فی الشرط والتعلیق ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۲۶، ۲۲۵

marfat.com

قبول کیا یا کلام زید میں ہو مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنی جان تیری زوجیت میں دی، زید نے کہا میں نے قبول کی اس شرط پر کہ اگر نصف مہر الخ یا ابتدائے ایجاب تو جانب زید سے تھی مگر شرط ہندہ نے قبول میں ذکر کی اور زید نے منظور کر لی، مثلاً زید نے کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت میں لیا، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر تو نصف مہر الخ، زید نے کہا مجھے منظور ہے، تو ان صورتوں میں جب نصف مہر عند الطلب ادا نہ کیا ہندہ پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں والفرق نفیس حسن بیناہ فی فتاوٰنا (اور یہ فرق نفیس خوب ہے، اس کو ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) یہ مسئلہ خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وبحرالرائق وہندیہ وردالمحتار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴ از بنگالہ ضلع پاپنا ڈاکخانہ سراج گنج موضع قاضی پور مرسلہ اُمید علی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۱۸ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ھذہ المسئلۃ (اے علمائے کرام! اللہ تعالٰی آپ پر رحمت فرمائے، آپ کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے۔ ت) کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے کہا کلما دخلت الدار فانت طالق (جب بھی تُو گھر میں داخل ہوگی تجھے طلاق ہے۔ ت) بعد اس کے اس نے ایک طلاق دی بعد عدت عورت نے دوسرے سے نکاح کر لیا بعدہٗ دوسرے نے بھی طلاق دے دی، بعد چند روز اوّل سے نکاح کر لیا پھر دخول دار پایا گیا اب طلاق پڑے گی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر تین بار دخول دار سے انحلال یمین یا تین طلاق تنجیزی خواہ تعلیقی خواہ مختلط سے زوال حل نہ ہو لیا تھا تو یمین ضرور باقی ہے وقوع شرط سے طلاق واقع ہوگی والتفصیل یستدعی التطویل (اس کی تفصیل کے لئے تطویل کی ضرورت ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

اعلم ان التعلیق یبطل بزوال الحل لابزوال الملك فلوعلق الثلث او مادونھا بدخول الدار ثم نجز الثلاث ثم نکحھا بعد التحلیل بطل التعلیق فلایقع بدخولھا شئ ولو کان نجز مادونھا لم یبطل فیقع المعلق کلہ واوقع محمد بقیۃ الاول وھی

معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تعلیق حلت ختم ہونے پر باطل ہوگی محض ملکیت ختم ہونے پر تعلیق ختم نہ ہوگی اگر خاوند نے تین طلاقوں یا ایک دو کو دخولِ دار سے معلق کیا ہو اور پھر اس کے بعد اس نے اس بیوی کو غیر مشروط طور پر تین طلاقیں دے دیں جس پر بیوی مذکورہ نے حلالہ شرعیہ کے بعد دوبارہ اس پہلے خاوند سے نکاح کیا تو اس دوسرے نکاح کے بعد بیوی کے گھر میں داخل ہونے پر کوئی طلاق نہ ہوگی اور تعلیق ختم ہے

marfat.com

مسألة الھدم[1] الخ۔ اور اگر مذکورہ صورت میں خاوند نے تعلیق کے بعد تین سے کم طلاقیں دی ہوں تو اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کر لینے کے بعد بھی تعلیق ختم نہ ہوگی لہذا دوبارہ پہلے خاوند سے نکاح کرنے پر دخولِ دار ہُوا تو تمام معلق طلاقیں واقع ہوجائیں گی، جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی پہلی دی ہُوئی طلاق سے بقیہ طلاقوں کو واقع مانتے ہیں ان کا یہ قول، دوسرے خاوند سے نکاح کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کرنے پر پہلی طلاقوں کے ساقط ہوجانے کے اختلافی مسئلہ پر ان کے مؤقف پر مبنی ہے الخ (ت)

اسی میں ہے :

تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلاث لاقتضائھا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء فلا یقع ان نکحھا بعد زوج اٰخر[2] الخ۔

تعلیق سے متعلق یمین، تعلیق کے باطل ہوجانے پر ختم ہوجائے گی جب ایک دفعہ شرط پائی گئی ہو، مگر لفظ "کلما" کے ساتھ کسی شرط سے تعلیق کی گئی ہو تو وُہ یمین تین طلاقوں کے بعد ختم ہوگی، کیونکہ "کلما" افعال کے عموم کو چاہتا ہے جیسا کہ "کل" عموم اسماء پر دلالت کرتا ہے، لہذا اس صورت میں تین طلاقوں کے بعد حلالہ کرنے پر پہلے خاوند سے نکاح کرے تو اب دخولِ دار سے طلاق نہ ہوگی الخ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ فلا یقع تفریع علٰی قولہ فانہ ینحل بعد الثلاث وانما لم یقع لان المحلوف علیہ طلقات ھذہ الملك وھو متناھیۃ کما مر اما لو کان الزوج الاٰخر قبل الثلاث فانہ یقع ما بقی[3]۔

ماتن کا قول "فلا یقع" اسکے اپنے قول "تین طلاقوں کے بعد یمین ختم ہوجائے گی" پر تفریع ہے، یہ اس لئے کہ حلف کا تعلق موجودہ ملکیت کی پوری طلاقوں سے ہوتا ہے اور وہ محدود ہیں اس لئے تین طلاقوں پر یمین ختم ہوجائے گی، جیساکہ گزرا ہے، اور اگر تین طلاقوں سے کم پر دوسرے خاوند کے بعد پہلے سے نکاح کرے تو اب شرط پائے جانے پر باقی ماندہ طلاقیں واقع ہوں گی۔ (ت)

اُسی میں قبیل باب التعلیق ہے :

---

[1] درمختار | باب التعلیق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۳۱

[2] " | " | " | "

[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۵۰۰

marfat.com

اذا قال کلما دخلت الدار فانت طالق فدخلتها مرتین ووقع علیها الطلاق وانقضت عدتها ثم عادت الیہ بعد زوج اٰخر فعندھما تطلق کلما دخلت الدار الی ان تبین بثلاث طلقات خلافا لمحمد کما ذکرہ الزیلعی[1] الخ وانظر ماعلقنا علی قولہ السابق۔

اگر تعلیق میں "کلما" کے ساتھ شرط بیان کرتے ہُوئے کہا جب بھی تُو گھر میں داخل ہو تجھے طلاق ہے، تو اگر دو[2] مرتبہ گھر میں دخول پایا گیا اور اس پر دو طلاقیں ہونے اور عدّت گزرنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کیا تو امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک تین مرتبہ داخلہ کے ساتھ تین طلاقیں ہوجائیں گی، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اب صرف ایک مرتبہ گھر میں داخلہ کے ساتھ ایک ہی باقیماندہ طلاق ہوگی، جیساکہ اس کو امام زیلعی نے ذکر فرمایا الخ۔ ردالمحتار کے پہلے قول پر ہمارا حاشیہ ملاحظہ کیا جائے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملك طلقت والا لا[2]۔

مطلقاً شرط پائے جانے پر یمین ختم ہوجاتی ہے اگر وُہ شرط ملکیت یعنی نکاح کے دوران پائی جائے تو طلاق ہوجائے گی ورنہ نہیں۔ (ت)

اس پر ردالمحتار میں ہے،

المحقق فی الفتح افاد فی باب التعلیق ان قولھم المعلق طلقات ھذا الملك الثلاث مقید بمادام مالکا لھا فاذا زال ملکہ لبعضھا صار المعلق ثلثا[3] اھ وانظر ماکتبت علی ھامش الفتح من ھذا القول واذا جمعت ھذہ کلھا عرفت بعون اللہ تعالٰی تفاصیل صور المسئلۃ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

فتح القدیر کے باب التعلیق میں محقق صاحب نے افادہ فرمایا کہ موجودہ ملکیت کی تین طلاقیں معلق ہوتی ہیں، اس عبارت سے انھوں نے یہ قید بیان فرمائی کہ موجودہ ملکیت جب تک باقی ہے یمین و تعلیق باقی ہے اور اگر تین میں سے بعض طلاقوں کی ملکیت ختم ہوجائے تو تین تک تعلیق رہے گی اھ، فتح القدیر کے اس قول پر میرے حاشیہ کو دیکھو، تو جب یہ تمام عبارات ملاحظہ میں آئیں تو اس مسئلہ کی تمام صورتوں کی تفصیل بعون اللہ آپ کو معلوم ہوگئی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار فصل فی المشیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۹۰
[2] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۱
[3] ردالمحتار فصل فی المشیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۹۰

marfat.com

مسئلہ ۱۵ از ہردوار مسئولہ فضل حسین

ایک شخص نے بحالتِ غصہ اپنی عورت سے یہ کہا کہ اگر تُو میرے گھر آئی تو تجھ کو طلاق ہے اور اگر میں تیرے ساتھ کوئی بات کروں (یعنی صحبت کروں) تو حرام کروں ۔ ان الفاظ سے طلاق ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور اس عورت کا نکاح دُوسرے شخص کے ساتھ کرنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے ؟

الجواب

اس کہنے کے وقت اگر عورت شوھر کے گھر کے علاوہ اور جگہ تھی تو جب شوھر کے گھر آئے گی ایک طلاق رجعی پڑے گی اور اگر اس وقت شوہر ہی کے گھر میں تھی تو جب تک یہاں رہے گی طلاق نہ ہو گی جب کہیں اور جاکر وہاں سے شوہر کے یہاں آئے گی اُس وقت طلاق پڑے گی ، اور بہر حال طلاق رجعی ہوگی ، عدت کے اندر اگر شوہر اتنا کہہ دے کہ میں نے اُسے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو وہ بدستور اُس کی زوجہ رہے گی اور اُس کا نکاح دُوسرے سے نہ ہو سکے گا ، ہاں اگر طلاق پڑے اور شوہر اُسے اپنے نکاح میں واپس نہ لے یہاں تک کہ طلاق ہونے کے بعد سے تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں تو اُس وقت عورت نکاح سے نکل جائے گی اور دوسرے سے نکاح جائز ہوگا ۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۶ از کلکتہ مرسلہ ابوالقمر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے قسمیہ اپنی منکوحہ عورت سے کہہ دیا کہ اگر بغیر عذر شرعی کے تم نے کبھی نماز نہ پڑھی تو تجھ کو میری طرف سے تین طلاقیں ہوں گی ، کیا ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک لفظ سے تین طلاقیں واقع ہوں گی چونکہ اس قسم کا سلسلہ دراز ہے جب تک زوج اور زوجہ زندہ ہیں مدام اندیشہ میں ہیں اور اس زمانہ کے لوگ سُست ہیں دین کے کاموں میں بے پروا ہو گئے ہیں ، ممکن ہے کہ کسی وقت عورت سے غفلت ہو جائے تو اُس کو طلاق پڑ جائے گی ۔ کیا کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ طلاق کے واقع ہونے سے قبل کوئی ایسا حیلہ کیا جائے کہ عورت پر طلاق نہ پڑے ۔

الجواب

چاراماموں چاروں مذہب کا اجماع ہے کہ تین طلاقیں ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک لفظ میں واقع ہو جاتی ہیں ۔

قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بانت امرأتك وعصیت ربك ان لم تتق اللہ فلم یجعل لك

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا تیری بیوی بائنہ طلاق والی ہو گئی ہے اور تو نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی ہے اگر تُو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے

marfat.com

مخرجا[1]۔ خوف نہ کرے گا تو پھر تیرے لئے اللہ تعالیٰ کوئی سبیل نہ فرمائے گا۔ (ت)

وہابی گمراہ بددین اس میں خلاف کرتے اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہیں، زید نے جبکہ ایک وقت کی نماز نہ پڑھنے پر حکم طلاق مغلظ معلق کیا جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر ہے تو عورت جب کبھی بے عذر شرعی ایک وقت کی نماز بھی چھوڑے گی فوراً اس پر تین طلاقیں ہو جائیں گی اور بے حلالہ اس کے نکاح میں نہ آسکے گی فان الجزاء ینزل عند نزول الشرط کما فی الھدایۃ وغیرھا (شرط پائے جانے پر جزاء پائی جاتی ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ ت)

اور اُس کا حیلہ ارتکاب کبیرہ بالعمد پر مشتمل ہے اور اس کا بتانا بھی حرام ہے یہ اُس معنیٰ پر ہے جس پر سوال مبنی اور اگر مراد زید اور ہے تو اُس کا اُسی سے استفسار ہو،

فان للکلام محملین اٰخرین لانذکرھما کیلایکون تعلیما والمفتی منھی عنہ بل یسأل فھواعلم بمرادہ۔ اس کلام کے دو محمل اور ہیں جن کو ہم ذکر نہیں کرتے تاکہ تعلیم نہ قرار پائے مفتی کو اس سے باز رہنے کا حکم ہے بلکہ وہ صرف سوال کرے کیونکہ مبتلا شخص اپنی مراد کو بہتر جانتا ہے۔ (ت)

اُس وقت اُس کا جواب دیا جائے، وجیز کردری وعقود الدریہ میں ہے:

احب المفتی ان لایقول یصدق دیانۃ لانہ تعلیم بل ادبہ ان یقول لایصدق[2] واللہ تعالٰی اعلم۔ مفتی کے آداب میں سے ہے کہ وُہ کسی بات پر دیانت کی تصدیق نہ کرے کیونکہ یہ مبتلاء کو تعلیم قرار پاتی ہے بلکہ ادب المفتی یہ ہے کہ وُہ کہے کہ تصدیق نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۷: از پیلی بھیت محلہ منیر خان مرسلہ مولانا عبد الاحد صاحب ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے پدر سے کسی تذکرہ میں کہا تھا کہ اگر میری بیوی فلاں مکان میں جائے گی تو میری بیوی ہی نہ رہے گی پھر اس کے چند روز بعد دُوسرے جلسے میں زید نے پدرِ ہندہ سے الفاظ مذکورہ دوبارہ پھر ادا کئے کہ ہندہ اگر فلاں مکان میں جائے گی تو میری بی بی ہی نہ رہیگی، بعد تھوڑے عرصہ کے ہندہ بلا رضامندی اپنے شوہر کے اُس مکان میں چلی گئی جس کی بابت زید دو مرتبہ دو جلسوں میں پدرِ ہندہ سے عدمِ رضامندی اپنی ظاہر کرچکا تھا اور اب عرصہ پانچ ماہ سے ہندہ اُسی مکان میں مقیم ہے،

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلث آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۹

[2] عقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ فوائد تتعلق بآداب المفتی حاجی عبد الغفار و پسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۳

پس اس صورت میں نکاح زید سے قائم رہا یا نہیں؟ اور مبادا اگر نکاحِ ہندہ زید سے نہیں قائم رہا تو کون سی طلاق ہندہ پر پڑسکتی ہے؟ اور کیا صورت رجعت کی از رُوئے شرع شریف ہوسکتی ہے؟

الجواب

اگر زید نے وُہ الفاظ دونوں بار خواہ ایک بار بہ نیت ایقاعِ طلاق کے کہے تھے یعنی یہ مطلب تھا کہ اگر وہ وہاں جائے تو اس پر طلاق ہے تو وہاں جانے سے عورت پر ایک طلاق بائن ہوگی نکاح سے نکل گئی رجعت نہیں کرسکتا، ہاں عورت کی رضا سے دوبارہ اُس سے نکاح کرسکتا ہے عدت میں خواہ عدت کے بعد، بہرحال حلالہ کی حاجت نہیں اگرچہ لفظ مذکور تین بار کہا ہو اور اگر کسی بار اُس سے نیت طلاق بمعنی مذکور نہ تھی تو عورت کا وہاں جانے سے کچھ نہ ہُوا اور وُہ بدستور اس کی زوجہ ہے، رہا یہ کہ نیت تھی یا نہ تھی یہ بیان زید پر ہے اگر وُہ بحلف کہہ دے کہ میرا وُہ مطلب اُن لفظوں سے کسی بار میں بھی نہ تھا تو طلاق اصلاً نہ مانیں گے اگر زید جُھوٹا حلف کرلے گا وبال اُس پر ہے گا۔

درمختار میں ہے:

القول له بیمینه فی عدم النیة ویکفی تحلیفها فی منزله۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نیت نہ ہونے کے متعلق خاوند کی بات حلف کے ساتھ تسلیم کرلی جائے گی اور بیوی کا گھر میں ہی اس سے قسم لے لینا کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۱ ازملک بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتھیا مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبدالسلام صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں فضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے یُوں کہہ کر نکاح کیا کہ میں تمہاری بلا اجازت دوسرا نکاح نہیں کروں گا اگر کروں تو طلاق مغلظہ ہوگی، اب اس صورت میں شرط فوت ہوجائے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہو تو کے طلاق ہوں گی؟ بیّنوا توجروا مع الدلیل۔

الجواب

اگر زید نے یہ الفاظ عقد نکاح سے پہلے کہے تھے یا خود نفس عقد میں یہ شرط کی مگر ایجاب یعنی ابتدائے الفاظ عقد جانب زید سے تھی، مثلاً اس نے کہا میں نے تجھے اپنے نکاح میں لیا اس شرط پر کہ بے تیری اجازت کے نکاح ثانی نہ کروں گا اگر کروں تو طلاق مغلظہ ہو، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا جب تو بحال وقوع شرط زوجہ ثانیہ پر طلاق نہ ہوگی اور اگر بعد نکاح الفاظ مذکورہ کہے یا نفس عقد اس شرط پر ہُوا اور زید کی جانب سے قبول تھا مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر الخ یا ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ تُو بے میری اجازت کے نکاح ثانی نہ کرے اگر کرے تو طلاق مغلظہ ہو، زید نے کہا میں نے قبول کیا، تو درصورت وقوع شرط دونوں عورتوں میں سے ایک

marfat.com

مطلقہ ہوگی زید کو اختیار ہوگا کہ اُن میں سے جس کی طرف چاہے طلاق کو پھیر دے خواہ ہندہ کی طرف خواہ منکوحۂ ثانیہ کی جانب،

فی الهندية عن الفتح، لو قال لامرأته ان تزوجت عليك ماعشت فالطلاق علی واجب ثم تزوج عليها يقع تطليقة على واحدة منهما يصرفها الى ايتهما شاء[1] اه ملخصا

قلت ففی الفصل الثانی لما وقع التكلم بالشرط بعد ثبوت النكاح لانه يتم باللفظين فقد كانت هندة محلا للتطليق لثبوت ملكه عليها، فقوله يكن طلاق مغلظ يحتملهما فيصرفه الى ايتهما احب، اما فی فصل الاول لما كان التكلم به قبل حصول النكاح حيث لاتمام له بمجرد الايجاب لم تكن هندة محلا له لعدم الملك والاضافة الى نكاح هندة فتعينت الاخرى اعمالا للكلام كما لو قال لامرأته و اجنبية طلقت احد كما تطلق امرأته من غير نية

ہندیہ میں فتح سے منقول ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا: "اگر تیری زندگی میں تجھ پر کسی دوسری عورت سے نکاح کروں تو مجھ پر طلاق واجب ہے"، اس کے بعد اس نے اس بیوی پر دُوسرا نکاح کرلیا تو پہلی اور دُوسری دونوں بیویوں میں سے ایک کو طلاق ہوجائیگی خاوند اس طلاق کو جس پر چاہے نافذ کردے اھ (ملخصاً)۔ **قلت** (میں کہتا ہُوں کہ) دوسری صورت یعنی نکاح کے بعد یا بیوی کی طرف سے ایجاب میں یہ الفاظ کہے ہوں، تو چونکہ شرط والے الفاظ کا تکلم ثبوتِ نکاح کے بعد ہُوا کیونکہ نکاح ایجاب وقبول کے دُو لفظوں سے تام ہوتا ہے لہذا مسئولہ صورت میں ہندہ طلاق کا محل بن گئی کیونکہ نکاح کے تام ہونے پر ملکیتِ نکاح مکمل ہوگئی ہے، چونکہ زید نے اس موقعہ پر طلاق مغلظہ واقع ہونے کی بات کی ہے لہذا دُوسرا نکاح کرنے پر مغلظہ طلاق کا احتمال دونوں بیویوں میں سے ہر ایک کے لئے ہے لہذا زید اس طلاق کو دونوں میں سے جس پر چاہے نافذ کردے لیکن پہلی صورت یعنی جب نکاح تام ہونے سے قبل شرط کا تکلم ہُوا کیونکہ صرف ایجاب سے نکاح تام نہیں ہوتا، اس لئے اس صورت میں ہندہ طلاق کا محل نہ بن سکے گی کیونکہ ابھی نکاح نہ ہوا اور نہ ہی نکاح کی طرف طلاق کو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان، اذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۲۶

marfat.com

لتعینھا الانشاء[1] کما فی الھندیة عن المحیط عن المبسوط، و فی الدر المختار من باب الرجعة، لو خافت ان لا یطلقھا تقول زوجتك نفسی علی ان امری بیدی زیلعی وتمامه فی العمادیة اھ، فی رد المحتار حیث قال ولو قال لھا تزوجتك علی ان امرك فقبلت جاز النکاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح فی الملك او مضافا الیه ولم یوجد واحد منھما بخلاف ما مر فان الامر صار بیدھا مقارنا لصیرورتھا منکوحة اھ نھر، والحاصل ان الشرط صحیح اذا ابتدأت المرأة لا اذا ابتدأ الرجل ولکن الفرق خفی[3] اھ کلام الشامی باختصار ورأیتنی کتبت علیه مانصه اقول بل ھو ظاھر والحمد لله فان الزوج اذا ابتدأ فقال

منسوب کیا گیا، لہذا یہ طلاق لازماً دوسری بیوی کو ہوگی اور وہی طلاق کے لئے متعین قرار پائیگی تاکہ زید کا کلام لغو نہ ہو، جیسا کہ کوئی شخص اپنی بیوی اور اجنبی عورت کو خطاب کرکے کہے میں نے تم دونوں میں سے ایک کو طلاق دی ہے، تو اس کی بیوی کو ہی بغیر نیت طلاق ہو گی کیونکہ وہی انشاء طلاق کا محل ہونے کی وجہ سے متعین ہوگی، اس کو ہندیہ میں محیط کے حوالے سے مبسوط سے نقل کیا ہے۔ درمختار کے باب الرجعۃ میں ہے کہ اگر بیوی کو ڈر ہو کہ کہیں خاوند طلاق نہ دے دے تو نکاح کے وقت بیوی یوں کہے کہ میں تجھ سے اپنا نکاح اس شرط پر کرتی ہوں کہ میری طلاق کا اختیار میرے ہاتھ میں ہوگا اس کو امام زیلعی نے بیان کیا یہ مکمل بحث عمادیہ میں ہے اھ، ردالمحتار میں ہے کہ اگر خاوند نے ایجاب کرتے ہوئے یوں کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے تو عورت نے قبول کیا، اس صورت میں نکاح جائز ہوگا اور شرط کا ذکر لغو ہوگا، کیونکہ تفویض طلاق کیلئے جواز تب پیدا ہوتا ہے جب نکاح موجود ہو یا طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کیا ہو، جبکہ اس صورت میں دونوں باتوں میں سے کوئی بھی نہ پائی گئی بخلاف پہلے مذکور مسئلہ کے کہ وہاں عورت کی طرف سے ایجاب میں شرط کو خاوند نے قبول کیا تو نکاح اور طلاق کی شرط دونوں اکٹھے پائے گئے

۱؎ فتاوٰی ہندیہ — الباب الثانی فی ایقاع الطلاق — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/ ۳۶۳

۲؎ درمختار — باب الرجعۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۲۴۱

۳؎ ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/ ۵۴۰

marfat.com

تزوجتك على انك طالق فقالت
قبلت كان التعليق قبل حصول
الملك ، اذ لا ملك الا بعد تمام
الركنين ، ولا تعليق على سبب
الملك ، فان المعينة يجب فيها
حقيقة الشرط لا معناه كما تقدم
فكان باطلا كما نقله عن
النهر ، اما اذا كانت هي المبتدأة
انى زوجتك نفسي على انى
طالق فقال قبلت كان
السؤال معادا في الجواب ،
فكانه قال بعد ايجابها
قبلت على انك طالق ، فوقع
بعد تمام الركنين ، افاده في
الخانية حيث قال لان
البدأة اذا كانت من الزوج
كان الطلاق والتفويض
قبل النكاح فلا يصح اما اذا
كانت البدأة من قبل
المرأة يصير التفويض بعد
النكاح لان الزوج لما قال
بعد كلام المرأة قبلت و
الجواب يتضمن اعادة ما
في السؤال صار كانه قال
قبلت على انك طالق اوعلى

اس لئے طلاق کا اختیار عورت کو حاصل ہو گا اھ نہر ،
حاصل یہ کہ شرط عورت کے پہل کرنے پر صحیح ہو گی ، مرد کے
پہل کرنے پر درست نہ ہو گی ، لیکن یہ فرق مخفی رہا ،
اختصاراً ، علامہ شامی کا کلام ختم ہُوا۔ مجھے یاد ہے کہ
میں نے علامہ شامی کے اس کلام پر حاشیہ لکھا جس کی
عبارت یہ ہے **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) فرق مخفی نہیں
بلکہ ظاہر ہے ، الحمدللہ ، کیونکہ خاوند کے پہل کرنے اور
یہ کہنے پر کہ میں تجھ سے نکاح اس شرط پر کرتا ہُوں کہ تجھے
طلاق ہے تو عورت نے قبول کرلیا تو یہ تعلیق ملکیت نکاح کے دونوں
رکن (ایجاب و قبول) سے پہلے ہوئی ہے لہذا ملکیت حاصل نہ ہُوئی
اور ملکیت کے سبب پر بھی تعلیق نہیں کیونکہ معیّنہ عورت کے لئے
حقیقۃً شرط کا پایا جانا ضروری ہے محض شرط کا معنیٰ کافی
نہیں، جیسا کہ پہلے گزرا ہے ، تو یہ تعلیق باطل ہو گی
جس طرح اُنھوں نے اس کو نہر سے نقل کیا ہے ، لیکن اگر
عورت پہل کر کے ایجاب میں کہے میں نے تجھے اپنا نفس
نکاح کر کے دیا اس شرط پر کہ مجھے طلاق ہے تو خاوند
نے قبول کرتے ہوئے کہا میں نے قبول کیا ، چونکہ جواب میں
سوال کا اعادہ ہوتا ہے اس لئے گویا خاوند نے یُوں کہا
"میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہے" تو یہ
تعلیق نکاح کے دونوں رکن (ایجاب وقبول) پائے جانے
کے بعد پائی گئی اس کا خانیہ نے افادہ فرمایا جہاں انھوں
نے فرمایا کہ جب ابتداء زوج کرے تو طلاق اور تفویض
دونوں نکاح سے قبل پائی گئیں لہذا صحیح نہ ہوں گی لیکن
جب عورت ابتداء کرے تو تفویض نکاح کے بعد
پائی گئی کیونکہ جب خاوند نے جواب میں کہا" میں نے

marfat.com

ان یکون الامر بیدك فیصیر مفوضا بعد النکاح اھ قلت وبه تبین حکم ما اذا ابتدأت المرأة من دون شرط وقبل الزوج بشرط حیث یصح الطلاق والتفویض لان کلام المرأة لاعبرة بها فی هذا الباب، انما کانت الصحة فیما مر لوقوعه فی قبول الزوج تقدیرا لتضمن الجواب ما فی السؤال، فاذا وقع فیه تحقیقا کان اولی بالصحة[1] اھ ماکتبت علیه و به یظهر لك کل ما ذکرنا ھھنا۔

قبول کیا" چونکہ جواب میں سوال کا اعادہ مراد ہوتا ہے تو گویا یُوں کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہے، یا تفویض کی صورت میں یُوں کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے تو تفویض نکاح کے بعد ہُوئی اھ، قلت (میں کہتا ہوں) اس سے اس صورت کا حکم معلوم ہوگیا جس میں بغیر شرط عورت ایجاب میں پہل کرے اور خاوند قبول کرتے ہوئے شرط ذکر کرے تو طلاق اور تفویض صحیح ہوں گی، کیونکہ طلاق کے متعلق عورت کا کلام بے معنی ہے اس کی صحت کا دارومدار خاوند کے قبول کرنے پر ہے جو کہ قبول کرنے میں مقدر طور پر مذکور رہے کیونکہ خاوند کا جواب عورت کے ایجاب یعنی سوال کو متضمن ہے تو جب خاوند کے قبول کرنے میں صراحتًا شرط مذکور ہو تو بطریق اولٰی صحیح ہوگا اھ میں نے یہاں حاشیہ میں جو لکھا وُہ ختم ہوا، اس سے یہاں پر تمام بحث کا آپ کو علم ہوگیا۔ (ت)

پھر بہرصورت منکوحۂ ثانیہ خواہ ہندہ صورتِ مذکورہ میں جس پر طلاق پڑے گی تین طلاقیں ہوں گی کہ عرف میں طلاق مغلّظہ اسی کو کہتے ہیں۔

اقول وحیث کان البناء علیه فلا یرد ان قال انت طالق اغلظ الطلاق واحدة بائنة ان لم ینو ثلثا[2] کما فی التنویر ثم اعلم ان الوقوع بالصفة عند ذکرها کما اذا قال انت طالق البتة حتی لو قال بعدها ان شاء الله متصلا لایقع ولو کان الوقوع باسم الفاعل لوقع کما فی رد المحتار فلا یتوهم

اقول (میں کہتا ہوں کہ) جب گفتگو عرف پر مبنی ہے تو اب تنویر کی اس عبارت سے اعتراض پیدا نہ ہوگا کہ "تو غلیظ تر طلاق والی ہے" یہ ایک طلاق بائنہ ہوگی بشرطیکہ تین کی نیت نہ کرے۔ پھر یہ معلوم ہونا چاہئے کہ طلاق کا وقوع صفت کے ساتھ ہوگا جب صفت مذکور ہوگی، مثلاً جب خاوند کہے "تجھے طلاق ہے قطعی" حتّٰی کہ اس کے ساتھ متصل انشاء اللہ کہہ دے تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ انشاء اللہ کا تعلق طلاق قطعی کے ساتھ ہے صرف "قطعی" سے نہیں) اگر اس میں

---

[1] جد الممتار حاشیہ رد المحتار باب الرجعۃ حاشیہ نمبر ۱۰۸۷ المجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا ۲/ ۶۶-۵۶۵

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۲

ان الاخری ینزل علیہا الطلاق وھو غیر مدخول بہا والتعلیق کالتکلم عند وجود الشرط فکانہ قال لہا حینئذ انت طالق طلاقا مغلظا فطلقت بطالق ولغا الوصف فافہم، واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم۔

طلاق کا وقوع صرف لفظ "طالق" اسم فاعل سے ہوتا تو پھر ان شاء اللہ کا تعلق صرف لفظ "قطعی" یعنی البتّہ سے ہوتا، اور طلاق کے ساتھ نہ ہونے کی بناء پر طلاق واقع ہوجاتی، جیسا کہ ردالمحتار میں بیان کیا ہے تو اس قاعدہ کی بناء پر یہ وہم نہیں کیا جاسکتا کہ دوسری نئی بیوی غیر مدخولہ ہونے کی وجہ سے اس پر مذکورہ شرط والی مغلظہ طلاق پڑی تو وہ انتِ طالق (تُو طلاق والی ہے) سے بائنہ ہوگئی، کیونکہ تعلیق میں شرط کے پائے جانے کے وقت طلاق والی کلام کا تکلم متحقق ہوتا ہے تو شرط پائے جانے پر گویا اس نے کہا تُو طلاق والی ہے طلاق مغلظہ کے ساتھ، تو غیر مدخولہ کو طالق کہنے پر بائنہ طلاق ہوگئی اور اس کے بعد مغلظ کا وصف لغو قرار پایا، اِس وہم کے مدفوع ہونے پر غور کرنا چاہئے، واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹ از ریاست رامپور مرسلہ حبیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اورنٹیل کالج ۷ اصفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت سے کہتا ہے کہ تجھ پر تین شرطوں سے طلاق قول من حیث ہو قول کیا کسی چیز کی طرف اشارہ وغیرہ نہیں کیا بس تین شرطوں سے کہہ دیا یہ طلاق کون طلاق واقع ہوگئی اور کیوں؟ اور تین شرطوں سے کیا مراد ہے اور کیوں؟

الجواب

ظاہر الفاظ کا مفاد یہ ہے کہ طلاق بشرطِ مجہول دیتا ہے تو یہ کہنا ایسا ہُوا کہ تُو مطلقہ ہے۔ اگر تین شرطیں پائی جائیں اس صورت میں طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی، درمختار میں ہے:

وشرط صحتہ ذکر المشروط فنحو انت طالق ان لغو بہ یفتی[1]

تعلیق کی صحت کے لئے مشروط کا ذکر ضروری ہے، تو یُوں کہنا "تجھے طلاق ہے اگر" لغو قرار پائے گا، اسی پر فتوٰی ہے (ت)

اور ایک احتمال یہ بھی ممکن کہ اس نے اپنے جاہلانہ محاورہ سے تین عدد کو تین شرطیں کہا ہو جیسے تین بار ہاتھ دھونے کو بعض جُہّال کہتے ہیں تینوں شرطیں پُوری کرلو۔ اگر یہ اس کا محاورہ ومقصود ہے تو تین طلاقیں ہوگئیں۔ ردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۰

marfat.com

یحمل کلام کل عاقد وحالف علی عرفہ[1] عقد کرنے والے کے اور حلف دینے والے کلام کو اس کے عرف پر محمول کیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰: از چھاؤنی برار علاقہ ریاست گوالیار متصل عقب گرلس اسکول بمعرفت منشی سید امجد علی صاحب مرسلہ عطا حسین صاحب نقشہ نویس ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے والد اور ہندہ نے زید سے اسٹامپ لکھوا کر کچہری میں رجسٹری کروائی ہے جن میں کے چند شرائط درج ہیں،

(۱) ہندہ تمام عمر اپنے باپ ہی کے مکان پر رہے گی۔

(۲) جو اس وقت اولاد موجود ہے اس کی مالک ہندہ ہوگی زید مالک نہیں ہوسکتا اور آئندہ جو اولاد ہوگی اس اولاد کی بھی مالک ہندہ ہوگی۔

(۳) ہندہ کی حیات میں تم دوسری شادی نہیں کرسکو گے۔

(۴) دس روپیہ ماہوار ہندہ کے خرچ کے لئے زید کو ہندہ کے والد کے مکان پر بھیجنا ہوں گے۔

(۵) میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر کسی وقت میں تین ماہ تک باستثنائے حوادثاتِ زمانہ جس کو میری زوجہ تسلیم کرلے خرچ نہ بھیجوں یا شرط مذکورہ بالا میں سے کسی شرط کا ایفا نہ کروں تو میری یہ تحریر بجائے تین طلاق مغلظہ وشرع کے سمجھی جائے یہ سب شرائط لکھنے کے بعد زید چھ ماہ تک ہندہ سے ملنے نہیں گیا اور نہ چھ ماہ تک ہندہ کے لئے خرچ بھیجا، بعد چھ ماہ کے زید ہندہ کے مکان پر گیا، ہندہ کے والد نے زید کو ہندہ سے ملنے دیا اور ہندہ کو زید کے ہمراہ رخصت کردیا، زید ہندہ کو اپنے مکان پر لے آیا، اسی طرح سے آنا جانا بنارہا، بعد چار ماہ کے ہندہ کا خط زید کے پاس آیا مجھ کو خرچ بھیجو، زید اس وقت بوجہ قرضداری کے خرچ نہیں بھیج سکا، ہندہ کے والد نے پھر ایک خط زید کو بھیجا تم نے اپنی تحریر کے موافق خرچ نہیں بھیجا تین ماہ کے بجائے چار ماہ گزر گئے اس لئے تم دونوں کو شریعت نے بالکل علیحدہ کیا طلاق ہوچکی اب کسی طرح میل جول نہیں ہوسکتا تم کو نوٹس دیا جاتا ہے کہ تیرہ سو بیس ۱۳۲۰ روپے حق مہر یکمشت ادا کردو اُس وقت اولاد کا دعوٰی کرنا زید ہندہ کے والد کے پاس گیا زید نے یہ کہا جبکہ میں نے چھ چھ ماہ تک خرچ نہیں بھیجا اور ہندہ کو آپ نے میرے ہمراہ رخصت کردیا، اتنے عرصہ تک خرچ نہ بھیجنے پر اُس وقت طلاق کیوں نہیں ہُوئی، ہندہ کے والد نے جواب دیا ہندہ نے تم کو خرچ بھیجنے کیلئے نہیں لکھا تھا اب ہندہ نے تم کو خرچ منگوانے کے لئے لکھا ہے اس وقت سے تین ماہ رکھے گئے ہیں، پھر زید نے

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۹۹

marfat.com

یہ سوال کیا کہ اسٹامپ میں آپ نے یا ہندہ نے یہ نہیں درج کروایا ہے کہ خرچ منگوانے پر تین ماہ رکھے جائیں، پھر زید نے ہندہ کا خط ہندہ کے والد کے روبرو پیش کیا، تین ماہ گزرنے میں پانچ یوم باقی ہیں ہندہ کے والد نے زید سے کہا تین ماہ کے تیس ۳۰ روپے دے دو، تیس ۳۰ روپے دینے پر بھی تم ہندہ سے نہیں مل سکو گے اس وقت تک جبکہ تمہاری زوجہ تم کو خرچ نہ بھیجنے پر معذور سمجھے اور علمائے دین سے دریافت کیا جائے اگر علمائے دین ملنے کی اجازت دے دیں اس وقت تم کو اطلاع دے دیں گے تم آکر اپنی زوجہ کو رخصت کرالے جانا اور اگر علمائے دین نے ملنے کی اجازت نہ دی اور طلاق مقرر کردی تو تمہارے تیس ۳۰ روپے واپس کر دئے جائیں گے، زید نے کہا اس وقت میرے پاس تیس ۳۰ روپے نہیں فی الحال دس روپے لے لیجئے مکان پر پہنچ کر بیس ۲۰ روپے اور بھیج دوں گا انھوں نے دس روپے نہیں لئے، زید کو واپس لوٹا دیا، ہندہ کے والد نہ تو زید کو اولاد دیتے ہیں اور نہ ہندہ سے ملنے دیتے ہیں، زید میں اس قدر حیثیت نہیں ہے کہ تیرہ سو بیس ۱۳۲۰ روپیہ حق مہر نکمیشت ادا کر سکے، اب ہندہ کے والد یہ کہتے ہیں کہ علماء سے اجازت لو اگر علمائے دین ہندہ سے ملنے کی اجازت دے دیں تو پھر مجھ کو کچھ عذر نہ ہوگا تمہارے ساتھ ہندہ کو رخصت کردوں گا، اب عرض یہ ہے کہ ان سب شرائط سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ ہندہ کے والد نے زید کو لکھا ہے کہ جس عالم سے تم فتوٰی منگواؤ اگر وہ لکھیں کہ طلاق نہیں ہوئی تو ان کو یہ ضرور لکھ دینا کہ جس کتاب سے طلاق نہیں ہوئی ہے (ثابت ہے) اس کتاب کا نام اور صفحہ کا نمبر ضرور لکھیں، بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ سب جاہلانہ خرافات ہیں، وہ اقرارنامہ باطل محض ہے اس میں جتنی شرطیں لگائیں سب باطل و مردود و خلافِ شرع ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مابال رجال یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل وان کان مائۃ شرط فقضاء اللہ احق وشرط اللہ اوثق[1] رواہ البخاری ومسلم عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی شریعت میں نہیں، جو شرط شریعت کے خلاف ہو وہ باطل ہے اگرچہ سَو شرطیں ہوں، اللہ کا حکم حق ہے اور اللہ کی شرط مؤکد (اس کو بخاری اور مسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور اب باپ ہی کے یہاں رہے گی اور موجودہ اولاد کی وہی مالک ہوگی اور آئندہ اولاد کی بھی وہی مالک ہوگی اور

---

[1] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۷

marfat.com

باپ کے گھر بیٹھے نفع پائے گی یہ سب شرطیں خلافِ شرع و مردود ہیں، پانچویں شرط کہ خلاف کرے تو یہی تحریر تین طلاق سمجھی جائے یہ بھی باطل ہے غیر طلاق کو طلاق سمجھنا کیا معنی، فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

امرأۃ قالت لزوجہا مرا طلاق دہ، فقال الزوج دادہ انگار او کردہ انگار لایقع وان نوی کانہ قال لہا بالعربیۃ احسبی انك طالق وان قال ذٰلك لایقع وان نوی[1] اھ ملخصًا۔

ایک عورت نے اپنے خاوند کو کہا تو مجھے طلاق دے، تو خاوند نے کہا دی ہوئی یا کی ہوئی سمجھ، تو طلاق نہ ہوگی خواہ نیت بھی کی ہو۔ گویا خاوند نے عربی میں کہا تو خیال کرلے کہ تو طلاق والی ہے۔ تو ایسا کہنے پر طلاق نہیں اگرچہ نیتِ طلاق بھی ہو، اھ ملخصًا (ت)

اُسی میں ہے:

لوقیل لرجل اطلقت امرأتك فقال عدھا مطلقۃ او احسبہا مطلقۃ لاتطلق امرأتہ[2]

اگر کسی شخص کو یہ کہا جائے کہ کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو وُہ جواب میں کہے تو اُسے گن لے یا کہے بیوی کو مطلقہ سمجھ لے۔ تو اس سے طلاق نہ ہوگی (ت)

بالجملہ نہ صورتِ مستفسرہ میں طلاق ہُوئی نہ عورت مالکِ اولاد ہوسکتی ہے،

قال اللہ تعالٰی وعلی المولود لہ رزقہن[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیوی کا نفقہ اولاد والے یعنی خاوند پر ہے۔ (ت)

ہاں بحقِ حضانت لڑکا سات برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے گا اور لڑکی نو برس کی عمر تک، پھر باپ لے گا۔ شوہر اگر اپنے پاس بلانا چاہے تو عورت کو باپ کے گھر رہنے کا کوئی اختیار نہیں،

قال اللہ تعالٰی اسکنوھن من حیث سکنتم[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم اپنی بیویوں کو وہاں رکھو جہاں تم سکونت پذیر ہو۔ (ت)

اگر شوہر کے پاس آنے سے انکار کرے گی نفقہ پانے کی مستحق نہ ہوگی۔ عامہ کتب میں ہے: لانفقۃ للناشزۃ[5]

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں — کتاب الطلاق — نولکشور لکھنؤ — ۲/ ۲۱۰
[2] " " " — " — " " — ۲/ ۲۱۳
[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۳
[4] القرآن الکریم ۶۵/ ۶
[5] بحر الرائق — باب النفقۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۴/ ۱۶۹
ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/ ۶۴۷

marfat.com

(نافرمان بیوی کے لئے نفقہ نہیں۔ت) مہر اگر نہ معجّل تھا نہ مؤجّل یعنی نہ رخصت سے پہلے دینا قرار پایا تھا نہ کوئی میعاد معیّن مثلاً سال دو سال قرار پائی تھی تو جب تک موت یا طلاق نہ ہو عورت کو اس کے مطالبہ کا کچھ اختیار نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

مؤخر المھر حق طلبہ انما ثبت لھا بعد الموت اوالطلاق[1] — مؤخر کردہ مہر کا مطالبہ، طلاق یا موت کے بعد ہو سکتا ہے۔(ت)

پدر ہندہ کا یہ شرط لگانا کہ کتاب کا صفحہ بتایا جائے انھیں شرائط کے قبیل سے ہے جو اس نے اقرار نامہ میں لکھوائیں اگر وُہ ذی علم ہوتا اس پر یہ احکام مخفی نہ رہتے نہ ایسا مہمل اقرار نامہ لکھواتا نہ یہ ہوتا کہ چھ مہینے گزرنے پر طلاق نہ سمجھی، تین مہینے گزرنے پر طلاق ہے، اور جو بے علم ہے اس کا حوالہ وصفحہ طلب کرنا اپنے منصب سے بڑھنا ہے اور اسے صفحہ بتانا فضول، اُسے یہ حکم ہے کہ علمائے سے دریافت کرے نہ یہ کہ صفحہ سطر جانچے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱: از جبلپور محلہ بھان تلیا مرسلہ محمد نظیر داد خاں سوال نویس کچہری خفیفہ ۲۰ رجب ۱۳۱۸ھ

منکہ علاء الدین ولد شیخ رجب قوم مسلمان ساکن جبلپور محلہ گلگلا تالاب کا ہوں، چونکہ بوجہ دو عورتوں کے بیاہا تھا عورت میری سے آپس میں تکرار ہوا کرتی تھی سو آج کے روز رُوبروگواہانِ ذیل یہ تصفیہ ہُوا کہ میں بلاعذر کھانا کپڑا دیا کروں گا اور رات کے وقت مکان میں بھی رہا کروں گا اور بالفرض اگر میں ایک ماہ تک بلا وجہ کھانا کپڑا نہ دُوں اور مکان میں رات کے وقت نہ رہوں تو رُوبروگواہان یہ تصفیہ ہوا کہ عورت مذکورہ ہمارے نکاح سے باہر مثل طلاق کے ہوجائے اور میری لگت فسخ ہوجائے اور جو ڈگری عدالت سے ہمارے نام کی ہے وہ بھی باطل ہوجائے اور بیاہتا عورت کو اختیار ہے کہ وُہ اپنے مکان میں جو اس کے باپ کا ہے رہے میں بھی اُسی جگہ رہوں گا اور کھانا کپڑا دُوں گا اس میں کسی طرح کا عذر وحیلہ نہ کروں گا عذر کروں تو جھُوٹ، اس واسطے یہ چند کلمے بطریق اقرار نامہ کے لکھ دئے کہ سند رہے اور وقتِ ضرورت کام آئے۔

میری شادی علاء الدین کے ساتھ عرصہ سات سال کا ہُوا ہوگئی تھی اب میرے والدین قضا کرگئے اور میرا کوئی سرپرست نہیں رہا، میرے خاوند نے عرصہ چھ سال کا ہُوا کہ ایک دُوسرا نکاح کرلیا اور اس کے ہمراہ رہا کرتا ہے میری کسی طرح سے کفالت نہیں کرتا ایک مرتبہ پنچایت میں اس نے میرے نان نفقہ کا اقرار کرکے ایک اقرارنامہ مورخہ ۱۷ جون ۱۸۹۹ء کو تحریر کردیا تھا اور اقرار کیا تھا کہ اگر اقرار پُورا نہ کروں تو طلاق ہوجائے مگر اس نے اپنا عہد پُورا نہیں کیا اور میری وُہ کیفیت ہے جو سابق میں تھی اب میں گزراوقات کس طرح کروں اور میں نکاح سے

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی الحبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۳

باہر کیونکر ہو سکتی ہُوں مجھے اُس سے کچھ اُمید نہیں۔ مؤرخہ ۱۵ اگست ۱۹۰۰ء عرضی مسماۃ بتول ولد بچن خاں

میاں نظیر داد خاں: باوجود ہونے پنچایت اور تحریر اقرار نامہ کے علاء الدین مسماۃ بتول کی پرورش بالکل نہیں کرتا اور مخفی رہتا ہے، کیا بموجب تحریر اسٹامپ طلاق ہوگئی، اگر ہوگئی ہو تو مطلع کرو اس کا عقد ثانی کرادیا جائے تاکہ بلا سے نجات ہو، اس شخص نے کبھی کفالت نہیں کی اور نہ اُمید پائی جاتی ہے۔ مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۰۰ء

محمد خاں: بخدمت مولٰنا عبد السلام صاحب زاد فیضہ۔ چونکہ یہ مذہبی معاملہ ہے، میرے پاس یہ کاغذات آئے، میں نے شروع سے اخیر تک دیکھا واقعی علاء الدین اپنی بیاہتا عورت سے کسی قسم کا سروکار نہیں رکھتا اور نہ اس کی کفالت کرتا ہے، اُس نے ایک دُوسرا نکاح کرلیا ہے اُس کی ہمراہی میں رہتا ہے، ایسی حالت میں اُس کی زندگی پار ہونا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے، آپ تحریر فرمائیے کہ یہ نکاح سے باہر ہُوئی یا نہیں، اور عقدِ ثانی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔ ۱۶ اگست ۱۹۰۰ء محمد نظیر داد

خلاصۂ جواب: صورتِ مستفسرہ میں ثبوت کتابت اقرار نامۂ ہذا بلا اکراہ، از علاء الدین یا از جانب علاء الدین مع تحقیق خلاف اقرارنامہ یعنی ترک نان ونفقہ زوجہ وترک شب باشی با زوجہ تا بیک ماہ معلق علیہا الطلاق مستلزم ترتب الجزاء علی الشرط یعنی وقوع طلاق کا ہے بمجرد انقضائے مدۃ معینہ بلاشک اس کی زوجہ مذکورہ پر طلاق بائن واقع ہوگی اور وُہ عورت اس کے نکاح سے باہر ہوجائے گی۔ فتاوٰی الخیریہ لنفع البریہ میں ہے:

لاشك اذا وجدت الغيبة والترك المعلق عليهما الطلاق انه يقع لوجود الشرط الموجب للجزاء[1] الخ۔

اس میں شک نہیں کہ وُہ غیر حاضری اور ترکِ معاملہ جس پر طلاق کو معلّق کیا گیا ہو اگر پایا جائے تو طلاق ہوجائیگی کیونکہ جزاء لازم کرنے والی شرط پائی گئی الخ(ت)

بعد انقضائے عدّت طلاق وُہ عورت عقد کر سکتی ہے۔

۔ بجنسہٖ کاغذات ہذا خدمت میں عالیجناب مولانا مولوی احمد رضا صاحب بریلوی کے مرسل ہو کر گزارش کی جائے کہ بعد ملاحظہ رائے مناسب سے اطلاع بخشیں۔ المرقوم ۴ ستمبر ۱۹۰۰ء

الجواب

فی الواقع علاء الدین کا کلام مذکور جہاں تک مقتضاء نظر فقہی ہے تعلیق شرعی ہے کہ وقت وجود شرط موجب وقوع طلاق بائن و زوال نکاح وجواز نکاح ثانی زن بعد انقضائے عدت ہے جیساکہ فاضل مجیب سلمہ اللہ القریب المجیب نے بیان فرمایا،

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۵

marfat.com

الظاھر ان لایجعل قولہ توروبروگواہان یہ تصفیہ ہوا فاصلا بین الشرط والجزاء لانہ من باب التاکید المفید والتائید المزید فلایکون اجنبیا، (قال فی الدر) قال لها انت طالق ان شاء اللہ تعالٰی متصلا الا لتنفس او سعال اوجشاء اوعطاس اوثقل لسان او امساك فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد او طالق او نداء، کانت طالق یازانیۃ او طالق ان شاء اللہ صح الاستثناء، بخلاف الفاصل اللغو کانت طالق رجعیا ان شاء اللہ[1] الخ وفی الهندیۃ رجل قال لامرأتہ انت طالق ثلاثا فاعلمی ان شاء اللہ صح الاستثناء ولو قال انت طالق ثلاثا اعلمی ان شاء اللہ او قال اذھبی ان شاء اللہ طلقت ثلثا وبطل الاستثناء کذا فی فتاوٰی قاضی خان[2] اھ و فیها فی فصل الطلاق قبل الدخول لوقال انت طالق اشھدوا ثلثا فواحدۃ ولوقال فاشھدوا فثلث

ظاہر یہی ہے کہ خاوند کا کہنا "رُوبرو گواہان یہ تصفیہ ہوا" شرط اور جزاء کے درمیان فاصل نہ بنے گا کیونکہ درمیان میں اس کا یہ کہنا مفید تاکید و تائید مزید ہے لہذا یہ کلام اجنبی نہ ہوگا، دُر میں فرمایا: خاوند نے بیوی کو کہا تجھے طلاق ہے اِن شاء اللہ تعالٰی، تو یہ متصل استثناء صحیح ہوگا یعنی طلاق نہ ہوگی اور اگر کھانسی یا سانس یا ڈکار یا چھینک یا زبان کے ثقل یا منہ کی بندش یا کوئی اور فاصل جو مفید تاکید یا تکمیلِ طلاق ہو یا وہ فاصل حد یا طلاق یا ندا کیلئے مفید ہو تو بھی استثناء صحیح ہوگا، مثلاً کوئی کہے انت طالق اے زانیہ ان شاء اللہ یا کہے تجھے طلاق ان شاء اللہ، تو طلاق نہ ہوگی، اس کے برخلاف کلام اور استثناء میں وُہ فاصل ہے جو لغو ہو مثلاً یوں کہے تجھے طلاق رجعی ان شاء اللہ، تو استثناء صحیح نہ ہوگا اور طلاق ہوجائے گی الخ۔ ہندیہ میں ہے ایک شخص نے بیوی کو کہا تجھے تین طلاق پس جان لے ان شاء اللہ، تو استثناء صحیح ہوگا، اور اگر یُوں کہا تجھے طلاق تین جان لے ان شاء اللہ، یا کہا جا چلی جا ان شاء اللہ تو بیوی کو تین طلاقیں واقع ہونگی اور یہ استثناء باطل قرار پائیگا یُوں ہی فتاوٰی قاضی خان میں ہے الخ۔ اور ہندیہ میں طلاق قبل دخول کی فصل میں ہے کہ اگر کہے تجھے طلاق ہے گواہ ہوجاؤ ان شاء اللہ، تو استثناء صحیح نہ ہوگا اور ایک طلاق ہوگی، اور اگر گواہ ہوجاؤ

---

[1] درمختار — باب التعلیق — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۳۳

[2] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الرابع فی الاستثناء — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۴۶۰

marfat.com

كذا فی العتابية[1] اھ ومثله فی هذا الباب المذكور من ردالمحتار عن البحر من الظهيرية قال وحاصله ان انقطاع النفس وامساك الفم لايقطع الاتصال بين الطلاق وعدده وكذا النداء لانه لتعيين المخاطبة وكذا عطف فاشهد بالفاء لانها تعلق مابعدها بماقبلها فصار الكل كلاما واحدا[2]۔

کی بجائے پس گواہ ہوجاؤ کہا، تو تین طلاقیں ہوں گی۔ عتابیہ میں یونہی ہے اھ، اسی باب میں ردالمحتار نے بحر سے انھوں نے ظہیریہ سے نقل کیا اور کہا حاصل یہ ہے کہ سانس کا ٹوٹ جانا یا مُنہ بند ہوجانا طلاق اور اس کے عدد میں اتصال کو منقطع نہ کرے گا اور یُوں مخاطبہ کو معین معین کرنے کے لئے ندا بھی فاصل نہ بنے گی۔ اور اسی طرح فاشھدوا، فاء کے ساتھ عطف بھی فاصل نہ ہوگا کیونکہ مابعد کا ماقبل سے تعلق ہوتا ہے تو پورا کلام واحد ہوگا (ت)

تحقق شرط میں اتنے امر کالحاظ ضرور ہے کہ مہینہ بھر تک روٹی کپڑا نہ دینا اور شب کو مکان میں نہ رہنا بلاوجہ مقبول شرعی ہُوا ہو کہ شرط میں "بلاوجہ" کا لفظ مذکور ہے تو کسی وجہ قابل قبول شرع کے باعث اگر مہینہ بلکہ برس گزر گیا اور اُسے نہ کھانا کپڑا دیا نہ مکان میں رہا تو طلاق نہ ہوگی، یُوں ہی اگر دونوں شرط مذکور یعنی عدم انفاق وعدم شب باشی سے صرف ایک ثابت ہُوئی مثلاً یہ تو ثابت ہُوا کہ بلاوجہ مہینہ بھر تک روٹی کپڑا نہ دیا مگر مہینہ بھر تک رات کو مکان میں بلاوجہ نہ رہنے کا ثبوت نہ ہوسکا یا بالعکس تو جب بھی طلاق ثابت نہ ہوگی کہ یہاں دونوں شرطوں کا ثبوت ثبوتِ طلاق کے لئے ضرور ہے۔

فی ردالمحتار ان لم یکرر اداۃ الشرط فلابد من وجود الشیئین قدم الجزاء علیھا اواخرہ[3] بحر، ملخصًا۔

ردالمحتار میں ہے اگر حرفِ شرط مکرر نہ ہو تو دو چیزوں یعنی شرط وجزا کا پایا جانا ضروری ہے، جزاء کو شرط سے مقدم ذکر کیا ہو یا موخر ذکر کیا ہو، برابر ہے، بحر، ملخصًا۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہُوا کہ اس مقدمے میں بالاتفاق بارِ ثبوت عورت کے ذمّے ہے کہ مہینہ بھر تک نان ونفقہ نہ ملنے کے باب میں اگرچہ عورت محتاجِ گواہان نہیں بلکہ صرف اُس کا بیان حلفی کافی ہے،

وعند قیام الزوجیۃ وکونھا مستحقۃ　　زوجیت پائی جائے اور بیوی خاوند سے خرچہ وصول

---

[1] فتاوٰی ہندیہ　الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول　نورانی کتب خانہ پشاور　۱/۳۷۳

[2] ردالمحتار　باب طلاق غیر المدخول بہا　داراحیاء التراث العربی بیروت　۲/۴۵۶

[3] 〃　باب التعلیق　〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃　۲/۵۰۸

marfat.com

لینفقه کما یشهد به کتابة الزوج لا یکون الوجه المانع الاحداث فیکون الظاهر مع المرأة المنکرة حدوثه فان ادعاه الزوج فلیثبته ۔

کرنے کی مستحق ہو جیسا کہ خاوند کی تحریر شاہد ہے تو پھر کسی نئے حادثہ کے بغیر نفقہ سے کوئی مانع نہیں اور ظاہر حال عورت کے حق میں ہے جبکہ وُہ ایسے حادثے کا انکار کرتی ہو پھر اگر خاوند اس حادثہ کا مدعی ہو تو خاوند پر حادثہ کو ثابت کرنا لازم ہوگا۔ (ت)

مگر صرف اسی قدر تو شرط طلاق نہ تھا بلکہ مہینہ بھر تک بلاوجہ ترک شب باشی بھی، اور اس کا ثبوت گواہانِ شرعی سے دینا بلاشبہہ عورت پر لازم ہے فقط اُس کا بیان اگرچہ حلفی ہو یہاں ہرگز معتبر نہیں،

لانها ترید بهذا اثبات الطلاق وهو ینکره ۔ البینة علی النفی مسموعة فی الشروط فی الدر المختار (ان اختلفا فی وجود الشرط) ای ثبوته لیعم العدمی (فالقول له مع الیمین) لانکاره الطلاق ومفاده انه لو علق طلاقها بعدم وصول نفقتها ایاما فادعی الوصول وانکرت ان القول له وبه جزم فی القنیة، لکن صحح فی الخلاصة والبزازیة ان القول لها واقره فی البحر والنهر وهو یقتضی تخصیص المتون، لکن قال المصنف وجزم شیخنا فی فتواه بما تفیده المتون والشروح لانها الموضوعة لنقل المذهب کما لا یخفی، (الا اذا برهنت) فان البینة

کیونکہ بیوی اس سے اثباتِ طلاق کا ارادہ رکھتی ہے اور خاوند طلاق سے انکار کر رہا ہے جبکہ شرائط کے متعلق نفی پر بھی گواہی قابلِ سماعت ہے۔ درمختار میں ہے (اگر خاوند اور بیوی نے طلاق سے متعلق شرط کے پائے جانے میں اختلاف کیا) یعنی شرط کے ثبوت میں، تاکہ یہ عدمی شرط کو بھی شامل ہوسکے (تو خاوند کی بات کو اس سے قسم لے کر تسلیم کرلیا جائے گا) کیونکہ وُہ طلاق سے انکاری ہے۔ اس مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خاوند نے طلاق کو چند دن نفقہ نہ پہنچانے سے معلق کیا تھا تو اب اختلاف میں خاوند کا مؤقف یہ ہے کہ اس نے نفقہ پابندی سے پہنچایا ہے اور بیوی اس کا انکار کرتی ہے تو اس میں خاوند کی بات معتبر ہوگی، قنیہ میں اسی پر جزم کیا ہے لیکن خلاصہ اور بزازیہ میں بیوی کی بات معتبر قرار دینے کو صحیح قرار دیا ہے، اسی کو بحر اور نہر میں ثابت رکھا ہے، اور وُہ متون کی تخصیص کا متقاضی ہے لیکن مصنّف نے فرمایا کہ ہمارے شیخ نے اپنے فتاوٰی میں اس پر جزم کا اظہار فرمایا جس کو متون اور شروح نے بیان کیا ہے کیونکہ مذہب کی ترجمانی کے لئے یہی موضوع ہیں جیسا کہ مخفی نہیں ہے (الّا یہ کہ بیوی گواہ پیش

marfat.com

تقبل علی الشرط وان کان نفیاً[1] اھ فی ردالمحتار قوله واقرہ فی البحر حیث قال فی فصل الامر بالید قیل القول له لانه ینکر الوقوع لکن لایثبت وصول النفقة الیها والاصح ان القول قولها فی ھذا وفی کل موضع یدعی ایفاء حق وھی تنکرہ اھ، ونقل الخیر الرملی ایضا تصحیحه عن الفیض والفصول، قوله وھو یقتضی تخصیص المتون ای تخصیصها بکون القول له اذا لم یتضمن دعوی ایصال مال حملا للمطلق علی المقید[2] اھ باختصار، وفی غمز العیون صحح فی خلاصة الفتاوٰی والبزازیة عدم قبول قوله فی کل موضع یدعی ایفاء حق مالی وھی تنکر فھذا یقتضی تخصیص المتون فاغتنم ھذا[3]۔

کرے) کیونکہ شرط کے متعلق گواہی قبول ہوتی ہے اگرچہ یہ شرط منفی ہو اھ، اس مقام پر ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول کہ اس (بیوی کی بات معتبر ہے) کو بحر میں ثابت رکھا یہ بات انھوں نے فصل امر بالید میں یوں کہی ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ خاوند کی بات معتبر ہوگی کیونکہ وہ طلاق کے وقوع کا منکر ہے، مگر اس کے ساتھ وہ نفقہ بیوی تک پہنچانے کو ثابت نہیں کر رہا، لہذا اصح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بیوی کی بات معتبر ہوگی اور اسی طرح ہر ایسے مقام میں جہاں خاوند حق کو پورا کرنے کا مدعی ہو اور بیوی منکر ہو تو بیوی کی بات معتبر ہوگی اھ، خیرالدین رملی نے بھی فیض اور فصول سے اس کی تصحیح کو نقل کیا ہے، اور ماتن کا قول کہ یہ (بیوی کی بات کو معتبر قرار دینا) متون کی تخصیص کا متقاضی ہے یعنی متون کے اس قول کا کہ خاوند کی بات معتبر ہوگی بایں صورت کہ خاوند کا دعوٰی مالی حق کو پہنچانے پر مشتمل نہ ہو یعنی متون کی مطلق عبارت کو مقید بنانے سے تخصیص ہوگی اھ مختصراً۔ اور غمزالعیون میں ہے کہ خلاصۃ الفتاوی اور بزازیہ میں ہر ایسے مقام پر جہاں خاوند کے مالی حق کو پہنچانے کا دعوٰی ہو اور بیوی کا انکار ہو تو خاوند کی بات کے معتبر نہ ہونے کی تصحیح کی ہے، لہذا یہ بات متون کی تخصیص کا تقاضا کر رہی ہے، اس بحث کو غنیمت سمجھو۔ (ت)

وجوہ شرعیہ جو یہاں قابل قبول ہوں متعدد ہیں مگر اُن کے بیان سے دست کشی کی جاتی ہے کہ تعلیم نہ ہو اگر کوئی وجہ باعثِ ترک نفقہ تھی تو علاءُ الدین خود بیان کردے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲ از کلکتہ ٹرین اسٹریٹ ۹۲ مسجد سمرد خلیفہ مرسلہ عبدالرشید صاحب ۹ ذی الحجۃ المبارک ۱۳۲۰ھ

مرجع خاص وعام ملاذ علمائے کرام لازالت عتبتہم کہف الانام سلام مسنون بر سیم فدویان عقیدت کیش

---

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۱
[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۰۲
[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الطلاق ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۵۶

marfat.com

بجا آوردہ ، گزارش یہ ہے بنگالہ کے بعض دیار میں یہ دستور نو ایجاد ہے کہ جب نوشہ شامل برات دُلھن کے مکان پر جاتا ہے تو دُلھن کے اولیاء و اقرباء غیر مناسب شرائط سے کابین لکھوا کر نوشہ کو اوپر دستخط کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور درصورت عدم دستخط لڑکی دینے سے انکار کرتے ہیں ، بیچارہ نوشہ بخوفِ ندامت و تضیع زیورات و اسباب شادی جبراً و قہراً اس پر دستخط کر دیتا ہے اور بعد دستخط کرنے کے باقاعدہ رجسٹری بھی کرا دیتا ہے حالانکہ پیشتر اس مجلس نکاح کے ان بیہودہ شرائط کا تذکرہ تک نہیں ہوتا ہے ۔ منجملہ اُن غیر مناسب شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ تاحینِ حیات منکوحہ ہذا اور کسی عورت سے ہرگز شادی و نکاح نہ کروں گا ۔ اگر کروں تو وُہ دوسری عورت مطلقہ بطلاق ثلاثہ بائنہ ہو گی خواہ منکوحہ ہذا بروقت نکاح با زنِ دیگر میرے نکاح میں موجود ہو یا نہ ہو ۔ پس دریں صورت مستولست کہ شرعاً ایسی بھی صورت ہے کہ ناکح مذکور کو اس منکوحہ کے حینِ حیات میں دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز ہو جائے ۔ بیّنوا بحوالۃ الکتاب توجروا عند الوھاب جواب بحوالۂ کتب فقہیہ مع نقل عبارت مرحمت ہو ۔

الجواب

اگر کوئی فضولی بطورِ خود بے اُس کی توکیل کے اُس کا نکاح کسی عورت سے کر دے اور وُہ شخص اجازت فعلی سے اسے جائز و نافذ کرے زبان سے کچھ لفظ نہ کہے تو اس صورت میں منکوحہ ثانیہ پر طلاق اصلاً نہ ہو گی اگرچہ منکوحہ اولی ہنوز خود اس کے نکاح میں موجود ہو اور فضولی یوں آپ نہ کرے تو اس قسم کے الفاظ اس کے سامنے کہے کہ کاش کوئی فلاں عورت سے میرا نکاح کر دیتا یا کیا اچھا ہوتا کہ کوئی دوست بطورِ خود میرا عقد اس سے کر دیتا ۔

وذٰلک لان ھذہ الالفاظ الاماني دون الانابۃ حتی یکون توکیلا۔

یہ اس لئے کہ یہ الفاظ تمنائی ہیں یہ نیابت ثابت نہیں کرتے حتی کہ وکیل بنانا متصور ہو سکے ۔ (ت)

اور اجازت فعل یہ کہ مثلاً عورت کو مہر جو مقرر ہوا ہے بھیج دے یا زبان سے نہ کہے کاغذ پر لکھ دے کہ میں نے اس نکاح کو نافذ کیا اور اگر فضولی خواہ کسی نے اس عقد فضولی کی اس کو مبارکباد دی اور اسے سُن کر سکوت کیا جب بھی عقد صحیح اور نافذ ہو گیا اور طلاق نہ پڑے گی ، درمختار میں ہے :

زوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنہ الکتابۃ لایحنث بہ یفتی خانیۃ[1]

کسی کا نکاح فضولی شخص نے کر دیا تو اس شخص نے زبانی جائز کہہ دیا تو قسم ٹوٹ جائیگی اور عملی کارروائی سے جس میں لکھنا بھی شامل ہے ، جائز کرے تو قسم نہ ٹوٹے گی ، خانیہ ۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذٰلک مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱۴

marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

فی حاوی الزاھدی لوھنأہ الناس بنکاح الفضولی فسکت فھذا اجازۃ[1]

زاہدی کی کتاب حاوی میں ہے کہ اگر کسی کو لوگوں نے فضولی نکاح پر مبارکباد دی، تو وہ خاموش رہا، تو یہ اجازت متصور ہوگی۔ (ت)

اشباہ میں ہے :

حلف لایتزوج فالحیلۃ ان یزوجہ فضولی ویجیزہ بالفعل[2]

اگر کسی نے شادی نہ کرنے کی قسم کھارکھی ہو تو اس کے لئے شادی کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ کوئی فضولی شخص اس کا نکاح کردے اور یہ شخص کسی فعل کے ذریعہ سے اس نکاح کو جائز کردے۔ (ت)

غمز میں ہے :

الاجازۃ بالفعل کبعث المھر وشیئ منہ والمراد الوصول الیھا ذکرہ الصدر الشھید رحمہ اللہ تعالٰی، وقیل سوق المھر یکفی مطلقا لان المجوزۃ الاجازۃ بالفعل وھو تحقق بالسوق[3]

عملاً (فعل کے ذریعے) نکاح جائز کرنے کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص مہر یا اپنی طرف سے کوئی چیز بھیج دے یعنی منکوحہ کو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس تک پہنچادے۔ یہ بات صدر شہید نے ذکر کی ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ بیوی کو دینے کی بجائے محض مہر روانہ کردینا ہی نکاح کی فعلی اجازت کو کافی ہے کیونکہ بالفعل اجازت کو جائز قرار دیا گیا ہے تو روانہ کردینا بھی فعل ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

ینبغی ان یجیئ الی عالم ویقول لہ ماحلف واحتیاجہ الی نکاح الفضولی فیزوجہ العالم امرأۃ ویجیز بالفعل فلا یحنث وکذا اذا قال لجماعۃ لی حاجۃ الی نکاح الفضولی

مناسب یہ ہے کہ ایسا شخص کسی عالم کے پاس آکر اپنی قسم کے بارے میں بتائے اور فضولی شخص کے نکاح کردینے کی حاجت ظاہر کرے تو وہ عالم اس کا کسی عورت سے خود نکاح کردے، اور یہ اس نکاح کی اجازت اپنے کسی فعل سے دے تو

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرذلک دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۳۷

[2] الاشباہ والنظائر الفن الخامس الحیل فی النکاح ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۹۵،۲۹۶

[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر مع الاشباہ الفن الخامس " " " " ۲/ ۲۹۵،۲۹۶

marfat.com

فزوجه واحد منهم اما اذا قال لرجل اعقد لی عقد فضولی یکون توکیلاً[1] اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قسم نہ ٹوٹے گی اور یہی حکم ہے اگر کسی جماعت کے سامنے وُہ کہے کہ مجھے فضولی شخص کے نکاح کی ضرورت ہے تو اس جماعت کا کوئی فرد اس کا نکاح کر دے، لیکن جب کسی کو اس نے یُوں کہہ دیا کہ تو فضولی بن کر میرا نکاح کر دے تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اس صورت میں وکیل بنا رہا ہے لہذا وہ وکیل بنے گا فضولی نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳ از کلکتہ مولوی امداد علی لین مرسلہ مولوی محمد عبدالعزیز صاحب ۲۱ شوال ۱۳۱۴ھ

بذروہ عرض خدام برتر مقام دام اقبالکم، پس از سلام سنّت خیرالانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام، معروض اینکہ مسئلہ مالاینحل فی دیارنا پیشکش ملازمان می نہیم جواب شافیش عنایت فرمودہ رہین منت سازند جناب من بعضے اختلاف بدینگونہ می آورند کہ برغیر مدخول بہا بعد از وقوع یک طلاق ثانی وثالث واقع نخواہد شد مگر ارادہ آنکس دریںجا وقوع طلاق علی الانفراد نیست بلکہ باہم واقع کردن ست وسیاق کلام بنگالہ اش ہم ہمچنیں است احقر دریںجا بعینہٖ ترجمہ بنگالہ نمود، زیادہ حدِ ادب۔

خدام کی عرض کو پُورا کرنے والے، برتر مقام والے، دام اقبالکم، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسنون سلام کے بعد معروض یہ ہے کہ ہمارے علاقہ کا ایک لاینحل مسئلہ جناب کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اس کا شافی جواب عنایت فرما دیں تو ممنونِ احسان ہوں گے۔ جنابِ من! بعض نے یہ اختلاف کیا ہے کہ غیر مدخولہ عورت پر ایک طلاق کے بعد دوسری اور تیسری طلاق واقع نہ ہوگی جبکہ یہاں خاوند کا منشاء تینوں طلاقوں کو علیحدہ علیحدہ دینا نہیں ہے بلکہ اکٹھی دینے کا ارادہ ہے، اور بنگالی زبان کا سیاق بھی یہی ہے۔ احقر یہاں بنگالی زبان کا ترجمہ بعینہٖ پیش کرتا ہے، زیادہ حدادب۔

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں شخص درکابین نامۂ زوجۂ خود نوشتہ داد کہ من بلا اجازت تو واجازت ولی معتبر تو نکاحِ دیگر نخواہم کرد واگر بکنم کل دین مہر تو ادا نمودہ از تو واز ولی تو اجازت گرفتہ خواہم کرد ورنہ بر منکوحہ ہائے دیگر یک طلاق دو طلاق سہ طلاق واقع خواہد شد پس آں شخص یکے راہم از شرائط مذکور بعمل نیاوردہ زنے را بعقد نکاح خود آورد اینک زوجۂ ثانیہ اش

اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نکاح نامہ میں بیوی کو لکھ دیا کہ میں تیری اور تیرے معتبر ولی کی اجازت کے بغیر دُوسرا نکاح نہ کروں گا، اگر کروں تو تیرا مکمل مہر ادا شدہ ہوگا اور تجھ سے اور تیرے ولی سے اجازت کے ساتھ ہوگا ورنہ میری دوسری منکوحہ پر ایک طلاق،

---

[1] بحرالرائق باب التعلیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۷

marfat.com

مطلقه بسه طلاق خواهد شد یا نه؟ بیّنوا توجروا۔

دوسری طلاق تیسری طلاق ہوگی، اس کے بعد اس شخص نے کوئی شرط پوری کئے بغیر دوسری عورت سے نکاح کرلیا، تو اس کی دوسری بیوی کو تین طلاق ہوں گی یا نہیں؟ بینوا توجروا (ت)

الجواب

اصل اینست که معلق هنگام وجود شرط فرود می آید گویا اینک بجز منجز تکلم کرده است و زن نامدخوله اگرچه محلِ وقوع سه طلاق بیکبار هست و لهذا اگر او را گوید بر تو سه طلاق یا اگر باین خانه در آئی سه طلاق باشی در صورت اولیٰ فوراً و در اخری هنگام دخول خانه سه طلاق واقع شود بلکه اگر سه طلاق جداگانه تعلیق کرد اما معطوفه بغیر حرف "ثم" و شرط را مؤخر آورد مثلاً گفت تو طالقی و طالقی و طالقی اگر چناں کنی نیز بحصول شرط سه طلاق اُفتد زیرا که عطف بواو یا فا آنها را موصول کرده و تاخیر شرط اول سخن را به تعلیق تغیر داده است پس مجموع معلق شد و بوقوع شرط دفعةً فرود آمد اما غیر مدخوله وقوع بتفریق را صلاحیت ندارد و لهذا اگر گفت ترا یک طلاق و دو طلاق و سه طلاق یا اگر اینکار کنی تو طالقی و طالقی و طالقی بتقدیم شرط یا تو طالقی طالقی طالقی اگر چناں کنی بتاخیر شرط و ترک عطف ہمیں بیک طلاق بائن شود و باقی لغو رود زیرا که در صورت اولیٰ چوں ترا یک طلاق گفت ایں طلاق افتاد و زن از عصمت نکاح بیروں شد و عدت ہم نیست پس محلیت طلاق نماند و معطوفات باقیه هنگام انعدام محلیت بر زماں آمد و بیکار رفت و در ثانیه چوں شرط مقدم ست گویا هنگام وقوع شرط

قاعدہ یہ ہے کہ کسی شرط کے ساتھ معلق طلاق، اس شرط کے پائے جانے پر وقوع پذیر ہوتی ہے گویا کہ اس وقت اس نے طلاق کا تکلم غیر مشروط طور پر کیا ہے اور غیر مدخولہ عورت یکبار تین طلاقوں کے وقوع کا محل ہے لہذا اگر خاوند نے غیر مدخولہ بیوی کو کہا تجھے تین طلاق' یا کہا تو اگر اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق، تو پہلی صورت میں فوراً اور دوسری صورت میں اس کے گھر میں داخل ہونے پر تین طلاقیں ہوجائیں گی، بلکہ اگر متفرق طور پر تین طلاقیں کسی شرط سے معلق کردے بشرطیکہ ان متفرق طلاقوں کو لفظ "واو" یا "فاء" کے ساتھ بطورِ عطف ذکر کرے نہ کہ لفظ "ثم" کے ساتھ، اور شرط کا ذکر اس کے بعد کرے، مثلاً یُوں کہے تجھے طلاق و طلاق و طلاق اگر تُو فلاں کام کرے، تو اس صورت میں بھی شرط پائے جانے پر تین طلاقیں ہوں گی، کیونکہ واو اور فاء کا عطف سب کو ملا دیتا ہے اور جب اس کے بعد شرط ذکر کی تو اس شرط نے پہلی پوری کلام کو معلق کردیا تو شرط کے پائے جانے پر اس سے معلق تینوں طلاقیں دفعةً واقع ہوجائیں گی لیکن اس کے برخلاف اگر غیر مدخولہ کو تین طلاقیں غیر مشروط طور پر متفرق دے مثلاً یُوں کہے تجھے ایک طلاق اور دوسری طلاق اور تیسری یا تینوں کو متفرق طور پر ذکر کرے مگر شرط کو ان سے پہلے ذکر کرے مثلاً یُوں کہے اگر تُو نے فلاں کام کیا تو تجھے طلاق

marfat.com

چناں گفت کہ تو طلاق و طلاق و طلاق و بدلیل ہمیں یک وقوع یافت و در ثالثہ مغیر کہ در آخر کلام یافتہ شد ہمیں طلاق ثالث را از تنجیز بہ تعلیق تغییر داد کہ ماسلف بجہت ترک عطف با دمربوط نبود، پس ہنگام تکلم بہ کلمۂ اولے یک طلاق فی الحال واقع شد و محل تنجیز دوم و تعلیق سوم نماند چوں ایں مسائل حالی شد حکم مسئلہ مسئولہ رنگ وضوح یافت کہ بر منکوحۂ ثانیہ ہمیں یک طلاق واقع شود و بس، فی الھندیۃ ان علق الطلاق بالشرط ان کان الشرط مقدما فقال ان دخلت الدار فانت طالق و طالق و طالق وھی غیر مدخولۃ بانت بواحدۃ عند وجود الشرط فی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولغا الباقی، وان کان الشرط مؤخرا فقال انت طالق و طالق و طالق ان دخلت الدار، أو ذکرہ بالفاء فدخلت الدار بانت بثلث اجماعا سواء کانت مدخولۃ او غیر مدخولۃ، فان ذکرہ بغیر حرف العطف ان کان الشرط مقدما فقال

اور طلاق اور طلاق ، یا مشروط تین طلاقیں ذکر کرے مگر طلاقوں کو بغیر عطف شرط سے پہلے ذکر کردیا ہو مثلاً یوں کہے تجھے طلاق طلاق طلاق اگر تو فلاں کام کرے ، تو ان تینوں صورتوں میں متفرق شدہ طلاقوں میں سے ایک ہی طلاق ہوگی جو بائنہ ہوجائے گی اور باقی دو لغو ہوجائیں گی ۔ کیونکہ ان میں سے پہلی صورت میں جب اس نے "تجھے ایک طلاق" کہا تو بیوی بغیر عدت نکاح سے خارج ہوجائے گی تو وہ اس کے بعد طلاق کا محل ہی نہ رہی تو باقی دو کے وقوع کے وقت بیوی طلاق کا محل نہ تھی لہٰذا وہ دونوں طلاقیں بیکار (لغو) ہوگئیں ، اور دوسری صورت میں چونکہ شرط مقدم ہے اس لئے شرط کے وجود پر پہلی طلاق کے بعد باقی دو طلاقوں کا محل نہ رہی کیونکہ وہ پہلی طلاق کے ساتھ ہی بائنہ ہوگئی لہٰذا باقی دونوں لغو ہوگئیں، شرط کے پائے جانے پر ۔ گویا یوں کہا تجھے طلاق وطلاق وطلاق ، تو یہ پہلی صورت کی طرح ہوگئی ، اور تیسری صورت میں اس لئے کہ تعلیق کا تعلق صرف آخری طلاق سے ہوا کیونکہ طلاقوں کے بعد اس نے شرط ذکر کی جس نے تیسری طلاق کو وقوع سے روک دیا ، اور پہلی دونوں عطف نہ ہونے کی وجہ سے تیسری کے ساتھ مربوط نہ ہوسکیں ، لہٰذا وہ دونوں ذکر کرتے ہی غیر مشروط واقع ہوگئیں تو جب پہلی واقع ہوئی تو وہ بائنہ ہوگئی تو اس کے بعد وہ دوسری غیر مشروط اور تیسری معلق اور مشروط کا محل نہ رہی لہٰذا دوسری اور تیسری لغو ہوگئیں ، جب یہ مذکورہ مسائل معلوم ہوگئے

ع یہاں مسودہ میں بیاض ہے۔

marfat.com

ان دخلت الدار فانت طالق طالق طالق وهي غیر مدخولة فالاول معلق بالشرط والثانی یقع للحال والثالث لغو، وان اخر فالاول ینزل للحال ولغا الباقی کذا فی السراج اھ[1] ملخصا، وفی الدر المختار یقع بانت طالق واحدة وواحدة ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقهما بالشرط دفعة وتقع واحدة ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اھ[2] فی رد المحتار قوله لتعلقهما بالشرط دفعة لان الشرط مغیر للایقاع فاذا اتصل المغیر توقف صدر الکلام علیه فیتعلق به کل من الطلقتین معا فیقعان عند وجود الشرط کذلك بخلاف ما لو قدم الشرط فلا یتوقف لعدم المغیر، قوله لان المعلق کالمنجز ای یصیر عند وجود شرطه کالمنجز ولو نجزه حقیقة لم تقع الثانیة بخلاف ما اذا اخر الشرط لوجود المغیر

تو مسئلہ مسئولہ واضح ہوگیا کہ دوسری منکوحہ کو یہ ایک ہی طلاق ہوگی اور بس۔ ہندیہ میں ہے اگر کسی نے طلاق کو مشروط کیا اور شرط کو پہلے ذکر کیا مثلاً یوں کہا اگر تُو گھر میں داخل ہُوئی تو تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق جبکہ عورت غیر مدخولہ ہو تو شرط پائے جانے پر وہ پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے مسلک پر اور باقی دو لغو ہو جائیں گی۔ اور اگر شرط مؤخر ذکر کی ہو مثلاً یوں کہا تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق اگر تُو گھر میں داخل ہُوئی، یا فاء کے ساتھ عطف کیا، تو عورت جب گھر میں داخل ہوگی تو تین طلاقوں سے بائن ہو جائے گی خواہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔ یہ مسئلہ بالاجماع ہے، اور اگر طلاقوں کا ذکر عطف کے بغیر ہو تو اگر شرط مقدم ہو مثلاً یوں کہے اگر تُو گھر میں داخل ہُوئی تو تجھے طلاق طلاق طلاق۔ جب بیوی غیر مدخولہ ہو تو پہلی طلاق شرط سے معلق ہوگی دوسری فی الحال واقع ہو جائے گی جو بائنہ ہوگی اور تیسری لغو ہو جائے گی، اور اگر شرط کو مؤخر ذکر کیا تو پہلی طلاق فوراً واقع ہوگی اور باقی دونوں لغو ہوں گی، سراج میں ایسے ہی مذکور ہے اھ ملخصاً۔ درمختار میں ہے اگر کسی نے یوں کہا تجھے ایک طلاق اور ایک (عطف کے ساتھ) اگر تُو گھر میں داخل ہو، تو دونوں طلاقیں واقع ہوں گی کیونکہ دونوں ایک شرط سے مشروط ہیں لہذا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۴

[2] درمختار باب طلاق غیر المدخول بہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۳

marfat.com

زیلعی، وفی العطف بثم ان اخرہ تنجزت واحدۃ ولغا ما بعدھا وان قدمہ لغا الثالث وتنجز الثانی وتعلق الاول فیقع عند الشرط بعد التزوج الثانی اھ مختصرا، وفی البحر الرائق لوقال لامرأۃ یوم اتزوجك فانت طالق وطالق وطالق فتزوجھا وقعت واحدۃ وبطلت الثنتان ولو قال انت طالق وطالق وطالق یوم اتزوجك وقعت الثلاث کذا فی الحاوی القدسی وکذا لو قال ان تزوجتك کما فی المحیط[2] اھ۔ تمام تفاصیل ایں مسئلہ کہ بلحاظ آنکہ عطف بواؤ و فاء باشد یا ثم یا ہیچ و بہر تقدیر منجز باشد یا معلق بشرط مقدم یا مؤخر وبہر وجہ زن مدخولہ باشد یا غیر آں بہیجدہ صورت میرسد وبلحاظ تفصیلات اخر صور دیگر صورت بندد از بزازیہ وفتح القدیر وبحر الرائق و ہندیہ تواں جست۔ واللہ تعالٰی اعلم

شرط پائے جانے پر دونوں دفعۃً واقع ہوجائیں گی۔ اور اگر شرط کو مقدم ذکر کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی کیونکہ یہاں مشروط، غیر مشروط کی طرح ہے اھ۔ ردالمحتار میں اس پر فرمایا کہ ماتن کا قول کہ "(پہلی صورت میں) دونوں معلق بشرط واحد ہیں" کیونکہ شرط کے ذکر نے دونوں کو غیر مشروط سے مشروط بنادیا اس لئے کہ اس تبدیلی والی شرط کی وجہ سے پہلا کلام اس پر موقوف ہوگیا، لہٰذا دونوں طلاقوں کا معًا اس شرط سے تعلق ہوگیا لہٰذا شرط پائے جانے پر دونوں اس طرح معًا واقع ہوجائیں گی، اس کے برخلاف اگر شرط کو مقدم ذکر کیا ہو تو دونوں اس پر موقوف نہ ہوں گی بلکہ صرف پہلی معلق ہوگی اور دوسری غیر مشروط رہے گی۔ جو فی الحال فورًا واقع ہوجائیں گی، اور اس کا قول "(دوسری صورت میں) کہ مشروط، غیر مشروط کی طرح ہوگی" یعنی معلق بالشرط وہ شرط کے پائے جانے پر غیر مشروط کی طرح ہوگی اور حقیقۃً غیر مشروط ہو تو پھر دوسری واقع نہ ہوگی کیونکہ وہ پہلی سے ہی بائنہ ہوجائے گی، اس کے برخلاف جب شرط کو مؤخر ذکر کرے کیونکہ وہاں دونوں طلاقیں بعد والی شرط سے مشروط ہوجانے کی وجہ سے معلق ہوجائیں گی، زیلعی۔ اور اگر لفظ "ثم" سے عطف کیا ہو اور شرط کو مؤخر کیا ہو تو پہلی واقع ہوجائیگی اور بعد والی دونوں لغو ہوجائیں گی، اور شرط کو مقدم کیا تو تیسری لغو اور دوسری فورًا واقع۔ اور پہلی شرط سے معلق ہوکر شرط پائے جانے پر واقع ہوگی جب وہ دوسرے خاوند کے بعد دوبارہ اس سے نکاح کرے گا، اھ مختصرًا۔ اور بحرالرائق میں ہے اگر کسی نے ایک عورت کو کہا جس دن میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق، اس کے بعد اس سے نکاح کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور دو باقی لغو و باطل جائیں گی، اور

---

[1] ردالمحتار — باب طلاق غیر المدخول بہا — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/ ۴۵۷

[2] بحرالرائق — فصل فی الطلاق غیر المدخول بہا — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۳/ ۲۹۷

marfat.com

اگر یُوں کہا کہ تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق ہے جس دن میں تجھ سے نکاح کروں، تو شرط کو بعد میں ذکر کرنے کی وجہ سے تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، حاوی قدسی میں یُوں ذکر ہے۔ اور یہی حکم ہے جب کہے اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو طلاق اور طلاق اور طلاق، کہ شرط کو مؤخر اور مقدم کرنے پر فرق ہوگا جیسا کہ محیط میں ہے اھ اس مسئلہ کی، واؤ اور فاء یا ثم یا کسی اور عطف اور پھر ہر صورت میں بالشرط یا بغیر شرط اور پھر شرط کو مقدم یا مؤخر ذکر کرنے اور پھر ہر صورت میں بیوی کے مدخولہ اور غیر مدخولہ ہونے کے لحاظ سے کل اٹھارہ ۱۸ صورتیں بنتی ہیں اور دیگر تفصیلات کے اعتبار سے مزید صورتیں بن سکتی ہیں، یہ بزازیہ، فتح القدیر، بحر الرائق اور ہندیہ سے تلاش کی جاسکتی ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴ غلام گیلانی صاحب پنجابی از ضلع پترہ ڈاکخانہ پٹن موضع چنبک نگر معرفت تار و چودھری اوائل صفر ۱۳۲۶ھ

زوج نے قبل عقد نکاح کے کابین نامہ میں عورت کو یہ شرط لکھ دی کہ میں اگر آپ سے ایک برس کی مدت تک جُدا رہوں یا کسی صورت سے آپ کا خبر گیر نہ ہوں تو اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم کو شوہر سے چھوڑ کر طلاق دے سکتی ہو، انتہی۔ کابین میں بنگلہ زبان میں ایسی عبارت مہمل لکھی ہے جس کا ترجمہ بعینہا یہی ہوتا ہے۔ آیا یہ معنی ظاہری اس کا ترک کرکے عرفی موافق غرض زوجہ کے اس صورت سے لے سکتے ہیں (تم مجھ کو اپنی شوہری اور زوجیت سے نکال کر طلاق دے سکتے ہو) مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس کو طلاق دے سکتے ہو۔ اضافتِ طلاق زوجہ کی طرف نہیں ہے، بنگلہ زبان میں زوج نے قصدًا ایسی عبارت لکھی ہے کہ جس کا ترجمہ ایسا کچھ بنتا ہے جیسا کہ انا منك طالق (میں تجھ سے طلاق والا ہُوں۔ ت) اور اب زوجہ وقوع شرط کی مدعیہ ہے اور زوج منکر ہے، وُہ کہتا ہے کہ میں مدت کے اندر چند بار آیا مگر مجھ کو زوجہ کے اقارب نے زوجہ کے پاس جانے، ملاقات، بات چیت کرنے سے روک دیا اور مکان میں داخل ہونے نہیں دیا، دونوں اپنے دعوے پر بینہ رکھتے ہیں، مگر زوج کسی مولوی کو حکم نہیں بناتا اور نہ کسی کے پاس آتا ہے، تین برس گزار دیا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ زوج بھی اپنے الفاظ سے عرفی معنی موافق مدعائے عورت لے کر انکار وقوع شروط کا کرتا ہے ورنہ زوجہ کے دفعہ میں اس کو اسی قدر بس ہے کہ کہہ دے کہ میری عبارت سے یہ نہیں نکلتا کہ عورت کو بعد وقوع شرط کے اختیار طلاق کا ہے۔ اب فقیر پُر تقصیر عرض کرتا ہے کہ حضور پرُ انوار ارشاد فرمائیں کہ اس عبارت سے کیا مطلب لیا جائے اور عورت کا بینہ معتبر ہوگا یا کیا؟ کتنی طلاق دے سکتی ہے یا نہیں

marfat.com

دے سکتی ؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عورت کو کسی طرح اپنے نفس کو طلاق دینے کا اختیار نہیں، الفاظ شرط کابین نامہ اگر اسی قدر ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے اور اضافت الی النکاح کا اس میں کہیں ذکر نہیں کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں یا جب میں تجھے اپنی زوجیت میں لاؤں اس کے بعد اگر ایسا واقع ہو تو تجھے اختیار طلاق ہے جب تو شرط کابین نامہ محض فضول و باطل ہے کہ اس کی تحریر قبل نکاح ہوئی اور نکاح کی طرف اس میں اضافت نہیں تو نہ ملک پائی گئی نہ اضافتِ ملک، اور ایسی تعلیق محض باطل ہے۔ درمختار میں ہے:

شرطه الملك كقوله لمنكوحته ان ذهبت فانت طالق او الاضافة اليه كان نكحت امرأة وان نكحتك فانت طالق فلغا قوله لاجنبية ان زرت زيدا فانت طالق فنكحها فزارت لم تطلق لعدم الملك والاضافة اليه[1] انتهى مختصرًا۔

اس کی شرط یہ ہے کہ ملکیت یا ملکیت کی طرف اضافت پائی جائے، ملکیت مثلاً منکوحہ بیوی کو کہے اگر تو گئی تو تجھے طلاق، ملکیت کی طرف اضافت مثلاً کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں یا کسی اجنبی عورت کو یوں کہے اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق، تو محض اجنبی عورت کو اس کا یہ کہنا اگر تونے زید کو دیکھا تو تجھے طلاق، لغو ہوگا، لہٰذا اگر اس کے بعد وہ اس عورت سے نکاح کرلے اور وہ عورت زید کی زیارت کو چلی جائے تو بھی طلاق نہ ہوگی، کیونکہ یہاں نہ ملکیت ہے اور نہ ہی ملکیت کی طرف طلاق کی اضافت ہے اھ (ت)

اور اگر کابین نامہ میں اضافت الی النکاح ہے تو یہ تعلیق وتفویض صحیح ہوگئی اور اس کا مفاد مثل انا منك طالق کے نہیں کہ لفظ "ہم کو" لفظ "چھوڑ کر" سے متعلق ہے نہ کہ لفظ طلاق سے، اور اس طلاق کی اضافت کلامِ زوج میں عورت کی طرف نہ ہونا کچھ منافی صحتِ تفویض نہیں کہ تفویض میں زن وشوہر دونوں میں سے ایک کے کلام میں اضافت کافی ہے۔ درمختار میں ہے:

وذكر النفس او الاختيارة في كلام احدهما شرط صحة الوقوع بالاجماع، ويشترط ذكرها

نفس یا لفظ اختیار کا ذکر کرنا خاوند اور بیوی دونوں میں سے کسی ایک کے کلام میں وقوع طلاق کے لئے شرط ہے بالاجماع، اور اس کا متصل ہونا شرط

---

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۰

متصلا فان کان منفصلا فان فی المجلس صح والا لا فلو قال اختاری اختیارۃ او طلقۃ وقع لو قالت اخترت فان ذکر الاختیار کذکر النفس وکذا ذکر التطلیقۃ والشرط ذکر ذلک فی کلام احدھما فلم یختص بکلام الزوج کما ظن[1] انتہی مختصرا۔

ہے اگر منفصل ذکر کیا جائے تو اگر اسی مجلس میں ہو تو صحیح ہے ورنہ نہیں، لہذا اگر خاوند نے بیوی کو کہا اختاری اختیارۃ یا اختاری طلقۃ، اگر بیوی نے جواب میں کہا اخترت (میں نے اختیار کرلیا) تو طلاق واقع ہوجائیگی کیونکہ "اختیارۃ" کا ذکر ایسا ہی ہے جیسے نفس کو ذکر کردیا جائے اور طلقۃ کا ذکر بھی ایسا ہی ہے اور نفس یا قائم مقام نفس کا خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے کلام میں ذکر ہونا شرط ہے نہ کہ خاوند کا کلام اس کے لئے مخصوص ہے، جیسا کہ بعض کا گمان ہے اھ مختصراً (ت)

مگر تفویض طلاق کہ معلق بالشرط ہو، بعد وقوع شرط اُسی مجلس پر محدود رہتی ہے جس میں عورت کو وقوعِ شرط کا علم ہُوا مجلس بدلنے کے بعد اُسے طلاق لینے کا اختیار نہیں رہتا۔ درمختار میں ہے:

التعلیق بالمشیۃ او الارادۃ او الرضاء او الھوی او المحبۃ یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فتقید بالمجلس[2]۔

طلاق کو عورت کی مشیّت، ارادہ، رضا، خواہش یا محبّت پر معلق کرنا بیوی کو تعلیق کے طور پر طلاق کا مالک بنانا ہے تو یہ تملیک مقید بمجلس ہوگی (یعنی بیوی کو طلاق کا اختیار اسی مجلس تک محدود ہوگا۔ (ت)

یہاں کہ عورت مدعیہ وقوع شرط ہے اور اس نے اب تک اپنے کو طلاق نہ دی مجلس اوّل ختم ہوتے ہی اُسے اختیارِ طلاق نہ رہا، بہرحال صورتِ مسئولہ میں عورت کا دعوٰی اصلاً قابلِ سماعت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵

۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو بریلی سے رام پور بھیج دیا کہ بوجہ رنج ہوجانے کے باہم زید و ماموں زوجۂ زید کے اور ایک رقعہ بھی لکھ دیا کہ میں اپنی بیوی کو بخوشی معہ زیور کے بوجہ رنجش کے رامپور کو رخصت کرتا ہوں اور آئندہ مجھ کو کوئی تعلق نہ ہوگا اور دو روپیہ ماہوار لڑکی کے دُودھ پلائی کے مقرر کرتا ہُوں، لوگوں نے زید سے دریافت کیا کہ کیا طلاق دیتے ہو؟ زید نے طلاق سے انکار کرکے یہ کہا جس وقت میری حالتِ غصّہ درست ہوجائے تو پھر بلوا لُوں گا، بعد ایک ہفتہ کے جبکہ زوجۂ زید رام پور

---

[1] درمختار | باب تفویض الطلاق | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۲۷

[2] درمختار | فصل فی المشیۃ | " " " | ۱/۲۳۰

marfat.com

چلی گئی، زید نے ایک خط بنام مولوی لطف اللہ صاحب کے لکھا کہ باہم میرے اور میری زوجہ کے ماموں میں رنج ہوگیا ہے آپ صفائی کرادیں اور ان سے کہہ دیجئے کہ یکم تاریخ تک روانہ بریلی کردیں اور اگر نہ روانہ کریں گے تو یہ ایک طلاق دیتا ہُوں ایسے درمیان میں جو زید نے واسطے آنے میعاد اپنی زوجہ کے مقرر کی تھی رامپور میں بحضور اپنی زوجہ کے رجوع کرلیا لیکن زوجۂ زید رامپور سے بریلی کو اُس میعاد مقررہ کے اندر نہیں آئی ایسی صورت میں طلاق واقع ہُوئی یا نہیں، اگر ہُوئی تو کس قسم کی رجعی یا بائن، بعد ایک ماہ کے زید رامپور گیا، زوجہ کے ماموں نے یہ کہا کہ طلاق ہوگئی ہے میں رخصت ابھی نہ کروں گا، اُس پر زید نے جواب دیا کہ آج ہی اس معاملہ کا فیصلہ نہ ہوگا تو تینوں طلاق پُوری کروں گا' یہ کہہ کر چلا آیا، طلاق واقع ہُوئی یا نہیں، ہُوئی تو کس قسم کی واقع ہُوئی رجعی یا بائن؟ بعض علماء کا بیان ہے کہ یہ طلاق بوجہ معلق ہونے کے بائن ہوگئی، یہ قول کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہُوئی، زید کا کہنا کہ تینوں طلاق پُوری کردوں گا محض وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی، اور زید کا میعاد وقوعِ طلاق یعنی یکم آنے سے پہلے جاکر رجوع کرنا محض بے اثر ہے فان الرجوع لایتقدم الوقوع (کیونکہ رجوع، طلاق کے وقوع سے پہلے نہیں ہوسکتا۔ ت) تو نہ رہا مگر زید کا وُہ قول کہ یکم تک نہ روانہ کرینگے تو یہ ایک طلاق دیتا ہُوں، یہ طلاق اُس شرط پر معلق تھی یکم گزر گئی اور عورت کو روانہ نہ کیا، شرط متحقق ہُوئی طلاق پڑ گئی، اور یہ طلاق یقیناً رجعی ہے، تعلیق کے سبب بائن ہوجانا باطل قطعی کماقدمنا تحقیقہ (جیسا کہ اس کی تحقیق گزر گئی۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶ از بنگالہ نواکھالی محلہ رامپور فضل الرحمان صاحب ۶ شوال ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی کو اس شرط کے ساتھ کابین نامہ لکھ دیا کہ اگر تمھارے سوا کوئی دُوسری بی بی کروں تو وُہ ایک دو تین طلاق ہے، بعد اس کے زید نے اپنی منکوحہ سے اجازت لے کر دوسری شادی کرلی مگر کابین میں اجازت وغیرہ کا ذکر مطلقاً نہیں آیا۔ صورت مذکورہ میں وُہ اجازت عند الشرع معتبر ہوگی یا نہیں، اور شرعاً ایسی شرط کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر کرلے تو کیا حکم؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں نکاح ہوتے ہی زوجۂ ثانیہ پر معاً ایک طلاق بائن ہوگی وُہ نکاح سے نکل گئی مگر حلالہ کی حاجت نہیں، اگر زید چاہے تو اس سے دوبارہ نکاح کرلے خواہ اور عورت سے نکاح کرے، اب زوجہ کو طلاق نہ ہوگی اگرچہ زوجۂ اولٰی اجازت بھی نہ دے۔

marfat.com

اما وقوع الطلاق فلتحقق الشرط والاجازة لا تمنعه واما الواحدة والبینونة فلوقوعه قبل الدخول وتفریقه فی الایقاع حیث لم یقل تین بل ایک دو تین اما عدم الوقوع اذا نکح اخری او ھذہ مرۃ اخری فلا نحلال الیمین لعدم کلما وما یقوم مقامہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

طلاق کا وقوع اس لئے ہے کہ شرط پائی گئی، اور اجازت اس کے لئے مانع نہیں ہے، لیکن ایک اور بائنہ طلاق اس لئے کہ یہ طلاق قبل دخول اور تینوں کے جدا جدا واقع ہونے سے پہلی واقع ہُوئی اس لئے کہ خاوند نے تین کا لفظ نہیں کہا بلکہ ایک، دو، تین کہا، اور دوسری عورت سے یا اسی بیوی سے دوبارہ نکاح سے مزید طلاق نہ ہوگی اس لئے کہ اس نے "کلما" یا اس کا ہم معنی لفظ نہیں کہا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷: از بمبئی پیرولین پوسٹ عمر کھاڑی مرسلہ منشی محمد صدیق قدسیہ جنتری ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے محکمۂ قضاء میں حاضر ہو کر اقرار کیا کہ آج سے آیندہ میں اگر شراب پیوں یا فتنہ وفساد کروں اور وہ پانچ اشخاص (جن کے نام اقرار نامہ میں بطور نگرانی درج ہیں) میری بدچلنی کا ثبوت پہنچا دیں تو میری زوجہ مسماۃ ہندہ میرے نکاح سے باہر ہے اور میری مطلقہ ہے پس بعد عہد واقرار مذکور کے پانچ یا سات نفر معتبر نے جو تحریر اقرار نامہ کے وقت موجود تھے زید کو برسرراہ حالتِ نشہ میں پایا اور زید کے والد کو نیز مرقومۂ بالا پانچ اشخاص معینہ میں سے ایک شخص کو اُسی وقت حالتِ نشہ کی خبر دی مگر زید کے والد اور شخص مذکور نے بخوف یا بپاسِ خاطر زید توجہ نہ کی اور اس واقعہ کے چند روز بعد زید نے اپنے والد کے ساتھ حالتِ نشہ میں فساد کیا اور گرفتار ہو کر محکمہ میں اسی بناء یعنی شراب خوری وفساد ریزی پر جرمانہ دیا بعد ازاں اہلِ جماعت جمع ہوئے جن میں مذکور الصدر پانچ اشخاص بھی بصورت منصف موجود تھے اور زید کو تقصیروار گردانا مگر مقدمۂ مذکورۂ بالا میں زید کی ظاہری بدچلنی جو وقوع میں آئی اُس کو زبانی بیان کرنے میں بپاس[1] رکھتے ہیں، پس ان تمام صورتوں میں زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہُوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہُوئی تو عدت کس روز سے شمار ہوگی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قولِ زید کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس سے شراب خوری یا فتنہ وفساد کا صدور ہو اور ان دونوں میں سے جو کچھ ہو اس کے ساتھ ایک اور امر ضرور ہو وہ یہ پانچ اشخاص مذکورین اس کی بدچلنی کا ثبوت پہنچائیں، ان باتوں کے جمع ہونے پر اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر اور اس کی مطلقہ ہے،

---

[1] یہاں مسودہ میں بیاض ہے۔

marfat.com

وذٰلك لانه عطف الثاني على الاول باو ثم الثالث بالواؤ فكان الشرط وقوع احد الامرين الاولين مع الثالث ۔

یہ اس لئے کہ دوسری بات کو پہلی پر لفظ او (یا) سے اور پھر تیسری کا دوسری پر " و " سے عطف کیا لہٰذا تیسری بات کا وقوع پہلی دونوں میں سے ایک کے وقوع سے مشروط ہوگا ۔ (ت)

امام فخر الاسلام بزدوی قدس سرہٗ اصول میں فرماتے ہیں:

ولهذا قلنا فيمن قال هذا حراو هذا او هذا ان الثالث يعتق ويخير بين الاولين لان صدر الكلام تناول احدهما عملا بكلمة التخيير والواؤ توجب الشركة فيما سبق له الكلام فيصير عطفا على المعتق من الاولين كقوله احدكما حر وهذا[1] ۔

اسی بنا پر ہم نے کہا کہ اگر مالک نے کہا " یہ آزاد یا یہ اور یہ ہے " تو تیسرا لازمی طور پر آزاد ہو جائیگا اور پہلے دونوں میں سے کسی ایک کو آزادی کیلئے متعین کرنے کا اختیار مالک کو ہوگا، کیونکہ اس کے کلام کا ابتدائی حصہ پہلے دونوں میں سے ایک کو شامل ہے لفظ " او " کے عمل کی وجہ سے اور بعد میں واؤ کا عطف پہلے دونوں میں مصداق کی شراکت کو چاہتا ہے لہٰذا پہلے دونوں میں سے جو آزاد ہوگا اس پر عطف ہوگا، یہ یوں ہوا جیسے کسی نے پہلے دونوں کو کہا ہو تم دونوں میں سے ایک اور یہ آزاد ہے (ت)

ہماری زبان میں کسی شیئ کا ثبوت پہنچانا، اور کوئی شیئ ثبوت کو پہنچانا، ان دونوں میں فرق ہے لفظ[2] اول میں ثبوت[1] ہوتا ہے یعنی شہادت زبانی یا حجت تحریری اور اس کا پہنچانا مہیا کرنا ادا کرنا، پیش کرنا، اور لفظ ثبوت اپنے معنی پر ہے اور ثبوت کو پہنچانا ثابت و مدلل کرنا اس کے ثبوت کا حکم دینا، پہلے لفظ کا تعلق شاہد و ساعی ثبوت سے ہے اور دوسرے کا حاکم و قاضی، ثبوت سے بھی غالب مراد ظاہر مفاد یہی ہے، اگر وہاں بھی عرف اسی طرح ہے، تو وہ اشخاص جبکہ بخوف و ہراس یا بہ لحاظ و پاس اس کی بدچلنی زبان پر لانے سے بھی احتراز کرتے ہیں تو بدچلنی کا ثبوت پہنچانا اُن سے واقع نہ ہُوا اور وُہ بھی جزء شرط تھا تو شرط کامل متحقق نہ ہُوئی تو طلاق اصلاً نہ ہُوئی،

لان ما علق على وجود شيئين لا ينزل الا بعد وجودهما جميعا ۔

کیونکہ جس چیز کو دو چیزوں کے وجود پر معلق کیا ہو تو وہ مشروط دونوں شرطوں کے اکٹھے پائے جانے پر متحقق ہوگا ۔ (ت)

عـہ۱ اصل میں یہاں بیاض ہے ۔

عـہ۲ اصل میں یہاں کرم خوردہ ہے ۔

---

[1] اصول امام فخر الدین بزدوی باب حروف المعانی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۰۳

marfat.com

اور اگر وہاں کے عرف و محاورہ میں یہ فرق نہیں کسی شئے کے ثابت قرار دینے کو بھی اُس شئے کا ثبوت پہنچانا کہتے ہیں توجبکہ پانچ اشخاص مذکورین نے اس کی بدچلنی کا ثبوت مانا اور اس بنا پر اُسے تقصیروار ٹھہرایا ہو اور واقع میں اُس سے بعد معاہدہ شراب خوری یا فتنہ وفساد کا صدور بھی ہوا ہو تو ہندہ پر طلاق ہوگئی لاجتماع کل اجزاء الشرطین فینزل الجزاء (کیونکہ دونوں شرطوں کے اجزاء پائے جانے کی وجہ سے مکمل جزاء پائی جائے گی۔ ت) اور عدت اسی وقت سے لی جائیگی جس وقت ان پانچ اشخاص نے اس کی بدچلنی کے ثبوت کا حکم دیا لان الوقوع بالمجموع وانما العدۃ من حین الوقوع (کیونکہ طلاق کا وقوع دونوں کے مجموعہ پر ہُوا، اور عدّت بلاشبہہ وقوع طلاق کے وقت سے شمار ہوگی۔ ت) مجرد تقصیروار ٹھہرانا اگر بدچلنی ثابت مان کر نہ ہو وقوع طلاق کے لئے کافی نہ ہوگا،

لان الشرط ھذا لا ذاک واثبات التقصیر مطلقا لایستلزم اثبات الدعارۃ۔ کیونکہ یہ شرط ہے، وُہ نہیں ہے کیونکہ تقصیر کا اثبات مطلق طور پر بدچلنی کے اثبات کو مستلزم نہیں ہے (ت)

یُونہی اگر فی الواقع اس سے شراب خوری وفتنہ پردازی بعد معاہدہ صادر نہ ہُوئی اور ثبوت غلط طور پر بہم پہنچایا گیا جس سے اشخاص مذکورین نے حکمِ ثبوت دیا تو عنداللہ اس صورت میں بھی ہندہ پر طلاق نہ ہوگی لعدم تحقق الجزاء الاول (پہلی جزاء کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔ ت) اگرچہ محکمۂ قضاء میں ثبوت شرعی کے باعث قضاۃ حکمِ طلاق دیں اور جبکہ ثبوت شرعی گزر گیا اور اشخاص مذکورین نے حکمِ ثبوت دیا ہو اور محاورہ کا وُہ فرق کہ اُوپر مذکور ہُوا وہاں کے عرف میں نہ ہو تو عورت پر بھی لازم ہے کہ اپنے آپ کو مطلقہ جانے لان المرأۃ کالقاضی کما فی الفتح ورد المحتار وغیرہ[1] (کیونکہ اس معاملہ میں عورت یعنی بیوی قاضی کا حکم رکھتی ہے، جیسا کہ فتح اور ردّالمحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸: از بریلی مرسلہ مولوی بشیر الدین صاحب وکیل ۱۱ جمادی الاوّل ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اقرار نامہ مصدقہ رجسٹری میں معاہدہ حسب ذیل اپنی منکوحہ بی بی سے کیا وُہ معاہدہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اُس معاہدہ کا نفاذ ہوسکتا ہے یا نہیں جو کہ مسماۃ مشتری جان طوائف دختر باداللہ زوجہ منکوحہ مقر کی ہے مسماۃ مذکور مقر سے خواستگار اجازت مسماۃ مذکور نے کی ہے لہذا بصحت نفس وثبات عقل بخوشی خاطر اپنے بلاکسی جبر ودباؤ کے اچھی طرح سمجھ کر مسماۃ مشتری جان مذکور کو اجازت دیتا ہُوں کہ پیشہ ناچنے وگانے کا جس طور سے سابق دستور کرتی چلی آئی ہے

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۸

marfat.com

بدستور جاری وقائم رکھے اور بغرض مدد کرنے ناچ وگانے کے خواہ یہاں سکونت رکھے یا دیگر جگہ قیام کرے میں کسی وقت اور کسی حالت میں مانع اور مزاحم یا حارج نہیں ہوں گا اگر میرے فعل یا ترک فعل سے کسی وقت میں مسماۃ مذکور کا نقصان یا حرج واقع ہو تو ایسی حالت میں نکاح فسخ ہوجائے گا اور مسماۃ کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہوگی لہذا یہ اقرار نامہ بلا نالش لکھ دیا کہ سند رہے۔ واضح رہے کہ معاہدہ کرنے والا شریف خاندان کنچنے وغیرہ سے نہیں ہے اور ان الفاظ کی تحریر سے نکاح فسخ ہوجائے گا یا نہیں اور شوہر اسے اجازت ناچنے وگانے کی اور دیگر جگہ اسے کام کے واسطے اجازت دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اسے اجازت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ایسی اجازت حرام قطعی ہے اور اجازت دینے والا دیّوث ہے، اگر توبہ نہ کرے تو اس پر جنّت حرام، اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء۔[1] رواہ حاکم والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند صحیح۔

تین شخص جنّت میں نہ جائیں گے اپنے ماں باپ کو ناحق ایذا دینے والا اور دیّوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت (اس کو حاکم نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ ابدا الدیوث والرجلۃ من النساء ومدمن الخمر۔[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

تین شخص کبھی جنّت میں نہ جائیں گے دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی (اس کو طبرانی نے کبیر میں سند حسن کے ساتھ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الایمان دار الفکر بیروت ۱/ ۷۲
شعب الایمان باب فی الغیرۃ والمذاء حدیث ۱۰۷۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۱۲
۱۰۸۰۰

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی باب فیمن لایرضی باہلہ بالخبث دار الکتاب العربی ۴/ ۳۲۷

marfat.com

ثلثة قد حرم الله علیهم الجنة مدمن الخمر والعاق لوالدیه والدیوث الذی یقر فی اھلہ الخبث[1] رواہ احمد والنسائی والبزار والحاکم وقال صحیح الاسناد۔

تین شخصوں پر اللہ تعالٰی نے جنت حرام فرمادی ہے شرابی اور ماں باپ کا موذی اور دیوث کہ اپنے اہل میں گندی بات برقرار رکھے (اس کو احمد، نسائی، بزار اور حاکم نے صحیح الاسناد کہہ کر روایت کیا۔ ت)

رہی طلاق اُس کا حکم یہ ہے کہ فسخ نکاح کنایات سے ہے اگر شوہر نے اس لفظ سے طلاق مراد لی ہے طلاق پڑجائے گی ورنہ نہیں، درمختار میں ہے:

اذھبی الی جھنم یقع ان نوی خلاصة وکذا اذھبی عنی و افلحی و فسخت النکاح[2]

"جہنم میں جا" طلاق کی نیت سے کہا تو طلاق ہوجائیگی، خلاصہ۔ اور اگر یوں کہا "میرے پاس سے چلی جا، تُو فلاح پالے، اور میں نے نکاح فسخ کیا" ان صورتوں میں طلاق کی نیت سے طلاق ہوجائیگی۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

لوقال فسخت النکاح ونوی الطلاق یقع[3]

اگر کہا "میں نے نکاح فسخ کیا" اور طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوجائے گی۔ (ت)

یہی حال آزادی کا ہے پس صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر اقرار کرے کہ یہ الفاظ اُس نے بہ نیت طلاق لکھے تھے تو بحال وقوعِ شرط عورت پر ایک طلاق بائن ہوجائے گی اور اگر وُہ اقرار نہ کرے تو اس سے قسم لی جائے اگر قسم کھانے سے انکار کردے تو اب بھی جبکہ شرط واقع ہُوئی ہو وقوعِ طلاق کا حکم ہوگا اور اگر قسم کھالی کہ واللہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق نہ لکھے تھے تو حکمِ طلاق نہ ہوگا عورت بدستور اس کی منکوحہ رہے گی، پھر اگر وُہ جھوٹی قسم کھالے گا تو اس کا وبال اس پر ہے عورت پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے:

نحو اخرجی یحتمل ردا ونحو خلیة یصلح سبا ونحو انت حرة لایحتمل

"نکل جا" جیسے الفاظ ردّ وجواب سوال طلاق کا احتمال رکھتے ہیں، خلیہ۔ جیسے الفاظ گالی ہونے کا

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از ابن عمر رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/ ۶۹

[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۶

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۵

marfat.com

السب والرد ففی حالة الرضا ای غیر الغضب والمذاکرة تتوقف الاقسام الثلثة تاثیرا علی نیة للاحتمال والقول له بیمینه فی عدم النیة ویکفی تحلیفها له فی منزله فان ابی رفعته للحاکم فان نکل فرق بینهما مجتبی اھ ملتقطا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

احتمال رکھتے ہیں، اور "تُو آزاد ہے" جیسے الفاظ سب و دشنام اور رجواب ہونے کا احتمال نہیں رکھتے، تو حالتِ رضامندی میں یعنی غصّہ کی حالت میں نہ ہو اور مذاکرہ طلاق بھی نہ ہو تو یہ تینوں قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہوگی، کیونکہ نیت اور عدمِ نیت کا احتمال ہے، اور طلاق کی نیت نہ ہونے میں خاوند کی بات کو معتبر سمجھا جائے گا اور بیوی کا اس سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے، اور اگر خاوند گھر میں بیوی کو قسم دینے سے انکار کرے تو بیوی حاکم کے پاس اپنا معاملہ پیش کرے، وہاں بھی اگر خاوند انکار کرے تو قاضی دونوں میں تفریق کردے اھ ملتقطا، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹: از صدر بازار چھاؤنی نیمچ محلہ بڑی منڈی مرسلہ چودھری ننھے سوداگر چرم ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

بکر نے شادی زید کے ساتھ اپنی دختر کی جس کو عرصہ ۹ سال کا ہوا بکر اور زید دونوں فقیر ہیں بوقت شادی زید کی عمر ۱۵، ۱۶ سال کی تھی اور لڑکی کی قریبًا سولہ سال کی، شادی ہوتے ہی زید کے ہمراہ بھیج دی گئی تین ماہ بعد بکر کے یہاں آئی اور پھر چھ ماہ بعد زید کے ہمراہ بھیج دی گئی چھ ماہ بعد زید مع اپنی بی بی کے بکر کے یہاں آیا اور رہنے لگے چار ماہ بعد زید چلا گیا اور چوری کی علّت میں گرفتار ہوگیا، بکر زید کو چھڑا کر لے آیا مگر آٹھ دس روز کے بعد پھر کسی کی چیز لے کر بھاگ گیا بکر پھر اُس کو لے آیا کوئی ایک ماہ رہا پھر ایک بقال کا غلّہ چُرا کر بھاگ گیا ڈھائی ماہ بعد پھر زید آگیا اور اقرار نامہ منسلکہ تحریر کردیا، کوئی دو ماہ بعد زید اپنی عورت سے مار پیٹ کرکے جبرًا زیور لے کر بھاگ گیا کوئی تین ماہ بعد ذات کی پنچایت ہُوئی اور پنچوں نے پنچنامہ منسلکہ تحریر کیا زید کوئی چھ ماہ بعد پھر بکر کے پاس آکر رہنے لگا اور دو ماہ بعد لوگوں کے برتن وغیرہ لے کر بھاگ گیا اُس وقت اُس کی عورت کو حمل تھا ایک سال کے بعد زید کا باپ زید کی عورت کو لینے آیا تو زید کی عورت نے جانے سے انکار کیا پھر زید کو بذریعہ خطوط وغیرہ بلایا گیا جسے عرصہ آٹھ ماہ کا منقضی ہوا ہے نہ زید آیا نہ خطوں کا جواب دیا، قریب ایک سال کے زید کی بی بی بچّے کا بار بکر پر ہے، زید کی عورت زید کے پاس رہنے سے ناراضامند ہے، ایسی صُورت میں زید کی عورت کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

نقل اقرار نامہ

میں کہ سبوراشاہ ولد مدھاری شاہ فقیر ساکن موضع رسینٹ ماریہ علاقہ شاہ پور کا ہوں جو کہ

۱؎ درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

میری شادی ہمراہ مسماۃ مایلی بنت کنوردی شاہ فقیر ساکن چنادی نیچ ہوئی ہے، بعد شادی کے میں بخانہ کنوردی شاہ خسر خود رہا اور موضع ریسنٹ ماریہ بھی بوجہ تنازع چلا گیا اب کہ میں بخانہ کنوردی شاہ خسر خود آیا اور موضع ریسنٹ ماریہ بھی بوجہ تنازع چلا گیا اب کہ میں بخانہ کنوردی شاہ خسر خود رہ کر زندگی خود بسر کرنا چاہتا ہوں، لہذا اقرار کرتا ہوں اور لکھ دیتا ہوں کہ میں تا زندگی خود بخانہ کنوردی شاہ رہوں گا اور جو کچھ کما کر یا مانگ کر لاؤں گا وہ اپنے خسر و زوجہ و خوشدامن کو دوں گا اور زوجۂ خود کو کسی طرح کی تکلیف نہ دوں گا نہ ماروں گا اور نہ کوئی فعل خراب کروں گا اور بر تقدیر کہیں باہر چلا جاؤں تو اس کی اطلاع کنوردی شاہ و زوجۂ خود و اہل محلہ سے کر دوں گا اگر میں چنادی بخانۂ خسر نہ رہوں یا کوئی خراب فعل کروں اور بدون اجازت کے چنادی سے چلا جاؤں تو کنوردی شاہ خسر میرے کو اختیار ہے کہ دوسری جگہ زوجہ میری کا نکاح کر دے میں کوئی طرح کا دعویٰ جھگڑا کچہری و پنچوں میں نہ کروں گا، بناءً براں یہ چند کلمے بطور اقرار نامہ لکھ دیئے کہ سند رہے۔

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ (۳۰ دسمبر)

العبد

نشانی انگوٹھا سپورف شاہ

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
اللہ بخش ولد شیخ کلو چودھری	قمر الدین ولد شیخ گیا	نھتن ولد منا بیوپاری	رحیم بخش ولد سعدی مجاور

الجواب

جب تک طلاق ثابت نہ ہو یا وہ مر نہ جائے عورت کا نکاح دوسری جگہ نہیں ہو سکتا، وہ اقرار جو اس نے لکھا ثبوتِ طلاق کے لئے کافی نہیں، ہاں اگر وہ اقرار کرے کہ اس اقرار نامہ سے میری مراد عورت کو طلاق دینا تھی یہ جو اس نے کہا کہ ایسا کروں تو خسر کو اختیار رہے کہ جس سے چاہے اس کا نکاح کر دے اس سے مراد یہ تھی کہ ایسا کروں تو اُسے طلاق ہے تو اس صورت میں طلاق ثابت ہو جائیگی، اور جبکہ وہ یہ سب باتیں کر چکا تو اُسی وقت سے عورت نکاح سے نکل گئی، اور اگر وہ اقرار نہ کرے تو اُس سے قسم لی جائے، اگر قسم کھالے گا کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو وہ بدستور اس کی عورت ہے دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے، اور اگر قسم کھانے سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت ہو جائے گی، اور اگر عدت گزر گئی یا اب گزر جائے تو دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰ از جھالود ضلع پنچ محال گجرات احاطہ بمبئی مرسلہ شیخ عمرولی ڈاہیا ۱۷ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

محمد آدم ساکن مورا نے ابراہیم ساکن جھالود اُس کی لڑکی کی شادی کا پیام کیا، ابراہیم نے کہا کہ چند شرطیں لکھ دو تو میں تم سے شادی کر دوں، محمد آدم نے قبول کیا اور کہا کہ جو شرط کرو بخوشی منظور ہے،

marfat.com

بعد اُس کے مسمّی آدم نے ایک اسٹامپ تحریر کر دیا، تحریر ذیل مسماۃ فاطمہ بنت ابراہیم ساکن جھالود عمر ۱۶ سال محمد آدم ساکن مورا عمر ۱۶ سال میں تمھارے ساتھ برسم برادری شادی کرتا ہُوں، بعد شادی ہونے کے ہم اور تم بطور مرد عورت کے رہیں گے، بعد میں اس کے متعلق اقرار نامہ برادری کی رسم کے مطابق زیور ۵، ۷ تولہ چاندی کے بعوض مہر دیتا ہُوں اس زیور پر میرا کسی قسم کا حق نہیں ہے، اور اقرار کرتا ہُوں کہ اپنا وطن مورا چھوڑ کر جھالود میں سکونت کروں گا باوجود اس کے اگر میری نیت میں فرق اور تم کو مار پیٹ کر کے جھالود سے دُوسری جگہ یا کوئی گاؤں یا جھالود سے باہر لے جاؤں تو بغیر طلاق کے طلاق طلاق طلاق واقع ہو، یہ اقرار نامہ صحیح میں نے لکھ دیا مجھے اور میرے وارثوں کو منظور ہے سوائے اس کے میں تم کو بارہ ۱۲ ماہ کے اندر راضی اور خوش رکھوں گا اور رہوں گا اگر خلاف اس کے کروں تو تحریر بالا کے مطابق طلاق سمجھنا، یہ لکھا ہُوا صحیح ہے، اگر بارہ ماہ تک میں تم سے جُدا رہوں یا دُوسری جگہ چھوڑ کر چلا جاؤں تو طلاق سمجھنا یہ لکھا ہُوا درست ہے بعد تحریر دستاویز مذکور لڑکی کو سنایا گیا لڑکی نے قبول کیا، ستائیس ۲۷ روز بعد برسم برادری بشرائط مرقومہ بالا شادی کر کے لڑکی کو رخصت کیا، تین سال تک جھالود میں رہی، بعد تین سال کے ایک روز بلا رضامندی عورت کے جھالود سے جیبرن گاؤں بس سوار کر کے لے چلا، قریب پون میل گیا ہوگا کہ اس کے والد کو معلوم ہُوا کہ لڑکی کو لے گیا اس وقت وُہ خود اور برادری کے تین چار آدمی دوڑ کر گئے اور گاڑی روک لی، لڑکی سے دریافت کیا کہ تُو کہاں جاتی ہے؛ کہا کہ میں بخوشی نہیں جاتی بلکہ مجھے مار پیٹ کر جیبرن لئے جاتا ہے، لڑکی سے کہا کہ گاڑی سے اُتر، فوراً اُتر آئی، محمد آدم سے کہا کہ تُو نے اقرار نامہ لکھ دیا ہے اور کہاں لئے جاتا ہے، جواب دیا کہ میں اپنے گاؤں نہیں لے جاتا دُوسری جگہ لے جاتا ہُوں یعنی خود دُکان کرنے جاتا ہوں، اُنھوں نے کہا کہ تم نے شرط توڑ دی اس لئے عورت کو طلاق ہوگئی، پھر قاضی صاحب کے پاس گئے اُنھوں نے کہا کہ تو نے شرطی دستاویز لکھ دیا ہے کہا ہاں بیشک میں نے لکھ دیا ہے اور میں موری نہیں لے جاتا ہُوں دُوسرے گاؤں خود ہی جاتا ہُوں۔

الجواب

شرط میں اپنے گاؤں کی تخصیص نہ تھی اس کا عذر غلط ہے اُس میں عام کہا تھا کہ جھالود سے کسی دُوسری جگہ لے جاؤں لیکن شرط میں مار پیٹ کر لے جانا ہے، اس کا ثبوت یا تو گواہان ثقہ سے ہو یا آدم اقرار کرے کہ ہاں مار پیٹ کر لے گیا فقط عورت کا کہنا کافی نہیں اگر گواہان یا اقرار سے مار پیٹ کر لے جانا ثابت ہو تو تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ اُس سے نکاح نہیں کر سکتا۔

قال اللہ تعالٰی فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[۱]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا، اگر خاوند تیسری طلاق دے دے تو عورت حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وُہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

marfat.com

اور اگر گواہ نہ ہوں یا وُہ گواہ ثقہ شرعی نہ ہوں اور آدم مارپیٹ کرلے جانے کا اقرار بھی نہ کرے تو آدم سے اس کا حلف لیا جائے اگر حلف کرے گا کہ مارپیٹ کر نہیں لے گیا تو طلاق ثابت نہ ہوگی اور اس حلف کا حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں مکان پر بھی لیا جا سکتا ہے، درمختار میں ہے:

یکفی تحلیفها له فی منزله[1] بیوی کا خاوند سے اپنے گھر میں ہی قسم لے لینا کافی ہے۔ (ت)

پھر اگر حلف کرلے اور عورت جانتی ہو کہ اس نے جھُوٹا حلف کیا، تو عورت پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو تین طلاقوں سے مطلقہ سمجھے اور بوجہ طلاق نہ ثابت ہونے کے بذریعہ حکومت جبر نہیں کرسکتی لہذا اپنا مہر چھوڑ کر یا اور مال دے کر اُس سے اعلانیہ طلاق لے، اگر طلاق نہ دے تو جس طرح جانے اُس کے پاس سے بھاگے اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو وُہ مجبور ہے اور وبال شوہر پر ہے، ردالمحتار میں ہے،

اذا سمعت او اخبرها عدل لا یحل لها تمکینه بل تفدی نفسها بمال او تهرب فان حلف ولا بینة لها فالاثم علیه اذا لم تقدر علی الفداء او الهرب[2] (باختصار) والله تعالٰی اعلم۔

اگر خود عورت، مرد کی طرف سے تین طلاقیں سُن لے، یا کسی عادل شخص نے اس کو یہ اطلاع دے دی تو پھر بیوی کو حلال (جائز) نہیں کہ وُہ خاوند کو اپنے پر جماع کا موقعہ دے بلکہ جیسے بن پڑے مال دے کر اعلانیہ طلاق لے یا بھاگ کر اپنے کو بچائے، اور اگر خاوند طلاق نہ دینے کی قسم کھالے اور طلاق پر عورت کے پاس گواہ نہ ہوں اور بیوی مال کے بدلے یا بھاگ کر اپنے آپ کو نہ بچا سکے تو اب گناہ خاوند پر ہوگا (باختصار)۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۱: از جونپور مرسلہ مولوی عبدالاول صاحب ۲۸ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید نے اپنی زوجہ کے کابین نامہ میں منجملہ شرائط ایک شرط یہ لکھی کہ اگر بغیر رجسٹری شدہ اجازت نامہ تم سے حاصل کئے ہُوئے اور بغیر تمہارا کل مہر ادا کئے ہُوئے دوسرا نکاح کروں تو منکوحہ جدیدہ کو میری طرف سے تین طلاق ہوں گی، اب صُورتِ حال یہ ہے کہ زوجہ نے مہر معاف کردیا اور اجازت نامۂ نکاح بلا رجسٹری شدہ شوہر نے حاصل کرکے دُوسرا نکاح کرلیا اب شرعاً اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ اجازت نامہ بلا رجسٹری شدہ ہے اور ایفائے مہر نہیں پایا بلکہ زوجہ نے معاف کردیا تو منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

[2] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۳۲

marfat.com

یا نہیں ؟

الجواب

فقیر شب ہلال ماہ مبارک سے بغرضِ علاج بعض اعزہ اس پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے دور، کتب سے مہجور، بظاہر مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ صورتِ مستفسرہ میں طلاق نہ ہوگی کہ ایفا سے مقصود برارت ذمّہ ہے وہ حاصل اور رجسٹری کہ وقت انکار تحفظ کے لئے ہوتی ہے جب عورت نے اجازت دے دی اجازت نامہ لکھوا دیا اصل مقصود حاصل ہوگیا جیسے عورت سے کہا اگر کل مجھے فلاں چیز لا کر نہ دے یا فلاں چیز لے کر نہ آئے تو تجھ پر طلاق، اُس نے چیز کسی کے ہاتھ بھیج دی، طلاق نہ ہوئی جبکہ مقصود اُس شئے کا پہنچنا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲ از محکمۂ شرعیہ نل بازار ممبئی مسئولہ سید حسین صاحب نائب قاضی ۱۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے ایک اقرار نامہ اپنی زوجہ کو لکھ دیا جس میں ایک شرط یہ تھی کہ اگر منمقر اپنی توبہ کا پابند نہ ہُوا اور خلافِ شرع کوئی فعل کرے تو اُسی وقت میری زوجہ کو اختیار رہوگا کہ وہ بلا اجازت میری اپنے ورثاء کے یہاں یا اپنے باپ بھائی کے یہاں فوراً چلی جائے یا اُس کے ورثاء بلا میری دریافت کے اُسے لے جائیں اور اس خلاف ورزی شرع شریف میں میری جانب سے میری زوجہ کو طلاق قطعی سمجھی جائے نیز میری زوجہ کو یہ بھی اختیار رہوگا کہ بموجب ہوجانے طلاق طلاق شرعی کے بعد میعادِ عدت اپنا نکاح ثانی خود کرلے یا اس کے ورثاء اُس کا نکاح ثانی جہاں اُس کی خوشی ہو کردیں مجھ کو اس میں کسی قسم کا عذر نہ ہوگا اگر وہ اپنی تحریر کردہ شرط کی خلاف ورزی کرے تو طلاق ہُوئی یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں طلاق نہ ہُوئی،

کما بیّناہ فی فتاوٰنا ونص فی الخانیۃ[ف] ان احسبی انک طالق لیس بطلاق[1] وفی الھندیۃ عن الخلاصۃ

جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے، اور خانیہ میں نص موجود ہے کہ خاوند کا بیوی کو کہنا کہ "تُو طلاق سمجھ لے" یہ طلاق نہیں ہے، اور ہندیہ

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۰

ف: خانیہ کے الفاظ اس طرح ہیں: لایقع الطلاق وان نوی کانہ قال لھا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذٰلک لایقع وان نوی۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

امرأۃ قالت لزوجہا مرا طلاق دہ فقال دادہ انگار او کردہ انگار لا یقع وان نوی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

میں خلاصہ سے منقول ہے کہ کسی عورت نے اپنے خاوند کو کہا کہ "مجھے طلاق دے" تو خاوند نے جواب میں کہا "تو اس کو طلاق دی ہوئی یا طلاق کی ہوئی سمجھ لے" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ اس سے طلاق کی نیت کی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۳ و ۳۲۴: از سرائے بھنولی ڈاک خانہ شاہ گنج ضلع فیض آباد مرسلہ محمد فیض اللہ صاحب ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) ایک اقرار نامہ مندرجہ ذیل مضمون کا لکھا گیا جس کے کل شرائط ولی ہندہ کے مقرر کئے ہوئے ہیں جو کہ مضمونِ اقرار نامہ سے صاف ظاہر ہے اور محمد شفیع کی طرف سے کوئی شرط مقرر نہیں کی گئی اور نہ اس کو قرارداد شرط کی اجازت دی گئی حالانکہ اقرار نامہ کے ایک لفظ سے بھی محمد شفیع کو اتفاق نہیں تھا اور نہ اس کا کوئی معاون و ولی تھا کہ کچھ عذر کرتا، ولیِ ہندہ ایک زبردست و اہل مقدور شخص ہے اس نے بالجبر محمد شفیع سے دستخط کرا لیا پس یہ اقرار نامہ شرعاً معتبر ہے یا کہ غیر معتبر؟ بیّنوا توجروا۔

(۲) قبل تحریر اقرار نامہ ولیِ ہندہ جو کہ بمقابلہ محمد شفیع ہر حالت میں بدرجہا زور آور و اہل مقدور تھا بیکس بےبس محمد شفیع سے بالجبر طلاق لینے پر آمادہ تھا مگر اس وقت محمد شفیع نے کچھ گریہ وزاری سے منت وسماجت کی کہ اس کا اثر اس پر کارگر ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ طلاق سے تو باز رہے مگر اقرار نامہ مذکورہ ذیل پر دستخط کرا لیا محمد شفیع نے اس فرصت کو غنیمت سمجھ کر دستخط کر دیا کچھ دن کے بعد محمد شفیع رنگون چلا گیا اور تھوڑے عرصے تک حسبِ وسعت مبلغ بیس پچیس روپیہ ہندہ کو روانہ کیا مگر کچھ عرصہ تک بوجہ مجبوری خرچ روانہ نہ کر سکا البتہ خطوط روانہ کرتا رہا اور اس کے ذریعہ سے اپنی مجبوری ظاہر کرتا رہا اور بعد کو بھی تین چار روپیہ روانہ کیا اب محمد شفیع قریب ساڑھے تین سال کے بعد رنگون سے واپس آیا اور وجہ عدم ادائگی خرچ میں یہ عذر بیان کیا کہ میں سخت جل گیا تھا اور کوئی امیدِ زندگی نہ تھی، چنانچہ چھ ماہ میں ہسپتال میں پڑا رہا (جلنے کا حال زبانی آیندگان آن صوبہ سے بھی سُنا گیا اور اب بھی اس کے جسم پر نشان دیکھا گیا یعنی موجود پایا گیا) اس حالت میں مبلغ پچاس روپیہ کا قرضدار ہو گیا بعد صحت چند روز بیکار رہا اور جب کامیاب ہوا تو قرض ادا کیا بقیہ زادِ راہ میں صَرف ہوا عدم روانگی خرچ سے ہندہ بوجہ اہل مقدور ہونے اپنے ولی کے محتاج نان ونفقہ نہ تھی

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۰

marfat.com

علاوہ اس کے قریب دوصد روپیہ کی مالیت کا زیور جوکہ ملکیت محمد شفیع تھی اس کے پاس موجود تھے غرضیکہ ہندہ اور اس کے ولی کو نسبت نان ونفقہ وعدم روانگی خرچ کوئی شکایت نہیں ہے اور سب اُس سے رضامند ہیں پس سوال یہ ہے کہ بحالت صحت اقرارنامہ ایسی صورت میں ہندہ زوجیت سے خارج ہوئی یا نہیں؟ بیّنوا توٴجروا۔

نقل اقرارنامہ

منکہ محمد شفیع ولد عبدالقادر متوفی ساکن موضع سرائے بھنولی پرگنہ کجرانہ تحصیل کالو ضلع فیض آباد ام، چونکہ باغوائے شیطان چند افعال ناجائز مجھ سے آج تک ہوتے رہے میں نے اپنی منکوحہ مسماۃ ہندہ بنت محمد لٰیسین خاں کے نان نفقہ سے بالکل غافل تھا حتی کہ میں نے آج تک ادنیٰ ضرورت بھی اس کی رفع نہ کی اور خلاف حکم خدا ورسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کے نان نفقہ سے بالکل بے خبر تھا، مگر اب میں اپنے افعالِ شنیعہ اور سراسر غفلت و بے فکری سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کے لئے اقرار کرتا ہوں کہ مطابق مرضی منکوحہ اور اُس کے والدین کے ہر ایک فعل کی پابندی کرتا رہوں گا اور جو کچھ وُہ لوگ کہیں گے اُس پر عملدرآمد کروں گا اور اپنے گھر سے غیر ملک نہ جاؤں گا حسبِ اتفاق اگر غیر ملک جانے کے موقع نہ ہوا اور میں چلا جاؤں تو اپنی منکوحہ کے نان ونفقہ کی خبر گیری کرتا رہوں گا اگر ایسی غفلت کروں یعنی اپنی منکوحہ کا نان نفقہ وخبر گیری نہ کروں تو وہ عدم خبر گیری میری بجائے طلاق ثلاثہ کے سمجھی جائے اور پھر مجھ کو کوئی عذر نہ ہوگا، لہٰذا یہ چند کلمات بطور اقرارنامہ کے لکھ دئے تاکہ سند رہے اور عندالضرورت کام آئے، فقط بقلم محمد فیض اللہ ۹ جولائی ۱۹۱۵ء العبد محمد شفیع بقلم خود۔

الجواب

فرصت غنیمت سمجھ کر دستخط کردیا جبر واکراہ نہیں مگر وُہ اقرارنامہ بذاتہ خود ہی باطل ومہمل ہے، اگر محمد شفیع بے کسی قریب کے آپ ہی لکھتا اور پھر بلاضرورت غیر ملک کو چلا جاتا اور قصداً بلاعذر خبرگیری زوجہ سے دستکش رہتا اور ایک پیسہ کبھی نہ بھیجتا جب بھی اس باطل اقرارنامہ کی رُو سے اصلاً طلاق نہ ہوسکتی وہ اس میں طلاق نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ میری عدم خبرگیری کو بجائے طلاق ثلثہ سمجھا جائے، "یہ سمجھ کر" صریح باطل ہے عدم خبرگیری ایک طلاق بھی نہیں ہوسکتی نہ کہ تین طلاق کی جگہ اور باطل سمجھ کی اجازت دیں باطل جیسے کوئی کہے اگر میں نہ آؤں تو دیوار کو طلاق سمجھ لینا کیا اس کے کہنے یا کسی کے سمجھ لینے سے دیوار طلاق بن جائے گی اور جب وہ اجازت وقول وفہم سب باطل ہے اور باطل پر کچھ اثر مرتب نہیں ہوسکتا لہٰذا وُہ اقرارنامہ مہمل ہے اور طلاق اصلاً نہ ہوئی، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

لوقال الزوج دادہ انگار اوقال کردہ انگار اگر خاوند نے کہا "تُو طلاق دی ہوئی سمجھ" یا کہا "تُو

marfat.com

لایقع الطلاق وان نوی کانہ قال لہا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذٰلک لا یقع وان نوی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

طلاق کی ہُوئی سمجھ" توطلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت کی ہو کیونکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی عربی میں کہے ترجمہ، تُو خیال کرلے کہ تُو طلاق والی ہے" تو یہ بات کہنے سے طلاق نہ ہوگی، اگرچہ طلاق کی نیّت بھی کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵ از رامپور محلہ فرنگن محل بزریا ملّا ظریف مرسلہ مولوی ریاست حسین خاں صاحب ۲۲ شوال ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند اصحابِ شرع وارباب ورع اندرینکہ شخصے بعد ایجاب وقبول نکاح خودرا اقرارنامہ ایں عبارت تحریر نمود کہ منکہ یونس علی پسر حسین علی مرحوم حال ساکن ناکندیہ علاقہ تھانہ منکنڈ وضلع ارکانم منمقر در حالت صحت ذات وثبات عقل بلا اجبار واکراہ بخوشی خود مہر النساء دختر غلام علی مرحوم را بچند شرائط بنکاح خود آوردم:

شرط اول اینکہ مسماۃ مذبورہ را در بابِ تعلیم احکامِ شرعیہ مثل نماز وروزہ وغیرہ امور دینیہ کوشش کما حقہ بکار آرم (الی ان قال) شرط ہشتم بغیر رضا ورغبت مسماۃ مذکورہ زنے دیگر بنکاح خود نیارم اگر آرم بر ثانیہ سہ طلاق واقع خواہد شد۔ شرط نہم اگر زشرطے ازیں شرائط مرقومۂ بالا انحراف ورزم آنگہ اختیار مسماۃ موصوفہ را است کہ بتوسل کاغذ ہذا نفس خود را از زوجیتم سہ طلاق کردہ بنکاح دیگر پردازد یا بنکاح من ماند انتہی نقل اقرار نامہ بعینہ۔

کیا فرماتے ہیں اصحابِ شرع وتقوٰی اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے نکاح میں ایجاب وقبول کے بعد اقرار نامہ میں یہ تحریر کیا کہ منکہ یونس علی پسر حسین علی مرحوم حال ساکن ناکندیہ علاقہ تھانہ منکنڈ وضلع ارکانم، اپنی صحت اور بقائمی عقل بغیر جبر واکراہ اپنی خوشی سے اقرار کرتا کہ مسمّاۃ مہر النساء دختر غلام علی مرحوم کو چند شرائط کے ساتھ اپنے نکاح میں لاتا ہُوں:

پہلی شرط یہ کہ مسمّاۃ مذکورہ کو شرعی تعلیم بابت نماز، روزہ وغیرہ امورِ دینیہ دینے میں پُوری کوشش کروں گا، حتی کہ یہ کہا کہ آٹھویں شرط یہ ہے کہ مسمّاۃ مذکورہ کی مرضی کے بغیر کسی دوسری عورت سے اپنا نکاح نہ کروں گا، اگر کروں تو دُوسری بیوی کو تین طلاق ہوں گی، اور نویں شرط یہ کہ اگر مذکور شرائط میں سے کسی شرط سے انحراف کروں تو مسماۃ موصوفہ کو اختیار ہوگا کہ اس کاغذ اور تحریر کے بموجب اپنے آپ کو تین طلاق کے ساتھ میری زوجیت سے خارج کرکے دوسرے شخص سے نکاح کرلے یا میرے نکاح میں رہے، نقل بعینہ اقرار نامہ ختم ہُوئی۔

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۰

marfat.com

اکنوں یونس علی مسماۃ مہر النساء را سہ طلاق
دادہ بلا رضا و رغبت مہر النساء بزنِ دیگر نکاح نمود است
دریں صورت مرقومہ بزوجۂ ثانیہ یونس علی سہ طلاق
واقع خواہد شد یا نہ ، جناب فیضمآب مولانا صاحب
دام اقبالہم و فیضہم بعد سلام عرض اینکہ جواب
سوال بزودی عنایت فرمودہ ممنون فرمایند
چنانکہ نخستین ہم مرہونِ منت و ممتاز داریں فرمودہ
بودند دریں باب نیز علماء مختلف اند بعضے طلاق
ثانیہ قائلے ست و بعضے بعدمش مصر فیصلہ چیست و
مفتی بہ و مختار کدام ، نزدم کتب مختلفہ موجود نیست
بناء علیہ مکلّف شدم عفو فرمایند ، والسلام۔

اب اس کے بعد یونس علی نے مسماۃ مذکور کو
تین طلاقیں دے کر مہر النساء کی رضا و رغبت کے
بغیر دُوسرا نکاح کر لیا ، تو مسئولہ صورت میں یونس علی
کی دوسری بیوی کو تین طلاقیں ہُوئیں یا نہیں ، جناب
فیض مآب مولانا صاحب ! آپ کا فیض و اقبال
ہمیشہ قائم رہے ، سلام کے بعد عرض ہے کہ اس
سوال کا جواب جلدی عنایت فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ
ہم ہمیشہ ممنونِ احسان رہیں ، اس مسئلہ میں دوسرے
علماء بھی اختلاف کر رہے ہیں ، بعض دوسری بیوی
کی طلاق پر مُصِر ہیں اور بعض اس کی طلاق نہیں مانتے ،
آپ کا فیصلہ اور فتوٰی کیا ہے اور مختار قول کیا ہے
میں اپنے پاس مختلف کُتب نہ ہونے کی بناء پر تکلیف دے رہا ہُوں ، تکلیف پر معافی چاہتا ہوں ، فقط ،
والسلام۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب
درصورت مستفسرہ قضیہ نظر فقہی تفصیل ست ،
اگر مہر النساء گوید کہ یونس علی ایں نکاح دوم
بے رضا و رغبت من کردہ است ، و یونس علی
دریں معنی تصدیق بیانش کند زن پس ہم
از وقت نکاح سہ طلاق شود ورنہ ہیچ طلاق و
فراق نیست۔

اے اللہ تجھ سے حق وصواب (درستگی) کی رہنمائی
کا طلبگار ہُوں ، مسئولہ صورت میں شرعی فیصلہ
فقہی نظر میں تفصیل طلب ہے ، اگر مہر النساء کہے
کہ یونس علی نے یہ دوسرا نکاح میری رضا و رغبت کے
بغیر کیا ہے اور یونس علی اس کی تصدیق کرتا ہے تو دوسری
بیوی کو نکاح کے وقت سے ہی تین طلاقیں ہو گئیں ،
ورنہ کوئی طلاق اور جُدائی نہ ہوگی۔

اقول و باللہ التوفیق تحقیق مقام
آنست کہ طلاق زن ثانیہ معلق بوقوع نکاحش
متلبس با عدمِ رضا و رغبت مہر النساء ست،
پس ہم وقت نکاح ایں عدم باید و تحقق شرط کہ

اقول وباللہ التوفیق (اللہ کی توفیق سے
میں کہتا ہوں کہ) اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ دوسری
بیوی کی طلاق ، مہر النساء کی رضا و رغبت کے معدوم
ہونے سے مشروط ہے ، تو شرط کا پایا جانا جزائے

marfat.com

مستلزم تحقق جزا و زوال عصمت است تسلیم او مرہون
ثبوت شرعی است کہ اقرار زوج باشد یا اظہار بیّنہ
اما البینۃ فلانہا کاسمہا مبینۃ ، اما
اعتراف الزوج فلانہ یملک الانشاء فلا
یزاحم فی الاخبار ، تنہا بیان مہر النساء درحق
زوجۂ ثانیہ شنودن ندارد کہ بیان یک زن حجت
شرعیہ نیست خاصۃ درحق ضرہ کہ محل تہمت ست و
اقدام یونس علی بریں عقد بے استئذان مہر النساء
مثبت شرط نتواں شد کہ شرط عدم رضا بود نہ ترک
استرضا ، وشتان ما ہما ، ولہذا علماء گفتہ اندکہ
درتعلیق بالرضا علم برضا درکار نیست ، مثلاً شوہر
حلف بطلاق کردہ مرزنش راگوید کہ بے رضائے من
بیروں نروی باز آہستہ گفت برو زن نشنید یا شنید و
نفہمید و بیروں رفت طلاق نہ شود کہ بے رضا نرفتہ
است ، گو خود برضا مطلع مباش بخلاف اذن کہ او
نباشد الا بقول مسموع و مفہوم تا آنکہ دلائل واضحہ
رضا نیز آں جا بکار نیاید، مثلاً حلف کند بے اذن
زن نیاشامم زن کاسہ بدست خود گرفتہ نوشاند
وبرزبان ہیچ نگفت یا گفت و شوے نشنود یا
مفہومش نشد حانث شود کہ اذن متحقق نگشت ، پس
عدم اذن درمحل شرط بہ بینہ ثابت تواں کرد لان
الشھادۃ علی النفی مقبولۃ فی الشروط
اما باثبات عدم رضا و رغبت راہے نیست زیرا کہ
او صفتے قلبی ست وعلمش از علوم غیبی ، نہایت کار
شہود چنگ بدلائل خارجہ زدن ست و درہیچ

پائے جانے کو مستلزم ہوگا جس سے نکاح ختم ہوجائے گا
لیکن اس کو تسلیم کرنا شرعی ثبوت پر موقوف ہے اور ثبوتِ
شرعی خاوند کا اقرار یا شہادت ہے ، شہادت اس لئے
ضروری کہ وُہ معاملہ کو واضح کرتی ہے ، اور زوج کا اقرار
اس لئے کہ خاوند ہی طلاق کو نافذ کرنے کا مالک ہے ،
لہذا حال کی خبر وُہ خود ہی دے سکتا ہے ، تنہا مہر النساء
کا بیان دوسری بیوی کے متعلق قابلِ سماعت نہیں ہے
کیونکہ ایک عورت کا بیان شرعی حجت نہیں ہے خاص کر
اپنی سوکن کے بارے میں کہ تہمت کا احتمال ہے اور
یونس علی کا مہر النساء سے اجازت طلب کئے بغیر یہ
دُوسرا نکاح کرنا طلاق کی شرط کے پائے جانے کے لئے
کافی نہیں ہے کیونکہ طلاق کی شرط مہر النساء کی عدم رضا
و رغبت ہے نہ کہ اس سے اجازت طلب کرنا ، جبکہ
ان دونوں میں بڑا فرق ہے ، اسی لئے علماء کرام فرماتے
ہیں کہ رضا کے ساتھ مشروط امر کے پائے جانے میں
رضا کا علم ضروری نہیں بلکہ رضا کا پایا جانا ہی کافی ہے ،
مثلاً ایک شخص نے طلاق کا حلف کہتے ہُوئے اپنی بیوی
کو کہا کہ تُو میری رضا کے بغیر باہر مت جا ۔ پھر آہستہ
سے کہا جا ، بیوی نے نہ سُنا ، یا سُنا مگر سمجھا نہیں
اور باہر چلی گئی تو طلاق نہ ہوگی ، کیونکہ وُہ رضا پر باہر
گئی اگرچہ وُہ خود رضا پر مطلع نہ ہُوئی ، اس کے برخلاف
اگر رضا کی جگہ وُہ اذن کا لفظ کہتا تو طلاق ہوجاتی
کیونکہ اذن کے لئے ایسا قول ضروری ہے جو سُنا اور
سمجھا جاسکے حتی کہ وہاں اذن کی واضح دلیل بھی پائی جائے
تو کارآمد نہ ہوگی ، مثلاً خاوند نے بحلف کہا کہ میں بیوی کی اجازت

marfat.com

مقام امارات ظاہرہ اگر باچند ہرچہ تمامتر واضحہ باشد
بکار نیاید، علماء فرمودہ اند زن راگفت اگر فلاں مومن
ست تو طلاقہ و فلاں را می بینم از صلحائے امصار
و اتقیائے روزگار ست او ھزار گفتہ باشد
من مومنم درحق تطلیق تصدیق نباشد و طلاق نیفتد
تا زوج بایں معنی اعتراف نکند زیرا کہ ایمان در دل
ست و امارات ازینجا حجیت منعزل و شہادت فرداز
قبول منفصل، باز ایں دلائل اگر بعد وقوع ایں
نکاح ثانی یافتہ شد مثلاً مہر النساء را خبر رسید او روئے
درہم کشید یا پیش از نکاح منع ایں معنی می کرد و
بر ذکر او غضب می آورد خود بکار نیست زیرا کہ شرط
وقوع نکاح متلبسا بعدم الرضاست، دل ہر وقت
بریک حال نیست، القلب یتقلب، پس عدم
رضائے سابق و لاحق دلیل عدم مقارن نتواں شد
الا بہ استصحاب در سابق یا قیاس در لاحق و اینہمہ
از ظاہر ست و ظاہر واقع ست نہ مثبت بلکہ آں سابق
و لاحق نیز خود ظاہری بیش نبود و اللہ علیم
بذات الصدور، ایں ظاھر در ظاہر شد
ضعف در ضعف راہ یافت و اگر خود عین وقت ایں
عقد دلائل غضب یافتہ شود علت منحصر دریں نیست
اسباب غضب ہزار ست ممکن کہ یاد تطلیق خودش
در غضب آوردہ باشد نہ عدم رضا بایں عقد،
اطلاع بر آنکہ وجہ غضب چیست با زنیاز بآں آرد کہ
آں وقت سخناں مہر النساء او دستاویز نمایند ایں باز
رجوع بہ بیان زن شدہ و شہادت شہود از میاں برخاست

کے بغیر نہ پیوں گا، اگر بیوی اپنے ہاتھ سے پانی والا پیالہ دے
اور وہ پی لے اور بیوی نے اس موقعہ پر اپنی زبان سے کچھ
نہ کہا یا زبان سے پینے کو کہا مگر خاوند نے نہ سنا یا سنا مگر
سمجھ نہ سکا، تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اذن نہ پایا گیا،
پس عدم اذن کی شرط ہو تو یہ گواہی سے ثابت ہوسکتی ہے
کیونکہ شرائط میں منفی پر گواہی مقبول ہوتی ہے، لیکن
عدم رضا و رغبت کو گواہی سے ثابت کرنا مشکل ہے
کیونکہ وہ قلبی معاملہ ہے جس کا علم غیبی علوم میں سے ہے،
جبکہ گواہی میں خارجی امور پر سہارا ہوتا ہے اور ایسے
قلبی حال پر کتنی ہی واضح علامات کیوں نہ ہوں وہ کارآمد
نہیں ہوسکتیں، علماء نے فرمایا ہے کہ خاوند بیوی کو کہے
اگر فلاں شخص مومن ہے تو تجھے طلاق ہے، جبکہ فلاں شخص
کو شہر میں نیک اور زمانہ کا پرہیزگار دیکھا جا رہا ہو اور
وہ ہزار بار مومن ہونے کا دعوٰی کرے لیکن طلاق دینے
کے معاملہ میں اس کی بات کی تصدیق نہ کی جائے گی اور
طلاق نہ پڑے گی جب تک خاوند اس کے مومن ہونے کا
اعتراف نہ کرے گا طلاق نہ ہوگی، کیونکہ ایمان دل میں ہے،
اس پر علامات یہاں حجت نہیں بن سکتیں اور کسی فرد کی
شہادت یہاں مقبول نہ ہوگی، پھر اگر یہ علامات نکاح ثانی
کے بعد سرزد ہوں مثلاً مہر النساء کو دوسرے نکاح کی
اطلاع ملی تو اس نے منہ پھیر لیا ہو، یا نکاح سے قبل
مہر النساء نے اس سے منع کیا ہو اور دوسرے نکاح کے
ذکر پر ناراض ہوئی ہو، یہ علامات بھی کارآمد نہیں ہوسکتیں
کیونکہ شرط یہ ہے کہ دوسرا نکاح مہر النساء کے دل کی
رضامندی سے نہ ہو تو طلاق ہوگی، جبکہ دل کا حال

marfat.com

بلے غالب عادت زناں خاصہ دریں بلاد و زماں ہمانست
کہ نکاح ثانی شوہران پسند نکنند اگرچہ خود آنہا طلاقہ شدہ
باشند، اما ایں ظاہر با آنکہ ظاہر واز جمعیت قاصرست
ضعیف ترست، بارہا زناں مطلقہ بلکہ معلّقہ بدعا، آرزو
کنند کہ شوہر بیچہ زنے بلایا سلیطہ کج ادا گرفتار آید تا
کیفر کردار خود چشد و عذابے کہ مارا کردہ است خمیازہ
اش کشد ورضا بچیزے راعلم بآں چیز ہم در وقت
حدوث او ضروری نیست مثلاً پدر زید را تمنا است کہ
زید بمنصب وزارت رسد در غیبت پدر وزیرش کردند
گفتہ نشود کہ ایں وزارت بے رضائے پدر ست پس
وقوع ایں عقد بے اطلاع مہر النساء نیز محقق شرط نباشد،
بالجملہ راہ باثبات ایں شرط نیست، جز باخبار مہر النساء
مع تصدیق یونس علی، واصل کار ہماں اقرار یونس علی
ست اگر یافتہ شد سہ طلاق بفور نکاح نفذ وقت ثانیہ
است کہ نامدخولہ محل سہ طلاق دفعی ست اگرچہ تفریق برنیاید
کہ امتثال تعلیقات بزمان بقائے زوجیت زوجۂ اولیٰ
مقتصر نیست ورنہ خیر۔

بدلتا رہتا ہے پس پہلے یا بعد کی عدم رضا نکاح کے وقت
ناراضگیٔ دل کی دلیل نہیں بن سکتی، ہاں سابق ناراضگی
استصحابِ حال اور بعد والی قیاس بن سکتی ہے، لیکن
یہ سب کچھ ظاہری چیزیں ہیں جبکہ ظاہر واقع تو ہو سکتا مگر
وہ مثبت نہیں بن سکتا بلکہ وہ سابق اور لاحق تو خود بھی ظاہر سے
بڑھ کر نہیں ہیں، دل کی کیفیت تو اللہ تعالیٰ ہی
جانتا ہے، یہ جو کچھ ظاہر ہوا ظاہری معاملہ ہے اور ضعیف
ہے جو کہ ضعف کا راستہ پاتا ہے بلکہ عین نکاح ثانی کے وقت
بھی مہر النساء کا غصہ پایا جائے تو یہ بھی دلیل نہیں
ہو سکتی کہ یہ دوسرے نکاح سے ناراض ہو رہی ہے
کیونکہ غصہ کی وجوہ کئی ہو سکتی ہیں ممکن ہے اس وقت
اس کا غصہ اپنی طلاق کے تصور کی وجہ سے ہوا ہو، دوسرے
نکاح سے عدم رضا کی وجہ نہ ہو یہ معلوم کرنا کہ غصہ کی وجہ کیا ہے
آخر کار دلیل اس کی یہی ہو سکتی ہے کہ مہر النساء نے
دوسرے نکاح کے وقت غصہ کی باتیں کی ہیں یہ پھر
بیوی کے بیان پر موقوف ہوا اور درمیان میں گواہوں کی
گواہی ناپید رہی بلکہ تسلیم شدہ ہے کہ اس ملک میں موجود
زمانے کی عورتوں کی عادت ہے کہ وہ خاوند کے دوسرے نکاح کو پسند نہیں کرتیں اگرچہ ان میں سے خود طلاق
بھی حاصل کر چکی ہوں مگر یہ عادت بھی تو ظاہر معاملہ ہے اور نکاح کے وقت دل کی کیفیت پر دلالت قاصر اور ضعیف تر
ہے کیونکہ بارہا مطلقہ اور معلقہ عورتیں بد دعائیں اور بری آرزوئیں کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ خاوند کا برا ہو اور کسی بری عورت کے پنجہ
یا مصیبت میں گرفتار ہو تا کہ وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچے اور اس نے جو مجھے تکلیف دی اس کا خمیازہ بھگتے، کسی چیز پر رضا
کو یہ لازم نہیں کہ اس چیز کے حدوث اور وجود کا علم بھی ہو مثلاً زید کے والد کی تمنا ہے کہ زید وزارت کے منصب
تک پہنچے جبکہ والد کی عدم موجودگی میں زید کو وزیر بنا دیا جائے تو یہ نہ کہا جائے گا کہ یہ وزارت والد کی رضا کے بغیر
دی گئی ہے (غرضیکہ رضا و عدم رضا پائے جانے کے باوجود یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ عین واقعہ کے وقت رضا موجود
تھی) پس یونس علی کے دوسرے نکاح کا مہر النساء کی اطلاع کے بغیر ہونا بھی شرط کا ثبوت نہیں بنتا، حاصل یہ کہ

marfat.com

دوسرے نکاح کے وقت مہر النساء کی عدم رضا کا اثبات سوائے اس کے ممکن نہیں کہ مہر النساء خود بتائے اور یونس علی اس کی تصدیق کرے بلکہ اصل دارومدار یونس علی کے اقرار پر ہے اگر اس کا یہ اقرار پایا جائے تو فوری طور پر دوسرے نکاح کو کرتے ہی دوسری غیر مدخولہ کو بیک وقت تین طلاقیں ہوجائیں گی، کیونکہ غیر مدخولہ بیوی بیک لفظ تین طلاقوں کا محل ہے اگرچہ متفرق طلاقوں میں تینوں کا محل نہیں، کیونکہ تعلیقات کا عمل پہلی بیوی کی زوجیت کی بقاء پر منحصر نہیں ہے اور اگر یونس علی کا اقرار نہ ہو تو خیر (یعنی طلاق نہ ہوگی) (ت)

حالا برخے از کلمات علماء برخوانیم وانچہ گفتہ ایم بپایہ اثبات رسانیم، وباللہ التوفیق۔

اب ہم علماء کا کچھ کلام بیان کرکے اپنے مذکورہ موقف کو ثابت کریں گے وباللہ التوفیق۔

امام محقق علی الاطلاق در فتح القدیر کتاب الایمان فی مسائل متفرقۃ فرماید لوقال لامرأتہ کل امرأۃ اتزوجھا بغیر اذنک طالق فطلق امرأتہ طلاقا بائنا او ثلاثا ثم تزوج بغیر اذنھا طلقت لانہ لم تتقید یمینہ ببقاء النکاح لانھا انما تتقید بہ لوکانت المرأۃ تستفید ولایۃ الاذن والمنع بعقد النکاح[1]

امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں کتاب الایمان کے مسائل متفرقہ میں فرمایا ہے اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے جس عورت سے بھی تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو اُسے طلاق ہے، پھر اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دی یا تین طلاقیں دے دیں پھر اس نے اس دوران پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کیا تو دوسری کو طلاق ہوجائے گی کیونکہ اس نے حلف میں دوسری عورت سے نکاح کو پہلی بیوی کے نکاح کے باقی رہنے سے مقید نہیں کیا، اس سے مقید تب ہوتا جب پہلی بیوی اپنے نکاح کے وقت اذن یا منع کا اختیار حاصل کرتی۔ (ت)

علامہ محقق زین بن نجیم در بحر الرائق فرماید الاذن یطلع علیہ بالقول بخلاف المحبۃ[2] ملخصًا ہمدران ست حقیقۃ المحبۃ والبغض امر خفی لا یوقف علیھا من قبل احدلا من قبلھا ولا من قبل غیرھا لان القلب یتقلب لا یستقر

علامہ محقق زین بن نجیم نے بحر الرائق میں فرمایا اذن پر صرف قول کے ذریعہ اطلاع ہوسکتی ہے بخلاف محبّت کے، اسی میں یہ بھی فرمایا کہ محبت اور بغض کی حقیقت مخفی معاملہ ہے اس پر مرد یا عورت کسی کی طرف سے واقفیت نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ دلی کیفیت ہے جو بدلتی رہتی ہے کیونکہ دل بدلتے رہنے والی

---

[1] فتح القدیر | کتاب الایمان مسائل متفرقہ | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۴/۴۶۸

[2] بحر الرائق | باب التعلیق | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۴/۲۶

marfat.com

علی شیٔ[1]

چیز ہے دل کو کسی ایک چیز پر قرار نہیں۔ (ت)

امام حافظ الدین محمد کردری در وجیز کتاب الایمان فصل تاسع فرماید ان اذن ولم تسمع لایعتبر عند الامام و محمد رحمهما الله تعالٰی، وفی الصغری لاتخرجی الا برضائی او بغیر رضائی فاذنها ولم تسمع او سمعت ولم تفهم لایحنث بالخروج، بخلاف الا باذنی او بغیر اذنی حیث یحنث لان الرضا یتحقق بلا علمها والاذن لایتحقق[2]

امام حافظ الدین محمد کردری نے وجیز کتاب الایمان کی نویں فصل میں فرمایا: اگر اذن دیا اور دوسرے نے نہ سنا تو یہ اذن معتبر نہ ہوگا، یہ امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کا مسلک ہے۔ صغرٰی میں ہے: خاوند نے بیوی کو کہا تو میری رضا کے بغیر باہر نہ جائیگی، تو اس کے بعد خاوند نے بیوی کو اجازت دی مگر بیوی نے نہ سنا، یا سنا ہے لیکن سمجھی نہیں تو بیوی نکل جانے سے حانث نہ ہوگی، اس کے برخلاف اگر اس نے بیوی کے نکلنے کو اذن پر موقوف کیا ہو تو مذکورہ صورت میں خلاف ورزی قرار پائے گی یعنی حانث ہوگی، کیونکہ رضا بیوی کے علم کے بغیر بھی ہوسکتی ہے جبکہ اذن اس کے علم کے بغیر متحقق نہیں ہوسکتا۔ (ت)

ہم دراں ست لایشرب الا باذنه فناوله القدح بیده ولم یقل بلسانه شیئا فشرب یحنث لانه دلیل الرضا لا الاذن، لا تخرج امرأته الا بعلمه فخرجت وهو یراها لایحنث وان اذن لها بالخروج فخرجت بعده بلا علمه لا یحنث[3]

اسی میں ہے: ایک نے دوسرے کو کہا "تو میرے اذن کے بغیر نہ پئے گا" اس کے بعد اس نے خود پانی کا پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا لیکن زبان سے کچھ نہ کہا اور دوسرے نے پانی پی لیا تو خلاف ورزی ہوجائیگی اور وہ حانث ہوجائیگا کیونکہ ہاتھ میں دینا رضا کی دلیل تو ہوسکتی ہے مگر اذن نہیں ہوسکتا) یونہی بیوی کو کہا "میرے علم کے بغیر باہر نہ جائے گی" پھر اس کے دیکھتے ہوئے اسکی عورت نکلی تو حانث نہ ہوگا، اور اگر اس کے بعد نکلنے کی اجازت زبانی دے دی تو اب علم کے بغیر بھی نکل جائے تو حانث نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق باب التعلیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۲۷

[2] فتاوٰی بزازیہ علٰی هامش فتاوٰی ہندیۃ التاسع فی الیمین فی الاذن نورانی کتب خانہ کراچی ۴/ ۲۹۴

[3] " " " " " " " " " " ۴/ ۲۹۶

marfat.com

امام اجل برہان الملۃ والدین درہدایہ فرماید

ان کان الشرط لایعلم الا من جهتها فالقول قولها فی حق نفسها مثل ان یقول ان حضت فانت طالق وفلانة فقالت قد حضت طلقت هی ولم تطلق فلانة ووقوع الطلاق استحسان، والقیاس ان لایقع لانه شرط فلا تصدق کما فی الدخول، وجه الاستحسان انها امینة فی حق نفسها اذ لا یعلم ذلك الا من جهتها فیقبل قولها کما قیل فی حق العدة والغشیان ولکنها شاهدة فی حق ضرتها بل هی متهمة فلا یقبل قولها فی حقها[1]، در فتح القدیر ست شهادتها علی ذلك شهادة فرد واخبارها به لایسری فی حقها مع التکذیب[2]

علامہ آفندی شامی در ردالمحتار فرماید

قال فی البحر قید بمحبتها لانه لو علقه بمحبة غیرها فظاهر ما فی المحیط انه لابد من تصدیق الزوج

امام اجل برہان الملۃ والدین نے ہدایہ میں فرمایا

اگر شرط ایسی ہو کہ اس کا علم صرف عورت کے بیان و اظہار پر موقوف ہو تو عورت کی بات معتبر ہوگی جس کا تعلق اس عورت کی ذات سے ہو، مثلاً کہا اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق ہے اور فلانی کو بھی، اب اس عورت نے کہا مجھے حیض آیا ہے، تو اس کو خود طلاق ہوجائیگی دوسری فلانی کو نہ ہوگی، اس کو طلاق ہونا بطور استحسان ہے جبکہ قیاس یہ ہے کہ طلاق نہ ہو، کیونکہ یہ شرط ہے جبکہ شرط کے وقوع میں صرف عورت کی بات معتبر نہیں ہوتی جیسا کہ دخول وغیرہ کی شرط میں، استحسان کی وجہ یہ ہے کہ اپنے معاملہ میں وہ امین متصور ہوگی کیونکہ معاملہ ایسا ہے جس کا علم اس کے بیان پر موقوف ہے اس لئے اس کی ذات کے بارے میں اس کی بات معتبر ہوگی، جیسا کہ عدت اور اس سے وطی کے متعلق اس کی بات معتبر ہوتی ہے لیکن اس کی یہ بات سوکن کے حق میں شہادت بنتی ہے بلکہ تہمت متصور ہوتی ہے اس لئے سوکن وغیرہ دوسری عورت کے بارے میں اس کی یہ بات معتبر نہیں ہوگی اور قبول نہ کی جائے گی۔ فتح القدیر میں ہے: عورت کی گواہی دوسری عورت کے بارے میں یہ ایک فرد کی گواہی بنتی ہے تو اس لئے اس کی یہ بات دوسری پر اثر انداز نہ ہوگی جبکہ تہمت کی وجہ سے اس کو جھوٹ قرار دیا جاسکتا ہے۔ علامہ آفندی شامی نے ردالمحتار

---

[1] ہدایہ — باب الایمان فی الطلاق — المکتبۃ العربیۃ کراچی — ۲/ ۳۶۶

[2] فتح القدیر — باب الایمان فی الطلاق — ” ” ” — ۳/ ۴۵۱

marfat.com

فانه قال لو قال انت طالق ان لم تكن امك تهوى ذلك فقالت الام انا اهوى و كذبها الزوج لا تطلق فان صدقها طلقت لما عرف ، و روى ابن رستم عن محمد انه لو قال ان كان فلان مؤمنا فانت طالق لا تطلق لان هذا لا يعلمه الا هو ، ولا يصدق هو على غيره وان كان هو من المسلمين يصلي و يحج ، ولو قال الآخر لي اليك حاجة فاقضها لي فقال امرأته طالق ان لم اقض حاجتك ، فقال حاجتي ان تطلق زوجتك فله ان لا يصدقه فيه ولا تطلق زوجته لانه محتمل للصدق والكذب فلا يصدق على غيره اه ، قال الخير الرملي و قد علم من هذه الفروع انه ان علق بفعل الغير

میں فرمایا کہ بحر میں کہا ہے کہ بیوی کی محبت سے اس کو مقید کیا کیونکہ اگر کسی غیر کی محبت سے طلاق کو مشروط کیا جائے، تو محیط کے بیان سے ظاہر یہی ہے کہ خاوند کی تصدیق کے بغیر محض بیوی کے کہنے پر طلاق نہ ہوگی کیونکہ وہاں یہ فرمایا ہے کہ اگر خاوند نے کہا، اگر تیری ماں یہ نہ چاہتی ہو تو تجھے طلاق ہے۔ اس پر ماں نے کہا میں نہیں چاہتی، اور خاوند نے ماں کی بات کو غلط قرار دیا تو طلاق نہ ہوگی۔ ہاں اگر خاوند ماں کی تصدیق کرے تو طلاق ہو جائیگی جیسے کہ معلوم ہے۔ ابن رستم نے امام محمد سے نقل کیا کہ خاوند نے کہا اگر فلاں مومن ہے تو تجھے طلاق ہے، تو یہاں طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ دل کا معاملہ ہے جس کی اطلاع وہ فلاں شخص خود دے سکتا ہے لیکن اس کا بیان دوسرے کے خلاف قابلِ تصدیق نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ مسلمان نظر آئے نماز اور حج وغیرہ ادا کرتا ہو، اور اگر ایک نے دوسرے کو کہا مجھے تجھ سے ایک حاجت ہے، تو میری حاجت پوری کردے، دوسرے نے کہا اگر میں تیری حاجت پوری نہ کروں تو میری بیوی کو طلاق ہے، تو پہلے نے کہا میری حاجت یہ ہے کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے، تو دوسرے شخص کو حق ہے کہ وہ اس کی بات تسلیم کرنے سے انکار کردے تو بیوی کو طلاق نہ ہوگی کیونکہ پہلے کی بات جھوٹ اور سچ ہونے کا احتمال رکھتی ہے لہذا غیر کے خلاف یہ دلیل نہیں قرار نہیں دی جا سکتی اھ خیر الدین رملی نے اس پر فرمایا کہ ان مسائل سے معلوم ہوا کہ اگر دوسرے کے فعل پر طلاق کو مشروط کیا ہو تو اس

marfat.com

لا یصدق ذلك الغیر علیه سواء ، کان مما لا یعلم الامنه ام لا و لابد من تصدیق الزوج فیهما او البینة فیما یثبت بها من الامر الذی یعلم[1] ایں عین جزئیہ مطلوبہ ماست ، وللّٰه الحمد ، واللّٰه تعالٰی اعلم ۔

غیر کی تصدیق ضروری نہیں ہے خواہ غیر کا یہ فعل دوسروں کو معلوم ہوسکے یا صرف وہی اظہار کرسکتا ہو دوسروں کو معلوم نہ ہوسکتا ہو، دونوں صورتوں میں خاوند کی طرف سے تصدیق کرنا ضروری ہے یا پھر گواہی سے ثابت ہوجائے وُہ فعل جس پر دوسروں کو اطلاع ہوسکتی ہو، یہی ہمارا مطلوبہ جزئیہ ہے وللّٰہ الحمد ، واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۰۵

بابُ الایلاء

(ایلاء کا بیان)

مسئلہ ۳۶ ۱۳ شعبان معظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایلاء کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے اور اس سے طلاق مغلّظہ پڑتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایلاء کے یہ معنی کہ مرد[1] اپنی عورت سے جماع کی قسم کھالے یا تعلیق کرے یعنی یوں کہے کہ اُس سے جماع کروں تو مجھ پر یہ جزا لازم آئے، اور[2] یہ قسم و تعلیق یا تو مطلق ہوں مثلاً واللہ میں تجھ سے جماع نہ کروں گا، یا تجھ سے جماع کروں تو مجھ پر روزہ لازم، یا موبد یعنی صراحۃً ہمیشہ کے لئے ہوں مثلاً خدا کی قسم میں تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا، یا تجھ سے کبھی صحبت کروں تو مجھ پر حج واجب ہو، یا کسی خاص مدّت کے لئے ہوں تو وہ مدت چار[3] مہینے سے کم نہ ہو مثلاً مجھے قسم ہے چار مہینے تک تیرے پاس نہ جاؤں گا، یا پانچ مہینے تک تجھ سے وطی کروں تو مجھ پر سو[4] رکعت نماز لازم، اور[5] تعلیق کی صورت میں یہ بھی ضرور کہ وہ امر جس کا لازم آنا کہے اس میں مشقت ہو جیسے امثلۂ مذکورہ، یا یہ کہ میرا غلام آزاد ہے، یا تجھ پر طلاق ہے، یا میرا مال خیرات ہے، یا مجھ پر قسم کا کفارہ ہو وغیر ذلک، اور وہ[6] وہ شرعاً تعلیق کہے سے بھی لازم آسکتا ہو جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ، اعتکاف، عمرہ، عتق، طلاق، کفارہ وغیرہا، نہ مثل وضو و غسل و تلاوتِ قرآن و سجدۂ تلاوت و اتباعِ جنازہ وغیرہ کہ یہ چیزیں نذر و تعلیق سے لازم نہیں ہو جاتیں، اور یہ قسم و تعلیق ایسے طور پر واقع ہو کہ بے کسی چیز کے لازم آئے اصلاً مفر نہ رہے، ایسی صورت نہ نکل سکے کہ نہ اُس

marifat.com

عورت سے جماع کرے اور کچھ لازم نہ آئے، جب یہ پانچوں باتیں جمع ہوں گی تو ایلاء ہوگا اور ایک بھی کم ہوئی تو نہیں، مثلاً نہ قسم کھائی نہ تعلیق خالی عہد کرلیا کہ عمر بھر تیرے پاس نہ جاؤں گا یہ کچھ بھی نہیں کہ خالی عہد سے کچھ نہیں ہوتا، یا قسم و تعلیق تو ذکر کی مگر مدت چار مہینے سے کم رکھی اگرچہ ایک ہی ساعت کم، یہ ایلاء نہ ہُوا، جتنی مدت کی قید لگائی ہے اُس کے اندر جماع کیا تو بصورتِ قسم خاص کفارہ اور بصورتِ تعلیق روزہ وغیرہ جو کچھ لازم آنا کہا تھا خواہ مثل قسم کفارہ لازم آئے گا کہ یہ حکم تو اس قسم و تعلیق کا ہے مگر مدت بے جماع گزر گئی تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی جو خاص حکمِ ایلاء ہے، یونہی اگر تعلیق میں دو رکعت نماز لازم آنی کہی تو ایلاء نہیں کہ دو رکعت میں کچھ مشقت نہیں اگر مدت کے اندر پاس گیا تو دو رکعتیں پڑھنی ہوں گی اور مدت خالی گزر گئی تو کچھ نہیں، اور اگر تعلیق میں تلاوت قرآن وغیرہ اشیائے غیر لازمہ ذکر کیں تو محض مہمل، نہ مدت گزرنے پر طلاق پڑے نہ مدت کے اندر صحبت کرنے سے کچھ لازم، اسی طرح اگر یُوں کہا کہ واللہ میں اس گھر میں تجھ سے وطی نہ کروں گا یا اس شہر میں تجھے کبھی ہاتھ لگاؤں تو مجھ پر فلاں چیز لازم، یہ بھی ایلاء نہیں کہ جب اس گھر یا شہر کی تخصیص ہے تو بغیر کچھ لازم آئے مفر موجود ہے جب چاہے اُس گھر یا شہر سے باہر لے جاکر جماع کرسکتا ہے کچھ بھی لازم نہ آئے گا، بس بے جماع چار مہینے نہیں کتنی ہی مدت گزر جائے طلاق نہ ہوگی، ہاں وُہ قسم یا تعلیق جھُوٹی کی تو اُس کا جرمانہ اُسی طرح دینا ہوگا کہ قسم میں خاص کفارہ اور تعلیق میں اختیار ہے چاہے وُہ چیز بجالائے جو لازم مانی تھی چاہے قسم کے مثل کفارہ دے لے علٰی ھذا القیاس جس جس صورت میں بغیر کچھ لازم آئے مفر ملتی ہو ایلا نہیں، ان سب قیود و احکام کی تصریح و تفصیل درمختار و ردالمحتار ہے من شاء فلیراجعھما (جس کا جی چاہے ان کی طرف رجوع کرے۔ت) پھر جب ایلاء متحقق ہو تو اُس کا حکم یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر اُس عورت سے جماع کیا تو بتفصیل معلوم قسم کا کفارہ یا وہی امرِ شاق جس کا لازم آنا کہا تھا لازم آئے گا اور چار مہینے گزر گئے کہ اُس سے جماع نہ کیا یا جماع مثلاً بوجہ مرض یا حبس یا دوری مسافت کہ مدت کے اندر عورت تک نہیں پہنچ سکتا ناممکن تھا تو زبانی رجوع نہ کیا مثلاً یُوں نہ کہہ لیا کہ میں نے اپنی عورت کی طرف رجوع کی یا اپنے اُس کہنے سے پھر گیا یا میں نے ایلاء باطل کردیا تو اِس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑجائے گی جس سے وُہ خود مختار ہوجائے گی،

فی الدر حکمه وقوع طلقة بائنة ان بر ولم یطأ ولزم الکفارة او الجزاء المعلق ان حنث بالقربان[1] فی رد المحتار

دُر میں ہے کہ ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم پر قائم رہا اور وطی نہ کی تو طلاق بائنہ ہوجائے گی اور جماع کرنے پر کفارہ لازم ہوگا یا اگر کسی چیز کو معلق کیا تھا تو جماع کرنے پر وہ جزاء لازم ہوگی۔ ردالمحتار میں

[1] درمختار باب الایلاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۲

marfat.com

قولہ ولم یطأ عطف تفسیر والمراد بالوطی حقیقتہ عند القدرۃ اومایقوم مقامہ کالقول عند العجز فالمراد ولم یفئ ای لم یرجع الی ما حلف علیہ[1] اھ وفی الدر عجز عجزا حقیقیا لاحکمیا کاحرام لکونہ باختیارہ عن وطئہا لمرض باحدھما اوصغرھا اوجبہ اوعنتہ اوبمسافۃ لایقدر علی قطعہا فی مدۃ الایلاء اولحبسہ لابحق ففیئہ نحو قولہ بلسانہ فئت الیہا اوراجعتک اوابطلت الایلاء اورجعت عما قلت ونحوہ[2] اھ ملخصا۔

اس پر فرمایا کہ ماتن کا قول "ولم یطأ" (اور وطی نہ کی) عطف تفسیری ہے، اور وطی سے حقیقی جماع مراد ہے اگر قدرت ہو، اگر قدرت نہ ہو تو جماع کے قائم مقام، مثلاً یہ کہنا کہ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا، کہے، اس سے مراد یہ ہے کہ وُہ اپنی قسم پر قائم نہ رہے اور قسم کو پُورا نہ کرے تو کفارہ لازم آئے گا اھ، اور دُر میں ہے "عاجز ہوجائے" سے مراد حقیقی عجز ہے حکمی عجز نہیں جیسا کہ احرام کی حالت میں ہونا عجز حکمی ہے کیونکہ یہ عجز اختیاری ہے۔ بیوی سے وطی کے عجز کا مطلب یہ ہے کہ خاوند یا بیوی کو مرض لاحق ہو، یا بیوی صغیرہ ہو، یا خاوند نامرد یا آلہ سے محروم ہے، یا اتنی دور مسافت ہے کہ قسم کی مدت میں اس کو طے کرنا، قدرت میں نہیں ہے، یا ناحق قید میں ہے، تو ان صورتوں میں بیوی سے رجوع زبانی کرے اور یُوں کہے کہ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا ہے یا میں نے ایلاء یعنی قسم کو باطل کردیا ہے، یا کہے کہ جو میں نے قسم کھائی اس سے میں نے رجوع کرلیا ہے یا اس کی مثل الفاظ کہہ دے، اھ ملخصاً (ت)

مگر ایلاء طلاق مغلظہ نہیں کہ حلالہ کی ضرورت ہو، عدت میں خواہ بعد عدت جب چاہیں باہم نکاح کرسکتے ہیں، ہاں اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں دے چکا تھا تو آپ ہی حلالہ درکار ہوگا کہ اب یہ تیسری مل کر تین طلاقیں ہوگئیں، یہ جُدا بات ہے یا اگر (مدت[عہ]) کی قید نہ تھی بلکہ مطلق یا صراحۃً موبد تھا اور چار مہینے بے رجوع گزر گئے کہ ایک طلاق بائن پڑی پھر اس سے نکاح کرلیا اور پھر چار مہینے خالی گزر گئے تو دوسری پڑے گی پھر نکاح کرلیا اور یُونہی چار مہینے گزر گئے تو تین طلاقیں ہوجائیں گی اور اب بے حلالہ نکاح میں نہ لاسکے گا،

فی التنویر فی الحلف باللہ وجبت الکفارۃ

تنویر میں ہے: ایلاء میں اگر اللہ کی قسم کہا، تو اس سے

عہ اصل میں کرم خوردہ ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب الایلاء داراحیاء التراث العربی بیروت ٢/٥٤٦

[2] درمختار مطبع مجتبائی دہلی ١/٢٤٣

marfat.com

وفی غیرہ وجب الجزاء وسقط الایلاء و الابانت بواحدۃ وسقط الحلف لوموقتا لالوکان موبدا فلونکحہا ثانیا وثالثا و مضت المدتان بلا فیئ بانت باخریین والمدۃ من وقت التزوج فان نکحہا بعد زوج اٰخرلم تطلق وان وطئہا کفر لبقاء الیمینؔ[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

رجوع کرنے پر کفارہ لازم ہوگا، اور اگر کوئی شرط رکھی تھی تو وہ جزاء لازم آئے گی، اور ایلاء ساقط ہوجائیگا اور نہ قسم کو پُورا کرنے پر بیوی ایک طلاق سے بائنہ ہوجائیگی اور حلف مقررہ وقت کیلئے ہو تو ختم ہوجائے گا اور اگر حلف ابدی ہو تو ختم نہ ہوگا، لہٰذا دوبارہ اور سہ بارہ نکاح کرنے پر ایلاء کی مدت پُورا ہونے اور رجوع نہ کرنے پر دوسری اور تیسری طلاق سے بائنہ ہوتی رہے گی اور قسم کی مدت کا اعتبار نکاح کے وقت سے ہوگا لہٰذا اگر بیوی حلالہ کے بعد واپس اس کے نکاح میں آئے تو طلاق نہ ہوگی تاہم وطی کرنے پر کفارہ ضرور لازم ہوگا کیونکہ قسم ابدی ہونے کی وجہ سے باقی ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۷ ڈالور فرسٹ ایج روڈ مکان ۱۰۱ مسئولہ ابوبکر ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے کتاب میں دیکھا ہے کوئی شخص حنفی مذہب کے موافق اپنی عورت سے کسی معاملہ میں اَن بَن ہوگئی اور چہار حیض تک کچھ تعلق نہ رہا تو ایک طلاق ہوگی، پھر اس پر ایک اور حیض گزرنے سے دُوسری طلاق ہوگی پھر ایک اور حیض گزرنے سے تیسری طلاق ہوگی، یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ محض بے اصل ہے اس کا پتا نہ مذہب حنفی میں ہے نہ کسی مذہب میں، اصل حکم جو ہے کہ یہ شخص اپنی عورت سے قربت کی قسم کھائے رب عزوجل نے اُسے چار مہینے کی مہلت دی ہے، اگر چار مہینے کے اندر قربت کرلے گا تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی کفارہ دینا ہوگا، اور اگر چار مہینے کامل گزر جائینگے تو ایک طلاق بائن ہوجائے گی عورت نکاح سے نکل جائے گی، پھر دوسرے یا تیسرے مہینے کوئی طلاق نہ ہوگی،

قال اللہ تعالٰی للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ لوگ جو بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں ان کی قسم کی مدت چار ماہ ہے

---

[1] درمختار باب الایلاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۲-۴۳

marfat.com

فان فآؤا فان اللہ غفور رحیم[۱] و ان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم[۲] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر اس دوران رجوع کرلیں تو اللہ تعالٰی بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے، اور اگر وہ (رجوع نہ کرکے) طلاق کا عزم کئے ہوں تو اللہ تعالٰی سننے والا جاننے والا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۲/۲۲۶
[۲] " " ۲/۲۲۷

marfat.com

باب الخُلع

(خُلع کا بیان)

مسئلہ ۳۸ از ریاست رام پور محلہ مردان خاں مرسلہ سید محمد نور صاحب ۶ شوال ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زوجین میں باہم نزاع وجھگڑا رہتا تھا اور کسی صورت سے مصالحت نہیں ہوتی تھی آخر الامر زوجین نے چند اہلِ محلہ کو جمع کیا، خلاصہ یہ کہ زوجین نے اپنی علیحدگی ہونے کا تصفیہ چاہا، اہل محلہ نے تصفیہ اس طرح پر کیا کہ جو اشیائے موجودہ زوجہ کی تحت میں تھیں مثل پلنگ وصندوق وزیور وغیرہ زوجہ کو دلوادئے گئے اور زوجہ سے کُل مہر بخشوادیا اور زوج نے طلاق دی اور لفظ طلاق کا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کہا، آیا یہ طلاق رجعی واقع ہوئی یا بائن؟ کتب معتمدہ حنفیہ سے تفصیلاً و تشریحاً جواب مرحمت فرمائیے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر اُس تصفیہ یا باہمی مکالمات یا قرائن حالات سے واضح تھا کہ یہ طلاق اُس معافیِ مہر کے عوض دی گئی تو طلاق بائن ہوئی،

فی فتح القدیر ثم ردّ المحتار قال ابرئینی من کل حق یکون للنساء علی الرجال ففعلت فقال فی فورہ طلقتك وھی

فتح القدیر میں ہے اور پھر ردالمحتار میں کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا تو مجھے ان تمام حقوق سے بری کردے جو بھی بیوی کے لئے خاوند کے ذمہ ہوتے ہیں، تو بیوی نے ایسا کردیا تو اُس کے ساتھ متصل فوراً خاوند نے

marfat.com

مدخول بها یقع بائنا لانه بعوض[1] اھ وفی الذخیرۃ والخانیۃ وغیرھما وعنھما فی ردالمحتار تقع بائنۃ لانہ طلاق بعوض وھو الابراء دلالۃ[2] اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

کہہ دیا کہ میں نے تجھے طلاق دی، بیوی اگر مدخولہ ہو تو یہ طلاق بائنہ ہوگی کیونکہ یہ طلاق بالعوض ہے اھ، اور ذخیرہ، خانیہ وغیرہما میں، اور ردالمحتار میں بھی ان دونوں سے منقول ہے کہ یہ طلاق بائنہ ہوگی کیونکہ یہ طلاق بالعوض ہے اور حقوق سے بری کرنا وہ دلالۃً معاوضہ ہے، اھ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹ از چوبیس پرگنہ ڈاکخانہ حالی شہر مقام حاجی نگر چٹکل ڈیلی سردار مرسلہ امیر اللہ میاں ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

زید کی ہمشیرہ کی نابالغی کی حالت میں حسب رواجِ قوم بکر سے شادی ہوئی۔ اب وہ سنِ بلوغ کو پہنچی، اور وہ قرآن شریف وغیرہ بھی پڑھی ہے اور صوم وصلوٰۃ میں ازبس پابند ہے، اور شرع شریف کے بھی برخلاف نہیں ہے، اور اس کا بیان یعنی بکر بالکل تبرّۂ اسلام ہے یعنی نہ وہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے بلکہ اُس لڑکی یعنی زید کی بہن کو نماز پڑھنے و روزہ رکھنے پر نقل و مضحکہ کرتا ہے، اور وہ بکر تاڑی بھی پیتا ہے، اور لڑکی کے ورثہ اُسے ان فعلوں سے بہت روکتے اور سمجھاتے ہیں لیکن وہ ایک نہیں مانتا، اور لڑکی اسی وجہ سے بہت دن سے میکے میں ہے، اور بکر کی چال چلن اب تک نہیں بدلی، اس لئے لڑکی کے وارث بھی بہت تنگ ہیں کہ لڑکی کو کیا کریں، کتنے دن تک بالغ لڑکی کو کنواری رکھیں، اور لڑکی بھی بکر سے بیزار ہو کر چاہتی ہے کہ میں اُس سے خُلع کراؤں، اور ورثہ کی بھی یہی رائے ہے۔ آیا لڑکی ایسی حالت میں خلع کرا سکتی ہے یا نہیں؟ اور بکر کے ساتھ اب تک خلوتِ صحیحہ بھی ہوئی نہیں۔

الجواب

خُلع شرع میں اُسے کہتے ہیں کہ شوہر برضائے خود مہر وغیرہ مال کے عوض عورت کو نکاح سے جُدا کردے تنہا زوجہ کے کئے نہیں ہوسکتا، اور نابالغہ کا نکاح جو اس کے باپ نے کیا ہو عورت بالغہ ہو اس پر اعتراض کا بھی حق نہیں رکھتی، اور اگر باپ دادا کے سوا اور ولی نے کیا اور شوہر اُس وقت عورت کا کفو تھا

---

[1] ردالمحتار بحوالہ فتح القدیر باب الخلع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۶۰
[2] ردالمحتار بحوالہ الذخیرہ والخانیہ " " " ۲/ ۵۶۶

marfat.com

یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم نہ تھا کہ اُس سے نکاح اولیائے زن کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو تو اس صورت میں اگرچہ عورت کو بعد بلوغ فسخ کرانے کا اختیار ملتا ہے مگر جبکہ بالغ ہوتے ہی فوراً اس سے اظہار ناراضی کرے کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں، چارۂ کار یہ ہے کہ اُس سے طلاق لی جائے یہ اُس صورت میں کہ وُہ اسلام پر قائم ہو۔ سائل نے نہ لکھا کہ وُہ نماز روزہ پر عورت سے کیا مضحکہ کرتا ہے، اگر وُہ مضحکہ نماز روزہ کی طرف راجع ہو تو وہ اسلام ہی سے نکل گیا اور عورت اُس کے نکاح سے خارج ہوگئی، اور اگر واقعی اب تک خلوت نہیں ہُوئی تو عدت کی بھی حاجت نہیں، ابھی جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

marfat.com

بابُ الظّہار

(ظہار کا بیان)

مسئلہ ۲۰: از بہیڑی پنجم محرم الحرام ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت پر غصہ ہوکر زوجہ سے یہ لفظ کہے کہ میں تجھ کو طلاق دے دُوں گا میں تجھے بجائے ماں بہن کے سمجھتا ہُوں اگر تجھ سے کلام کروں تو اپنی بہن سے کلام کروں۔ اس صورت میں عورت اس کے نکاح سے خارج ہوگئی یا نہیں؟ تو اس کی نسبت کیا حکم ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

پہلا لفظ کہ "میں تجھے طلاق دے دُوں گا" محض نامعتبر ہے کہ صرف وعدہ ہی وعدہ ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا، یُونہی پچھلا لفظ کہ "میں تجھ سے کلام کروں تو اپنی ماں بہن سے کلام کروں" کوئی چیز نہیں اگرچہ کلام کرنے سے ہمبستری ہی کرنا مراد لیا ہو،

فی الھندیۃ لوقال ان وطئتك وطئت امی فلاشیئ علیہ کذافی غایۃ السروجی[1]۔

ہندیہ میں ہے کہ اگر خاوند نے کہا اگر میں تجھ سے وطی کروں تو اپنی ماں سے وطی کروں۔ تو خاوند پر کچھ لازم نہیں۔ غایۃ السروجی میں یونہی مذکور ہے (ت)

رہا بیچ کا لفظ اس کی نسبت سائل مظہر کہ میری مراد اس کہنے سے یہ تھی کہ تجھے مثل اپنی ماں بہن کے اپنے اوپر

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۰۷

marfat.com

حرام سمجھتا ہُوں طلاق دینا میری نیت میں نہ تھا، اگر یہ بیان واقعی ہے تو صُورت ظہار کی ہے،

فی العلمگیریۃ لوقال لہا انت علی مثل امی ان نوی التحریم اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظہارا عند الکل کذا فی فتاوٰی قاضی خاں[1] اھ ملخصا، و فی ردالمحتار عن البحر منی وعندی ومعی کعلی[2] اھ اقول وانت تعلم ان سمجھتا ہُوں بلساننا یودی مؤدی عندی بلسان العرب۔

عالمگیری میں ہے: اگر خاوند نے کہا "تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے" اگر اس سے حرام کرنے کی نیت کی ہو تو اس میں روایات کا اختلاف ہے، اور صحیح روایت یہ ہے کہ یہ ظہار ہوگا سب کے نزدیک، جیساکہ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے اھ ملخصًا، اور ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ "اگر تُو مجھ پر" کی بجائے "مجھ سے، میرے ہاں، میرے ساتھ" کے الفاظ کہے تو وہ بھی "مجھ پر" کے حکم میں ہوں گے۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہماری زبان میں "سمجھتا ہُوں" کا لفظ عربی زبان میں "عندی" کے قائم مقام ہے۔ (ت)

پس صورتِ مسئولہ کا حکم یہ ہے کہ عورت نکاح سے نہ نکلی مگر اُسے اُس کے ساتھ صحبت کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا یا شہوت سے اُس کے بدن کو ہاتھ لگانا یا اسی طور پر اس کی شرمگاہ دیکھنا یہ سب باتیں حرام ہوگئیں اور ہمیشہ حرام رہیں گی جب تک کفارہ ادا نہ کرلے،

فی تنویر الابصار والدر المختار و ردالمحتار یصیر بہ مظاھرا فیحرم وطؤھا علیہ ودواعیہ من القبلۃ و المس و النظر الی فرجھا بشھوۃ اما المس بغیر شھوۃ فخارج بالاجماع نھر، وکذا یحرم علیھا تمکینہ و لا یحرم النظر الی ظھرھا و بطنھا و لا الی الشعر

تنویرالابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ ان الفاظ سے وُہ شخص ظہار کرنے والا قرار پائے گا' لہذا بیوی سے وطی اور وطی کے دواعی اس پر حرام ہوجائیں گے، وطی کے دواعی بوس وکنار اور شہوت سے بیوی کی شرمگاہ پر نظر ڈالنا وغیرہ ہیں، لیکن بغیر شہوت چھُونا اس حکم سے بالاجماع خارج ہے' نہر۔ اور یُونہی بیوی پر خاوند کو جماع کا موقعہ دینا حرام ہے، اور بیوی کی پُشت، پیٹ، چھاتی اور بالوں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الباب التاسع فی الظہار — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۰۷

[2] ردالمحتار — باب الظہار — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۷۵

marfat.com

والصدر بحرای ولو بشہوة بخلاف النظر الی الفرج بشہوة، وعن محمد لوقدم من سفر له تقبیلہا للشفقة حتی یکفر غایة لقولہ فیحرم[1] اھ ملخصة۔

کو دیکھنا حرام نہیں ہے بحر یعنی اگرچہ شہوت سے ہو، اس کے برخلاف بیوی کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر سفر سے آئے اور بیوی کو شفقت سے بوسہ دے لے تو جائز ہے حتی یکفر (کفارہ دینے تک) یہ ماتن کے قول فیحرم (پس حرام ہے) کی غایت ہے (ت)

اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دو مہینے کے روزے لگاتار رکھے، ان دنوں کے بیچ میں نہ کوئی روزہ چھوٹے نہ دن کو یا رات کو کسی وقت عورت سے صحبت کرے ورنہ پھر سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے، اور جو ایسا بیمار یا اتنا بوڑھا ہے کہ روزوں کی طاقت نہیں رکھتا وہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ساٹھ مسکینوں کو گیہوں دے فی مسکین بریلی کی تول سے پونے دو سیر آٹھ آنے بھر زائد یا اس قدر کی قیمت ادا کرے، جب تک اس کفارہ سے فارغ نہ ہو ہرگز عورت کو ہاتھ نہ لگائے،

فی الدر المختار، ھی تحریر رقبة فان لم یجد مایعتق، صام شہرین ولو ثمانیة و خمسین یومًا بالہلال والا فستین یومًا متتابعین قبل المسیس، فان افطر بعذر او بغیرہ او وطئہا فی الشہرین مطلقا لیلا او نہارا عامدا او ناسیا استأنف الصوم، لا الاطعام فان عجز عن الصوم لمرض لایرجی برؤہ اوکبر اطعم ستین مسکینا و لو حکما کالفطرة او قیمة ذلک، وان غداھم وعشاھم واشبعہم جاز کما لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجة[2] اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے: کفارہ غلام کو آزاد کرنا ہے، اگر یہ نہ ہوسکے تو جماع سے قبل دو ماہ کے روزے رکھے، اگرچہ چاند کے حساب سے یہ کل روزے اٹھاون ۵۸ دن بنیں، ورنہ دنوں کے حساب سے ساٹھ روزے مسلسل پورے کرے، پھر اگر درمیان میں کوئی روزہ چھوڑ دیا عذر کی بناء پر خواہ بغیر عذر، یا ان دو ماہ میں بیوی سے جماع کرلیا، دن یا رات میں، قصدًا یا بھول کر، جیسے بھی ہو تو پھر نئے حساب سے ساٹھ روزے رکھے اگر طعام کی صورت میں کفارہ ادا کرے اور کھانا کھلانے کے دوران بیوی سے جماع کرلیا تو نئے سرے سے کھانا کھلانا لازم نہیں آئے گا، پھر اگر کسی ایسے مرض کی وجہ سے جس سے برأت کی اُمید نہیں، روزہ نہ رکھ سکے، یا بڑھاپے کی وجہ سے روزے پر قدرت نہ ہو تو پھر

---

[1] ردالمحتار | باب الظہار | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۵۷۶-۵۷۵

[2] درمختار | باب الکفارہ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۵۰-۲۵۱

ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اگرچہ کھلانا حکمی ہو یعنی غلہ بمقدار فطرانہ دے دے یا اس کی قیمت دے دے، اور اگر صبح وشام دو وقت کھانے سے مسکینوں کو سیر کر دیا تو یہ جائز ہو جائیگا، جس طرح ایک ہی مسکین کو ساٹھ روز صبح وشام سیر کرکے کھلا دیا تو بھی جائز ہے کیونکہ ایک مسکین کو بھی روزانہ نئی حاجت ہوتی ہے اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۱ از متھرا محلہ کیشوپورہ مرسلہ سید مدد علی صاحب رئیس ۱۹ شعبان ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ کہ زید از ہندہ الفتے گیرد و درخلوت اظہار محبت گرداند ہندہ بگوید کہ تو مرا چرا دوست پنداری کہ حمرا زوجۂ خود بداری زید درجواب او مکرر و سہ کرر از ہندہ و پیش ہمچشمان خود بگوید کہ من در محبت تو حمرا زوجۂ خود را بجائے مادر وہمشیرۂ خود میدانم و ترا دوست می انگارم و زید دیگر بارہم عندالاستفسار در مجمع بیان کند کہ وقتے کہ ہندہ از من پرسیدہ بود من واقعی نسبت حمرا زوجۂ خود اطلاق مادر وہمشیرہ کردہ ام دریں صورت حمرا درنکاح زید ماندہ است یانہ، وحکم شرع دریں مسئلہ چیست براہ نوازش مربیانہ فتوٰی بہ تدقیق وتحقیق ارشاد شود۔ بینوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ زید ہندہ سے محبت کرتا ہے اور خلوت میں اس سے اظہارِ محبت کرتے ہوئے، ہندہ کے اس سوال کے جواب میں کہ، تو مجھ سے محبت کیوں کرتا ہے جبکہ حمرا تیری بیوی موجود ہے، دوبار بلکہ تین بار ہندہ اور دوسرے حاضرین کے سامنے زید نے کہا کہ میں تیری محبت میں اپنی بیوی حمرا کو اپنی ماں بہن کی جگہ سمجھتا ہوں اور تجھے پسند کرتا ہوں، اور پھر زید ایک بار مجلس میں پوچھنے پر بیان کرتا ہے کہ جب ہندہ نے مجھ سے پوچھا تھا تو واقعی میں نے حمرا کی بابت یہ بات کہی تھی کہ وہ میری ماں بہن ہے، تو کیا اس صورت میں حمرا زید کے نکاح میں باقی رہی یا نہ؟ اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟ براہِ نوازش تحقیق وتدقیق کے ساتھ فتوٰی ارشاد فرمائیں۔ بیّنوا توجروا۔ (ت)

الجواب

درصورت مستفسرہ زید باطلاق ہمچو کلمات فساق آثم وبزہ کارست، قال اللہ تعالٰی ما ھن امھاتھم ان امھاتھم الا الّٰئی ولدنھم وانھم لیقولون منکرا من القول و زورا[۱] ہمچوا بہا مادراں ایشاں

مسئولہ صورت میں زید اپنے ان کلمات کی وجہ سے فاسق، گنہگار اور جھوٹا ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا وہ (بیویاں) مائیں نہیں ہیں، مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے اور بیشک یہ بُری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ پھر اگر زید نے ان کلمات سے بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا

[۱] القرآن الکریم ۵۸/ ۲

marfat.com

نیند، ہم مادراں شاں ہم آناں اند کہ ایشاں را
زائیدہ اند و بدرستی، ہمچناں ست کہ ایشاں
ہرزہ می لافند و دروغ مے بافند، باز اگر زید بایں
کلمہ ارادۂ طلاق حمرا داشت و دل بہ اخراجش از
قیدِ نکاح گماشت حمرا بیک طلاق بائن مطلقہ شد
اگرچہ نوبت تکلم بایں کلمہ بسہ رسیدہ باشد طلاق مغلظ
نشود لان البائن لا یلحق البائن کما صرحوا
بہ فی عامۃ الکتب، پس برضائے حمرا بے حاجت
تحلیل حمرا را بسلک نکاح خود میتواں کشید، و اگر
بقصد ظہار گفت مظاہر گشت کہ حمرا ہمچناں در نکاح
است اما جماع حمرا و بوسہ شہوت و دست
بخواہش بہ تنش سودن و نگاہ رغبت بفرجش
نمودن ہمہ ہا بر و حرام شد و تن بانہا دادن
بر حمرا حرام، تا آنکہ زید کفارۂ ظہار ادا نماید، و او
بندہ آزاد کردن ست کہ فائت جنسے از اجناس منفعت
نیست ہمچو سمع و بصر و عقل وغیرہا پس نابینا
و ناشنوا و مجنون و بیہوش و ہر دو دست
یا ہر دو پا یا یک دست و پا از یک جانب
بریدہ و امثال اینہا در کفارہ بکار نیایند،
و اگر بندہ نیابد دو ماہ پے در پے بے فصل
روزے پیش از جماع آں زوجہ روزہ دارد
اگر در مدت صیام باآں زن نزدیکے نمود
اگرچہ شبانہ اگرچہ بسہو تا روزہا
از سر گیرد و اگر نہایت پیرانہ سالی
یا مرضے قوی بے امید بہی طاقت

اور دل میں بیوی حمرا کو نکاح سے خارج کر دینے کا
ارادہ کر رکھا تھا تو حمرا کو ایک بائنہ طلاق ہوگئی،
اگرچہ کلمات تین بار کہے ہوں ایک ہی طلاق ہوگی،
تین طلاقوں سے مغلظہ نہ ہوں گی، کیونکہ بائنہ کے بعد
بائنہ طلاق نہیں ہوتی، جیساکہ عام کتب میں اس کی
تصریح ہے، لہذا زید دوبارہ حمرا سے بغیر حلالہ حمرا کی
رضامندی سے نکاح کر سکتا ہے، اور اگر زید نے
یہ کلمات ظہار کی نیت سے کہے ہوں تو ظہار ہوگا لہذا
اس صورت میں حمرا زید کے نکاح میں بدستور
رہے گی لیکن حمرا سے جماع یا بوس و کنار، شہوت کے
ساتھ چھونا، شہوت کے ساتھ اس کی شرمگاہ کو
دیکھنا یہ تمام چیزیں زید پر حرام ہیں اور بیوی پر خاوند کو
جماع کا موقعہ دینا حرام ہے تاوقتیکہ زید کفارہ ظہار
ادا نہ کر دے، اور کفارہ ظہار یہ ہے کہ غلام ایسا آزاد
کرے جو کسی عیب سے متصف نہ ہو جس کی وجہ سے
اس کی کوئی جسمانی منفعت ختم ہوگئی ہو مثلاً سمع، بصر،
عقل وغیرہ منفعت ختم نہ ہو، لہذا نابینا، بہرا، مجنون،
بے ہوش، دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں یا ایک ہی
جانب کا ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا، اور اس قسم کے
دیگر عیب والا غلام کفارہ کی ادائیگی میں کارآمد نہ ہوگا
اور اگر غلام نہ ملے تو پھر پے در پے مسلسل بغیر ناغہ
دو ماہ کے روزے اپنی بیوی کے ساتھ جماع سے قبل رکھے گا، اگر
اس دو ماہ کے روزوں میں بیوی سے دن یا رات
کو بھول کر یا قصداً جماع کر لیا تو نئے سرے سے
پھر دو ماہ کے روزے مسلسل رکھنے پڑیں گے، اور اگر

marfat.com

روزہائے پیہم بردہ است شصت مسکین را طعامے ہمچو صدقۂ فطر رساند یعنی بہر مسکین صاعے از جو یا نیم صاع گندم یا قیمت اینہا تملیک کند یا شصت مسکین را کہ خوراک معتاد انسان جوان خوردن توانند شام و پگاہ شکم سیر خوراند چوں ایں چنیں کند حمرا برو حلال شود و اگر مراد زید بایں کلمات مجرد حرمت حمرا بر خود بود بے قصد طلاق و ظہار یعنی او را در محبت تو بر خود چناں حرام میدانم تاہم ظہار خواہد شد و ہماں احکام کفارہ درکار، و اگر ہیچ نیت نہ داشت ہمیں سخنے بود کہ بے قصد معنی بر زبان راند آنگاہ ہیچ لازم نیاید حمرا بدستور در نکاح و جماع و دواعی جملگی مباح ہمچناں اگر کلام مذکور بایں قصد گفت کہ زن خود در برّ و کرامت بجائے مادر و خواہر خویش میدانم تاہم چیزے لازم نیست ۔

نہایت بڑھاپے یا کسی قوی مرض جس کے ختم ہونے کی امید نہ ہو اور روزہ رکھنے کی طاقت بحال ہونے کی اُمید بھی نہ ہو تو پھر ایسا شخص ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کی مقدار کھانا دے یعنی ہر مسکین کو ایک صاع جَو یا نصف صاع گندم یا ان کی قیمت کا مالک بنائے یا ساٹھ مسکینوں کو صبح و شام پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، جب یہ کام کرلے تو اس کی بیوی حمرا اس کے لئے حلال ہوجائے گی، اور اگر زید نے ان کلمات سے صرف حمرا کا حرام ہونا مراد لیا ہو، اور طلاق یا ظہار کی نیّت نہ کی ہو یعنی یُوں کہا تیری محبت میں اس کو میں اپنے اُوپر یُوں حرام جانتا ہُوں ۔ تو بھی ظہار ہی ہوگا اور کفارہ لازم ہوگا، اور اگر اس نے ان کلمات سے طلاق، ظہار یا حرام ہونا کچھ مراد نہ لیا اور صرف زبان پر یہ کلمات بغیر نیّت جاری ہوگئے تو پھر زید کے ذمّہ کچھ نہ ہوگا، اور حمرا بدستور اس کی بیوی ہوگی اس سے جماع اور دواعی جماع سب مباح ہوں گے، اور اگر زید نے ان کلمات سے یہ نیت کی ہو کہ حمرا میرے لئے ماں اور بہن کی طرح کرامت والی ہے تو بھی کچھ لازم نہ آئے گا۔ (ت)

در تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار فرمودہ اند ان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف علی "خانیۃ" برا او ظہارا او طلاقا صحت نیتہ ووقع ما نواہ لانہ کنایۃ (قال فی البحر واذا نوی بہ الطلاق کان بائنا) وقال خیر الرملی وکذا لو نوی الحرمۃ المجردۃ ینبغی ان یکون ظہارا

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں فرمایا ہے اگر بیوی کو یُوں کہا کہ تُو مجھ پر میری ماں کی مثل یا میری ماں کی طرح ہے اور یوں ہی اگر "علیّ" (مجھ پر) کا لفظ حذف کردے، خانیہ۔ ان الفاظ سے اگر تعظیم زوجہ یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہوگی اور نیت کے مطابق حکم ہوگا کیونکہ یہ کنایہ ہے۔ (بحر میں فرمایا خاوند نے جب طلاق کی نیّت کی تو طلاق بائنہ ہوگی۔ اور خیرالدین رملی نے فرمایا: یُوں ہی اگر صرف حرام ہونے کی نیت کی تو ظہار ہوگا، اور جھگڑے

marfat.com

وینبغی ان لایصدق قضاء فی ارادۃ البر، اذا کان فی حال المشاجرۃ و ذکر الطلاق اھ[1] والاینوشیئا لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ[1] انتھت ملخصات وفیہما یصیر بہ مظاھرا فیحرم وطؤھا علیہ و دواعیہ (من القبلۃ والمس والنظر الی فرجھا بشھوۃ اما المس بغیر شھوۃ فخارج بالاجماع نھر) وکذا یحرم علیھا تمکینہ ولا یحرم النظر (ای الی ظھرھا و بطنھا ولا الی الشعر والصدر بحر ای ولو بشھوۃ بخلاف النظر الی الفرج بشھوۃ) وعن محمد لو قدم من سفر لہ تقبیلھا للشفقۃ (افادان التقبیل لایحرم الا اذا کان عن شھوۃ) حتی یکفر[2] انتھت تلخیصا و فیھما الکفارۃ تحریر رقبۃ

و مذاکرہ طلاق میں اگر یہ بات کہی ہو اور خاوند کہے کہ میں نے اس سے ماں کی طرح عزت و کرامت والی مراد لی ہے، تو قاضی کو چاہیئے کہ وُہ اس کی تصدیق نہ کرے اھ) اور اگر یہ بات کرتے وقت کوئی نیت نہ تھی تو کلام لغو ہوگا، اور ادنیٰ احتمال یعنی کرامت والا متعین ہوگا، عبارات کی تلخیص ختم ہُوئی۔ درمختار و ردالمحتار میں ہے: ان الفاظ سے وہ شخص ظہار کرنے والا قرار پائے گا، لہٰذا خاوند پر بیوی سے وطی اور اس کے دواعی یعنی بوس و کنار، شہوت سے شرمگاہ کو دیکھنا وغیرہ حرام ہوں گے، تاہم بغیر شہوت چُھونا بالاجماع حرام ہونے سے خارج ہے، نہر۔ یونہی بیوی پر حرام ہے کہ وہ خاوند کو جماع کا موقعہ دے، اور ظہار میں خاوند کو بیوی کی پیٹھ، پیٹ، بال اور چھاتی کو دیکھنا حرام نہیں ہے بحر، یعنی دیکھنا اگرچہ شہوت سے ہو، اس کے برخلاف شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ اگر خاوند سفر سے واپس آئے اور از راہِ شفقت بیوی کو بوسہ دے دے تو جائز ہے (اس سے معلوم ہوا کہ بوسہ لینا صرف شہوت سے حرام ہے) یہ حرمت

---

[1] درمختار | باب الظہار | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۴۹
ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۵۷۷-۵۷۶
[2] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۴۹
ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۵۷۶-۵۷۵

marfat.com

ولو صغيرا رضيعا او اصم ان صيح به يسمع، والا لا، لا فائت جنس المنفعة (اى البصر والسمع والنطق والبطش والسعى والعقل قهستانى، والمراد فوت منفعتها بتمامها) كالاعمى ومجنون الذى لا يعقل والمقطوع يداه او رجلاه او يد و رجل من جانب فان لم يجد مايعتق صام شهرين متتابعين قبل المسيس فان وطئها اى المظاهر منها فيهما اى الشهرين ليلا او نهارا عامدا او ناسيا استأنف الصوم فان عجز لمرض لا يرجى برؤه او كبر اطعم اى ملك ستين مسكينا كالفطرة قدرا او مصرفا اوقيمة ذلك وان ارادالاباحة غداهم و عشاهم جاز (ولو كان فيمن اطعمهم صبى فطيم لم يجزه لانه لايستوفى كاملا، المراد بالفطيم من لا يستوفى فى الطعام المعتاد)[1] انتهت بالتلخيص۔

کفارہ کی ادائیگی تک ہوگی اھ تلخیصا۔ درمختار و ردالمحتار میں ہے کہ کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے اگرچہ غلام دُودھ پینے والا بچہ یا ایسا بہرا جو بلند آواز کو سُن سکے اور جو کوئی آواز نہ سُن سکے تو وُہ جائز نہیں اور بدنی منفعت (مثلاً دیکھنا، سُننا، بولنا، پکڑنا، چلنا اور عقل سے کلیۃً محروم جائز نہیں، قہستانی۔ اور بدنی منفعت فوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ وُہ کلیۃً فوت ہو) جیسے نابینا، مجنون بے عقل، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں یا ایک ہی جانب سے ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہو، اور اگر غلام نہ پائے تو دوماہ کے روزے پے در پے جماع سے قبل رکھے، اور اگر ظہار والے نے ان دوماہ کے دوران دن یا رات کو، بھول کر یا قصداً جماع کرلیا تو پھر نئے سرے سے دوبارہ دوماہ کے روزے رکھے پھر اگر وُہ مظاہر کسی ختم نہ ہونے والی مرض یا نہایت بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا مِلک کرے، اور یہ کھانا صدقۂ فطر کی مقدار ہے اور مصرف بھی صدقۂ فطر والا ہوگا یا اتنی مقدار غلّہ کی قیمت دے دے اور اگر کفارہ کی مقدار کو مسکینوں کی ملکیت کی بجائے دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلا دے تو جائز ہے (اگر مسکینوں میں کوئی شِیرخواری سے فارغ بچّہ ہو تو اس کو شمار نہ کرے کیونکہ وُہ پُوری خوراک نہیں کھا سکتا، اور شِیرخواری سے فارغ بچے سے مراد یہ ہے کہ وُہ پوری عادی خوراک نہ کھا سکے) اھ، ملخصاً (ت)

---

[1] ردالمحتار، باب الکفارۃ، داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۷۹ و درمختار، باب الکفارۃ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۰

marfat.com

این ست تفصیل صور این قول منکر زید باراده که داشت نیکو داناست وخدائے او داناتر ازو از خدائے ترسد وبہر ارادہ کہ این سخن گفتہ باشد حکمش ازین تفصیل برآرد بران کاربند وانیہا حکم دیانت بود فامّا قضاءً در مسئلہ دائرہ صورت آخرہ راگنجائش نیست طرز کلام وسیاق وسباق و حال آں وقت ہمہ گواہ عدل ست کہ زید آں ہنگام از ارادۂ بِرّ وکرامت حمرا بمراحل دور بود وضابطۂ کلیہ شرع ست کہ از محتملات سخن ہرچہ خلاف ظاہر باشد زنہار قضاءً پذیرا نیفتد خاصۃً کہ دراں تخفیفے باشد مرمدعی را ودر نظر تحقیق سقوط این احتمال موجب سقوط احتمال چہارم نیز ست زیراکہ ہم از ضوابط شرع ست کہ تاتوانند کلام عاقل بالغ را مہمل نگزارند

لما فیہ من الحاقہ بالبہائم
وقد عقد لذلک فی الاشباہ
والنظائر قاعدۃ مستقلۃ

آخر ندیدی کہ در درمختار بحالت عدم نیت چوں کلام را لغو بمعنے غیر مثمر حکم کردند ہمچناں مہمل و بےمعنے نگزاشتند بلکہ برادنی محتملات یعنی معنی بِرّ وکرامت فرود آوردند حیث قال و الا ینو شیئا لغا و یتعین الادنی ای البر[۱] این جا چوں معنی بر را بار نیست چنانکہ شنیدی لاجرم برادنی البواقی کہ ظہار وتحریم

یہ زید کے ناپسندیدہ قول کی تفصیل ہے اور وہ اپنی نیت کے متعلق بہتر جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے اس لئے نیت کے بیان میں وہ اللہ تعالیٰ سے کا خوف کرے، اس نے جو بات کی ہے اور جس ارادہ کی اس تفصیلی حکم کے مطابق اس پر عمل کرے۔ یہ تمام بحث دیانۃً حکم کی تفصیل ہے لیکن قضاءً اس کی اس بات میں آخری احتمال یعنی ماں جیسی عزت و کرامت والی، مراد لینا جائز نہ ہوگا، اس کی گنجائش، اندازِ کلام اور اس کے سیاق وسباق اور حال کی وجہ سے نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ تمام امور اس بات کی شہادت ہیں کہ یہاں وہ حمرا بیوی کو ماں جیسی عزت و کرامت دینے کے درپے نہیں ہے بلکہ یہ احتمال بعید تر ہے، اور شریعت کا ضابطہ کلیہ ہے کہ کلام میں وہ احتمال ساقط قرار پائیگا جو ظاہر کے خلاف ہوگا، خصوصاً جبکہ وہ احتمال قائل کے لئے تخفیف کا باعث بھی ہو، اور تحقیقی نظر میں اس احتمال کا یہاں ساقط قرار پانا احتمال چہارم یعنی نیت نہ ہونے پر لغو ہونا، کو بھی ساقط کر دے گا، کیونکہ یہ بھی شرعی ضابطہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عاقل بالغ کے کلام کو مہمل ہونے سے بچایا جائے، کیونکہ اس کی بات کو مہمل قرار دینا گویا اس کو حیوان قرار دینا ہے اشباہ ونظائر میں اس کے لئے مستقل قاعدہ بیان کیا گیا ہے۔ کیا آپ نے درمختار کو دیکھا نہیں کہ اس کلام میں کوئی بھی نیت نہ ہونے کو لغو بمعنے غیر ثمر آور قرار دیتے ہوئے یونہی مہمل اور بے معنی قرار نہ دیا بلکہ اس کو

---

[۱] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۹

marfat.com

ست تنزیل کردہ آید، وخود چہ گونہ گوارائے عقل سلیم باشد کہ زید بکرات ومرات در جواب ہندہ وبخطاب مردماں ایں کلام گوید وہیچ گاہ ارادہ ہیچ معنی بدل ندارد بلکہ ہمچناں بے قصد معنے در رنگ ہذیان برزبان آرد ہیچ احتمالے بعید تر ازیں احتمال نمی شناسی باز ہنگام استفسار سپید وآشکار اقرار مے کند کہ واقعی ہمخوابۂ خود را برابر مادر وخواہر نہادہ ام و نمی گوید کہ بفضولے سخنے بےمعنے بےنیت وقصدے بر دادہ ام، لاجرم قضاءً ازاں پنج صور ہمیں سہ صورت پیشین را مساغ ست پس اگر زید اعتراف بہ نیت یکے ازانہا کند حکمش پیداست ورنہ انکارش قضاءً نامسموع وحمل بر یکے ازانہا لازم فاما طلاق کہ اعلٰی وابعد ست وہیچ دلیلے براں نے ازمیاں رود، وظہار یا مجرد تحریم کہ حاصل ہر دو یکیست باقی ماند، واگر نیکو بنگری ملاحظہ حال عوام ہمیں معنی تحریم را متعین میکند اگر تفتیش ہمانا بینی کہ جزیں معنی ایں کلام را در ذہن ایشاں کمتر محلے بودہ باشد۔

ادنٰی احتمال قرار دے کر عزت وکرامت کے معنٰی پر محمول کیا ــــــــ اور یوں کہا اگر کوئی نیت نہ کی تو لغو ہو کر ادنٰی معنٰی متعین قرار پائیگا، یعنی عزت وکرامت مراد ہوگا، جب یہاں عزت و کرامت والا معنٰی نہیں بن سکتا جیسا کہ آپ سُن چکے تو باقی پہلے تین احتمالات میں ادنٰی معنٰی مراد ہوگا، جو کہ ظہار یا تحریم ہے، زید چونکہ کئی مرتبہ ہندہ کے جواب میں اور لوگوں سے خطاب میں یہ بات کہہ چکا ہے تو عقل سلیم کیسے یہ گوارا کرلے کہ اس نے یہ بات بغیر نیت اور کوئی معنٰی مراد لئے بغیر بطور ہذیان زبان سے کہہ دی ہے، تو اس احتمال سے بعید اور کوئی احتمال نہیں ہوسکتا۔ پھر زید نے استفسار کرنے پر واضح طور پر اقرار کیا ہے کہ واقعی میں نے اپنی بیوی کو ماں اور بہن کے برابر قرار دیا ہے اور یہ نہیں کہا کہ میں نے فضول اور بےمعنٰی بات کی ہے، تو لازمی طور پر قضاءً پانچ مذکورہ صورتوں میں سے پہلی تین صورتوں کو ہی متعین کیا جائے، لہذا اگر زید ان تین میں سے کسی ایک کے ارادہ کرنے کا اعتراف کرے تو وہ حکم اس پر نافذ ہوجائے گا، ورنہ ان سب سے انکار قضاءً قابل قبول نہ ہوگا، بلکہ کسی ایک احتمال پر محمول کرنا ضروری ہوگا، ان میں طلاق کا احتمال تو آخری بات ہے اور بعید ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے تو ظہار یا تحریم جن دونوں کا حاصل ایک ہی ہے باقی رہ جاتے ہیں اور قاضی اگر بہتر سمجھے تو عوام کے حال کو ملاحظہ کرتے ہوئے تحریم والا معنٰی متعین قرار دے گا کیونکہ غور کرنے سے معلوم ہوجائے گا عوام اس لفظ سے تحریم سے کم معنٰی مراد نہیں لیتے اور کم از کم یہی مراد ہوتا ہے۔ (ت)

بالجملہ زید اگر اقرار نیت طلاق کند طلاق بود ورنہ بہرحال درچشم قاضی ظہار

حاصل کلام یہ ہے کہ، زید اگر طلاق کا اقرار کرلے تو طلاق ہے ورنہ بہرحال قاضی کی نگاہ میں

marfat.com

باشد و دیگر ہیچ و زن دریں کار بمشابہ قاضی است لاشتراکھما کسائر الخلق فی قصر النظر علی الظھار واللہ سبحنہ یتولی السرائر پس حمرا اگر بگوشِ خود شنید یا مرد عادل و ثقہ اورا خبر رسانید کہ شوہرش ایں چنیں چانہ زدہ است ناچار خویشتن را زن مظاہر داند و تن بجماع در ندہد و زید را بشہوت بوسہ چیدن و در بر کشیدن و دست رسانیدن و شرمگاہ دیدن نگزارد فاما در نظر بر فرج بے شہوت یا بر غیر فرج اگرچہ سینہ و شکم اگرچہ بشہوت باکے نیست کما مر عن رد المحتار پس اگر زید کفارہ ندہد و حمرا را از قصد جماع و دواعی جماع معاف ندارد و حمرا ہرچوں کہ تواند خویشتن را از دست او عــہ یعنی بعوض مہر خواہ ببدل مال دیگر طلاق از دستاند اگر بیند کہ طلاق ہم نمی دہد بباید کہ دارد از خانہ گریزد و بحاکم رجوع آرد تا اورا بالجبر بحبس و ضرب بریکے از دو کار دارد فامساک بمعروف او تسریح باحسان[۱] کفارہ دہد یا طلاق وقد خرم علیہ بہ ان یذرھا کالمعلقۃ در ردالمحتار فرمود المرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ او اخبرھا عدل لا یحل لھا تمکینہ والفتوی علی انہ لیس

ظہار ہے اور کوئی بھی خواہ بیوی ہو وہ قاضی کی موافقت کرے گا کیونکہ وُہ سب عام لوگوں کی طرح ظہار ہی سمجھیں گے، اور اللہ تعالیٰ ہی باطنی امور کا مالک ہے۔ پھر اگر حمرا نے اپنے کانوں سے سُنا یا کسی عادل اور ثقہ آدمی نے اس کو اطلاع دی کہ اس کے خاوند نے یُوں بات کی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وُہ اپنے آپ کو ظہار کی ہُوئی سمجھے اور اپنے آپ کو زید سے جماع اور شہوت کے ساتھ اس کو ہاتھ لگانے، بوس و کنار کرنے اور شرمگاہ کو بنظرِ شہوت دیکھنے سے محفوظ رکھے، لیکن بغیر شہوت شرمگاہ یا کسی عضو کو مثلاً چھاتی پیٹ اگرچہ شہوت سے چھُوئے تو کوئی حرج نہیں جیسا کہ ردالمحتار کے حوالہ سے بیان گزرا ہے، پس اگر زید کفارہ نہ دے اور اس دوران حمرا سے جماع یا دواعی جماع کے متعلق باز نہ آئے تو پھر خود حمرا کو چاہئے کہ اپنے آپ کو اس کے قبضہ سے کسی مال کے عوض خواہ مہر کے بدلے طلاق حاصل کرے اور اگر طلاق نہ دے تو پھر جس طرح ممکن ہو اس کے گھر سے جُدا رہے اور حاکمِ وقت سے شکایت کرے تاکہ وُہ جبراً اس کو باز رکھنے کے لئے قید کرے یا سزا دے اور دو کاموں میں سے ایک پر اس کو مجبور کرے کہ رکھنا ہو تو شریعت کے مطابق رکھے ورنہ اس کو آزاد کر دے، یعنی کفارے یا

عــہ مسودہ میں بیاض ہے۔

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹

لها قتله ولا تقتل نفسها بل تفدی نفسها بمال او تهرب ، وفی البزازیة عن الاوزجندی انها ترفع الامر للقاضی فان حلف ولا بینة لها فالاثم علیه اھ قلت ای اذا لم تقدر علی الفداء او الهرب ولا علی منعه عنها فلا ینافی ما قبله[1] اھ باختصار ، در درمختار ست للمرأة ان تطالبه بالوطئ لتعلق حقها به ، وعلیها ان تمنعه من الاستمتاع حتی یکفر ، وعلی القاضی الزامه به بالتکفیر دفعا للضرر عنها بحبس اوضرب الی ان یکفر او یطلق[2] ، آری اگر زید خبر دہد کہ من کفارہ ادا کردم وپیشتر ازیں معروف بکذب ودروغ گوئی نبودہ باشد آنگاہ حمرارا می رسد کہ سخنش باور کردہ با او ہم آید واز جماع وغیرہ اباننماید اگر درواقع زید بہ نیت ظہار آں سخن گفتہ وہنوز کفارہ نہ دادہ لغلط اظہار نمودہ است تاگناہ برگردن اوست حمرا از جرم یکسوست فی الدر المختار فان قال کفرت صدق مالم یعرف بالکذب[3] ۔

طلاق پر مجبور کرے ان دو صورتوں کے بغیر کہ اس کو معلق چھوڑ دے اللہ تعالٰی نے حرام قرار دیا ہے۔

ردالمحتار میں ہے : جب عورت خود سُن لے یا ثقہ عادل شخص اس کو مطلع کردے تو پھر عورت کو حلال نہیں کہ وُہ خاوند کو جماع کا موقعہ دے اور اس معاملہ میں فتوٰی اس پر ہے کہ عورت کو مرد کا قتل کرنا یا خودکُشی کرنا جائز نہیں ، بلکہ عورت مال کے بدلے اپنے آپ کو آزاد کرائے یا اُس کے گھر سے دُور ہوجائے ، اس معاملہ میں عورت خود فیصلہ کرنے میں قاضی کا حکم رکھتی ہے ، اور بزازیہ میں اوزجندی سے منقول ہے کہ بیوی اپنے معاملہ کو قاضی کے ہاں پیش کرے ، پھر عورت کے گواہ نہ ہونے کی صورت میں اگر خاوند قسم دے دے تو پھر گناہ خاوند پر ہے اھ ، میں کہتا ہُوں یہ جب ہے کہ عورت خود کو فدیہ دے کر یا بھاگ کر نہ بچا سکے اور نہ ہی اپنے آپ کو خاوند سے روک سکے ، لہذا بزازیہ کا بیان پہلے کلام کے منافی نہ ہوگا اھ اختصاراً ، درمختار میں ہے ، عورت کو وطئ کے مطالبہ کا حق ہے کیونکہ عورت کا حق وطی کے ساتھ متعلق ہے اور اس کے ساتھ عورت پر لازم ہے کہ وُہ کفارہ کے بغیر خاوند کو جماع سے باز رکھے ، اور قاضی پر لازم ہے کہ مرد کو کفارہ دے کر عورت کے حقوق کی ادائیگی پر مجبور کرے تاکہ عورت کا ضرر ختم ہو سکے ، وُہ یُوں کہ قاضی اس کو قید کرکے یا سزا دے کر طلاق یا کفارہ پر مجبور کرسکتا ہے ، ہاں اگر زید قسم اٹھاتا ہے کہ میں نے ظہار کا

---

[1] ردالمحتار	باب الصریح	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۴۳۲
[2] درمختار	باب الظہار	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۴۹
[3]			

marfat.com

کفارہ دے دیا ہے جبکہ زید قبل ازیں دروغ گوئی اور جھوٹ بولنے میں معروف و مشہور نہیں ہے تو اس صورت میں حمرا کو جائز ہے کہ وہ زید کی بات کو تسلیم کرکے جماع وغیرہ کا موقعہ دے دے اور انکار نہ کرے اور اگر فی الواقع زید نے ظہار کی نیت سے وہ کلام کیا تھا اور ابھی تک کفارہ ادا نہ کیا ہو اور غلط بیانی کرتا ہو کہ میں نے کفارہ ادا کر دیا ہے تو پھر گناہ زید پر ہوگا حمرا اس گناہ سے بری ہوگی۔ درمختار میں ہے: اگر خاوند کہے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے تو اس کی بات تسلیم کی جائے گی بشرطیکہ وہ اس سے قبل جھوٹ بولنے میں معروف نہ ہو۔ (ت)

فقیر گویم آں چناں کہ ایں بدترین تدبیرے است مرکسے راکہ در واقع اظہار کردہ و کفارہ نداده غلط اخبار ہمچناں نیکو بدترے ست مرکسے راکہ معروف بکذب نیست و سخن مذکور بے نیت طلاق و ظہار و تحریم بر زبانش آمد و بوجہ دلالت حالے چنانکہ ایں جاست قضاءً دعوی ارادہ بر مقبول نیفتاد کہ اگر کفارہ ندہد زن بجماع تن نہ دہد و اگر راضی شود آثمہ گردد و اگر ایں کس کفارہ دہد مالے بے سبب از دست مے رود یا مشقت روزہ دو ماہہ بر سر آید زیرا کہ دیانۃً بوجہ عدم موجب کفارہ برو لازم نبودہ است پس باید کہ بسوئے مولیٰ سبحٰنہ و تعالیٰ از شناعت آں قول منکر توبہ آرد ایں توبہ کفارہ اش خواہد شد باز زن را گوید من کفارہ ادا کردم او کفارۂ معلومہ ظہار پندارد و رضا بجماع دادن برو روا گردد ایں ست تنقیح حکم بروجہ کافی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

میں **فقیر** کہتا ہوں کہ یہ بہت بُری تدبیر ہے کہ کہ فی الواقع کوئی شخص ظہار کرکے کفارہ نہ دے کر غلط خبر دے اس سے زیادہ بُرا وہ شخص ہے جو معروف بکذب نہ ہو اور کہے کہ میں نے ظہار، طلاق اور تحریم کی نیت کے بغیر وہ کلام کی ہے دلالت حال کی بنا پر جس طرح کہ اس مسئولہ صورت میں ہے تو قاضی اس کے اس دعوٰی پر کو قبول نہ کرے گا اور اگر کفارہ نہ دیا ہو تو عورت کو لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاوند کے جماع سے دُور رکھے، اور اگر وہ اس پر راضی ہوئی تو گنہگار ہوگی اور اگر فی الواقع وہ شخص سچا ہے تو اس کفارہ میں مال دینا یا ۲ دو ماہ کے روزوں کی مشقت برداشت کرنا بے مقصد ہے کیونکہ دیانۃً اس پر کفارہ دینا واجب نہیں ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس لغو بات پر توبہ کرے اور بخشش طلب کرے یہ توبہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے تو اس کے بعد بیوی کو کہے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے اور بیوی اس کو کفارہ ظہار سمجھتے ہوئے جماع پر راضی ہو جائے تو جائز ہوگا، یہ اس مسئلہ کی تنقیح ہے جو کافی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۴۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دیندار و مشائخ باوقار اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بحالتِ غصہ میں ماں بہن کہہ دیا مگر نان نفقہ دیتا رہا عورت اُس کے نکاح میں رہی یا بحکم شرع شریف جاتی رہی؟

marfat.com

الجواب

زوجہ کو ماں بہن کہنا (خواہ یوں کہ اُسے ماں بہن کہہ کر پکارے، یا یُوں کہے تُو میری ماں بہن ہے) سخت گناہ و ناجائز ہے۔

قال اللہ تعالٰی ماھن امھتھم ان امھتھم الّا الّٰئ ولدنھم وانھم لیقولون منکرا من القول و زورا[1]

جو روئیں اُن کی مائیں نہیں اُن کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے اُنھیں جنا ہے اور وہ بیشک بُری اور جھُوٹی بات کہتے ہیں۔

مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو، درمختار میں ہے:

الاینو شیئا او حذف الکاف لغا و تعین الادنٰی ای البر یعنی الکرامۃ و یکرہ قولہ انت امی و یا ابنتی و یا اختی و نحوہ[2]

اگر کوئی نیت نہ کی یا حرف تشبیہ (کاف) کو ذکر نہ کیا ہو تو یہ بات لغو ہے اور احتمالات میں سے ادنٰی احتمال یعنی عزت و کرامت متعین ہوگا اور یہ کہنا کہ تُو میری ماں ہے یا میری بیٹی ہے یا میری بہن ہے یا اس کی مثل الفاظ، مکروہ ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ حذف الکاف بان قال انت امی و من بعض الظن جعلہ من باب زید اسد در منتقی عن القھستانی قلت و یدل علیہ ما نذکرہ عن الفتح من انہ لابد من التصریح بالاداۃ[3]

قولہ کاف تشبیہ کو حذف کرنا مثلاً یُوں کہنا ہے تُو میری ماں ہے نہ کہ جیسے بعض نے گمان کیا کہ "زید اسد" کی طرح حرف تشبیہ کو محذوف مانا جائے، اور تشبیہ بلیغ ہے جیسا کہ درمنتقی میں قہستانی سے منقول ہے قلت میں کہتا ہُوں کہ حرف تشبیہ کے بغیر ہونے پر دلیل وُہ ہے جو ہم عنقریب فتح سے نقل کریں گے کہ ظہار کے لئے حرف تشبیہ کا ذکر ضروری ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

انت امی بلا تشبیہ فانہ باطل وان نوی[4]

حرف تشبیہ کے بغیر "تُو میری ماں ہے" کہنا اگرچہ طلاق کی نیت سے کہا ہو باطل ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲

[2] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۹

[3] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۷۷

[4] " " " " " ۲/۵۷۴

marfat.com

ہاں اگر یُوں کہا ہو کہ تُو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن کے ہے تو اگر بہ نیّتِ طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیتِ ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہوگیا اب جب تک کفارہ نہ دے لے عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا یا بنظرِ شہوت اس کے کسی بدن کو چھُونا یا بنگاہِ شہوت اس کی شرمگاہ دیکھنا سب حرام ہوگیا، اور اُس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے، اُس کی طاقت نہ ہو تو لگاتار دو مہینہ کے روزے رکھے، اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے کما امربہ المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی فی القراٰن العظیم (جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالٰی نے قرآن عظیم میں حکم فرمایا ہے۔ ت) اور اگر ان میں سے کوئی نیت نہ تھی تو یہ لفظ بھی لغو و مہمل ہوگا جس سے طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا۔ درمختار میں ہے:

ان نوی بانت علیّ مثل امی وکامی وکذا لوحذف "علیّ" خانیۃ برا او ظھارا او طلاقا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ والا لغا۔[1]

اگر (طلاق کی) نیت کرے گا تو بیوی بائنہ ہوجائیگی، جب یُوں کہے تُو مجھ پر میری ماں کی مثل یا ماں کی طرح ہے یا حرف علیّ (مجھ پر) کو حذف کرکے کہے خانیہ۔ ان الفاظ سے کرامت زوجہ یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی جو بھی نیت کرے وہی حکم ہوگا کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو یہ بات لغو ہوگی۔ (ت)

ہندیہ میں خانیہ سے ہے:

ان نوی التحریم اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظھارا عند الکل۔[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اگر اس سے صرف تحریم کی نیت کی تو اس میں روایات مختلف ہیں، صحیح یہ ہے کہ سب کے نزدیک ظہار ہوگا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳ از کلکتہ امام باغ لین ۱۴ مسجد مرسلہ حافظ عزیز الرحمان صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص طلاق کے معنی و مطالب سے آگاہ نہ ہو اور وہ بالعوض طلاق بائن کے اپنی زوجہ سے یُوں کہے کہ تُو ماں ہے میری، اور اس کو مطلقہ لوگوں میں مشہور کرے اور اپنے اوپر حرام سمجھے تو آیا اُس شخص کی زوجہ مطلقہ ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] درمختار | باب الظہار | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۴۹

[2] فتاوٰی ہندیہ | الباب التاسع فی الظہار | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۵۰۷

marfat.com

الجواب

عورت کو یوں کہنے سے کہ تو اُس شخص کی ماں بہن یا بیٹی ہے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے، ردالمحتار میں ہے:

انت امی بلا تشبیہ فانہ باطل وان نوی[1]

اگر تشبیہ کے بغیر "تو میری ماں ہے" کہا تو یہ باطل ہے اگرچہ طلاق کی نیت سے کہے (ت)

لوگوں میں اُسے مشہور کرنا اور اپنے اوپر حرام سمجھنا اگر انھیں لفظوں کی بناء پر تھا تو عنداللہ یہ بھی محض باطل کہ بربنائے غلط فہمی تھا، اسی طرح اگر اس کے بیان سے ظاہر تھا کہ یہ اقرار طلاق انھیں الفاظ کی بناء پر ہے تو عندالناس بھی طلاق نہ ہُوئی، ہاں اگر بیان و قرائن سے یہ امر ظاہر نہ ہو تو مطلقہ مشہور کرنے سے عندالناس اس پر طلاق مانی جائے گی اپنے اقرار پر ماخوذ ہوگا۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

رجل طلق امرأتہ وھو صاحب برسام فلما صح قال قد طلقت امرأتی، ثم قال انی کنت اظن ان الطلاق فی تلك الحالۃ کان واقعا، قال مشائخنا رحمھم اللہ تعالٰی حین ما اقر بالطلاق ان ردہ الی حالۃ البرسام وقال قد طلقت امرأتی فی حالۃ البرسام فالطلاق غیر واقع وان لم یرد الی حالۃ البرسام فھو ماخوذ بذلك قضاء[2]

کسی نے مرضِ برسام کی حالت میں بیوی کو طلاق دی تو جب تندرست ہُوا تو اس نے طلاق کا اقرار کرتے ہُوئے کہا کہ میرا گمان تھا کہ اس مرض کی وجہ سے طلاق ہوجاتی ہے، تو ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اقرارِ طلاق کے وقت اگر اس نے طلاق کو مرضِ برسام کی طرف منسوب کیا اور کہا میں نے اپنی عورت کو برسام کی حالت میں طلاق دی ہے تو طلاق نہ ہوگی اور اگر اس وقت اس نے طلاق کو مرضِ برسام کی طرف منسوب نہ کیا، تو قضاءً طلاق ہوجائے گی۔ (ت)

اُسی میں ہے:

صبی قال ان شربت فکل امرأۃ اتزوجھا فھی طالق

ایک نابالغ بچّے نے کہا اگر میں نوش کروں تو جس عورت سے بھی میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے

---

[1] ردالمحتار — باب الظہار — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۷۴

[2] فتاوٰی قاضی خاں — کتاب الطلاق — نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۳

marfat.com

فشرب وھو صبی، فتزوج وھو بالغ وظن صھرہ ان الطلاق واقع، فقال ھذا البالغ آرے حرام است برمن قالوا ھذا اقرار منہ بالحرمۃ فتحرم امرأتہ ابتداء، وقال بعضھم لاتحرم امرأتہ وھو الصحیح لانہ ما اقر بالحرمۃ ابتداء وانما اقر بالسبب الذی تصادقا علیہ و ذٰلک السبب باطل[1]، انتھی، و اللہ تعالٰی اعلم۔

اس کے بعد اس نے نابالغی میں نوش کرلیا پھر اس نے بالغ ہونے پر نکاح کیا اور اس کے سسرال نے گمان کیا کہ اس کہنے پر طلاق ہوگئی، اس پر اس لڑکے بالغ نے کہا ہاں بیوی مجھ پر حرام ہے، تو فقہاء نے فرمایا چونکہ لڑکے نے حرام ہونے کا اقرار کیا ہے لہذا اس کی بیوی اس پر ابتداءً حرام ہوگئی، اور بعض نے فرمایا کہ حرام نہ ہوگی، اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس نے ابتداءً حرام ہونے کا اقرار نہیں کیا بلکہ سسرال کی بات پر اس نے یہ کہا ہے، اور سسرال والوں کے کہنے کا سبب بچپن کی بات ہے جو کہ باطل ہے کیونکہ نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی انتہی، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۴

از پیلی بھیت محلہ اشرف خاں مرسلہ عزیز الرحمان خاں ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی ماں سے یہ بات کہی کہ تیری لڑکی کو تاحیات تیری، مثل اپنی بہن کے سمجھتا ہوں، تو اس میں کیا حکمِ شرع ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر ان لفظوں سے اُس کی مراد ظہار یا تحریم تھی یعنی تیری حیات تک اپنی زوجہ سے ظہار کرتا ہوں یا تیری حیات تک اُسے حرام سمجھتا ہوں جب تو ظہار ہوگیا یعنی نکاح بدستور باقی ہے، مگر حیاتِ خوشدامن تک بے کفارہ دئے عورت کے پاس جانا بلکہ شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا بھی حرام ہوگیا، کفارہ ایک غلام آزاد کرنا اور اس کی قدرت نہ ہو تو دو مہینے کے لگاتار روزے، اس کی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کے مثل اناج یا اُس کی قیمت دینا یا دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا، جب تک ساس زندہ ہے بغیر کفارہ دئے عورت کو ہاتھ لگائیگا تو گنہگار ہوگا، توبہ کرے، اور پھر نزدیک نہ ہو جب تک کفارہ نہ ادا کرلے، ہاں بعد انتقال خوشدامن ظہار جاتا رہے گا، اور بے کفارہ عورت سے جماع حلال ہوجائے گا، پھر اگر ساس زندہ ہے اور یہ شخص کفارہ نہیں دیتا جس کے سبب عورت حلال ہوجائے تو منکوحہ اس پر دعوٰی کرسکتی ہے کہ یا تو کفارہ دے کر جماع کرے یا طلاق دے کہ عورت پر سے ضرر دفع ہو۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۳۵

فی تنویر الابصار فیحرم وطؤھا علیہ و دواعیہ حتی یکفر فان وطئ قبلہ استغفر و کفر للظھار فقط ولا یعود قبلہ[1] الخ وفیہ الکفارۃ تحریر رقبۃ فان لم یجد صام شھرین متتابعین قبل المسیس، فان عجز اطعم ستین مسکینا کالفطرۃ اوقیمۃ ذلک و ان غداھم وعشاھم جاز[2] اھ ملخصا، و فی الدر لو قیدہ بوقت سقط بمضیہ[3] اھ فی ردالمحتار فلو اراد قربانھا داخل الوقت لایجوز بلاکفارۃ بحر[4] اھ وفی الدر للمرأۃ ان تطالبہ بالوطئ وعلی القاضی الزامہ بہ بالتکفیر دفعا للضرر عنھا بحبس اوضرب الی ان یکفر او یطلق[5] اھ ملخصا۔

تنویر الابصار میں ہے: ظہار کرنے والے پر بیوی سے وطی اور اس کے دواعی حرام ہوجاتے ہیں تاوقتیکہ وہ کفارہ دے، اگر اس نے کفارہ سے قبل وطی کرلی تو توبہ کرکے صرف ظہار کا کفارہ دے اور پھر کفارہ سے قبل ایسا نہ کرے الخ۔ اور اسی میں ہے ظہار میں کفارہ غلام کو آزاد کرنا ہے، اگر یہ نہ ہوسکے تو پھر وطی سے قبل دو ماہ کے روزے مسلسل پورے کرے، اگر یہ بھی نہ ہوسکے بلکہ عاجز ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے، ہر مسکین کو صدقہ فطر کی مقدار دے یا اس کی قیمت دے، اگر صبح وشام دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلادے تو جائز ہے اھ ملخصاً، اور درمختار میں ہے اگر ظہار کو کسی مقررہ وقت کے ساتھ مقید کیا ہو تو اس وقت کے گزرجانے پر ظہار ختم ہوجائیگا اھ اس پر ردالمحتار میں ہے کہ اگر اس مقررہ وقت کے اندر جماع کرنا چاہے تو کفارہ دئے بغیر جائز نہیں بحر اھ، اور درمختار میں ہے کہ ظہار میں بیوی کو جماع کے مطالبے کا حق ہے لہذا قاضی خاوند کو کفارہ ادا کرنے پر مجبور کرے تاکہ بیوی کے ضرر کا ازالہ ہوسکے یوں کہ قاضی اس کو قید کرے یا سزا دے یہاں تک کہ خاوند کفارہ ادا کرے یا عورت کو طلاق دے اھ ملخصاً (ت)

ظاہر ان لفظوں سے یہی نیت تحریم وظہار ہوتی ہے خصوصاً جبکہ ایک وقت تک اسے محدود کردیا کہ تیری حیات تک ایسا سمجھتا ہوں، اس کا حکم تو وہ تھا اور شاید اگر اُس نے یہ الفاظ بارادہ طلاق کہے تھے تو ظاہراً ایک طلاق بائن ہوکر عورت نکاح سے نکل گئی کسی حد تک محدود کرکے طلاق دینا بھی طلاق دائم ہے اور وہ حد نامعتبر[عہ]

عہ مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

۱ درمختار شرح تنویر الابصار	باب الظہار	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۴۹
۲ "	باب الکفارہ	" " "	۱/ ۵۱-۲۵۰
۳ درمختار	باب الظہار	" "	۱/ ۲۴۹
۴ ردالمحتار	باب الظہار	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۵۷۶
۵ درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۴۹

marfat.com

واما "الحسبان" ففی مثل الکلام انما یراد بہ التحقیق للتشبیہ لا نفیہ عن نفس الامر کمن اراد الامتناع عن تناول شیئ یقول احسبہ علی کالخنزیر فانما یرید انہ محرم علیہ کمثلہ، بخلاف ما اذا قیل لہ اطلقت امرأتك فقال عدھا او احسبہا مطلقۃ حیث لا یقع وان نوی وکذا احسبی انك طالق[1] کما فی الخانیۃ فانہ ظاھر فی نفی الطلاق فی نفس الامر والفرق بینھما لا یخفی علی من عرف العرف فافھم واعلم، واللہ تعالٰی اعلم۔

"سمجھنا اور خیال کرنا" اگر ایسے کلام میں ہو تو اس سے تشبیہ کو ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اور واقع سے اس کا انتفاء مراد نہیں ہوتا، جس طرح کوئی شخص کسی چیز کو لینے سے انکار کرتے ہوئے کہے کہ اس کو میں اپنے لئے خنزیر سمجھتا ہوں تو اس سے اس چیز کا اس پر قطعاً حرام ہونا مراد ہوتا ہے جس طرح خنزیر حرام ہے، اس کے برخلاف طلاق کے معاملہ میں جب کوئی پوچھے کیا تُو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، تو جواب میں یُوں کہے "تُو طلاق شمار کرلے" یا کہے تُو اس کو مطلقہ خیال کرلے"، تو یہاں طلاق نہ ہوگی اگرچہ وہ طلاق کی نیت سے کہے اور یُوں ہی حکم ہے اگر بیوی کو کہے کہ تُو اپنے آپ کو طلاق والی سمجھ لے، جیسا کہ خانیہ میں مذکور ہے، کیونکہ یہاں یہ الفاظ ظاہری طور پر طلاق کے وقوع میں نفی پر دلالت کرتے ہیں اور دونوں مقاموں میں ان الفاظ کا فرق عرف کو جاننے والے پر مخفی نہیں ہے، سمجھو اور غور کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور اگر کچھ نیت نہ تھی یا اعزاز و اکرام خواہ الفت و محبّت کی نیّت تھی یعنی اپنی بہن کے برابر عزیز یا پیاری جانتا ہُوں تو یہ الفاظ لغو و فضول ہیں عورت بدستور عورت اور کفارہ وغیرہ کچھ دینا نہیں مگر اگر اس وقت کی گفتگو و حالت شاہد ہو کہ یہ الفاظ اس نے بلا نیت یا بہ نیت اعزاز و محبت نہ کہے تھے تو حاکم اس دعوے کو نہ مانے گا تو عورت اسے قبول کر سکتی ہے،

فان المرأۃ کالقاضی کما فی الفتح وغیرہ[2]، وفی الدر المختار ان نوی بانت علیّ مثل امّی او کامّی وکذا لو حذف "علیّ" خانیۃ، برا او ظہارا او طلاقا صحت

کیونکہ عورت اس معاملہ میں قاضی کا حکم رکھتی ہے جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے، اور درمختار میں ہے اگر بیوی کو یُوں کہا کہ تُو مجھ پر میری ماں کی مثل یا میری ماں کی طرح ہے، اور یونہی اگر "علیّ" (مجھ پر) کا لفظ حذف کرکے کہا ہو، خانیہ۔ ان الفاظ سے اگر

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں — کتاب الطلاق — نولکشور لکھنؤ — ۲/ ۲۱۰

[2] ردالمحتار — باب الکنایات — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/ ۴۶۸

marfat.com

نیته و وقع مانواہ لانہ کنایۃ و الاینو شیئا او حذف الکاف لغا و تعین الادنی ای البریعنی الکرامۃ[1] اھ وفی الھندیۃ عن الخانیۃ و ان نوی التحریم اختلفت الروایات فیہ و الصحیح انہ یکون ظھارا عند الکل[2] اھ وفی ردالمحتار عن العلامۃ خیرالدین الرملی وینبغی ان لایصدق قضاء فی ارادۃ البراذاکان فی حالۃ المشاجرۃ و ذکر الطلاق[3] اھ، واللہ تعالٰی اعلم۔

تعظیم زوجہ یا طلاق یا ظہار کی نیت کی ہو تو اس کی نیت صحیح ہوگی اور نیت کے مطابق حکم ہوگا کیونکہ یہ کنایہ ہے (لہذا اگر خاوند نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق بائنہ ہوگی) اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو یا حرف تشبیہ کو ترک کردیا ہو تو یہ کلام لغو ہوکر احتمالات میں سے ادنی احتمال یعنی عزت وکرامت متعین قرار پائے گا اھ، اور ہندیہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ اگر حرام کرنا مراد ہو تو اس میں روایات مختلف ہیں اور صحیح یہی ہے کہ سب کے ہاں ظہار ہوگا اھ، ردالمحتار میں علامہ خیرالدین رملی سے منقول ہے: مناسب ہوگا کہ اس صورت میں کرامت وعزت والا احتمال مراد لینے کی قضاءً تصدیق نہ کی جائے جبکہ لڑائی جھگڑے اور طلاق کے مذاکرہ کے وقت یہ الفاظ کہے ہوں اھ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر شوہر عاداتِ زوجہ کو عاداتِ محارم سے تشبیہ دے یا عورت اپنے اعضاء خواہ عادات کو محارم شوہر کے اعضاء و عادات سے تشبیہ دے تو ان صورتوں میں کفارہ لازم اور اس کی ادائک عورت حرام ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تاوقتیکہ مرد اپنی زوجہ یا اس کے اُن اعضاء کو جن سے کل جسم تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً عربی میں راس، و رقبہ، وظہر، وفرج، یا اس کے ایک جزء شائع مثل نصف، وربع، وثلث کو کسی محرم ابدی سے تشبیہ نہ دے ظہار نہیں ہوتا پس تشبیہ عادات زوجہ بعادات محارم موجب حرمت وکفارہ نہیں،

فی الدر المختار ھو تشبیہ زوجتہ او ما یعبر بہ عنھا من اعضائھا او تشبیہ جزشائع منھا بمحرم

درمختار میں ہے کہ بیوی کو یا اس کے کسی ایسے عضو کو جس سے اس کی ذات کو تعبیر کیا جاسکتا ہو یا غیر معین حصہ مثلاً نصف وغیرہ کو ابدی محرمات کے ساتھ

---

[1] درمختار	باب الظہار	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۴۹
[2] فتاوٰی ہندیہ	الباب التاسع فی الظہار	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۵۰۷
[3] ردالمحتار	باب الظہار	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۵۷۶

marfat.com

علیہ تابیدا[1] | تشبیہ دینے کو ظہار کہتے ہیں۔ (ت)

اور عورت تو اگر اعضائے شوہر کو بھی اپنے محارم کے اعضاء سے تشبیہ دے تو شوہر اس پر حرام نہیں ہوجاتا

کما فی الدر المختار وظہارھا منہ لغو[ع] فلاحرمۃ اھ[2]۔	جیسا کہ درمختار میں ہے کہ عورت کا خاوند کو اپنے محرمات کے ساتھ تشبیہ دینا لغو کلام ہے اس سے حرمت نہ ہوگی (ت)

پس جبکہ اس کا قول خود اپنے حق میں مؤثر نہ ہوا تو حق شوہر میں کیا تاثیر کرے گا اور اپنے اعضا وعادات محارم شوہر سے تشبیہ دے گی تو کیونکر اس پر حرام ہوجائے گی اور سبب کفارہ ظہار ہے جب ظہار نہ پایا گیا تو کفارہ کہاں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۶: از گوڈھوا ضلع پلاموں مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر چرم ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص اہل اسلام نے اپنے گھر میں میاں بی بی سے جھگڑا کیا اور غصّہ کی حالت میں یہاں تک بیتاب ہوگیا کہ اپنی بی بی کو ماں کہہ بیٹھا اور اس کا سینہ مُنہ میں رکھ لیا اور بی بی نے بھی غصّہ کی حالت میں کہا کہ اگر تُو مجھ کو ماں کہتا ہے تو میں بھی تجھ کو بیٹا کہتی ہُوں، بعد اس جھگڑے کے جب اُن دونوں کا غصّہ رفع ہُوا تو اپنے اس کلام اور اس فعل سے نہایت نادم وشرمندہ ہُوئے اور کہنے لگے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کے مواخذہ میں ہم دونوں گنہ گار ہوں، اور اسی وقت کھانا پینا اور اُٹھنا بیٹھنا سب علیحدہ کرلیا، اب وہ اس بات کے خواہشمند ہیں کہ اس بارے میں مطابق حکم خدا ورسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علماءِ دین کیا فتوٰی دیتے ہیں، آیا میاں بی بی ہیں یا نہیں؟ اور یہ بھی دریافت کیا گیا ہے کہ بی بی کا دُودھ شوہر کے مُنہ میں نہیں آیا تو بی بی نکاح

ع: علی قول محمد المصحح المفتی بہ قال فی العالمگیریۃ لاتکون المرأۃ مظاھرۃ من زوجھا عند محمد رحمہ اللہ تعالٰی والفتوی علیہ وھو الصحیح کذا فی السراج الوھاج[3] ۱۲ مفتی اعظم	ع: یہ مسئلہ امام محمد کے تصحیح شدہ اور مفتٰی بہ قول پر ہے فتاوٰی ہندیہ میں ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک عورت اپنے شوہر سے مظاہر نہیں ہوتی، فتوٰی اسی پر ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ سراج وہاج میں ہے ۱۲ مفتی اعظم (ت)

---

[1] درمختار	باب الظہار	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۴۸
[2] "	"	"	۱/ ۲۴۹
[3] فتاوٰی ہندیہ	الباب التاسع فی الظہار	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/ ۵۰۷

marfat.com

کے اندر ہے یا باہر؟ طلاق ہُوا یا نہیں؟

الجواب

صورت مذکورہ میں وُہ اسے ماں اور یہ اُسے بیٹا کہنے سے دونوں گنہگار ہُوئے۔

قال اللہ تعالٰی وانھم لیقولون منکرا من القول و زورا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ بیشک لوگوں کا (بیوی کو ماں بہن کہنا) بُری بات اور جھوٹ ہے (ت)

مگر نکاح میں کچھ فرق نہ آیا، اور پستان مُنہ میں لینا تو کوئی چیز نہیں، اگر دُودھ پی بھی لیتا تو وہ پینا حرام ہوتا، مگر نکاح میں اس سے خلل نہ آتا کہ ڈھائی برس کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضا نہیں ہوتی اور دونوں کو جُدا رہنے کی کوئی حاجت نہیں، وُہ بدستور زوج وزوجہ ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۷ ازدرو ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

زید کی عورت نے بحالتِ غصّہ زید سے کہا کہ تمھارے نزدیک میری ایک بال زیرِ ناف کے برابر بھی قدر نہیں۔ اس پر زید نے ازراہِ تمسخر اُس سے یہ کہا کہ میں تجھ کو اپنے باپ اور دادا سے زیادہ سمجھتا ہُوں۔ ایسی حالت میں زید پر ظہار کا حکم لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ لغو و مہمل الفاظ ہیں، انھیں ظہار یا کفارے سے کوئی تعلق نہیں، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

التشبیہ بالرجل ای رجل کان لایکون ظہارا[2]

عورت کو کسی بھی مرد سے تشبیہ دینا ظہار نہیں ہوتا۔ (ت)

بدائع[ع] ونہر میں ہے:

من شرائط الظہار کون المظاھر بہ

ظہار کی شرائط میں سے یہ ہے کہ ظہار میں جس سے تشبیہ

ع: لکن ما فی العالمگیریۃ فیہ تفصیل حیث قال لامرأتہ انت علی کظھر[3] الخ۔

ع: لیکن عالمگیری میں اس کے متعلق تفصیل ہے جہاں انھوں نے بیان کیا کہ کوئی بیوی کو کہے تو مجھ پر پیٹھ کی طرح الخ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب الظہار نولکشور لکھنؤ

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۰۶

marfat.com

من جنس النساء[1] ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ دی جائے وہ عورت کی جنس ہو ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۴۸: از لکھنؤ امین الدولہ پارک مرسلہ محمد ابراہیم ایس اینڈ سی سنگر کمپنی ۵ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رات کے وقت اپنی زوجہ کو واسطے صحبت کے بلایا تو بیوی کے انکار کرنے پر زید نے یہ قسم کھائی کہ اب میں تم سے صحبت کروں تو اپنی ماں سے زنا کروں، بعدہٗ زید بہت شرمندہ ہُوا اور توبہ و استغفار کیا، اس معاملہ میں زید کو کیا کرنا چاہئے؟ بالفرض اگر زید نے اُسی شب بعد استغفار صحبت بھی کی تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

اُس نے بُرا کیا بُرا کیا، توبہ و استغفار کے سوا اور کچھ لازم اُس پر نہیں، صحبت کی تو کچھ حرج نہ ہُوا، نہ اس سے نکاح پر کچھ حرف آیا، کما یظھر بمراجعۃ الفتح والدر وغیرھما (جیسا کہ فتح اور دُر وغیرہ کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹: خاوند نے ماں بہن کہا، طلاق نہیں دی، یہ صورت مسئلہ ہے، لہذا عندالشرع کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں، نہ یہ ظہار، صرف بُرا کہا اور گنہگار ہُوا، توبہ کرے وبس،

قال اللہ تعالیٰ وانھم لیقولون منکرا من القول و زورا ۵ وان اللہ لعفو غفور[2] ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وُہ بیشک بُری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں، اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنیوالا اور بخشنے والا ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۰: از شہر بریلی گڑھی مسئولہ عبدالکریم صاحب ۵ ذیلقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے مکان پر جبکہ اس کی بیوی اپنے میکہ گئی ہوئی تھی، اپنے بھائی وغیرہ کے رُوبرو کہا کہ میں اپنی بیوی کو اس وقت سے ماں بہن کے برابر جانتا ہُوں اُس کو خبر کردو کہ وُہ اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کرلے، اور یہ بات اُس وقت اُس نے کہی تھی کہ جب اُس کی دوسرے شخص سے لڑائی ہُوئی تھی اور لوگوں نے اُس کو جھُوٹی خبر دی تھی کہ تم کو تمہارے سسر نے پٹوایا ہے، یہ حالت سخت غصّہ

---

[1] بدائع الصنائع فصل واما الذی یرجع الی المظاہر بہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۳۳

[2] القرآن ۵۸/۲

marfat.com

کی تھی، آیا اُس کو اب نکاح کرنا چاہیئے یا نکاحِ سابق جائز رہا ؟

الجواب

یہ لفظ کہ "اس کو خبر کردو کہ وہ اپنا ٹھکانا دُوسری جگہ کرلے" اگر بہ نیتِ طلاق نہ کہے جب تو طلاق نہ ہُوئی اور اُس کا قسم کھاکر کہہ دینا مان لیا جائے گا کہ اس کی نیت طلاق کی نہ تھی اور اگر بہ نیتِ طلاق کہے تو طلاق ہوگئی، نکاح جاتا رہا، نئے سِرے سے اُس کی مرضی سے اُس سے نکاح کرسکتا ہے اگر پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا ہو حلالہ کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

بابُ العدّة

(عدّت کا بیان)

مسئلہ ۵۱ ۲۳ رجب ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کی عمر اس وقت بارہ[12] برس ہے کوئی علامت بلوغ کی پائی نہیں جاتی، اس حالت میں اس کو شوہر طلاق دے تو عدّت بیٹھے گی یا نہیں؟ اور اُس کی شادی کو عرصہ تین برس کا گزرا تھا۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

اگر اب تک شوہر سے خلوت نہ ہُوئی تھی تو اصلاً عدّت نہیں اُسی وقت اُس کا نکاح کیا جا سکتا ہے اور اگر شوہر اس کے پاس جا چکا تھا تو چار مہینے دس دن انتظار کرائیں، اگر اس مدّت میں عورت کو حمل ظاہر ہو تو وضعِ حمل تک عدّت بیٹھے، اور اگر حمل ظاہر نہ ہو تو عدّت تین ہی مہینے گزشتہ پر گزر چکی آگے انتظار نہ کرایا جائے،

فی ردالمحتار فی البحر عن الامام الفضلی انها اذا کانت مراهقة لا تنقضی عدتها بالاشهر، بل یوقف حالها حتی یظهر هل حبلت من ذٰلك الوطئ ام لا، فان ظهر حبلها اعتدت بالوضع والا فبالاشهر قال فی

ردالمحتار میں ہے کہ بحر میں امام فضلی سے منقول ہے کہ جب مطلقہ عورت مراہقہ ہو تو وُہ اپنی عدّت مہینوں کے حساب سے نہ گزارے بلکہ اس کی عدّت کا حال اس بات پر موقوف رہے گا کہ کیا اس کو حمل ٹھہرا ہے یا نہیں، اگر واضح ہو جائے کہ حمل ہُوا ہے تو اس کی عدّت وضعِ حمل قرار پائے گی ورنہ عدّت تین[3] ماہ

marfat.com

الفتح ويعتد بزمن التوقف من عدتها اھ قلت يعنى اذا ظهر عدم حبلها يحكم بمضى العدة بثلاثة اشهر مضت و يكون زمن التوقف بعدها لغوا حتى لو تزوجت فيه صح عقدها وفى نفقات الفتح فى الخلاصة عدة الصغيرة ثلثة اشهر الا اذا كانت مراهقة فينفق عليها ما لم يظهر فراغ رحمها كذا فى المحيط اھ ، من غير ذكر خلاف و هو حسن اھ كلام الفتح ، لكن ينبغى الافتاء به احتياطا قبل العقد بان لا يعقد عليها الا بعد التوقف لكن لم يذكروا مدة التوقف التى يظهر بها الحمل، وذكر فى الحامدية عن بيوع البزازية انه يصدق فى دعوى الحبل فى رواية اذا كان من حين شرائها اربعة اشهر وعشر لا اقل ، وفى رواية بعد شهرين وخمسة ايام وعليه عمل الناس اھ ومشى فى الحامدية على الاخيرة وفيه نظر لان المراد من مسألتنا التوقف بعد مضى ثلثة اشهر فالاولى الاخذ بالرواية الاولى فاذا مضت

شمار ہوگی، اور فتح میں ہے کہ توقف کا زمانہ بھی عدت میں شامل کیا جائے گا اھ ، قلت (میں کہتا ہوں) اگر حمل ظاہر نہ ہو تو گزشتہ تینؔ ماہ کو عدت قرار دیا جائیگا اور ان تینؔ ماہ کے بعد والا توقف بیکار ہوگا حتی کہ اگر اس نے تین ماہ کے بعد اور نکاح کرلیا تو وُہ صحیح ہوگا اور فتح میں نفقات کی بحث میں خلاصہ سے منقول ہے کہ نابالغہ کی عدت تین ماہ ہے ہاں اگر وُہ مراہقہ ہو تو پھر اس کو خاوند اس وقت تک نفقہ دیتا رہے گا جب تک رحم کا خالی ہونا واضح نہ ہوجائے ، محیط میں یُوں ہی مذکور ہے اھ ۔ اور اس میں اختلاف کو ذکر نہیں کیا ، اور یہ بہتر کلام ہے، فتح کا کلام ختم ہُوا ، لیکن نکاح سے قبل اس پر فتوٰی مناسب ہے تاکہ توقف کے بغیر عدت کا فیصلہ نہ کردیا جائے ، لیکن یہاں فقہاء نے توقف کی عدت کو ذکر نہیں کیا کہ وہ کتنی مدت ہے جس سے حمل ظاہر ہوسکے ، حامدیہ میں مذکور ہوا کہ بزازیہ کے مسائل بیوع میں ہے کہ اگر لونڈی خریدی ہو تو ایک روایت کے مطابق مالک کے دعوٰی حمل کی تصدیق تب کی جائے گی جب لونڈی کو خریدے ہوئے چار ماہ دس دن گزر چکے ہوں ، اس سے کم مدت میں اس دعوٰی کی تصدیق نہ ہوگی ، اور دوسری روایت میں ہے کہ دوؔ ماہ پانچ دن کے بعد تصدیق ہوسکے گی جبکہ لوگوں کا عمل اسی پر ہے اھ ۔ اور حامدیہ نے دوسری روایت پر عمل کیا ہے اور اس میں اعتراض ہے کہ ہماری بحث اس صورت میں ہے جب تین ماہ گزر جانے کے بعد توقف ہو لہذا پہلی

marfat.com

اربعة اشهر وعشر ولم یظهرا لحبل علم ان العدة انقضت من حین مضی ثلثة اشهر[1] اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم۔

روایت پر عمل بہتر ہوگا، تو جب چار ماہ دس دن گزر جائیں اور حمل ظاہر نہ ہو، تو معلوم ہوگا کہ اس کی عدت گزر چکی ہے جب تین ماہ پُورے ہو چکے تھے اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۲ ازبنگالہ مسئولہ مولوی عبدالغفور صاحب ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ صغیرہ مطلقہ ہو یا متوفیۃ الزوج مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ شرعًا اس کے لئے عدت ہے یا نہیں اور حدِ صغر کہاں تک ہے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کرکے اجر حاصل کرو)

الجواب

وفات کی عدت عورت غیر حامل پر مطلقًا چار مہینے دس دن ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔ اور طلاق کی عدت غیر مدخولہ پر اصلًا نہیں اگرچہ کبیرہ ہو اور مدخولہ پر یعنی جس سے خلوت واقع ہولی اگرچہ خلوت فاسدہ ہو یا نکاح فاسد میں حقیقۃً وطی کرلی غیر حیض والی کے لئے تین مہینے ہیں خواہ صغیرہ ہو کہ ابھی حیض آیا ہی نہیں یا کبیرہ آئسہ کہ اب عمر حیض کی نہ رہی۔ درمختار میں ہے:

العدۃ فی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا اوکبر بان بلغت سن الایاس ثلثۃ اشہران وطئت فی الکل ولوحکما کالخلوۃ ولوفاسدۃ والعدۃ للموت اربعۃ اشہر وعشرا مطلقا وطئت اولا ولوصغیرۃ اوکتابیۃ تحت مسلم ولوعبدا فلم یخرج عنہا الا الحامل[2] والخلوۃ فی النکاح الفاسد لاتوجب العدۃ[3] اھ ملتقطا۔

بچپن کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو کہ وُہ ابھی نو سال سے کم عمر ہے یا بڑھاپے کی وجہ سے کہ وہ عمر رسیدہ ہوگئی ہے جس کی وجہ سے وُہ حیض والی نہیں ہے تو ان کی عدت تین ماہ ہوگی جبکہ حقیقۃً وطی یا حکمًا وطی یعنی خلوت ہو چکی ہو اگرچہ خلوتِ فاسدہ ہو، اور موت والی کی عدت مطلقًا چار ماہ دس دن ہے بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگرچہ نابالغہ ہو یا کتابیہ مسلمان کے نکاح میں اگرچہ مسلمان غلام ہو موت کی عدت کا یہی حکم ہے اس حکم سے صرف حاملہ بیوی خارج ہے کہ اس کی عدت وضعِ حمل ہے، اور فاسد نکاح میں خلوت سے عدت واجب نہیں ہوتی اھ ملتقطا (ت)

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۱
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۵-۵۶
[3] " " " ۱/ ۲۵۸

marfat.com

عورت کے لئے حدِ صغر ۹ سال کی عمر تک ہے اس سے کم عمر میں جوانی ہرگز نہیں ہوتی، اس کے بعد ۱۵ سال کی عمر تک احتمال ہے اگر آثارِ بلوغ مثلاً حیض آنا یا احتلام ہونا یا حمل رہ جانا پایا جائے تو بالغہ ہے ورنہ جب ۱۵ سال کامل کی عمر ہو جائے گی جوانی کا حکم کردیں گے اگرچہ آثار کچھ ظاہر نہ ہوں بہ فال وعلیہ الفتوی کما فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر (یہی کہا اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ در وغیرہ مشہور کتب میں ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۳ ازٹھاکردوارہ ضلع مرادآباد بازار گنج مرسلہ نجیب اللہ صاحب عطار ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک عورت منکوحہ کو اُس کے خاوند نے اپنے گھر سے نکال دیا اور کہہ دیا کہ تجھ کو نہیں رکھتا، یہاں تک کہ اُس عورت نے اپنے خاوند کے ڈرانے کی غرض سے خودکشی کا قصد کیا اور کچہری سے بجرم خودکشی تینتیس۳۳ روپیہ جرمانہ عورت پر ہوئے، اُس کے خاوند کو کچھ سروکار نہ ہوا بلکہ کچہری میں بیان کیا کہ میں نے عورت کو چھوڑ دیا مجھ سے کچھ غرض نہیں، اُس روز سے وہ عورت دوسرے مرد کے پاس ہے، اس کے خاوند سے چندبار کہا گیا کہ عورت اپنی کو طلاق دے، وہ کہتا ہے میں طلاق کو نہیں جانتا میں نے عرصہ پانچ سال کا ہوا چھوڑ دیا۔ اب نکاح دوسرے آدمی کے ساتھ جس کے ساتھ وہ رہتی ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر واقعی کچہری میں اس نے وہ الفاظ کہے کہ "میں نے اس کو چھوڑ دیا" تو اُسی وقت سے طلاق ہوگئی، اُس وقت سے اگر تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے تو دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر ابھی ختم نہ ہوئے تو جب ختم ہو جائیں اس کے بعد کرسکتی ہے اور یوں جو عزیزوں کے یہاں رہتی ہے یہ حرام ہے، اور وہ جو اُس نے کہا "پانچ برس سے چھوڑ چکا ہوں" اُس کا اعتبار نہیں اگرچہ کچہری میں "چھوڑنے" کا لفظ پہلے کہا تھا تو جب سے عدت ہے اور اگر یہ لفظ پانچ برس سے چھوڑنے کا پہلے کہا تھا تو جب سے ہے غرض جو لفظ کہا ہو اُس کے بعد سے تین حیض شروع ہو کر ختم ہونا درکار ہے بغیر اس کے دوسری جگہ نکاح حرام ہے" وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۴ ازمیونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عدت بیوہ کی کتنی ہے اور مطلقہ کی کتنی؟

الجواب

حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے مطلقہ ہو یا بیوہ، اور غیر حاملہ بیوہ کی عدت اگر خاوند کسی مہینے کی پہلی شب یا پہلی تاریخ میں مرا اگرچہ عصر کے وقت، چار مہینے دس دن ہیں یعنی چار ہلال اور ہو کر اس

marfat.com

پانچویں ہلال پر وقت وفات شوہر کے اعتبار سے دس دن کامل اور گزر جائیں اور پہلی تاریخ کے سوا اور کسی تاریخ میں مرا تو ایک سو تیس ۱۳۰ دن کامل لئے جائیں اور مطلقہ اگر حیض والی ہے تو بعد طلاق تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں اور اگر صغیرہ کہ ابھی حیض نہیں آتا یا کبیرہ کہ حیض آنے کی عمر گزر گئی تو عدت تین مہینے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۵ از شہر یکم ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نکاح نابالغی میں کر دیا تھا چونکہ لڑکی اُس لڑکے کے قابل نہ تھی لہذا اُس نے ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں، لڑکی کے والدین نے اُسے اپنے گھر رکھ لیا اُس لڑکے نے چار بار برادروں کو جمع کر کے کہا میں طلاق دے دوں لیکن برادروں نے اُسے باز رکھا، اب جبکہ اُس نے دوسرا نکاح کر لیا تو برادروں نے طلاق دلوادی، تو ایسی صورت میں عدت معتبر ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اگر لڑکی قابلِ جماع تھی اگرچہ خاص اس مرد کے قابل نہ ہو اور خلوتِ صحیحہ ہو چکی تھی عدت لازم ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۶ مولنا حافظ حشمت علی صاحب لکھنوی طالب علم مدرسہ اہلسنت بریلی ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دے دی بوجہ اُس کی بدچلنی کے۔ ہندہ طلاق کے بعد عمرو کے پاس رہی اور ہندہ کو عمرو سے حمل رہ گیا، عمرو نے ہندہ کے ساتھ بعد گزرنے ایامِ عدت نکاح کر لیا اور بعد نکاح عمرو کو اس بات کا علم ہوا کہ ہندہ کو مجھ سے حمل ہے، آیا یہ نکاح جائز ہے اور یہ کہ بعد طلاق نکاح کے واسطے عدت کا زمانہ کیا ہے؟

الجواب

طلاق کی عدت حیض والی کے لئے تین حیض ہیں جو بعد طلاق شروع ہو کر ختم ہو جائیں، اور جسے حیض ابھی نہیں آیا یا حیض کی عمر سے گزر چکی اس کے لئے تین مہینہ اور حمل والی کے لئے وضعِ حمل۔ یہ احکام قرآن عظیم میں منصوص ہیں اور عمرو نے جو قبل عدت اُس سے تعلق کیا اور حسب بیانِ سائل اُس سے حمل رہ گیا تو وہ کون سے ایامِ عدت تھے جو اُس نے گزارے، اُس کی عدت تین حیض تھے، اور حاملہ کو حیض آتا نہیں، اور حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے، اور ابھی وضعِ حمل ہوا نہیں، یہ نکاح فاسد ہوا، اُس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً الگ کر دے اور انتظار کیا جائے اگر یہ بچہ طلاق شوہر سے دو۲ برس کے اندر پیدا ہو تو شوہر ہی کا ہے اور اب وہ عدت سے نکلی اس سے نکاح ہو سکتا ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہو تو شوہر کا نہیں اب نکاح ہر حال جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

مسئلہ ۵۷ ازموضع کیسرپور ضلع بریلی مسئولہ خدابخش انصاری ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ایک بیوہ عورت سے مقرر ہوا، جس وقت نکاح ہُوا برادری کے لوگ جمع ہُوئے اور اُن کے رُوبرو عاقد نے دریافت کیا کہ اس عورت میں کوئی نقص یا جھگڑا تو نہیں ہے تو اُس میں دو شخصوں نے کہا کہ کُچھ نہیں بیوہ ہے آپ نکاح پڑھا دیں آخر کلام نکاح ہوگیا اب جس وقت شب کو خلوت ہُوئی تو معلوم ہُوا کہ عورت حاملہ ہے، آخر پولیس کو خبر ہوگئی تو داروغہ پولیس نے عورت سے دریافت کیا، اُس نے جس کا حمل تھا اُس کو نہ بتایا اور شخص کا نام لے دیا۔ پولیس نے اُس کے سپرد کردیا، اور اہلِ برادری میں کئی شخص اس بیوہ کو جانتے تھے مگر پوشیدہ رکھا ظاہر نہ کیا، اب شرع شریف سے جس کے گھر وُہ عورت ہے اُس کو کیا حکم ہے اور عاقد وکیل و شاہدوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

سائل کا بیان ہے کہ شوہر کے انتقال کو ڈیڑھ برس ہُوا اور حمل دہیں کا معلوم ہوتا ہے، اس صورت میں جس شخص سے اُس کا نکاح ہُوا ہے اس پر لازم ہے کہ عورت کو اپنے سے جُدا دوسرے مکان میں رکھے اور بچّہ پیدا ہونے کا انتظار کرے، اگر شوہر کی وفات سے پُورے دو برس کے اندر بچّہ پیدا ہوجائے تو یہ نکاح باطل محض ہُوا اور جو لوگ واقفِ حال شریکِ نکاح تھے سب سخت گُنہگار ہُوئے، بعد بچّہ پیدا ہونے کے پھر یہ شخص اُس سے نکاح کرسکتا ہے، اور اگر وفاتِ شوہر کو دو برس کامل گزرجائیں اُس کے بعد بچّہ پیدا ہو تو یہ نکاح صحیح ہوگیا دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں، بچّہ پیدا ہونے کے بعد اُسے ہاتھ لگانا بھی جائز ہوجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸ از جلیسر ضلع ایٹہ بالائے قلعہ مسئولہ حکیم محمد احسن صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نے نکاح کیا جس کو اب تک چھ ماہ ہوئے، بعد تین ماہ کے اُس کا خاوند مرگیا اور اس کو خلوتِ صحیحہ نہیں ہُوئی اب تک اپنے ماں باپ کے یہاں ہے، مدّت عدت وفات کی دو صورتیں ہیں، یا وہ بعد وفات کے حاملہ ہے یا حمل کا انتظار ہے، بہرحال اُس کو حمل نہیں ہُوا، نیز ایام معمولی آتے ہیں، مدت چار ماہ دس دن محض اس غرض سے تھی کہ اس عرصہ میں ظہورِ حمل ہوجائے گا اس صورت میں وُہ قبل از عدتِ وفات عقدِ ثانی کرلے یا بعد گزرنے چار ماہ دس دن کے نکاح کرے، عدتِ طلاق تین قروء ہیں، اگر اُس کو خلوتِ صحیحہ نہیں ہُوئی تو اُس کو تین قروء کی ضرورت نہیں، بعد طلاق فوراً عقد کرسکتے ہیں، علٰی ہذا صورت مسئولہ کی شکل بھی یہی ہے جبکہ وُہ خاوند کے یہاں نہیں گئی اور خلوتِ صحیحہ نہیں نصیب ہُوئی تو پھر عدتِ وفات کی کیا ضرورت ہے بہرحال دونوں صورتیں ایک ہیں، لہذا جو حکم شرع

marfat.com

ہے وُہ سرآنکھوں پر کوئی دلیل عقلی ضرور ہونی چاہیے تاکہ دونوں صُورتوں میں تمیز ہوجائے کوئی مسئلہ شرعی ایسا نہیں جو کسی اصول پر مبنی نہ ہو عقل کا حکم تو یہی ہے کہ جو عورت ہمبستر نہ ہو اُس پر عدّت کی ضرورت نہیں پھر چار ماہ دس دن کے انتظار کی کیا ضرورت یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا[۱] (وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ت) محض ظہور حمل کے لئے چار ماہ دس دن کا انتظار ہے، سو صورتِ ہذا میں نہ خلوت نہ حمل، فتاوٰی عالمگیری اکثر جزئیات سے مملو ہے جو جزئی چاہو اُس میں نکال سکتے ہیں شاید اُس میں اس خاص جزئی کا ذکر ہو لیکن دلیل عقلی کی ازحد ضرورت ہے، بَیِّنُوْا تُؤْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ت)

الجواب

اُس پر چار مہینے دس دن عدّت فرض ہے اس سے پہلے نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے۔

درمختار میں ہے:

وللموت اربعۃ اشھر وعشر مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنھا الا الحامل[۲]۔

موت کی عدت مطلقاً چار ماہ دس دن ہے بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگرچہ نابالغہ ہو یا کتابیہ مسلمان آزاد کے نکاح میں ہو یا مسلمان غلام کے نکاح میں، صرف حاملہ کا حکم اس سے علیحدہ ہے کہ اس کی عدت وضعِ حمل ہے(ت)

احکام الٰہی میں چُون وچرا نہیں کرتے، الاسلام گردن نہادن نہ کہ زبان بجرأت کشادن (اسلام سرِ تسلیم خم کرنا ہے نہ کہ دلیری سے لب کشائی کرنا۔ت) بہت احکام الٰہیہ تعبدی ہوتے ہیں اور جو معقول المعنٰی ہیں اُن کی حکمتیں بھی من وتو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ صُبح کی دو، مغرب کی تین، باقی کی چار چار رکعتیں کیوں ہیں، تعرف برا٫ت رحم کے لئے ایک حیض کافی تھا تین اگر احتیاطاً رکھے گئے تو عدّتِ وفات حیضوں سے بدل کر مہینے کیوں ہُوئی اور ہوتی تو تین مہینے ہوتی جس طرح آئسہ وصغیرہ میں تین حیض کی جگہ تین مہینے قائم فرمائے ہیں ایک مہینہ دس دن اور زائد کیوں فرمائے گئے، غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم وبرکات کا دروازہ بند کرنا ہے، مسلمان کی شان یہ ہے:

سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر[۳]۔

ہم نے سُنا اور اطاعت کی، تیری بخشش کے طلبگار رہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے(ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۴

[۲] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۶

[۳] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

marfat.com

عدت طلاق تعرف برأت رحم کے لئے ہے قبل خلوت برأت خود معلوم پھر عدّت کیوں ہو اور عدتِ وفات میں صرف یہی مقصود نہیں بلکہ موتِ شوہر کا سوگ بھی۔ اور اُس میں خلوت ہونے نہ ہونے کو کچھ دخل نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان تحد علی میت فوق ثلث لیال الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا[1]۔ رواہ البخاری ومسلم عن ام المومنین ام حبیبۃ وزینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وُہ خاوند کی موت کے بغیر کسی میّت پر تین دن سے زائد سوگ کرے، صرف خاوند کی موت کے لئے چار مہینے دس دن سوگ ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے ام المومنین ام حبیبہ اور زینب بنتِ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۹: از قصبہ کریالی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات پنجاب ڈاکخانہ سرائے اورنگ آباد مسئولہ غلام یٰسین صاحب ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر شیرخوارہ مسماۃ نور بانو کا نکاح ہمراہ مسمّی عمرو جس کی عمر پچیس سال ہے کر دیا، بعد نکاح کے اس دختر شیرخوارہ کو اس کی والدہ ایک مکان میں جہاں عمرو جس کے ساتھ مسماۃ نور بانو شیرخوارہ کا نکاح ہُوا تھا مع عمرو کے چھوڑ کر کہیں باہر چلی گئی اس وقت اس مکان میں صرف وُہ لڑکی اور عمرو جس کے ساتھ اُس کا نکاح ہوا ہے رہے، کوئی دوسرا شخص وہاں نہ تھا، اس کے بعد جب والدۂ شیرخوارہ واپس آئی عمرو نے اس شیرخوارہ منکوحہ خود کو طلاق بائن دے دی، آیا خلوتِ صحیحہ ثابت ہُوئی یا نہ؟ اور اس مطلقہ شیرخوارہ پر عدّت لازم ہُوئی یا نہ اور مستحقِ مہر ہُوئی یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی، نہ عدت لازم آئی، نصف مہر دینا ہوگا، درمختار میں ہے: لاعدۃ بخلوۃ الرتقاء[2] (ناقابلِ جماع بیوی کی خلوت پر عدت نہیں ہے۔ ت)، جامع الرموز میں ہے:

لوطلقھا قبل الدخول اوبعد الخلوۃ الفاسدۃ والفساد لعجزہ عن الوطئ

اگر جماع سے پہلے یا خلوتِ فاسدہ کے بعد طلاق دی ہو اور فساد مثلاً یہ کہ خاوند وطی سے حقیقۃً عاجز ہو

---

[1] صحیح مسلم باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸۶
[2] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵

marfat.com

حقیقة لم تجب العدۃ[1] اھ وانظر ما کتبنا علی رد المحتار۔ تو اس صورت میں عدت لازم نہ ہوگی اھ یہاں ردالمحتار پر میرا حاشیہ دیکھو۔ (ت)

مسئلہ ۶۰: از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مطلقہ عورت کی عدت تین ماہ ہو یا زائد؟

الجواب

مطلقہ اگر حاملہ ہو تو عدت وضعِ حمل ہے، اور اگر نابالغہ ہو یا کبرسن کے سبب اب حیض نہیں آتا تو عدت تین ماہ ہے ورنہ تین حیض خواہ دو مہینے میں ہوں یا مثلاً دو برس میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱: از قصبہ میترانوالی ڈاکخانہ گلکھر ریلوے ضلع گوجرانوالا مرسلہ میاں امیر احمد صاحب ۷ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عورت مطلقہ کو بلانکاح دو سال تک اپنے گھر میں رکھا بلکہ اُس سے اولاد بھی ہُوئی پھر وُہ شخص فوت ہوگیا تو اُس کے برادرحقیقی نے اُس عورت کے ساتھ بغیر عدت گزرے نکاح کرلیا اُس عورت پر عدت لازم ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ زنا کی کوئی عدت نہیں اور بعض کہتے ہیں وہ مثل عورت خاوند کے دو سال تک رہے واسطے استبراء رحم کے عدت لازم ہے۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پائیے)

الجواب

اگر وُہ دونوں ایک مکان میں مثل زن وشوہر رہتے اور باہم انبساطِ زوج و زوجہ رکھتے، مرد اُسے بیبیوں کی طرح رکھتا، عورت اُس کے پاس ازواج کی مانند رہتی تو وہ دونوں شرعاً زوج وزوجہ ہی سمجھے جائیں گے یہاں تک کہ جس نے اُن کی یہ حالت دیکھی اُسے قاضیِ شرع کے حضور زن و شوہر ہونے پر گواہی دینی حلال اگرچہ نکاح ہوتے نہ دیکھا ہو، ہدایہ میں ہے:

اذا رأی رجلا وامرأۃ یسکنان بیتا و ینبسط کل واحد منھما الی الاٰخر انبساط الازواج وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ[2]۔ جب کوئی شخص مرد و عورت کو ایک مکان میں رہتے ہوئے اور خاوند بیوی والی بے تکلفی کے طور پر دونوں کو رہتے ہوئے دیکھے تو ایسے شخص کو جائز ہے کہ وہ شہادت دے کہ یہ دونوں خاوند بیوی ہیں (ت)

---

[1] جامع الرموز فصل العدۃ مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قابوس ایران ۱/۵۷۸

[2] ہدایہ باب مایتحملہ الشاھد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۵۸

marfat.com

اپنے سامنے نکاح نہ ہونے کو نکاح نہ ہونا سمجھ لینا سخت سفاہت ہے۔ عدمِ علم، علمِ عدم نہیں۔ دنیا میں بے شمار زوج و زوجہ ہیں کیا ہم سب کے عقد میں حاضر تھے، پھر ہم کیونکر انھیں ناکح و منکوحہ سمجھتے ہیں، شرع مطہر بدگمانی کو سخت حرام فرماتی ہے، اور جب وُہ شرعاً زن و شوہر قرار دئے گئے تو بے انقضائے عدت نکاح بنصِ قطعی قرآن ناجائز و حرام، یہاں تک کہ بعض علماء نے فرمایا کہ اس عقد پر اصلاً کوئی حکم نکاح مترتب ہوگا کہ معتدۂ غیر سے دانستہ نکاح کرنا باطل محض ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی البحر عن المجتبٰی اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انہا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلاً۔[1]

بحر میں مجتبٰی سے منقول ہے کہ غیر کی منکوحہ بیوی یا غیر مطلقہ عدت والی سے نکاح کے بعد دخول سے عدت لازم نہ ہوگی بشرطیکہ وُہ جانتا ہو کہ یہ غیر کی منکوحہ یا معتدہ ہے کیونکہ اس نکاح کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں ہے لہذا یہ نکاح ہی اصلاً منعقد نہ ہُوا۔ (ت)

ہاں اگر صورتِ مذکورہ نہ ہو اور اُن کا زانی و زانیہ ہونا متحقق ہو تو بیشک یہ نکاح صحیح ہوگیا کہ زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حُرمت نہیں نہ زانیہ پر زنا کی عدت، یہاں تک کہ جس عورت کو زنا کا حمل ہو غیر زانی کو بھی باوجود حمل اُس سے نکاح جائز، البتہ ازانجا کہ حملِ غیر ہے تا وضعِ حمل جماع ناجائز ہے، درمختار میں ہے:

صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤھا حتی تضع لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ۔[2] واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے اگرچہ نکاح کے بعد وطی حرام ہے تاوقتیکہ بچے کی پیدائش ہو تاکہ غیر کی کھیتی کو اپنے پانی سے سیراب کرنے والا نہ بنے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۲ از شہر بریلی ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ ہوگئی، رانڈ اپنے بہنوئی کے پاس گئی اور بہن بھی موجود تھی بہنوئی نے اس کا بھی نکاح اپنے ساتھ کرلیا، اب کئی سال سے اس عورت کو نکال دیا، استعفا وغیرہ نہیں دیا، اب وُہ عورت اور جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بہن کی موجودگی میں بہنوئی سے نکاح حرام حرام سخت حرام ہوا، بہنوئی نے کہ اس کو نکالا اگر کوئی لفظ

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۷

[2] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۹

marfat.com

ایسے کہے تھے اُس وقت، خواہ اس کے بعد جن سے اس کا عزم اس پر سمجھا جائے کہ اب اس عورت کو کبھی نہ رکھے گا اور اُن الفاظ کے کہنے کے بعد اس عورت کو تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے تو یہ اور جگہ نکاح کرسکتی ہے، اور اگر ایسے الفاظ ثابت نہ ہوں تو اب عورت کہہ دے میں نے اُس نکاح کو رَد کیا جو بہنوئی سے کرلیا تھا اس کے بعد تین حیض دیکھ کر دوسرے سے نکاح کرلے۔ درمختار میں ہے:

مبدؤها فی النکاح الفاسد بعد التفریق او اظهار العزم علی ترك وطئها[1]

نکاحِ فاسد کی عدت کی ابتداء تفریق کے بعد یا خود خاوند کے متارکہ کے بعد ہے، متارکہ یہ کہ خاوند نے نے عورت سے وطی کے ترک پر اپنے عزم کا اظہار کردیا ہو (ت)

اُسی میں ہے:

ویثبت لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بها اولا فی الاصح[2]

خاوند اور بیوی دونوں کو فاسد نکاح میں فسخ کا اختیار ہے، دونوں کو یہ اختیار دوسرے کی موجودگی کے بغیر بھی ہے دخول کیا ہو یا نہ، اصح روایت یہی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر ورجحنا فی باب المهر انها (ای المتارکة) تکون من المرأة ایضا اھ والمقدسی تابع البحر[3] اھ۔ **اقول** وحققنا فیما علقنا علیه ان الفساد ان کان مقارنا کما ههنا کان لکل فسخه والمتارکة غیرہ وان کان طارئا تفرد به الزوج۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بحر میں فرمایا ہے کہ ہم نے باب المہر میں عورت کی طرف سے متارکہ کو بھی جائز ہونے کی ترجیح ذکر کی ہے اھ اور مقدسی نے بحر کی اتباع کی ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) میں نے ردالمحتار کے حاشیہ میں یہ تحقیق کی ہے کہ اگر نکاح کا فساد ابتداءً نکاح سے مقارن ہو جیسے یہاں ہے تو پھر خاوند اور بیوی دونوں کو فسخ کا اختیار ہے اور متارکہ کا حکم علیحدہ ہے، اور اگر نکاح کا فساد بعد میں طاری ہو تو پھر صرف خاوند کو اختیار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار	باب العدۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۵۸
[2] ؁ ؍؍	باب المہر	؍؍ ؍؍ ؍؍	۱/ ۲۰۱
[3] ردالمحتار	باب العدۃ	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۶۱۲

marfat.com

مسئلہ ۶۳ ۴ رجب مرجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دی ایام عدت منقضی نہ ہوئے تھے صرف بیس پچیس دن بعد بکر نے اُس سے نکاح کرلیا، چار برس بعد بکر نے بھی طلاق دی، اب شخص ثالث اُس سے نکاح کیا چاہتا ہے، یہ نکاح طلاق کے چار مہینے دس دن بعد ہو یا فوراً ہوسکتا ہے کہ بکر نے قبل انقضائے عدت نکاح کرلیا تھا جو شرعاً نادرست تھا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر بکر نے یہ جان بوجھ کر کہ ابھی عورت عدت میں ہے اس سے نکاح کرلیا تھا جب تو وُہ نکاح نکاح ہی نہ ہُوا نرا زنا ہُوا، تو اس کے لئے اصلاً عدت نہیں اگرچہ بکر نے صدہا بار عورت سے جماع کیا ہو کہ زنا کا پانی شرع میں کچھ عزت و وقعت نہیں رکھتا عورت کو اختیار ہے جب چاہے نکاح کرلے،

فی ردالمحتار عن البحرالرائق اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انہا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا ولھذا یجب الحد مع العلم بالحرمۃ لکونہ زنا کما فی القنیۃ وغیرھا[1]۔

ردالمحتار میں بحرالرائق سے منقول ہے کہ غیر کی منکوحہ بیوی یا غیر کی مطلقہ عدت والی سے نکاح کے بعد دخول سے عدت لازم نہ ہوگی بشرطیکہ اسے معلوم ہو کہ عورت غیر کی ہے کیونکہ اس نکاح کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں ہے لہذا یہ نکاح ہی اصلاً منعقد نہ ہوا، یہی وجہ ہے کہ یہ معلوم ہونے پر کہ یہ غیر کی منکوحہ ہے اس کے باوجود نکاح اور دخول پر حدِ زنا لازم ہوگی کیونکہ یہ زنا ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر بکر نے انجانی میں نکاح کیا تو یہ دیکھیں گے کہ اس چار برس میں اس نے عورت سے کبھی جماع کیا ہے یا نہیں، اگر کبھی نہ کیا تو بھی عدت نہیں، بکر کے چھوڑتے ہی فوراً جس سے چاہے نکاح کرلے،

ففی البحر فی امثلۃ النکاح فسد ولم یبطل نکاح المعتدۃ[2] الخ وقیدہ الشامی بما اذا لم یعلم بانہا معتدۃ لما مرعن البحر

بحر میں ایسے نکاح جو فاسد ہو مگر باطل نہ ہو کی مثالوں میں غیر کی معتدہ کا نکاح ذکر کیا ہے اھ اور علامہ شامی نے اس کو غیر کی معتدہ کا علم نہ ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے جیسا کہ بحر کے حوالے سے گزرا،

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۷

[2] بحرالرائق

marfat.com

وفی الدر المختار فی احکام النکاح الفاسد، تجب العدۃ بعد الوطئ لا الخلوۃ وقت التفریق او متارکۃ الزوج[1] اھ ملخصًا۔

اور درمختار کے احکام نکاح فاسد میں مذکور ہے کہ فاسد نکاح میں وطی کے بعد عدت لازم ہوگی، صرف خلوت سے لازم نہ ہوگی اور یہ عدت تفریق یا خود خاوند کی طرف سے متارکہ کے وقت سے شروع ہوگی اھ ملخصًا (ت)

اور جو ایک بار بھی جماع کرچکا ہے تو جس دن بکرنے چھوڑا اس دن سے عورت پر عدّت واجب ہوئی جب تک اس کی عدت سے نہ نکلے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی، اور عدّت طلاق کی چار مہینے دس دن نہیں یہ عدت موت کی ہے، طلاق کی عدت تین حیض کامل ہیں یعنی بعد طلاق کے ایک نیا حیض آئے، پھر دوسرا، پھر تیسرا، جب یہ تیسرا ختم ہوگا اُس وقت عدّت سے نکلے گی اور اسے جس سے چاہے نکاح کرنا روا ہوگا، قال اللہ تعالٰی والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مطلقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۴: از متھرا محلہ مہوپورہ مرسلہ رمضان خاں ۱۳ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص کی زوجہ منکوحہ ایک عرصہ سے بوجہ کسی خاص رنجی کے بلا طلاق اپنے شوہر سے علیحدہ ہوکر اور خلافِ مرضی اس کے کہیں چلی گئی اور کسی غیر شخص سے اپنا عقد کرلیا بالفعل وہاں سے بھی نکل کر پھر شوہر اول سے عقد چاہتی ہے اور طلاق ہر دو شوہروں کی جانب سے ثابت نہیں، پس قابلِ استفسار یہ امر ہے کہ اب شوہر اول سے عقد قائم رہے گا یا عقدِ جدید کی ضرورت ہے یا اس کے سوا کوئی اور شرعی صورت ہے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

عقد قدیم قائم ہے جدید کی کچھ حاجت نہیں، دوسرا شخص جس نے اس منکوحۂ غیر سے نکاح کیا اگر آگاہ تھا کہ یہ منکوحۂ غیر ہے جب تو عدّت کی بھی ضرورت نہیں کہ یہ زنا تھا اور زنا کی عدت نہیں، درمختار میں ہے: لاعدۃ للزنا[3] (زنا کی عدت نہیں ہوتی۔ ت) اور اگر وہ واقف نہ تھا عورت کو خالی وحلال سمجھ کر نکاح

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱
[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۸
[3] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵

marfat.com

میں لایا تو اس پر فرض قطعی ہے کہ عورت کو ترک کردے وقتِ ترک سے عورت تین حیض کی عدت کرے اُس کے بعد شوہرِ اوّل بے حاجتِ تجدیدِ نکاح اُس سے متمتع کرسکتا ہے، یہ اُس تقدیر پر کہ شخص ثانی نے عورت سے صحبت یعنی مجامعت کرلی ہو، ورنہ حاجتِ عدّت نہیں۔ درمختار میں ہے:

لاعدۃ لوتزوج امرأۃ الغیر ووطئھا عالما بذٰلک وفی نسخ المتن ودخل بھا ولابد منہ وبہ یفتی ولھذا یحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا والمزنی بھا لاتحرم علی زوجھا الخ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

غیر کی منکوحہ سے نکاح کے بعد وطی کرنے سے عدت لازم نہ ہوگی بشرطیکہ اسے معلوم ہو کہ عورت غیر کی ہے اور متن کے نسخوں میں "دخل بھا" (اس نے دخول کیا ہو) کا لفظ ہے جبکہ یہ قید ضروری ہے۔ اور فتوٰی اسی پر دیا جائے گا۔ اس لئے علم کے باوجود اس حرام کاری پر حد لگائی جائے گی کیونکہ یہ زنا ہے اور زنا والی عورت اپنے خاوند پر اس وجہ سے حرام نہیں ہوتی الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۵ از موضع ٹانڈا پرگنہ بہیڑی معرفت پیارے میاں ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک شخص اپنی قضا سے فوت ہوگیا اور اس کی بیوی کو حمل تھا، بعد اُس کے مرجانے کے ایک مہینہ کے بعد وہ حمل ساقط ہوگیا تو اس عورت کو عدت کرنا چاہئے یا اُس حمل کے گرجانے سے عدّت جاتی رہی اور وُہ حمل چار یا پانچ مہینہ کا تھا اہلِ شرع کیا فرماتے ہیں؟

الجواب

سائل نے ظاہر کیا کہ اُس کے ہاتھ پاؤں بن گئے تھے تو اس کے گرجانے سے عدّت تمام ہوگئی اب عدّت کی حاجت نہیں،

فی ردالمحتار اذا اسقطت سقطا ان استبان بعض خلقہ انقضت بہ العدۃ لانہ ولد والافلا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے حاملہ عورت کا حمل ساقط ہوجائے تو اگر بچّے کے کچھ اعضاء کی تخلیق ظاہر ہوتی ہو تو پھر اس سے عدّت ختم ہوگئی کیونکہ یہ مکمل بچہ شمار ہوتا ہے اور اگر ابھی اعضاء ظاہر نہ ہُوئے ہوں تو عدت ختم نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۹
[2] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۰۴

marfat.com

مسئلہ ۶۶ از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاک خانہ کمال گنج موضع پھولٹولی مرسلہ عبدالغنی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح صحیح کیا، قبل از دخول بعد خلوتِ صحیحہ طلاق دی، اب عدت ہندہ پر واجب ہے یا نہیں؟ ایک جگہ عالمگیری سے مفہوم ہوتا ہے کہ واجب ہے،

رجل تزوج امرأۃ نکاحا جائزا فطلقھا بعد الدخول او بعد الخلوۃ الصحیحۃ کان علیھا العدۃ کذا فی فتاوٰی قاضی خاں[1]۔

کسی نے ایک عورت سے صحیح نکاح کیا پھر دخول کے بعد طلاق دی یا خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دی تو اس عورت پر عدّت لازم ہوگی جیسا کہ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے۔ (ت)

اور دوسری جگہ عالمگیری سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگرچہ بعد خلوت صحیحہ کے ہو عدت واجب نہیں،

اربع من النساء لاعدۃ علیھن المطلقۃ قبل الدخول[2] الخ۔

چار عورتیں ہیں جن پر عدّت نہیں ان میں سے ایک قبل از دخول طلاق والی ہے الخ (ت)

اور کلام مجید میں ایک جگہ یُوں ہے:

اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن، فمالکم علیھن من عدۃ تعتدونھا[3]۔

جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرکے قبل از دخول ان کو طلاق دے دو تو تمہارے حق میں ان عورتوں پر عدّت نہیں (ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عدّت واجب ہے اور عالمگیری کی دونوں عبارتوں میں تنافی نہ آیہ کریمہ عبارت اولٰی کی نافی، اصل یہی ہے کہ موجب عدّۃ مس و دخول یعنی وطی ہے مگر نکاح صحیح میں مجرد خلوت اگرچہ غیر صحیحہ ہو ایجاب عدت کے لئے قائم مقام وطی ہے، تنویر میں ہے:

الخلوۃ کالوطء فی العدۃ[4] (ملخصًا)۔

عدّت کے معاملہ میں خلوت کا حکم وطی والا ہے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب العدۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۲۶

[2] " " " " " "

[3] القرآن الکریم ۳۳/۴۹

[4] درمختار شرح تنویرالابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۸-۱۹۹

marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

وجوبها من احکام الخلوة سواء کانت صحیحة امر لا ای اذا کانت فی نکاح صحیح اما الفاسد فتجب العدة بالوطء کما سیأتی۔[1]

عدّت کا وجوب خلوت کے احکام میں سے ہے خلوت صحیحہ ہو یا فاسدہ ہو، طحاوی، یعنی صحیح نکاح میں یہ حکم ہے لیکن فاسد نکاح میں صرف وطی سے عدت لازم ہوتی ہے، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ (ت)

مدارک شریف میں ہے:

من قبل ان تمسوهن والخلوة الصحیحة کالمس[2] اھ ورأیتنی کتبت علی هامشها الاولی ان یقول قدس سره والخلوة فی النکاح الصحیح کالمس فیقید النکاح بالصحیح ویطلق الخلوة لان الخلوة وان فسدت توجب العدة اذا صح النکاح، اما الفاسد فلا عدة فیه الا بحقیقة الوطء کما فی الدر[3] وغیره، والله تعالٰی اعلم۔

قبل ازیں کہ تم ان کو مَس کرو (یعنی جماع کرو) اور خلوتِ صحیحہ بھی جماع کی طرح ہے اھ اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر یہ لکھا ہے کہ بہتر تھا کہ صاحبِ مدارک یُوں کہتے اور خلوت نکاح صحیح میں جماع کی طرح ہے اس طرح نکاح کو صحیح کی قید سے مقید اور خلوت کو مطلق قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ جب نکاح صحیح ہو تو خلوت فاسدہ بھی عدت کو لازم کرتی ہے لیکن نکاح فاسد میں صرف حقیقی وطی سے ہی عدّت لازم ہوتی ہے جیسا کہ در وغیرہ میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۶تا۳ از شہر کہنہ بریلی

حضور والا! مسمّی جمّن کا بیان ہے کہ میری لڑکی نابالغ کا نکاح میرے حقیقی بھائی نے بلا رضامندی میرے کردیا اور مجھ کو راضی کرکے رخصت کرادی، وُہ لڑکی اپنے اُس خاوند کے پاس رہی اور نوبت مجامعت کی پہنچی، اُس کے یہاں سے بعد کو رخصت ہوکر جس وقت کہ وُہ اپنے باپ کے مکان پر آئی کہ اُس کو عرصہ تین سال کا ہُوا پھر کبھی نہ گئی حتی کہ نوبت نالش تک پہنچی، بالآخر اُس نے اُس کو فیصلہ پنچایت سے طلاق دی،

---

[1] ردالمحتار | باب المہر | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۴۱

[2] مدارک التنزیل | تحت سورۃ الاحزاب | دارالکتاب العربیہ | ۳/۳۰۸

[3] حواشی مدارک اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ

marfat.com

اب اُس کا نکاح درمیان عدّت طلاق کے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور۲ یہ نکاح اوّل جو نابالغی میں بلا استرضا باپ کے ہُوا جائز تھا یا نہیں؟ فقط، اس قوم میں نابالغ لڑکیوں کا نکاح نابالغ لڑکوں کے ساتھ بولایت اکثر ہوتا ہے اور حالتِ بلوغ تک پہنچنے سے پہلے کسی مخالفت سے طلاق ہوجاتی ہے، اس۳ صورت میں عدّت طلاق کی لازم آتی ہے یا نہیں؟ اور۴ مہر کس قدر دلایا جاسکتا ہے؟ بحالت۵ خلوت صحیحہ اور مجامعت کے کیا حکم ہے؟ اور۶ بحالتِ طلاق اُس کا کیا حکم ہے؟ اگر۷ بحالت لازم آنے عدّت کے نکاح ہوجائے اور وُہ اپنے خاوند سے علیحدہ رہ کر تین ماہ تمام کرے تو یہ نکاح صحیح رہے گا یا پھر نکاح کرنا چاہئے؟ فقط

الجواب

نکاح اوّل کہ بے اجازتِ پدر چچا نے خود کردیا تھا اجازتِ پدر پر موقوف تھا، اگر اس نکاح کے بعد اُس نے کوئی لفظ نامنظوری اور رَد کرنے کا کہا تھا تو نکاح باطل ہوگیا اور زن و شوہر میں کوئی علاقہ نہ رہا تھا، اس کے بعد جو رخصت ہُوئی محض حرام ہُوئی اور جو مجامعت ہُوئی نری زنا ہُوئی فان الاجازۃ لاتلحق المفسوخ (کیونکہ فسخ شدہ کو اجازت لاحق نہیں ہوتی۔ ت) طلاق کی کوئی حاجت نہیں نہ اس فراق کی عدت اذ لانکاح فلاطلاق فلاعدۃ (اس لئے کہ نکاح ہی نہیں ہُوا تو طلاق اور عدّت کا ہے کی۔ ت) جس وقت چاہے نکاح کرے اور اگر نکاح کے بعد قبل اظہارِ نامنظوری باپ نے کوئی لفظِ منظوری کہا یا بھائی کے اصرار سے لڑکی کو رخصت کردیا (کہ رخصت کردینا بھی صحتِ نکاح کو کافی ہے جبکہ نامنظوری نہ ظاہر کرچکا ہو) تو اب یہ نکاح صحیح ہوگیا اور یہ طلاق طلاق ہُوئی اور اس کی عدّت لازم ہے، عدّت گزرنے سے پہلے جو نکاح کیا جائیگا باطل محض ہوگا، نابالغ لڑکا اہلِ طلاق نہیں، نہ اس کے دئے سے طلاق ہوسکتی ہے نہ اُس کی طرف سے اُس کا ولی طلاق دے سکتا ہے، بلوغِ پسر سے پہلے جو بوجہ مخالفت طلاق دلوا لیتے ہیں محض باطل ہے، نہ اس کی عدّت ہے نہ اس کے بعد دوسرے سے نکاح کسی طرح حلال ہوسکتا ہے، ہاں عاقل بالغ جو طلاق دے اگر قبل خلوت صحیحہ دی نصف مہر لازم آئے گا اور بعد خلوت صحیحہ دی تو پھر پُورا مہر، عدّت کے اندر نکاح محض باطل ہے وُہ نکاح ہی نہ ہوگا اگرچہ عدّت تک اس دوسرے مرد سے جُدا رہے، بعد ختم تحصیل زوجیت کے لئے دوبارہ نکاح فرض ہوگا ورنہ زنا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷: مسئولہ مولوی عبدالرشید صاحب مدرس اول مدرسہ اکبریہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی سے کہا کہ اگر تُو میکے سے میرے گھر نہ آئی تو تجھ کو طلاق دے دُوں گا۔ عورت دو برس اپنے میکے میں رہی پھر اس عورت نے دوسرے مرد کے ساتھ نکاحِ ثانی کرنے کا قصد کیا، شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے طلاق نہیں دی تو نکاح کیسا کرتی ہے اگر مجھ کو سَو روپے

marfat.com

دے تو میں تجھے طلاق دے دوں، عورت نے سَو روپے دے دئے شوہر نے طلاق دے دی، اب اُس پر عدت پُوری کرنا چاہئے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

ضرور، اور اُس کا دو برس خواہ دس برس شوہر سے جُدا رہنا مسقطِ عدّت نہیں ہو سکتا، لاطلاق قولہ تعالیٰ والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروءٍ[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول کہ "مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک روک رکھیں" مطلق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۷۵

۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے گھر بیمار ہے اور اس کی زوجہ بھی اُس حالتِ بیماری میں اُس کے پاس ہے، زوجہ زید کی برضامندی اپنے شوہر کے اپنے گھر گئی اُسی کو دوسرے روز پھر بلایا تو وُہ عورت بلحاظ اس کے کہ میرا زیور وغیرہ نہ چھین لیں اور مجھ کو بُرا نہ کہیں نہ گئی اس کی وجہ یہ بھی کہ زید درحالت اصلی کہا کرتا تھا کہ میں سفر کو لے جاؤں گا اور اُس کے یعنی زوجہ کے والدین اس وجہ سے باہر جانے کے مانع ہوتے تھے کہ اُس عورت یعنی زوجہ زید کو حمل تھا بوجہ زید کی زوجہ کے تکلیف کی غرض سے، اب وہ زید بیمار بعد تین دن کے مرگیا اور زوجہ زید کی اپنے والدین کے یہاں ہے پس وُہ عدّت کہاں ختم کرے اور دیگر یہ کہ اپنے شوہر کے یہاں بغرض نقصان اپنے مال یا اپنی جان بچانے کی وجہ سے وہاں جانا ناپسند کرتی ہے کہ مجھ کو میرے زوج کے متعلقین مار نہ ڈالیں یا میرا اسباب چھین لیں، پس اس صورت میں کیا حکم ہے اور مہر زوجہ کا کس کے ذمہ باقی ہے، اور یہاں تک اُس کے والدین کو اندیشہ ہے کہ ہم باہر چلے جائیں گے تو شاید آبرو بچے ورنہ ناممکن، اور زوجہ زید اب تک حالتِ حمل میں ہے یعنی حمل اُس کو قریب چھ ماہ کا ہے، ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

زوجہ پر فرض ہے کہ اپنے شوہر کی خبرِ مرگ سُنتے ہی فوراً اُس کے گھر چلی جائے اور وضعِ حمل تک وہیں رہے اور غلط عذر درمیان میں نہ لائے، ایسا خیال بہت ناقابل قبول ہے کہ قتل کر دی جائے گی۔ رہا مال اُسے ساتھ نہ لے جائے، اپنے ساتھ اپنے اقارب سے کسی کو رکھے جس سے حفاظت متوقع ہو، ہاں اگر

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

marfat.com

کوئی صورت ممکن نہ ہو اور واقعی سچا اندیشہ جان کا ہے جس کا تدارک اُس کے قابو میں نہیں تو نہ جانے کے لئے عذر صحیح ہے، اور اللہ تعالٰی صحیح وغلط سب کو خوب جانتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۶ از ملک بنگالہ موضع مہانیہ سیری رامپور ضلع باریسال مرسلہ عبدالحمید صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

سوال اینکہ زینب نابالغہ راکہ سنش بہ نُہ سال نہ رسیدہ است وتخمیناً مدتِ نکاحش بدو سال رسیدہ زوجش طلاق دادہ خواہر زینب را زوج زینب بعد یکروز یا دو روز نکاح کرد حالانکہ زوج زینب می گوید کہ زینب را قبل دخول طلاق دادہ پس اکنوں نکاح کردن زوج زینب خواہر زینب را پیش از گزشتن عدت طلاق زینب موجب شرع شریف درست باشد یا چہ؟ اگر نکاح مذکور زوج زینب را روا باشد پس عبارات درمختار و ردالمحتار و دیگر کتب کہ عدت مطلقہ صغیرہ کہ سنش بہ نُہ سال نہ رسیدہ است سہ ماہ است بلاقید دخول وبعد دخول آمدہ است مطالب آنہا چہ؟ بیّنوا توجروا۔

سوال یہ ہے کہ زینب نامی لڑکی جس کی عمر ابھی نوسال نہیں ہوئی اس کا نکاح اندازاً دو سال قبل ایک شخص سے ہوا تو اس کے خاوند نے اسے طلاق دے کر ایک دو دن بعد اس کی بہن سے نکاح کرلیا جبکہ زینب کی عدت گزرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح بموجب شرع شریف درست ہوا یا نہیں، اگر نکاح مذکور درست ہوا ہے تو پھر درمختار، ردالمحتار اور دیگر کتب کی یہ عبارت کہ نابالغہ لڑکی جس کی عمر نوسال سے کم ہو اس کی عدت تین ماہ ہے جس میں دخول کے بعد یا قبل کی کوئی قید مذکور نہیں ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟ بیان کیجئے اور اجر حاصل کیجئے۔

الجواب

اگر میان زن شو خلوت واقع شدہ بود اگرچہ خلوت فاسدہ باشد بعد ازاں شوہر بالغ آں دختر ہفت یا ہشت سالہ را طلاق داد عدت سہ ماہ واجب است ونکاح با خواہرش قبل انقضائے عدت ناجائز وحرام واگر خلوت ہم نشدہ بود البتہ از عدت اثرے نیست واز بعد طلاقش خواہرش را بزنی تواں گرفت قال اللہ تعالٰی فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا[1] در کتب مذکورہ

اگر زینب اور اس کے خاوند میں خلوت صحیحہ یا فاسدہ ہوچکی ہو تو اس کے بعد اگر طلاق دی ہو اگرچہ زینب کی عمر سات یا آٹھ سال ہو تو عدت واجب ہے اور اس کی عدت گزرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح ناجائز ہے۔ اور اگر خلوت نہ ہوئی ہو تو پھر زینب پر کوئی عدت نہیں ہے اور اس کو طلاق دینے کے بعد اس کی بہن سے نکاح جائز ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا تمہارے حق میں دخول سے قبل مطلقہ

---

[1] القرآن الکریم ۳۳ /۴۹

marfat.com

حکم عدت را مطلق نگزاشتہ اند بلکہ سابقاً ولاحقاً دو جا مقید بدخول یعنی ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ[1] داشتہ اند، عبارت تنویر الابصار و درمختار بالتقاط و اختصار این ست العدۃ سبب وجوبھا النکاح والمتأکد بالتسلیم وماجری مجراہ من موت او خلوۃ، وھی فی حق حرۃ تحیض بعد الدخول حقیقۃ او حکما ثلث حیض، وفی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا او کبر ثلثۃ اشھر ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ[2] (ملخصاً) در ردالمحتار ست قولہ فی الکل یعنی ان التقیید بالوطی شرط فی جمیع مامرمن مسائل العدۃ بالحیض و العدۃ بالاشھر کما افادہ سابقا بقولہ راجع للجمیع[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

بیویوں پر عدت نہیں ہے جس کو تم شمار کرو۔ کتب مذکورمیں نابالغہ کی عدت کو عام قرار نہیں دیا گیا بلکہ اس سے قبل اور بعد دونوں جگہ عبارت دخول کی قید سے مقید ہے اگرچہ وہ دخول حکمی ہو جیسے خلوت خواہ فاسد ہی کیوں نہ ہو۔ تنویرالابصار اور درمختار کی عبارت ملتقطاً اور اختصاراً یوں ہے عدّت کے وجوب کا سبب نکاح جو رخصتی یا اس کے قائم مقام موت یا خلوت سے پختہ ہوتا ہے اور وُہ عدت آزاد حیض والی عورت کے لئے اس سے دخول حقیقی یا حکمی کے بعد ہو تو تین حیض ہے، اور جو عورت حیض والی نہ ہو یُوں کہ وہ نو۹ سال سے کم عمر ہو یا بڑھاپے والی ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے، یہ تمام بیان مدخولہ عورتوں کے لئے ہے اگرچہ دخول حکمی ہو، جیسے خلوت اگرچہ فاسدہ ہو (ملخصاً) اور ردالمحتار میں اس پر یُوں ہے ماتن کا قول "فی الکل" یعنی وطی شرط ہے تمام مذکورہ مسائل عدت میں خواہ حیض والی کی عدت ہو یا مہینوں والوں کی، جیسا کہ ماتن اس کو پہلے بیان کرچکے ہیں اس قول کے ساتھ کہ "یہ سب کو شامل ہے" (یعنی عدت بالحیض و عدت بالاشہر دونوں کو شامل ہے)۔ (ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اب

---

[1] درمختار | باب العدۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۵۶

[2] درمختار | باب العدۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۵۶-۲۵۵

[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۰۲

marfat.com

تاوقتیکہ عدت پوری کرے، نان نفقہ آیا زید کے ذمہ ہے یا وارثِ ہندہ کے؟ اور وُہ مکان جس میں ہندہ اپنی عدت پُوری کرے زید پر لازم ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تمام عدت تک نان نفقہ زید کے ذمہ ہے اور زید ہی کے مکان میں عدت پُوری کرے جبکہ قبل از طلاق وہی مکان اس کے رہنے کا تھا اگرچہ علاج کے لئے چندماہ پیشتر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی تھی کما قال لی السائل بلسانہ (جیساکہ سائل نے خود اپنی زبان سے مجھے بیان کیا ہے۔ ت) اور یہ طلاق کہ بطریق خلع واقع ہُوئی تھی کما بین ایضا (جیساکہ اس نے یہ بھی کہا۔ ت) بائنہ تھی تو زید پر لازم ہے کہ عدت پُوری ہونے تک اپنے ہی مکان میں اُسے جگہ دے اور بوجہ زوال نکاح اس سے پردہ کرے، اور اگر زید ظلماً اپنے گھر میں نہ رہنے دے تو کوئی اور مکان بتائے جس میں وُہ عدت پُوری کرے اور اگر وُہ مکان کرایہ کا ہو تو اختتامِ عدت تک کرایہ زید کے ذمہ ہے، اور جب زید اپنے مکان میں رہنے دے یا دوسرا مکان اُس کے لئے بتائے تو ہندہ پر لازم ہے کہ فوراً اُس مکان میں چلی جائے اور ختم عدت تک ہرگز اس سے باہر نہ آئے،

فی الخانیۃ المعتدۃ عن الطلاق تستحق النفقۃ والسکنی کان الطلاق رجعیا او بائنا اوثلثا[1] الخ، وفی الدرالمختار طلقت اومات وھی زائرۃ فی غیرمسکنھا عادت الیہ فورا لوجوبہ علیھا و تعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ (ھوما یضاف الیھما بالسکنی قبل الفرقۃ الخ شامی) و لایخرجان منہ الاان تخرج (وشمل اخراج الزوج ظلما الخ شامی) فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج (وحکم ما انتقلت الیہ حکم المسکن الاصلی فلاتخرج

خانیہ میں ہے کہ طلاق کی عدت والی نفقہ اور سکنٰی کی مستحق ہے خواہ طلاق رجعی یا بائنہ یا تین طلاقوں والی ہو الخ اور درمختار میں ہے عورت جب گھر سے باہر کسی کو ملنے گئی ہو اور اس دوران اُس کو طلاق ہوجائے یا خاوند فوت ہوجائے تو فوراً گھر واپس آجائے کہ یہ اس پر واجب ہے، اور دونوں یعنی طلاق اور موت کی وجہ سے عدت والی عورتیں اس گھر میں عدت بسر کریں جس گھر میں عدت واجب ہوئی ہے (یہ وُہ گھر ہے جو فرقت سے قبل ان کی رہائش کے لئے منسوب ہے الخ شامی) اور وہ اس گھر سے منتقل نہ ہوں الّا یہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے (اس میں خاوند کا ظلماً نکالنا بھی شامل ہے الخ شامی) موت کی عدت والی کو

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی نفقۃ العدۃ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۰۰

marfat.com

منه شامی[1] اھ ملخصًا ، واللہ تعالٰی اعلم۔ اگر مجبورًا نکلنا پڑے تو قریب ترین مکان میں منتقل ہوجائے اور طلاق کی عدّت والی خاوند جس مکان میں چاہے وہاں منتقل ہوجائے (اور جب دوسرے مکان میں منتقل ہو تو پھر وہی اصل مسکن کے حکم میں ہوگا لہذا عورت وہاں سے نہ نکلے الخ شامی) ملخصًا ، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ

۲۷ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دی ایک جلسہ میں تین مرتبہ سامنے دو شخص نمازیوں کے ، اور وُہ عورت حاملہ بھی تھی ، اب زید اپنے گھر سے اس کو نکال دے یا نہیں ، یا اپنے گھر میں اس کو رکھے اور کھانے کو اُس کو دے اور کب تک اُس کو کھانے کو دے ، اور زید نے تکرار زن و شوہر کے سبب سے طلاق دی تھی ، اب دونوں رضامند ہیں ، اب زید چاہتا ہے کہ پھر گھر میں رکھے ، اب سائل کا سوال علمائے دین سے یہ ہے کہ از رُوئے قرآن وحدیث کیا حکم ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور امام ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرع شریف سے کیا حکم ہے ؟

الجواب

تین طلاقیں ہوگئیں ، چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے ، اب وُہ بغیر حلالے اُس سے نکاح نہیں کرسکتا ، یہی حکم قرآن وحدیث کا ہے وُہ عدّت تک یعنی بچّہ ہونے تک گھر میں رہے گی اور روٹی کپڑا زید کو دینا ہوگا مگر بالکل غیر و اجنبی عورت کی طرح رہے اُس سے پردہ کرے ،

قال اللہ تعالٰی اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ، ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن ، وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا : عدت والی عورتوں کو وہاں رہائش دو جہاں تم خود رہائش رکھتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق ، اور ان کو تنگی دے کر ضرر مت پہنچاؤ ، پھر اگر وُہ حاملہ ہوں تو ان کو خرچہ دو تاقتیکہ وہ بچّے کو جنم دیں۔ (ت)

صورت حمل میں یہی مذہب چاروں ائمہ کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار فصل فی الحداد داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۲۱
درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۰

[2] القرآن الکریم ۶۵/ ۶

marfat.com

مسئلہ ۷۹: از محلہ مرداد مرسلہ حضرت مولانا سلیمان اشرف صاحب (سابق پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) ۲۶ شوال ۱۳۱۸ھ

عالمِ اہلسنّت فاضل بریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقائکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زید نے اپنی بی بی کو طلاق بائن دی اور بعد ایک مہینہ کے مرگیا، اب اس کی بی بی کتنی مدت بعد عقدِ ثانی کرے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ مطلّقہ اگر حاملہ تھی تو عدت حمل ہے مطلقاً، اور اگر حمل نہ تھا تو طلاق مذکور اگر شوہر نے اپنی صحت میں دی یا برضائے زوجہ مرض الموت میں دی تو عدّت تین حیض ہے، موتِ شوہر سے نہ بدلے گی، اور اگر طلاق بائن مرض الموت میں بے رضائے زن دی تو تین حیض، اور چار مہینے دس دن سے جو مدت دراز تر ہے وُہ عدت ہے یعنی چار ماہ و دہ روز بعد موت گزرنے سے پہلے طلاق کے بعد تین حیض کامل ختم ہوجائیں تو بعد مرگ چار ماہ دس یوم انتظار کرے، اور اگر مرگِ شوہر پر چار مہینے دس دن ہوگئے اور ہنوز بعد طلاق تین حیض کامل نہ ہُوئے تو تین حیض کامل ہونے تک منتظر رہے،

فی ردالمحتار ابانھا فی مرضہ بغیر رضاھا بحیث صار فارا ومات فی عدتھا فعدتھا ابعد الاجلین، ولو ابانھا برضاھا بحیث لم یصر فارا، تعتد عدۃ الطلاق فقط، ولو طلقھا بائنا فی صحتہ ثم مات لا تنتقل عدتھا اتفاقا[1] اھ ملخصاً واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے خاوند نے اپنی مرض الموت میں بیوی کی مرضی کے بغیر طلاق دے دی عورت کے وارث بننے سے فرار اختیار کرتے ہُوئے پھر وہ خاوند مطلّقہ بیوی کی عدّت میں فوت ہوجائے تو ایسی صورت میں عورت کی عدّت، موت یا طلاق کی عدت میں سے جو بھی طویل ہو وہی قرار پائے گی۔ اور اگر مرضِ موت میں عورت کی رضامندی سے طلاق دی ہو کہ اس سے وُہ عورت کے وارث ہونے سے فرار اختیار کرنے والا نہ ہوگا تو ایسی صورت میں عورت کی فقط طلاق والی عدت ہوگی، اور اگر خاوند نے اپنی صحت میں طلاقِ بائنہ دی ہو پھر بیوی کی عدّت کے دوران خاوند فوت ہوجائے تو اس صورت میں بالاتفاق طلاق والی عدت ہوگی اور موت کی وجہ سے عدّت تبدیل نہ ہوگی اھ ملخصاً، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۰۵

marfat.com

مسئلہ از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ والدینِ ہندہ سُنّی المذہب نے ہندہ سُنّی المذہب کا نکاح زید شیعہ مذہب سے (جو پورا پورا اعقادمجتہدین حال لکھنؤ کا پیرو تھا جناب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سوائے سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے تمام انبیائے سلف سے افضل جانتا اور قرآن مجید کو ناقص اور محرف مانتا) بوجہ کفو و برادری کے کردیا، زید قبل از عقد مرض الموت مریض تھا بعد عقد اور اشتداد ہُوا کہ روز وشب میں گاہ گاہ لمحہ بھر کو ہوش آتا اس باعث سے خلوتِ صحیحہ نہ ہوسکی صرف اتنا ہُوا کہ ہندہ کی چچی ہندہ کو بوقتِ شام زید کے پاس لے گئی اُس کے قریب جو چوکی بچھی تھی اس پر بٹھا دیا، زید کو اُس وقت اتنا ہوش آیا تھا کہ اُس نے ہندہ کے مُنہ پر سے ہاتھ اُٹھانے کا قصد کیا مگر ہاتھ لگاتے ہی کثرتِ ضعف وبیہوشی سے زید کا ہاتھ گِر پڑا، یہ حال دیکھ کر اس کی چچی کہ کچھ دُور علیحدہ کھڑی دیکھ رہی تھی آئی اور ہندہ کو اُٹھا لے گئی۔ اس کے بعد کبھی نوبت ایک دوسرے کو دیکھنے کی بھی نہ آئی کہ زید سات آٹھ روز میں مرگیا۔ والدین نے ہندہ کا نکاح بکر سُنّی المذہب کے ساتھ کہ نیز کفو و برادری تھا چار مہینے دس دن گزرنے سے پہلے کردیا، ۱۵ ذی الحجہ کو زید سے نکاح ہُوا تھا ۲۱ ذی الحجہ کو زید مرگیا، ۱۷ ربیع الثانی کو ہندہ کا نکاح بکر سے ہوا، عدت میں ۴ روز کم تھے، اب ہندہ صاحبِ اولاد ہے، بعض لوگ اولادِ ہندہ کی صحتِ نسب پر معترض ہیں کہ بکر نے یہ نکاح عدت کے اندر ہی کرلیا، اس صورت میں بعد نظرِ عمیق ان مراتب کا جواب عنایت ہو کہ زید وہندہ کا عقد صحیح ہوا تھا یانہیں؟ ہندہ پر بوجہ عدمِ صحت نکاح یا عدمِ وقوعِ خلوت صحیحہ کے بعد مرگ زید عدتِ موت واجب تھی یا نہیں؟ عقدِ ثانی اور اس سے جو اولاد پیدا ہُوئی اُس کی نسبت کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عقدِ ثانی بلاتامل صحیح اور اس سے جو اولاد ہُوئی بلاشُبہہ صحیح النسب ہے، عدّتِ موت چار مہینے دس دن ہونے کے لئے اگرچہ خلوت وغیرہا کسی بات کی حاجت نہیں غیر حاملہ عورت پر مرگِ شوہر سے عدت لازم آتی ہے،

فی الدرالمختار العدۃ للموت اربعۃ اشھر و عشر بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت مطلقا وطئت اولا، ولو صغیرۃ فلم یخرج عنھا الا الحامل[۱]

درمختار میں ہے کہ موت کی وجہ سے عدت مطلقاً چار ماہ دس دن ہوگی بشرطیکہ موت تک نکاح صحیح رہا ہو، بیوی سے وطی ہُوئی ہو یانہ، بیوی اگرچہ نابالغہ ہی کیوں نہ ہو، اس ضابطہ سے صرف حاملہ عورت کی عدت مختلف ہوگی۔ (ت)

[۱] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۶

marfat.com

اگر عدت تو منکوحہ پر ہوتی ہے ہندہ و زید میں باہم نکاح ہی اصلاً نہ تھا کہ جب زید مثل عام روافض زمانہ ان عقائد کفر کا معتقد تھا تو قطعاً کافر مرتد تھا، عالمگیریہ میں ہے :

یجب اکفار الروافض فی قولھم (وعد بعض عقائدھم المکفرۃ وقال) وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ۔[1]

رافضیوں کو کافر قرار دینا ضروری ہے ان کے عقائد کی بابت (یہاں روافض کے بعض عقائد کفریہ ذکر کرکے ہندیہ میں فرمایا کہ) یہ قوم ملّتِ اسلامیہ سے خارج ہے، اور ان کے احکام مرتدین جیسے ہوں گے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔ (ت)

اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح کسی ملّت و مذہب والے سے ہو ہی نہیں سکتا نہ مومنین سے نہ کفار سے نہ خود اسی کے ہم مذہبوں سے۔ ہندیہ میں ہے :

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط۔[2]

مرتد کو جائز نہیں کہ وہ مرتدہ، مسلمان یا کافرہ اصلیہ سے نکاح کرے، اور یونہی مرتد کو کسی بھی عورت سے نکاح جائز نہیں، جیسا کہ مبسوط میں ہے (ت)

تو ہندہ اگرچہ زید کی حیات ہی میں بلا اطلاق اُسی وقت اپنا عقد بکر سے کرلیتی جب بھی جائز و صحیح تھا۔ (جواب ناقص ملا)۔

مسئلہ ۱۸۱: از مارہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ محبوب علی صاحب ۱۰ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے شوہر زید کی حیات میں جس کی طلاق ثابت نہیں عمرو نامی سے بطور عاشقی کے دوسرے شہر میں جاکر عقد نکاح کیا، اس کے تھوڑے ہی دن بعد شوہر سابق مرگیا، بعد مرنے کے چار برس تک عورت عمرو کے قبضہ میں رہی بطور زوجہ۔ ایک روز باہم نا اتفاقی اور لڑائی کے عمرو نے عورت کو طلاق بائن دی اور کئی روز تک کہا کیا کہ میں نے طلاق دی، اور ایک جلسہ میں دس پانچ دفعہ کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی، اور پندرہ روز تک علیحدہ رہا۔ اب بباعث عشق باہمی کے عورت اور عمرو چاہتا ہے کہ پھر تجدید نکاح کی ہونی چاہئے، اور عذر کرتا ہے کہ جب بغیر طلاق شوہر سابق کے نکاح ہی نہیں ہُوا تو طلاق کیا چیز ہے اور عمرو مسجد میں مؤذن ہے، اہلِ اسلام اس کو تجدیدِ نکاح سے روک

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴
[2] " " باب فی المحرمات بالشرک " " ۱/۲۸۲

marfat.com

رہے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مرنے شوہر سابق اور گزرنے عدت سے وُہ نکاح ہی قائم ہوگیا کہ جس کی وجہ سے تیری زوجیت پانچ سال رہی ورنہ کیا آج تک تُونے اس سے حرام کیا ہم تجھ کو مسجد سے نکال دیں گے جب تک حلالہ نہ ہو جائے، جب تک نکاح جدید نہ ہو جائے عورت تجھ پر حرام ہے، اور علاوہ اس کے عمر غیر کفو بھی ہے۔ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں آیا نکاح تجدید کیا جائے یا بعد حلالہ کے عورت سے نکاح جائز ہوگا، اور اگر اُس عورت سے عمرو خلافِ شرع کوئی فعل کرے تو مؤذن بنانا چاہیئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اگر یہ امر واقعی ہے کہ زید کی حیات میں بے طلاق عورت نے عمرو سے نکاح کر لیا پھر بعد موتِ زید و انقضائے عدّتِ وفات عمرو کے ساتھ نکاحِ جدید نہ کیا بلکہ اُسی نکاح باطل پر قائم رہی تو وُہ ہرگز زن و شوہر نہ تھے بلکہ زانی و زانیہ تھے، طلاقیں کہ عمرو نے دیں محض لغو تھیں، حلالے کی کوئی حاجت نہیں، صرف نکاح از سرِ نو کر لینا کافی ہے جبکہ عمرو قوم یا مذہب یا پیشے وغیرہ میں عورت کے اولیاء سے ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے نکاح ہونا اولیائے زن کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو یا ایسا کم ہے تو عورت کے ولی نے پیش از نکاح عمرو کو ایسا جان کر اُس سے نکاحِ زنِ مذکور کی صریح اجازت دے دی یا عورت کوئی ولی رکھتی ہی نہ ہو، ان تینوں صورتوں میں نکاح ہو جائے گا ورنہ اگر عمرو ایسا کم رتبہ ہے اور عورت ولی رکھتی ہے اور ولی پیش از نکاح اس کی کم رُتبگی پر مطلع ہو کر اجازتِ نکاح نہ دے تو عورت کا عمرو سے نکاح کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ عمرو جب تک تائب ہو کر بحال جوازِ نکاح، نکاح نہ کرے یا عورت سے صاف جُدا نہ ہو جائے ہرگز مؤذن نہ بنایا جائے وُہ فاسق معلن ہے اور فاسق اس عہدۂ دین کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۲ از موضع کرگینا مرسلہ امام بخش علی بخش ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

مٹھو لوہار کی عورت بیوہ تھی ۱۴ مہینے سے، چند روز بعد کچھ عورتوں نے شناخت کیا کہ یہ حاملہ ہے، اُس سے دریافت کیا تو اُس نے کہا اپنی تنہائی میں زبردستی عظیم اللہ قوم نداف نے میرے ساتھ یہ کام کیا میں حاملہ ہُوئی، بعد کو لوگوں نے عورت کو بند کر دیا حفاظت اس کی کی، بعد کو جب لڑکا پیدا ہُوا تو نکال دیا وہ چلی گئی اور عظیم اللہ نے عوام میں مشہور کیا کہ لڑکا میرا ہے، بستی والوں نے اس کو بند کر دیا، عورت کو نکال دیا، اب اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

اُن کے لئے سخت سزا کا حکم ہے مگر یہاں کون سزا دے سکتا ہے یہی سزا کافی ہے کہ برادری سے خارج رکھے جائیں۔ رہا لڑکا اگر مٹھو کے مرنے سے دو برس بعد پیدا ہوا یا چار مہینے دس دن بعد عورت نے

marfat.com

اقرار کرلیا تھا کہ وُہ عدّت سے فارغ ہوگئی تو اِن دوصورتوں میں وہ لڑکا مجہول النسب ہے اور اگر عدّت سے فارغ ہونے کا اقرار نہ کیا تھا اور مٹھو کے مرنے سے دو برس کے اندر لڑکا پیدا ہُوا تو لڑکا مٹھو کا ہے وہ ندافِ جھوٹا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳ از رانچی محلہ اوپر بازار مرسلہ مولوی عبدالرب صاحب ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

اگر معتدۂ غیر سے بصورت لاعلمی کوئی شخص نکاح کرے اور تمتع کرے اور بصورتِ علم اس سے کنارہ[عہ] کیا یہ تمتع داخلِ زنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب

جبکہ اُسے معلوم نہ تھا اور جس وقت معلوم ہُوا فوراً جُدا کر دیا تو اس کے حق میں کسی طرح زنا نہیں، زنا ہونا درکنار اُس پر کوئی الزام بھی نہیں البتہ وُہ وطی واقع میں ضرور وطی حرام تھی اور اثم مرفوع، کما نصوا علیہ وذٰلک لان الجھل فی موضع الخفاء عذر مقبول (جیسا کہ اس پر نص ہے اور یہ اس لئے کہ پوشیدہ مقام پر جہالت عذرِ مقبول ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۴ از شہر مرسلہ نواب نثار احمد صاحب مورخہ ۳۰ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہُوا جو ایک موضع میں رہتا تھا وہاں کوئی طبیب نہیں ہے، پس اُس کی زوجہ ایامِ عدّت ہی میں بوجہ علالت اپنی دختر نیز اپنے بچوں خورد سال کے واسطے علاج کے کسی دُوسری جگہ جا سکتی ہے یا نہیں اور نبض کسی حکیم کو دکھا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

نبض بضرورت دکھا سکتی ہے اور دُوسری جگہ اس طور پر جا سکتی ہے کہ رات کا اکثر حصّہ شوہر ہی کے مکان میں گزارے، اور اگر اُسی مکان میں ممکن ہو تو یہ بھی حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۵ از ریاست فریدکوٹ ضلع فیروزپور پنجاب مرسلہ منشی محمد علی ارم ۶ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایامِ عدّت طلاق یا مرگ میں نکاح ہوجائے تو از خود فسخ ہے یا اعادۂ طلاق کی ضرورت ہوگی عدّت پہلی ہی رہی یا جدید، اور دانستہ ایسا نکاح پڑھانے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

عدّت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے مرد و زن دونوں پر اُس کا ترک فرض ہے مرد کہے میں نے اس

عہ کرم خوردہ تھا۔

marfat.com

نکاح کو ترک کیا خواہ عورت اُس سے کہہ دے، اور دونوں نہ مانیں تو حاکم شرع جبراً تفریق کر دے بس یہ ترک یا تفریق ہی کافی ہے طلاق کی حاجت نہیں، اس دوسرے شخص نے اگر اس سے قربت نہ کی تو عدت وہی پہلی ہے ورنہ دوسری بھی لازم آئی اور دونوں ایک ساتھ ادا ہوتی جائیں گی اخیر میں جو باقی رہے گی پُوری کرلی جائے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۶ از شہر محلہ بھوڑ مسئولہ شیخ ننھے ۹ رجب ۱۳۳۸ھ

ایک لڑکی جسے طلاق ہُوئے ایک مہینہ نہیں ہُوا تھا دوسری جگہ ایک حافظ سے نکاح ہُوا وہ پیش امام ہے، یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور اُس میں جو لوگ شریک ہُوئے اُن کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر وُہ لڑکی اپنے شوہر کی مدخولہ تھی اور حاملہ نہ تھی کہ اس مہینہ کے اندر بعد طلاق بچّہ پیدا ہوگیا ہو اُس کے بعد نکاح ثانی ہُوا ہو تو یہ دوسرا نکاح عدت کے اندر ہوا اور محض حرام حرام حرام ہُوا اور اس میں قربت خالص زنا، اگر جس کے ساتھ زنا ہُوا اُسے خبر تھی کہ یہ مطلقہ ہے اور ہنوز عدت نہ گزری جان کر نکاح کرلیا تو اشد فاسق و فاجر ہے، اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور اُسے امام بنانا گناہ۔ یونہی اگر معلوم نہ تھا اور اب معلوم ہوا اور فوراً جُدا نہ ہوگیا جب بھی اس پر یہی احکام ہیں، اور جو لوگ دانستہ اس حرام نکاح میں شریک ہُوئے اور کھایا پیا وُہ بھی سخت گنہگار ہُوئے اور وُہ حرام کھانے والے ہُوئے اُن سب پر بھی توبہ فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۷ از چھٹن شاہ ۲۸ رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قضائے الٰہی سے فوت ہوگیا اس کی عورت کو زید تین ہفتہ کے اندر لے گیا، زید رہنے والا دیس کا تھا اس لئے اس عورت سے نکاح کیا وہ عورت راضی نہیں تھی ایک ماہ کے اندر چلی آئی اب اس کا نکاح اور جگہ کیا جائے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

وُہ نکاح حرام محض ہُوا، پھر اگر زید نے اس سے صحبت نہ کی تو وفاتِ شوہر سے چار مہینے دس دن کے بعد نکاح کرسکتی ہے، اور اگر زید صحبت کرچکا تو اُن پر فرض ہے کہ جُدا ہوجائیں اور عورت تین حیض کا انتظار کرے، اگر تین حیض اسی چار مہینے دس دن کے اندر گزرجائیں تو چار مہینے دس دن کے بعد نکاح کرلے، اور اگر ابھی تین حیض اس جُدائی کے بعد نہ گزریں تو انتظار اس جُدائی کے بعد اور کرے کہ تین حیض پُورے ہوجائیں اس وقت دُوسرے سے نکاح کرے، درمختار میں ہے:

اذا وطئت المعتدۃ بشبھۃ وجبت عدۃ   اگر عدت والی مطلقہ عورت سے شُبہہ کی وجہ سے وطی

marfat.com

اُخری وقد اخلتا وعلیہا ان تتم العدۃ الثانیۃ ان تمت الاولیٰ۔[1] کرلی جائے تو اس عورت پر دوسری عدت ضروری ہے اور پہلی عدت کی بقیہ مدت دوسری میں شمار ہوجائیگی، اور اگر پہلی عدت ختم ہوچکی ہو تو پھر دوسری عدت پوری کرے۔ (ت)

مسئلہ ۸۸ ازموضع پستنوڑ تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ فدا حسین صاحب ۲۹ رمضان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عبدالرحمٰن نے مبلغ دوسوروپے مجھ سے لے کر بخوشی استعفا دے دیا اپنی بی بی کو، اب اس میں نکاح ابھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یا بعد عدت عورت کے، تین سال سے بیوی اپنی ماں کے مکان پر تھی اسی اثناء میں خاوند استعفا دے گیا۔

الجواب

جب تک عدت نہ گزرے نکاح تو نکاح نکاح کا پیام دینا حرام قطعی ہے، اور وہ روپیہ کہ دیا رشوت تھا، دینا لینا دونوں حرام تھا۔ عبدالرحمٰن پر لازم ہے کہ وہ روپیہ فدا حسین کو واپس دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۹ ازقصبہ بکسر الورن ڈاک خانہ رسولپور ضلع رائے بریلی مسئولہ عبدالوہاب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کہ اس کے شوہر نے عرصہ چار برس سے اس کو اپنے گھر سے نکال دیا ہے اور طلاق نہیں دی، اس اثناء میں وہ زنا سے حاملہ ہوچکی ہے اب اس کا شوہر انتقال کرگیا ہے مگر عدت پوری نہیں ہوئی ایسی حالت میں جبکہ وہ زنا کی مرتکب ہوئی ہے عدت کے اندر نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے، اور جب یہ حمل حیاتِ شوہر سے ہے شرعًا شوہر کا ہے اور جب تک وضع نہ ہو عدت ہی میں ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر[1]، وقال تعالٰی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ نکاح والے کی طرف ہی منسوب ہوگا اور زانی نسب سے محروم ہوگا۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: حمل والی عورتوں کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الفرائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۹
مسند احمد بن حنبل دارالفکر بیروت ۲/ ۴۰۹
[2] القرآن الکریم ۶۵/ ۴

marfat.com

مسئلہ ۹۰ ۷شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اور عمرو نے اس کے دوسرے دن یا اُسی دن ہندہ سے نکاح کرلیا، یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیانِ سائل سے ظاہر ہُوا کہ شوہر اوّل اس عورت سے خلوت کرچکا تھا کئی سال کے بعد طلاق دی اور عورت کو حمل نہ تھا پس یہ نکاح کہ قبل گزرنے عدّت کے دوسرے شخص سے ہوا اصلاً صحیح نہیں، ان دونوں پر فرض ہے کہ فوراً جُدا ہوجائیں۔

قال اللہ تعالٰی والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثة قروء[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مطلقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مثلاً زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دی، اُس نے بعد منقضی ہونے ایک ماہ یا دو ماہ کے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، یہ نکاح بدون انقضائے عدّت کے شخص اجنبی سے ہُوا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کو اس شخص سے دعوٰی مہر اور وراثت جائز ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)۔

الجواب

سائل مظہر کہ ہندہ معتدات بالحیض سے ہے پس صورتِ مستفسرہ میں اگر وُہ نکاح ایک مہینہ بعد ہُوا تھا تو بیشک فاسد کہ اس قدر مدت میں مضی عدت معقول نہیں، ہندہ ترکہ کی مستحق نہیں، اور مہر مسمی و مہر مثل سے جو کم ہوگا اُس قدر پائے گی، اور اگر مہر مسمی کچھ نہ تھا یا مجہول ہوگیا تو پُورا مہر مثل لازم آئے گا،

فی الدر المختار ویجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطئ لا بغیرہ ولم یزد علی المسمی لرضاھا بالحط، ولو کان دون المسمی لزم مھر المثل لفساد التسمیة بفساد العقد، ولو لم یسم او جھل لزم

درمختار میں ہے اور نکاحِ فاسد میں صرف وطی کی وجہ سے مہر مثل واجب ہوتا ہے وطی کے بغیر نہیں، پھر وُہ مہر مثل مہر مقررہ سے زائد نہ ہوگا کیونکہ عورت مقررہ کم مہر پر راضی تھی، اور اگر مہر مثل مقرر مہر سے کم ہو تو ایسی صورت میں مہر مثل ہی واجب ہوگا کیونکہ نکاح کے فساد کی وجہ سے مقررہ مہر فاسد ہوجاتا ہے، اور اگر مہر

---

[1] القرآن الکریم ۲ /۲۲۸

marfat.com

بالغا مابلغ[1] انتہی ملخصا و فیہ ایضا یستحق الارث برحم و نکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا[2] انتہی ملتقطا۔

مقرر نہ کیا گیا ہو یا مقدار معلوم نہ ہو سکے تو پھر مہر مثل جتنا بھی ہو وہی لازم ہوگا اھ ملخصا اور اسی میں ہے کہ وراثت کا استحقاق رشتہ اور صحیح نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا محض نکاح فاسد یا باطل کی بناء پر استحقاق وراثت بالاجماع نہ ہوگا اھ ملخصًا (ت)

اور جو بعد گزرنے دو مہینے یعنی ساٹھ دن کے ہُوا اور ہندہ دعوٰی کرے کہ تین حیض کامل اس وقت تک گزر چکے اور عدت منقضی ہو گئی تھی تو قول ہندہ بقسم معتبر ہوگا، اگر ورثا زوج ثانی اس کا خلاف گواہوں سے ثابت کردینگے تو حکم اس صورت کا بھی مثل صورت اولٰی کے ہے ورنہ جب ہندہ مضی عدت بحلف بیان کرے گی تو میراث و مہر دونوں پائے گی،

فی الدرالمختار قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا و الا تحتملہ المدۃ لا، لان الامین انما یصدق فیما لایخالفہ الظاہر، ثم لو بالشھور فالمقدار المذکور، ولو بالحیض فاقلہا للحرۃ ستون یوما[3]، واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے: بیوی نے کہا میری عدت ختم ہوچکی ہے اور خاوند اس کو جھُوٹا قرار دیتا ہے تو اگر مدت اتنی ہو جو عدت گزرنے کی گنجائش رکھتی ہے تو حلف لے کر عورت کی تصدیق کردی جائے گی، اگر وُہ مدت ایسی نہیں تو پھر عورت کی تصدیق نہ کیجائیگی کیونکہ کسی امین کی تصدیق ایسی صورت میں کی جاتی ہے جب ظاہر شواہد اس کے مخالف نہ ہوں پھر اگر عدت مہینوں کے حساب سے ہو تو تین ماہ عدت کے ہیں اور عدت حیض کے حساب سے ہو تو کم از کم آزاد عورت کے لئے ساٹھ دن مدت ہے (جس پر عورت کی تصدیق کی جائے گی) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲: از شہر کہنہ مسئولہ ننھے ۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو طلاق دی بعد طلاق تین یا چار یوم اُس کا نکاح اور جگہ ہوگیا اور ایک یا ڈیڑھ سال تک وہاں رہی بعد کو خاوند نے اُس کو نکال دیا اُس عورت نے تیسری جگہ نکاح کیا، اب یہ دریافت کرنا ہے کہ اُس عورت کا دوسرا نکاح جو بعد طلاق بعد چھ یا چار یوم ہُوا آیا جائز تھا یا

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۱

[2] درمختار کتاب الفرائض " " ۲/ ۳۵۲

[3] " باب العدۃ " " ۱/ ۲۵۸

marfat.com

ناجائز؟ اور تیسرا نکاح بھی اسی طرح جائز ہوا یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل بیان کرتا ہے کہ عورت پہلے خاوند کے پاس رخصت ہوکر رہ چکی تھی اس کے بعد طلاق ہوئی اور طلاق کے بعد دوسرے نکاح سے پہلے عورت کے کوئی بچہ پیدا نہ ہوا طلاق کے تین چار ہی دن بعد عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا اس شخص کو بھی یہ سب حال معلوم تھا کہ ابھی طلاق کو تین چار ہی دن ہوئے پس اس صورت میں عورت کا یہ دوسرا نکاح حسب اختیار بحرالرائق محض زنا ہوا یہاں اس کی لڑکی بھی پیدا ہوئی پھر اس دوسرے شخص نے نکال دیا اور عورت نے تین چار ہی دن کے بعد تیسرے شخص سے نکاح کرلیا، یہ تیسرا نکاح صحیح و جائز ہوا کہ اب پہلے نکاح کی عدت گزر چکی تھی اور دوسرا نکاح نکاح ہی نہ تھا نرا زنا تھا اور زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہ اس کے لئے عدت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی زوجہ کو اپنی ماں کہا اور ایک سال تک اسی زوجہ سے اس طور پر مفارقت رکھی کہ زوجہ کو اس کے والدین کے گھر بھیج دیا جب ایک سال گزر گیا تب زید نے بالفاظ صریح اپنی زوجہ کو طلاق دے دی، زوجہ نے بعد گزرنے ایک ہفتہ کے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، پس یہ نکاح قبل انقضائے عدت جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زوجہ کو ماں کہنا گناہ ہے مگر اس سے طلاق نہیں ہوتی،

کما نص علیه المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ثم العلامة الشامی فی ردالمحتار وقد قال تعالٰی وانهم لیقولون منکرا من القول وزورا[1] وفی الحدیث اختك هی فکره ذٰلك رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ونهی عنه[2]

جیسا کہ اس کو محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں پھر علامہ شامی نے ردالمحتار میں ذکر کیا ہے اور اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ یہ لوگ غلط اور جھوٹی بات کہتے ہیں، اور حدیث شریف میں بہن کہنے پر فرمایا: کیا یہ تیری بہن ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ناپسند فرماتے ہوئے یہی فرمایا اور اس سے منع فرمایا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲

[2] سنن ابوداؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۰۱

سنن الکبرٰی باب مایکرہ من ذالک دارصادر بیروت ۷/ ۳۶۶

marfat.com

توجس روز سے طلاق دی اُس دن سے مطلقہ ہُوئی اور پیش از انقضائے عدت نکاح قطعاً ناجائز حرام ہُوا اُن پر جُدا ہو جانا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۴ مرسلہ رفیع الدین صاحب مختار ۲۵ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاند بی بی کا نکاح بعمر گیارہ برس پیر خاں کے ساتھ ہُوا، چاند بی بی بعد نکاح حسبِ دستور اپنے شوہر کے گھر آئی، ایک دو روزہ کر ماں باپ کے گھر واپس گئی، بعد نکاح کے تین برس بعد بیوہ ہوگئی، مسمّاۃ مذکور کا نکاح ثانی عطا خاں کے ساتھ جس کی عمر چھ برس کی تھی بعد فاتحہ چالیسویں کے کردیا انتظار گزرنے عدت کا نہ کیا گیا، وقتِ نکاح ثانی چاند بی بی تخمیناً ۱۳، ۱۴ برس کی ہوگی، اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ بلا انتظار گزرنے عدت کے یہ نکاحِ ثانی جائز ہُوا یا نہیں؟ اور بیوہ کے بھائی اور ماں زندہ ہیں تو کس کی اجازت درکار ہے؟

الجواب

جو عورت آزاد کسی عقدِ صحیح سے کسی مسلمان کے نکاح میں ہو اور موتِ شوہر تک وُہ نکاح اپنی صحت پر باقی رہے، کوئی فساد اس میں عارض نہ ہو اور موتِ شوہر کے وقت عورت کو کسی طرح کا حمل ہونا ثابت نہ ہو تو عورت پر ہر حال میں خواہ مسلمہ ہو یا کتابیہ بالغہ ہو یا صغیرہ شوہر بالغ تھا یا صبی خلوت و رخصت ہوئی ہو یا نہیں بہرصورت چار مہینے دس دن کا انتظار لازم ہوتا ہے، اس مدت کے گزرنے سے پہلے اس کا نکاح حرام و ناجائز ہے۔

فی الدر المختار العدۃ (للموت اربعۃ اشھر و عشر) بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت (مطلقا) وطئت اولا، ولو صغیرۃ اوکتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنھا الا الحامل (ولو کان (زوجھا) المیت (صغیرا) غیر مراھق[1] اھ ملتقطا۔

درمختار میں ہے موت کی وجہ سے عدت چار ماہ دس دن ہے بشرطیکہ موت تک نکاح صحیح رہا ہو مطلقاً، یعنی وطی کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو، اگرچہ عورت نابالغہ ہو یا کوئی کتابیہ عورت مسلمان کے نکاح میں ہو اگرچہ وُہ مسلمان غلام ہی ہو سب کا حکم یہی ہے صرف حاملہ بیوی کی عدت اس سے الگ ہے، اگرچہ خاوند اس قدر چھوٹا ہو جو بلوغ کے قریب نہ ہو فوت ہوا ہو اھ ملتقطا۔ (ت)

---

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۶

marfat.com

سائل مظہر کہ چاند بی بی کا یہ دوسرا نکاح شوہر متوفی کے باپ نے اپنے بیٹے کی موت سے اکتالیسویں بیالیسویں دن اپنے دوسرے بیٹے صغیر السن کے ساتھ کردیا تو یہ نکاح از آنجا کہ دیدہ و دانستہ عدت کے اندر کیا گیا محض باطل ہُوا جسے نکاح ہی نہیں کہہ سکتے کما ذکرہ فی البحر وعنہ فی رد المحتار (جیسا کہ بحر میں اور اس سے ردالمحتار میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) چار مہینے دس دن موتِ شوہر سے گزرنے کے بعد چاند بی بی اگر بالغہ ہو تو اُسے خود ورنہ اُس کے ولی کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کردے، چاند بی بی کے اگر باپ دادا نہیں تو اُس کا جوان بھائی حقیقی ولیِ نکاح ہے اُس کے ہوتے ہوئے ماں کو اختیار نہیں والمسائل ظاھرۃ و فی الکتب دائرۃ (یہ مسائل ظاہر ہیں اور کُتب میں مذکور چلے آرہے ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۵ از احمد آباد متصل مسجد کانچ محلہ جمالپور مرسلہ مولٰنا عبدالرحیم صاحب ۳ صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تاریخ ۱۰ شعبان ۱۳۲۵ھ کو طلاق دی اور وُہ عورت مدخولہ بھاتھی اور زوج ثانی نے اُسی شعبان کی تاریخ ۲۹ کو نکاح کیا اور اُس نے اپنی زوجہ کو اپنے مکان میں ۱۰، ۱۲ دن رکھ کر اُس سے صحبت کی اس عرصہ میں اس کو حمل رہ گیا اب علماء نے اس کو فتوٰی دیا کہ نکاح عدّت کے اندر ہُوا ہے اس لئے فاسد ہُوا اب اُس نے شوال کی تاریخ ۲۴ یا ۲۵ کو پھر دوبارہ اُسی عورت سے نکاح کیا، اب یہ نکاح شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ شق ثانی میں زوج شرعًا کیا کرے؟ بیّنوا توجروا بیانا شافیا۔

الجواب

اگر عورت وقتِ طلاق حاملہ تھی اور ۲۹ شعبان کو جو زوجِ ثانی نے نکاح کیا اُس سے پہلے وضعِ حمل ہوچکا تھا تو وُہ نکاح صحیح ہُوا اور عدّت کے بعد ہی ہُوا دوبارہ نکاح کی حاجت نہ تھی، اور اگر عورت کا وقتِ طلاق حاملہ ہونا ثابت نہ تھا تو یہ دونوں نکاح کہ شخص دوم نے کئے ناجائز و باطل ہیں کہ دونوں عدّت کے اندر واقع ہُوئے، پہلے کا عدّت میں ہونا تو ظاہر کہ ۱۹ دن میں تین حیض نہیں گزر سکتے اور دوسرے کا یُوں کہ جب زنِ مطلقہ عدّت کے اندر حاملہ ہوجائے تو اب اُس کی عدّت اس حمل کے وضع تک ہوجاتی ہے، پس اس پر فرض ہے کہ عورت کو فورًا الگ کردے، اور یہ حمل جواب ظاہر ہوا ہے اُس کے وضع کا انتظار کرے، بعد وضع اُس سے نکاح کرسکتا ہے،

فی ردالمحتار عن النھر الفائق عن البدائع اعلم ان المعتدۃ لو حملت فی عدتھا ذکر الکرخی ان

ردالمحتار میں نہرالفائق سے منقول ہے انھوں نے بدائع سے نقل کیا کہ واضح رہے کہ عدّت والی دورانِ عدّت اگر حاملہ ہوجائے تو امام کرخی کے قول کے

marfat.com

عدتها وضع الحمل ولو يفصل، والذی ذکرہ محمد ان هذا فی عدة الطلاق اما فی عدة الوفاة فلا تتغیر بالحمل وهو الصحیح[1] اھ اقول ووجهه ظاهر ان عدة الوفاة بالاشهر والطلاق بالحیض والحیض یرتفع بالحبل فافهم، واللہ تعالٰی اعلم۔

مطابق اس کی عدت بچّے کی پیدائش تک ہے، امام کرخی نے اس کی تفصیل نہ فرمائی، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے جو ذکر فرمایا اس کے مطابق یہ حکم طلاق کی عدّت کا ہے لیکن اگر وفات کی عدت ہو تو پھر حمل کی وجہ سے اس کی عدّت چار ماہ دس دن ہی رہے گی اور وفات والی عدّت میں تبدیل نہ ہوگی۔ یہی صحیح مذہب ہے اھ اقول (میں کہتا ہوں) اس کی وجہ ظاہر کہ وفات کی عدت مہینوں کے حساب سے ہوتی ہے اور طلاق کی عدّت حیض کے حساب سے ہوتی ہے اور حیض حمل کی وجہ سے ختم ہوجاتا ہے، غور کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب العدّة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۴

marfat.com

بابُ الحِداد

(سوگ کا بیان)

مسئلہ ۹۶ مسئولہ محمد عنایت اللہ ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ

حضرت مولوی تسلیم عرض، وہ لڑکی کہ بیوہ ہوگئی ہے میں اُسے شاہجہان پور لے جانا چاہتا ہوں اس میں کیا حکم ہے؟ اور ایامِ عدتِ وفات میں عورت بضرورت بھی دوسرے مکان یا دوسری جگہ جاسکتی ہے یا نہیں؟ والسلام محمد عنایت اللہ۔

الجواب

تا ختمِ عدت عورت پر اُسی مکان میں رہنا واجب ہے، شاہجہانپور خواہ کسی جگہ لے جانا جائز نہیں، ہاں جس کے پاس کھانے پہننے کو نہیں اور اُسے ان چیزوں کی تحصیل میں باہر نکلنے کی ضرورت ہے کہ بغیر اس کے خورد و نوش کا سامان گھر میں بیٹھے نہیں کرسکتی تو وہ صبح و شام باہر نکلے اور شب اُسی مکان میں بسر کرے دوسرے مکان میں چلے جانا ہرگز جائز نہیں، مگر یہ مکان اس کا نہ تھا مالکانِ مکان نے جبراً نکال دیا یا کرایہ پر رہتی تھی اب کرایہ دینے کی طاقت نہیں یا مکان گر پڑا یا گرنے کو ہے یا اور کسی طرح اپنی جان یا مال کا اندیشہ ہے، غرض اسی طرح کی ضرورتیں ہوں تو وہاں سے نکل کر جو مکان اس کے مکان سے قریب تر ہو اس میں چلی جائے ورنہ ہرگز نہیں، درمختار میں ہے:

marfat.com

معتدة موت تخرج فی الجدیدین و تبیت اکثر اللیل فی منزلہا لان نفقتہا علیہا فتحتاج للخروج، حتی لوکان عندہا کفایتہا صارت کالمطلقة فلا یحل لہا الخروج فتح[1] اھ اقول فکذا اذا قدرت علی الکسب فی البیت من دون خروج فان المبیح ھی بالضرورة فحیث لاضرورة فلا اباحة وھذا واضح جدًا۔

موت کی عدت والی عورت ضرورت پر دن میں اور رات میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں ہی رہے کیونکہ اس نے اپنا خرچہ خود پورا کرنا ہے اس لئے وہ باہر نکلنے کی محتاج ہے حتی کہ اگر اپنی کفایت اور ضرورت کے لئے اس کے پاس نفقہ ہو تو یہ مطلقہ عورت کی طرح ہے اس کو باہر نکلنا حلال نہیں ہے۔ فتح اھ اقول (میں کہتا ہوں) یُونہی اگر وہ گھر میں رہ کر کوئی محنت کرکے اپنا خرچہ بنا سکتی ہے تو نکلنا حلال نہ ہوگا کیونکہ اس کا باہر نکلنا ضرورت کی بناء پر جائز ہُوا ہے اور جب ضرورت نہیں تو جواز بھی نہیں، اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ الا ان تخرج او ینہدم المنزل او تخاف انہدامہ او تلف مالہا اولا تجد کراء البیت و نحو ذٰلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

موت اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی گھر میں عدت گزاریں جس میں عدت واجب ہُوئی اور وہاں سے باہر نہ نکلیں اِلّا یہ کہ ان کو جبرًا نکالا جائے یا وُہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو، یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر تھا عورت میں کرایہ دینے کی طاقت نہ ہو یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں تو قریب ترین مکان میں منتقل ہوجائے، اور طلاق والی کو یہ حکم ہے کہ جہاں پر خاوند اسے سکونت دے وہاں رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۷ از بریلی محلہ شاہ آباد متصل چاہ کنکر مسئولہ سید منصور علی صاحب ۱۵ شوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت جس کا خاوند مرگیا وہ ایام عدت میں اپنے کسی استحقاق وراثت کے استحکام کے واسطے باہر گھر سے جاسکتی ہے یا نہیں، اور اگر باہر جائے تو کس قدر عرصہ تک اور اس کے باہر جانے سے اُس کے کسی حقوق میں فرق تو نہ آئے گا؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] و [2] درمختار باب الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۰

marfat.com

الجواب

سائل نے ظاہر کیا کہ عورت مسکینہ ہے پانچ روپے کی ایک معاش کہ اُس کے شوہر نے اُسے لکھ دی تھی صرف وہی پاس رکھتی ہے اور اہلکار کچہری کو کمیشن دے کر بلانے کی استطاعت اصلاً نہیں اور اگر نہ جائے تو وُہ جائداد اُس کے نام نہ ہوگی اور وُہ جگہ جہاں جانا چاہتی ہے اُس کے مکان عدّت سے صرف چھ میل دور ہے دن ہی دن میں جانا اور مکان میں واپس آنا ہو جائے گا رات یہیں آکر بسر کرے گی اگر بات یونہی ہے تو صورت مذکورہ میں اسے جانا اور دن کے دن واپس آکر رات مکانِ عدّت ہی میں بسر کرنے کی اجازت ہے۔ درمختار میں ہے:

معتدۃ موت تخرج فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلہا لان نفقتہا علیہا فتحتاج للخروج، حتی لوکان عندھا کفایتہا صارت کالمطلقۃ ولایحل لہا الخروج فتح، وجوز فی القنیۃ خروجہا لاصلاح لابد لہا منہ کزراعۃ ولاوکیل لہا۔[1]

موت کی عدت والی عورت ضرورت پر دن میں اور رات میں گھر سے نکلے اور رات کا اکثر حصہ واپس اپنے مکان ہی میں بسر کرے کیونکہ اس کا اپنا خرچہ خود اس کے ذمّہ ہے اس لئے وہ محتاج ہے کہ باہر نکلے، حتی کہ اگر اس کے پاس کفایت کے مطابق خرچہ موجود ہے تو پھر یہ مطلقہ عورت کی طرح ہے اس کو باہر جانا جائز نہیں ہے، فتح۔ اور قنیہ میں اسے اپنی ضروری اشیاء کی اصلاح کے لئے نکلنا جائز قرار دیا ہے، مثلاً زراعت کی نگرانی کرنی ہے اور اس کا کوئی وکیل نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی النہر ولابدان یقید ذٰلک بان تبیت زوجہا۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

نہر میں کہا ہے یہاں یہ قید ضروری ہے کہ رات کو خاوند والے گھر واپس آئے اور وہاں رات گزارے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۸: ازشہر روہیلی ٹولہ بریلی مسئولہ مسیت خاں ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید فوت ہُوا اس کی زوجہ کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتی اور نہ کوئی شخص ورثاء و متعلقین متوفی سے اُس کے نان و نفقہ کا متکفل ہو بلکہ اشخاص مذکور کی جانب سے چور شارب الخمر تارک الصلوٰۃ قمار باز ہیں و نیز دیگر امور خلاف شریعت کے مرتکب رہتے ہیں نسبت مسماۃ مذکور کے انعدام عصمت و اتلاف مال و دیگر قسم کے

---

[1] درمختار باب الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۰

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۲۰

marfat.com

فسادات کا اندیشہ کامل وقوی ہے ایسی صورت میں مسماۃ مذکورہ کو مکان مسکونہ اپنا چھوڑ کر کسی دوسری جگہ پر ایام گزاری عدت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

عدتِ موت کا نفقہ کسی پر نہیں ہوتا خود اپنے پاس سے کھائے پاس نہ ہو تو دن کو محنت و مزدوری کے لئے باہر جا سکتی ہے، چار مہینے دس دن وہیں گزارنا فرض ہے، اللہ عزوجل کے ادائے فرض میں حیلے نہ کئے جائیں واللہ یعلم المفسد من المصلح (اللہ تعالٰی مفسد اور مصلح کو جانتا ہے۔ ت) اگر اندیشہ واقعی وصحیح ہے بذریعہ حکومت بندوبست کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹ از پرانا شہر روہیلی ٹولہ بریلی مرسلہ احمد اللہ خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ قوم حجام سے ہے اور ہمیشہ سے بوجہ پیشہ حجامی باہر نکلتی ہے، ایسی صورت میں اُس کو با یامِ عدت دن میں اور شب میں باہر نکلنا جائز ہے یا نہیں؟ اور قیامِ شب دُوسرے مکان پر کرسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل کے بیان سے معلوم ہُوا کہ یہ عدت موت کی ہے، پس اگر عورت کے پاس اتنا مال ہے کہ چار ماہ دس دن گھر بیٹھ کر کھائے جب تو اُسے نکلنا بالکل جائز نہیں ورنہ جتنے دنوں کھانے کا سامان پاس رکھتی ہے اُتنے دنوں اُسے گھر بیٹھ کر کھانا لازم، اور پھر نکلنا جائز، رات اپنے گھر گزارے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۰ از شہر بریلی ۳۰ رمضان ۱۳۳۶ھ

زید فوت ہُوا، ایک زوجہ حاملہ اور ایک لڑکا اور دو لڑکیاں نابالغ چھوڑیں، وُہ ایک غریب آدمی تھا جس کے رہنے کو مکان بھی نہ تھا کرایہ کا مکان تھا مکان والے کا دو مہینہ کا کرایہ چاہئے وہ کہتا ہے کہ کرایہ دو یا مکان خالی کرو، زوجۂ زید کے پاس نہ کھانے پینے کو کچھ ہے اور نہ کرایۂ مکان ادا کرنے کو، ایسی حالت میں زوجۂ زید اندر میعاد عدت کے وُہ مکان جس میں زید فوت ہُوا چھوڑ کر اپنی ماں کے گھر جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

جہاں سے ممکن ہو کرایہ ادا کرے اور عدت کے دن وہیں گزارے،

امرت بہ السائلۃ وھی ام المتوفی عنہا زوجھا فرضیت فعلمت انھا قادرۃ وانما ذٰلک احتیال

جس کا خاوند فوت ہوگیا تھا یہ بات میں نے اس کی ماں سے کہی وہی سائلہ تھی تو اس بات پر وُہ راضی ہوگئی تو میں نے معلوم کرلیا کہ عورت کرایہ اور نفقہ پر

marfat.com

للانتقال وکم جربنا مثل ذٰلك۔

قادر ہے، اور یہ بیان منتقل ہونے کا ایک بہانہ تھا اس بات کا تجربہ بارہا ہم کرچکے ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وھی فی دار باجرۃ قادرۃ علی دفعھا فلیس لھا ان تخرج بل تدفع[1]

اگر موت کی عدت والی کسی کرایہ کے مکان میں ہو اور کرایہ دینے پر قادر ہو تو اس کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں بلکہ کرایہ ادا کرے (ت)

درمختار میں ہے،

تعتدان معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ الاان تخرج اوینھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالھا اولا تجد کراء البیت و غیر ذٰلك من الضروریات فتخرج لاقرب موضع الیہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

موت اور طلاق کی عدت والی عورتوں کو گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں اسی مکان میں عدّت بسر کریں جہاں عدّت واجب ہوئی ہے الّا یہ کہ ان کو جبرًا نکالا جائے یا وہ مکان گرجائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو، یا مکان کرایہ پر تنہا عورت، کرایہ دینے کی طاقت نہ رکھتی ہو، یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں جن سے مجبور ہو تو قریب ترین موضع میں منتقل ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۱ یہ چند مسائل محمد مبر خاں صاحب پیلی بھیت کو ارسال فرمائے گئے۔ بتاریخ ۴ شعبان المعظم

عدّت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں: ہر قسم کا گہنا یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی، مہندی، سُرمہ، عطر، ریشمی کپڑا، ہار پھول، بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو، سر میں کنگھی کرنا، اور اگر مجبوری ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے جس سے فقط بال سُلجھالے پٹی نہ جھکالے۔ پھُلیل، میٹھا تیل، کُسم، کیسر کے رنگے کپڑے، یُونہی ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہو اگرچہ پڑیا گیرو کا، چُوڑیاں اگرچہ کانچ کی، غرض ہر قسم کا سنگار ختم عدّت تک منع ہے۔ چارپائی پر سونا، بچھونا سونے یا بیٹھنے میں بچھانا منع نہیں۔

مسئلہ ۱۰۲ از میونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ درمیان عدت کے عورت سے واسطے کرنے نکاح کے دریافت

---

[1] ردالمحتار باب الحداد داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۲۰

[2] درمختار ″ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۰

marfat.com

کرنا کیسا ہے ؟

الجواب

عدت میں نکاح کا پیام دینا بھی حرام ہے اور اگر پیام نہیں، مثلاً اُس کے گھر والے دریافت کریں کہ نکاحِ ثانی کا ارادہ ہے یا کیا، تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳ از شہر متصل جامع مسجد پیارے میاں معرفت عنایت خاں ۴ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ باہر تھی اور خبر انتقال شوہر سُن کر آئی اور ایک مکان میں قیام کیا جس میں بیٹھک ہے اور ایک دروازہ صدر ہے لہذا ایام عدت میں بیٹھک سے مکان میں جا سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ عورت گوالیار میں تھی اور وہاں سے آئی، شوہر کا مکان گاؤں میں، یہ وہاں نہ گئی بلکہ شہر میں ایک غیر شخص کے یہاں ٹھہری، اس کی بیٹھک اور زنانخانہ کا کیا پوچھنا اُسے سفر کرکے آنا حرام تھا اور غیر شخص کے یہاں ٹھہرنا حرام تھا، بیٹھک ہو یا زنانخانہ اُسے حکم ہے کہ شوہر کے مکان میں عدت پوری کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴ ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مر گیا حالتِ نابالغی میں، عمر ۱۴ یا ۱۵ برس کی تھی، زوجہ اس کی ہندہ ۱۲ سال کی، کوئی علامت بلوغت کی نہ تھی، بعد مرنے زید کے تین روز کے بعد زید کا باپ زید کی زوجہ کو اپنے مکان کو لے گیا موضع سوڑا میں، اور وہاں لے جا کر ہندہ سے اسٹامپ لکھایا معافیِ مہر کا، دو چار روز رہ کر پھر اُسی مکان پر آگیا جہاں زید کا انتقال ہُوا تھا وُہ مکان زید کی نانی کا تھا، اب زید کا باپ ہندہ کے باپ کو ہندہ کو دیکھنے نہیں دیتا، کہتا ہے بعد عدت یا عدت کے اندر میں ہندہ کا نکاح اپنی رائے سے کردوں گا اور ہندہ بیمار ہے جاڑا بخار آتا ہے، ہندہ کے باپ کو صدمہ ہوتا ہے کہ میں اُس کا علاج کروں لیکن زید کا باپ نہیں بھیجتا نہ دیکھنے دے ہندہ کے کسی رشتہ دار کو نہیں دیکھنے دیتا، ہندہ کا باپ کہتا ہے کہ شریعت محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں بدلنے مکان کے وہی قید باقی رہی ہندہ کے ذمہ یا بدل گئی کیونکہ زید کا باپ ہندہ کو اس مکان سے اور مکان میں لے گیا دو چار روز رکھا اب ہندہ کا باپ چاہتا ہے کہ شریعت اجازت دے تو میں ہندہ کو اپنے مکان پر لے آؤں اس وجہ سے کہ ہندہ کو زید کے سامنے تکلیف پہنچاتا تھا اب تو اور بھی زیادہ تکلیف پہنچتی ہے ہندہ کو، لہذا سوال کا جواب عنایت فرمایا جائے، زید کی نانی کے مکان سے زید کے باپ

marfat.com

کا مکان چار کوس ہے۔

الجواب

عدت کے اندر اُسے دوسری جگہ لے جانا حرام تھا اور جب تک وہاں رکھا یہ بھی حرام ہوا مگر اس سے عدت جاتی نہ رہی موت سے چار مہینے دس دن تک شوہر ہی کے مکان پر رہنا پڑے گا اگر وُہ نابالغہ ہے تو اس کے معاف کئے سے مہر معاف نہیں ہوسکتا اور عدت کے اندر تو کوئی اُس کا نکاح نہیں کرسکتا جو کرے گا باطل محض ہوگا عدت کے بعد ہندہ کے باپ کو اس کے نکاح کا اختیار رہے پدرِ زید کو کچھ اختیار نہیں اگر یہ کردے گا پدرِ ہندہ کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر وُہ رد کردے فوراً رَد ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۵ ۱۶ شوال ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور وُہ غیر شہر میں جس مکان میں اُس کا شوہر سکونت رکھتا تھا عدت میں ہے، لیکن بسبب نادانی اور غیر محرم کے وحشتناک ہو کر چاہتی ہے کہ والدین کے مکان میں جاکر رہوں، آیا اس کو شرع اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اوّلاً یہاں شرعاً واقعی عذرِ سچی مجبوری دیکھی جاتی ہے واللہ یعلم المفسد من المصلح (اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے۔ ت) خدا ہر ایک کا نہاں وعیاں سب جانتا ہے اگر ایامِ عدت تک وہاں رہنے میں کوئی خوفِ صحیح و اندیشہ واقعی ہندہ کے مال یا جان یا ناموس پر نہیں، کوئی ضررِ صحیح وہاں اتنے دن گزارنے میں نہیں یا ہے تو اُس کا علاج اُسے ممکن ہے مثلاً اُس کے بعض اعزّہ محارم اُس کے پاس رہ سکتے ہیں یا قابلِ اعتماد عورات کو ساتھ کے لئے رکھ سکتی ہے اگرچہ اُجرت دے کر، تو اُسے ہرگز اجازت نہیں ہوسکتی، خوف میں شاید اور عجب نہیں کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ خوفِ صحیح منشاءِ صحیح سے ناشئ ہونا چاہئے نہ اُس وحشت کا کچھ اعتبار جو کم عمری کا لازمہ ہے خصوصاً ایسے غم کی حالت میں جب تک وُہ ایسی شدت پر نہ ہو جس سے نقصان صریح عقل وغیرہ پر پہنچنے کا خطرہ ہو۔

ثانیاً اور اگر واقعی حالتِ مجبوری ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس مکان سکونت سے قریب تر کون سا مکان ایسا ہے جس میں وُہ اندیشہ و خطرہ نہ ہو، اگر اُسی شہر میں کوئی دوسرا مکان قابلِ اطمینان اپنے کسی عزیز کا ہو تو وہاں چلی جائے، شہر سے باہر جانے کی اجازت نہیں بلکہ وہیں دو محلوں میں دو مکان قابلِ اطمینان ہوں ایک دُور ایک پاس، تو دور والے میں جانے کی اجازت نہیں، اور اگر اس شہر میں نہ ہو مگر دوسرے شہر کہ بہ نسبت شہرِ والدین اور اس شہرِ سکونت سے قریب تر ہے میں کوئی مکان قابلِ اطمینان ہے تو وہیں جائے، ہاں اگر

marfat.com

سب صورتیں معدوم ہوں تو البتہ بحالت ضررِ صریح ومجبوری محض اجازت ہے۔ درمختار میں ہے:

تعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ الا ان تخرج اوینھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالھا اولا تجد کراء البیت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج[1]۔

موت اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی مکان میں عدت گزاریں جس میں عدت واجب ہوئی ہو، اور وہاں سے منتقل نہ ہوں الّا یہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گرجائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر ہو اور عورت کرایہ نہ پائے، اور دیگر ایسی ضروریات کی وجہ سے مجبور ہو تو قریب ترین مکان میں منتقل ہوجائے، اور طلاق والی کو یہ حکم ہے کہ جہاں خاوند انتظام کرے وہاں رہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

المعتدۃ اذا کانت فی منزل لیس معھا احد وھی لاتخاف من اللصوص ولا من الجیران ولکنھا تفزع من امر البیت ان لم یکن الخوف شدیدا لیس لھا ان تنتقل من ذلك الموضع، وان کان الخوف شدیدا کان لھا ان تنتقل کذا فی فتاوٰی قاضی خاں[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

عدت والی عورت جب کسی ایسے مکان میں ہو کہ وہاں اس کے ساتھ کوئی نہ رہتا ہو اور چوروں یا پڑوسیوں سے خائف نہ ہو لیکن وہ عورت رات کو ڈرتی ہو، اگر یہ ڈر شدید نہ ہو تو عورت کو وہاں سے منتقل ہونا جائز نہیں، اور اگر یہ ڈر شدید ہو تو پھر منتقل ہونا جائز ہے۔ فتاوٰی قاضیخان میں ایسے ہی مذکور ہے ۔۔۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار | باب الحداد | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۶۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ | الباب الرابع عشر فی الحداد | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۵۳۵

marfat.com

باب زوجۃ المفقود

(مفقود الخبر کی زوجہ کا حکم)

مسئلہ ۱۰۶

زوجۂ[ع۱] مفقود کے لئے چار برس کی مہلت کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے، جمہور ائمہ کرام اس کے خلاف پر ہیں، ادھر قرآن عظیم صاف صاف ارشاد فرما رہا ہے: والمحصنٰت من النسآء[1] تم پر حرام ہیں وہ عورتیں جو دوسرے کے نکاح میں ہیں۔ اس عورت کا نکاح مفقود میں ہونا تو یقیناً معلوم، اور چار برس کے بعد اس کی موت مشکوک وموہوم، کیا آدمی اتنی مدت میں خواہ مخواہ مر ہی جاتا ہے یا اس کی مرگ پر ظن غلبہ کرتا ہے، یہاں تک کہ خود علماءِ مالکیہ رحمہم اللہ تعالٰی اقرار فرماتے ہیں کہ اس چار سال کی تقدیر پر سوا تقلید امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں، نہ ہرگز نظر فقہی اس کی مساعد،

کما نقل العلامۃ الزرقانی فی شرح المؤطا	جیسا کہ علامہ زرقانی نے شرح المؤطا میں کافی سے نقل کیا کہ یہ
عن الکافی انھا مسئلۃ قلدنا فیھا	وہ مسئلہ ہے جس میں ہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ع۱: یہ مضمون مسئلہ از اجین تک مولوی ضیاء المصطفٰی صاحب نے کسی رسالہ سے نقل کرکے دیا اور مولانا عبدالرؤف صاحب مرحوم نے شامل کیا ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

marfat.com

عمر ولیست مسئلۃ النظر[1] کی تقلید کی ہے اور یہ نظری مسئلہ نہیں ہے (ت)

اور تمام ائمہ کا اجماع کہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا، ولہذا خود ائمۂ مالکیہ در بارۂ مال اس تقدیرِ چار سال کے قائل نہ ہوئے، حالانکہ یہ نہایت مستبعد ہے کہ آدمی مہلت چار سال کے بعد حقِ زوجہ میں مُردہ ٹھہر کر اس کا مال ورثا پر تقسیم نہ ہو، فاضل ابراہیم شرح انوار اردبیلی میں لکھتے ہیں:

نقض حکمہ لمخالفتہ القیاس الجلی اذلایجوز ان یکون حیًا فی مالہ ومیتا فی حق زوجۃ[2]

قاضی کا حکم کالعدم قرار دیا جائے گا کہ یہ ظاہر قیاس کے خلاف ہے کیونکہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ مفقود شخص کو مال کے حق میں زندہ اور بیوی کے حق میں مردہ قرار دیا جائے۔ (ت)

تو نصِ قطعی وقضیۂ یقینی کے خلاف ایک موہوم بات پر کہ حقِ مال میں بالاتفاق مقبول نہیں، کیونکر زنِ زید نکاحِ عمرو میں آسکتی ہے۔ ادھر احادیثِ حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس مذہب کا کہیں پتا نہیں، بلکہ حدیث آئی ہے تو ہمارے ہی موافق آئی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرأۃ المفقود امرأتہ حتی یأتیھا البیان[3] رواہ الدارقطنی فی سننہ عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ۔

مفقود کی عورت اسی کی عورت ہے یہاں تک کہ اس کی موت کا حال ظاہر ہو۔ (اس کو دارقطنی نے اپنی سُنن میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

امیر المومنین مولی المسلمین حضرت سیدنا علی المرتضٰے وکنیف العلم سید الفقہاء سند الائمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہماری ہی طرف ہیں رواہ عنہما عبد[4] الرزاق فی مصنفہ (اس کو عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں دونوں حضرات علی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) اور قوت بر قوت یہ کہ امیر المومنین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کہ پہلے قائل چار سال کے تھے بلکہ وہی پہلے قائل چار سال کے ہوئے بعدہٗ قولِ حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی طرف رجوع فرمایا،

کما ذکرہ فقیہ الکوفۃ ابن ابی لیلی رحمہ اللہ جیسا کہ اس کو فقیہ الکوفہ ابن ابی لیلٰی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک عدۃ التی تفقد زوجہا المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۳/ ۲۰۰

[2] شرح الانوار فصل القسم الثانی عدۃ الوفاۃ مطبعۃ الجمالیہ مصر ۲/ ۲۱۲

[3] سُنن الدارقطنی باب المہر حدیث ۲۵۵ نشر السنۃ ملتان ۳/ ۳۱۲

[4] مصنف عبدالرزاق باب التی لاتعلم مہلک زوجہا حدیث ۱۲۳۳۰ مجلس علمی بیروت ۷/ ۹۰ و ۹۱

marfat.com

تعالیٰ نقلہ المحقق فی الفتح[1] نے ذکر فرمایا، یہ فتح القدیر میں محقق سے منقول ہے (ت)

تو وُہ دلیل کہ مالکیہ کو اس قول پر حاصل تھی یعنی تقلید فاروقی وہ بھی نہ رہی۔ اسی طرح حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ارشد تلامذۂ امام مالک ہیں پہلے قولِ امام مالک کے قائل تھے پھر ہمارے ہی قول کی طرف رجوع لائے، اور وہی ان کے مذہب میں راجح قرار پایا،

کما فی میزان الشریعۃ الکبری، ورحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ وھذا لفظھما اختلفوا فی زوجۃ المفقود فقال ابوحنیفۃ والشافعی فی الجدید الراجح واحمد فی احد روایتیہ لاتحل للازواج حتی تمضی مدۃ لایعیش فی مثلھا غالبًا[2]

جیسا کہ میزان الشریعۃ الکبری اور رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ میں ہے، یہ الفاظ دونوں سے منقول ہیں کہ مفقود کی بیوی کے متعلق فقہاء نے اختلاف کیا ہے، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے جدید راجح قول اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق اس کو دوسرا نکاح حلال نہیں حتی کہ گم شدہ اتنی عمر میں غالب طور پر زندہ نہ رہ سکے۔ (ت)

بلکہ جمہور ائمہ شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ تو یہاں تک اس سے اختلاف رکھتے ہیں کہ اگر قاضی مہلت چارسالہ کے بعد تفریق کردے تو اس کی قضا توڑ دی جائے کہ اس نے دلیل صریح کے خلاف حکم کیا، امام نورالدین یوسف بن ابراہیم اردبیلی شافعی کتاب الانوار لعمل الابرار میں فرماتے ہیں:

لوحکم حاکم بانھا تتربص اربع سنین فتعتد عدۃ الوفاۃ ثم تنکح و تربصت وحکم ثانیا بالفرقۃ واعتدت و نکحت نقض حکمہ الا اذا بان انہ کان میتا وقت الحکم[3]

اگر کسی حاکم نے یہ فیصلہ دیا کہ وُہ چار سال انتظار کے بعد وفات کی عدت پُوری کرے اور پھر کسی سے نکاح کرے، چنانچہ فیصلہ کے مطابق اگر عورت نے چار سال انتظار کیا اور اس حاکم نے فرقت کا نیا حکم دے دیا اور اس کے بعد عورت نے عدت گزار کر نکاح کرلیا تو قاضی کا یہ حکم کالعدم قرار پائے گا الّا یہ کہ واضح ہوجائے کہ قاضی کے مذکورہ فیصلے کے وقت گمشدہ شخص فوت ہوچکا تھا۔ (ت)

اسی میں ہے:

---

[1] فتح القدیر کتاب المفقود مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۳۷۲

[2] المیزان الکبری کتاب العدد والاستبراء مصطفی البابی مصر ۲/۱۳۶
رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ کتاب العدد مطابع قطرالوطنیۃ الدوحۃ قطر ص ۳۱۲

[3] الانوار لاعمال الابرار فصل القسم الثانی عدۃ الوفاۃ مطبعۃ الجمالیہ مصر ۲/۲۱۲

marfat.com

لوقضی قاض بصحة نکاح زوجة المفقود بعد اربع سنین و مدة العدة نقض حکمه[1] اھ ملخصًا۔

اگرکسی قاضی نے مفقود کی بیوی کے متعلق چار سال انتظار اور اس کے بعد عدت پوری کرکے نکاح کی صحت کا فیصلہ دیا تو اس کا حکم کالعدم ہوگا اھ ملخصًا (ت)

شرح انوار میں ہے:

لمخالفته القیاس الجلی فی جعل المفقود میتا فی النکاح دون المال وما جزم به المصنف ھو الذی علیه الاکثرون کما یعلم من کلام الرافعی[2] ھنا الخ۔

یہ قیاس جلی کی مخالفت کی وجہ سے کہ مفقود کو نکاح کے حق میں مُردہ اور مال کے حق میں زندہ قرار دیا جائے، اور مصنّف نے جس پر جزم فرمایا وُہ ہے جس پر اکثر ائمہ نے اعتماد فرمایا جیسا کہ یہاں امام رافعی کے کلام سے معلوم ہورہا ہے الخ (ت)

توجو اس قول کے قائل تھے ان پر بھی اس کا ضُعف ظاہر ہُوا جب تو اس سے رجوع کرتے آئے اور قول ضعیف پر حکم وفتوٰی دینا جہل ومخالفتِ اجماع ہے۔

فی الدر المختار، حاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحه انه لافرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم به وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق الاجماع[3]۔

درمختار میں ہے، شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں جو ذکر فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ مفتی اور قاضی کا یہاں کوئی فرق نہیں ماسوائے اس کے کہ مفتی حکم کی خبر دیتا ہے اور قاضی اس کو نافذ کرتا ہے جبکہ مرجوح قول پر فتوٰی اور فیصلہ جہالت ہے اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)

پھر معاملہ بھی کون سا معاملہ فروج جس میں شریعتِ مطہرہ کو سخت احتیاط ملحوظ، یہاں تک کہ باآنکہ اصل اشیاء میں اباحت وحلّت ہے، فروج میں اصل حرمت ٹھہری، تو ایسے امر میں ایسے قول کی طرف اپنا ایسا قوی ومدلل مذہب چھوڑ کر جانا کیسی کُھلی بے احتیاطی ہے۔ رہا دعوٰی ضرورت، اس کا حال یُوں کُھلتا ہے کہ ہندوستان کی نوجوان عورتیں جو بیوہ ہوجاتی ہیں باآنکہ انھیں شرعًا نکاحِ ثانیہ کی اجازت ہے اپنی ایک جھُوٹی رسم کی پیروی میں عمر بھر بیٹھی رہتی ہیں اس وقت نہ انھیں ضرورت سُوجھتی ہے نہ یہی خیال آتا ہے کہ جوانی کیونکر کٹے گی نہ یہ کہ نان ونفقہ کہاں سے

---

[1] الانوار لاعمال الابرار کتاب ادب القضاء الطرف السابع فی الاشہاد الخ مطبعۃ الجمالیہ مصر ۲/ ۴۱۳ و ۴۱۴

[2] شرح الانوار " " " " " " " " " " ۲/ ۴۱۳

[3] درمختار رسم المفتی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵

marfat.com

ملے گا مگر خاوند مفقود ہو کر یہ سب دعوی ہجوم کرتے ہیں، اگر ضرورت کا دعوٰی سچّا ہے تو وہاں صبر کیونکر ہوتا ہے اور جب وہاں کیا جاتا ہے، حالانکہ قطعاً بے شوہر، اور ازواج کے لئے حلال ہیں تو یہاں صبر کیوں نہیں کیا جاتا کہ یقیناً شوہر دار تھیں اور موتِ شوہر ثابت نہیں ہُوئی مگر یہ ہے کہ جہّال کے نزدیک رسم کا اتباع حکم کے اتباع سے زیادہ اہم ہے، یہاں حیلے تلاش کئے جاتے ہیں کہ کسی مذہب میں کوئی راستہ نکلے اگرچہ اپنے مذہب میں نرا حرام ہو، وہاں رسم نہیں چھوڑی جاتی اگرچہ چاروں مذہب میں کھلی حلت ہے، اللہ عزّوجل مسلمانوں کو ہدایت فرمائے۔ بات یہ ہے کہ نفس کی باگ جب نرم کیجئے دبالیتا ہے۔ اس وقت ضرورت، حاجت، معذوری، مجبوری، سُوجھتی ہے اور باگ جب کرّی کیجئے دب جاتا ہے۔ اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ جوشش نرا دعوٰی ہی دعوٰی تھا۔ حدیث میں حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استغنٰی باللہ اغناہ اللہ ومن استعف اعفّہ اللہ۔[1] رواہ الامام احمد والنسائی والضیاء عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو اللہ عزّوجل کے بھروسا پر خلق سے بے پروائی کریگا اللہ تعالٰی اسے غنی کردے گا، اور جو سچّے دل سے پارسا بننا چاہے گا اللہ تعالٰی اسے پارسا بنادے گا۔ (اسے امام احمد، نسائی اور ضیاء نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

جنھیں نکاح پر قدرت نہ ہو ان کا علاج صحیح حدیث میں روزے رکھنا ارشاد ہوا ہے:

من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔[2] رواہ احمد والستۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وسوق الحدیث وان کان فی الرجال فالنساء شقائقھم[3] بعضکم من بعض۔

جو نکاح پر قدرت نہ رکھے اس کو روزہ لازم ہے کیونکہ یہ اس کے لئے شہوت سے رکاوٹ ہے۔ اس کو امام احمد اور ائمہ ستّہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، اور حدیث کے یہ الفاظ اگرچہ مردوں کے بارے میں ہیں، تو عورتیں وہ مردوں کی طرح ہیں اور تم آپس میں ایک دوسرے کی طرح ہو۔ (ت)

بلکہ احتیاجِ نفقہ کے عذر کو غور کیجئے تو وہ بھی اسی عذر جوانی کے ساتھ ہے جس کا علاج حدیث میں ارشاد ہو گیا۔

---

[1] سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب الالحاف فی المسئلۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۶۳

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۱/ ۴۲۴

[3] جامع الترمذی ابواب الطہارۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۶

marfat.com

رسن رسیدہ عورتیں جن کے شوہر مرتے یا مفقود ہوجاتے ہیں انھیں تلاشِ نفقہ کے لئے فکرِ نکاح نہیں ہوتی وُہ کیونکر بسر کرتی ہیں اور یہ حالت بیوگی تو ہند کی نوجوانیں بھی اسی حال میں شریک ہیں، وہاں خدا جانے شانِ رزاقی خاوند میں کیوں نہیں منحصر ہوجاتی، لُطف یہ ہے کہ یہاں تقلیدِ امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا دامن پکڑا جاتا ہے، جاہل لوگ ان کا مذہب یہ سمجھتے ہیں کہ مرد کو گمے چار برس گزرے اور عورت کو یونہی عدت بیٹھ کر نکاح حلال ہوگیا۔ حاشا یہ ان کا مذہب نہیں بلکہ وُہ یہ فرماتے ہیں کہ عورت قاضی شرع کے حضور دعوٰی پیش کرے، قاضی بعد ثبوتِ مفقودی کہ اس کی خبر ملنے سے بالکل ناامیدی ہوگئی ہو اب چار برس کی مدت اپنے حکم سے مقرر کرے، اس مدت میں بھی پتا نہ چلے تو پھر قاضی تفریق کردے، اس کے بعد عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے اور شوہروں کے لئے حلال ہوجائے۔ حضورِ قاضی میں رجوع لانے سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں تو اُن کا اصلاً اعتبار نہیں۔ علامہ زرقانی مالکی شرح مؤطائے امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں :

قول مالك لو اقامت عشرين سنة ثم رفعت يستأنف لها الاجل[1]

امام مالک کا قول ہے کہ اگر عورت بیس سال بھی گزار چکے اور بعد میں قاضی کے ہاں معاملہ پیش کرے تو بھی قاضی اس کے لئے نئی مہلت مقرر کرے گا۔ (ت)

اسی میں ہے :

قول مالك ايضًا تستأنف الاربع من بعد اليأس وانها من يوم الرفع[2]

امام مالک کا یہ بھی قول ہے کہ ناامیدی کے بعد چار سال کی نئی مہلت مقرر کی جائے گی اور اس مہلت کی ابتداء قاضی کے ہاں معاملہ پیش ہونے کے بعد ہوگی (ت)

اب کہئے اگر قولِ امام مالک ہی پر عمل کیجئے تو اوّل تو یہاں قاضی مالکی کہاں! اور قاضی حنفی اپنے خلافِ مذہب کیوں حکم دینے لگا! اور دے بھی تو اس کے نفاذ میں دقتیں ہیں، اور نافذ ہو بھی جائے تو ابھی ساڑھے چار برس پڑے ہیں یہ کیونکر کٹیں گے! ایسی بے صبری وادعائے بے رزقی کا علاج تو یُوں بھی نہ بنا۔ غرض خلاصہ مقصد یہ ہے کہ اللہ سے ڈرے، اللہ سے ڈرے، اللہ سے ڈرے۔ اور امرِ فروج کو سہل نہ جانے۔ نہ فقدانِ شوہر کو مرگِ شوہر کے پلّے میں رکھے اور اتباعِ حکم کو اتباعِ رسم سے اہم تر سمجھے اور تصوّر کرے کہ ہند کی نوجوانیں بیوہ ہوکر کیونکر بسر کرتی ہیں بلکہ یہ بھی درکنار اس دارالفتن ہند پُرمحن میں بہت شریف زادیاں ایسی نکلیں گی جن کے

---

[1] شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک عدۃ التی تفقد زوجہا المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۳/۱۹۹

[2] ایضاً

marfat.com

خدا ناترس شوہروں نے انھیں جیتے جی معلقہ کر رکھا ہے نہ تعلق رکھیں نہ قطع کریں، وہ بیچاریاں نہ شوہر والیاں نہ بے شوہروں میں۔ پھر وہ کیا کرتی اور اپنی عفت، باپ دادا کی عزت، شرع کی اطاعت کیونکر نگاہ رکھتی ہیں۔ قطع خواہش کے لئے روزوں کی کثرت کرے۔ خیالاتِ دل کو یادِ موت وقبر سے لگائے کہ موت کی یاد ہر خواہش ولذت کو بھلادیتی ہے۔ اگر ماں باپ بھائی کے ذریعہ سے گزر کی صورت نہیں، سینے پرونے وغیرہ کاموں سے وقت کاٹے کہ اللہ عزوجل کے یہاں صابروں میں لکھی جائے اور بہ حکم قرآن بے حساب ثواب پائے۔ اقارب محارم اگر خبر گیری کرسکتے ہیں تو اللہ تعالٰے کا ثواب عظیم لیں، اپنی بیٹی بے ثبوت، بیوگی نکاح غیر کی بلا میں نہ پڑنے دیں۔ عوام ہند ذرا ذرا سے فضول دبے جا دنیوی جھگڑوں پر دختروں خواہروں کو بٹھا رکھتے اور ان کا کُلی خرچ اپنے پاس سے کرتے ہیں۔ یہ دینی حکم ہے اور اپنی ناموس کے خاص حرام وحلال کا معاملہ اس میں بھی ذرا غیرت، وحمیت کو کام میں لائیں اور سمجھ بوجھ کر انجان نہ بن جائیں وباللہ التوفیق وھو الھادی الٰی سواء الطریق۔ مؤیدین: (۱) محدث سورتی صاحب علیہ الرحمۃ (۲) مولانا عبدالمقتدر صاحب بدایونی (۳) مولانا الشاہ احمد حسن صاحب کانپوری (۴) مولانا کرامت اللہ صاحب دہلوی (۵) مولانا الشاہ ہدایت رسول صاحب قادری۔

مسئلہ ۱۰۷ از اجین مرسلہ محمد یعقوب علی خاں ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

چہ فرمایند علمائے اہلِ حق ومفتیانِ برحق دریں مسئلہ کہ برادر عبداللہ دائمی محبوس گردید عورت خود را طلاقے نمی دہد واو بدون شوہر نمی تواند ماند صورت ایں مسئلہ چگونہ است، وشوہر محمودہ نیز از مدت دوازدہ سالہ مفقود الخبر وزوجہ او جوان طاقت ضبط ندارد لہذا موافق مذہب امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کہ نزد او شان تفریق در چہار سال صحیح عمل نمودہ درحبالہ نکاح میر تقی دادہ شد بعد از چند روز نکاح شوئے سابق او را مقام ہذا آمدہ بودہ، عورت مستحق او از ہر دو کیست ومہرش برکہ واجب می شود دریں مسئلہ چہ حکم شرع بیان فرمایند بعبارت کتب مشرح رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

علمائے حق اور مفتیانِ برحق کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ عبداللہ کا بھائی قید دوامی ہوا ہے اپنی عورت کو طلاق نہیں دیتا، اور بیوی کا شوہر کے بغیر گزارہ نہیں، اس مسئلہ کا کیا حکم ہے؟ نیز مسئلہ یہ ہے کہ محمودہ کا شوہر بارہ سال سے مفقود الخبر ہے، اس کی بیوی جوان ہے اپنے پر کنٹرول نہیں کرسکتی، لہذا امام مالک کے مذہب کے موافق جن کے ہاں چار سال کی مدت پر تفریق صحیح ہے پر عمل کرکے اس عورت کا نکاح میر تقی سے کردیا گیا اور اس نکاح کے چند روز بعد اس عورت کا سابق خاوند وہاں آگیا تو وہ عورت اب کس کی بیوی قرار پائے گی اور مہر کس پر واجب ہوگا، ان دونوں مسئلوں میں شرعی حکم کو کتب کی عبارات سے واضح فرمائیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ (ت)

marfat.com

الجواب

در صورتِ اولیٰ برادر عبداللہ فرمان آں چناں ست
کہ زن را طلاق دہد قال اللہ تعالیٰ فامساک
بمعروف او تسریح باحسان[1] مرد چوں از داشتن
بخوبی عاجز آمد گزاشتن بہ نیکی واجب گشت و
در ادائے ایں واجب اگر طلاق بالفعل ندہد تفویض
طلاق نیز کافی ست زیرا کہ مقصود آنست کہ
زن از مضرت فتنہ روہا کالمعلقۃ[2] محفوظ ماند
و ایں بہ سپردن طلاق بدست زن نیز حاصل ست
یعنی زن را بنویسد کہ طلاق تو بدست تو نہادم
ہرگاہ کہ خواہی خود را طلاق دہی و از قید نکاح
من بدر آئی، نفعش آنست کہ زن مصلحت خود
دیدہ کار خواہد کرد خواہ بوفاداری شوہر صبر پیش
گرفتن خواہ بناچاری خواہش چارۂ دگر
جستن اما تا از شوئے افتراق نشود نکاح
با دیگرے حرام بود قال اللہ تعالیٰ
والمحصنٰت من النساء[3]، و در صورت
ثانیہ زن بلا شبہہ بزوج پیشین دادہ
شود، فی ردالمحتار عن
شرح المجمع لابن ملک
تحت قول الدر، غاب عن
امرأتہ فتزوجت باٰخر و

پہلی صورت میں عبداللہ کے بھائی کے لئے حکم یہ ہے کہ
وُہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہے کہ بیوی کو بھلائی سے پاس رکھو یا نیکی کے ساتھ
آزاد کردو، خاوند چونکہ بخوبی پاس رکھنے سے عاجز ہے
تو نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا اس پر واجب ہے، اس
واجب کی ادائیگی میں اگر بالفعل طلاق نہیں دیتا تو
بیوی کو طلاق کا اختیار سونپ دے تو بھی کافی ہے
کیونکہ مقصد یہ ہے کہ عورت کو معلق کرکے رکھنے کے
ضرر سے بچایا جائے تو یہ مقصد عورت کو اختیار تفویض
کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے یعنی بیوی کو لکھ دے
کہ تیری طلاق تیرے ہاتھ دیتا ہُوں تو جب چاہے
طلاق اختیار کرلے اور میری قید سے آزاد ہو جا اس
کا فائدہ یہ ہے کہ بیوی اپنی مصلحت کے مطابق فیصلہ
کریگی خواہ خاوند کی وفاداری میں صبر کرے خواہ مجبوری
خواہشات کی بنا پر کوئی دوسرا راستہ اپنالے، تاہم
جب تک خاوند سے مفارقت نہ ہو جائے کسی اور
سے نکاح حرام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نکاح
والی عورتیں دوسروں کے لئے حرام ہیں۔ اور دوسرے
مسئلے میں عورت بلا شبہہ پہلے خاوند کی بیوی ہے
اسی کو دی جائے۔ ردالمحتار میں شرح المجمع ابن ملک سے
درمختار کے قول، ایک شخص بیوی کو چھوڑ کر غائب ہو گیا

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۹
[3] " " ۴/ ۲۴

marfat.com

ولدت اولادا، ثم جاء الزوج الاول ما نصہ "المرأۃ ترد الی الاول اجماعا"[1] ومہرے کہ در نکاح اول بستہ بودند خود بر ذمۂ شوہر اول است وبریں دوم نیز مہر مثل لازم بشرطیکہ بایں زن بہم آمدہ وجماعش کردہ باشد اما اگر کابینے در نکاح ثانی قرار دادہ اند کم از مہر مثل ست تا آنگاہ ہموں قدر دہند وبرد نیفزایند ورنہ مہر مثل تمام وکمال لازم آید و زیادہ براں بہیچ صورت واجب نشود گو مہر قرار دادۂ ایشاں زائد ازو باشد خلاصہ آنکہ ہرچہ از مہر مثل ومہر مسمی کم ست ہموں لازم بود اما وجوب المہر فیما استحل من فرجہا واما ماذکرنا من التقدیر فلظہور فساد النکاح وھذا ھو حکم المہر فی النکاح الفاسد فی الدر المختار یجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطئ فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطئہا ولم یزد علی المسمی لرضاہا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد[2] بالالتقاط۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اس نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا اور اس سے اولاد ہوگئی پھر پہلا خاوند واپس آگیا' کے تحت نقل کیا، جس کی عبارت یہ ہے کہ عورت پہلے خاوند کو بالاجماع واپس کی جائیگی' اور مہر پہلے خاوند نے جو مقرر کیا وہ پہلے خاوند کے ذمہ ہے اور دوسرے خاوند پر بھی مہر مثل ادا کرنا واجب ہے بشرطیکہ دوسرے نے اس عورت سے جماع کرلیا ہو' لیکن اگر نکاح ثانی میں مہر مثل سے کم مقرر ہوا تو وہی واجب الادا ہوگا اس پر زائد واجب نہ ہوگا ورنہ مقررہ نہ ہونے یا مہر مثل سے زائد مقرر ہونے کی صورت میں صرف مہر مثل ہی کامل ادا کرنا ہوگا اس سے زائد نہ ہوگا غرضیکہ مہر مثل اور مقررہ سے جو بھی کم ہوگا وہی واجب الادا ہوگا، مہر اس لئے دینا ہوگا کہ اس کے بدلے شرمگاہ کو حلال کیا اور بیان کردہ مقدار اس لئے کہ اس ثانی نکاح کا فساد واضح ہوگیا اور نکاح فاسد میں بھی مہر کا حکم اسی طرح ہے' درمختار میں ہے کہ وطی کرنے پر نکاح فاسد میں مہر مثل واجب ہوتا ہے شرمگاہ میں وطی کے بغیر مہر واجب نہیں ہوتا اگرچہ خلوت کرچکا ہو' اور مہر مثل مہر مقررہ سے زائد نہ ہوگا کیونکہ عورت خود اس پر راضی ہوئی اور اگر وہ مہر مقررہ سے کم ہو تو مہر مثل واجب ہوگا کیونکہ مہر مقررہ کا فساد نکاح کے فساد پر ہوگیا (ملتقطا) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۸: از بنگال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر عرصہ چار سال سے

---

[1] رد المحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۳۱

[2] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۱

marfat.com

مفقود الخبر ہے اس کی حیات وموت کی کچھ خبر نہیں ملی اور وہ گھر میں اپنی بی بی کو خورد ونوش بھی نہیں دے گیا ہے اور ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑ گیا ہے جس سے اس کی بیوی کی گزراوقات ہو اور اس بی بی کو کہیں سے قرض دام بھی نہیں ملتا ہے اور وہ بی بی کوئی حرفہ یا پیشہ نہیں جانتی ہے جس سے گزراوقات ہو یا یہ کہ اس وقت مفقود کی بیوی ایسی جوان ہے کہ انواع انواع کی تکلیف میں مبتلا ہے اور نیز خوفِ زنا بھی ہے، تو ایسی صورت میں اس کو نکاحِ ثانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو بلاعدت گزارے اور بلاحکم قاضی یا حاکم مسلم کسی مولوی یا کم علم سے کہہ دینے سے نکاح دوسرا کرسکتی ہے یا نہیں؟ یا عدت بھی گزارے گی؟ اور عدت کب سے گزارے گی؟ یا اس روز سے عدت محسوب ہوگی کہ جس روز سے شوہر مفقود ہوا ہے؟ یا جس روز سے قاضی نے حکم تفریق نکاح کا کیا ہے؟ اور جو شخص فتویٰ اس بات کا لکھے کہ بلاعدت گزارے یا بلاتفریق قاضی نکاحِ ثانی ہندہ خود کرے اور یہ کہے کہ جب بعد انقضائے ۴ سال موافق مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مفقود اموات میں شمار ہوا اب اگر قاضی تفریق کرے گا اور مردہ کے واسطے عدت ہے نہ فسخ نکاح، اور جس حالت میں یہ چار سال گزر چکے اب سے عدت کی ضرورت نہیں، اس بناء پر ہندہ کا نکاح بلاتفریق کرائے قاضی اور بلاعدت پوری کرنے وفات کے کسی دوسرے سے کرادے تو وہ فتویٰ دینے والا مرتکب حرام ہوا یا نہیں اور یہ نکاحِ ثانی جائز ہوا یا نہیں اور ایسے فتویٰ لکھنا اس کو درست ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نکاحِ ثانی حرام ہوا، اور ایسا فتویٰ دینا حرام ہے، ایسے مفتی کو بند کرنا واجب ہے، چار برس گزرنے پر بطورِ خود نکاح کرلینا کسی امام کا مذہب نہیں، امام مالک نے کہ چار برس رکھے ہیں یوں کہ عورت قاضی شرع کے حضور نالش کرے وہ بعد ثبوت اپنے یہاں سے آج سے چار برس کی مہلت دے اس سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں اصلاً معتبر نہیں اور ہمارے مذہب میں عورت پر انتظار فرض ہے یہاں تک کہ شوہر کی عمر سے ستّر برس گزر جائیں اگر پچاس برس کی عمر میں مفقود ہوا ہے تو بیس برس انتظار کرے اور ساٹھ برس کی عمر میں دس برس، اس کے بعد اس کی موت کا حکم دیا جائے، اور عورت چار مہینے دس دن عدت کرے پھر دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یہی مذہب امام شافعی کا ہے اسی طرف انھوں نے رجوع فرمائی، اور یہی قول امام احمد کا ہے، اور دوسرا قول مثل امام مالک ہے رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔ اس سوال کی ہولناک باتیں کہ نہ وہ چھوڑ گیا نہ اُس کے پاس کچھ ہے نہ کچھ حرفہ کرسکتی ہے نہ کہیں سے قرض مل سکتا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ تمام ذرائع رزق بند ہیں مگر یہ قرآن کے خلاف، رزق اللہ پر ہے نہ کہ شوہر پر علی اللہ رزقها[1] نہ کہ علی الزوج و من یتق اللہ یجعل له

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۶

marfat.com

مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب[1] اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے روزی پہنچائے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ صدہا نہیں ہزارہا وُہ ہیں کہ ان کے شوہر زندہ بیٹھے ہیں اور اُنھیں معلق چھوڑ رکھا ہے، نہ روٹی کپڑا دیتے ہیں نہ حقوقِ زوجیت ادا کرتے ہیں اب انھیں بھی اجازت دے دو کہ شوہر زندہ بیٹھا ہے اور طلاق ہُوئی نہیں جس سے چاہیں نکاح کرلیں یعنی خوفِ زنا سے بچنے کے لئے واقعی زنا کرو۔ خوفِ زنا سے بچنے کا علاج حدیثِ صحیح میں کثرتِ روزہ فرمایا ہے :

ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء[2]۔ اور جو قدرت نہ رکھے اس پر روزہ لازم ہے کیونکہ اس کے لئے شہوت کو روکتا ہے (ت)

اور فرمایا :

ومن استعف اعفه اللّٰه[3]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔ جو پارسائی چاہے گا اللہ اسے پارسا بنا دے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹

مرسلہ مولوی نظر محمد صاحب پیش امام جامع مسجد منگانہ ضلع رہتک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی گمشدہ ہے اور اس کے مرنے کی کوئی معتبر سند نہیں اور نہ کسی نے دیکھا صرف یہ ہُوا کہ ہسپتال میں سکھ تھا یعنی زیرِ علاج تھا وُہ اپنے کپڑے چھوڑ کر گم ہوگیا انگریزوں نے یہ مشہور کردیا کہ وُہ مرگیا اور مرا کسی نے نہیں دیکھا اب اس کی بیوی سے دوسرا شخص نکاح کرسکتا ہے یا نہیں عرصہ آٹھ ماہ سے گم ہے، اور کتنے عرصہ کے بعد نکاح درست ہوگا، اور اب جو شخص اس عورت کا نکاح پڑھا دے گا اور گواہ ان کے اوپر کیا الزام آئے گا؟ اس کی پوری پوری بمعہ حوالہ کتب تصریح فرما دیں اور جو الزام آئے گا ان پر اس سے بری ہونے کا کیا راستہ ہوگا؟

الجواب

اگر تحقیق ہوجائے کہ وہ ہسپتال میں یا کہیں اور مرگیا تو عدّت کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر موت ثابت نہ ہو تو جب اس شخص کی پیدائش سے ستّر برس گزر جائیں یا زندہ ہوتا تو جس وقت وہ ستّر برس کا ہوجاتا اس وقت تک اگر اس کی موت و حیات کا پتا نہ چلے تو اس وقت اس کی موت کا حکم دیا جائے اور عدّت کے بعد

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۳
[2] مسند امام احمد بن حنبل مروی از عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۲۴
[3] سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب الالحاف فی المسئلۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۶۳

marfat.com

عورت نکاح کر سکے گی ورنہ حرام حرام حرام، اللہ عزّوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے : والمحصنٰت من النساء[1] (اور خاوند والی عورتیں حرام ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از للت پور مسئولہ محمد بخش، کریم بخش سوداگران ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی ماں اور سوتیلے باپ نے کر دیا تھا بعدہٗ لڑکی کا شوہر فوج میں نوکر ہو کر چلا گیا آٹھ سال سے زائد عرصہ ہوا اور چھ سال سے اس نے نہ کوئی خط بھیجا نہ خرچہ، متواتر خط بھیجے مگر اس کا پتا نہیں کہ مر گیا یا زندہ ہے اور اب لڑکی بالغ ہوگئی ہے اس کے ماں باپ خرچ برداشت نہیں کر سکتے خود لڑکی اور اس کے والدین دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں لہذا دوسرا نکاح جائز ہوگا یا نہیں اور اگر پہلا شوہر واپس آجائے تو کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں جس سے نکاح کیا گیا اگر وہ اس لڑکی کا کفو شرعی تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہ تھا کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے دختر کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو جیسا کہ یہی ظاہر سوال ہے تو نکاح صحیح ہوگیا اور جبکہ لڑکی نے بفور بلوغ خیار بلوغ کا استعمال نہ کیا جیسا کہ یہی مفاد سوال ہے تو اب نکاح لازم ہوگیا، عورت پر فرض ہے کہ اتنی مدت انتظار کرے کہ شوہر اگر زندہ رہے تو ستّر برس کامل کا ہو جائے اس وقت تک اگر اس کی موت و حیات کا پتا نہ چلے اس کی موت کا حکم کیا جائے گا پھر عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے اس کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے ورنہ نہیں، پھر اگر اتنی مدت گزر گئی اور عورت نے بعد عدت نکاح کر لیا اس کے بعد شوہر اوّل واپس آیا تو اپنی عورت کو شوہر دوم سے لے لے گا اور دوم سے اگر اولاد ہو چکی ہے تو وہ اولاد دوم ہی کو دلائی جائے گی صرف عورت شوہر اوّل کو ملے گی، ردالمحتار میں ہے :

لو عاد حیا بعد الحکم بموتہ قال ط رأیت المرحوم ابا السعود نقل عن زوجتہ لہ والاولاد للثانی اھ مافی ش لکن فی الھندیۃ عن التاتارخانیۃ انہ ان عاد زوجھا حیا بعد مضی المدۃ فھو احق

اگر قاضی کے فیصلہ کے بعد پہلا خاوند واپس آجائے تو طحطاوی نے فرمایا : میں نے مرحوم ابوسعود کو نقل کرتے ہوئے پایا کہ وہ عورت پہلے خاوند کی بیوی ہوگی اور دوسرے سے اولاد ہو تو وہ دوسرے کی ہوگی، شامی کا بیان ختم ہوا، لیکن ہندیہ میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ اگر قاضی کی طرف سے مقررہ مہلت ختم

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] ردالمحتار کتاب المفقود داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۳۲

marfat.com

بها وان تزوجت فلا سبیل له علیها[1] اھ اقول و وجه الاول ان تزوجها کان بظن موته و قد بان حیا ولا عبرة بالظن البین خطؤ وھی محصنة زید فکیف تسلم لعمرو وجه الثانی ان الشرع حکم بموته بعد مضی المدة وحلها للازواج فلا ینقض قضاء الشرع کما لا ینقض قضاء القاضی بل اولٰی لکن قد صرح فی التاتارخانیة انه ان عاد حیا ولم تتزوج فھو احق بها، فلو کان حکم الشرع بموته حتما مقضیا لکان الشرع فرق بینھما فکیف یکون احق بها فلیحرر ولیراجع، واللہ تعالٰی اعلم۔

ہونے کے بعد خاوند واپس آئے تو وہی بیوی کا حقدار ہے اور اگر بیوی نے اس صورت میں دوسرا نکاح کرلیا تو پھر پہلے خاوند کو استحقاق نہیں ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) ردالمحتار کے قول کی وجہ یہ ہے کہ خود بیوی نے خاوند کے فوت ہوجانے کا گمان کرکے نکاح کیا تو اب پہلے خاوند کی واپسی پر معلوم ہوا کہ زندہ ہے تو اس صورت میں غلط گمان پر مبنی کارروائی ہے لہذا معتبر نہ ہوگی جبکہ وہ عورت خاوند (زید) کی منکوحہ ہے تو عمرو کے لئے کیسے بیوی بن سکتی ہے، اور دوسرے قول یعنی ہندیہ والے قول کی وجہ یہ ہے کہ یہاں قاضی کے فیصلۂ موت کے بعد کارروائی ہے جوکہ شرعی حکم اور مقررہ مہلت ختم ہونے کے بعد دوسرے نکاح کے لئے حلال قرار دینے پر کارروائی ہے تو یہ شرعی فیصلہ کالعدم نہ ہوگا جیساکہ قاضی کا فیصلہ کالعدم نہیں ہوتا بلکہ اس سے اولٰی تر محفوظ ہوگا حالانکہ تاتارخانیہ میں تصریح ہے کہ اگر قاضی کے حکم کے بعد ابھی دوسرا نکاح نہ ہو تو پہلا خاوند ہی حقدار ہوگا، اگر مہلت گزرے بغیر محض قاضی کے حکم موت کو ہی قطعی فیصلہ قرار دیا جاتا تو پھر پہلے خاوند سے تفریق شرعی ہوجاتی تو ایسی صورت میں پہلا خاوند کیسے حقدار قرار پاتا، اس کی تنقیح کرلی جائے۔ اور کتب کی طرف مراجعت چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۱-۱۱۲: از کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ مسئولہ ابویوسف محمد شریف ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دس پندرہ سال کی عمر میں ملازم ہوکر کہیں چلا گیا، بیس پچیس سال اس کی تلاش کرتے رہے، کچھ پتا نہ چلا، پچیس سال گزرنے کے بعد اس کی زوجہ نے نان نفقہ ضروریات سے تنگ آکر ایک حنفی عالم سے فتوٰی لے کر ایک حنفی شخص حافظِ قرآن کے ساتھ نکاح کرلیا، آج بیس سال اس کو نکاح کئے ہوئے اور زید کو گم ہوئے پینتالیس سال ہوگئے ہیں، اب حافظ موصوف کے گھر اس عورت کے بطن سے تین چار لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں، اب ایک حنفی عالم نے فتوٰی دیا ہے کہ حافظ صاحب موصوف کا یہ نکاح بالکل ناجائز ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز درست نہیں اور ایک اور عالم حنفی المذہب ان کے

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب المفقود نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۰۰

marfat.com

پیچھے نماز درست بتاتے ہیں اور مطابق تحقیق شامی و دیگر فقہاء رحمہم اللہ امام مالک کی روایت پر عمل کرلینا بوقتِ ضرورت جائز سمجھ کر نکاح بھی جائز قرار دیتے ہیں، پس آپ اس امر کا فیصلہ فرمائیں:

(۱) کیا حافظ صاحب کا نکاح کسی صورت جائز قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) کیا حنفی کسی وقت کسی حالت میں بھی کسی دوسرے مذہب کی روایت پر عمل نہیں کرسکتا، اگر نہیں کرسکتا تو عبدالحی لکھنوی نے عمدۃ الرعایہ میں جو لکھا ہے کہ اتفاقاً دوسرے مذہب کی روایت پر عمل کرسکتا ہے اس کا کیا مطلب، اور اگر کرسکتا ہے تو یہ نکاح کیوں ناجائز ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مذہب ائمہ حنفیہ وجمہور ائمہ کرام میں زنِ مفقود پر انتظار فرض ہے یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر جائے کہ عادۃً موت مفقود مظنون ہو اور اس کی تقدیر مفتی بہ مؤید بحدیث صحیح یہ ہے کہ روز ولادت مفقود سے ستر سال گزرجائیں، امام مالک رضی اللہ عنہ بھی دربارہ مال مفقود یہی حکم دیتے ہیں مگر دربارۂ زن خلاف کرتے ہیں پھر بھی ہرگز یہ ان کا مذہب نہیں جو آج کل کے جہّال بلکہ بعض مدعیانِ علم نے سمجھ رکھا ہے کہ مفقود ہوئے چار برس گزرے اور عورت بطور خود نکاح کرلے بلکہ اُن کا مذہب یہ ہے کہ زنِ مفقود قاضی شرع کے حضور مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق روز مرافعہ سے چار برس کی مہلت اپنی طرف سے دے، عورت یہ دن گزارے اس کے بعد پھر مستغیث ہو اور قاضی بعد تحقیق تفریق کرے، اس کے بعد عورت عدّت بیٹھے پھر نکاح کرسکتی ہے، خود امام مالک نے اپنی کتاب مدوّنہ میں اس کی تصریح فرمائی اور صاف ارشاد فرمایا کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس برس گزر گئے وہ اصلاً شمار میں نہ آئیں گے، آج سے چار برس لئے جائیں گے۔ حنفی وقت تحقق ضرورت صحیحہ اس پر عمل کرسکتا ہے نہ یہ کہ اپنی ایک اختراعی بات پر کہ ہرگز امام مالک کا بھی مذہب نہیں، چلو اور مذہب امام مالک پر عمل کا نام لو، اس کی نظیر یہی ہے کہ مذہب حنفی میں زنِ عنین کے لئے حکم ہے کہ قاضی کے حضور مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق اپنی طرف سے ایک سال کامل کی مہلت دے، جب سال گزر جائے اور مطلب حاصل نہ ہو عورت پھر مرافعہ کرے، قاضی بعد تحقیق شوہر کو طلاق دینے کی ہدایت فرمائے، اگر وہ نہ مانے عورت سے پُوچھے تو اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے یا شوہر کو؟ اگر وہ فوراً اپنے نفس کو اختیار کرے قاضی ان میں تفریق کردے، عورت عدّت بیٹھے اور اب جس سے چاہے نکاح کرلے، تاجیل قاضی سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں ان کا اصلاً لحاظ نہ ہوگا آج سے ایک سال کامل لیا جائے گا۔ کیا اگر کسی عنین کی عورت بطور خود وقت نکاح سے سال بھر کے بعد اسے چھوڑ کر چل دے اور دوسرا نکاح کرلے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نے مذہب حنفی پر عمل کیا، کیا اس کا یہ نکاح جائز واقع ہوا، حاشا (ایسا نہیں۔ت) ونسأل اللہ العفو والعافیۃ ان تمام مسائل کی تحقیق ہمارے فتاوٰی اور رسالہ اللواء المعقود لبیان حکم امرأۃ المفقود میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

marfat.com

بابُ النّسب

(نسب کا بیان)

مسئلہ ۱۱۳ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے ایک بیوہ عورت کو لاعلمی میں معتبر و نیکبخت جان کر اُس کے ساتھ نکاح کیا اور بعد پانچ ماہ کے اس عورت کے بطن سے ایک لڑکی زندہ پُورے دنوں کی سی یعنی اس بچّی کے کسی عضو میں کسی طرح فرق نہیں ہے پیدا ہُوئی اور جُملہ عورات و مرد گمان کرتے ہیں کہ ایسا بچّہ نکاح کرنے کے بعد پانچ ماہ کا نہیں ہوسکتا بلکہ وہ حمل قبل نکاح کرنے سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے اور عورت کا یہ بیان ہے کہ یہ حمل میرے شوہر کا ہے اور زید یعنی خاوند کو کوئی آثار بعد نکاح ڈیڑھ ماہ تک نہیں معلوم ہُوئے جب اُس عورت نے بیان کیا تو معلوم ہُوا اس صورت میں زید اُس عورت کو چھوڑ دے یا رہنے دے اور اگر اپنی بدنامی کا خیال کر کے چھوڑ دے تو دین مہر اُس عورت کا ذمہ زید واجب الادا ہے یا نہیں، اور نکاح عورت سے رہا یا نہیں ؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

عورت جو دعوٰی کرتی ہے کہ یہ حمل اسی شوہر سے تھا اگر یُوں کہتی ہے کہ اس کی پیدائش سے چھ مہینے پہلے نکاح ہوگیا تھا، یا چھ مہینے سے زائد بتائے اور اس کے ساتھ قسم بھی کھائے تو اُس کا قول معتبر ہوگا اور یہ لڑکی اسی شوہر کی ٹھہرے گی اور نکاح میں اصلاً خلل نہ آئے گا شوہر اس کی پیدائش اور عورت کے ساتھ اپنے نکاح میں چھ مہینے سے کم فاصلہ بتایا کرے اصلاً نہ سُنا جائے گا اگر اپنے بیان پر گواہ بھی دے گا مسموع نہ ہونگے

marfat.com

بلکہ یوں قرار دیں گے کہ خفیہ نکاح تو اُس عورت کا ہو لیا تھا جس کا عورت دعوٰی کرتی ہے اور اُس کے بعد علانیہ نکاح آپس میں پھر کیا جس کا بیان شوہر اور اس کے گواہ کرتے ہیں، درمختار میں ہے:

لو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحتنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لھا وقالا تحلف والولد ابنہ حملا لھا علی الصلاح[1] اھ ملخصًا۔

اگر معتدہ کا بچہ پیدا ہو پھر خاوند بیوی میں مدتِ حمل میں اختلاف ہو عورت کہے چھ ماہ مکمل ہوگئے ہیں کہ تُو نے مجھ سے نکاح کیا ہے، اور خاوند چھ ماہ سے کم مدت کا دعوٰی کرے تو اس صورت میں بیوی کی بات بلاقسم معتبر ہوگی، صاحبین کے نزدیک عورت سے قسم لی جائے اور بچہ اس شخص کا قرار پائیگا تاکہ عورت کا معاملہ اصلاح پر رہے اھ ملخصًا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لاتسمع بینتہ ولا بینۃ ورثتہ علی تاریخ نکاحھا بما یطابق قولہ لانھا شھادۃ علی النفی معنًی فلا تقبل، والنسب یحتال لاثباتہ مھما امکن والامکان ھٰھنا بسبق التزوج بھا سرًا بمھر یسیر وجھرا باکثر سمعۃ ویقع ذٰلک کثیرا[2]۔

خاوند اور اس کے ورثاء کی طرف سے بیوی کے نکاح کے متعلق تاریخ پر گواہی نہ لی جائے گی کہ خاوند سچا ہے کیونکہ معنًی یہ شہادت نفی پر ہے جو مقبول نہ ہوگی، اور نسب کے اثبات کے لئے بقدرِ امکان حیلہ کیا جانا چاہئے اور وہ یہاں موجود ہے ہوسکتا ہے کہ پہلے پوشیدہ طور پر قلیل مہر کے ساتھ نکاح کیا گیا ہو (جیسے بیوی کہتی ہے) اور بعد میں لوگوں کو مطلع کرنے کے لئے اعلانیہ زیادہ مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا ہو (جیسے کہ ورثاء اور گواہ کہتے ہیں) اور بہت دفعہ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ (ت)

اس صورت میں اگر زید عورت کو چھوڑ دے گا تمام وکمال مہر جتنا بندھا تھا لازم آئے گا اور اگر عورت مدت مذکورہ بقسم بیان نہیں کرتی بلکہ اسی نکاح کے بعد جسے پیدائش دختر تک چھ مہینے نہ گزرے تھے حمل رہنا کہتی ہے یا پیش از نکاح حمل مانتی ہے یا کچھ نہیں کہتی صرف یونہی دعوٰی کئے جاتی ہے کہ یہ دختر اسی شوہر سے ہے تو اس کا کہنا ہرگز مسموع نہ ہوگا اور یہ لڑکی اس شوہر سے ہرگز نہیں ٹھہر سکتی کہ بچہ چھ مہینے سے کم پیٹ میں نہیں رہ سکتا نہ شوہرِ اول کی ٹھہر سکتی ہے کہ حسبِ بیان سائل اُس کی موت کو چار برس سے زیادہ گزر چکے تھے جب لڑکی پیدا ہوئی اور کوئی بچہ دو برس سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہتا، مگر لڑکی ولدالزنا بھی نہ کہی جائیگی

---

[1] درمختار | فصل فی ثبوت النسب | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۶۲
[2] ردالمحتار | " " " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۶۲۷

صرف مجہول النسب کہیں گے یعنی باپ معلوم نہیں نہ یہ کہ زنا سے ہونا معلوم ہے کہ ممکن ہے کہ اس شوہر موجود سے پہلے بیوہ نے خفیہ کسی اور سے نکاح کیا ہو یہ حمل اس سے رہا ہو یا کسی شخص نے دھوکے اور شبہہ سے اس عورت کے ساتھ ہمبستری کی ہو یہ لڑکی اُس جماع کی ہُوان دونوں صورتوں میں لڑکی ولد الزنا نہ ہوگی، اور جب اس حمل کا زنا سے ہونا ثابت نہ ہُوا تو عورت کا نکاح اس شوہر موجود سے فاسد ہوگیا،

ولا یکون باطلا کما یفیدہ کلام البدائع والبحر والھندیۃ ورد المحتار کما بیناہ علی ھامشہ من باب ثبوت النسب لا سیما ھٰھنا فان الزوج لم یکن عالما بحبلھا کما ذکر السائل فلا یتاتی ھٰھنا کلام القنیۃ والمجتبٰی۔

اور باطل نہ ہوگا جیسا کہ بدائع، بحر، ہندیہ اور رد المحتار کے کلام کا مفاد ہے اور جیسا کہ ہم نے رد المحتار کے حاشیہ پر ثبوتِ نسب کے باب میں اس کو بیان کیا ہے خصوصاً یہاں کیونکہ خاوند بیوی کے حمل پر مطلع نہ ہُوا جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے، لہذا یہاں قنیہ اور مجتبٰی کا کلام منطبق نہیں ہوتا۔ (ت)

اب شوہر پر لازم ہے کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے اس صورت میں اگر زید نے عورت سے صحبت یعنی خاص فرج میں جماع کیا تھا تو مہر مثل و مہر مسمّی سے جو کم ہے وُہ دینا آئے گا یعنی یہ دیکھیں گے کہ مہر بندھا کتنا تھا اور اس عورت کا مہر مثل کیا ہے ان دونوں میں جو کم ہے وُہ دیا جائے گا، رد المحتار میں ہے:

فی الزیلعی وغیرہ لو ولدت المنکوحۃ لاقل من ستۃ اشھر مذ تزوجھا لم یثبت النسب لان العلوق سابق علی النکاح ویفسد النکاح لاحتمال انہ من زوج اٰخر بنکاح صحیح اوبشبھۃ[1]

زیلعی وغیرہ میں ہے کہ اگر منکوحہ نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچّے کو جنم دے تو خاوند سے نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ نطفہ کا استقرار نکاح سے قبل ہوا، اور نکاح اس احتمال کی بنا پر فاسد قرار پائیگا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ نطفہ کسی دوسرے صحیح نکاح یا شُبہہ نکاح سے ٹھہرا ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطئ فی القبل لابغیرہ کالخلوۃ ولم یزد مھر المثل علی المسمی ولو

فاسد نکاح میں مہر مثل تب واجب ہوگا جبکہ خاوند نے شرمگاہ میں وطی کی ہو، وطی کے علاوہ کسی اور طریقہ سے مثلاً خلوت سے واجب نہ ہوگا، اور یہ مہر مثل،

---

[1] رد المحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۳۲

marfat.com

كان دون المسمى لزم مهر المثل اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مقرر کردہ مہر سے کم ہو تو مہر مثل ہی لازم ہوگا اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۴ از چاٹگام ملک بنگالہ مرسلہ شیخ اصغر علی محلہ قطب دیا ۲۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ زنِ دوشیزہ راکہ ہنوز بحبالۂ نکاح کسے نیامدہ است فرزند سے آمد زن میگوید کہ بخواب دیدم کہ مردے با من ہم شد و احتلام کردم و بارگرفتم ایں پسر از آن ست دریں صورت قولش مقبول شود یا نہ وپسر را ولدالزنا دانند یا چہ؟ بیّنوا توجروا۔

آپ حضرات (رحمکم اللہ تعالٰی) کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ ایک نوجوان کنواری لڑکی نے بچے کو جنم دیا ہے اور وُہ یہ کہتی ہے کہ میں نے خواب میں ایک مرد کو اپنے ساتھ دیکھا جس کی وجہ سے مجھے احتلام ہُوا اور یہ بچہ اس حمل سے پیدا ہُوا ہے، کیا اس صورت میں اس لڑکی کی بات تسلیم کی جائے گی یا نہیں اور اس بچے کو ولدالزنا کہا جائے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا (ت)

الجواب

ہمچو سخنے بے معنی ہیچ گونہ قابلِ پذیرائی نیست کہ بجماع خواب بار آور شدن محال عادی ست ہمچنانکہ پسر بے پدر بوجود آمدن فی میزان الامام العارف الشعرانی ان الولد لایتخلق الامن ماء الرجل والمرأۃ معاد تخلق الولد من ماء واحد من خصائص عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام[1] اگر امثال ایں دعاوی بگوش قبول آید در فتنۂ عظیمہ بر روئے مسلمانان کشاید زنان بے قید ہر چہ خواہند کنند وہنگام مواخذہ ہمچو اکاذیب واضحہ چنگ زنند کما قال الامام الاجل سیدنا مالك بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فیما ھو اظھر د

ایسی بے معنی بات کسی طرح قابلِ قبول نہیں ہوسکتی کہ خواب میں جماع کی وجہ سے حمل کا ٹھہرنا اور ایسے ہی بغیر باپ بچّہ پیدا ہونا محال عادی ہے، امام عارف شعرانی نے میزان میں فرمایا کہ بچّہ مرد اور عورت کے مشترکہ نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اور صرف ایک کے نطفہ سے بچّہ کا پیدا ہونا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ہی خصوصیت ہے، اگر ایسی بات تسلیم کرلی جائے تو مسلمانوں میں عظیم فتنہ پیدا ہوجائے اور عورتیں جو چاہیں گی کرتی رہیں گی اور مواخذہ کے وقت ایسے جھوٹ گھڑنا شروع کردیں گی، جیسا کہ امام اجل سیدنا مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یعنی جن کا کسی انسان عورت سے نکاح کے بطلان کے متعلق

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

marfat.com

اقرب من هذا اعنی نکاح الجنی انسیة انی اکرہ اذا وجدت امرأة حاملا قیل لها من زوجك قالت من الجن فیکثر الفساد فی الاسلام بذلك[1] رواہ ابو عثمٰن بن سعید بن العباس الرازی فی کتاب الالهام والوسوسة قال حدثنا مقاتل عن سعید بن داؤد الزبیدی فذکرہ وفیه قصة اوردہ سیّدی احمد الحموی فی الغمز[2] اما آنکه درہمچو صورت زن را زانیه و پسر را زنازادہ گویند یا نه روایت بدائع مفید اوّل ست فی الدر المختار لو تزوجت معتدة بائن فولدت لاقل من الاقل مذ تزوجت ولاکثر منهما مذ بانت لم یلزم الاوّل ولا الثانی والنکاح صحیح[3] اھ ملتقطا، قال الشامی صحیح ای عندهما وعند ابی یوسف فاسد لانه اذا لم یثبت من الثانی کان من الزنا، ونکاح الحامل من الزنا

زیادہ واضح اور ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ جب کسی عورت کو حاملہ پایا جائے تو اس سے پوچھا جائے کہ تجھ سے کس نے قربت کی ہے تو وُہ کہے کہ میرا نکاح جنّ سے ہُوا ہے جس کی وجہ سے یہ حمل ہے مجھے یہ بات زیادہ ناپسند اس لئے ہے کہ اس کی وجہ سے اسلام میں عظیم فتنہ وفساد برپا ہوجائے گا، اس کو ابو عثمان بن سعید بن عباس نے کتاب الالہام والوسوسہ میں روایت کیا ہے اُنھوں نے یوں بیان کیا کہ مجھے مقاتل نے سعید بن داؤد زبیدی سے بیان کیا ہے اور اس میں ایک قصّہ ہے جس کو سیّد احمد حموی نے غمز میں ذکر کیا ہے بہرحال ایسی صورت میں اس عورت کو زانیہ اور بچّے کو ولد الزنا کہا جائے یا نہ، بدائع کی روایت پہلے احتمال یعنی عورت کو زانیہ اور بچّے کو ولد الزنا قرار دینے کے لئے مفید ہے، درمختار میں ہے کہ اگر بائنہ طلاق والی معتدہ دورانِ عدت نکاح کرلے اور نکاح کے بعد چھ ماہ سے قبل بچّے کو جنم دے یا طلاق بائنہ کے دو سال بعد بچہ جنے تو وہ نسب نہ پہلے خاوند اور نہ دوسرے خاوند کے لئے ثابت ہوگا جبکہ نکاح صحیح قرار پائے گا اھ ملتقطا، اس پر علّامہ شامی نے کہا کہ یہ نکاح امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک صحیح ہوگا اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک فاسد ہوگا کیونکہ جب دوسرے خاوند کا

---

[1] المیزان الکبرٰی باب حکم الزنا مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۱۵۹

[2] الاشباہ والنظائر بحوالہ ابوعثمان فی کتاب الالہام والوسوسۃ احکام الجن ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۸۳، ۵۸۴

[3] درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۳

صحیح عندہما لاعندہ کما فی البدائع[1] وروایت
امام زیلعی وغیرہ مفید ثانی ست وہمین است اظہر
من حیث الدلیل وہمدرین ست احتیاط جمیل درہیچو
امر جلیل چہ می رسد کہ زن پنہانی عقد زن وشوئی
باکسے بستہ یا بوطی شبہہ مبتلا گشتہ باشد حالا بوجہ
حیا وتستر می پوشد بسخنے باطل می کوشد آری مجہول
النسب خوانندش یعنی پسرے کہ پدرش معلوم
نیست ففی رد المحتار فی الزیلعی وغیرہ
لو ولدت المنکوحۃ لاقل من ستۃ اشہر
مذ تزوجہا لم یثبت النسب لان العلوق
سابق علی النکاح ویفسد النکاح لاحتمال
انہ من زوج اٰخر بنکاح صحیح[2] او بشبہۃ
وپیش ازاں بعد نقل کلام بدائع فرمود تبعہ فی
البحر ولم یظہر لی وجہہ لانہ اذا لم
یثبت من واحد منہما، علم انہ من غیرہما
ولا یلزم ان یکون من الزنا لاحتمال کونہ
بشبہۃ، ولا یصح النکاح الا اذا علم انہ من
زنا ففی الزیلعی وغیرہ الی اٰخرہ فلیتأمل[3]
اھ، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

نسب بھی ثابت نہ ہو تو حمل زنا سے ہوگا جبکہ زنا سے
حاملہ کا نکاح امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک
صحیح ہوتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک فاسد
ہوتا ہے بدائع میں یونہی مذکور ہے اھ۔ اور امام زیلعی
وغیرہ کی روایت دوسرے احتمال یعنی زانیہ اور
ولد الزنا نہ کہنے کو مفید ہے جبکہ دلیل کے اعتبار سے
بھی یہی زیادہ واضح ہے نیز ایسے عظیم معاملہ میں احتیاط
کی خوبی بھی اسی میں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس
عورت نے خفیہ نکاح کیا یا شبہہ میں اس سے کسی نے
وطی کرلی ہو اور اب حیا وشرم کی وجہ سے وہ پردہ پوشی
کررہی ہو اور غلط بیانی سے کام لے رہی ہو اس لئے
بچے مجہول (یعنی ایسا بچہ جس کا باپ معلوم نہ ہو)
قرار دینا ہی مناسب ہے، رد المحتار میں ہے کہ
زیلعی وغیرہ میں ہے کہ اگر کسی منکوحہ نے نکاح کے
بعد چھ ماہ پورے ہونے سے قبل بچے کو جنم دیا تو
اس خاوند سے بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ یہ
نطفہ نکاح سے قبل کا ہے اور یہ نکاح فاسد قرار
پائے گا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ حمل کسی دوسرے شخص
سے نکاح صحیح یا شبہہ سے وطی کے ساتھ ٹھہرا ہو، انہوں نے
اس سے قبل بدائع کا کلام نقل کرکے فرمایا کہ بحر میں بدائع کی اتباع کی ہے جبکہ مجھے بدائع کے کلام کی وجہ
معلوم نہیں ہوسکی کیونکہ ایسی صورت میں جب بچے کا نسب نہ پہلے خاوند سے ثابت ہوا اور نہ ہی دوسرے

---

[1] رد المحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۲
[2] " " " " " " " ۲/۶۳۲-۳۳
[3] " " " " " " " ۲/۶۳۲

marfat.com

سے ، تو ظاہر ہے کہ دونوں کے علاوہ کسی غیر کا ہے اور وُہ غیر ضروری نہیں کہ زنا ہو ، ہوسکتا ہے کہ یہ حمل وطیٔ بالشبہہ کی وجہ سے ہوا ہو ، اور یہ نکاح صحیح نہ ہوگا مگر جب معلوم ہوجائے کہ یہ حمل زنا سے ہے ، پھر زیلعی وغیرہ کا گزشتہ کلام آخر تک ہے ، پس اس میں غور کرنا چاہئے اھ ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۵ ۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّاۃ مجیدن ساکنہ بدایوں عرصہ ۲۲ سال ہُوا کہ اپنے گھر سے بھاگ کر خدا معلوم کہاں کہاں رہی بعد دو برس کے معلوم ہُوا کہ نوکری آیا گیری کرلی چنانچہ وہاں کا حمل بھی رہا اور دعوٰی ایک انگریز پر اُس حمل کا کیا پھر بریلی میں مسمی اسدعلی خاں سے ملاقات کرلی اور اُس حمل کو اسدعلی خاں کے یہاں وضع کیا ، بعد وضع کے ایک ماہ اور رہی ، اور پھر بچہ چھوڑ کر بھاگ گئی ، اور نوکری آیا گیری کرلی ، وہاں اسدعلی خاں بھی پہنچے اور چند سال کے بعد وہیں انتقال کیا ، وہ عورت بعد انتقال اسدعلی خاں کے آوارہ پھرتی رہی اور کئی بچے پیدا ہو ہو کر مر گئے ، اُن میں سے ایک لڑکا پندرہ برس کا اور ایک سال بھر کا موجود ہے ، جس مدّت میں کہ اسدعلی خاں سے ملاقات تھی پردہ میں ہرگز نہیں رہی اس کے نکاح کا کوئی گواہ کامل نہیں ۔ ممّن میاں بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب اسدعلی خاں کو بہت غیرت دلائی تو کہا کہ میں نے نکاح کرلیا ہے ۔ چندا میاں بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے ہُوا تھا اُس کی عمر اس وقت تیس برس کی ہے اور بوقت نکاح کے دس برس کی تھی کیونکہ اس واقعہ کو بیس برس پُورے ہوگئے تو اُن کی شہادت بوقت نابالغی کی ہے اور جو لڑکا کہ پندرہ یا سولہ برس کا ہے اُس کو اسدعلی خاں کا بتاتے ہیں ، پس اس صورت میں استفسار ہے کہ یہ عورت بدایوں والے خاوند کے نکاح میں رہی یا نہیں ، اور ممّن میاں جو اسدعلی خاں کے قول کو نقل کرتے ہیں یہ نقل کرنا قول کا شہادت عقد کا کام دے سکتا ہے یا نہیں ، اور چندا میاں شخص واحد نابالغ کی شہادت معتبر ہے یا نہیں اور وہ لڑکا جو اسدعلی خاں کا بتاتے ہیں اُن کا ہے یا نہیں ، ہاں زمانہ قرار نطفہ اُن کی حیات کا زمانہ ہے اور درصورت ثبوت نکاح کے وُہ لڑکا وارث ترکۂ اسدعلی خاں کا ہے یا نہیں ؟ فقط بیّنوا بسند الکتاب توجروا فی یوم الحساب ۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں مجیدن بدستور اپنے شوہر بدایونی کے نکاح میں ہے کہ آوارگی بدکارگی مزیل نکاح نہیں ،

لحدیث ابی داؤد والنسائی ابوداؤد اور نسائی کی حدیث میں ہے خاوند

marfat.com

قال انی احبھا قال فامسکھا[1] وفی الدر المختار عن القنیة لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ[2]۔

نے کہا مجھے بیوی سے محبت ہے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تو اسے پاس رکھ لے، اور درمختار میں قنیہ سے منقول ہے فاجرہ بیوی کو طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں ہے۔ (ت)

اور شہادت مذکورہ ناکافیہ ہے کہ نکاح میں جب ایک گواہ معاینہ اور ایک اقرار بیان کرے تو یہ اختلاف شرعًا موجب رَدِّ شہادت ہے،

فی الخانیة ثم الھندیة لوکان المشھود بہ، قولا لایتم الا بفعل، کالنکاح واختلف الشھود فی المکان والزمان اوفی الانشاء والاقرار لاتقبل شھادتھم[3]اھ وفی جامع الفصولین لواختلف الشاھدان بان شھد احدھما علی الانشاء، والاخر علی اقرار فی فعل کجنایة او قول ملحق بالفعل کنکاح یمنع

خانیہ پھر ہندیہ میں ہے جس کے متعلق گواہی دی جارہی ہو وہ ایسا قول ہو جو فعل کے بغیر تام نہ ہو، مثلاً نکاح، تو وہاں گواہوں کا مکان یا زمان یا اس کے اِنشاء یا اقرار میں اختلاف ہو تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی اھ، اور جامع الفصولین میں ہے اگر دو گواہوں کا کسی فعل کے متعلق اختلاف ہو کہ ایک نے انشاء اور دوسرے نے اقرار کی گواہی دی مثلاً جنایت یا اختلافِ شہادت اس قول سے متعلق جو فعل پر تام ہو، مثلاً نکاح، تو ان کا یہ

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب النکاح آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۸۰
سنن النسائی تزویج الزانیة ۲/ ۷۱ وباب ماجاء فی الخلع ۲/ ۱۰۷ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۰ و ۲/ ۲۵۴
[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل الشھادۃ التی تخالف الدعوٰی نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۴۹
فتاوٰی ہندیہ الباب الثامن فی الاختلاف بین الشاھدین نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۰۹

ف: سنن ابوداؤد کے الفاظ یوں ہیں: ان امرأتی لاتمنع ید لامس قال غربھا قال اخاف ان تتبعھا نفسی قال فاستمتع بھا، اور سنن النسائی ص ۱۰۷ پر بھی یہی الفاظ ہیں جبکہ ص ۷۱ پر الفاظ یوں ہیں: ان عندی امرأۃ ھی احب من الناس الیّ وھی لاتمنع ید لامس قال طلقھا قال لااصبر عنھا قال استمتع بھا۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

قبول الشہادۃ[1] اھ ملخصا و فیہ من الفصل ۱۱ من اختلاف الدعوی والشہادۃ لو شہد احدھما بنکاح والاخر باقرار بہ لا یقبل کغصب[2]۔

یہ اختلاف شہادت کے قبول کرنے کے لئے مانع ہوگا اھ ملخصاً اسی میں فصل ۱۱ اختلاف دعوٰے و شہادت سے ہے کہ ایک نے نکاح اور دوسرے نے اس کے اقرار پر شہادت دی تو یہ مقبول نہ ہوگی جیساکہ غصب میں بھی یہی حکم ہے۔ (ت)

پس جبکہ شوہر کا فراش صحیحہ ثابت اور اسد علی خاں کے نکاح کا اصلاً ثبوت نہیں کہ بر تقدیر تزوج بحالت ناواقفی از نکاح غیر فراش فاسد حقیقی ٹھہر کر فراش صحیح حکمی پر بربنائے روایت مفتی بہا ماخوذ للامام الشافی مرجح رہی، کما حققہ فی الدر المختار واوضحہ فی رد المحتار (جیساکہ درمختار میں اس کی تحقیق کی ہے اور ردالمحتار میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ ت) تو بحکم حدیث صحیح متواتر الولد للفراش وللعاھر الحجر (بچے کا نسب نکاح والے کے لئے ہے اور زانی کے لئے محرومی ہے۔ ت) وہ لڑکا شرعاً اسی بدایونی کا قرار پائے گا مالم ینف لعانا (جب تک لعان سے نسب کی نفی نہ کرے۔ ت) اسد علی خاں سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا کہ اس کا وارث ہوسکے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۱۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت بعد وفات اپنے شوہر کے کس قدر ایام تک نکاح کرنے سے ممنوع ہے اگر درمیان عدت کے عورت مذکورہ کے ساتھ کوئی شخص نکاح کرلے تو وہ نکاح صحیح ہے یا نہیں اور اولاد جو نکاح مذکورہ کے بعد پیدا ہوگی وہ صحیح النسب سمجھی جائیگی یا کیسے؟ بیّنوا مع حوالۃ الکتاب۔

الجواب

اگر حاملہ ہے تو وضع حمل تک ورنہ چار مہینے دس دن تک نکاح نہیں کرسکتی کما ھو منصوص فی القرآن العزیز (جیساکہ اس کے بارے میں قرآن کریم میں نص وارد ہوئی ہے۔ ت):

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا[3]۔

اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ (ت)

---

[1] جامع الفصولین فصل ۱۱ فی الاختلاف بین الدعوٰی والشہادت الخ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱/۱۶۴-۱۶۳

[2] " " " " " " " " " " " ۱/۱۶۵

[3] القرآن الکریم ۲/۲۳۴

marfat.com

عدّت کے اندر نکاح مطلقاً ناجائز ہے، ہاں اگر شوہر کو معلوم نہ تھا کہ دوسرے کی عدت میں ہے نادانستگی میں نکاح کرلیا تو اولاد صحیح النسب سمجھی جائے گی اور دانستہ اس حرام خالص کا مرتکب ہُوا تو قنیہ و مجتبٰی و بحرالرائق وغیرہا کا مقتضٰی یہ ہے کہ اولاد ولدالزنا ہو، ردالمحتار میں ہے :

فی البحرعن المجتبٰی ان نکاح منکوحۃ الغیر و معتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انھا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا ولھذا یجب الحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا کما فی القنیۃ وغیرہا[1]۔

بحر میں مجتبٰی سے ہے اگر غیر شخص کی منکوحہ یا معتدہ کو جانتے ہوئے کسی نے اس سے نکاح کے بعد جماع کیا تو اس سے عورت پر عدّت لازم نہ ہوگی کیونکہ کسی نے بھی اس کو جائز نہیں کہا اس لئے یہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا اس لئے جان بوجھ کر ایسا کرنے والے پر زنا کی حد واجب ہوگی کیونکہ یہ زنا ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

مگر تحقیق یہ ہے کہ اس صورت میں حتی الامکان اولاد شوہر اول کی ٹھہرے گی جبکہ اس کی موت سے دو برس کے اندر ہوئی ہو اور اگر دو برس کے بعد ہوئی تو شوہر ثانی کی قرار دیں گے جبکہ نکاح و وطی سے چھ مہینے بعد ہُوئی ہو اور اگر اول کی موت کو دو سال کامل ہو چکے تھے، اور دوسرے کے نکاح و وطی کو ابھی چھ مہینے نہ ہوئے تو اسے مجہول النسب کہیں گے، فی البحرعن البدائع (بحر میں بدائع سے منقول ہے۔ ت) :

فان علم وقع الثانی فاسدا فان جاءت بولد فان النسب یثبت من الاول ان امکن اثباتہ منہ بان جاءت بہ لاقل من سنتین منذ طلقھا الاول اومات[2]۔

یہ معلوم ہوتے ہوئے کہ یہ عورت غیر کی عدت میں ہے اگر کسی نے اس سے نکاح کرلیا تو نکاحِ ثانی فاسد ہوگا، پھر اگر وہ عورت بچہ جنے تو بچّے کا نسب پہلے خاوند سے قرار دیا جائے گا اگر اس سے ثابت کرنا ممکن ہو، مثلاً یُوں کہ پہلے خاوند کی طلاق یا اس کی موت سے دو سال کے اندر بچہ پیدا ہو تو نسب پہلے کا قرار دیا جائیگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

اما اذا لم یمکن بان جاءت بہ لاکثر من سنتین منذ بانت ولستۃ اشھر

لیکن جب ایسا ممکن نہ ہو مثلاً بچّے کی پیدائش طلاق بائنہ سے دو سال بعد اور دوسرے نکاح سے چھ ماہ

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۰۷
[2] بحرالرائق باب ثبوت النسب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۱۵۸

marfat.com

منذ تزوجت فهو للثانی کما فی البحر عن البدائع[1] واللہ تعالیٰ اعلم

پُورے ہونے پر ہُوئی تو اس صورت میں بچہ دوسرے کی طرف منسوب ہوگا جیسا کہ بحر میں بدائع سے منقول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۷ ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق بائن دی جو اُس کے پاس بعد نکاح کے پندرہ روز رہی تھی مگر مرد نے خلوت ساتھ اس کے نہیں کی، دو اشخاص درمیانیوں نے کہ جو پُورے طور پر اس حال سے واقف تھے اسی روز رشوت لے کر دوسرے شخص سے نکاح اُس عورت کا کرا دیا، بعد ایک سال کے اُس عورت سے ایک لڑکا پیدا ہُوا، اُس وقت خاوند کو معلوم ہوا کہ ایام عدت پُورے ہونے سے پہلے نکاح ہوگیا تھا، اب وُہ لوگ جنھوں نے اُس شخص کا نکاح دھوکے سے کرا دیا تھا کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں، عورت کا از روئے شرع شریف کے نکاح جائز ہُوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہُوا تو کیا حکم کرانے والوں کے واسطے معہ زوجہ و زوج کے اور اس لڑکے کے واسطے؟ آیا حرام ہے یا نہیں؟ فقط، بیّنوا توجروا۔

الجواب

خلوت کے معنی یہ ہیں کہ مرد و عورت دونوں تنہا ایک مکان میں تھوڑی دیر اکٹھے ہُوئے ہوں جہاں مباشرت سے کوئی مانع نہ ہو اگرچہ مباشرت واقع نہ ہو۔ اگر خلوت بایں معنی ان مرد و زن میں نہ ہوئی تھی کہ مرد نے طلاق دے دی تو عورت پر اصلاً عدت لازم نہ ہُوئی، اُسی وقت اُس سے نکاح کر لینا جائز تھا، اس تقدیر پر دوسرا نکاح کہ اس عورت نے کیا جائز ہوا، اور اولاد ولد الحلال ہے، ہاں اگر ایسی خلوت ہوگئی تھی اور پھر طلاق ہُوئی اور عورت نے عدت نہ کی تو نکاح ثانی حرام قطعی ہُوا اور جتنے لوگ اس سے واقف ہو نکاحِ ثانی میں شریک و ساعی ہُوئے سب حرام عظیم میں مبتلا ہوئے، شوہر دوم کو اگر اطلاع نہ تھی کہ یہ عورت مطلقہ ہے اور ہنوز عدت نہیں گزری ہے بلکہ بعد ولادتِ پسر اطلاع ہُوئی جیسا کہ بیانِ سائل ہے جب تو یہ بچہ بلاشبہہ ولد الزنا نہیں، اور اگر وُہ بھی آگاہ تھا اور دانستہ اس امر کا مرتکب ہُوا تو بھی بچہ حرامی نہیں، فرق اتنا ہے کہ پہلی صورت میں شوہر ثانی کا بچہ قرار پائے گا اور دوسری صورت میں شوہرِ اوّل کا۔ درمختار میں ہے:

---

[1] ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۳

marfat.com

تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من سنتین مذ بانت ولنصف حول مذ تزوجت عن البدائع انھا للثانی معللا بان اقدامھا علی التزوج دلیل انقضاء عدتھا، حتی لو علمہ بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدھا للاول اھ[1] ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم۔

بائنہ طلاق کی عدت والی نے نکاح کرلیا پھر اس نے بائنہ طلاق کے وقت سے دو سال کے اندر اندر دوسرے نکاح سے چھ ماہ کے بعد بچے کو جنم دیا، تو بدائع سے منقول ہے کہ یہ بچہ دوسرے کا ہوگا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا عورت کا دوسرے نکاح کے لئے اقدام کرنا عدت ختم ہونے کی دلیل قرار دی جائیگی حتی کہ اگر مرد و عورت دونوں کو معلوم ہو کہ عدت ابھی باقی ہے، تو یہ نکاح فاسد ہوگا، اور بچہ پہلے خاوند کا قرار دیا جائے گا، ملتقطا، واللہ تعالٰے اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۸

۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو یہ کہہ کر نکال دیا کہ عورت خراب اور بدکار ہے، پس وہ عورت مذکورہ ایک مدت آوارہ طور پر پھرا کی اب زید نے اس عورت کو اپنے مکان میں لاکر رکھ لیا، مکان میں داخل ہونے کے تین[3] ماہ بعد دختر پیدا ہوئی، اس صورت میں اول تو یہ کہ زید کا نکاح نکاح رہا یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ وہ لڑکی زید کی قرار دی جائے گی یا حرام کی؟ کیونکہ ایام آوارگی میں کبھی زید کے پاس نہیں آئی، اور اب زید نے جو اس عورت کو پھر رکھا ہے نکاح کرے یا نہیں؟ اور زید عورت کے نکال دینے پر اور پھر رکھ لینے پر از روئے شرع شریف مستوجب کسی سزا ہے؟

الجواب

صرف نکال دینے سے زید کے نکاح میں کچھ فرق نہ آیا، لڑکی زید ہی کی قرار پائے گی اگرچہ ایام آوارگی میں یہ عورت کبھی زید کے پاس نہ آتی اور مکان میں واپس آتے ہی اسی دن لڑکی پیدا ہو جاتی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر[2]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: بچے کا نسب نکاح والے سے ہوگا اور زانی کو محرومی ہے (ت)

---

[1] درمختار | فصل فی ثبوت النسب | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۳

[2] صحیح البخاری | کتاب الفرائض | باب الولد للفراش الخ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/۹۹۹

زید کو دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں پھر رکھ لینے میں اس پر کوئی الزام نہیں، ہاں نکال دینا اگر بلا وجہ شرعی تھا تو گنہگار ہُوا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا دادا پٹھان تھا، دادی اور والدہ سیدانی۔ اس صورت میں زید سیّد ہے یا پٹھان؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ اُنھیں قوموں سے ہوگا اگرچہ اُس کی ماں اور دادی سب سیدانیاں ہوں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے:

من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ یوم القیٰمۃ صرفا ولاعدلا۔[1] ھذا مختصر۔

جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اس پر خود اللہ تعالیٰ اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔ مختصراً۔

بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وغیرہم نے یہ حدیث مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی ہے، ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن وامام حسین اور اُن کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ وُہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے پھر اُن کی جو خاص اولاد ہے اُن میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہُوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اس لئے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں نہ کہ بناتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کہ وُہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائیں گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰ از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ نواب پورہ مرسلہ نیاز اللہ خاں ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

حضور لامع النور عالم ظاہر و باطن ومعقول ومنقول جناب فیض مآب مفتی محمد احمد رضا خاں صاحب دام فیوضہم، عالیجاہ! عرض یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا مدت تک پھر اُسی کی زندگی میں اس کی بیٹی سے بھی حرام کیا، یہاں تک کہ دس برس تک اُسے گھر میں ڈال کر پردہ میں رکھ کر حرام کرتا رہا، چار بچے پیدا ہوئے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا، وہ پرورش پا گئے، اور یہ عورت منکوحہ جس کی یہ اولاد حرامی موجود ہے

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۴ مروی از عمرو بن خارجہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۳۴

marfat.com

دوسرے شخص کی منکوحہ تھی اُس کے پاس سے بھاگ کر زانی کے پاس رہنے لگی، خاوند اس کو لینے آیا، خلق بیان کرتی ہے کہ خاوند نے اس فعل کو دیکھ کر برادری کے سبب سے طلاق دے دی واللہ اعلم بالصواب و الغیب عند اللہ اب وُہ شخص زنا سے توبہ کرکے نکاح میں لانا چاہتا ہے، آیا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور درصورت ناجائز ہونے نکاح کے وہ عورت مع اُن بچوں کے نکال دی جائے گی یا بچے اُس سے وُہ شخص پرورش کرنے کے لئے لے گا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں اگر شوہر نے اُسے طلاق بھی دی ہو تاہم زانی سے نکاح نہیں ہوسکتا کہ جب یہ اُس کی ماں سے زنا کرچکا، بیٹی ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوگئی۔

فی الدر المختار حرم اصل مزنیۃ وممسوسۃ بشھوۃ، والمنظور الی فرجھا الداخل وفروعھن[1] اھ ملخصًا۔

درمختار میں مزنیہ اور جس عورت کو شہوت کے ساتھ مَس کیا اور وُہ جس کی شرمگاہ کے داخل حصّہ کو شہوت سے دیکھا ہو ان عورتوں کے اصول وفروع حرام ہوجائیں گے اھ ملخصًا (ت)

اور جبکہ معلوم ہے کہ اُس زانی نے اب تک اُس سے نکاح نہ کیا تھا اب زنا سے توبہ کرکے نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ بچے اس شخص کے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے بلکہ اگر شوہر نے طلاق نہ دی یا طلاق سے پہلے یا اُس کے بعد چھ مہینے کے اندر تک یہ اولادیں پیدا ہوئیں تو سب شوہر ہی کی قرار پائیں گی اور زانی کے لئے پتھر۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر[2]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: بچے کانسب نکاح والے سے ہوگا اور زانی کو محرومی ہے (ت)

اور طلاق سے چھ مہینے یا زائد کے[ع] رجعی تھی اور بچہ اُس وقت ہوا کہ عورت نے ہنوز عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا تھا یا اقرار ایسے وقت کیا تھا کہ اتنی مدّت میں عدت کا گزرجانا محتمل نہیں یعنی امام کے نزدیک طلاق کو دو مہینے اور صاحبین کے نزدیک انتالیس ۳۹ دن نہ گزرے تھے یا اقرار کے وقت تو گزرنا محتمل تھا مگر بعد کو اس کا

ع مسودہ میں بیاض ہے۔

---

[1] درمختار | فصل فی المحرمات | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۸۸
[2] صحیح البخاری | باب الولد للفراش حرۃ کانت اوامۃ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/ ۹۹۹

marfat.com

کذب ظاہر ہوا کہ جو وقت اُس نے انقضائے عدت کا بتایا تھا اُس سے چھ مہینے کے اندر بچہ ہُوا تو ان صورتوں میں پہلا بچہ جو بعد طلاق ہُوا ہے علی الاطلاق شوہر ہی کا ٹھہرے گا اگرچہ طلاق سے بیس برس بعد پیدا ہوا کہ طہر کے لئے زیادت کی جانب کوئی حد مقرر نہیں، ممکن ہے کہ تین حیض تیس برس میں آئیں تو انقضائے عدت نہ فی نفسہٖ ثابت ہُوا نہ عورت کے اقرار مقبول سے، لاجرم اس کا پیٹ میں رہنا ایامِ نکاح میں تھا یا زمانۂ عدت میں ہر طرح نسب ثابت ہے کہ طلاق رجعی میں شوہر جب عدت کے اندر وطی کرے تو وہ حرام نہیں ہوتی بلکہ رجعت ہوجاتی ہے ولہذا عدت ہی میں حمل رہنا ثابت نہ ہُوا بلکہ محتمل کہ طلاق سے پہلے کا ہو تو اس کی ولادت مثبت رجعت نہ ہوگی بلکہ مثبت انقضائے عدت ہوگی کہ وضعِ حمل کے بعد بقائے عدت کے کوئی معنی نہیں، اس صورت میں اور بچے جو اسی کی ولادت کے چھ مہینے یا زائد کے بعد پیدا ہُوئے شوہر کے نہیں ٹھہر سکتے کہ ان کا پیٹ میں رہنا نہ ایامِ نکاح میں ہُوا نہ زمانۂ عدت میں، ہاں اگر دوسرا بچہ اُس سے پہلے کی پیدائش سے چھ مہینے کے اندر ہوگیا تو یہ بھی شوہر کا قرار پائے گا کہ چھ مہینے سے کم میں دوسرے حمل کا بچہ نہیں ہوسکتا، لاجرم یہ اسی کے ساتھ تھا' اور اگر طلاق بائن تھی اگرچہ مغلظہ ہو اور عورت اپنے شوہر کی مدخولہ تھی اور اُس نے ہنوز انقضائے عدت کا اقرار مقبول بمعنی مذکور کیا تھا کہ طلاق سے دو برس کے اندر بچہ ہُوا تو بھی شوہر کا ٹھہرے گا کہ اس کا پیٹ میں رہنا ایامِ نکاح میں محتمل ہے، اور دو برس کے بعد ہُوا تو اب حمل زمانۂ نکاح کا تو یقیناً نہ تھا نہ ایام عدت کا ٹھہرا سکتے ہیں کہ بے نکاحِ جدید عدتِ بائن میں قربت حرام ہے، اس صورت میں ناچار شوہر کا نہ ہوگا مگر یہ کہ وُہ اپنا ٹھہرالے اور اقرار کردے کہ یہ میرا بچہ ہے اگرچہ عورت کہتی ہے کہ اس کا نہیں یا بعد طلاق دو برس کے اندر ایک بچہ ہولیا تھا یہ دوسرا اس سے چھ مہینے کے اندر ہوگیا تو بوجہ سابق اسے بھی شوہر کا ٹھہرا دیں گے، بالجملہ اتنی صُورتیں ہیں جن میں یہ بچے کُل یا بعض شوہر ہی کے ٹھہریں گے اور ثابت النّسب ہوں گے اور اُنھیں ولد الزنا کہنا ناجائز ہوگا، اور اگر بالفرض ان صورتوں سے کوئی شکل نہ پائی جائے تو غایت یہ کہ شوہر کے نہ ٹھہریں ولد الزنا یا مجہول النسب ہوں، بہرحال زانی کے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے نہ اُسے اُن پر کوئی استحقاقِ دعوٰی۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

یثبت نسب ولد معتدة الرجعی وان ولدت لاکثر من سنتین ولو لعشرین سنة فاکثر لاحتمال امتداد طهرها وعلوقها فی العدة مالم تقر بمضی العدة وکانت الولادة

رجعی طلاق کی عدت والی کے ہاں بچہ پیدا ہو تو نسب اسی خاوند کا ہوگا اگرچہ یہ بچہ طلاق سے دو سال، بیس سال یا بیس سال سے بھی زیادہ عرصہ میں پیدا ہُوا ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ نطفہ عدت میں ٹھہرا ہو اور عدت کے دوران طہر طویل ہوئے ہوں تاوقتیکہ

marfat.com

رجعة لو في الاكثر منهما او لتمامهما
لعلوقها في العدة (فيصير بالوطء
مراجعا نهر) لا في الاقل
للشك (فان اقرت بانقضائها
والمدة تحتمله بان تكون
ستين يوما على قول الامام
وتسعة وثلثين على قولهما
ثم جاءت بولد لا يثبت
نسبه الا اذا جاءت به لاقل
من ستة اشهر من وقت
الاقرار فانه يثبت نسبه
للتيقن بقيام الحمل وقت
الاقرار فيظهر كذبها، و
كذا هذا في المطلقة البائنة
والمتوفى عنها اذا ادعت
انقضائها ثم جاءت
بولد لتمام ستة اشهر
لا يثبت نسبه، ولاقل يثبت
كما يثبت بلا دعوة احتياطا في
مبتوتة (ليشمل البت
بالواحدة والثلاث
تزوجها في العدة اولا بحر)
جاءت به لاقل منهما من

عورت نے عدت ختم ہونے سے پہلے اقرار نہ کیا ہو اور بچے کی ولادت کو خاوند کا رجوع قرار دیا جائے گا اگر مطلقہ رجعی دو سال یا دو سال کے بعد بچہ جنم دے کیونکہ ممکن ہے کہ استقرار حمل عدت میں ہوا ہو (لہذا خاوند وطی کے ساتھ رجوع کرنے والا قرار پائے گا، نہر) اور دو سال سے کم مدت میں پیدائش ہو تو شک کی بنا پر خاوند کا رجوع ثابت نہ ہوگا (کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ حمل طلاق سے پہلے کا ہو) پھر اگر عورت نے عدت ختم ہونے کا اقرار کرلیا ہو اور وہ مدت بھی عدت کے ختم ہونے کا احتمال رکھتی ہو مثلاً امام اعظم کے قول پر ساٹھ ۶۰ دن اور صاحبین کے قول پر انتالیس ۳۹ دن گزر چکے ہیں پھر اس اقرار کے بعد بچہ کو جنم دے تو اس صورت میں بچے کا نسب پہلے خاوند سے ثابت نہ ہوگا مگر جبکہ اقرار کے وقت سے چھ ماہ کے اندر بچہ جنم دے تو نسب اسی سے ہی ثابت ہوگا کیونکہ اب یقیناً اقرار کے وقت وہ حاملہ تھی تو اس عورت کا اقرار جھوٹا ثابت ہو جائے گا اور یوں ہی اگر مطلقہ بائنہ یا جس کا خاوند فوت ہوا ہو جب وہ عدت ختم ہو جانے کا دعوٰی کرے پھر دعوٰی کے چھ ماہ بعد بچہ کو جنم دے تو یہ نسب بھی پہلے خاوند کا نہ ہوگا اور اگر چھ ماہ سے کم مدت ہو تو احتیاطاً نسب پہلے خاوند کا ہوگا جیسا کہ بغیر دعوٰی بھی بائنہ طلاق والی میں نسب ثابت ہوتا ہے (خواہ ایک طلاق یا تین طلاق سے بائنہ ہوئی ہو اور اس نے عدت میں دوسرے سے نکاح کیا یا نہ کیا ہو، بحر) بشرطیکہ اس نے طلاق سے دو سال کے اندر

ف: قوسین کے درمیان والی عبارت رد المحتار کی ہے جبکہ قوسین سے باہر والی عبارت تنویر اور در مختار کی ہے۔ نذیر احمد

marfat.com

وقت الطلاق لجواز وجوده وقته
ولو تقر بمضيها، كما مر،
ولو لتمامهما لا يثبت النسب
الا بدعوته لانه التزمه وهي
شبهة عقد ايضا والا اذا ولدت
توأمين احدهما لاقل من
سنتين والاخر لاكثر فيثبت لكن
في القهستاني الدعوة مشروطة
في الولادة لاكثر منهما وان
لم تصدقه المرأة في الاوجه
فتح، ويثبت نسب ولد المقرة
بمضيها لو لاقل من اقل مدته
من وقت الاقرار ولاقل
من اكثرها من وقت البت
للتيقن بكذبها (استشكله
الزيلعي بما اذا اقرت بعد سنة
مثلا ثم ولدت لاقل من ستة
اشهر من وقت الاقرار ولاقل
من سنتين من وقت
الفراق فانه يحتمل بانقضائها
ان تنقضي في ذلك الوقت فلم
يظهر كذبها بيقين الا اذا قالت
انقضت عدتي الساعة
ثم ولدت لاقل
المدة من ذلك

بچّہ کو جنم دیا ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ طلاق کے وقت
اس کا حمل موجود ہو اور اقرار بھی نہ پایا گیا ہو جیسا کہ
گزر چکا ہے اور اگر طلاق سے دوسال پورے ہوجانے
کے بعد بچّہ جنا ہو تو پھر اس کے دعویٰ کے بغیر نسب
ثابت نہ ہوگا، کیونکہ زوج نے نسب اپنے اوپر خود
لازم کرلیا اور یہ مشابہ عقد بھی ہے مگر یہ کہ عورت نے
اس حمل سے دو بچے جنے یوں کہ ایک کو دوسال
پورے ہونے سے قبل اور دوسرے کو دوسال کے
بعد جنم دیا ہو تو اس صورت میں دعویٰ کے بغیر نسب
ثابت ہوجائے گا لیکن قہستانی میں ہے اوجہ روایت
کے مطابق دوسال کے بعد کی ولادت کی صورت میں دعویٰ
شرط ہے اگرچہ عورت زوج کی تصدیق نہ کرتی ہو، فتح۔ ایسی
عورت جس نے عدت گزر جانے کا اقرار کر رکھا ہو اور وہ
اقرار کے وقت سے چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ کو جنم دے
یا طلاق بائن کے وقت سے دوسال کے اندر بچہ کو جنم دے
تو اس بچے کا نسب ثابت ہوگا کیونکہ اس صورت میں
عورت کا جھوٹا ہونا یقینی ہے، اس پر زیلعی نے یہ اشکال پیدا
کیا ہے کہ مثلاً جب عورت سال بعد عدت ختم ہونے کا
اقرار کرے پھر وقتِ اقرار سے چھ ماہ کے اندر اور وقت
فراق سے دوسال کے اندر بچے کو جنم دے تو ایسی
صورت میں عدت کے ختم ہونے کا احتمال موجود ہے کہ
عدت اسی وقت میں ختم ہوئی ہو تو عورت کا جھوٹا ہونا
بطور یقین ثابت نہ ہوگا مگر اس صورت میں کہ جب وہ
یوں کہے کہ میری عدت اب ختم ہوئی ہے پھر اس وقت
سے چھ ماہ کے اندر بچہ کو جنم دے تو جھوٹا ہونا ظاہر

marfat.com

الوقت[1] اھ استظهرہ فی البحر، وقال یجب حمل کلامهم علیه کما یفهم من غایة البیان وتبعه فی النهر والشرنبلالیة[2] انتهت ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہوگا اھ اس کو بحر میں ظاہر قرار دیا، اور کہا کہ فقہاء کے کلام کو اس معنی پر محمول کرنا ضروری ہے جیسا کہ غایۃ البیان سے سمجھا جارہا ہے، اور نہر اور شرنبلالی میں اس کی پیروی کی ہے انتہت ملتقطا، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱ تا ۱۲۴: از کوہ منصوری ڈاکخانہ کلھڑی کام اپر انڈیا گیٹ مرسلہ کلیم اللہ صاحب ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کتاب بہشتی زیور میں حصہ چہارم میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند مرجائے اور ایک دن کم دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا ہو تو وہ مرحوم خاوند کا مانا جائے گا، یہ مسئلہ شرع محمدی یا طب یا ڈاکٹری سے تحقیق ہے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر جائز ہے تو کب سے ہے؟ یا کہ پرانا مسئلہ ہے یا اولیائے کرام سے جائز ہے؟

(۲) دوسرے یہ کہ چار مہینے دس دن جو شرع سے قائم ہیں بعد عدت سے نکاح کرے تو بعد کو ایک سال یا ۹ مہینے کے بچہ پیدا ہوا تو پہلے خاوند کا مانا جائے گا یا اب جس سے نکاح ہوا اس کا؟

(۳) تیسرے یہ کہ وہ بچہ کونسی حق ملکیت میں مستحق ہوگا پہلے باپ کی ملکیت میں یا دوسرے کی؟

(۴) چوتھے یہ کہ بعض امام سلام پھیر کر سر پر ہاتھ رکھتے ہیں تو کس مصلحت سے رکھتے ہیں؟

الجواب

کتاب بہشتی زیور نہ دیکھا کیجئے، اس کا دیکھنا حرام ہے، اس میں بہت سے مسائل غلط اور بہت باتیں گمراہی کی ہیں اور اس کے مصنف کو تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق نام لے کر لکھا ہے من شك فی کفرہ فقد کفر[2] جو اس شخص مذکور کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

یہ مسئلہ یوں ٹھیک نہیں بلکہ اگر چار مہینے دس دن عدت کے گزار کر عورت نکاح کرلے اور نکاح سے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہو کہ موتِ شوہر سے دس مہینے دس ہی دن بعد ہوا ہرگز پہلے شوہر کا نہ ٹھہرے گا بلکہ اسی دوسرے کا ہے پہلے شوہر کے ترکہ سے اُسے کچھ نہ ملے گا، یہ دوسرا شخص ہی اس کا باپ ہے اگر یہ مرے گا تو وہ بچہ اس کا وارث ہوگا بلکہ اگر عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ بھی کرے صرف اتنا ہو کہ چار ماہ دس دن بعد وہ اپنی عدت

---

[1] درمختار | فصل فی ثبوت النسب | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۱-۲۶۲
ردالمحتار | | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۲۳ تا ۶۲۶
[2] درمختار | باب المرتد | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۵۶

marfat.com

گزرجانے کا اقرار کرچکی ہو اس کے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہوا جب بھی ہرگز اُس شوہر مُردہ کا نہ ٹھہرے گا۔ درمختار میں ہے:

لو اقرت بمضیھا بعد اربعۃ اشھر وعشرا فولدتہ لستۃ اشھر لم یثبت لاحتمال حدوثہ بعد الاقرار[1] (ملخصًا)

اگر عورت موتِ زوج کے وقت سے چار ماہ دس دن عدت گزرنے کا اقرار کرے پھر وقت اقرار سے پورے چھ ماہ میں بچہ کو جنم دے تو بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل کا حدوث اقرار کے بعد ہُوا ہو۔(ت)

نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر ایک دُعا پڑھنا حدیث میں آیا ہے کارڈ میں دعا لکھنے کی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ از پیلی بھیت مرسلہ عثمان صاحب معرفت مولوی عبدالحق صاحب ۲۲ شوال ۱۳۳۶ھ

ہندہ سے اس کے شوہر نے پونے تین سال سے قربت نہیں کی اور اس زمانہ میں پونے تین سال ہندہ اپنے باپ کے یہاں رہی اور اس صورت میں کہ میکے میں سوائے باپ کے اور کوئی اس کا رشتہ دار نہیں تھا اور وہاں بھی اُس کی نہیں بھی اور نہ کوئی عورت اور اس کے پاس تھی اب پونے تین سال کے بعد اُس کے بچہ پیدا ہُوا، ہندہ حلف سے اور قسم سے کہتی ہے کہ بچہ میرے شوہر کا ہے جس طرح چاہے اطمینان کرلو، اس زمانہ پونے تین سال میں اپنے شوہر یا اس کے خاندان والوں کو یا اپنے ماں باپ کے رشتہ داروں کو مطلع نہیں کیا حالانکہ دونوں طرف بچہ ہونے کی کمال تمنا تھی کیونکہ اُس کے شوہر کی دُوسری بی بی سے بھی نیز اس سے اور کوئی اولاد نہ تھی، ہندہ کہتی ہے کہ مجھ کو دو ڈھائی مہینے سے آثارِ حمل کچھ ظاہر ہُوئے میں نے بوجہ اپنی سَوت کے کسی سے اظہار نہیں کیا کہ مبادا سوت درپے آزار ہو مگر میں نے اپنے شوہر کو نیز اپنی چچی کو بلایا وہ میرے پاس نہیں آئی، بچہ باپ کے یہاں پیدا ہُوا، چوتھے روز شوہر کو بذریعہ تحریر مطلع کیا، ہندہ نے یہ بھی اپنی چچی سے کہا میری بینائی میں فرق آگیا ہے اور میرا جسم اکثر پکتا ہے۔ یہ اس کی حالت تھی، یہ اس کی چچی کا بھی بیان ہے اور ایام بھی بند تھے مگر گاہے کچھ معلوم ہوکر بند ہوجاتا تھا، جب ہندہ نے اور اس کے باپ نے بذریعہ تحریر شوہر کو اطلاع دی مولود کی، تب شوہر نے حالتِ غم میں اُس کا جواب تحریری بھیجا کہ عرصہ سے میرا اُس سے تعلق نہیں لہذا وہ بچہ میرا نہیں ہے اور میرا اس سے تعلق نہیں ہے۔ اس کا جواب عباراتِ فقہاء واحادیث وتمثیلات سے فرمایا جائے، فقط۔

---

[1] درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۲

marfat.com

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ بچہ شرعاً بلاشبہہ اُسی شوہر کا ہے اسے اُس کا انکار جائز نہیں پونے تین درکنار تیس چالیس برس سے دونوں الگ ہوتے جب بھی بچہ اُسی کا ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، الولد للفراش وللعاھر الحجر[1]۔ بچہ نکاح والے کا ہے اور زانی کے لئے محرومی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

قد اکتفوا بقیام الفراش بلادخول کتزوج المغربی بمشرقیة بینھما مسافة سنة فولدت لستة اشھر من تزوجھا لتصورہ کرامة واستخداما، فتح[2]۔

فقہاء کرام نے ثبوتِ نسب میں نکاح موجود ہونے کو کافی قرار دیا اگرچہ جماع نہ پایا جائے، جیسے کوئی مغرب میں رہنے والا شخص مشرق میں رہنے والی عورت سے نکاح کرے اور دونوں کے درمیان سال بھر کی مسافت ہو اور اس عورت کے ہاں وقتِ نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو نسب نکاح والے کا ہوگا کیونکہ کرامت اور استخدام کے طور پر یہ ممکن اور متصور ہے، فتح۔ (ت)

ہمارے ائمہ نے اکثر مدتِ حمل دو سال رکھی ہے کہ غالب یہی ہے اور فقہ میں غالب ہی کا اعتبار ہے نادر خصوصاً ایسا کہ صدہا سال کروڑوں ولادتوں میں اُس کا خلاف نہ مسموع ہو لحاظ نہیں کیا جاتا، امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہد مبارک میں ایک صاحب اپنی زوجہ کو وطن میں چھوڑ کر سفر کو گئے دو برس بعد واپس آئے تو عورت کو حاملہ پایا ایک مدت بعد بچہ ہوا قد نبتت ثنیتاہ یشبہ اباہ اس کے اگلے چاروں دانت پیٹ ہی میں نکل چکے تھے صورت میں اپنے باپ سے مشابہ تھا فلما راٰہ الرجل قال ولدی و رب الکعبة جب اُن صاحب نے اُس بچے کو دیکھا کہا خدا کی قسم میرا بچہ۔ ذکرہ فی الفتح، وقال انما ھو بقیام الفراش ودعوی الرجل نسبه[3] اھ (اس کو فتح میں ذکر کیا ہے، اور فرمایا یہ تب ہے کہ نکاح موجود ہو اور زوج نسب کا دعوٰی کرے اھ۔ ت)

اقول فی صدر الحدیث ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ھم برجمھا

اقول (میں کہتا ہوں کہ) حدیث کے شروع میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس عورت کو رجم

---

[1] صحیح البخاری | باب الولد للفراش حرة کانت او امة | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/۹۹۹

[2] درمختار | فصل فی ثبوت النسب | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۳

[3] فتح القدیر | باب " " | نوریہ رضویہ سکھر | ۴/۱۸۱

marfat.com

فقال له معاذ رضی الله تعالٰی عنه ان کان لك علیها سبیل فلا سبیل لك علی ما فی بطنها، فترکها حتی ولدت ولدا قد نبتت[1] الخ فالفراش قد کان قائما حین هم برجمها وھو لا یحتاج الی الدعوة فالصواب ان یشاء الله تعالٰی ان ذٰلك قد یقع بغایة الندرة والعبرة فی الفقه الغالب فافهم، ثم بعد سویعة رأیت ولله الحمد الامام السرخسی رحمه الله تعالٰی صرح فی مبسوطه بما سبق الیه خاطر الفقیر اذ قال بعد ذکر الحدیث المذکور وحکایات تأتی ما نصه، لنا ان الاحکام تبتنی علی العادة الظاهرة وبقاء الولد فی بطن امه اکثر من سنتین فی غایة الندرة[2]۔

کرنے کا قصد فرمایا تو ان سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا کہ اگرچہ آپ کو اس عورت پر قدرت ہے مگر اس کے پیٹ میں جو بچّہ ہے اس پر آپ کی قدرت نہیں، تو اس پر عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عورت کو چھوڑ دیا حتی کہ اس عورت نے ایسے بچّے کو جنم دیا جس کے دانت نکل چکے تھے الخ تو جب حضرت عمر فاروق نے اس عورت کے رجم کا ارادہ فرمایا تو اس وقت اس کا نکاح موجود تھا، تو ایسی صورت میں نسب کے دعوٰی کی ضرورت نہیں، تو درست یہی ہے۔ اگر اللہ تعالٰی نے چاہا کہ ایسا واقعہ انتہائی نادر ہوتا ہے جبکہ فقہ میں کثیر الوقوع کا اعتبار کیا جاتا ہے، اس پر غور کرو۔ پھر تھوڑی دیر بعد للہ الحمد میں نے امام سرخسی کا نقل کردہ کلام دیکھا کہ آپ نے اپنی مبسوط میں اسی بات کی تصریح فرمائی جو میرے دل پر وارد ہوئی تھی، جب انھوں نے مذکورہ حدیث اور کچھ ایسے واقعات جن کا ذکر آرہا ہے، کو بیان کرکے فرمایا ہمارے لئے احکام ظاہر عادت پر مبنی ہیں، جبکہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زائد عرصہ بچّے کا رہنا انتہائی نادر واقعہ ہے۔ (ت)

دارقطنی وبیہقی اپنے اپنے سُنن میں ولید بن مسلم سے راوی امام دار الہجرۃ عالم المدینہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

ھذہ جارتنا امرأة محمد بن عجلان امرأة صدق وزوجها رجل صدق حملت ثلثة ابطن فی اثنی عشرة سنة کل بطن فی اربع سنین[3]۔

یہ ہیں ہماری ہمسائی محمد بن عجلان کی بی بی، یہ سچّی عورت اور وہ سچّے مرد، ان کے تین حمل بارہ۱۲ برس میں ہُوئے، ہر حمل چار سال میں۔

---

[1] فتح القدیر باب ثبوت النسب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۸۱

[2] مبسوط سرخسی باب العدۃ وخروج المرأة من بیتھا دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۴۵

[3] فتح القدیر بحوالہ الدارقطنی والبیہقی باب ثبوت النسب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۸۱-۱۸۰

maarfat.com

امام شمس الائمہ سرخسی مبسوط میں فرماتے ہیں :

قیل ان الضحاك ولدته امه لاربع سنین ، وولدته امه لاربع سنین ، وولد ته بعد ما نبتت ثنیتاه وھو یضحك فسمی ضحاکا و عبد العزیز الماجشونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولدته امه لاربع سنین وھذہ عادة معروفة فی نساء ماجشون رضی اللہ تعالیٰ عنھم انھن یلدن لاربع سنین[1]

یعنی منقول ہُوا کہ امام مفسّر محدّث ضحاک چار برس ماں کے پیٹ میں رہے، پیدا ہُوئے تو اگلے چاروں دانت نکل چکے تھے، ہنستے معلوم ہوتے تھے اس لئے ضحاک نام رکھا گیا (یعنی بہت ہنسنے والے)، اور امام محدث عبد العزیز ماجشونی بھی چار برس حمل میں رہے، اور بنی ماجشون کی عورتوں کی یہ عادت مشہور ہے کہ بچہ ان کے پیٹ میں چار برس رہتا ہے۔

شوہرِ زن کا کہنا ہے کہ وُہ بچہ میرا نہیں اور میرا اُس سے تعلق نہیں، اس لفظ اخیر میں اگر لفظ اوّل کے خلاف اُس کی ضمیر بچّے کی طرف ہے جب تو ظاہر کہ اُسے طلاق سے کوئی تعلق نہیں اور اگر مثل اوّل ضمیر عورت کی طرف ہے تو یہ لفظ کنایات طلاق سے ہے اور وُہ محتمل سَبّ و ذم ہے یعنی میں ایسی عورت سے بیزار ہُوں اور حالت حالتِ غضب ہے تو بے اقرارِ شوہر نیت طلاق کا ثبوت نہ ہوگا اس سے قسم لی جائے اگر بحلف کہہ دے کہ میں نے یہ لفظ بہ نیت ازالۂ علاقہ نکاح نہ کہا تھا تو طلاق نہ ہُوئی اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اُس پر ہے۔

مبسوط امام شمس الائمہ میں ہے :

انت بائن حرام بتة خلیة بریة تحتمل معنی السب ای انت بائن من الدین بریة من الاسلام خلیة من الخیر حرام الصحبة والعشرة بتة عن الاخلاق الحسنة وعن ابی یوسف رحمه اللہ تعالیٰ انه الحق بھذہ الالفاظ اربعة الفاظ اخر خلیت سبیلك فارقتك لاسبیل لی علیك لاملك

اگر خاوند بیوی کو کہے "تُو بائن ہے، حرام ہے، دُور ہے، خالی ہے، بَری ہے" تو یہ الفاظ محتمل معنی سبُ ذم ہیں یعنی تُو دین سے الگ ہے، تُو اسلام سے بری ہے، خیر سے خالی ہے، صحبت وعشرت سے محروم ہے، اخلاقِ حسنہ سے دُور ہے (لہذا یہ الفاظ مذکورہ معانی کی وجہ سے گالی بن سکتے ہیں اس لئے طلاق کی نیت کئے بغیر طلاق نہ ہوگی) امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے ان پانچ الفاظ پر مزید چار الفاظ ذکر فرمائے (جن میں گالی کا احتمال ہونے

---

[1] مبسوط السرخسی باب العدة وخروج المرأة من بیتھا دار المعرفة بیروت ۶/۴۵

لی علیك لانها تحتمل معنی السب ای لاملك لی علیك لانك ادون من ان تملکی، لاسبیل لی علیك لشرك وسوء خلقك، و فارقتك انقاء لشرك و خلیت سبیلك لهوانك علی[1]

کی وجہ سے بغیر نیت طلاق نہ ہوگی) وہ چار الفاظ یہ ہیں، میں نے تیرا راستہ کھول دیا، میں تجھ سے الگ ہوں، میرا تجھ پر چارہ نہیں، میری تجھ پر ملکیت نہیں۔ کیونکہ یہ الفاظ گالی کا احتمال رکھتے ہیں یعنی میری تجھ پر ملکیت نہیں کیونکہ تُو اس قابل نہیں، میرا تجھ پر چارہ نہیں تیرے شر اور بداخلاقی کی وجہ سے، میں تجھ سے الگ ہُوں تیرے شر اور بداخلاقی سے بچتے ہُوئے، میں نے تیرا راستہ کھول دیا ہے کہ تُو میرے ہاں کمینی ہے۔ (ت)

اسی طرح تبیین امام زیلعی میں ہے۔

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

روی عن ابی یوسف انه زاد علی هذه الالفاظ الخمسة خمسة اخری لاسبیل لی علیك، فارقتك، خلیت سبیلك، لاملك لی علیك، بنت منی، لان هذه الالفاظ تحتمل الشتم کما تحتمل الطلاق، فیقول الزوج لاسبیل لی علیك لشرك، و فارقتك فی المکان لکراهة اجتماعی معك، و خلیت سبیلك وما انت علیه، ولاملك لی علیك لانك اقل من اتملك، و بنت منی لانك بائن من الدین او الخ[2]

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ انہوں نے ان پہلے پانچ مذکورہ الفاظ پر مزید پانچ ذکر فرمائے جن میں چار وہی پہلے والے اور ایک "تو مجھ سے دُور ہے"، کیونکہ یہ الفاظ جیسے طلاق کا احتمال رکھتے ہیں گالی ہونے کا احتمال بھی رکھتے ہیں، مثلاً خاوند کہتا ہے تیرے شر کی وجہ سے میرا تجھ پر چارہ نہیں، میں مکان میں تجھ سے جُدا رہتا ہُوں کیونکہ تیرے ساتھ اکٹھا رہنا ناپسند کرتا ہُوں، تیرا راستہ تیرے حال پر کھولتا ہُوں، تجھ پر میری ملکیت نہیں کیونکہ تُو اس قابل نہیں، تُو مجھ سے دُور ہو کیونکہ تُو دین سے دور ہے یا الخ (ت)

ہدایہ میں ہے:

عن ابی یوسف فی قوله لاملك "تُو مجھ سے دُور ہے" کے ماسوا باقی چار الفاظ کو

---

[1] المبسوط للسرخسی باب ما تقع به الفرقة مما یشبه الطلاق دار المعرفة بیروت ۶/ ۸۰ و ۸۱

[2] بدائع الصنائع فصل واما الکنایة فنوعان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۰۷

marfat.com

لی علیك و لاسبیل لی علیك و خلیت سبیلك و فارقتك ، انه یصدق فی حالة الغضب لما فیها من احتمال معنی السب[1]

ذکر کرکے کہا کہ ابویوسف سے مروی ہے کہ اگر خاوند کہے کہ یہ میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہے، تو غصہ کی حالت میں کہنے پر خاوند کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ ان الفاظ میں گالی ہونے کا احتمال ہے۔ (ت)

عنایہ میں ہے :

فان قوله لاملك لی علیك یحتمل ان یکون معناه لانك اقل من ان تنسبی الی ملکی او انسب الیك بالملك و لاسبیل لی علیك لسوء خلقك و اجتماع انواع الشر فیك ، و خلیت سبیلك لقذارتك و فارقتك فی المضجع لذفرك و عدم نظافتك و الحقی باھلك لانك اوحش من ان تکونی خلیلتی[2]

خاوند کا کہنا "تجھ پر میری ملکیت نہیں ہے" کا معنٰی یہ ہوسکتا ہے کہ تُو میری ملکیت کے قابل نہیں یا میں تیرا مالک بنوں تو اس قابل نہیں۔ "میرا تجھ پر چارہ نہیں" کا یہ معنٰی ہوسکتا ہے کہ یہ تیری بداخلاقی کی وجہ سے اور تیرے ہر قسم کے شر کی وجہ سے، اور تیرا راستہ کھول دیا تیری بُری حالت کی وجہ سے، میں تجھ سے جُدا ہوں لیٹنے میں تیری بدبُو اور صفائی نہ ہونے کی وجہ سے، تُو اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا کیونکہ تُو میرے ہمراہ رہنے میں وحشت محسوس کرتی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

الحق ابویوسف بالتی تحتمل السب الفاظ اُخری وھی لاملك علیك ، لاسبیل لی علیك ، خلیت سبیلك ، فارقتك فھذه اربعة الفاظ ذکرھا الولوالجی و ذکرھا العتابی خمسة ، لاسبیل ، لاملك ، خلیت سبیلك ، الحقی باھلك ، حبلك علی غاربك ، و فی الایضاح وشرح الجامع الصغیر لشمس الائمة ذکر خمسة ھی ھذه الا انه ذکر مکان حبلك علی

ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے ان الفاظ کے ساتھ جو گالی ہونے کا احتمال رکھتے ہیں مزید چار مذکورہ الفاظ شامل کئے، انہی چاروں کو ولوالجی نے ذکر کیا اور عتابیہ میں یہ پانچ ذکر کئے، تجھ پر چارہ نہیں، تجھ پر ملکیت نہیں، تیرا راستہ کھول دیا، اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا، تیری رسّی تیرے کندھے پر ہے" ایضاح اور شرح جامع صغیر میں شمس الائمہ نے پانچ یہی ذکر فرمائے، لیکن، تیری رسّی تیرے کندھے پر ہے، کی

---

[1] الہدایۃ کتاب الطلاق فصل فی الطلاق قبل الدخول المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/۳۵۵
[2] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر فصل فی الطلاق قبل الدخول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۴۰۲

marfat.com

غاربك فارقتك، فتتم ستة الفاظ و وجه احتمالها السب ان لا ملك لی یعنی انت اقل من ان تنسبی الی بالملك، ولا سبیل لی علیك لزیادة شرك، وخلیت سبیلك، وفارقتك و الحقی باهلك، و حبلك علی غاربك ای انت مسیئة لا یشتغل احد بتأدیبك اذ لا طاقة لاحد بممارستك[1] اھ **اقول** والدلیل دلیل ان لا حصر بل کل لفظ یدل علی التبری عنها والتخلی والانقطاع و ترك الاشتغال بها فهو مما یحتمل المعنی المذکور کما لا یخفی۔

بجائے اُنھوں نے "میں تجھ سے الگ ہُوں" ذکر کیا، یُوں کُل چھ الفاظ ہُوئے، اُن کی وجہ یہی ہے کہ گالی ہونے کا احتمال رکھتے ہیں، "تو میری ملک نہیں" یعنی تُو اس قابل نہیں کہ میری ملکیت کے لئے منسوب ہو، "میرا تجھ پر چارہ نہیں" یعنی تیری بداخلاقی اور تیرے شر کی وجہ سے، "میں نے تیرا راستہ کھول دیا" یعنی میں تجھ سے جدا ہُوا، "تُو اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا"، "تیری رسّی تیرے کندھے پر ہے" یعنی تُو ایسی بد ہے کہ کوئی تجھے تربیت نہیں دے سکتا کیونکہ بار بار سمجھانے کی کسی میں طاقت نہیں ہے اھ، **اقول** (میں کہتا ہوں) مذکور بیان اس بات کی دلیل ہے کہ ان الفاظ میں حصر نہیں بلکہ جو الفاظ بھی براءت، علیحدگی، انقطاع اور بیوی سے ترکِ تعلق پر دلالت کریں وُہ تمام گالی بننے کا احتمال رکھتے ہیں، جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے:

القول له بیمینه فی عدم النیة ویکفی تحلیفها له فی منزله فان ابی رفعته للحاکم فان نکل فرق بینهما، مجتبی۔[2]

مذکورہ الفاظ کہنے کے بعد خاوند بیان دے کہ طلاق کی نیت نہ کی تھی، تو اس کی تصدیق کر دی جائے گی، اور اس معاملہ میں بیوی کا خاوند سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے اور اگر خاوند اپنے بیان سے متعلق گھر میں قسم نہ کھائے بلکہ انکار کرے تو بیوی معاملہ کو حاکم کے ہاں پیش کرے اگر حاکم کے مطالبے پر بھی قسم کھانے سے انکار کرے تو پھر حاکم میاں بیوی میں علیحدگی کا فیصلہ دے دے، مجتبٰی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فان نکل ای عند القاضی لان

اگر قاضی کے ہاں قسم سے انکار کرے تو تفریق کرے،

---

[1] فتح القدیر فصل فی الطلاق قبل الدخول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۲

[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۰

marfat.com

النکول عند غیرہ لا یعتبر، ط، اھ[1]۔ **اقول** ھو مستفاد من قولہ فان ابی رفعتہ فلم یجعل اباءہ عندھا شیئا۔

کیونکہ قاضی کے علاوہ کسی غیر کے ہاں انکار کرے تو وُہ انکار تفریق کے لئے معتبر نہیں ہوگا، ط، اھ۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں) یہ بات ماتن کے اس قول سے عیاں ہورہی ہے کہ "اگر گھر میں انکار کرے تو بیوی حاکم کے ہاں معاملہ کو پیش کرے" تو انھوں نے بیوی کے ہاں انکار کو غیر معتبر قرار دیا۔ (ت)

ہاں اگر وُہ اقرار کرے کہ (اُس) کی ضمیر عورت کی طرف تھی اور یہ لفظ قطع تعلق نکاح ہی کی نیت سے کہے تو بیشک ایک طلاق بائن ہوگئی عورت نکاح سے نکل گئی، اور اب بچّہ اسی شوہر کو ایسا لازم ہوگیا کہ اس سے چھُوٹ ہی نہیں سکتا کہ بینونت کے بعد احتمال لعان بھی نہ رہا جو حاکم اسلام کے حضور ہوسکتا اور جب اُس کے بعد قاضی ان زن و شو میں تفریق کرکے بچّے کی نسبت اس شوہر سے قطع کردیتا اس کا نہ ٹھہرتا مجہول النسب رہ جاتا، دُرمختار میں باب اللعان میں ہے: شرطہ قیام الزوجیۃ[2] (لعان کی شرط یہ ہے کہ نکاح موجود ہو۔ ت)

اُسی میں ہے:

ویسقط بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود بتزوجھا[3]۔

لعان واجب ہوجانے کے بعد بائنہ طلاق دے دینے پر ساقط ہوجائے گا، اور دوبارہ نکاح کرنے پر بھی لعان نہ ہوسکے گا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وان قذف الزوج بولد حی نفی الحاکم نسبہ عن ابیہ والحقہ بامہ[4]۔

جب خاوند بیوی پر تہمت لگائے کسی زندہ بچّے کے بارے میں، تو حاکم اس بچّے کے نسب کو اس خاوند سے منقطع کردے اور بچّے کو ماں سے ملحق کردے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای لابد ان یقول قطعت نسب ھذا

یعنی قاضی کے لئے اس موقعہ پر ضروری ہے کہ وُہ یہ

---

[1] ردالمحتار | باب الکنایات | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۴۶۵
[2] درمختار | باب اللعان | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۵۱
[3] " | " | " " " | ۱/۲۵۲
[4] " | " | " " " |

marfat.com

الولد عنه بعد ماقال فرقت بینکما وفی المبسوط هذا هو الصحیح[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اعلان کرے کہ میں نے اس بچّے کا نسب اس شخص سے منقطع کر دیا ہے، یہ اعلان وہ تفریق کرنے کے بعد کرے۔ اور مبسوط میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۲۶ از ریاست جے پور نمک منڈی اجمیری دروازہ مرسلہ محمد عبدالعزیز بیگ ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّاۃ ہندہ کے دختر رابعہ پیدا ہوتے ہی ہندہ کا انتقال ہوگیا چنانچہ مسمّاۃ رابعہ نے ابتدائے پیدائش خود سے ڈیڑھ سال کامل ایام رضاعت میں مسماۃ شافیہ و کافیہ کا دُودھ پیا اتفاق سے مسماۃ شافیہ و کافیہ کے حقیقی بھائی مسمی بزید سے مسماۃ رابعہ کا عقد ہو کر اولاد بھی ہوگئی (حالانکہ مسمی بزید و مسماۃ رابعہ زن و شوہر باہمی رضاعی ماموں و بھانجی ہوتے ہیں) تو ایسی صورت میں نکاح قائم رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اور بصورت قائم رہنے کے کفارہ عائد ہوگا یا نہیں؟ اور اولاد کس کی کفالت میں رہے گی؟ اور بارِ مہر زوج پر عائد ہوگا یا نہیں؟

الجواب

حاشا وہ خبیث نکاح ہرگز قائم نہ رکھا جائے گا، مرد و عورت پر فرض فرض عظیم فرض ہے کہ فورًا فورًا جُدا ہوجائیں، مرد نہ مانے تو عورت خود جُدا ہوجائے، دونوں نہ مانیں تو حاکم بالجبر جُدا کر دے گا۔ عورت کے لئے مرد پر پُورا مہر مثل ہے اگرچہ جو مہر بندھا تھا اُس سے کتنا ہی زائد ہو، اولاد میں لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے پھر باپ لے لے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی الخانیۃ لوتزوج محرمہ لاحد علیہ عند الامام وعلیہ مھر مثلھا بالغا ما بلغ[2]

خانیہ میں ہے اگر کسی نے اپنی محرم سے نکاح کیا تو اس پر حد نہیں (بلکہ سخت تعزیر ہے) اور مہر مثل جتنا بھی ہو اس پر لازم ہوگا، یہ امام اعظم کے نزدیک ہے۔(ت)

اُسی میں نہر سے ہے:

قال فی الدرایۃ الصحیح انھا شبھۃ عقد فیثبت النسب وھکذا ذکر فی المنیۃ اھ[3]

درایہ میں ہے کہ یہ شُبہہ نکاح ہے لہٰذا نسب ثابت ہوجائے گا، منیہ میں بھی یونہی مذکور ہے اھ ملخصًا

---

[1] ردالمحتار باب اللعان داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۸۹

[2] " باب المہر " " " ۲/ ۳۵۱

[3] " باب الوطئ " " " ۳/ ۱۵۴

marfat.com

(ملخصًا) و ذکرہ الخیر الرملی عن العینی و مجمع الفتاوٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اس کو خیر الدین رملی نے عینی اور مجمع الفتاوٰی سے نقل کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۷ از حافظ گنج ضلع بریلی مسئولہ حیدر بخش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ ہوگئی اور اس کے حمل حرام عرصہ تین ماہ سے رہ گیا، جب پنچوں نے دریافت کیا تو مسمّی حیدر بخش نے جو اسی گاؤں کا آدمی تھا یعنی اُس عورت کا بھانجا ہے کہا کہ میں اس عورت کو بعد وضع حمل نکاح میں لاؤں گا میں نے اس عورت کا عیب ثواب اپنے اوپر رکھ لیا اس بات پر پنچوں نے اور کل بستی والوں نے بوجہ ہونے حرام کے اُس عورت و اُس شخص یعنی حیدر بخش دونوں کا حقہ پانی اس غرض سے بند کر دیا کہ آئندہ کوئی عورت و آدمی ایسا فعل ناجائز نہ کرے، اب جو حکم شریعت ہو وہ کیا جائے یا بروئے شریعت کھولا جائے۔

الجواب

خاوند کی موت سے دو برس کے اندر جو بچہ پیدا ہو وہ خاوند ہی کا ہے، سائل بیان کرتا ہے کہ خاوند کی موت کو دس مہینے ہوئے اور تین مہینے سے حمل بتاتا ہے اگر عورت چار مہینے دس دن کے بعد عدت ختم ہو جانے کا اقرار نہ کر چکی ہو اور یہ بچہ مرگِ شوہر سے دو برس کے اندر پیدا ہو تو شوہر ہی کا ہوگا اور عورت کو حرام کی طرف نسبت کرنا حرام ہوگا ہاں اگر عورت چار مہینے دس دن کے بعد اپنی عدت ختم ہو جانا ظاہر کر چکی تھی اور اب تین مہینے سے حمل ظاہر ہوا تو عورت پر الزام ہے اُس کا حقہ پانی بند کر دیں، لیکن حیدر بخش پر اُس کہنے سے کوئی الزام نہیں اُس کا حقہ پانی کھول دیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸ از موضع کریلی ضلع بریلی مسئولہ امام الدین صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ہندہ سے نکاح کئے ہوئے پانچ ماہ اور دس یوم ہوئے ہیں، ہندہ نے بچہ جنا، تو اس بچہ پر کیا حکم ہے آیا وہ زید کا قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ اہل برادری معترض ہیں تو اس حالت میں زید اور ہندہ پر اور بچہ پر کیا حکم ہے؟

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ عورت بیوہ تھی شوہر کو مرے تین برس ہوئے، اُس کے بعد یہ بچہ ہوا تو یہ نہ اگلے شوہر کا ہے نہ زید کا، بلکہ مجہول النسب ہے، اور زید پر کچھ الزام نہیں، ہندہ کا حال خدا جانے، بے ثبوت اُسے بھی زانیہ نہیں کہہ سکتے، ممکن کہ دھوکے سے وطی واقع ہوئی ہو جس سے یہ بچہ ہے۔ بدائع و بحر و درمختار و ہندیہ میں ہے:

marfat.com

ان جاءت به لاکثر من سنتین منذ طلقها الاول اومات و لاقل من ستة اشھر منذ تزوجھا الثانی لم یکن للاول و لا للثانی و ھل یجوز نکاح الثانی فی قول ابی حنیفة و محمد جائز[1] اھ و تامل فی ھذا الجواز فی رد المحتار فراجعه۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

پہلے خاوند کی موت یا طلاق کے بعد دو سال سے زائد عرصہ پر عورت نے بچّے کو جنم دیا ہو یا دوسرے نکاح سے چھ ماہ کے اندر جنم دیا ہو تو اس بچّے کا نسب نہ پہلے سے ہوگا نہ دوسرے سے۔ اور کیا اس صورت میں دوسرا نکاح صحیح قرار پائے گا، تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک جائز قرار پائے گا اھ، ردالمحتار میں اس جواز پر تامل کیا ہے، اس کی طرف رجوع کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۹ و ۱۳۰ از گوبند گڑھ ضلع اجمیر شریف مسجد خورد مرسلہ فیض محمد صاحب امام مسجد ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص ایک عورت کو فرار کرکے لے گیا، عورت کا خاوند زندہ ہے، وہ عورت مرگئی اور وہ شخص واپس چلا آیا، اُس عورت کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہُوئی، اب ان بچّوں اور اس شخص کے واسطے کیا حکم ہے، اُس کے ساتھ مصافحہ اور کھانا کھانا کیسا ہے؟

(۲) ایک شخص نے اپنی ساس سے زنا کیا اور حمل رہا، لڑکی ہُوئی، اور پھر شادی کی، اس شادی سے لڑکا ہُوا، اس لڑکے پر کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) صُورتِ مذکورہ میں وہ شخص زانی ہے، سزائے زنا کا سزاوار اور مستحق عذابِ نار ہے، مسلمان اگر اُس سے سلام کلام نہ کریں، اس کے ساتھ کھانا نہ کھائیں، اُس سے مصافحہ نہ کریں تو وُہ ضرور اس قابل ہے جب تک توبہ نہ کرے، شوہر دار عورت کے بچّے اُس کے شوہر ہی کے ہوتے ہیں۔ صحیح حدیث میں فرمایا:

الولد للفراش وللعاھر الحجر[2] بچّہ اس کا جس کا بچھونا یعنی خاوند کا اور زانی کے لئے پتھر۔

(۲) جس نے اپنی ساس سے زنا کیا اُس نے اپنی ماں سے زنا کیا، اور شادی اگر کسی اور عورت سے کی اس سے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے میں کوئی خلل نہیں، اور اگر سائل کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۳۸

[2] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۹

marfat.com

ایک عورت سے زنا کیا پھر اس کی لڑکی سے نکاح کیا اس سے لڑکا ہُوا تو وہ شخص اُس وقت بھی زانی ہُوا اور اس نکاح میں بھی حرام کار کہ یہ اس کی بیٹی کی جگہ ہے، اور اب یہ جو لڑکا پیدا ہُوا ولد الحرام ہے۔
واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱: از شہر بریلی مدرسہ اہلسنت وجماعت مسئولہ طالبعلم مدرسہ مذکور ۲۳ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی علاتی اُخت کی نواسی کے ساتھ چھ برس ہُوئے نکاح کیا تھا اُس سے ایک لڑکی ہُوئی، اب زید کو اور محلہ کے لوگوں کو معلوم ہُوا کہ زید کا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا زید سے تفریق کرادی، زید کا یہ نکاح صحیح ہُوا یا نہیں تو اس لڑکی کا مستحق کون ہے، مہر لازم ہوا یا نہیں؟ عدت ہوگی یا نہیں؟ اور اس نکاح کے وکیل وگواہ اور پڑھانے والوں کا کیا حکم؟ اور زید پر کیا حکم باوجود اس کے کہ بے علم ہیں۔

الجواب

نکاحِ مذکور حرام حرام قطعی حرام، اور زید اور نکاح خواں و وکیل وگواہ سب سخت تر گناہِ کبیرہ میں گرفتار، اور جہل اس کے گناہ کبیرہ ہونے سے خارج نہ کرے گا بلکہ جہل خود دوسرا گناہ کبیرہ ہے، ولہذا حدیث میں ہے:

ذنب العالم ذنب واحد و ذنب الجاهل ذنبان[1]۔ عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دوہرا گناہ۔

عورت پر ضرور عدت لازم ہے اور زید پر پُورا مہر مثل واجب ہے یعنی اس طرح کہ عورت کا مہر مثل کیا ہے وہ جو باندھا تھا اس کا لحاظ نہ ہوگا چاہے مہر مثل سے کم ہو یا زائد، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

اذا تزوج بذات رحم محرم منه و دخل بها لاحد عليه وعليه مهر مثلها بالغا ما بلغ[2] (ملخصاً) جب کسی نے ذی رحم محرم عورت سے نکاح کرکے جماع کرلیا تو اس پر حد نہیں (بلکہ تعزیر سخت ہے) اور مہر مثل جتنا بھی ہو اس پر لازم ہوگا (ملخصاً)۔(ت)

لڑکی زید ہی کو دلائیں گے، ۹ برس کی عمر پُورے ہونے تک ماں کے پاس رہے گی اگر وہ کسی ایسے سے نکاح کرے جو اس لڑکی کا محرم مثل چچا کے نہ ہو، اس کے بعد باپ یعنی زید لے لے گا۔ درمختار کتاب الحدود میں ہے:

انها من شبهة المحل وفيها یہ محل کا شُبہہ ہے اور اس میں نسب

---

[1] کنز العمال بحوالہ فر، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ حدیث ۲۸۷۸۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۵۳
" " " " " " ۲۸۹۱۱ " ۱۰/۱۷۵

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب ذکر مسائل المہر نولکشور لکھنؤ ۱/۱۷۵

marfat.com

یثبت النسب[1] ثابت ہوجاتا ہے۔ (ت)

معراج الدرایہ پھر نہر الفائق پھر ردالمحتار میں ہے:

الصحیح انہا شبہۃ عقد لانہ روی عن محمد انہ قال سقوط الحد عنہ لشبہۃ حکمیۃ فیثبت النسب وھکذا ذکر فی المنیۃ[2] صحیح یہ ہے کہ یہ شُبہہ نکاح ہے کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اس سے حد کا سقوط حکمی شُبہہ کی بنا پر ہے، لہٰذا نسب ثابت ہوگا، منیہ میں یُونہی ذکر کیا ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۲ از اندور رانی پورہ مسئولہ واحد ملا ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام وفضلائے عظام اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوگیا ہے، ہندہ نے ساتویں ماہ عقد کیا بکر کے ساتھ، اور ہندہ کو پانچ چھ ماہ کا حمل تھا، بروقتِ نکاح ہندہ نے حمل کو ظاہر نہ کیا، بعد عقد ایک ماہ کے ہندہ اور بکر میں جھگڑا ہوا کہ حمل کس کا ہے، بکر کہتا ہے میرا حمل ہے اور ہندہ کہتی ہے تیرا نہیں ہے، تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ حمل کس کا قائم ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر موتِ شوہر اوّل سے دُو سال کے بعد بچّہ پیدا ہو تو شوہر دوم کا ہے اور نکاح صحیح ہے اور دُو سال سے کم میں پیدا ہو تو لڑکا پہلے شوہر کا ہے، اور اس دُوسرے کا نکاح باطل، کما یظھر مما لخصناہ علی ھامش ردالمحتار (جیسا کہ یہ اس سے ظاہر ہے جو ردالمحتار پر حاشیہ میں ہم نے اس کی تلخیص کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳ از کریلی ضلع بریلی مسئولہ کلو ۷ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدّتِ حمل کی زائد سے زائد کے برس ہے؟ اور کم سے کم کتنے سال ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو سال کامل بے کم وبیش، مگر عورت جس کا شوہر زندہ ہو اگرچہ کتنے ہی برسوں سے اس سے کتنا ہی دُور ہو اس کی اولاد شوہر ہی کی اولاد قرار پائے گی، اس کے لئے دس بیس پچاس سال

---

[1] درمختار باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لایوجبہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱۹

[2] ردالمحتار باب الوطئ الذی یوجب الحد والذی لایوجب داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۵۴

marfat.com

کوئی مدت مقرر نہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:
الولد للفراش وللعاھر الحجر[1]۔ بچہ نکاح والے کا ہے اور زانی محروم ہے (ت)
واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۳۴: از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ سید عبدالجلیل صاحب ۲۱ شعبان ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقد ہندہ سے واقع ہوا مگر بموجب رواج ہندوستان رسم رخصتِ عروس عمل میں نہ آئی اور زید وہندہ دونوں بالغ تھے اور ایک ہی مکان میں سکونت پذیر تھے اور اُس مکان میں غیر مردوں کا بھی گزر تھا یعنی اہلِ کفو میں سے نامحرم لوگ آتے جاتے تھے۔ یکایک ہندہ کو حمل رہ گیا، اُس نے اس کو پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ وضعِ حمل قریب آگیا، جب لڑکا پیدا ہُوا تو لوگوں کو نہایت تعجب آیا، الغرض مولود تو اُسی دم مرگیا اور ہندہ سے مستورات نے بطورِ خود دریافت کیا کہ یہ حمل کس کا ہے، ہندہ نے اپنے اعزّہ میں سے ایک شخص کا نام لیا اور اس قضیہ کو عرصہ قریب چار سال کے گزرگیا، پس شوہر اُس کا بسبب اس فعل شنیع کے اُس سے ناراض ہے، ہندہ کو اپنے عقد میں رکھنا نہیں چاہتا، بظاہر زن وشو میں مقاربت ومواصلت واقع نہ ہُوئی، مگر پوشیدہ طور پر ممکن ہے کہ وہ حمل زید کا ہو، چونکہ رسم رخصت عمل میں نہ آئی تھی شاید بوجہ لحاظ وشرم غیر کا نام ظاہر کردیا ہو اور زید کا نام نہ لیا ہو۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید سے ہندہ کو طلاق دلوائی جائے تو عدت ہندہ کی کے ماہ کی ہوگی؟ اور درباب مہر کے بھی ارشاد ہو کہ بذمہ زید کس قدر واجب ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں اگرچہ دنیوی خیالات کو بہت وسعت ہے، اہلِ بدگمانی کے نزدیک ناراضیِ زید جُدا خبر دے رہی ہے کہ اپنا ہوتا تو وُہ خود جانتا، اور ہندہ کا دوسرے کی طرف نسبت کرنا جُدا۔ پھر اسے یُوں بنانا کہ بوجہ عدمِ رخصت بشرمِ دنیا کہ سبب شوہر کا نام نہ لیا بہت پوچ عذر ہے، آخر قبل رخصت جماع حلال ہونا اہلِ دُنیا کے نزدیک زنا سے زیادہ شرم کی بات نہیں، یہ خیالات بدگمانیوں کو بہت تائید دیں گے، مگر حاشا شرع مطہرا نھیں اصلاً قبول نہیں فرماتی اور قطعاً حکم دیتی ہے کہ لڑکا شوہر ہی کا تھا، حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الولد للفراش وللعاھر الحجر[2] (بچہ نکاح والے کا ہے اور زانی محروم ہے۔ ت)

---

[1] و [2] صحیح بخاری باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۹
مسند احمد بن حنبل دارالفکر بیروت ۲/ ۲۰۹

marfat.com

جب شریعت نے مردِ مغربی و زنِ مشرقی کے مسئلہ میں باوجود بعد المشرقین باحتمال کرامت یا استخدام جن بچہ شوہر ہی کا ٹھہرایا تو زید و ہندہ تو ایک ہی مکان میں رہتے تھے یہاں کیونکر ممکن کہ بے ثبوتِ قطعی شرعی فلاں کو معاذ اللہ زانی یا باوجود فراشِ صحیح بچہ کو ولد الحرام قرار دیں۔ رہا ہندہ کا فلاں کی نسبت کر دینا، ممکن کہ ہندہ کو اُس سے کوئی عداوت ہو اور شاید وُہ رنجش اسی بنا پر پیدا ہوئی ہو کہ ہندہ نے اُس سے بدنگاہی پائی، مانع آئی، کارگر نہ ہُوا، دشمن ہوگئی، اور بوجہ شدتِ غیظ اس خیال سے کرا لیا ہے ہندہ یہ امرِ عظیم سُن کر حتی المقدور اُس شخص کے درپے آزار رہوں گے، اس تہمت کی مرتکب ہُوئی، اپنا بھی صریح ضرر سہی، اہلِ مکر وحیلہ سے اس قسم کی بات کا صدور کچھ عجب نہیں جس میں اُن کے دشمن کو ایذا پہنچے اگرچہ خود بھی عـــہ..... ان کیدکن عظیم[1] (بیشک تمھارا چرتر بہت بڑا ہے۔ت) ، اور اب ناراضیِ زید کی بھی صریح توجیہ موجود کہ لغلط و دروغ اپنے ساتھ اس امرِ ناپاک کا وقوع بتانے پر ہندہ سے بیزار ہُوا، بہرحال حکم یہی ہے کہ وُہ بچہ زید ہی کا تھا، اور جب شرع نے یہ مان لیا تو ہندہ کا مدخولہ ہونا خود ہی ثابت ہولیا تو پُورا مہر جس قدر قرار پایا تھا ذمۂ زید واجب کہ طلاق دیتے ہی تمام وکمال واجب الادا ہو جائے گا اور بعد طلاق تین حیض کامل کی عدت لازم والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء[2] (طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک روک رکھیں۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

عـــہ مسودہ میں بیاض ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۲۸

[2] " " ۲/ ۲۲۸

marfat.com

بابُ الحضانة

(پرورش کا بیان)

مسئلہ ۱۳۵ ۲۴ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمّی زید نے رحلت کی، دو پسر نابالغ زوجہ اولیٰ سے جو زید کے رُوبرو فوت ہوچکی ہے اور تین دختر زوجہ ثانیہ سے جو حی وقائم ہے وارث چھوڑے، اب دربارہ ان بچوں نابالغان کے ولایت کی فکر درپیش ہے، نابالغان مذکورین کے اجداد میں دو شخص موجود ہیں ایک مسمی عمرو دادا کا چچازاد بھائی، دوسرا بکر دادا کا ماموں زاد بھائی جس کو مسمی زید مورث کی حقیقی ہمشیرہ جو ان پانچوں نابالغان کی حقیقی پھوپھی ہے منسوب ہے، اور تین پھوپھی حقیقی بیاہی ہندہ ومعصومہ وصدیقہ اور دختران مذکورین کی والدہ اور پسران مذکورین کی نانی وماموں موجود ہیں پس اس صورت میں ان پانچوں نابالغان کی ولایت کا استحقاق کس کس شخص کو مرتبہ حاصل ہے بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں دونوں لڑکوں کا حقِ حضانت اُن کی نانی کو ہے کہ سات برس کی عمر تک اُس کے پاس رہیں گے پھر جوانی تک عمرو کے پاس کہ دادا کا چچازاد بھائی ہے رکھے جائیں گے۔ درمختار میں ہے:

الحاضنۃ اما او غیرھا احق بالغلام پرورش کرنے والی ماں ہو یا کوئی اور، وُہ لڑکے کی

حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع و به یفتی[1]

حقدار ہوگی جب تک لڑکا عورت کی پرورش سے مستغنی نہیں ہوجاتا اور یہ مدت اندازاً سات سال ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا۔

ردالمحتار میں ہے:

اذا استغنی الغلام فالعصبۃ اولی یقدم الاقرب فالاقرب[2]

جب بچہ مستغنی ہوجائے تو پھر درجہ بدرجہ عصبات اس کے حقدار ہیں، قریب ترین کو تقدم حاصل ہوگا۔ (ت)

اور لڑکیوں کی شادی ہوجائے وہ شوہروں کے قابل ہوں تو شوہروں کے پاس رہیں گی ورنہ نو برس کی عمر تک ماں کے پاس، پھر اگر ان کے محارم میں کوئی مرد عاقل بالغ مثل حقیقی ماموں وغیرہ کے ہوگا تو اس کے سپرد کی جائینگی ورنہ جوانی تک ماں ہی رکھے گی، درمختار میں ہے:

الام والجدۃ احق بالصغیرۃ حتی تبلغ فی ظاہر الروایۃ وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذٰلک وبہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی وافاد انہ لاتسقط الحضانۃ بتزوجہا مادامت لاتصلح للرجال[3] ملخصًا۔

لڑکی کی حقدار اس کی ماں یا دادی ہے جب تک وہ بالغ نہ ہوجائے، یہ ظاہر روایت ہے، اور ماں اور دادی کے غیر ہوں تو پھر وہ لڑکی کے مشتہاۃ ہونے تک حقدار ہوں گے، یہ مدت اندازاً نو سال ہے، اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ ماں اور دادی کے لئے بھی یہی حکم ہے، اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا فتنہ کی کثرت کی وجہ سے، زیلعی ــــ اور اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عورت کا حق حضانۃ (پرورش) نکاح کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا جب تک لڑکی مرد کے قابل نہیں ہوجاتی، ملخصًا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فان صلحت تسقط الخ[4]

جب بچی مرد کے قابل ہوجائے تو پرورش کرنے والی کا حق ساقط ہوجائے گا الخ (ت)

اقول واخترنا ظاہر الروایۃ حین لامحرم لہا لانہا ہی المتعینۃ

اقول (میں کہتا ہوں) ہم ظاہر روایت کو ہی ترجیح دیں گے، جب بچی کا کوئی محرم ولی نہ ہو اور یہ ظاہر

---

[1] درمختار	باب الحضانۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۶۵
[2] ردالمحتار	″ ″	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۶۴۰
[3] درمختار	″ ″	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۶۵
[4] ردالمحتار	″ ″	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۶۴۱

marfat.com

ج للفتیا فان نشوھا فی حضن امھا خیر لھا والنظر من ترکھا ضائقۃ لاحاضن لھا و قد علمت ان لاحق لغیر محرم فی حضانتھا۔

روایت ہی فتوٰی کے لئے متعین ہے کیونکہ اس صورت میں بچی کا اپنی ماں کے پاس نشوونما پانا بہتر ہے اور ماں کو چھوڑنے میں بچی پر کمزور شفقت ہوگی جبکہ اس کا کوئی پرورش کرنے والا محرم نہ ہو حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ غیر محرم کو بچی کا حقِ حضانت نہیں ہے۔ (ت)

اور ان پانچوں نابالغوں کے نکاح کی ولایت عمرو ہی کو ہے لان العصبۃ لاغیر (کیونکہ ان کے علاوہ کوئی عصبہ نہیں۔ت) اور مال کی ولایت ان مذکورین میں سے کسی کو نہیں لاختصاصھا بالاب ووصیہ والجد ووصیہ و الحاکم الشرعی (یہ ولایت باپ اور اس کے وصی یا دادا اور اس کے وصی اور شرعی حاکم کے ساتھ خاص ہے۔ت) ہاں اگر زید ان لوگوں خواہ ان کے غیر میں سے کسی کو اپنی جائداد کے حفظ ونگہداشت یا اولاد کے غور و پرداخت کے لئے کہہ گیا ہو تو ولایتِ مال اُسے ہوگی لکونہ وصیا علیھم (کیونکہ وہ ان پر وصی مقرر ہُوا ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶ ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ عباد اللہ ایک زوجہ اور ایک پسر نابالغ اور ایک چچا زاد بھائی فیض اللہ چھوڑ کر فوت ہُوا، عورت نے ایک اجنبی شخص سے نکاح کرلیا جسے اس نابالغ سے کوئی علاقہ نہیں، اس بچّے کی نہ نانی ہے نہ دادی ہے نہ کوئی بہن بلکہ سوتیلی خالہ اور سگی پھوپھی ہے، اس صورت میں یہ بچّہ جس کی چار برس کی عمر ہے کس کے پاس رہے گا اور اس کے مال کی ولایت فیض اللہ کو ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ نابالغ کی ماں نے ایک اجنبی سے نکاح کرلیا، اب اُسے نابالغ کے رکھنے کا اختیار نہ رہا بلکہ سات برس کی عمر تک سوتیلی خالہ کے پاس رہے گا، اگر وہ نہ مانے گی تو پُھوپھی کے پاس رکھا جائے گا اور اگر وُہ بھی انکار کرے گی تو جبراً خالہ کے پاس رکھا جائے گا، یہ سب اُس صورت میں ہے کہ خالہ اور پُھوپھی دونوں میں کوئی مانع حضانت نہ ہو ورنہ اگر ایک میں مانع حضانت ہے تو دوسرے کے پاس رہے گا اور دونوں میں ہے تو پہلے ماں کی قرابت والیوں سے جو قابلِ حضانت ہو اس کے پاس رہے گا، سات برس کی عمر کے بعد جوان ہونے تک فیض اللہ کے پاس رہے گا،

فی الدرالمختار الحضانۃ للام الا ان تکون فاجرۃ اومتزوجۃ بغیر محرم الصغیر[1] الخ۔

درمختار میں ہے بچّے کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے مگر یہ کہ وُہ فاجرہ ہو یا بچّے کے غیر محرم سے نکاح کرلے (ت)

---

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

marfat.com

اُسی میں ہے :

ثم بعد الام بان ماتت او لم تقبل او تزوجت باجنبی ام الام ثم ام الاب ثم الاخت لاب وام ثم لام ثم لاب ثم الخالات کذٰلک ثم العمات[1] الخ۔

ماں فوت ہوجائے یا ماں قبول نہ کرے یا بچّے کے اجنبی سے نکاح کرلے تو ماں کے بعد نانی پھر دادی کو پھر حقیقی بہن کو پھر مادری بہن کو پھر پدری بہن کو پھر خالات کو اسی ترتیب سے پھر پھوپھیوں کو الخ۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

ظاهر کلامهم ان الام اذا امتنعت وعرض علی من دونها من الحاضنات فامتنعت اجبرت الام لا من دونها[2]۔

فقہائے کرام کا ظاہر کلام یہ ہے کہ جب ماں انکار کرے اور بچے کو دوسری پرورش کنندہ پر پیش کیا گیا ہو تو اس نے بھی انکار کردیا ہو تو ایسی صورت میں ماں کو پرورش پر مجبور کیا جائیگا، ماں کے سوا دوسری پرورش کنندہ کو مجبور نہیں کیا جائیگا۔ (ت)

خلاصہ وغیرہ میں ہے :

ان لم یکن للصبی اب و انقضت الحضانۃ فمن سواہ من العصبۃ اولی الاقرب فالاقرب[3]۔

اگر بچّے کا باپ نہ ہو اور پرورش کی مدّت ختم ہوچکی ہو تو پھر دوسرے عصبات ولی ہوں گے، ان کی ولایت درجہ بدرجہ قرابت کے لحاظ سے ہوگی یعنی سب سے قریب تر کو پہلے حق ہوگا۔ (ت)

اور ولایتِ مال میں فیض اللہ کا اصلاً حق نہیں بلکہ اُسے ملے گی جسے نابالغ کا باپ کہہ کر مرا ہو کہ میری اولاد کی نگہداشت تُو کرنا یا میرے ترکہ کی غور و پرداخت تیرے متعلق ہے یا اس بچّہ کو میں تیری سپردگی میں دیتا ہوں، اسے وصی کہتے ہیں، اگر باپ کا کوئی وصی موجود نہ ہو تو باپ کے وصی نے جسے اپنا وصی کیا ہو وہ ولی مال ہوگا، وہ بھی نہ ہو تو دادا کا وصی، وہ بھی نہ ہو تو دادا کے وصی کا وصی۔ درمختار میں ہے :

ولیه ابوه ثم وصیه ثم وصی وصیه ثم جده الصحیح ثم وصیه ثم وصی وصیه[4] الخ، واللہ سبحٰنہ

بچّے کا ولی باپ، پھر اس کا وصی، پھر وصی کا وصی، پھر اس کا جد صحیح (یعنی جو عورت کے واسطہ کے بغیر جد ہو) پھر اس کا وصی، پھر اس کے وصی

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

[2] بحرالرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۱۶۶

[3] ردالمحتار بحوالہ خلاصہ وغیرہا " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۳

[4] درمختار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۳

marfat.com

وتعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کا وصی الخ، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۷ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے والدین اور ایک زوجہ اور ایک شیرخوار لڑکا چھوڑ کر انتقال کیا، لڑکے کی نانی پہلے فوت ہوچکی ہے، اس صورت میں اگر لڑکے کی ماں کسی اجنبی سے نکاح کرلے تو لڑکا کس کے پاس رہے گا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر ماں کسی ایسے شخص سے نکاح کرلے جو لڑکے کا محرم نسبی مثل چچا وغیرہ کے نہ ہو تو لڑکا ماں سے لے لیا جائیگا اور جبکہ نانی نہیں ہے تو سات برس کی عمر تک دادی کے پاس رہے گا پھر دادا رکھے گا۔

فی الدر ثم بعد الام بان ماتت اولم تقبل او اسقطت حقها او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اهلیة القربی، ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور[1] الخ وفیه والحاضنة اما او غیرها احق به ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع، وبه یفتی[2] اھ وفی ردالمحتار عن شرح المجمع واذا استغنی الغلام عن الخدمة اجبر الاب او الوصی او الولی علی اخذہ لانه اقدر علی تادیبه وتعلیمه اھ وفی الخلاصة وغیرها واذا استغنی الغلام فالعصبة اولی یقدم الاقرب فالاقرب[3] اھ ملخصًا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

درمختار میں ہے کہ ماں فوت ہوجائے یا بچے کو قبول نہ کرے یا اپنا حقِ حضانت ساقط کردے یا بچے کے کسی اجنبی سے نکاح کرلے تو پھر ماں کے بعد نانی کو پرورش کا حق ہے اگرچہ اوپر تک جب کوئی قریبی عورت پرورش کا حق نہ رکھتی ہو پھر دادی کو اوپر تک بشرطیکہ اس سے کوئی قریبی عورت نہ ہو الخ، اسی میں ہے پرورش کرنے والی ماں ہو یا کوئی اور تو ان کو لڑکے کے متعلق یہ حق اس وقت تک ہے جب تک لڑکا عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہ ہوجائے، جس کی مدت کا اندازہ سات سال کی عمر ہے، اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا اھ اس پر ردالمحتار میں شرح المجمع سے منقول ہے کہ جب لڑکا عورتوں کی خدمت سے مستغنی ہوجائے تو باپ یا اس کے وصی یا ولی کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ لڑکے کو حاصل کرے کیونکہ اس کے بعد یہ لوگ عورتوں کی بنسبت لڑکے کی تعلیم و

---

[1] درمختار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

[2] " " ۲/۲۶۵

[3] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۰

marfat.com

تربیت زیادہ بہتر جانتے ہیں اھ خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ جب لڑکا مستغنی ہوجائے تو اس کے عصبہ مرد قرابت کے لحاظ سے درجہ بدرجہ اس کے حقدار ہوں گے اھ ملخصًا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۸ ۲۷ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقِ حضانت اور پرورشِ اطفال صغیر سن کا بعد وفات ماں کے کس کو ہے؟ اور ماموں چچا میں کس کو ترجیح ہے؟ اور وہ حق کس عمر تک رہتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ یہ اطفال لڑکیاں ہیں، ان کے باپ، بھائی، بھتیجا، بہنیں، نانی، ماموں، چچا حقیقی ہیں۔ ایک لڑکی نو برس کی ہے ایک گیارہ کی، پس صورتِ مستفسرہ میں نانی ماموں کو ان کے رکھنے کا کچھ اختیار نہیں، لڑکیاں اپنے چچا کے پاس رہیں گی کہ لڑکی جب نو برس کی ہوجائے تو ماں بھی اسے نہیں رکھ سکتی چچا کو دلادی جائے گی۔ نانی وغیرہا کا تو دوسرا درجہ ہے۔ درمختار میں ہے:

الام والجدۃ لام اولاب احق بالصغیرۃ حتی تحیض وغیرھما احق بھا حتی تشتھی وقدر بتسع وبہ یفتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذٰلک وبہ یفتی[1] اھ ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم۔

ماں نانی اور دادی لڑکی کی حقدار اس کو حیض آنے تک ہیں اور دوسری عورتیں لڑکی کے مشتہاۃ ہونے تک حقدار ہیں، اور مشتہاۃ کا اندازہ ۹ سال کی عمر لگایا گیا ہے، اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ ماں نانی اور دادی کا بھی یہی حکم ہے اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۹ ازمیران پور کٹرہ کمال زئی ضلع شاہجہانپور مرسلہ نادر خاں صاحب رئیس کٹرہ ۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صغیر وصغیرہ جن کی ماں انتقال کرگئی اور باپ نے دوسرا نکاح کرلیا نانا، ماموں، ممانی اور خالہ زاد اور پھوپھی زاد نانیاں اور نانیوں کی بیٹی بیٹیاں ہیں بچے نانا کے پاس ہیں باپ ان سے بالجبر لینا چاہتا ہے حالانکہ بوجہ نکاح ثانی اس کے پاس بچوں کی مضرت جان کا اندیشہ ہے، اس صورت میں حقِ پرورشِ اطفال کس کو ہے؟ پوری تفصیل درج ہو کہ حقِ حضانت ترتیب وار کس کو ہے اور پرورش کنندہ کے پاس کس عمر تک رہیں گے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حقِ حضانت ذی رحم محرم کے لئے ہے یعنی وہ نسبی رشتہ جس میں نکاح ہمیشہ کو حرام ہوتا ہے تو نانی کی

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۵

marfat.com

خالہ زاد یا پھوپھی زاد بہنوں یا اُن کی اولاد یا ممانی کے لئے کوئی حقِ حضانت نہیں جیسے خود صغیر وصغیرہ کی خالہ زاد ماموں زاد پھوپھی زاد چچا زاد بہنیں کہ یہ محارم سے خارج ہیں۔ درمختار میں ہے:

لاحق لولد عم وعمۃ وخالۃ لعدم المحرمیۃ۔[1]

چچازاد، پھوپھی زاد اور خالہ زاد کو بچّے کا حق پرورش نہیں ہے کیونکہ یہ محارم نہیں ہیں (ت)

پھر محارم میں پہلے مستحق عورتیں ہیں بشرطیکہ معاذ اللہ مرتدہ یا بدکار یا بے اطمینان یا کسی ایسے شخص کے نکاح میں نہ ہوں جو اس بچّہ کا محرم نہیں، بے اطمینانی کی یہ صورت کہ بچّہ کو بے حفاظت چھوڑ کر باہر چلی جایا کرتی ہو ایسی بے پروائی ماں بھی کرے تو بچّے اُس سے بھی لے لئے جائیں گے۔ درمختار میں ہے:

الحضانۃ للام الا ان تکون مرتدۃ او فاجرۃ اوغیر مامونۃ بان تخرج کل وقت و تترك الولد ضائعا او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر[2] الخ ملخصًا۔

پرورش کا حق ماں کو ہے مگر جب وُہ مرتدہ یا فاجرہ یا غیر محتاط ہو کہ ہر وقت بچّے کو چھوڑ کر باہر چلی جاتی ہو یا اس نے بچّے کے غیر محرم اجنبی سے نکاح کرلیا ہو الخ ملخصًا (ت)

عورتوں میں سب سے مقدم ماں[1] ہے، پھر سگی نانی[2]، پھر اس کی ماں[3]، پھر سگی دادی[4]، پھر اس کی ماں[5]، پھر اُس کی بہن[6]، پھر مادری بہن[7] (یعنی جو اس بچّے سے ماں میں شریک اور باپ میں جدا ہو) پھر روایتِ متون میں سوتیلی بہن[8]، پھر سگی بھانجی[9]، پھر مادری[10] (یعنی مادری بہن کی) بیٹی، پھر سگی خالہ[11]، پھر مادری[12] خالہ، پھر سوتیلی خالہ[13] پھر سگی بھانجی[14]، پھر سوتیلی بھانجی[15]، پھر سگی بھتیجی[16]، پھر سوتیلی[17]، پھر سگی پھوپھی[18]، پھر مادری[19]، پھر سوتیلی[20]، پھر ماں کی سگی خالہ[21]، پھر مادری[22]، پھر سوتیلی[23]، پھر باپ کی سگی خالہ[24]، پھر مادری[25]، پھر سوتیلی[26]، پھر ماں کی سگی پھوپھی[27]، پھر مادری[28]، پھر سوتیلی[29]، پھر باپ کی سگی پھوپھی[30]، پھر مادری[31]، پھر سوتیلی[32]۔ یہ بتیس عورتیں ہیں جب ان میں کوئی نہ ہو یا بوجوہ مذکورہ مستحق نہ رہے تو حقِ حضانت عصباتِ ذکور کی طرف منتقل ہوگا جن میں سب سے مقدم باپ ہے، پھر دادا، پھر سگا بھائی، پھر سوتیلا، پھر سگا بھتیجا، پھر سوتیلا، پھر سگا چچا، پھر سوتیلا۔ ان میں سے کسی کے ہوتے نانا ماموں وغیرہما ذوی الارحام کو استحقاق نہیں تو خود باپ کے سامنے کب مستحق ہو سکتے ہیں، درمختار میں ہے:

ثم بعد الام ام[1] الام وان علت، ثم ام[2] الاب وان

ماں کے بعد نانی اوپر تک پھر دادی اوپر تک، پھر

---

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۵

[2] " " " ۱/۲۶۴

…بنات، ثم الاخت[3] لاب و ام، ثم لام[4]، ثم لاب[5]، ثم بنت[6] الاخت لابوین، ثم لام[7]، ثم لاب[8]، ثم الخالات[9] کذلك ای الابوین، ثم لام[10]، ثم لاب[11]، ثم بنت[12] الاخت لاب، ثم بنات[13] الاخ (لاب و ام، ولام[14] اولاب[15] علی الترتیب) ثم العمات[16] (لاب و ام، ثم لام[17] ثم لاب[18]) ثم خالة[19] الام کذلك، ثم خالة[20] الاب کذلك، ثم عمات[21] الامهات والاباء[22] بهذا الترتیب، ثم العصبات[23] بترتیب الارث فیقدم الاب، ثم الجد[24]، ثم الاخ[25] الشقیق، ثم لاب[26]، ثم بنوه[27] کذلك، ثم العم[28]، ثم بنوه[29]، ثم اذا لم تکن عصبة فلذوی الارحام[30] اھ[1] ملخصا منقحا مزیدا من رد المحتار۔

حقیقی[3] بہن، پھر ماں کی طرف سے سگی[4] بہن، پھر باپ کی طرف سے سگی بہن[5]، پھر حقیقی بہن کی بیٹی[6] پھر ماں کی طرف سے بہن کی بیٹی[7]، پھر باپ کی طرف سے سگی بہن کی بیٹی[8] پھر اس ترتیب پر خالات[9، 10، 11]، پھر باپ کی طرف سے بہن کی بیٹی[12] پھر بھائی کی بیٹیاں اس ترتیب پر[13، 14، 15]، پھر پھوپھیاں اس ترتیب پر[16، 17، 18]، پھر ماں کی خالہ[19]، پھر باپ کی خالہ[20] اسی ترتیب سے، پھر ماؤں کی پھوپھیاں[21]، اور پھر آباء کی پھوپھیاں[22] اسی ترتیب پر، پھر عصبہ مرد حضرات وارث ہونے کی ترتیب پر یعنی پہلے باپ[23] پھر دادا[24]، پھر حقیقی بھائی[25]، پھر باپ کی طرف سے سگا بھائی[26]، پھر بھائی کے بیٹے[27] اسی ترتیب پر، پھر چچا[28]، پھر اس کے بیٹے[29]، اور پھر اگر عصبات نہ ہوں تو ذوالارحام[30] حقدار ہوں گے اھ ملخصا منقحا[1] اس پر ردالمحتار سے بڑھاتے ہوئے۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں ان تیس[31] عورتوں سے اگر کوئی عورت بھی قابل حضانت موجود ہے جس نے بوجہ موانع مذکورہ اپنے حق حضانت کو ساقط نہ کیا تو صغیر وصغیرہ نانا سے لے کر اس عورت کے پاس رکھے جائیں گے لڑکا سات برس کی عمر اور لڑکی نو برس کے سن تک بعد ازاں باپ کو دے دئے جائیں گے اور اگر زنان مذکورہ سے کوئی عورت مستحق باقی نہیں تو آج ہی سے بچے باپ کے پاس رہیں گے، نانا کہ اکتالیسویں درجہ میں ہے اُن کا استحقاق نہیں رکھتا اور نکاح ثانی کے سبب باپ کے پاس مضرت جان اطفال کا اندیشہ گمان فاسد ہے؛

فان العلماء لایعدون التزوج من مسقطات حضانة العصبات کیف والرجال قوامون علی النساء بخلاف المرأة فانهن عوان بین ایدیکم۔

علمائے عصبہ مردوں کے حق حضانت کو ان کے نکاح کرلینے کی وجہ سے ساقط نہیں کیا ان کا حق کیسے ساقط ہو جبکہ یہ مرد بیویوں پر غالب ہیں اسکے برخلاف عورت کا معاملہ ہے کیونکہ وہ خاوند کے کنڑول میں ہے۔ (ت)

اور بالفرض اگر یہ امر باطل بثبوت کافی ثابت بھی ہو جائے تو غایت یہ کہ باپ سے لے کر اور نیچے کے عصبات بترتیب مذکور کو دیں گے جب تک اُن سے کوئی باقی ہے نانا کو استحقاق نہیں، ماموں تو نانا سے بھی

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۵-۲۶۴

کما یظھر من الدر المختار و رد المحتار، واللہ تعالٰی اعلم۔

پانچویں درجہ میں ہے، جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار سے ظاہر ہورہا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور لڑکا اور ایک لڑکی نابالغ اور ایک بیٹی بالغہ منکوحہ اور ایک بھائی چھوڑ کر انتقال کیا زوجہ نے کہ ان بچّوں کی ماں ہے ایک اجنبی آدمی سے نکاح کرلیا، لڑکا چار برس کا ہے اور لڑکی آٹھ کی، اُس کی ماں اُس کا نکاح ایک جگہ کیا چاہتی ہے، چچا وہاں راضی نہیں بلکہ اپنے بھتیجے سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اس صورت میں اُن نابالغوں کے نکاح کا اختیار ماں کو یا چچا کو ہے اور اُن کو رکھنے کا اختیار کسے ہے، نابالغوں کی دادی کوئی نہیں، خالہ اور دو پھوپھیاں ہیں اور پھوپھیاں انھیں اپنے پاس رکھنے پر راضی نہیں، اور نابالغوں کا کچھ مال نہیں، تو اُن کا کھلانا بلانا کس کے ذمّہ ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں نابالغوں کے نکاح کا اختیار اُن کے چچا کے سوا کسی کو نہیں، اُسکے ہوتے ہوئے ماں کا نکاح میں کچھ دخل نہیں، اور جبکہ وُہ ایک اجنبی شخص سے نکاح کرچکی تو اُسے بچّوں کے رکھنے کا بھی اختیار نہیں، بلکہ لڑکا سات برس کی عمر تک اور لڑکی جوانی تک اپنی بہن کے پاس رہیں، اور وُہ نہ رکھے تو خالہ کے پاس، اور وُہ بھی قبول نہ کرے تو پھوپھیوں کے پاس،

فی الدر المختار الحضانۃ للام الاان تکون فاجرۃ اومتزوجۃ بغیر محرم الصغیر ثم بعد الام بان ماتت اولم تقبل او تزوجت باجنبی ام الام، ثم ام الاب ثم الاخت ثم الخالات ثم العمات[1] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے: ماں اگر فاجرہ یا بچّے کے غیر محرم سے نکاح والی نہ ہو تو وہی پرورش کا حق رکھتی ہے، پھر ماں اگر فوت ہوجائے یا بچّے کو قبول نہ کرے یا بچّے کے اجنبی سے نکاح کرلے تو اس کے بعد نانی پھر دادی پھر بہن پھر خالات پھر پھوپھیوں کو حق حضانت ہے اھ ملخصًا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

marfat.com

الحاضنة لاتجبر اذا لم تتعین لھا لان المحضون ح لایضیع حقه لوجود من یحضنه غیرھا و تجبر اذا تعینت لعدم من یحضنه غیرھا[1] اھ ملتقطا و تمام تحقیقه فیه و ھذا احاصل ما وفق به بین نقلین مختلفین۔

پرورش کرنے والی جب صرف ایک ہونے کی وجہ سے متعین نہ ہو تو اس کو پرورش پر مجبور نہ کیا جائے گا کیونکہ دوسری پرورش کرنے والی موجود ہونے کی وجہ سے بچے کی پرورش ضائع نہ ہوگی اور اگر وہ ایک ہی متعین ہو تو اس کو مجبور کیا جائے گا کیونکہ کوئی دوسرا نہیں ہے اھ ملتقطا اور اس کی مکمل تحقیق ردالمحتار میں ہے یہ دو مختلف منقول روایات میں تطبیق و توفیق کا ماحاصل ہے۔ (ت)

اور جبکہ ان یتیم نابالغوں کا کچھ مال نہیں تو ان کا کھانا کپڑا اُن کے اُن قابلانِ وراثت پر ہے جن کے پاس اپنے اور اپنے بال بچوں کے کھانے پہننے وغیرہ ضروری مصارف کے بعد بس انداز ہوتا ہو جس سے اپنے اُن عزیزوں کی امداد کرسکیں یہاں ماں بہن چچا پھوپھی خالہ اگرچہ سب محارم ہیں مگر خالہ پھوپھی ان تین کے سامنے وارث نہیں لہذا ان میں اگر کوئی ویسا مرفہ الحال ہو تو خالہ پھوپھی پر نفقہ دینا واجب نہیں۔

فی الدرالمختار و یجب ایضا لکل ذی محرم رحم محرم صغیر او انثی مطلقا ولو کانت الانثی بالغة صحیحة او کان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب نحو زمانة کعمی وعته وفلج او لا یحسن الکسب فقیرا، بحیث تحل له الصدقة ولوله منزل وخادم علی الصواب بدائع[2] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے کہ ہر ذی محرم (خواہ نابالغ ہو یا عورت ہو) کا نفقہ واجب ہے، اگرچہ عورت بالغہ اور صحتمند ہو یا مرد بالغ ہو لیکن عاجز ہو محنت نہ کرسکتا ہو مثلاً اپاہج، نابینا، بےعقل یا فالج زدہ ہو، یا محنت کی مہارت نہ رکھنے والا محتاج ہو جس کو صدقہ حلال ہو اگرچہ اس کا مکان اور خادم ہو، درست قول کے مطابق یہی حکم ہے، بدائع، ملخصا (ت)

عالمگیری میں ہے:

لوکان له عم و عمة و خالة فالنفقة علی العم فان کان العم معسرا فالنفقة علیھما[3]۔

اگر چچا، پھوپھی اور خالہ ہو تو نفقہ چچے پر لازم ہوگا، اور اگر چچا تنگدست ہو تو پھر پھوپھی اور خالہ دونوں پر لازم ہوگا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۳۶

[2] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۶

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی النفقة ذوی الارحام نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۶۶

marfat.com

اب یہ دیکھنا رہا کہ ان تین وارثوں میں اس طرح کا مالدار کون ہے جس کا ہم نے بیان کیا، اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عورت اگر اپنا کچھ نہ رکھتی ہو تو وہ مرفہ الحال نہ گنی جائے گی اور اس سے نفقہ نہ لیا جائے گا اگرچہ اُس کا شوہر ہزاروں کا آدمی ہو والا لزم ایجاب النفقۃ علی الاجنبی کما لا یخفی (ورنہ اجنبی پر نفقہ واجب کرنا لازم آئے گا جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) پس اگر صورت مستفسرہ میں ان تینوں وارثوں سے صرف ایک ایسا مرفہ الحال ہی باقی ہے تو ان دونوں بچّوں کا نفقہ صرف اُس ایک پر واجب ہوگا خواہ ماں ہو یا بہن یا چچا، اور اگر صرف دو ماں اور بہن مالدار ہیں چچا نہیں تو جس قدر اُن بچّوں کے کھانے پہننے میں صرف ہونا سمجھا جائے اس کے پانچ حصّے کریں دو حصّے ماں سے لئے جائیں اور تین حصّے بہن سے، مثلاً سوا روپے مہینے کا خرچ سمجھیں تو ۸ ماں دے اور ۱۲ بہن، اور اگر چچا مالدار ہیں بہن نہیں تو تین حصّے کریں دو تہائی ماں سے لیں ایک تہائی چچا سے، اور اگر بہن چچا مالدار ہیں ماں نہیں تو چار سہام کریں ایک چوتھائی چچا دے تین حصّے بہن، اور اگر تینوں مالدار تو چھ سہام کریں دو حصے ماں دے تین حصّے بہن ایک حصّہ چچا،

وذٰلک لما عرفت ان النفقۃ بقدر الارث وقد قال فی الھندیۃ الاصل فی ھذا ان کل من کان یحرز جمیع المیراث وھو معسر یجعل کالمیت واذا جعل کالمیت کانت النفقۃ علی الباقین علی قدر مواریثھم وکل من کان یحرز بعض المیراث لا یجعل کالمیت فکانت النفقۃ علی قدر مواریث من کان یرث معہ[1] الخ ومثلہ فی الدر المختار وغیرہ وقد علمت انہ لیس ھٰھنا احد من الثلثۃ بحیث یحجب الباقین ویحرز کل

یہ اس لئے کہ جس کو آپ نے جان لیا کہ نفقہ بقدر وراثت لازم ہوتا ہے، اور ہندیہ میں کہا ہے اس میں ضابطہ یہ ہے کہ جو شخص تمام وراثت حاصل کرنے کا حق رکھتا ہو جب وُہ تنگدست ہو تو اس کو مُردہ (کالعدم) قرار دیا جاتا ہے اور جب وہ کالعدم قرار پائے گا تو پھر نفقہ باقی ورثاء پر بقدر وراثت واجب ہوگا، اور وُہ وارث جو تمام وراثت کو حاصل نہیں کرتا بلکہ وراثت کا کچھ حصّہ پاتا ہے تو اس کو تنگدستی پر مردہ (کالعدم) نہیں قرار دیا جاتا لہذا اس کی موجودگی میں اس کے ساتھ جو لوگ وراثت میں حصہ دار ہوتے ہوں ان پر حصہ کے مطابق نفقہ لازم ہوگا الخ اور اسی طرح درمختار وغیرہ میں مذکور ہے، اور آپ معلوم کرچکے ہیں کہ یہاں تینوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو دوسرے ورثاء کو محروم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی نفقۃ ذوی الارحام نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۶۶

marfat.com

المیراث فان کان احدھم معسرا لا یجعل کالمیت ویعتبر فی التقسیم ثم یخرج من البین کما یفعل فی الخارج و رح یتضح لك ماذکرنا بتوفیق اللہ سبحٰنہ وتعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

کرکے تمام وراثت کو حاصل کرسکے تو ان میں سے اگر کوئی تنگدست ہوجائے تو اُس کو مردہ (کالعدم) نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ اس کو تقسیم میں باقی اور شامل تصور کرکے درمیان سے الگ کردیا جائے گا، جیسا کہ وراثت کی تقسیم میں کسی کو الگ کردیا جاتا ہے، تو اب وُہ بات واضح ہوگئی جو ہم نے ذکر کی ہے اللہ سبحانہ کی توفیق سے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس صورت میں کہ ایک عورت مسمّاۃ ہندہ فوت ہُوئی اور مادر اُس کی اور طفل شیر خوار اُس نے چھوڑا اور شوہر بھی اُس کا باقی رہا لیکن کوئی شخص ماں یا بہن یا پھُوپھی وغیرہ شوہر ہندہ کا نہیں رہا ہے کہ پرورش اس طفلِ شیر خوار کی کرے، نانی اُس طفل مذکور کی پرورش کرتی ہے اور باپ اُس طفل کا نہیں چاہتا ہے کہ نانی کے پاس وُہ لڑکا رہے، تو اس حالت میں وُہ لڑکا باپ کو عندالشرع دلایا جائے گا یا نانی کے پاس رہے گا؟ اور اسباب وظروف وغیرہ کہ ہندہ متوفیہ کا جہیز ہندہ نے پایا تھا وُہ بھی شوہر اُس کے نے اپنے تصرف میں کرلیا تو وہ مال واسباب متصرفہ شوہر ہندہ ملک اُس پسر صغیر کی ہوگا یا اُس کے باپ کے قبضہ میں رہے گا اور مصارف نان ونفقہ ایامِ رضاعت کا کس کے ذمہ چاہئے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں سات برس کی عمر تک پسر کی پرورش اُن کی نانی کا حق ہے، باپ بلاوجہ شرعی اُس کا مزاحم نہیں ہوسکتا،

فی الدرالمختار الحضانۃ تثبت للام ثم ام الام والحاضنۃ اما او غیرھا احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی[1] اھ ملتقطا۔

درمختار میں ہے: پرورش کا حق ماں کو پھر نانی کو ہے اور پرورش کرنے والی عورت لڑکے کی اس وقت تک حقدار ہے جب تک وُہ عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہیں ہوجاتا جس کی مدت اندازاً سات سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائیگا، اھ ملتقطا (ت)

---

[1] درمختار   باب الحضانۃ   مطبع مجتبائی دہلی   ۱/۲۶۴

marfat.com

اور ہندہ نے جو کچھ اسباب اپنے جہیز میں پایا تھا سب اُسی کی مِلک تھا اور بعد اس کی مرگ کے فرائض اللہ پر تقسیم پائے گا،

فی العقود الدریۃ کل احد یعلم ان الجہاز ملک البنت لاحق لاحد فیہا[1]۔

عقود الدریہ میں ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ جہیز لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے اس میں کسی اور کا حق نہیں ہوتا۔ (ت)

البتہ جس قدر مال حصّہ نابالغ قرار پائے گا اُس پر قبضہ اُس کے باپ ہی کا ہوگا مگر نہ مالکانہ بلکہ ازراہِ ولایت کہ باپ کے ہوتے ہوئے دوسرا شخص بچّہ کا ولی اور اس کے مال کا محافظ نہیں کما فی الدر المختار وعامۃ الاسفار (جیساکہ درمختار اور عامہ کُتب میں ہے۔ ت) رہا یہ بچّے کا نان ونفقہ اور اُجرت رضاعت وغیرہ مصارف کثیرہ ہیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر بچّہ نے اپنی ماں کے ترکہ یا کسی اور وجہ سے اتنا مال پایا ہے جس کے سبب اُسے شرعًا غنی کہا جائے اور زکوٰۃ دینا نارواہو تو یہ سب صرف خاص اُسی کے مال سے ہوں گے باپ پر واجب نہیں کہ اپنے پاس سے صرف کرے، ہاں ان مصارف کی کارپردازی بحکم ولایت باپ کے ذمّہ ہوگی، اور اگر بچّے کے پاس اتنا مال نہیں تو بیشک یہ صرف باپ کے ذمّہ ہیں،

فی ردالمحتار عن الخیر الرملی ان الحضانۃ کالرضاع فلہا الاجرۃ من مال الصغیر ان کان لہ مال والا فمن مال ابیہ[2] اھ ملخصا، وفی الدرالمختار وتجب النفقۃ لطفلہ الفقیر فان نفقۃ الغنی فی مالہ الحاضر وتجب ایضا لکل ذی رحم محرم فقیرا بحیث تحل لہ الصدقۃ ولولہ منزل وخادم علی الصواب بدائع[3] اھ بالالتقاط فی ردالمحتار قولہ ولولہ منزل و خادم وھو محتاج الیہما وھذا عام فی الوالدین والمولودین وذوی الارحام کما صرح فی

ردالمحتار میں خیرالدین رملی سے منقول ہے کہ پرورش کا حکم رضاعت والا ہے لہذا پرورش کرنیوالی کو اجرت کا استحقاق ہے، اگر بچّے کا اپنا مال ہو تو اس میں سے ورنہ بچّے کے والد کے مال میں سے اُجرت دی جائے گی اھ ملخصا۔ اور درمختار میں ہے کہ بچّے کا نفقہ اگر وہ فقیر ہو تو باپ پر ہے کیونکہ اگر وُہ فقیر نہ ہو تو غنی ہونے کی وجہ سے نفقہ اس کے اپنے موجود مال سے کیا جائے گا، اور یُونہی جو ذی محرم فقیر ہو اس کے لئے صدقہ حلال ہو تو اس کے لئے بھی نفقہ ضروری ہے اگرچہ اس کا مکان اور خادم بھی ہو یہ حکم درست قول کے مطابق ہے

---

[1]
[2] ردالمحتار   باب الحضانۃ   داراحیاء التراث العربی بیروت   ۲/ ۶۳۷
[3] درمختار   باب النفقۃ   مطبع مجتبائی دہلی   ۱/ ۲۷۳ و ۲۷۶

الذخیرۃ[5] اھ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ بدائع، اھ ملتقطا۔ اس پر ردالمحتار میں ہے ماتن کا قول کہ "اگرچہ اس کا مکان اور خادم ہو" یعنی جبکہ اس کو ان کی احتیاجی ہو۔ یہ حکم والدین، اولاد اور ذوالارحام سب کو شامل ہے جیسا کہ ذخیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے اھ، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۲ ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اور ایک پسر شیر خوار جو زید کے نطفے سے ہے واسطے پرورش کے ہندہ کے پاس چھوڑا اور اس کی پرورش کے واسطے ماہانہ مقرر کر دیا اب وہ لڑکا بعمر تین برس کچھ ماہ کے ہوا ہندہ نے نکاح ایک شخص سے کرلیا اب وہ لڑکا زید کو مل سکتا ہے یا نہیں، اور اگر مل سکتا ہے تو کس عمر میں؟ اور ہندہ اس کو اپنے ماں باپ کے پاس چھوڑ کر شوہر کے یہاں چلی گئی وُہ عورت ہندہ کی مادر حقیقی نہیں ہے تو زید کے مقابلہ میں ہندہ کے ماں باپ کو استحقاقِ پرورشِ پسر مذکور حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ ہندہ نے جس شخص سے نکاح کیا وہ لڑکے کا محرم نہیں بلکہ اجنبی شخص ہے اور ہندہ کی ماں اور نانی مرگئیں، باپ اور سوتیلی ماں ہیں، اور ہندہ کی سگی دادی اور خود لڑکے کی سگی دادی زندہ ہیں، پس صورتِ مذکورہ میں ہندہ کے باپ یا سوتیلی ماں کو لڑکے کے رکھنے کا کوئی حق نہیں بلکہ سات برس کی عمر تک اپنی دادی کے پاس رہے گا بعدہٗ باپ لے لے گا ماں کی دادی بھی لڑکے کی دادی کے ہوتے نہیں رکھ سکتی۔

فی الدرالمختار ثم بعد الام بان ماتت او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اھلیۃ القربٰی ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور واما ام اب الام فتؤخر عن ام الاب بل عن الخالۃ ایضا بحر، والام احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی[2] اھ ملتقطا، و

درمختار میں ہے کہ ماں فوت ہوجائے یا بچے کے اجنبی غیر محرم سے نکاح کرلے تو ماں کے بعد نانی خواہ اوپر والی ہو جبکہ کوئی قریبی عورت پرورش کا حق نہ رکھتی، پھر دادی خواہ اوپر والی ہو مذکورہ شرط کے ساتھ، لیکن ماں کی دادی تو وُہ بچے کی دادی بلکہ اس کی خالہ سے بھی مؤخر ہے، بحر۔ ماں لڑکے کی حقدار ہے جب تک لڑکا عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہ ہوجائے جس کا اندازہ سات سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائیگا

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۸۲

[2] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

marfat.com

وفی ردالمحتار عن الفتح یجبر الاب علی اخذ الولد بعد استغنائه عن الام[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اھ ملتقطا، اور ردالمحتار میں فتح سے منقول ہے کہ والد کو مجبور کیا جائے گا کہ وُہ بچّے کو ماں کی نگرانی سے مستغنی ہوجانے کے بعد اپنی تحویل میں لے لے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دے دی جس کو عرصہ پانچ سال کا ہوا اور اُس کا ایک لڑکا تھا وُہ بھی تقریباً پانچ سال کا ہُوا، اب ہندہ نے نکاحِ ثانی کرلیا ہے اور اُس لڑکے کی نانی سوتیلی ہے اور خالہ نابالغ ہے اور اُس کی دادی اور پردادی اور دادا اور باپ موجود ہیں اس حالت میں لڑکا مذکور کس کے پاس رہنا چاہئے؛ بیان کیجئے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ عورت نے اجنبی شخص سے نکاح کیا جو اُس لڑکے کا کوئی نہیں اور نانی سوتیلی ہے اور سگی نانی کی ماں بھی نہیں اور دادی حقیقی ہے، پس اس صورت میں ماں کو اُس لڑکے کے رکھنے کا کوئی حق نہ رہا اور سوتیلی نانی کوئی چیز نہیں، لڑکا سات برس کی عمر تک دادی یعنی اپنے باپ کی ماں کے پاس رہے گا پھر باپ لے لے گا۔ درمختار میں ہے:

الحاضنة یسقط حقها بنکاح غیر محرم الصغیر[2]۔

پرورش کرنے والی کا حق ساقط ہوجاتا ہے جب وُہ بچّے کے غیر محرم سے نکاح کرلے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ثم بعد الام ان ماتت او تزوجت باجنبی ام الام وان علت ثم ام الاب[3] اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔

ماں فوت ہوجائے یا بچّے کے اجنبی سے نکاح کرلے تو پھر نانی کو حق ہے خواہ اوپر والی ہو، پھر دادی کو حق ہے اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسمّاۃ نے انتقال کیا اور ایک لڑکا بعمر چھ سات ماہ

---

[1] ردالمحتار باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۰
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۵
[3] " " " ۱/۲۶۴

marfat.com

کا شِیر خوار چھوڑا، اور شوہر اور مسمّاۃ متوفیہ کی پھوپھی یعنی اس کے باپ کی حقیقی بہن اور مسمّاۃ متوفیہ کا ماموں موجود ہیں، ان سب میں کس کو ولایتِ پرورش پہنچ سکتی ہے؟ اور بحالتِ انکار اول حقدار کے دوم درجہ میں کس کو پہنچے گی؟

الجواب

جبکہ اُس لڑکے کی نہ نانی ہے نہ کوئی جوان بہن ہے، نہ بھانجی نہ خالہ، نہ پھوپھی نہ ماں کی خالہ، نہ باپ کی خالہ، صرف ماں کی پھُپی ہے اور وہ بیوہ ہے۔ جیسا کہ سائلوں نے بیان کیا تو اس صورت میں لڑکا سات برس کی عمر تک ماں کی پھُپی کے پاس رہے گا اس کے ہوتے ہُوئے باپ کو بھی اختیار نہیں ماں کا ماموں تو بہت بعید ہے اور جبکہ لڑکے کے باپ کی پھُپی بھی حسبِ بیان سائلان نہیں، غرض ماں کی پھُپی کے سوا کوئی عورت جسے حقِ حضانت ہو موجود نہیں تو ماں کی پھُپی کو اُس سے انکار کا اختیار نہیں البتہ اس پرورش کی اُجرت لینی چاہے تو باپ کو دینی ہوگی۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

الحضانۃ تثبت للام، ثم ام الام، ثم ام الاب وان علت، ثم الاخت لاب وام، ثم لام، ثم لاب، ثم بنت الاخت لابوین، ثم لام، ثم الخالات، ثم العمات، ثم خالۃ الام، ثم خالۃ الاب، ثم عمّات الامھات والاٰباء، بھذا الترتیب ثم العصبات بترتیب الارث[1]

پرورش کا حق ماں کو ہے پھر نانی پھر دادی کو اگرچہ اُوپر والی ہوں، پھر حقیقی بہن کو پھر ماں کی طرف سے سگی بہن کو پھر باپ کی طرف سے سگی بہن کو پھر حقیقی بہن کی بیٹی کو پھر ماں کی طرف سے بہن کی بیٹی کو پھر خالات کو پھر پھوپھیوں کو پھر ماں کی خالہ پھر باپ کی خالہ کو پھر ماں اور باپ کی پھوپھیوں کو اسی ترتیب سے پھر عصبہ مردوں کو وراثت کی ترتیب پر۔ (ت)

اُنھیں میں ہے:

ولا تقدر الحاضنۃ علی ابطال حق الصغیر وان لم یوجد غیرھا اجبرت بلا خلاف وتستحق اجرۃ الحضانۃ وھی غیر اجرت ارضاعہ ونفقتہ بحر عن

پرورش کرنے والی حقِ صغیر کو باطل نہیں کرسکتی اگر ماں کے علاوہ کوئی پرورش کرنے والی نہ ہو تو ماں کو بچے کی پرورش پر مجبور کیا جائے گا، اس میں اختلاف نہیں ہے، وہ البتہ پرورش کی اُجرت کی مستحق ہوگی جو کہ دُودھ پلانے کی اجرت اور نفقۂ ولد کے علاوہ

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

السراجیۃ[1] اھ ملخصین ، واللہ تعالٰی اعلم۔ ہوگی، بحر نے اسے سراجیہ سے نقل کیا ہے اھ ملخصاً واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۵ از ریاست رامپور محلہ چاہ شور مرسلہ منّا خاں ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے وقتِ وفات اپنی ایک زوجہ منکوحہ اور ایک پسر نابالغ اور دو لڑکیاں نابالغہ ہیں، وراثت مع الحصر چھوڑ کر وفات پائی۔ اور بعد وفات مذکور کے اُس کی منکوحہ وارثہ نے بقضاءِ الٰہی وفات پائی، اب ایک لڑکا نابالغ اور دو لڑکیاں نابالغہ بطن مسمّاۃ متوفیہ سے باقی رہی، مسمّاۃ متوفیہ مذکورہ کا دادھیال اور ننھیال میں سے کوئی ذکور اور اناث میں سے نہیں ہے اور زید مرحوم مذکور کے دو چچا زاد بھائی ہیں اور ایک عورت حسینی کہ متوفیہ مرحومہ کو بطور فرزندی پرورش کیا تھا دعویدار ہیں کہ ولایت ان ہر سہ نابالغ صغیر کی ہم کو پہنچتی ہے پس ولایت صغیران مذکور برادرانِ زید متوفی جو چچا زاد بھائی زید کے ہیں اور وُہ عورت جس نے منکوحہ زید کو فرزندانہ پرورش کیا تھا ان دونوں میں کس کو حسبِ شرع شریف حقِ ولایتِ نابالغان حاصل ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ پسر کی عمر گیارہ سال ہے اور ایک دختر کی دس سال اور دوسرے کی تین سال، پس صورت مستفسرہ میں لڑکا جوان ہونے تک زید کے چچازاد بھائی کے پاس رہے گا اور لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کرنے کی ولایت بھی بھائیوں کو ہے مگر لڑکیاں اُن میں سے کسی کو سپرد نہ کی جائیں گی قاضیِ شرع پر فرض ہے کہ ان کے رکھنے کے لئے کوئی عورت صالحہ متدینہ امینہ تجویز کرے کہ تا بلوغ یا جب تک شادی نہ ہو لڑکیاں اس کی حفاظت میں رہیں اور ان تینوں نابالغوں کا جو مال ہے اگر ان کے باپ یا دادا کا کوئی وصی موجود ہے یعنی جسے وُہ اپنے مال یا اولاد کی حفاظت ونگہداشت کی وصیت کرگئے ہوں یا وُہ نہ ہو تو ایسے وصی کا جو وصی ہو اس کی حفاظت میں سپرد کیا جائے ورنہ اس کے لئے بھی قاضیِ شرع پر فرض ہے کہ امین صالح دیندار قادر نیک مسلمان تجویز کرے جو قرآن پر سچا ایمان رکھے یتیم کے مال کو آگ جانے اور اللہ ان سب کا حساب لینے والا ہے؛ رہی وہ عورت جس نے ان کی ماں کو پالا تھا اس کا اصلاً کوئی حق نہیں، ہاں لڑکیوں کی حفاظت کے لئے اگر قاضی شرع کی رائے میں وُہ عورت ہی انسب ہو تو اُسے دے دے مگر نکاح یا حفاظتِ مال میں اُس کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ منہاج وخلاصہ وتاتارخانیہ وحاشیۃ الخیر الرملی وردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

marfat.com

ان لم یکن للصبی اب و انقضت الحضانة فمن سواه من العصبة اولی الاقرب فالاقرب غیران الانثی لا تدفع الا الی محرم[1]

جب بچے کی پرورش کی مدت ختم ہوجائے اور باپ نہ ہو تو باپ کے بعد والے عصبہ مردوں میں سے جو قریب تر ہو اس کی تحویل میں دے دیا جائے گا لیکن اگر لڑکی ہو تو اسے غیر محرم کی تحویل میں نہ دیا جائے گا۔ (ت)

تحفۃ الفقہاء و بحر الرائق و رد المحتار میں ہے:

ان لم یکن للجاریۃ غیرابن العم فالاختیار للقاضی ان رأہ اصلح ضمہا الیہ والا توضع علی ید امینۃ اھ (قال الشامی) مافی التحفۃ علله فی شرحہا البدائع بقولہ لان الولایۃ فی ھذہ الحالۃ الیہ فیراعی الاصلح اھ وھو ظاھر فی انہ لاحق لابن العم فی الجاریۃ مطلقا[2] الخ۔

اگر لڑکی کا چچا زاد کے بغیر کوئی عصبہ نہ ہو تو قاضی کو اختیار ہے کہ اگر وہ چچا زاد کو نیک و صالح سمجھتا ہے تو لڑکی اس کی تحویل میں دے دے ورنہ کسی امین صالح عورت کے سپرد کرے اھ، علامہ شامی نے فرمایا کہ تحفہ میں جو بیان ہے اس کی وجہ اور علت کو اس کی شرح بدائع میں یُوں بیان کیا ہے چونکہ ایسی صورت میں قاضی کو ولایت حاصل ہوتی ہے لہذا وُہ بہتری کی تدبیر کرے اھ، یہ بات ظاہر ہے کیونکہ چچا زاد کو لڑکی پر حق مطلقاً نہیں ہے الخ۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

ولیہ ابوہ ثم وصیہ (بعد موتہ) ثم وصی وصیہ ثم جدہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم القاضی[3] اھ مزیدا من الدر المختار، واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

بچّے کا ولی اس کا باپ پھر باپ کے فوت ہونے پر باپ کا وصی اور پھر وصی کا وصی، پھر دادا، پھر اس کا وصی، پھر اس کے وصی کا وصی، اور پھر قاضی ہے اھ، درمختار سے کچھ زیادتی شامل کرتے ہوئے، واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] رد المحتار باب الحضانۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۲

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۶۳۹

[3] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۳

marfat.com

مسئلہ ۱۴۶ از پیلی بھیت پنجابی ٹولہ مرسلہ شیخ عبدالعزیز ۱۴ شوال ۱۳۲۱ھ

(شجرہ حاجی کفایت اللہ متوفی)

(زوجہ اولیٰ حیات نجم النساء)

مادر ایک: مسماۃ [illegible]

بہنیں دو: صاحب النساء، نجم النساء

دو لڑکے: احسان الحق، عبدالحق

چہار لڑکیاں: عزیز النساء، لطیف النساء، حبیب النساء، جمیل النساء

(زوجہ ثانی متوفیہ حمید النساء)

دو لڑکیاں: کریم النساء بالغہ، احمدی بیگم نابالغہ

تین لڑکے نابالغ: فضل حق عمر ۱۲ سال، ضیاء الحق عمر ۸ سال، ریاض الحق عمر ۶ سال

حاجی کفایت اللہ نے انتقال کیا اور اُنھوں نے اپنی ایک مادر جو سنِ خرافت کو پہنچ گئی ہیں اور ہوش و حواس اُن کے قائم نہیں ہیں اور دو بہنیں اور ایک زوجہ اور اسی زوجہ حیات سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں اور دوسری زوجہ متوفیہ سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں، فریق اوّل یعنی زوجہ اولیٰ کی اولاد سب بالغ ہے اور فریق ثانی یعنی زوجہ ثانیہ کی اولاد بعض بالغ اور بعض نابالغ ہیں۔ فریق اوّل چونکہ بالغ اور غالب تھے اور فریق ثانی نابالغ اور مغلوب، لہٰذا فریق اوّل کو ہمیشہ فریق ثانی کے ساتھ بوجہ سوتیلے پن کے قدرتی مخالفت ہے، چنانچہ ان نابالغان کے سوتیلے بہن بھائی بہ اتفاق نجم النساء سوتیلی ماں کی والدہ نابالغان کے مخالف اور درپے تخریب و ایذارسانی و دل آزاری رہی اور شرکت شادی و غمی اور ملنا جلنا تا حیات متوفیہ حمید النساء والدہ نابالغان قطعی ترک رہا مگر حین حیات حاجی کفایت اللہ ان کی عداوت کا کوئی اثر پورے طور پر ظاہر نہیں ہو پایا لیکن بعد وفات حاجی کفایت اللہ فریق اول کی عداوت فریق ثانی کے ساتھ بخوبی ظاہر ہوگئی چنانچہ اس کی وجوہات یہ ہیں:

(۱) یہ کہ بعد وفات حاجی کفایت اللہ ان میں سے نابالغوں کو جو سب سے چھوٹے اور اُن کے اختیار میں تھے ایک خادمہ کے سپرد کرکے گڑھی مانکپور کو جو جائے سکونت سے ایک مسافت بعید پر واقع ہے باقی اعزا و اقارب سے جدا کرکے روانہ کردیا چھ ماہ تک ان کو لاوارث حیثیت سے چھوڑ رکھا جس کی وجہ سے ان کو طرح طرح کی خورد و نوش وغیرہ کی تکلیف اور اذیتیں پہنچیں۔

(۲) یہ کہ جملہ آمدنی اُن کے حصص واقعہ میں سے اپنے صرف میں لا چکے ہیں اور اُن کے مصارف کی کوئی خبر گیری نہیں کرتے۔

(۳) یہ کہ بہت سے اشیاء منقولہ زرِ نقد و زیورات و اشیاءِ خانگی جو نابالغان سے تعلق رکھتے ہیں ان لوگوں نے مخفی کرلیں اور ظاہر نہیں کیں اور دیون مورث کے وصول کرکے تصرف ذاتی اپنے میں لائے۔

(۴) یہ کہ طریقہ زندگی سوتیلے بھائیوں ان نابالغان کا ناشائستہ اور غیر مہذب بدچلنی کے ساتھ ہے۔

سوال

حاجی محمد کفایت اللہ متوفی نے انتقال کرکے اس شجرہ مذکورہ بالا کے مطابق ورثا چھوڑے، اب ان اولاد نابالغان زوجۂ ثانی متوفیہ، فضل حق، ضیاء الحق، ریاض الحق و احدی بیگم کا حق ولایت جان و مال ازروئے شرع شریف ان اولیاء میں سے بمقابلہ وجوہات بالا کے کس کو پہنچتا ہے؛

اخ لاب - اخ لاب - اخت لاب - اخت لاب - اخت لاب - اخت لاب - اخت لاب وام - جدہ صحیحہ -
عبدالحق - احسان الحق - عجائب النساء - لطیف النساء - حبیب النساء - جمیل النساء - کریم النساء - اللہ جلائی۔

عمہ - عمہ
نجم النساء - صاحب النساء۔

الجواب

حقِ حضانت لڑکے میں سات اور دختر میں نو برس کی عمر تک رہتا ہے اُس کے بعد عصبہ کے پاس رہے گی جو عصوبت میں مقدم ہے یہاں بھی مقدم ہے بشرطیکہ فاسق بدچلن نہ ہو اُس سے صغیر پر اندیشہ نہ ہو اور دختر کے لئے اس کا محرم ہونا بھی شرط۔ اور سات یا نو برس کی عمر تک جو حقِ حضانت میں عورات ذوات فروض مثل مادر و خواہر پھر ذوات رحم مثل خالہ و عمہ عصبات پر مقدم ہیں اُن میں شرط یہ ہے کہ صغیر کے نامحرم کے نکاح میں نہ ہوں ورنہ بچے ماں کو بھی سپرد نہ کئے جائیں گے جہاں شرائط حضانت کی جامعہ کوئی عورت نہ ہوگی، حضانت عصبات پھر ذوی الارحام ذکور کی طرف انتقال کرے گی اور دختر کے لئے وہی محرمیت ضرور ہوگی پھر اگر کوئی ذی رحم ان بچوں کے حق میں قابلِ اعتماد نہ ہو تو ذی علم دیندار خدا ترس مسلمانانِ شہر کہ کوئی بدعت کفریہ مثل نیچریت و رفض وغیرہما نہ رکھتے ہوں نہ مکذبانِ باری عزوجل یا منکرانِ ختمِ نبوت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مسلمان جانتے ہوں جمع ہوکر کسی ایسے ہی متدین لائق کو بچوں کی حفاظت کے لئے تجویز کریں اور لڑکیاں بالخصوص کسی ایسی ہی عورت عاقلہ امینہ قادرہ کو سپرد کی جائیں جو نامحرم کے نکاح میں نہ ہو نہ ایسوں کے یہاں رہتی ہو جن سے بچوں پر مضرت و اذیت کا اندیشہ ہو اور یہ شرط عدم نیچریت و رفض وغیرہ بدعات کفریہ کہ ہم نے ان رائے دہندوں کے لئے ذکر کی مطلقاً

marfat.com

ہر عورت و مرد میں ضرور ہے جسے حضانت یا حفاظت جان یا مال کی دی جائے بچّوں کے مال کو ولایت باپ کے بعد باپ کے وصی کو ہے یعنی جسے وہ کہہ کر مرا ہو کہ میری اولاد کی غور پرداخت کرنا یا کہا ہو میری جائداد کی نگہداشت کرنا، وصی نہ ہو تو وصی کا وصی، وُہ بھی نہ ہو تو دادا، پھر دادا کا وصی، پھر اس کے وصی کا وصی، اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر وہی حکم ہے کہ ذی علم متدین مسلمان نہایت غائر نظر سے مشورہ کرکے کسی ایسے ہی مسلمان کو محافظ مقرر کریں جو یتیم کے مال کو آگ جانتا ہو، اور جس شہر میں کوئی عالم دین معتمد سُنّی المذہب فقیہ متدین موجود ہو تو ان امور میں رائے اُسی کی معتبر ہے، اور جہاں ایسے چند عالم ہوں وہاں جو اُن سب میں زیادہ علم والا ہو اس پر نظر ہے۔ جب کوئی مستحق حضانت و ولایت مال نہ ہو تو وہ عالم شہر اپنی رائے سے بلحاظ امور مذکورہ بچّوں کی سپردگی جان و مال کےلئے رجال و نساء باوصاف مذکورہ تجویز کرے، شریعت کی ایسی باتوں میں جہاں قاضی اسلام نہ ہو اُس عالم شہر کی رائے رائے قاضی اسلام کی مثل ہے، اور مسلمانوں پر اُس کا اتباع لازم ہے، گورنمنٹ نے معاملات مثل نکاح و طلاق و حضانت و ولایت و وراثت و وصایت میں مسلمانوں کو آزادی دی ہے وُہ ہرگز مجبور نہیں کرتی کہ تم ان امور کو اپنی شرع کے مطابق باہم فیصلہ نہ کرو بلکہ وُہ خود ان امور میں شریعت و فتوٰی کی طرف رجوع کرتی ہے جہاں تک میرا خیال ہے یہ امور اسی قبیل سے ہیں اور اگر فی الواقع ایسا نہیں بلکہ آزادی کسی حد تک محدود کی گئی ہے تو جہاں تک آزادی ہے اس پر کارروائی لازم ہے واللہ الموفق، درمختار میں ہے:

الحاضنۃ احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی واحق بہا حتی تشتھی وقدر بتسع وبہ یفتی[1]

لڑکے پر پرورش کرنے والی کا حق اس وقت تک ہے جب تک وُہ عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہیں ہوجاتا جس کا اندازہ سات سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا اور لڑکی پر اس کا حق لڑکی کے مشتہاۃ ہونے تک ہے جس کا اندازہ نو سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائیگا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی حاشیۃ البحر للرملی فی المنہاج والخلاصۃ و التاتارخانیۃ ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانۃ فمن سواہ من العصبۃ اولی الاقرب فالاقرب غیر ان الانثی لاتدفع الا الی محرم[2]

بحر پر رملی کے حاشیہ میں ہے کہ منہاج، خلاصہ اور تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ اگر بچّے کا والد نہ ہو اور بچّے کی مدتِ پرورش ختم ہوجائے تو بچّہ قریب ترین مرد عصبہ کے سپرد کیا جائیگا، مگر بچّی ہو تو وہ غیر محرم عصبہ کے سپرد نہ کی جائے گی (ت)

---

[1] درمختار — باب الحضانۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۵

[2] ردالمحتار — دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۳

marfat.com

تنویر الابصار میں ہے :

الحضانة تثبت للام الا ان تکون مرتدة او غیر مامونة او متزوجة بغیر محرم ثم ام الام ثم ام الاب ثم الاخت لاب و ام ثم لام ثم لاب ثم الخالات ثم العمات کذلک[1]

پرورش کا حق والدہ کو ہوگا بشرطیکہ وہ مرتدہ ، غیر محتاط اور بچّے کے غیر محرم کی منکوحہ نہ ہو ۔ والدہ کے بعد نانی ، پھر دادی ، پھر حقیقی بہن ، پھر ماں کی طرف سے سگی بہن ، پھر والد کی طرف سے سگی بہن ، پھر خالات اور پھر پھوپھیاں اسی ترتیب سے ۔ (ت)

درمختار میں ہے :

ثم العصبات بترتیب الارث سوی فاسق و معتوہ ثم اذا لم یکن عصبة فلذوی الارحام[2] (ملخصًا) ۔

پھر عصبہ مرد حضرات وراثت کی ترتیب پر ما سوائے فاسق اور پاگل کے ، اگر عصبات نہ ہوں تو ذوی الارحام حقدار ہوں گے (ملخصًا) ۔ (ت)

برہان وعینی وبحر وردالمحتار میں ہے :

فی البدائع لو کانت الاخوة والاعمام غیر مامونین علی نفسها او مالها لا تسلم الیهم و ینظر القاضی امراٴة ثقة عدلة امینة فتسلمها الیها الی ان تبلغ[3]

بدائع میں مذکور ہے اگر بھائی اور چچے ، لڑکی اور اس کے مال کی حفاظت میں غیر محتاط ہوں تو لڑکی ان کے سپرد نہ کی جائے گی اور قاضی لڑکی کے بالغ ہونے تک کسی قابلِ اعتماد عادلہ دیانتدار عورت کے سپرد کر دے گا ۔ (ت)

درمختار میں ہے :

الحاضنة یسقط حقها بنکاح غیر محرمه ای الصغیر وکذا بسکنها عند المبغضین له[4]

پرورش کرنے والی ، بچّے کے غیر محرم کی منکوحہ ہونے یا بچّے کے مخالفین کے ہاں رہائش پذیر ہونے کی بنا پر پرورشِ صغیر کی حقدار نہ رہے گی ۔ (ت)

اُسی میں ہے :

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

[2] ایضاً

[3] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۸

[4] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۵

marfat.com

ولیہ فی المال ابوہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم جدہ الصحیح ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم القاضی[1]

بچّے کے مال کے متعلق ولی والد ہوگا پھر والد کا وصی پھر وصی کا وصی پھر حقیقی جدِ صحیح (جو کسی عورت کے واسطہ کے بغیر ہو) پھر دادے کا وصی پھر اس کے وصی کا وصی اور پھر قاضی ہوگا۔ (ت)

حدیقۂ ندیہ میں ہے:

فی العتابی اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم[2]

عتابی میں مذکور ہے کہ جس وقت بااختیار حاکم شرعی نہ پایا جائے تو پھر معاملات علماء کے سپرد قرار پائینگے تو اُمت پر لازم ہے کہ وُہ علماء کی طرف اپنے معاملات میں رجوع کرے، پھر جب سب کا ایک عالم کی طرف رجوع کرنا مشکل ہو تو پھر ہر علاقہ والے اپنے اپنے علاقہ کے علماء کی طرف راجع ہوں، اور اگر علاقہ میں علماء کی کثرت ہو تو پھر سب سے بڑے عالم کی اتباع کریں۔ (ت)

جب یہ مسائل معلوم ہولئے اب صورت مستفسرہ کی طرف چلئے، فضل حق و ضیاء الحق تو حدِ حضانت سے نکل چکے ہیں کہ اُن کی عمریں سات سال سے زائد ہیں، انھیں چاہئے تھا کہ عصبات کے سپرد ہوں، عصبہ یہاں سوتیلے بھائی ہیں جنھیں سائل بدچلن بتاتا ہے اور نابالغوں کا بدخواہ و دشمن بھی، اور فی الواقع سوتیلوں میں خصوصًا جہاں جائداد کا قدم درمیان ہو بدخواہی نہ ہونا ہی تعجب ہے، تو لازم ہے کہ ان دونوں بچوں کے لئے کوئی اور عصبہ دیندار معتمد بشرائط مذکورہ تلاش کیا جائے، سائل نے زبانی احمدی بیگم کو ریاض الحق سے بھی چھوٹی بتایا تو یہ دونوں ابھی حضانت طلب ہیں، اللہ جلائی کو سائل مختل الحواس بتاتا ہے اور کریم النساء حقیقی بہن بچوں کے نامحرم کے نکاح میں ہے یونہی سوتیلی بہنیں بھی، اور ان کا نامعتمد ہونا علاوہ، بچوں کی کوئی خالہ بیان میں نہ آئی پھوپھیوں کی نسبت بھی مسموع ہُوا کہ نامحرموں کے نکاح میں ہیں، اس تقدیر پر ان کی حضانت بھی بھائیوں کی طرف آتی ہے مگر اُن میں وہی موانع ہیں تو اس کے لئے بھی کوئی عصبہ اور وُہ نہ ہو تو ذورحم تلاش کرنا چاہئے اور احمدی بیگم کے واسطے اس کا محرم بھی درکار، یہ حفاظتِ جان تھی، رہی سپردگیِ مال اس کے لئے لازم کہ باپ کا وصی یا

---

[1] درمختار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۳

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۵۱

marfat.com

وصی وصی یا دادا یعنی پدرِ پدر کا وصی یا وصی وصی کی تحقیق کریں، مثلاً حاجی کفایت اللہ نے اگر کریم النساء یا اپنی بہن نجم النساء یا صاحب النساء یا جس کسی شخص کو ان بچوں یا اپنی جائداد کی نگہداشت کی وصیت کی ہو نابالغوں کے مال اُسی کو سپرد کئے جائیں گے، یہ تین مقام تلاش و تحقیق کے ہیں، ان میں سے جس میں بعد تلاش بھی کوئی شخص اُن شرائط کا نہ ملے تو عالم شہر کی رائے لی جائے گی۔ یہ مسئلہ پیلی بھیت کا ہے اور وہاں اُن صفات مذکورہ کا کوئی عالم نہیں سوا مولٰنا محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی دامت فیوضہم کے، تو ان کی طرف رجوع لازم اور اُن پر واجب کہ بعد غور تمام و تحقیقاتِ تام جملہ مسائل مذکورہ و مصالح نابالغین و مالہم و ماعلیہم پر نظر غائر فرماکر جزم و احتیاط کامل سے کام لیں اور ذی رائے دیندار اہلسنت، عمائد شہر کو رائے و شورٰی میں شریک کریں، وباللہ العصمۃ والتوفیق (اور اللہ تعالٰی کی امداد سے ہی عصمت اور توفیق ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷

ایک عورت کا خاوند فوت ہوگیا، بعد انتقال دو ماہ اُس عورت کے لڑکا پیدا ہُوا اور بعد چند سے زمانۂ عدت گزرنے پر عورت نے نکاحِ ثانی کرلیا، پرورش اُس بچّے کی اب تک کہ قریب تین سال کے ہُوئے وہ عورت کرتی ہے اُس بچہ کے دادا نے اس درمیان میں یہ چاہا تھا کہ اُس بچّہ کی پرورش میں کروں لیکن اُس عورت نے نہیں دیا اور کہا کہ بعد ہوشیار ہوجانے کے لے لینا، اب صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ اُس بچہ کی پرورش اُس کی والدہ کب تک کرنے کی مستحق ہے، اگر دادا بچّہ کا اُس بچہ کو اپنے پاس رکھنے کو لے تو اُس کی ماں کو بطریقۂ شرعی کچھ خوراک یا نفقہ معین کرنا یا معاوضہ میں دینا چاہئے یا نہیں، اور اُس زیور میں اُس لڑکے کا کچھ حق ہے یا نہیں جو اُس کی ماں کے پاس ہے، اگر ہے تو کس قدر؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عورت نے اگر پسر کے محرم مثلاً حقیقی چچا سے نکاح کیا ہے تو لڑکا سات برس کی عمر تک ماں ہی کے پاس رہے گا اور اس مدت تک عورت اُسی کے پالنے پر ماہانہ پائے گی جس کا وجوب لڑکے کے مال میں ہوگا اور لڑکے کا مال نہ رہے تو اس کے دادا پر ہوگا۔

فی الدر المختار تستحق الحاضنۃ اجرۃ الحضانۃ وھی غیر اجرۃ ارضاعہ ونفقتہ کما فی البحر عن السراجیۃ وفی کتب الشافعیۃ مئونۃ الحضانۃ،

درمختار میں ہے کہ پرورش کرنے والی اجرت کی مستحق ہوگی جو بچّے کو دُودھ پلانے کی اُجرت اور نفقہ ولد کے علاوہ ہوگی، جیساکہ بحر نے سراجیہ سے نقل کیا ہے اور شافعی حضرات کی کتب میں ہے کہ پرورش کا خرچہ

marfat.com

فی مال المحضون لولہ مال والا فعلی من تلزمہ نفقتہ قال شیخنا وقواعد نا تقتضیہ فیفتی بہ[1] اھ مختصرا وفی رد المحتار عن الشامی عن البرجندی تجبر الام علی الحضانۃ اذا لم یکن لہا زوج والنفقۃ علی الاب، وقال الفقیہ ابوجعفر تجبر وینفق علیہا من مال الصغیرۃ وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث[2] اھ مختصرا۔

پرورش پانے والے بچے کے مال سے ادا ہوگا اگر بچے کا اپنا مال ہو، اگر بچے کا اپنا مال نہ ہو تو پھر یہ اسی شخص پر ہوگا جس پر بچے کا نفقہ واجب، ہمارے شیخ نے فرمایا ہمارے قواعد بھی یہی تقاضا کرتے ہیں لہذا اس پر فتوٰی دیا جائے گا اھ مختصرًا۔ ردالمحتار میں شامی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ جب خاوند نہ ہو تو ماں کو پرورش پر مجبور کیا جائے گا اور پرورش کا خرچہ بچے کے والد پر ہوگا، اور ابوجعفر فقیہ نے فرمایا کہ بچّے کی پرورش کے لئے ماں کو مجبور کیا جائے گا اور خرچہ خود بچّے کے مال سے ادا کیا جائے گا، اسی کو فقیہ ابولیث سمرقندی نے لیا ہے اھ مختصرًا (ت)

ہاں اگر لڑکے کی کوئی قریب رشتہ دار عورت لائق حضانہ مثلاً خالہ یا پھُپھی بلا اجرت حضانت پر راضی ہو تو اس صورت میں کہ لڑکا مال رکھتا ہے اور اُس کا مال بچانے کو لڑکے کی ماں سے کہا جائے گا یا تو تُو مفت اپنے پاس رکھ یا اُس دوسری عورت کو دے دے کہ مفت پرورش کرے،

فی ردالمحتار ان کان المتبرع غیر اجنبی والصغیر لہ مال یقال للام اما ان تمسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ مثلا المتبرعۃ صونا لمالہ لو لہ مال[3] (ملخصًا)

ردالمحتار میں ہے: اگر مفت میں پرورش کرنے والی غیر اجنبی عورت (محرم) ہو اور بچے کا اپنا مال ہو تو ماں کو کہا جائے گا کہ تو بچّے کی مفت میں پرورش کر یا پھر مفت پرورش کرنے والی محرمہ مثلاً پھوپھی کو سونپ دے، یہ اس لئے کہ بچّے کا مال محفوظ رہے۔ (ملخصا)۔ (ت)

اور جس سے عورت نے نکاح کیا لڑکے کا محرم نہیں تو عورت کا حقِ حضانت ساقط ہوگیا لڑکا اُس سے فورًا لے لیا جائے اور نانی وہ نہ ہو تو دادی پھر بہن پھر خالہ پھر پھپھی جو ان میں قابل حضانت ہو کہ لڑکے کے اجنبی کے نکاح میں نہ ہو اُسی کے پاس سات سال کی عمر تک رکھا جائے اور عورتوں میں کوئی ایسی نہ ہو تو دادا

---

[1] درمختار | باب الحضانۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۴
[2] ردالمحتار | 〃 | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۳۶
[3] 〃 | 〃 | 〃 〃 〃 | ۲/۶۳۸

marfat.com

لے لے، جو زیور اُس کے باپ نے اس کی ماں کو ہبہ کردیا ہو اس میں لڑکے کا کچھ حق نہیں ورنہ بعد فرض اصحاب فرائض باقی لڑکے کا ہے مثلاً اُس کے باپ کا سوا زوجہ و پدر و پسر کے کوئی وارث نہ ہو تو بعد دین و وصیت ۲۴ حصے ہو کر ۳ حصے زوجہ اور ۴ والد اور ۱۷ پسر کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۸

۷ شعبان ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور ایک لڑکا ایک لڑکی نابالغ اور ایک بیٹی بالغہ منکوحہ بیوہ اور ایک بھائی چھوڑ کر انتقال کیا، زوجہ نے کہ اس بچّے کی ماں ہے ایک اجنبی آدمی سے نکاح کرلیا جو اِن بچّوں کا رشتہ دار نہیں، لڑکا چار برس کا ہے اور لڑکی آٹھ برس کی، اُس کی ماں ایک جگہ اُس کا نکاح کیا چاہتی ہے، چچا وہاں راضی نہیں بلکہ اپنے بھتیجے یعنی دوسرے بھائی کے پسر سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس صُورت میں اُن نابالغوں کا اختیار ماں کو ہے یا چچا کو؟ اور اُن کے رکھنے کا اختیار کسے ہے؟ نابالغوں کی نانی دادی کوئی نہیں، خالہ اور دو پھپیاں اُنھیں اپنے پاس رکھنے پر راضی نہیں۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں اُن نابالغوں کے نکاح کا اختیار چچا کے سوا کسی کو نہیں۔ اس کے ہوتے ہوئے ماں نکاح میں کچھ دخل نہیں رکھتی

فی تنویر الابصار ان لم تکن عصبۃ فالولایۃ للام[1]

تنویر الابصار میں ہے: اگر کوئی عصبہ ولی نہ ہو تو پھر ولایت ماں کو حاصل ہوگی۔ (ت)

اور جبکہ وُہ اپنا نکاح ایک اجنبی شخص سے کرچکی تو اُسے ان بچّوں کے رکھنے کا بھی اختیار نہیں،

فی الدر المختار الحضانۃ للام الا ان تکون فاجرۃ او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر[2] اھ مختصرا۔

درمختار میں ہے: پرورش کا حق ماں کو ہے مگر جب وُہ فاجرہ ہو یا بچے کے غیر محرم کی منکوحہ ہو تو پھر نہیں اھ مختصراً (ت)

بلکہ لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک اپنی بیوہ بہن کے پاس رہیں، اور وُہ نہ رکھے تو خالہ کے پاس، وُہ بھی قبول نہ کرے تو پھپیوں کے پاس،

فی الدر المختار ثم بعد الام بان ماتت

درمختار میں ہے: ماں فوت ہو جائے یا بچّے کو قبول

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳

[2] " " " باب الحضانۃ " " ۱/ ۲۶۴

marfat.com

اولو تقبل او تزوجت باجنبی ام الام، ثم ام الاب، ثم الاخت، ثم الخالات، ثم العمات[1] اھ مختصرا، وفی ردالمحتار الحاضنة لاتجبر اذالم تتعین لھا، لان المحضون ح لایضیع حقہ لوجود من یحضنہ غیرھا و تجبر اذا تعینت لعدم من یحضنہ غیرھا[2] اھ ملتقطا و تمام تحقیقہ فیہ وھذا حاصل ماوفق بہ بین نقلین مختلفین، وفی الدرالمختار الحاضنۃ اما او غیرھا احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء و قدر بسبع و بہ یفتی و بالصغیرۃ حتی تشتھی و قدر بتسع و بہ یفتی[3] اھ بالالتقاط، واللہ تعالٰی اعلم۔

نہ کرے یا بچّے کے غیر محرم کی منکوحہ ہو تو پھر ماں کے بعد نانی پھر دادی، پھر بہن، پھر خالات، پھر پھوپھیاں ترتیب وار حقدار ہیں اھ مختصرا، اور ردالمحتار میں ہے کہ پرورش کرنے والی اگر واحد اکیلی نہ ہو تو اس کو مجبور نہ کیا جائے کیونکہ پرورش پانے والے بچّے کا حق ضائع نہ ہوگا اس لئے کہ دوسری پرورش کرنے والی موجود ہے، ہاں اگر پرورش کرنے والی واحد اکیلی ہونے کی وجہ سے وہی متعین ہے تو اس کو مجبور کیا جائے گا، کیونکہ دوسری نہ ہونے کی وجہ سے بچّے کا حق ضائع ہوگا اھ ملتقطا، اس بحث کی مکمل تحقیق اسی میں ہے، یہ دو مختلف نقول میں توفیق کا حاصل ہے، درمختار میں ہے کہ پرورش کرنے والی ماں ہو یا کوئی اور وہ لڑکے کی حقدار ہیں جب تک لڑکا عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہیں ہوجاتا، جس کا اندازہ سات سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، اور پرورش کرنے والی لڑکی کی حقدار ہیں جب تک لڑکی مشتہاۃ نہ ہوجائے جس کا اندازہ نو سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا اھ ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)۔

مسئلہ ۱۴۹ ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۰۷ھ

زن و شوہر میں نا اتفاقی ہے ان کی لڑکی کی عمر قریب چھ برس کے ہے شوہر نے جبر کرکے اس کو ماں کے پاس سے علیحدہ کرلیا ہے اور اس کو ماں کے پاس نہیں آنے دیتا ہے، پس اس صورت میں حکم شرع شریف استفسار ہے کہ لڑکی کس کے پاس رہے اور حق ماں کو لڑکی کے رکھنے کا کے برس کی عمر تک ہے اور باپ لڑکی کا بحالت موجود ہونے لڑکی کی ماں کے مستطیع ہے اور اس کی تعلیم اچھی طرح کرسکتی ہے لڑکی کو اپنے پاس رکھ سکتا

---

[1] درمختار | باب الحضانۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۴
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۳۶
[3] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۵

marfat.com

ہے یا نہیں، اور باپ لڑکی کا غیر مستطیع ہے فقط بیّنوا توجروا۔

الجواب

لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے گی بعدہٗ باپ کو دے دی جائے گی، اس سے پہلے جب تک ماں میں کوئی اور مسقط حضانت نہ ثابت ہو کسی کو بلا وجہ شرعی اس سے لینے کا اختیار نہیں،

فی الدرالمختار الام والجدۃ احق بہا حتی تشتھی وبہ یفتی[1]	درمختار میں ہے کہ ماں اور دادی لڑکی کے مشتہاۃ ہونے تک حقدار ہیں اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وقدر بتسع وبہ یفتی[2] واللہ تعالٰی اعلم۔	مشتہاۃ اندازاً نو سال کی عمر ہے، اور اسی پر فتوٰی دیا جائیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۰: از رنگون سورتی بازار دکان ۲۶۸ مرسلہ شیخ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر کی دو لڑکیاں زبیدہ اور ہندہ تھیں، زبیدہ کا نکاح خالد سے ہُوا اور ہندہ کا نکاح بکر کے لڑکے ولید سے۔ ولید سے ہندہ کو ایک لڑکا زید تولّد ہُوا، بعد کو ولید انتقال کرگیا، کچھ عرصہ بعد زبیدہ جو کہ خالد کے نکاح میں تھی گزر گئی، اس کے بھی چند اولاد ہیں، بعد ایک عرصہ کے عمرو نے سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سمجھ کر بیوہ ہندہ کا نکاح اپنی مرحوم لڑکی زبیدہ کے خاوند سے کر دیا، یہ بات ہندہ کے اگلے شوہر ولید کے باپ بکر کو ناگوار گزری اور ولید کے لڑکے زید کو اپنے قبضے میں لے لیا اور اُس لڑکے کو اُس کی والدہ سے اور والدہ کے رشتہ داروں سے ملنے جلنے نہ پائے اس کا سخت بندوبست کیا اس طرف اب زید کی والدہ جو نکاح ثانی کرچکی ہے لڑکے کے فراق میں سخت بے چین ہے روز و شب لڑکے کو یاد کرتی ہے اُس بچے سے کسی طرح بھی ملنا چاہتی ہے حتی کہ ہندہ کی صحت بھی بگڑ چکی ہے اس سبب سے ہندہ کے والد عمرو بھی بے چین ہیں اور بہت ذریعے سے بکر سے عرض کرچکے ہیں حتی کہ ایک جلسے جماعت مسلمین میں بھی یہ طے پایا کہ بکر کو جماعت کی طرف سے عرض کیا جائے کہ زید کو اس کی والدہ ہندہ کے پاس وقتاً فوقتاً کچھ دیر ملاقات کے لئے بھیجا کرے، مگر پھر بھی نتیجہ کچھ حاصل نہ ہُوا، اب سوال یہ ہے کہ یہ فعل بکر کا جائز ہے یا نہیں، کس طرح کے حقوق اس وقت ایک دوسرے پر ہیں، کیا بکر پر فرض نہیں کہ زید کو اس کی والدہ کے پاس صرف ملاقات کے لئے بھیجا کرے، کیا ایسے

---

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۵

[2] ایضاً

افعال اور جبر سے نکاح ثانی جو کہ نہایت ضروری سنّت شریف ہے کہ کرنے میں رکاوٹیں پیدا نہ ہوں گی خصوصًا ایسی حالت میں جبکہ ہند میں اکثر یہ مذموم رسم جاری ہے کہ نکاح ثانی نہیں کرتے، کیا والدہ بیچاری جس کی محبّت بچے کے ساتھ اظہر من الشمس ہے خصوصًا بچہ جبکہ سات، آٹھ، نو سال ہی کا ہو اتنا بھی حق نہیں رکھتی کہ ایک آدھ مرتبہ بچّے کی صُورت دیکھ لے۔

الجواب

اگر ماں دُوسرا نکاح نہ بھی کرے تو لڑکا سات برس کی عمر کے بعد اُس کے پاس نہ رکھا جائے گا دادا لے لے گا اور اگر سات برس سے کم عمر ہو اور ماں دوسرا نکاح نہ کرے یا کرے تو لڑکے کے محرم یعنی چچا سے، تو لڑکا سات سال کی عمر ہونے تک ماں کے پاس رہے گا دادا نہیں لے سکتا، لیکن جب لڑکے کے نامحرم مثلاً خالو سے نکاح کرلے، جیسا یہاں ہُوا تو اس نکاح کرنے کو جو بُرا کہے گا سخت گنہگار ہوگا لیکن شوہر دوم نامحرم پسر ہونے کے سبب لڑکا ماں سے لے لیا جائے گا، یہ سب مسائل درمختار وغیرہ عامہ کتب میں مصرح ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بچہ ماں سے بالکل تڑا لیا جائے اُس سے ملنے تک نہ دیں، یہ حرام اور سخت حرام ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعنه الله من فرق بين الوالدة و ولدها[1]۔ اللہ کی لعنت ہے اس پر جو ماں اور اُس کے بچے میں جُدائی ڈالے۔

بکر پر لازم ہے کہ اس حرکت سے توبہ کرے اور بچّے کو اُس کی ماں سے ملنے دے اور بلا وجہ ایذائے مسلمان کا شدید وبال اپنے سر نہ لے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

من اٰذٰی مسلماً فقد اٰذانی و من اٰذانی فقد اٰذی اللّٰہ[2] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزّوجل کو ایذا دی۔ (اس کو طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن ابن ماجہ باب النہی عن التفریق بین الصبی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۳

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۳۷۳

marfat.com

مسئلہ ۱۵۱ از حسن پور ضلع سارن مسئولہ شاہ حمید احمد ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے باپ، بی بی اور دس سالہ لڑکی نابالغہ چھوڑ کر انتقال کیا، زید کی بی بی نے بعد ایام عدت زید کے ایک ایسے بھائی سے عقد ثانی کر لیا جو بعد وفات پدر زید کے اس کے ترکہ کا وہی وارث جائز ہے اور مکان بھی اُس کا بالکل زید کے مکان سے متصل ہے اور زید کے ہر جز وجب اداد میں حصہ دار بھی ہے اور لڑکی زید کی آج تک پرورش اور پرداخت میں اپنی ماں کے ہے ایسی صورت میں حق پرورش و پرداخت و ولایت نکاح کا لڑکی کی ماں کو حاصل ہے یا دادا کو باوجودیکہ لڑکی ہنوز پرورش و پرداخت میں اپنی ماں کی ہے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

لڑکی کے نکاح یا اس کے مال کی نگہداشت کا حق تو باپ کے بعد دادا کے سوا کسی کو نہ تھا، پاس رکھنے کا حق ماں کو تھا، جب لڑکی نو برس کی ہُوئی وہ بھی ختم ہو گیا اب دادا اُسے لے لے گا، ماں یا چچا کسی کو تعرض کا اختیار نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲ از ریاست جاورہ سڑک ترلام دروازہ مرسلہ چھوٹے خاں معرفت سید حسن انسپکٹر ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حامد لاولد کو زید صاحبِ اولاد نے اپنی ایک دختر بسبب محبت و یگانگت و ہمدردیِ اسلامی لوجہ اللہ دے کر یہ اختیار دے دیا کہ اب یہ لڑکی تمھاری ہے ہمارا کسی قسم کا اس پر دعوٰی جھگڑا نہیں ہے اس کو بطور اولاد کے تم پرورش کرو اور جہاں چاہو اس کی شادی وغیرہ کر دینا ہمیں کوئی تعلق نہیں، چنانچہ حامد نے دس گیارہ سال تک اُس دختر کو بطور اولاد خود اپنے پاس رکھ کر اپنے صرفہ سے پرورش کیا اور اب جبکہ دختر ہوشیار ہُوئی تو زید نے بباعث طمع یا جو کچھ ہو اپنی طرف اُس کو لوٹانا چاہا اور حامد اُس کے دینے سے انکاری ہے تو ایسی صورت میں عندالشرع دختر مذکورہ اس کے والدین کو دلائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر دلائی جاسکتی ہے تو کیا بلا ادائے صرفہ پرورشِ دختر؟

الجواب

دختر کا ہبہ کر دینا باطل ہے نہ وہ باپ کی ملک تھی نہ حامد کی ملک ہو گئی، اور اب کہ بالغہ ہُوئی یا قریب بلوغ پہنچی جب تک شادی نہ ہو ضرور اس کو باپ کے پاس رہنا چاہئے یہاں تک کہ نو برس کی عمر

marfat.com

کے بعد سگی ماں سے لڑکی لے لی جائے گی اور باپ کے پاس رہے گی نہ کہ اجنبی جس کے پاس رہنا کسی طرح جائز ہی نہیں، بیٹی کر کے پالنے سے بیٹی نہیں ہو جاتی، اس نے جو خرچ کیا اپنی اولاد بنا کر کیا نہ کہ بطور قرض، لہذا واپسی کا بھی مستحق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

marfat.com

بابُ النّفقۃ

(نفقہ کا بیان)

مسئلہ ۱۵۳: ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں اور عدت گزر چکی اب عورت کا نفقہ زید پر واجب ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ت)

الجواب

اگر فی الواقع عدت گزر چکی (یعنی حاملہ تھی تو وضع حمل ہوگیا ورنہ طلاق کے بعد تین حیض شروع ہو کر ختم ہولئے) تو اب نفقہ واجب نہیں کہ مطلقہ کا نفقہ عدت تک ہے بعد عدت کوئی علاقہ باقی نہیں جس کے سبب نفقہ لازم ہو، فی ردالمحتار النفقۃ تابعۃ للعدۃ[1] (ردالمحتار میں ہے: عورت کا نفقہ عدت کے تابع ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴: از ٹونک محلہ قافلہ مرسلہ مولوی سید ولی اللہ صاحب ۲۱ شوال ۱۳۰۹ھ

بعالیجناب فیض مآب حضرت مولنا و بالفضل اولانا قبلہ وکعبہ ام مولنا احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیضہ، پس از تسلیم نیاز معروض می دارد۔ نقل اقرارنامہ بذریعۂ عریضہ ہذا خدمت شریف میں ابلاغ ہے بروئے اس کے

[1] ردالمحتار باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۶۹

marfat.com

مدعیہ مسماۃ رقیہ بیگم کو اختیار حاصل ہے کہ بصورت ہونے تکلیف کے اپنے والدین کے مکان پر جاکر ہمیشہ رہے یا نہیں، اور جواز اس کا شرع سے ہے یا نہیں؟

اوّل یہ تکلیف ہے نان نفقہ جو پہلے دیتا تھا نہیں دیتا باوجود مقدوری کے۔

دوسرے سخت وسُست بولتا ہے۔

تیسرے بدعہدی کرتا ہے کہ حقِ زوجہ ادا نہیں کرتا ہے۔

چوتھے والدین کے مکان پر حسبِ اقرار جانے نہیں دینا۔

پانچویں وعدہ تھا کہ مہر معجل دُوں گا اور ڈگری بھی شریعت سے ہوگئی یکمشت دلانے کی، آج تک نہیں دیا، برخلاف اُس کے ماہواری دئے ہیں باقی ہنوز بے وصول ہیں، اور یہ بھی مسماۃ کہتی ہے اگر مکان مسکونہ جو متصل والدین کے ہے اس میں تکلیف ہے دیگر محلہ میں رہے تو نہیں رہنے دیتا، یہ درخواست بھی قابلِ لحاظ ہے یا نہیں؟

(مہر شریعت) ناظم شریعت

نقل اقرارنامہ

میں کہ سید احمد علی بن سید اکبر علی مرحوم ساکن کالی پلٹن ام جو کہ مسماۃ رقیہ بیگم زوجہ مظہر نے نسبت میرے دعویات تکلیفات قسم قسم و زرِ مہر وغیرہ دائر عدالت شرع شریف کئے ہیں بناء براں فی الحال اقرار کرتا ہوں و لکھے دیتا ہوں کہ آئندہ کسی قسم کی تکلیف مسماۃ مذکور کو نہ دُوں گا اور حُسنِ سلوک خود سے سب طرح رضامند رکھا کروں گا اگر خلاف حکم شرع کے کوئی بات نسبت مسماۃ مذکور کروں اور زوجہ میری مجھ سے ناراض ہو تو بدل اس بدعہدی کا اُس صورت میں حسب تحریر معاہدہ ہذا کے مدعیہ اختیار رکھتی ہے کہ اپنے والدین کے مکان پر جا رہے میں مزاحمت نہیں کروں گا اور مسافرت کو نہیں جانے پائے گی، لہذا یہ چند کلمہ بطریق اقرارنامہ لکھ دئے کہ سند ہو فقط، المرقوم ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۰۸ ہجریہ

العبد

سید احمد علی

گواہ شد
منشی عبداللہ وکیل بقلم خود

گواہ شد
نصرت یار خاں (دستخط ہندی)

امید کہ براہِ عنایت بزرگانہ اس کا جواب تحریر فرما کر تابعدار کو سرفراز فرمایا جائے۔

عریضۂ ادب: محمد ولی اللہ عفا عنہ مولاہ برادر حقیقی مولوی سید ظہور اللہ صاحب از ریاست ٹونک

marfat.com

الجواب

یہ اقرارنامہ کوئی چیز نہیں، نہ اس کے سبب رقیہ بیگم اپنے شوہر کا وُہ حق جو شرع اُس کے لئے ثابت کرے، بعد ثابت ہونے کے ساقط و باطل کرسکتی ہے، شرع مطہر نے شوہر کو حقِ حبس دیا ہے کہ عورت کو اپنے پاس رکھے، مگر یہاں بات یہ ہے کہ جب سیّد احمد علی نے ابھی رقیہ بیگم کا مہر معجل ہی پُورا ادا نہ کیا ہنوز سیّد مذکور کو رقیہ بیگم کے حبس کرنے اور اپنے پاس رکھنے کا سرے سے اختیار ہی حاصل نہ ہُوا کہ شوہر کو یہ اختیار بعد ادائے مہر معجل حاصل ہوتا ہے بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں تو اُس کے وصول سے پہلے برضائے زوجہ وطی واقع ہونا بھی عورت کو حبس پر مجبور نہیں کرتا،

هذا هو مذهب الامام وعليه المتون فعليه التعويل كما حققناه فی كتاب النكاح من فتاونا بتوفيق الله تعالٰی۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کا یہی مذہب اور اسی پر متون وارد اور اسی پر اعتماد ہے جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی کے کتاب النکاح میں اسکی تحقیق کی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لها منعه من الوطئ ودواعيه، شرح مجمع، والسفر بها ولو بعد وطئ وخلوة رضيتهما لان كل وطأة معقود عليها فتسليم البعض لايوجب تسليم الباقی[1]

بیوی کو حق حاصل ہوگا کہ وُہ خاوند کو جماع اور اس دواعی سے روک دے، شرح مجمع۔ اور سفر پر ہمراہ لے جانے سے بھی روک سکتی ہے اگرچہ وطئ اور خلوت برضا کے بعد چاہے تو بھی روک سکتی ہے، کیونکہ ہر بار کا جماع عقد کا بدل ہے تو بعض کو سونپنا کل بدل کا سونپ دینا نہیں بنتا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله والسفر الاولى التعبير بالاخراج كما عبر فی الكنز ليعم الاخراج من بيتها كما قاله شارحوه[2] ط۔

قولہ سفر پر لے جانا' یہ باہر لے جانے کی تعبیر سے بہتر ہے جیسا کہ کنز میں تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ باہر لے جانا تو گھر سے باہر ہمراہ کرنے کو بھی شامل ہے جیسا کہ کنز کے شارحین نے کہا ہے ط۔ (ت)

توصورتِ مستفسرہ میں جب تک باقی مہر معجل ادا نہ ہو جائے رقیہ بیگم کو اختیار ہے کہ شوہر کے گھر نہ جائے اُسے اپنے

---

[1] درمختار | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی | ۲۰۲/۱
[2] ردالمحتار | باب المہر | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳۵۸/۲

marfat.com

پاس آنے نہ دے، نہ اپنے بدن کو ہاتھ لگانے دے، ہاں جب وُہ مہرِ معجل تمام وکمال ادا کرلے اس وقت رقیہ بیگم بے اذنِ شوہر اپنے گھر نہیں رہ سکتی، نہ اس اقرار نامہ کی بنا پر شوہر سے مواخذہ کرسکتی ہے کہ بالفعل شوہر کو حقِ حبس حاصل نہ ہونا جس طرح ابھی رقیہ بیگم کو تا ادائے مہرِ معجل آزادی دے رہا ہے یونہی اس اقرار نامہ کو بھی باطل محض وبے اثر کر رہا ہے کہ اس کا حاصل اگر ہے تو یہی کہ شوہر درصورت بدعہدی اپنے حقِ حبس کو ساقط کرتا ہے وہ حق اُسے ہنوز حاصل ہی نہیں تو ساقط کس چیز کو کرے گا، اسقاط کے لئے پہلے ثبوت درکار، جو شئ ہنوز ثابت ہی نہیں ساقط کیا ہوگی، تو احمد علی کی یہ تحریر محض مہمل وبیکار ہُوئی جس سے رقیہ بیگم کو کسی وقت استناد کا محل نہیں، امام علامہ زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں فرماتے ہیں:

لها ان ترجع ان وهبت قسمها للاخری، لانها اسقطت حقالم یجب بعد فلا یسقط، وهذا لان الاسقاط انما یتحقق فی القائم[1] الخ۔

بیوی نے اگر اپنی باری کا حق دوسری بیوی کو دیا ہو تو وہ واپس اپنا حق لے سکتی ہے کیونکہ اس نے اپنے حق کو ساقط کیا جو اپنی ابھی تک خود اس کے لئے واجب وثابت نہ ہُوا تھا لہذا وُہ ساقط نہ ہوا، یہ اس لئے کہ اسقاط تب قرار پاتا ہے جب وہ خود ثابت ہوجائے (ت)

پھر اس تقریر کی بھی حاجت کہ نفس عبارت دستاویز کو خلل سے سالم مان لیا جائے ورنہ نظرِ فقہی تو (قطع نظر اس سے کہ مہرِ معجل ہنوز ادا ہُوا یا نہیں اور وطی برضائے رقیہ بیگم واقع ہُوئی یا نہیں) خود اس نفس تحریر کو مہمل ومختل بتاتی ہے کہ اُس نے اسقاط حقِ حبس کو معلق کیا! اور یہ اسقاط سرے سے قابلیتِ تعلیق نہیں رکھتا،

لانه مما لا یحلف به کما لا یخفی وکل اسقاط لا یحلف به فانه لا یصح تعلیقه۔

کیونکہ یہ وُہ چیز ہے جس کا حلف (کسی شئ سے مشروط کرنا) نہیں دیا جاسکتا جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور ہر اس چیز کا اسقاط جو قابلِ حلف نہ ہو تو اس کی تعلیق (شرط سے مشروط کرنا) صحیح نہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے:

مایجوز تعلیقه بالشرط هو مختص بالاسقاطات المحضة التی یحلف بها کطلاق وعتاق وبالالتزامات التی یحلف

جس چیز کو کسی شرط سے مشروط کیا جاسکتا ہے وہ صرف اسقاطات محضہ ہیں جن کا حلف دیا جاسکتا ہے جیسا کہ طلاق وعتاق ہے، اور وہ التزامات ہیں جن کا حلف

---

[1] تبیین الحقائق باب القسم المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۲/ ۱۸۱

بهاکحج وصلوٰة والتولیات کقضاء وامارة عینی وزیلعی[1]

دیا جاسکتا جیسا کہ حج ونماز ہے اور وہ معاملات کی ذمہ داریاں ہیں، جیسا کہ قضاء اور امارت ہے، عینی اور زیلعی۔ (ت)

ردالمحتار میں خلاصہ سے ہے :

انما یحتمل التعلیق بالشرط مایجوز ان یحلف بہ[2]

کسی شرط کے ساتھ وہی چیزیں معلق ہونے کا احتمال رکھتی ہیں جن کا حلف دیا جاسکے۔ (ت)

اُسی میں عینی سے ہے :

انہ لیس ممایحلف بہ فلا یصح تعلیقہ بالشرط[3]۔ (ملخصًا)

وُہ چونکہ ایسی چیز ہے جس کا حلف نہیں دیا جاسکتا، لہذا اس کی کسی شرط سے تعلیق جائز نہیں۔ ملخصًا (ت)

اُسی میں ہے :

اعلم ان قولہ لایصح تعلیقہ لیس المراد بہ بطلان نفس التعلیق مع صحة المعلق بل المراد انہ لا یقبل التعلیق بمعنی انہ یفسد بہ[4]

واضح کہ ماتن کے قول "لایصح تعلیقہ" سے مراد یہ نہیں کہ معلق شدہ چیز کی صحت کے باوجود محض معلق کرنا (نفس تعلیق) باطل ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وُہ چیز تعلیق کو قبول نہیں کرتی لہذا وُہ تعلیق کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے تعلیق سے فاسد ہوجاتی ہے (ت)

بہرحال حکم یہی ہے کہ دستاویز مذکور مہمل وباطل اور رقیہ بیگم کو ناادائے مہر معجل اپنے ماں باپ کے گھر رہنے اور شوہر کو ہاتھ نہ لگانے دینے کا خود ہی اختیار حاصل اور بعد ایفائے تمام مہر معجل رقیہ بیگم کا یہ اختیار یک لخت زائل، ہاں والدین کے یہاں آٹھویں دن بے اجازتِ شوہر بھی جاسکتی ہے کہ دن کے دن رہے اور رات کو چلی آئے۔ ردالمحتار میں ہے :

فی البحر الصحیح المفتی بہ انھا تخرج

بحر میں ہے: صحیح مفتٰی بہ یہ ہے کہ بیوی ہر ہفتہ میں

---

[1] درمختار	کتاب البیوع مایبطل بالشرط الفاسد الخ	مطبع مجتبائی دہلی	۲/ ۵۴
[2] ردالمحتار	" " " " " "	داراحیاء التراث العربی بیروت	۴/ ۲۲۵
[3] "	" " " " " "	" "	۴/ ۲۲۶
[4] "	" " " " " "	" "	۴/ ۲۲۲

marfat.com

للوالدين فی کل جمعة باذنه و بدونه وللمحارم فی کل سنة مرة باذنه و بدونه[1] (شرعی اصطلاح جمعہ میں) خاوند کی اجازت ہو یا نہ ہو والدین کی ملاقات کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہے اور اپنے باقی محارم کی ملاقات کے لئے سال میں ایک مرتبہ جاسکتی ہے خاوند کی اجازت ہو یا نہ ہو۔ (ت)

اور دوسرے محلّہ میں رہنے کی درخواست، سے اگر رقیہ بیگم کی یہ مراد ہے کہ شوہر سے جُدا رہے اور شوہر اُس کے پاس نہ آنے پائے تو اس کا جواب تو ہوچکا کہ قبل ادائے مہر معجل اُسے شوہر سے جُدائی کا اختیار ہے اور بعد ادا ہرگز نہیں، اور اگر یہ مقصود ہے کہ یہاں شوہر اُسے ایذائیں پہنچاتا تکلیفیں دیتا ہے اور کوئی اسے رد کنے والا نہیں ہونا لہذا چاہتی ہے کہ شوہر اُسے ایسی جگہ اپنے پاس رکھے جہاں اس کا دست تعدی کوتاہ رہے تو بیشک یہ درخواست اُس کی ضرور قابل لحاظ ہے حاکم شرع اس معاملہ میں غور فرمائے گا اگر رقیہ بیگم کا یہ بیان صحیح جانے گا اور شوہر کو زجر و منع سے کام چلتا نہ دیکھے گا نہ وہاں ہمسایوں میں کوئی اس قابل پائے گا جو شوہر کو دبائے اور ایذائے زوجہ سے مانع آئے تو ضرور ایسی ہی کوئی امن کی جگہ تجویز کرکے احمد علی کو حکم دے گا کہ رقیہ بیگم کو وہاں رکھے، عالمگیری میں ہے:

ان اسکنها فی منزل لیس معها احد فشکت الی القاضی ان الزوج یضربها ویؤذیها و سألت القاضی ان یامره ان یسکنها بین قوم صالحین یعرفون احسانه و اساء ته فان علم القاضی ان الامر کما قالت زجره عن ذٰلك و منعه عن التعدی وان لم یعلم ینظر ان کان جیران هذه الدار قوما صالحین اقرها هناك ولکن یسأل الجیران عن صنعه فان ذکروا مثل الذی ذکرت

اگر خاوند نے بیوی کو ایسے مکان میں رہائش دی جہاں عورت اکیلی ہے تو عورت نے قاضی سے شکایت کی کہ خاوند اُسے پیٹتا اور اذیت دیتا ہے، اور قاضی سے درخواست کرتی ہے کہ وُہ خاوند کو حکم دے کہ وہ ایسی جگہ اس کو رہائش دے جہاں اردگرد نیک لوگ ہوں جو خاوند کی نیکی و بدی معلوم کرسکیں تو اگر قاضی کو معلوم ہو عورت کی شکایت درست ہے تو وُہ خاوند کو ڈانٹ کر اس کو زیادتی سے منع کرے اگر قاضی کو معلوم نہ ہو تو وہ معلوم کرے کہ اگر اردگرد والے نیک لوگ ہیں تو عورت کو وہاں رہنے پر پابند کرے لیکن ساتھ ہی قاضی پڑوسیوں سے خاوند کے سلوک کے متعلق معلومات حاصل کرے اگر پڑوسی عورت کی شکایت کی تائید کریں

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۶۴

marfat.com

نہجرہ عن ذٰلك ومنعه عن التعدی فی حقها وان ذکر وانه لایؤذیها فالقاضی یترکها ثمه وان لم یکن فی جوارہ من یوثق به اوکانوا یمیلون الی الزوج فالقاضی یامر الزوج ان یسکنها فی قوم صالحین ویسأل عن ذٰلك ویبنی الامر علی خبرهم کذا فی المحیط[1]، واللّٰه تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

توقاضی خاوند کو ڈانٹے اور زیادتی سے منع کرے، اور اگر پڑوسی لوگ کہیں کہ خاوند کوئی زیادتی اور اذیت نہیں دیتا تو قاضی عورت کو اسی مکان میں رہنے کا پابند کرے اور اگر عورت کے پڑوس میں کوئی قابلِ اعتماد شخص نہ ہو یا پڑوسی خاوند کے طرفدار ہوں تو پھر قاضی خاوند کو حکم دے گا کہ عورت کو نیک لوگوں کے پڑوس میں رہائش دے اور پھر قاضی اس معاملہ کے متعلق معلومات حاصل کرے اور پڑوسیوں کے بیان کو کارروائی کی بنیاد بنائے، محیط میں یوں ہی بیان کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم، اور اللہ جل مجدہٗ کا علم کامل اور محکم ہے (ت)

مسئلہ ۱۵۵ از ڈاکخانہ سجولی ضلع بہرائچ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۷ رمضان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایامِ عدت کا نفقہ اور سکونت کا مکان دینا بذمہ زید واجب تھا لیکن زید نے بعد طلاق ہندہ کو اپنے مکان سے نکال دیا اور نفقہ بھی نہیں دیا اس شکل میں ایامِ عدت کا نفقہ اور مکانِ سکونت کا معاوضہ ہندہ زید سے پاسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عدتِ طلاق کا نفقہ و سکنٰی اگرچہ بذمہ زید واجب تھا اور وہ عورت کو نکال دینے سے گنہگار ہُوا مگر جبکہ عدت گزر گئی اور نفقہ مفروض و مقدور نہ ہو چکا تھا تو اس کا کوئی معاوضہ ہندہ کو نہ ملے گا۔

فی الهندیة المعتدة اذا لم تخاصم فی نفقتها ولم یفرض القاضی شیئا حتی انقضت العدة فلا نفقة لها کذا فی المحیط[2]، واللّٰه تعالٰی اعلم۔

ہندیہ میں ہے کہ جب عدت والی عورت اپنے نفقہ کے متعلق خاوند کے خلاف دعوٰی نہ کرے اور نہ ہی قاضی نے ابھی اس کے لئے کوئی نفقہ مقرر کیا ہو حتی کہ عدت ختم ہوجائے تو اب عورت کے لئے نفقہ کا استحقاق نہیں ہے، محیط میں یونہی مذکور ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیة الفصل الثانی فی السکنٰی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵۶

[2] " الفصل الثالث فی نفقة المعتدة " " " ۱/۵۵۸

marfat.com

مسئلہ ۱۵۶ از پیلی بھیت ۲۱ شوال ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے دو نکاح کئے اور ایک زوجہ کے نان ونفقہ میں کمی کی اس زوجہ نے بوجہ تکلیف ضروریات بقدر ضرورت قرض لے کر خرچ کیا اس صورت میں ادائے قرضہ ذمۂ زوج ہوگا یا زوجہ اور مستحق و طالب اپنے مہر کی بغیر طلاق ہر وقت ہے یا نہیں اور درصورت نہ ہونے طلاق خواہان مکان سکونت و نیز نفقہ ہوسکتی ہے یا نہیں اور برتقدیر ثبوت وطلب زوج کی آمدنی سے کس قدر لے سکتی ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زوجہ کو بلاوجہ تکلیف دینا ایک گناہ اور دُوسری زوجہ سے کم رکھنا دوسرا گناہ شدید جس کی تحریم پر قرآن و حدیث ناطق مگر جب تک نفقہ باہمی تراضی اور قضائے قاضی سے مقرر نہ ہو جائے عورت جو کچھ بطور خود اپنے مصارف کے لئے قرض لے کر اُٹھائے گی وہ قرض عورت ہی پر ہوگا شوہر سے مجرا نہ پاسکے گی اگرچہ خورد ونوش وغیرہا مصارف ضروریہ ہی کے لئے بقدر ضرورت و بحال ضرورت ہی لے اگرچہ زوج محض ظلماً اُسے نفقہ نہ دے۔ عالمگیری میں ہے:

استدانت علی الزوج قبل الفرض والتراضی فانفقت انها لاترجع بذلك علی زوجها بل تکون متطوعة بالانفاق سواء کان الزوج غائبا او حاضرا۔[1]

عدت والی نے خاوند کے نام پر قرض لیا جبکہ ابھی تک قاضی نے کوئی مقرر نہ کیا ہو اور نہ ہی ابھی آپس میں رضامندی سے نفقہ طے ہوا جبکہ عورت اس قرض کو خرچ کرچکی ہو، تو اب عورت اس قرض کے متعلق خاوند سے مطالبہ نہیں کرسکتی بلکہ یہ کارروائی اس کی رضاکارانہ قرار دی جائے گی، خاوند موجود ہو یا غائب دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہے۔ (ت)

ہاں اگر حکم قاضی یا باہمی تراضی سے قرار پاگیا تھا کہ مثلاً روپے روز یا بیس روپے ماہانہ خواہ اس قدر غلّہ ولباس سالانہ اس عورت کا نفقہ ہے کہ روزانہ یا ماہ بماہ یا سالانہ شوہر ادا کرے گا اور اس قرارداد کے بعد نہ دیا اور عورت نے قرض لیا خواہ اپنے ذاتی مال سے صرف کیا تو بیشک شوہر سے بقرار قرارداد مجرا لے سکتی ہے

وان کان الدین علیها نفسها اذا لم تکن الاستدانة بامر القاضی۔

اگر عورت نے قرض لیا ہو تو وُہ خود ذمہ دار جب وُہ قرض قاضی کے فیصلہ کے بغیر لیا ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۵۱

عالمگیری میں ہے :

ولو انفقت من مالها بعد الفرض او التراضی لهاان ترجع علی الزوج وکذا اذا استدانت علی الزوج سواء کانت استدانتها باذن القاضی اوبغیراذنه غیرانها انکانت بغیراذن القاضی کانت المطالبة علیها خاصة ولم یکن للغریم ان یطالب الزوج بما استدانت وان کانت باذن لقاضی لهاان تحیل الغریم علی الزوج فیطالبه بالدین هکذا فی البدائع[1]۔

اگر عورت نے اپنے مال میں سے صَرف کیا جبکہ قاضی نے اس کا نفقہ مقرر کردیا ہو یا آپس میں عورت اور خاوند نے طے کرلیا ہو تو پھر عورت وہ صرف شدہ مال خاوند سے وصول کرسکتی ہے، اور یُونہی اپنے مال کی بجائے اگر اس نے خاوند کے نام پر قرض لیا ہو تو اگر قاضی کے حکم و اجازت پر لیا تو خاوند سے وصول کریگی اور اگر قاضی کے حکم و اجازت کے بغیر لیا ہو تو قرض کا مطالبہ صرف عورت سے ہوگا قرض خواہ کو عورت کی بجائے خاوند سے مطالبہ کا حق نہ ہوگا، اور جب قاضی کے حکم اور اجازت سے عورت نے قرض لیا تو عورت کو جائز ہوگا کہ وہ اس قرض کے مطالبہ کو خاوند کے ذمّہ کردے تاکہ قرض خواہ اب خاوند سے مطالبہ کرے، بدائع میں یُوں ہی بیان ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

النفقة لاتصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحهما علی قدر معین اصنافا او دراهم فقبل ذلك لایلزمه شیئ وبعده ترجع بما انفقت ولو من مال نفسها بلاامر قاض[2]۔

عورت کا لیا ہوا قرض خاوند کے ذمہ صرف اس وقت ہوگا جب عورت نے وُہ قرض قاضی کے حکم پر یا خود خاوند کے ساتھ مصالحت میں طے کرلیا ہو کر فلاں جنس یا نقد اتنی مقدار ہوگی، اس سے قبل لیا ہوا قرض خاوند کے ذمّہ نہ ہوگا، اور بعد میں عورت کا لیا ہوا قرض، خواہ اپنے مال سے ہی قاضی کے حکم کے بغیر اس نے صرف کیا ہو تو خاوند سے وصول کرسکتی ہے (ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے :

لاترجع بما استقرضت بل بالمفروض فقط[3]۔

عورت نے نفقہ کے لئے قرض لیا تو خاوند سے اس کا مطالبہ نہیں ہوگا بلکہ خاوند سے صرف اسی صورت میں مطالبہ کرسکے گی جب قاضی کی طرف سے یا آپس میں طے کرلیا ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۵۵۱

[2] درمختار — باب النفقۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۷۰

[3] ردالمحتار — — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۶۵۹

marfat.com

اور مہر میں جب کہ تعجیل و تاجیل کچھ بیان میں نہ آئی یہ نہ شرط کی جائے کہ کل اس قدر پیشگی لیا جائے گا نہ کوئی میعاد قرار پائے کہ فلاں وقت معلوم یا اتنی مدت کے بعد ادا ہوگا تو اُس وقت عرف و رواجِ بلد پر چھوڑا جائے گا۔ نقایہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بُیّنا فذلك والا فالمتعارف[1]

مہر معجل یا مؤجل اگر بیان کر دیا ہو تو وہی ورنہ عرف کے مطابق ہوگا۔ (ت)

سائل زبانی مظہر کہ یہاں صورت واقعہ یُوں ہی تھی یعنی تعجیل و تاجیل کچھ مشروط نہ ہُوئی اور واقعی ہمارے بلاد میں عام مُہور ایسے ہی بندھتے ہیں تو بحکم عرف شائع و ذائع (کہ ہرگز نہ کسی قدر مہر پیشگی دینا معہود ہے نہ اُس کے لئے کوئی میعاد معلوم متعارف بلکہ عامہ بیوت میں موت یا طلاق تک مؤخر رہتا ہے) یہاں کی عورتیں جب تک مرگ یا طلاق سے افتراق نہ واقع ہو ہرگز مطالبہ مہر کا استحقاق نہیں رکھتیں، نہ قاضی کو اختیار کہ ایسی صورت میں پیش از فراق ادائے مہر پر جبر کرے، خانیہ میں ہے:

ان کان الاجل معلوما صح التاجیل وان لم یکن لا یصح، ولا یجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولا یحبسه[2]

اگر مہر کی مدت مقرر ہے تو مؤخر صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں اور قاضی باقی مہر کی ادائیگی کے لئے خاوند پر جبر نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کو قید کرسکتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح[3]

کیونکہ بیوی کو مہر کے مطالبہ کا حق خاوند کی موت یا طلاق کے بعد ہوگا، نکاح کرتے ہی مطالبے کا حق نہیں ہوگا۔ (ت)

اور جب تک کوئی امر مانع نفقہ مثلاً عورت کا شوہر کے گھر سے ناحق نکل جانا یا اُس کے یہاں آنے سے ناحق انکار کرنا نہ پایا جائے بلاشبہہ وہ مستحق نفقہ و سکنٰی رہے گی، اسی طرح جب یہ موانع زائل ہوجائیں گے مثلاً عورت شوہر کے یہاں واپس آئے گی تو پھر بدستور مستحق نفقہ ہوجائے گی، درمختار میں ہے:

النفقة تجب للزوجة علی زوجها ولو

اگر بیوی اپنے والد کے گھر ہو تو خاوند اس کو اپنے

---

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الھدایۃ فصل اقل المہر عشرۃ دراہم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶
[2] فتاوٰی قاضی خاں باب فی ذکر مسائل المہر نولکشور لکھنؤ ۱/۱۷۴-۱۷۳
[3] ردالمحتار فصل فی الحبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۴۳

marfat.com

ھی فی بیت ابیھا اذا لم یطالبھا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا اذا طالبھا ولم تمتنع اوامتنعت للمھر لاخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود[1] اھ ملخصًا۔

گھر منتقل کرنے کا مطالبہ کرے تو تب بھی خاوند پر نفقۂ زوجہ واجب ہوگا، اور یُوں ہی جب وُہ خاوند کے مطالبہ پر اس کے گھر منتقل ہونے سے انکار نہ کرتی ہو یا وُہ اپنے مہر کے مطالبہ کی وجہ سے منتقل ہونے سے انکار کررہی ہو تو بھی خاوند پر اس کا نفقہ واجب ہوگا جبکہ خاوند کے گھر سے باہر بلاوجہ رہ رہی ہو تو نفقہ واجب نہ ہوگا کیونکہ اس صُورت میں وُہ خاوند کے گھر واپس نہ آنے تک نافرمان قرار پائے گی اھ ملخصًا (ت)

رہا مطالبہ اگر نفقہ قضا یا رضا سے مقرر ہولیا ہے تو جتنے دن بعد قرار داد بے نفقہ گزر گئے اُن کا بھی مطالبہ کرسکتی ہے کما اسلفنا (جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کردیا ہے۔ ت) اور آئندہ کے لئے بھی جو میعاد تکرار نفقہ کے لئے قرار پائی ہے اس کے شروع کے بعد اُسی قدر کا مطالبہ کرسکتی ہے مثلاً نفقہ ماہ بماہ دینا ٹھہرا ہو تو ہر مہینے کے شروع پر اُس مہینے اور سال بسال مقرر ہوا ہو تو ہر سال کے آغاز پر اُس سال کا نفقہ مانگ سکتی ہے اس سے زیادہ مثلاً چاند دیکھے یا سال پلٹے آئندہ کے دو مہینے یا دو برس خواہ اس ماہ یا سال کا ہنوز آغاز نہ ہُوا نفقہ نہیں مانگ سکتی، ردالمحتار میں ہے:

النفقۃ تفرض لمعنی الحاجۃ المتجددۃ فاذا فرضت کل شھر کذا صارت الحاجۃ متجددۃ بتجدد کل شھر فقبل تجددہ لایتجدد الفرض فلم تجب النفقۃ قبلہ انہ لوفرض کل سنۃ کذا صح الابراء عن سنۃ دخلت، لاعن اکثر ولا عن سنۃ لم تدخل[2] اھ ملخصًا۔

آئندہ کا نفقہ آئندہ نئی حاجت کی وجہ سے فرض ہوتا ہے تو جب ماہانہ خرچہ مقرر ہو تو نئے ماہ پر گویا عورت کو حاجت بھی نئی ہُوئی تو نئی حاجت سے قبل نیا نفقہ مقرر نہ ہوگا لہٰذا ادائیگی بھی پہلے واجب نہ ہوگی، اور اگر خرچہ سالانہ طے شدہ ہو تو صرف شروع ہونے والے سال کا نفقہ لازم ہوگا، سال شروع ہونے سے پہلے کا اور سال سے زیادہ کا بھی لازم نہ ہوگا اھ ملخصا (ت)

بحرالرائق میں ہے:

الفرض فی الشھر الاول تنجز وفیما

سال کے پہلے مہینہ میں دیا ہُوا خرچہ مدّت کے اختتام

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۶

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۳

marfat.com

بعدہ مضاف فتنجز بدخول الشہر ھکذا[1]۔ تک کی ادائیگی ہوتی ہے اس کے بعد اضافت ہوتی ہے اس لئے مہینہ شروع ہونے پر ہی ادائیگی ہوگی، یوں ہی جاری رہے گا۔ (ت)

اور اگر ہنوز نفقہ کے لئے کوئی تقرر وتعیین نہ قضائً ہوا نہ رضائً تو عورت نہ ایام ماضیہ کا مطالبہ کرسکتی ہے نہ آئندہ کا۔ ردالمحتار میں ہے:

لایلزمہ عما مضی قبل الفرض بالقضاء او الرضاء ولاعما یستقبل لانہ لم یجب بعد[2]۔ قاضی کی طرف سے مقرر کئے یا آپس میں مصالحت سے طے کئے بغیر سابقہ مدّت کا خرچہ خاوند پر لازم نہ ہوگا اور یونہی پیشگی ادا کرنا بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ نفقہ ابھی خاوند کے ذمّہ واجب ہی نہیں ہُوا۔ (ت)

ہاں قبل از قرارداد عورت یہ اختیار رکھتی ہے کہ شوہر برضامندی نفقہ مقرر نہ کرے تو حاکم شرع کے حضور قرارداد کرنے کی نالش کرے جب بحکم قاضی کوئی ماہانہ یا سالانہ یا روزانہ یا فصلانہ مقرر ہوجائے تو اس کے بعد اسے بہ تفصیل مذکور مطالبہ ودعوٰی پہنچے گا۔ تنویر الابصار میں ہے: یقدرھا ان طلبتہ[3] اھ ملخصًا (اگر عورت مطالبہ کرے تو قاضی نفقہ مقرر کردے اھ ملخصًا۔ ت) اور نفقہ مرد وزن دونوں کی حیثیت دیکھ کر مقرر کیا جائے گا اسی قدر آمدنی زوج سے لے سکتی ہے اگر دونوں غنی ہیں تو اغنیاء کے لائق، اور دونوں فقیر تو فقراء کے قابل، اور ایک غنی اور ایک فقیر تو متوسط یعنی نفقہ اغنیاء سے کم اور نفقہ فقراء سے زائد، مثلاً عورت کی حیثیت اطلس وزربفت ومشجر پہننے اور بریانی ومزعفر وگوشتِ مرغ کھانے کی ہے اور مرد کی مقدرت چھینٹ چارخانے دال ماش نان جَو کھانے کے قابل یا بالعکس تو عورت کے لئے تنزیب وگلبدن ومشروع کا لباس اور گوشت گوسپند ونان گندم مقرر کریں گے جتنا بالفعل دے سکتا ہے دے باقی اس کے ذمّے دین رہے گا یہاں تک کہ اللہ عزّوجل استطاعت بخشے۔ درمختار میں ہے:

تجب علی زوجھا بقدر حالھما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ[4] اھ ملخصًا۔ خاوند پر دونوں کی حیثیت کے لحاظ سے نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتوٰی دیا جائیگا، اور خاوند اپنی وسعت کے مطابق ادائیگی کا مکلف ہوگا اور باقی رہ جائے تو وہ اس کے ذمہ قرض ہوگا جس کو اپنی سہولت سے ادا کریگا اھ ملخصًا (ت)

---

[1] بحرالرائق | باب النفقۃ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۴/ ۱۸۸
[2] ردالمحتار | باب النفقۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۶۵۸
[3] درمختار | باب النفقۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۶۸
[4] " | " | " | ۱/ ۲۶۶

marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

فی البحر اتفقوا علی وجوب نفقة الموسرین اذا کانا موسرین وعلی نفقة المعسرین اذا کانا معسرین وانما الاختلاف فیما اذا کان احدھما موسرا والاخر معسرا فعلی المفتی بہ تجب نفقة الوسط وھو فوق نفقة المعسرة ودون نفقة الموسرة[1] اھ ملخصًا۔

بحر میں ہے : سب کا اتفاق ہے کہ اگر دونوں خوشحال ہیں تو ان کے حال کے مطابق خاوند پر نفقہ واجب ہوگا اور اگر دونوں تنگ دست ہیں تو ان کے حال کے مطابق خاوند پر واجب ہوگا ، اور اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب دونوں میں سے ایک امیر اور دوسرا غریب ہے تو مفتٰی بہ قول یہ ہے کہ دونوں کے حال کی رعایت پر درمیانہ نفقہ واجب ہوگا اور وہ یہ کہ خوشحالی سے کم اور تنگ دستی سے زائد ہو ، اھ ملخصًا۔ (ت)

اُسی میں بدائع سے ہے :

حتی لوکان الرجل مفرطا فی الیسار یاکل خبزالحواری ولحم الدجاج والمرأة مفرطة فی الفقر تاکل فی بیت اھلھا خبزالشعیر یطعمھا خبز الحنطة ولحم الشاة[2]، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم جل مجدہ اتم واحکم۔

اگر خاوند انتہائی خوشحال ہونے کی بناء پر صاف باریک آٹا ، مرغ کا گوشت کھاتا ہے اور بیوی انتہائی تنگ دستی کی بناء پر اپنے گھر والوں کے ہاں جَو کی روٹی کھاتی ہو تو خاوند اس کو گندم کی روٹی اور بکرے کا گوشت نفقہ کے طور پر کھانے کو دے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۷ ازنبکن ضلع بریلی مرسلہ شیخ احمد حسین ۲۱ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ جو ایک قلیل حقیت کی زمیندار تھی بلارضامندی و اجازتِ زید اپنے شوہر کے بطور بدکاری عمرو کے ساتھ فرار ہوگئی اور مدتِ دراز تک عمرو کے ساتھ رہی، پھر واپس آئی ، اب زید پر دعوٰی مہر اور دلاپانے نان نفقہ کا کرتی ہے اس صورت میں وہ مہر و نفقہ پائے گی یا نہیں؟ اور زید محض نادار ہے مگر زید کا باپ متمول ہے تو دعوٰئ ہندہ کا پدرِ زید پر کچھ اثر ہوگا یا نہیں؟ اور ہندہ بحالت فراری زید کا حمل رکھتی تھی، بعد وضع حمل اُس نابالغ کی پرورش کا زید ذمہ دار ہوگا

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۵

[2] ایضًا

یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جتنی مدت عورت فرار رہی اُس مدت کا نفقہ تو زید پر اصلاً نہیں، ہاں اب کہ واپس آئی آئندہ نفقہ کی مستحق ہے زید سے نفقہ طلب کرے، اگر دے فبہا، ورنہ قاضی کے یہاں نالش کرکے اپنا نفقہ مقرر کرالے اگر زید نادار ہے قاضی حکم دے گا کہ تُو قرض لے کر صرف کر، اور جب زید کو استطاعت ہو اُس سے مجرا لے،

فی الدر المختار لا نفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ[1]

بیوی اگر خاوند کے گھر سے باہر بلاوجہ رہائش پذیر ہو تو وہ واپس خاوند کے پاس آنے تک نافرمان قرار پائے گی اگرچہ خاوند کے سفر پر جانے کے بعد ہی ایسا کرے لہذا اس کے لئے نفقہ لازم نہیں ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای فتستحق النفقۃ فتکتب الیہ لینفق علیھا اوترفع امرھا الی القاضی لیقرض لھا علیہ نفقۃ[2]

یعنی خاوند سفر میں ہو اور بیوی نفقہ کی مستحق ہو تو وہ خاوند کو خط لکھ کر مطالبہ کرے کہ میرا نفقہ ادا کیا جائے، یا بیوی قاضی کے ہاں درخواست کرے تاکہ قاضی خاوند کے نام قرض لے کر خرچ کرنے کا حکم دے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لا یفرق بینھما بعجزہ عنھا وبعد الفرض یامرہ القاضی بالاستدانۃ لتحیل علیہ[3]

خاوند اگر نفقہ کی ادائیگی سے عاجز ہو تو دونوں میں تفریق نہ کی جائے گی اور اگر نفقہ مقرر کردیا ہو تو قاضی خاوند کے نام قرض لے کر خرچ کرنے کا حکم دے گا۔ (ت)

اور زید کے باپ پر دعوٰیٔ ہندہ کا اصلاً اثر نہیں ہوسکتا کہ جوان بیٹے غیر اپاہج کی زوجہ کا نفقہ باپ پر کہیں لازم نہیں، درمختار میں ہے:

فی الملتقی نفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان کان

ملتقی میں مذکور ہے کہ اگر خاوند نابالغ فقیر یا اپاہج ہو تو اس کی

---

[1] درمختار	باب النفقۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۶۷
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۶۴۶
[3] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۶۹

marfat.com

صغيرا فقيرا او زمنا[1]۔ بیوی کا نفقہ نابالغ کے والد کے ذمّہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وقد علمت ان المذهب عدم وجوب النفقة لزوجة الابن ولو صغيرا فقيرا[2]۔ آپ کو معلوم ہوگیا ہے کہ نابالغ کی بیوی کا نفقہ والد کے ذمہ نہ ہونا ہی مذہب ہے اگرچہ وہ فقیر ہو۔ (ت)

رہا مہر سائل مظہر کہ اُس میں کوئی شرطِ تعجیل و تاجیل نہ تھی اور لکھنؤ میں بھی یہی رواج ہے جو یہاں عامہ بلاد میں ہے کہ قبل از افتراق بموت یا طلاق ادا نہیں ہوتا تو ہندہ کا مطالبۂ مہر بیجا ہے جب تک زید اُسے طلاق نہ دے یا دونوں میں کوئی مر نہ جائے۔ نقایہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بينا فذاك والا فالمتعارف[3]۔ مہر معجل یا مؤجل اگر بیان کردیا ہو تو وہی واجب ہے ورنہ عرف میں جو رواج ہو وُہ واجب ہوگا۔ (ت)

اور اس بچے نابالغ کی پرورش بیشک ذمۂ زید لازم ہے رہے گا سات برس کی عمر تک ماں کے پاس بشرطیکہ وُہ اپنی بدکاری سے باز آئے اور آوارگی چھوڑ چکی ہو اور نفقہ پائے گا باپ سے بشرطیکہ اپنا کوئی مال نہ رکھتا ہو اُس عمر تک کہ اُجرت یا حرفت سے اپنے کھانے پہننے کے قابل کما سکے اُس کی خبرگیری باپ پر واجب ہے، درمختار میں ہے:

تجب النفقة لطفله الفقير[4]۔ چھوٹے فقیر بچے کا نفقہ والد پر لازم ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای ان لم یبلغ حد الکسب فان بلغه کان للاب ان یوجره او یدفعه فی حرفة لیکتسب وینفق علیه من کسبه لوکان ذکرا[5] الخ، واللہ تعالٰی اعلم۔ بشرطیکہ وُہ نابالغ بچہ محنت کی عمر کو نہ پہنچا ہو، اور اگر وہ اس عمر کو پہنچ گیا ہو تو والد اس کو ملازمت دلائے یا کسی کارخانہ میں مزدوری پر لگائے تاکہ اس کی کمائی کو اس پر خرچ کرے بشرطیکہ لڑکا ہو الخ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۳

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۷۴

[3] المختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶۱

[4] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۳

[5] ردالمحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۶۰ و ۶۶۱

marfat.com

مسئلہ ۱۵۸ ازبڑودہ گجرات کلاں محلہ بھوتنی کا چھاپہ نظام پورہ مرسلہ امراؤ بائی بنت غلام حسین حالہ ۱۶ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (مسئلہ اولیٰ) ایک شخص نے اپنی حقیقی پھپی کی لڑکی سے نکاح کیا، چندروز بعد ایک آدمی اور ایک عورت کے ہمراہ کسی کام ضروری کے لئے کہیں بھیجا، بعد واپس آنے کے دو برس تک نان ونفقہ موقوف کردیا، کچہری گائیکواڑی میں یہ مقدمہ پیش ہے، کچہری کہتی ہے نان ونفقہ کیوں نہیں دیتا، خاوند کہتا ہے بغیر حکم میرے یہ کیوں گئی، عورت نے گواہ شاہد قوی اپنے حقیقی چچا اور چچی اور کئی آدمی کنبہ کو پیش کیا ہے سب نے یہی کہا کہ ہمارے رُوبرو اس کے خاوند نے اپنی عورت کو جانے کے لئے حکم دیا اور حلف بھی اٹھایا، اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں عورت کو نان ونفقہ نہ دینا اس شخص کا محض ظلم ہے جس کے سبب وہ ظالم وگنہگار اور عورت کے حق میں گرفتار ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف۔[1] بیویوں کا نفقہ اور لباس بھلائی کے ساتھ اس کے ذمہ ہے جس کے لئے اولاد ہے۔ (ت)

اور اُس کا یہ بیہودہ عذر کہ "عورت بے میرے حکم کے کیوں گئی" محض باطل و ناقابلِ سماعت ہے اگر وہ اس میں سچا بھی ہو تو عورت جب بے اجازتِ شوہر ناحق چلی جائے تو اس کا نان ونفقہ اُسی مدت تک کا لازم نہیں ہوتا جب تک وہ اس ناحق طور پر باہر رہے جب پھر شوہر کے گھر چلی آئے گی اُسی وقت سے نان ونفقہ دینا شوہر پر فرض ہوجائے گا، درمختار میں ہے:

لانفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق حتی تعود ولو بعد سفرہ۔[2] بلاوجہ خاوند کے گھر سے باہر رہنے والی کے لئے نفقہ نہیں تاوقتیکہ وہ واپس نہ آجائے اگرچہ خاوند کے سفر پر جانے کے بعد ہی باہر رہی ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لوعادت الی بیت الزوج بعد ماسافر یعنی اگر خاوند کے سفر پر جانے کے بعد بیوی خاوند کے گھر لوٹ آئے

---

[1] القرآن ۲/ ۲۳۳

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۷

marfat.com

خرجت عن کونها ناشزة بحر عن الخلاصة ای فتستحق النفقة۔[1]

تو اس کی نافرمانی ختم ہو جائے گی، یہ بحر میں خلاصہ سے منقول، یعنی اس وقت بیوی نفقہ کی حقدار ہوگی۔ (ت)

تو اُس شخص نے کہ عورت کے واپس آنے کے بعد نان ونفقہ موقوف کر دیا نرا ظلم کیا، تو اس پر فرض ہے کہ اسی وقت سے جاری کر دے۔ رہا گزشتہ مدت کا نفقہ، اس کی دو صورتیں ہیں، اگر پہلے آپس کی رضامندی یا قاضی کے حکم سے مقدارِ نفقہ مقرر ہو چکی تھی کہ مثلاً مہینے میں اتنے روپے یا اس قدر اناج اور کپڑا دیا جائے گا اور اب بلاوجہ شرعی بند کر دیا تو جب تک نہیں دیا ہے اُس ساری مدت کا اُسی قرارداد کے حساب سے عورت کو دلایا جائے گا، اور اگر عورت یُونہی رہتی کھانا کھاتی کپڑا پہنتی تھی کچھ قرارداد باہمی یا بحکم قاضی نہ ہُوا تھا کہ ماہوار یا سالانہ یا ششماہی پر اتنا دیا جائے گا تو جتنے دنوں اُس نے نہ دیا ظالم وگنہگار ہُوا مگر عورت اُس گزری مدت کا دعوٰی نہیں کر سکتی اب سے دعوٰی کر کے بحکم قاضی آئندہ کے لئے مقرر کرا لے اس کے بعد اگر وُہ نہ دے گا تو یہ جبراً بذریعہ نالش وصول کر سکتی ہے، درمختار میں ہے:

النفقة لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحهما علی قدر معین اصنافا او دراهم فقبل ذلك لا یلزمه شیئ و بعده ترجع بما انفقت ولو من مال لنفسها بلا امر قاض۔[2]

نفقہ خاوند کے ذمہ قرض نہ بنے گا جب تک قاضی نفقہ متعین نہ کر دے یا آپس میں رضامندی سے طے نہ کر لیں، یعنی میاں بیوی آپس میں نفقہ کی مقدار بطور جنس یا نقد متعین نہ کر لیں، تو اس سے قبل خاوند کے ذمہ دین لازم نہ ہوگا، اور اس کے بعد خاوند کے ذمہ ہوگا تو جو بیوی نے قرض لے کر صرف کیا خواہ اپنے مال سے ہی کیا ہو خواہ قاضی کے حکم کے بغیر ہی کیا ہو تو اس کو خاوند سے وصول کر سکے گی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لا تصیر دینا ای اذا لم ینفق علیها بان غاب عنها او کان حاضرا فامتنع فلا یطالب بها بل تسقط بمضی

نفقہ قرض نہ بنے گا یعنی جب خاوند غائب رہا یا موجود رہا لیکن بیوی کو نفقہ نہ دیا ہو تو اس مدت کے نفقہ کا مطالبہ خاوند سے نہیں کیا جا سکتا بلکہ مدت گزر جانے

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۶

[2] درمختار مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۰

marfat.com

المدۃ[1]۔ | کی بنا پر ساقط ہوجائے گا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الا بالقضاء بان یفرضها القاضی علیه اصنافا او دراهم او دنانیر نهر[2]۔ و الله تعالٰی اعلم۔

مگر یہ جو نفقہ قاضی نے خاوند پر مقرر کیا ہو جنس، دراہم یا دنانیر تو وُہ خاوند کے ذمہ واجب الادا ہوگا، نہر۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ایک لڑکا بالغ جس کی عمر تیس۳۰ برس کے قریب ہے، اور کمائی پر خُوب قدرت رکھتا ہے اور پیشۂ حجامی وغیرہ طرق سے تحصیل رزق کرسکتا ہے زید پر اپنے کھانے پہننے وغیرہ مصارف کا بار ڈالتا ہے اور اُسے اپنے مال میں تصرف سے مانع آتا ہے، آیا اس صورت میں زید پر روٹی کپڑا اُس کا واجب اور زید اپنے مال میں تصرف سے ممنوع ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وُہ لڑکا بالغ اور کسب پر ہر طرح قادر تو اس کا روٹی کپڑا یا کوئی صرفہ زید پر واجب نہیں زید کو اختیار ہے اُسے کچھ نہ دے اور زید اُس لڑکے کے منع کرنے سے اپنی جائداد میں تصرف سے ممنوع نہیں ہوسکتا،

فی الدر المختار وکذا تجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا و زمن و من یلحقه العار بالتکسب و طالب علم لا یتفرغ لذلك کذا فی الزیلعی والعینی[3]۔ والله تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ یُوں ہی بڑے بالغ بیٹے کا نفقہ لازم ہوگا جو کسب و محنت سے عاجز ہو جیسا کہ بیٹی کے لئے مطلقاً اور اپاہج بیٹے کے لئے اور اس اولاد کے لئے جن کو محنت مزدوری کرنے میں عار ہو، اور اس طالبعلم کے لئے جو مزدوری فراغت نہ پائے۔ زیلعی اور عینی میں یوں مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور اس کے بطن سے ایک لڑکی کہ اب سات برس کی ہے اور ایک لڑکا کہ ابھی پانچ چھ مہینے کا ہے پیدا ہوئے، اب زید نے اپنا اور

---

[1] رد المحتار باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۸

[2] ایضاً

[3] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۸۳

marfat.com

نکاح کرلیا اور ہندہ کو جبراً نکال دیا کہ وہ مع دونوں بچّوں کے اپنے باپ کے یہاں چلی آئی، اب زید نہ اُسے بلاتا ہے نہ اُس کے بچّوں کے کھانے پہننے کی خبرگیری کرتا ہے، اس صورت میں ہندہ و دختر و پسر کا نان و نفقہ زید پر لازم ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

بیشک ہندہ کا نان نفقہ زید پر لازم ہے اور بچّوں کا اپنا کوئی ذاتی مال نہ ہو تو اُن کی خبرگیری بھی زید پر واجب ہے اگر شوہر نہ دے عورت حاکم کے یہاں رجوع کرکے اپنا اور اپنے بچّوں کا نفقہ مقرر کرا سکتی ہے،

فی الدرالمختار النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجہا ولو ھی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا ان طالبہا ولم تمتنع[1] ملخصًا۔

درمختار میں ہے: بیوی اگرچہ اپنے والد کے گھر ہو اور خاوند وہاں سے اپنے گھر منتقل ہونے کا مطالبہ نہ کرتا ہو یا مطالبہ کرتا ہو اور بیوی انکاری نہیں ہے تو خاوند پر نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتوٰی دیا جائیگا ملخصًا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

تجب النفقۃ بانواعہا لطفلہ الانثٰی و الجمع الفقیر فان نفقۃ الغنی فی مالہ ولو خاصمتہ الام فی نفقتہم فرضہا القاضی وامرہ بدفعہا للام مالم تثبت خیانتہا فیدفع لہا صباحا ومساء اویأمر من ینفق علیہم[2] انتہتا ملخصین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بیٹی اور فقیر عاجز لڑکوں کے لئے نفقہ واجب ہے کیونکہ غنی اولاد کا نفقہ اس کے اپنے ذاتی مال سے ہے، اور اگر مذکورہ بچّوں کے لئے ان کی ماں قاضی کی طرف سے مقرر کردہ نفقہ کو وصول کرنے میں اصرار کرے تو قاضی نفقہ مقرر کرکے خاوند کو ادائیگی کا حکم دیگا بشرطیکہ بچّوں پر صرف کرنے میں ماں کی خیانت ثابت نہ ہو تو خاوند صبح و شام ماں کو ان کا خرچہ ادا کرے گا یا وہ کسی کو ان پر خرچ کرنے کے لئے کہے گا، دونوں عبارتیں ختم ہوئیں ملخص طور پر، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اپنے دیور کے ساتھ متہم ہوئی اُس کے شوہر زید

---

[1] درمختار | باب النفقۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۶

[2] درمختار | " | " | ۱/۲۷۳

marfat.com

اور زید کے باپ نے اُسے اپنے یہاں سے نکال دیا، ہندہ اب دو برس سے اپنے باپ کے یہاں ہے نہ تو زید اُسے بلاتا ہے اور نہ روٹی کپڑا پہنچاتا ہے نہ طلاق دیتا ہے، اس صورت میں ہندہ کا روٹی کپڑا ذمہ زید کے واجب ہے یا نہیں؟ اور زید اس صورت میں گناہ گار ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ ہندہ کا اپنے باپ کے یہاں رہنا اس بنا پر ہو کہ اُسے زید اور زید کے باپ نے نکال دیا اور زید بُلاتا بھی نہیں اور بُلائے تو اُسے جانے میں انکار بھی نہیں تو بیشک اُس کا روٹی کپڑا زید کے ذمہ واجب ہے،

فی الدر المختار النفقۃ تجب للزوجۃ ولو ھی فی بیت ابیھا اذا لم یطالبھا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا اذا طالبھا ولم تمتنع[1] اھ ملخصًا۔

درمختار میں ہے: اگرچہ بیوی اپنے والد کے گھر ہو جب خاوند اپنے گھر منتقل ہونے کا مطالبہ نہ کرے تو خاوند پر اس کا نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتوٰی ہے، اور یونہی اگر خاوند مطالبہ کرے لیکن بیوی انکار نہ کرے تو بھی واجب ہوگا، اھ، ملخصًا (ت)

اور اس تہمت کی وجہ سے اگرچہ وہ واقع میں صحیح ہی ہو نکاح زائل نہیں ہوتا،

ففی الحدیث ان رجلا قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان امرأتی لاترد ید لامس قال ففارقھا قال انی احبھا قال فامسکھا[2] او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفی الدر المختار وغیرہ لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ[3] اھ فکان ذلک نصا فی بقاء النکاح۔

حدیث شریف میں ہے: ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ میری بیوی چھُونے والے کے ہاتھ کو رد نہیں کرتی، تو آپ نے فرمایا اس کو علیحدہ کردے۔ تو اس شخص نے عرض کی مجھے اس سے محبت ہے، تو آپ نے فرمایا: پھر اسے پاس رکھ یا جیسے آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے؛ اور درمختار وغیرہ میں ہے کہ خاوند پر فاجرہ بیوی کو طلاق دینا لازم نہیں ہے اھ، تو یہ عبارت نکاح کے باقی رہنے میں نص ہے (ت)

---

[1] درمختار	باب النفقۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۶۶
[2] سنن ابی داؤد	کتاب النکاح	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۲۸۰
سنن النسائی	کتاب النکاح تزویج الزانیۃ	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	۲/۷۱
" "	کتاب الطلاق باب ماجاء فی الخلع	" "	۲/۱۰۷
ردالمحتار	فصل فی المحرمات	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۲۹۲
[3] درمختار	" "	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۰

marfat.com

جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ عورت اگر معاذ اللہ بدوصفی کرے تو نکاح جاتا رہتا ہے محض غلط بات ہے، اور جب نکاح باقی ہے تو اس صورت میں زید پر فرض ہے کہ یا تو اُسے طلاق دے دے یا اُس کے نان نفقہ کی خبرگیری کرے ورنہ یوں معلق رکھنے میں زید بیشک گنہگار ہے اور صریح حکم قرآن کا خلاف کرنے والا، فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ[1] اور کُلّی میلان نہ ہو کہ بیوی کو معلّق کر چھوڑو، واللہ تعالیٰ اعلم (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲ از شاہجہان پور مرسلہ مہربان علی صاحب ۱۹ شعبان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بے اجازتِ شوہر زید کے اپنے بھائیوں کے گھر چلی گئی، جب زید اپنی نوکری سے آیا عورت کو نہ پایا، اس صورت میں نکاح و مہر باقی رہا یا نہیں؟ بعد ایک عرصہ کے زید حسبِ مصلحت اور پاس اپنی حرمت کے زید نے کچھ خرچ نان ونفقہ کا مسمّاۃ مذکورہ کا مقرر کردیا تھا کہ خواہ زوجہ میرے مکان میں رہے یا اپنے بھائی کے پاس رہے دیا جائے گا، اب بموجب شرع شریف کے وُہ نان ونفقہ حسبِ وجوہ مندرجہ بالا ذمہ زید کے واجب الادا رہا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

نکاح ومہر بدستور قائم رہے، ہاں بے اجازتِ شوہر چلے جانے کے باعث نفقہ ساقط ہوگیا، سائل مظہر کہ زید بلاتا ہے اور وُہ نہیں آتی تو اب تک وہ نان نفقہ کی اصلاً مستحق نہیں جب تک شوہر کے گھر میں نہ آئے، درمختار میں ہے،

لا نفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود وتسقط بہ المفروضۃ (ملخصاً)[2]۔ بلاوجہ خاوند کے گھر سے باہر رہنے والی نافرمان ہے تاوقتیکہ واپس اس کے گھر نہ آئے اس کے لئے نفقہ نہیں ہے خواہ نفقہ قاضی کی طرف سے ہی کیوں نہ مقرر ہو۔ (ت)

گھر بیٹھے کا جو نفقہ زید نے مقرر کر دیا اوّل تو وہ نفقہ واجب نہ تھا فان النفقۃ جزاء الاحتباس (کیونکہ نفقہ بیوی کے پابند ہونے کا صلہ ہے۔ ت) بلکہ صرف ایک احسانی وعدہ تھا اور وعدہ پر جبر نہیں کما فی العلمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے۔ ت) معہذا جب اس نے بلایا اور وُہ نہ آئی وہ بھی ساقط ہوگیا کما علمت من الدرالمختار (جیسا کہ درمختار سے معلوم ہوا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۹

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۷

marfat.com

مسئلہ ۱۶۳: ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے نکاح کرکے قبل رخصت نوکری پر چلا گیا، بارہا والدین ہندہ نے رخصت کو کہا، چار برس کے بعد رخصت کراکر اپنے گھر لے گیا، ہندہ بیمار تھی دو ایک دن کے بعد پھر والدین کے یہاں واپس آکر ایک ماہ بعد فوت ہوگئی، نفقہ اس چار سال کا اور جو خرچ دوا و علاج و تجہیز و تکفین میں والدین نے کیا شوہر پر واجب ہے یا نہیں؟ جہیز شوہر کو ملے گا یا ماں باپ کو؟ بیّنوا توجروا

الجواب

نفقہ و خرچ دوا و علاج کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہوسکتا، درمختار میں ہے:

لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء و بموت احدھما و طلاقھا یسقط المفروض لانھا صلۃ الا اذا استدانت بامر القاضی[1]

نفقہ خاوند کے ذمہ قرض نہیں بنتا تاوقتیکہ قاضی کا مقرر کردہ یا باہمی رضامندی سے طے کردہ نہ ہو، اور خاوند بیوی دونوں میں سے ایک کی موت یا طلاق سے نفقہ ساقط ہوجاتا ہے کیونکہ یہ صلہ کے طور پر لازم ہوتا ہے، ہاں اگر قاضی کے حکم پر بیوی نے قرض لے رکھا ہو تو پھر خاوند کو اس کی ادائیگی لازم ہوگی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

علیہ ماتقطع بہ الصنان لا الدواء للمرض ولا اجرۃ الطبیب ولا الفصاد ولا الحجام[2]

خاوند پر بدن کی حفاظت والی چیز لازم ہے۔ مرض کیلئے دوا، طبیب کی اُجرت، فصد یا سنگی لگانے کی اُجرت لازم نہیں ہے۔ (ت)

یُونہی خرچ تجہیز و تکفین بھی مجرا نہ ملے گا جبکہ والدین خواہ کسی نے بے اذن شوہر بطور خود کیا،

فی اواخر وصایا ردالمحتار عن حاشیۃ الفصولین للرملی، تکفین الزوجۃ اذا صرفہ من مالہ غیر الزوج بلا اذنہ او اذن القاضی فھو متبرع کالاجنبی[3]

ردالمحتار میں وصایا کی بحث کے آخر میں فصولین پر رملی کے حاشیہ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے خاوند یا قاضی کی اجازت کے بغیر اس کی بیوی کو کفن دیا تو یہ خرچہ صرف کرنے والے کی طرف سے مفت ہوگا جیسا کہ کوئی اجنبی اپنی طرف سے مفت خرچ کردے۔ (ت)

---

[1] درمختار | باب النفقۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۷۰
[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۴۹
[3] " | فصل فی شہادۃ الاوصیاء | " | ۵/۴۵۹

marfat.com

جہیز ملک وترکہ ہندہ ہے برتقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر و تقدیم دین و وصیت چھ سہام ہو کر تین سہم شوہر، دو سہم پدر، ایک مادر کو ملے گا۔ اسی حساب سے مہر ہندہ اگر باقی ہو تقسیم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۴ ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ کا نکاح عمرو سے کیا اور پیش از نکاح ایک اقرار نامہ زید نے عمرو سے لکھوالیا کہ میں بے رضامندی زوجہ کے اُسے کہیں نہیں لیجا سکتا ہوں اور خود میں وہیں یعنی زوجہ کے مکان پر رہوں گا اور درصورت وعدہ خلافی میں نان نفقہ دوں گا۔ بعدہ نکاح ہوا اور مہر ڈھائی سو روپے کا بندھا جس میں کوئی شرط پیشگی دینے یا کسی میعاد کے قرار نہ پائی، اب عمرو اپنے خسر کے یہاں شب کو رہنا چاہتا ہے تو اُس کا خسر اور خود زوجہ اسے گوارا نہیں کرتے۔ عمرو کا مکان اسی شہر میں ہے جب وُہ چاہتا ہے کہ اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے جائے، اس صورت میں اُسے اس امر کا اختیار ہے یا نہیں اور اگر زید نہ لے جانے دے اور ہندہ نہ جائے تو مستحق نان نفقہ کی ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیشک صورت مستفسرہ میں زید کو اختیار ہے کہ اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے جاکر رکھے۔ زوجہ اور اُس کے باپ کا بلاوجہ شرعی روکنا محض ظلم ہے۔ اور زوجہ نہ جائے گی تو نان نفقہ کی مستحق نہ ہوگی۔

لانھا ناشزۃ لامتناعھا بغیر حق وانما النفقۃ جزاء الاحتباس فاذ لا احتباس لانفقۃ کما صرحوا بہ قاطبۃ۔

کیونکہ وُہ نافرمان ہے اس لئے کہ وہ بلاوجہ مانع بنی ہوئی ہے جبکہ نفقہ خاوند کے حق میں پابند ہونے کا عوض ہے تو جہاں پابندی نہیں وہاں نفقہ نہیں ہوگا۔ جیسا کہ سب نے اس کی تصریح کی ہے (ت)

عمرو کا اقرار نامہ لکھ دینا کہ درصورت وعدہ خلافی نان نفقہ دوں گا کوئی چیز نہیں۔

فان شرط اللہ احق ومن اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ فلیس لہ وان شرط مائۃ مرۃ[1]، کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحدیث الصحیح۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کے حکم کے موافق شرط مقبول ہے اور جس نے اللہ تعالٰی کے حکم کے خلاف کوئی شرط لگائی تو وہ ناحق ہے اگرچہ ہزار بار شرط لگائے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب بیان ان الولاء لمن اعتق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۴

marfat.com

مسئلہ ۱۶۵ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ چہ می فرمایند علمائے دین
اندریں مسئلہ کہ ہرگاہ با زید، پدرِ ہندہ گفت دخترم را
شادی بکن زید گفت من فی الحال شادی نتوانستم چراکہ
طالب علم ہستم وحصول علم را مدّتے معلوم نیست کہ
بچندسال بدست آید وقدرت نان ونفقہ اندریں مدت
ندارم و پدرِ ہندہ دریں حالتِ اضطراری او بہ پیش
چندمردماں ایں ہمہ شرائط مذکورہ برذمہ خود قبول کردہ
و راضی شدہ دخترِ او با زید نکاح کنانیدہ برائے تحصیل
علوم اجازت داد، پس بعدازچندسال قبل از تحصیل علوم
از ونان ونفقہ طلب کرد وبریں تقدیر نان ونفقہ وغیرہ
دادن بروے واجب خواہد شد یا نہ واز ہندہ
اگر بامرد اجنبی ازیں مدت حرام کاری وغیرہ صادر
گردد در نکاح زید ثابت ماند یا نہ و برہندہ شرعاً چہ
حکم دادہ شود وشوہرِ ہندہ از بدفعلی او بری گردد یا نہ
واگرہندہ مہرخود عندالرضا ساقط گرد دلبعد ازاں
عندالنزاع می گوید کہ مہرم را زو ساقط نکردہ ام دعوے
مہر او بر زید شرعاً ثابت گردد یا نہ۔ بیّنوا توجروا۔

علمائے کرام (رحمکم اللہ تعالیٰ) آپ کی کیا رائے ہے،
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے
باپ نے زید کو کہا کہ میری بیٹی سے شادی کرلو، زید نے
کہا کہ میں فی الحال شادی نہیں کرسکتا کیونکہ میں طالبعلم
ہُوں اور حصولِ علم میں نہ معلوم کتنی مدّت صرف ہو،
مجھے اس مدّت میں بیوی کے نان ونفقہ پر قدرت نہ ہوگی،
تو اس پر ہندہ کے والد نے چند لوگوں کی موجودگی میں زید
کی اس مجبوری کی حالت کی تمام ذمہ داری اپنے ذمہ لے لی
اور رضامندی کے ساتھ زید سے اپنی لڑکی کا نکاح کردیا
اور زید کو تحصیلِ علم کے لئے اجازت دے دی، اور اس
کے چند سال بعد زید کی طلب علمی کے دوران تحصیلِ علم
سے پہلے، ہندہ کے والد نے زید سے نان ونفقہ کا
مطالبہ کردیا، تو کیا اس صورت میں زید کو بیوی کا نان و
نفقہ دینا واجب ہوگا یا نہیں، اور اس دوران اگر
ہندہ کسی غیرمرد سے بدکاری کرے تو کیا وُہ زید کے
نکاح میں باقی رہے گی یا نہیں اور ہندہ پر کیا حکمِ شرعی ہوگا
اور زید اپنی بیوی کی اس بدفعلی سے بری قرار پائے گا
یا نہیں، اور اگر ہندہ رضامندی سے اپنا مہر معاف کردے اور بعد میں مخالفت ہوجانے پر کہے کہ میں نے اس کو
مہر معاف نہیں کیا تو کیا اب زید پر شرعاً مہر کا دعوٰی کرسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

درصورتِ مستفسرہ اگر از جانب زن تسلیم نفس واقع
شد وخویشتن را از شوہر بناواجبی باز نداشت
نفقۂ او برذمۂ شوہر لازم شد وآں کہ پدرِ زن
پیش از نکاح آں شرائط برذمۂ خود قبول کرد اگر

مسئولہ صورت میں اگر بیوی نے اپنے آپ کو زید کے
سپرد کردیا اور بلاوجہ رکاوٹ نہ کی ہو تو خاوند کے
ذمہ اس کا نفقہ واجب ہوگا اور بیوی کے والد کا
نکاح سے پہلے اس کی ذمہ داریوں کو اپنے ذمہ لینا اگر

marfat.com

معنیش اینست کہ او بنا دادن نفقہ راضی شد و پیمان داد کہ تا مدت تحصیل علم زن از تو نان و نفقہ نخواہد ایں رضا و پیمان خود چیزے نیست اگرچہ حسبِ اجازت زن بالغہ شدہ باشد زیرا کہ اسقاطِ دین پیش از وجوب معنی ندارد خاصۃً نفقہ کہ روزانہ شیئاً فشیئاً واجب می شود فی الدر المختار الابراء قبل الفرض باطل و بعدہ یصح مما مضی ومن شھر مستقبل حتی لو شرط فی العقد ان النفقۃ تکون من غیر تقدیر والکسوۃ کسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلھا بعد ذٰلك طلب التقدیر فیھما[1] الخ ، وفی رد المحتار عن الفتح فھو اسقاط للشیئ قبل وجوبہ فلا یجوز[2] ، واگر مراد آنست کہ از جانب شوھر ایں دین را کفیل شدہ بر ذمۂ خود گرفت اگر مقصود برأت شوہر ست کما ھو ظاھر الکلام ایں حوالت باشد فان الکفالۃ بشرط براءۃ الاصیل حوالۃ وحوالہ نقل دین ست

اس کا مطلب یہ تھا کہ اس دوران نفقہ نہ دینے پر راضی ہے اور عہد کرتا ہے کہ تحصیلِ علم کے دوران بیوی تجھ سے نان ونفقہ طلب نہ کرے گی تو والد کا یہ عہد و پیمان اور رضامندی کوئی حیثیت نہیں رکھتی اگرچہ بالغ بیوی کی رضامندی سے یہ معاہدہ کیا ہو کیونکہ واجب ہونے سے پہلے دَین کو ساقط کرنے کا کوئی مطلب نہیں ہے خصوصاً نفقہ کا معاملہ جوکہ روزانہ تھوڑا تھوڑا واجب ہوتا ہے۔ درمختار میں ہے کہ مقرر ہونے سے قبل بَری (ساقط) کرنا باطل ہے جبکہ مقرر ہوجانے کے بعد گزشتہ یا آئندہ ماہ کے نفقہ کو ساقط کرنا صحیح ہے، حتی کہ اگر نکاح میں یہ شرط رکھی کہ نفقہ کا تقرر نہ ہوگا اور لباس سردی اور گرمی میں ایک ہوگا تو اس شرط کا کوئی اعتبار نہ ہوگا لہذا بیوی نکاح کے بعد نفقہ اور لباس کے تقرر کا مطالبہ کرسکے گی الخ۔ اور ردالمحتار میں فتح سے منقول ہے کیونکہ یہ وجوب سے قبل کسی چیز کو ساقط کرنا ہے لہذا جائز نہ ہوگا، اور اگر والد کے اس عہد و رضا کا مطلب یہ تھا کہ بیوی کے نان و نفقہ کا خاوند کی بجائے میں خود کفیل ہوں گا اور میں ذمہ دار رہوں گا تو اس سے مقصد خاوند کو ذمّہ سے بَری کرنا ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو یہ عقد حوالہ ہوگا کیونکہ اصل کو بَری کرنے کی شرط سے کفالت تبدیل ہوکر حوالہ بن جاتی ہے جبکہ حوالہ کا معنٰی یہ ہے کہ

---

[1] درمختار — باب النفقۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۶۸

[2] ردالمحتار — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/۶۵۳

كما فى التنوير وهو الصحيح كما فى الهندية عن النهر آنچناں كه دَين خود معدوم ست نقل را چه معنى فى الدر المختار تصح فى الدين المعلوم[1] الخ فى رد المحتار الشرط كون الدين للمحتال على المحيل[2] الخ و فيه لاتصح الحوالة مع جهالة المال[3] الخ وفيه لاتصح هذه الحوالة لان كلا من الغازى والمستحق لم يثبت له دين فى ذمة الامام والناظر[4] الخ واگر برائت شوہر منظور نیست کفالت اگرچه صحیح شد لما فى الهندية من فصل النكاح ضمان المهر من صحة الضمان بالمهر عند الخطبة قبل النكاح فراجعها ان شئت وهو الموافق للمفتى به من قول الامام ابى يوسف رحمه الله تعالى ان الكفالة بالنفقة المستقبلة تصح وان لم تجب بعد كما اوضحه فى

کسی کو قرض سے بَری کرکے اپنے ذمّے لے لینا، جیسا کہ تنویرالابصار میں ہے، اس کو ہندیہ میں نہر سے نقل کرتے ہُوئے صحیح قرار دیا ہے، تو اس صورت میں ابھی قرض معدوم ہے تو اس کو نقل کرکے دوسرے کے ذمّہ کیسے کیا جاسکتا ہے، درمختار میں ہے کہ حوالہ، معلوم قرض میں صحیح ہوتا ہے الخ، ردالمحتار میں ہے کہ' حوالہ میں یہ شرط ہے کہ قرضخواہ کا اصیل پر قرض ثابت ہو الخ. اور اس میں یہ بھی ہے، کہ، مال مجہول ہونے پر حوالہ صحیح نہ ہوگا، الخ، اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ، غازی اور دیگر مستحق شخص کے وظیفہ کا حوالہ صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ وظیفہ حاکم اور نگران کے ذمہ ان کے لئے ثابت شدہ نہیں ہے الخ، اور اگر والد کے اس عہد و رضا سے خاوند کو نفقہ سے بَری قرار دینا نہیں تھا تو یہ کفالت صحیح ہوگی (اور خاوند بَری الذمہ نہ ہوگا) کیونکہ ہندیہ میں" مہر کی ضمانت پر نکاح کی فصل" میں ہے کہ، نکاح سے قبل مہر کی ضمانت صحیح ہے، اگر آپ چاہیں تو ہندیہ کی طرف رجوع کریں، اور یہ ہندیہ کا بیان امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے مفتٰی بہ قول کے موافق ہے کہ مستقبل کے نفقہ کی کفالت صحیح ہے اگرچہ یہ نفقہ ابھی واجب نہیں ہُوا، جیسا کہ اس بات کو ردالمحتار میں واضح کیا ہے،

---

[1] درمختار | کتاب الحوالۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۶۹

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/۲۹۰

[3] ایضاً

[4] " | " | " | ۴/۲۹۱

marfat.com

ردالمحتار[1] اما کفالت موجب براءت ذمۂ شوہر نباشد، پس بہر حال نفقہ بر شوہر بشرائطہا لازم ست، آرے اگر بتراضی یا قضائے قاضی نفقہ را فرضے و تقدیرے میان نیامد مثلاً ماہانہ ایں قدر زر یا ایں مقدار طعام و پارچہ آں گاہ ہر قدر مدت کہ بے ادائے نفقہ گزشت نفقہ او ساقط گشت مطالبہ اش نتواں کرد آئندہ را طلب فرض و تقدیر کند تا دین شود و بر مطالبہ دست یابد فی الدر المختار النفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین اصنافا او دراہم فقبل ذلک لا یلزمہ شئ، وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا بلا امر قاض[2] الخ، وفی ردالمحتار لا یلزمہ عما مضی قبل الفرض بالقضاء او الرضاء ولا عما یستقبل لانہ لم یجب بعد[3]، زن اگر شوئے خود را از مہر ابرائے شرعی بلا اکراہ کرد مہر از ذمۂ شوہر ساقط شد اگرچہ ایں معنی در خلوت محضہ

(لہذا والد کی کفالت خاوند (زید) کی نفقہ سے براءت کو واجب نہیں کرتی) پس ہر حال میں خاوند پر نفقہ اپنی شرائط کے مطابق واجب ہوگا۔ ہاں اگر باہمی رضامندی یا قاضی کے فیصلہ سے ابھی نفقہ کی مقدار متعین نہیں ہوئی تھی، مثلاً ماہانہ اس قدر نقد یا خوراک کی یہ مقدار اور فلاں وقت پر لباس طے نہیں ہُوا تھا اور کچھ مدت نفقہ دئے بغیر گزر گئی ہو تو گزشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہوجائے گا بیوی کو اس کے مطالبہ کا حق نہ ہوگا، اور آئندہ کے لئے مقدار متعین کرانے کا اس کو حق ہوگا تاکہ خاوند کے ذمہ قرض بن سکے اور مطالبہ پر اسے حاصل کرسکے درمختار میں ہے کہ، نفقہ خاوند کے ذمہ قرض نہیں بنتا تاوقتیکہ قاضی نے یا باہمی رضامندی سے طے نہ کرلیا گیا ہو مثلاً یوں کہ اتنی مقدار جنس یا نقد مقرر کرلیا گیا ہو تو اس فیصلہ سے قبل کا نفقہ واجب الادا نہ ہوگا اور اس کے بعد والے نفقہ میں جو بیوی نے قرض لے کر یا خود اپنے مال سے قاضی کے حکم کے بغیر جو خرچ کیا ہو تو وہ خاوند سے وصول کرسکتی ہے الخ، ردالمحتار میں ہے، قاضی یا باہمی رضامندی سے قبل کا گزشتہ نفقہ خاوند پر واجب الادا نہ ہوگا (البتہ طے کرنے کے بعد کا واجب الادا ہوگا) اور آئندہ مستقبل کا نفقہ بھی واجب الادا نہ ہوگا کیونکہ وہ ابھی واجب نہیں ہوا، بیوی نے اگر شرعی طور پر اپنی رضامندی سے بلا جبر و اکراہ خاوند کو مہر سے بری کردیا ہو تو وہ مہر

---

[1] ردالمحتار کتاب الکفالہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۶۳
[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۰
[3] ردالمحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۸

marfat.com

روئے داد فاما نزد قاضی بے اقرارِ زن یا بینۂ عادلہ رنگ ثبوت نیابد اگر خدا ناترسی کردہ بعد ابرا بدعوے پرداز وقاضی بہ ذمۂ شوھر ثابت سازد ومعاملۂ باطنی ایشاں بمحکمۂ قاضی حقیقی عالم الغیب والشھادۃ جل جلالہ پردہ از روئے حقیقت اندازد فالقاضی انما یقضی بالظاھر واللہ سبحانہ یتولی السرائر آرے جائیکہ تعجیل وتاجیل مہر بہ بیان نیامدہ باشد چناں کہ غالب مہوراں دیار ہمچناں مے باشد آنجا بنائے کار برعرف دیارست وعرف عام وشائع ایں بلاد بلکہ دیگر ممالک ھم ہمیں ست کہ ہمچو صورت مہر نزد افتراق بموت یا طلاق حال مے شود پس پیش ازاں مطالبۂ زن مسموع ندارد کما بینّاہ فی فتاونا مراراً زنائے زناں موجب بطلان نکاح آناں نیست قال تعالٰی بیدہ عقدۃ النکاح[1] تا آنکہ اگر با پدر یا پسر شوہر ایں چنیں وقاحت روئے دہد ہم نکاح باطل نشود اگرچہ زن حرام ابدی گردد و متارکہ فی الفور فرض شود، فی الدر المختار بحرمۃ المصاھرۃ

خاوند سے ساقط ہوجائے گا اگرچہ بیوی نے اپنی خلوت میں معاف کیا ہو، لیکن قاضی کے ہاں بیوی کے اقرار یا شہادت کے بغیر براءت ثابت نہ ہوگی، اگر بیوی خداترسی نہ کرتے ہُوئے معاف کرنے کے بعد قاضی کے ہاں مہر کا دعوٰی کردے تو قاضی خاوند کے ذمہ مہر کی ادائیگی لازم کردے گا، تاہم دونوں کا یہ باطنی معاملہ، اللہ تعالٰی جو کہ حقیقی قاضی عالم الغیب والشھادۃ ہے کے دربار میں پیش ہوگا اور حقیقی فیصلہ پائے گا، قاضی تو ظاہر پر فیصلہ دیتا ہے باطنی امور تو اللہ تعالٰی کے سپرد ہیں، ہاں اگر مہر کے معجل ہونے یا مؤجل کا فیصلہ نہ ہُوا ہو جیساکہ عام طور پر اس علاقے میں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں معاملہ علاقہ کے عرف پر ہوگا، جبکہ اس علاقے بلکہ دیگر ممالک میں بھی یہی ہے کہ میاں یا بیوی کی موت یا طلاق کے وقت جو بھی مہر ہو وہ ادا کیا جاتا ہے اور اس سے قبل عورت کے مطالبہ کو قابلِ توجہ نہیں سمجھا جاتا، جیساکہ ہم نے کئی مرتبہ اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے، بیوی کے زنا سے نکاح باطل نہیں ہوتا، اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیدہ عقدۃ النکاح (نکاح کی گرہ صرف خاوند کے ہاتھ میں ہے) یہی وجہ ہے کہ اگر بیوی اپنے خاوند کے باپ یا بیٹے سے بدفعلی کرے تو بھی نکاح باطل نہیں ہوتا اگرچہ بیوی ہمیشہ کے لئے خاوند پر حرام ہوجاتی ہے، اور فوری طور پر دونوں میں متارکہ فرض ہوجاتا ہے۔ درمختار میں ہے کہ، حرمتِ مصاہرہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۷

marfat.com

لایرتفع النکاح حتی لایحل لہا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطئ بہا لایکون زنا[1]، بہرحال زن بقدر جرم خودش مستحق حد یا تعزیر شود و شوئے اگر در حفظ و منعش از قدر واجب تقصیر نہ کرد و بریں کار راضی نشد ہیچ وبال برونیست قال تعالٰی لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

کے ساتھ نکاح باطل نہیں ہوتا حتی کہ دوسرے شخص سے اِس بیوی کا نکاح حلال نہیں ہوگا تاوقتیکہ متارکہ کے بعد عدّت نہ گزر جائے، اور متارکہ سے قبل اگر خاوند وطی کرلے تو زنا کا حکم نہ لگے گا، بہرحال بیوی اپنے جُرم کی خود ذمہ دار ہے اس پر حد لگے گی یا تعزیر ہوگی، خاوند نے اگر حفاظت و نگرانی میں کوتاہی نہ کی ہو اور وہ اس کے اس فعل سے راضی نہ ہو تو اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا، اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک کا بوجھ دوسرے پر نہ ہوگا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۶: ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید صاحبِ جائداد ہے اُس نے عرصہ بیس۲۰ سال سے اپنی زوجہ ہندہ کو بسبب ڈال لینے دوسری عورت کے تکرار کے بلاقصور شرعی گھر سے نکال دیا وُہ اپنے باپ خالد کے مکان پر چلی آئی اس کا باپ متکفل رہا اس وجہ سے اُس کو نان ونفقہ حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوئی چونکہ اب خالد کا انتقال ہوگیا لہذا اُس کو نان ونفقہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے، اس مدت بیس۲۰ سال میں زید ہندہ کو اتفاق یکجائی نہ ہُوا یہ امر مانع نان ونفقہ تو نہ ہوگا، بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیس۲۰ سال گزشتہ کا نفقہ تو ہرطرح ساقط ہی ہوگیا، آئندہ کے لئے جبکہ اُس کا نکلنا اپنی خوشی سے نہ تھا بلکہ شوہر نے نکال دیا یہ دیکھا جائے گا کہ عورت کا اپنے باپ کے گھر رہنا شوہر ہی کے جبر سے ہے کہ وُہ بلائے تو اسے جانے سے انکار نہ ہو تو وُہ خود ہی نہیں بلاتا اس کا آنا نہیں چاہتا جب تو نفقہ کی مستحق ہے اور اگر یہی جانا نہیں چاہتی، وُہ بلاتا ہے اور یہ نہیں جاتی تو استحقاق نہیں،

فی الدرالمختار تجب للزوجۃ ولو ھی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ وبہ یفتی[2]،

درمختار میں ہے: بیوی اگر اپنے والد کے گھر ہو اور خاوند اپنے گھر منتقل ہونے کا مطالبہ نہ کرے تو بیوی کے لئے نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتوٰی دیا جائیگا،

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

marfat.com

وکذا اذا طالبها و لم تمتنع او مرضت و فی منزلها بقیت و لنفسها ما منعت و علیہ الفتوی[1] اھ ملتقطا ، و فی الھندیۃ عن البدائع لھا النفقۃ بعد النقلۃ و قبلھا ایضا اذا طلبت النفقۃ فلم ینقلھا الزوج وھی لا تمتنع من النقلۃ لو طالبھا الزوج و ان کانت تمتنع فلا نفقۃ لھا کالصحیحۃ[2] **قلت** والشرط عدم منعھا لا وجود طلبھا کما حققنا فیما علقناہ علی رد المحتار وھو المصرح فی الفتح عن الخلاصۃ عن الجامع الکبیر والیہ اٰخر کلام البدائع ایضا یشیر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور یونہی اگر وہ منتقل ہونے کا مطالبہ کرے اور بیوی انکار نہ کرے یا بیوی اس وقت بیمار ہو اور اپنے گھر میں اور اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کرنے سے مانع نہ ہو تو بیوی کا نفقہ واجب ہے ، اسی پر فتوٰی ہے اھ ملتقطاً۔ اور ہندیہ میں بدائع سے منقول ہے بیوی کیلئے نفقہ واجب ہوگا جب وُہ خاوند کے ہاں منتقل ہوجائے ، یا قبل منتقل ہونے کے جب عورت نفقہ کا مطالبہ کرے تو خاوند اسے منتقل نہ کرے حالانکہ بیوی منتقل ہونے سے انکاری نہ اگر خاوند اسے منتقل کرنا چاہے ، اور اگر وُہ منتقل ہونے سے انکار کرے تو پھر اس کے لئے نفقہ نہیں جیسا کہ صحت مند ہونے کے باوجود منع کرنے پر نفقہ نہیں ہے ۔ **قلت** (میں کہتا ہُوں) شرط یہ ہے کہ عورت انکاری نہ ہو ، خاوند کا مطالبہ کرنا شرط نہیں ہے ، جیسا کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور یہی فتح میں خلاصہ سے بحوالہ جامع کبیر منقول ہے ، اور بدائع کا آخری کلام بھی یہی اشارہ دیتا ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۷ از منڈی ہلدوانی ضلع نینی تال سررشتہ ڈپٹی کمشنری مرسلہ منشی علی الدین احمد ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عورت ہندہ زید سے سخت دشمنی رکھتی ہے ، ایک دفعہ زید کے غیبت میں اناج بیچا ، زید نے بہت تھوڑا سا مارا کنوئیں میں کُود پڑی ، غیر مردوں نے نکالا ، باریک کپڑے جوان عمر پانی میں بھیگ کر بے ستری ہُوئی ، کنوئیں سے نکل کر بولی بازار اور سرا میں بیٹھوں گی مگر زید کے گھر نہ جاؤں گی ، اس پر وہ غیر آدمی اپنے گھر لے گئے ، جب زید نوکری سے آیا وہاں سے سوار ہو کر ہندہ کے ماں باپ کے یہاں بھیج دیا وہاں سے پھر آئی اور یہ عادت رکھی کہ ذرا سی تکرار پر دن دوپہر کو سر بازار پیادہ یا آدھ آدھ میل تک کسی کے مکان پر زید کو زک دینے اور بدنام کرنے کے لئے چلی جاتی ہے ، زید کے لڑکے بالغ ہوگئے ہیں وہ ہر طرح اپنی ماں کے ساتھ ہیں اُس سے مل کر زید کا مقابلہ کرتے ہیں کاٹنے اور داڑھی پکڑنے تک نوبت پہنچ گئی ہے

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۶

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۴۶

marfat.com

اور کہتے ہیں تمھارے پاس مسالہ ہی کیا ہے جس پر مزاج دکھاتے ہو تم سے زائد تو اب ہمارے پاس ہے، ہندہ کو اپنے شوہر کے پاس آنے سے بھی عذر اور حیلہ اور انکار ہمیشہ رکھتی ہے، ایک قاعدہ یہ بھی مقرر کیا ہے کہ بغیر اطلاع زید کے کسی لڑکے کو ساتھ لے کر زید کے یہاں آجاتی ہے اور چار پانچ مہینے رہ کر کل نقد و جنس اپنے قبضے میں کر کے جب زید اپنی نوکری پر الہ آباد چلا جاتا ہے ہندہ اور لڑکا اپنے ماں کے یہاں لکھنؤ چلے آتے ہیں اُس مال کا پھر کبھی پتہ نہیں چلتا اس صورت میں لڑکوں کے حق حقوق اور ہندہ کے نان و نفقہ اور مہر کی نسبت از روئے شرع شریف کیا حکم فرماتے ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

لڑکے جب کہ جوان اور خود مالدار ہیں تو اُن کا کوئی حق ذمہ زید باقی نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ وُہ اس قدر موذی وعاق ہیں والعیاذ باللہ رب العلمین ایسے لڑکوں اور عورت کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب شدید وغضب عظیم کا استحقاق ہے، عورت جبکہ اس کے یہاں آنے سے ہمیشہ عذر و انکار رکھتی ہے اور جب کبھی آنا ہوتا ہے وُہ اس لئے نہیں کہ شوہر کی قیدی بن کر رہے بلکہ خود مختارانہ بالجبر آنا اُس غرض فاسد سے ہوتا ہے کہ اندوختہ لوٹ کر لے جائے جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر تو ایسی صورت میں یہ عورت صریح ناشزہ ہے اس کا نان و نفقہ اصلاً زید کے ذمہ نہیں، درمختار میں ہے:

النفقة جزاء الاحتباس وکل محبوس لمنفعة غیرہ تلزمه نفقته[1]۔ نفقہ بیوی کے پابند ہونے کا معاوضہ ہے اور جو دوسرے کے حق میں محبوس ہو تو اس کا نفقہ اس پر لازم ہوتا ہے۔ (ت)

البتہ مہران حرکات سے ساقط نہیں ہوتا اور اُس کی کوئی میعادِ ادا مقرر نہ ہُوئی تھی تو حسبِ عرفِ بلاد بعد موت یا طلاق ادا کرنا واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۸: از ریاست رامپور بزریا ملا ظریف گھیر عبدالرحمٰن خاں مرحوم مرسلہ عبدالرؤف خاں ۲۵ محرم ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص شرارت سے نہ تو اپنی زوجہ کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ طلاق دیتا ہے بلکہ کہتا ہے کہ تجھ کو معلقہ رکھوں گا، اب اس صورت میں وُہ بیچاری حاکمِ عدالت سے فریاد کرکے طلاق لے سکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۶

marfat.com

الجواب

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف[1]

(اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:) عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

وقال تعالیٰ فامساك بمعروف او تسریح باحسان[2]

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

وقال تعالیٰ وعاشروھن بالمعروف[3]

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) عورتوں سے اچھے برتاؤ کے ساتھ زندگانی کرو۔

وقال تعالیٰ اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[4]

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھو اپنے مقدور کے قابل اور انھیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی لاؤ۔

وقال تعالیٰ فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ[5]

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) پورے ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ عورتوں کو یوں چھوڑ کر جیسی ادھر میں لٹکتی۔

بالجملہ عورت کو نان ونفقہ دینا بھی واجب اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو اور اسے معلقہ کر دینا حرام، اور بے اس کے اذن ورضا کے چار مہینے تک ترکِ جماع بلا عذرِ صحیح شرعی ناجائز، اور بعد نکاح ایک بار جماع تو بالاجماع بالاتفاق حقِ زن ہے کہ اسے بھی ادا نہ کرسکے تو عورت کے دعوے پر قاضی مرد کو سال بھر کی مہلت دے گا اگر اس میں بھی جماع نہ ہو تو بطلبِ زن تفریق کر دے گا، مگر ایک بار کے بعد پھر جبری تفریق کا قاضی کو اختیار نہیں، نہ ہمارے نزدیک نفقہ نہ دینے پر تفریق ہوسکتی ہے، ہاں قاضی اعانتِ ضعفاء ومددِ مظلومین کے لئے مقرر ہوا ہے، تو اس پر لازم کہ جس طرح ممکن ہو دفعِ ظلم کرے، ردالمحتار میں ہے:

قال فی الفتح اعلم ان ترك جماعھا

فتح القدیر میں فرمایا: واضح ہو کہ بیوی سے جماع مطلقاً

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹
[3] " " ۴/ ۱۹
[4] " " " ۶۵/ ۶
[5] " " ۴/ ۱۲۹

مطلقا لا یحل له صرح اصحابنا بان جماعها احیانا واجب دیانة لکن لا یدخل تحت القضاء والالزام الا الوطأة الاولیٰ ولم یقدروا فیه مدة، و یجب ان لا یبلغ به مدة الایلاء الا برضاها وطیب نفسها به اھ ویسقط حقها بمرة فی القضاء ای لانه لو لم یصبها مرة یؤجله القاضی سنة ثم یفسخ العقد اما لو اصابها مرة واحدة لم یتعرض له لانه علم انه غیر عنین وقت العقد بل یأمره بالزیادة احیانا لوجوبها علیه الا لعذر مرض او عنة عارضة او نحو ذٰلک وسیأتی فی باب الظهار ان علی القاضی الزام المظاهر بالتکفیر دفعا للضرر عنها بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اھ مختصرا۔

ترک کردینا حلال نہیں، ہمارے اصحاب نے تصریح فرمائی ہے کہ دیانۃً گاہے گاہے بیوی سے جماع کرنا واجب ہے لیکن اس پر قاضی کو کارروائی کا حق نہیں کہ وُہ خاوند پر لازم قرار دے تاہم نکاح کے بعد پہلا جماع خاوند پر قاضی لازم کرسکتا ہے اور فقہاء کرام نے اس جماع کے لئے مدّت کا تعین نہیں کیا کہ کتنی مدّت کے اندر واجب ہے تاہم یہ ضروری ہے کہ یہ وقفہ ایلاء کی مدت (چار ماہ) تک نہ پہنچنے پائے الّا یہ کہ بیوی کی رضامندی اور خوش طبعی سے جتنا وقفہ ہو اھ ایک دفعہ جماع کرلینے سے قضاءً بیوی کا حق ساقط ہوجائے گا یعنی اگر دورانِ نکاح ایک مرتبہ بھی جماع نہ کیا ہو تو بیوی کے مطالبے پر قاضی خاوند کو ایک سال کی مہلت دے گا اور اس مدت میں جماع نہ کرنے پر قاضی نکاح کو فسخ کردے گا، اور ایک مرتبہ جماع کرلیا ہو تو پھر قاضی مداخلت نہ کرے کیونکہ معلوم ہوچکا ہے کہ خاوند نکاح کے وقت نامرد نہ تھا، تاہم قاضی خاوند کو مزید جماع کا مشورہ دے گا کیونکہ خاوند پر حقوقِ زوجیّت واجب ہے لیکن مریض ہو یا عارضی مردمی کمزوری یا کوئی اور وجہ ہو تو واجب نہیں ہے اور ظہار کے باب میں بیان رہا ہے کہ قاضی پر ضروری ہے کہ وُہ بیوی کی پریشانی دُور کرنے کیلئے ظہار کرنے والے خاوند کو کفارۂ ظہار دینے پر قید اور جسمانی سزا کے ساتھ مجبور کرے تاکہ وُہ کفارہ دے یا طلاق دے، اھ، مختصراً (ت)

بحرالرائق میں ہے:

قالوا وللمرأة ان تطالبه بالوطأ وعلیها ان تمنعه من الاستمتاع بها حتی یکفر، و علی القاضی ان یجبرہ علی التکفیر

فقہاءِ کرام نے فرمایا ہے کہ عورت کو حق ہے کہ خاوند سے جماع کا مطالبہ کرے، اور ساتھ ہی اس پر لازم ہے کہ کفارہ دینے تک خاوند کو جماع سے روکے، اور قاضی کو

---

marfat.com

دفعا للضرر عنها بحبس فان ابی ضربه ولا یضرب فی الدّین ولو قال قد کفرت صدق مالم یعرف بالکذب وفی التتارخانیۃ اذا ابی عن التکفیر عزرہ بالضرب والحبس الٰی ان یکفر او یطلق[1]

حق ہے کہ وہ بیوی کی پریشانی دُور کرنے کیلئے خاوند کو قید کرکے کفارہ دینے پر مجبور کرے اور اگر خاوند انکار کرے تو اس کو جسمانی سزا دے جبکہ قرض کے معاملہ میں قاضی جسمانی سزا نہیں دے سکتا، اور اگر خاوند بتائے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے تو قاضی اس کی تصدیق کرے جب تک اس کا جھوٹ واضح نہ ہو، اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر کفارہ دینے سے انکار کرے تو قاضی خاوند کے کفارہ ادا کرنے یا طلاق دینے تک اسے جسمانی تعزیر اور قید کرسکتا ہے۔ (ت)

جب یہ اصول معلوم ہوگئے حکم مسئلہ واضح ہوگیا پاس نہ بُلانا ترکِ جماع کو مستلزم اور نفقہ نہ دینے کو بھی محتمل، ترکِ جماع اگر رأساً ہے یعنی بعد نکاح اس کے پاس گیا ہی نہیں تو قاضیِ شرع اُس پر جبر کرے گا کہ پاس جائے اگر ظاہر ہوگا کہ اسے اس عورت سے مجامعت پر قدرت نہیں تو بعد دعوٰی عورت وہی مسائل عنین و مہلتِ یکسال و تفریق جبری بطلبِ زن جاری ہوں گے، اور اگر باوصفِ قدرت نہیں جاتا خواہ ابتداءً خواہ ترکِ مطلق کا ارادہ کرلیا ہے اور عورت کو اس سے ضرر ہے تو قاضی مجبور کرے گا کہ جماع کرے یا طلاق دے، اگر نہ مانے گا قید کرے گا اگر نہ مانے گا مارے گا یہاں تک کہ دو باتوں میں سے ایک کرے،

وذلك رفعا للمعصیۃ ودفعا للضرر وقد نصوا کما فی البحر والدر وغیرهما ان کل مرتکب معصیۃ لاحد فیها ففیها التعزیر[2] وفی ردالمحتار قوله وعلی القاضی الزامه به اعتراض بانه لافائدۃ للاجبار علی التکفیر الا الوطئ والوطئ لایقضی به علیه الا مرۃ، قال الحموی و فرض المسئلۃ فیما اذا لم یطأها

یہ تعزیر اس لئے ہے کہ خاوند گناہ ختم کرے اور بیوی کی پریشانی دُور کرے، اور فقہاء کرام نے ذکر کیا ہے کہ وہ جُرم جس پر حد نہیں ہے تو اس میں تعزیر ہوگی جیسا کہ بحر اور دُر وغیرہما میں مذکور ہے۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ درمختار کا یہ بیان کہ قاضی پر لازم ہے الخ، یہ ایک اعتراض کا جواب ہے، اعتراض یہ ہے کہ خاوند کو کفارہ دینے پر مجبور کرنے کا مقصد صرف بیوی سے جماع ہے جبکہ جماع کے معاملے میں قاضی خاوند کو نکاح کے بعد ایک سے زائد مرتبہ پر مجبور نہیں کرسکتا تو حموی نے کہا اور جواب کے لئے

---

[1] بحرالرائق | باب الظہار | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۴/ ۹۷-۹۶
[2] درمختار | باب التعزیر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۳۲۷

marfat.com

قبل الظهار ابدا بعیدا وقد یقال فائدۃ الاجبار رفع المعصیۃ اھ ای ان الظہار معصیۃ حاملۃ لہ علی الامتناع من حقہا الواجب علیہ دیانۃ فیأمرہ برفعہا لتحل لہ کما یأمر المولی من امرأتہ بقربانہا فی المدۃ اویفرق بینہما لدفع الضرر عنہا[1] اھ مختصرا۔

یہ فرض کرنا کہ ظہار سے قبل خاوند نے ایک مرتبہ بھی جماع نہ کیا ہو تو تب قاضی مجبور کرسکتا ہے، تو یہ بعید سی بات ہے، یا جواب میں یُوں کہا جائے گا کہ خاوند کو مجبور کرنے کا مقصد خاوند کے جُرم کا ازالہ ہے اھ، یعنی ظہار کرنا جُرم ہے جو خاوند کو بیوی کے اُس حق کی ادائیگی سے روکتا ہے جو دیانۃً ہر خاوند پر واجب ہے تو اس لئے قاضی اس کو جرم کے ازالہ کا حکم دے گا تاکہ بیوی حلال ہوسکے، جیسے مولیٰ اپنے غلام کو ظہار کی مدت میں بیوی سے جماع کرنے یا طلاق دینے کا حکم کرسکتا ہے تاکہ بیوی کی پریشانی دُور ہوسکے۔ اھ مختصرًا (ت)

اور نفقہ نہ دینے پر اگر ادائے نفقہ پر قادر رہے تو قاضی بقدر مناسب عورت کے لئے نفقہ مقرر کرے گا اور شوہر کو اس کے ادا کا حکم دے گا اگر نہ مانے گا قید کرے گا اور اس مدت میں اس سے نہ پانے کے سبب جو کچھ عورت قرض لے کر خواہ اپنے مال سے اپنے نفقہ میں صَرف کرے گی سب شوہر پر دین ہوگا اور اس سے دلایا جائیگا مگر یہاں تفریق کردینے یا طلاق پر جبر کرنے کی صورت نہیں،

اقول اور وجہِ فرق ظاہر ہے جماع ونفقہ دونوں کی طرف عورت محتاج اور ان کے نہ ملنے میں اس کا ضرر، اور دفعِ ضرر جس طرح ممکن ہو واجب، اور طرقِ دفع میں آسان تر کا لحاظ لازم کہ طرف ثانی کا بھی اضرار نہ ہو، جماع ایسی چیز ہے کہ غیر شوہر سے اس کا ملنا محال، تو طریقِ دفع اس میں منحصر کہ شوہر جماع کرے یا طلاق دے کہ وُہ دُوسرے سے نکاح کرسکے بخلاف نفقہ کہ یہ حاجت اپنے مال سے خواہ دوسرے سے قرض لے کر بھی مندفع ہوسکتی ہے عورت کا ضرر یُوں دفع ہوگیا کہ حاجت روا ہُوئی اور رجوع اُٹھا وہ بعد فرضِ قاضی شوہر پر قرض رہا تو یہاں طلاق پر مجبور کرنے میں شوہر کا ضرر زائد ہے جس کی طرف عورت سے دفعِ ضرر میں حاجت نہیں۔ تنویر میں ہے:

لایفرق بینہما بعجزہ عنہا ولا بعدم ایفائہ حقہا ولو موسرا[2]۔ اھ مختصرا۔

نفقہ سے عاجز ہوجانے پر اور امیر ہوتے ہوئے بھی بیوی کو پُورا حق نہ دینے پر قاضی دونوں کی تفریق نہ کرے گا۔ اھ مختصرا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] تنویر الابصار باب الظہار داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۷۶

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۹

marfat.com

بل یفرض لھا النفقۃ علیہ و یأمرھا بالاستدانۃ[1]

بلکہ قاضی خاوند کے ذمہ بیوی کا نفقہ مقرر کر دے گا اور بیوی کو خاوند کے نام قرض لے کر خرچ کرنے کا فیصلہ دے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسھا بلا امر قاض[2]

اس کے بعد بیوی خرچ کیلئے مقررہ نفقہ کو خاوند سے وصول کرے گی جو بیوی نے خرچ کیا ہو خواہ اس نے اپنے ہی مال سے قاضی کے حکم کے بغیر خرچ کیا ہو۔ (ت)

شامیہ میں بدائع سے ہے:

یحبس فی نفقۃ الاقارب کالزوجات[3]

قریبیوں کے نفقہ میں قید کیا جاسکتا ہے جیسا کہ بیویوں کے نفقہ میں قید کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

اور اگر شوہر فقیر ہے کہ نفقہ نہیں دے سکتا جب بھی حکم یہی ہے کہ تفریق نہیں اور محتاجی معلوم ہو تو قید بھی نہیں بلکہ قاضی نفقہ مقرر کرکے عورت کو قرضاً صرف کرنے کا حکم دے جو کچھ حسب قرارداد قاضی خرچ ہوتا رہے ذمہ شوہر دَین ہوا کرے گا یہاں تک کہ زمانہ اُس کو تونگری کی طرف پلٹا لے، اس وقت سب وصول کرلیا جائے مگر اگر قاضی دیکھے کہ عورت کو اس امید پر قرض نہیں ملتا تو شوہر کو سمجھائے کہ طلاق دے دے، اگر نہ مانے تو قاضی جبکہ نائب مقرر کرنے کا اختیار رکھتا ہو باختیار خود ورنہ بحکم والی مسلم مقدمہ کسی شافعی المذہب کے سپرد کردے کہ اُن کے یہاں جب کہ شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو تفریق کرادیتے ہیں وہ فریقین کو بلا کر بعد سماع مقدمہ وثبوت عجز تفریق کردے، یہ حکم جب قاضی حنفی کے حضور پیش ہو اسے نافذ کردے کہ شوہر جب حاضر ہو تو حاکم شافعی کا ایسا حکم ہمارے نزدیک لائق تنفیذ مانا جاتا ہے، یُوں عورت اُس بلا سے خلاصی پاسکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

جوزہ الشافعی باعسار الزوج، ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضی بہ نفذ[4]

خاوند کے تنگدست ہوجانے پر نفقہ کی وجہ سے تفریق کو امام شافعی نے جائز قرار دیا ہے، اور اگر حنفی قاضی یہ فیصلہ دے تو نافذ نہ ہوگا، ہاں حنفی قاضی اگر شافعی قاضی کو فیصلہ دینا سپرد کرے پھر شافعی قاضی فیصلہ دے تو اس کا فیصلہ نافذ ہوجائے گا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۶
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۰
[3] ردالمحتار بحوالہ البدائع باب النفقۃ " ۲/۶۸۷ وفصل فی الحبس ۴/۳۲۲ دار احیاء التراث العربی بیروت
[4] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۹

marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

قولہ نعم لو امرشافعیا ای بشرط ان یکون ماذونا لہ بالاستنابۃ، خانیۃ، قال فی غرر الاذکار ثم اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ینصب القاضی الحنفی نائبا ممن مذہبہ التفریق بینہما اذاکان الزوج حاضرا وابی عن الطلاق لان دفع الحاجۃ الدائمۃ لایتیسر بالاستدانۃ اذ الظاھر انہا لاتجد من یقرضہا وغنی الزوج مآلا امر متوھم فالتفریق ضروری اذا طلبتہ وان کان غائبا لایفرق لان عجزہ غیر معلوم حال غیبتہ وان قضی بالتفریق لاینفذ قضاؤہ لانہ لیس فی مجتہد فیہ لان العجز لم یثبت[1] اھ وتمامہ فیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ماتن کا کہنا کہ "ہاں اگر شافعی کو کہے" یعنی بشرطیکہ وہ حنفی قاضی دوسرے کو فیصلہ سپرد کرنے کا مجاز ہو، خانیہ۔ غررالاذکار میں کہا ہے کہ واضح ہو کہ ہمارے مشائخ نے یہ پسند کیا ہے کہ حنفی قاضی کسی ایسے شخص کو اپنا نائب قرار دے جس کا مذہب یہ ہو کہ خاوند اور بیوی میں نفقہ کی وجہ سے تفریق جائز ہے، توجب خاوند حاضر ہو اور طلاق دینے سے انکاری ہو تو وہ نائب بیوی کے مطالبہ پر تفریق کردے کیونکہ نفقہ کی دائمی حاجت قرض لینے سے حل نہیں ہوتی جبکہ ظاہر یہی ہے کہ بیوی کسی قرض دینے والے کو نہیں پاتی اور خاوند کا بعد میں کسی وقت امیر ہونا موہوم معاملہ ہے لہذا بیوی کے مطالبہ پر تفریق ضروری ہے، اور اگر خاوند غائب ہو تو پھر تفریق نہ کرے کیونکہ غیر موجودگی کی وجہ سے خاوند کا نفقہ سے عاجز ہونا معلوم نہیں ہے تو اس صورت میں اگر تفریق کی تو نافذ نہ ہوگی کیونکہ غائب ہونے کی صورت میں عجز ثابت نہ ہونے پر مسئلہ اجتہادی نہ رہے گا، مکمل بیان ردالمحتار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۹: از پنجاب مرسلہ مولوی فاضل صاحب ۲۰ صفر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو ہمشیریں حالتِ جوانی میں بیوہ ہوگئیں اور انہوں نے عقدِ ثانی نہیں کیا اور دونوں کے پاس دو مکان پیدا کردہ شوہر کے ہیں لیکن ترکہ پدری کچھ بھی نہیں ہے کہ جس سے اُن بیوگان کی گزر ہوسکے، اور زید بھی کم مقدرت ہے اور اہل وعیال رکھتا ہے مگر اپنے اوپر تکلیف اٹھا کر ہمشیروں کی خبرگیری بھی کرتا ہے، پس اس صورت میں زید کا بہنوں کے ساتھ یہ برتاؤ از قسم سلوک ہے یا از قسم واجب، اور بہنوں کا نان نفقہ بھائیوں پر واجب ہے یا تورع واحسان، اور اگر واجب ہے تو کس صورت میں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار باب النفقہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۶

marfat.com

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بہنوں کا نان ونفقہ بھائی پر واجب ہے دو شرط سے :

اوّل زید اُن کی اعانت پر قادر ہو یعنی اپنی حاجتِ اصلیہ سے فاضل چھپن ۵۶ روپے کا مالک ہو یا ایسا مال نہیں رکھتا بلکہ پیشہ ورہے تو اپنے اور اپنے بیوی بچّوں کے نفقہ سے پس انداز ہوتا ہو جس سے بہنوں کی اعانت کرسکے۔

دوم بہنیں زیور وغیرہ کوئی مال ذاتی نہ رکھتی ہوں جو اُن کی حاجت اصلیہ سے زائد چھپن ۵۶ روپے کا ہو نہ کھانے کے لئے اناج پہننے کے لئے کپڑا یا دام موجود ہو کہ یہ جب تک رہے گا اُس قدر نفقہ دُوسرے پر واجب نہ ہوگا اگرچہ چھپن ۵۶ روپیہ سے کم کا ہو، نہ مکان اس قابل ہو کہ اس کا ایک حصّہ بیچ کر باقی میں گزر کرسکیں، ایسا ہوگا تو بیچ کر خود اپنے نفقہ میں اٹھانا لازم ہوگا جب نہ رہے گا بھائی پر نفقہ آئے گا، نہ وہ عورتیں دستکاری مثل سلائی وغیرہ کے ایسا کررہی ہوں جو اُن کے نفقہ کو کافی ہو، اگر ایسا ہے تو اپنا نفقہ خود اُنھیں پر ہے بھائی پر نہیں، ہاں اگر وہ دستکاری نہیں کرتیں، نہ اپنے کسی مال سے اپنی بسر کرسکتی ہیں تو بھائی پر نفقہ واجب ہوگا اور وہ یہ نہ کہہ سکے گا کہ تم سلائی وغیرہ کوئی کام مزدوری کا کرکے اپنا پیٹ پالو، یہ دو شرطیں متحقق ہوں تو نفقہ بھائی پر ہے تنہا اُس پر جب کہ اُن عورتوں کا وارث صرف وہی ہو ورنہ بقدر میراث جبکہ اُس کے سوا اُن کا اور کوئی وارث ذی مقدور مثل دُوسرے بھائی یا بہن یا دُختر کے ہو۔ درمختار میں ہے :

تجب (علی موسر یسار الفطرۃ) علی الارجح ورجح الزیلعی والکمال انفاق فاضل کسبہ (النفقۃ لکل ذی رحم محرم صغیرا وانثی) مطلقا (ولو بالغۃ صحیحۃ او) کان الذکر (بالغا عاجزا) عن الکسب (فقیرا) حال من المجموع بحیث تحل لہ الصدقۃ ولولہ منزل وخادم علی الصواب بدائع (بقدر الارث)[1] اھ ملتقطا۔

(فطرانہ کے وجوب والی استعداد والے پر) زیادہ راجح قول کے مطابق نفقہ واجب ہے، جبکہ زیلعی اور کمال نے ضروری آمدن سے زائد کسب والے پر وجوب کو ترجیح دی ہے (نفقہ دینا ہر ذی رحم محرم نابالغ یا عورت کو) مطلقا (اگرچہ عورت بالغہ صحت مند ہو) یا لڑکا (بالغ عاجز ہو) محنت سے (جبکہ یہ فقیر ہوں) لازم ہے تو فقیر ہونا تمام کا حال ہے یُوں کہ اس کو صدقہ حلال ہو اگرچہ اس کا اپنا مکان اور خادم ہو، درست قول کے مطابق یہی حکم ہے، بدائع (یہ نفقہ ہر ایک کو بقدر وراثت دینا لازم ہے)[1] اھ ملتقطا (ت)

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۴ تا ۲۷۶

marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

قوله مطلقا قيد للانثى اى سواء كانت بالغة اوصحيحة قادرة على الكسب لكن لوكانت مكتسبة بالفعل كالقابلة والمغسلة لا نفقة لها قوله بحيث تحل له الصدقة بان لايملك نصابا ناميا او غيرنا مر نائدا عن حوائجه الاصلية والظاهر ان المراد ماكان من غير جنس النفقة اذ لوكان يملك دون نصاب من طعام او نقود تحل له الصدقة ولا تجب له النفقة فيما يظهر لانها معللة بالكفاية وما دام عنده مايكفيه من ذلك لايلزم غيره كفايته ، قوله ولوله منزل و خادم اى وهو محتاج اليهما وفى الذخيرة لوكان يكفيه بعض المنزل امر ببيع بعضه وانفاقه على نفسه وكذا لوكانت له دابة نفيسة يومر بشراء الادنى وانفاق الفضل اھ ومثله فى شرح ادب القاضى[1] اھ مختصرا ، والله تعالٰی اعلم۔

ماتن کا قول "مطلقاً" یہ لفظ "انثٰی" کی قید ہے یعنی خواہ بالغہ ہو یا تندرست ہو محنت پر قادر ہو ، لیکن اگر وُہ عملاً محنت کررہی ہو مثلاً دایہ یا غسل دینے والی ہو ، تو اس کے لئے نفقہ واجب نہ ہوگا ، اور ماتن کا قول "بحيث تحل له الصدقة" (اس کے لئے صدقہ حلال ہو) یعنی وُہ نامی نصاب یا غیر نامی جو اصلی حاجت سے زائد ہو ، کا مالک نہ ہو ، اس میں ظاہر یہ ہے کہ جس مال کا وُہ مالک ہو وہ نفقہ کی جنس سے نہ ہو ، کیونکہ اگر وہ نصاب سے کم غلہ یا نقد کا مالک ہو تو اگرچہ اس کے لئے صدقہ حلال ہے لیکن اس کے لئے نفقہ ظاہراً واجب نہیں ، کیونکہ نفقہ کے وجوب کی علت ضرورت کی کفایت ہے اور جب تک اس کے پاس نفقہ کی کفایت والا مال موجود ہے تو دوسرے پر اس کا نفقہ نہ ہوگا ۔ اور ماتن کا قول " لوله منزل وخادم" (اگرچہ اس کا مکان اور خادم ہو) یعنی جبکہ وُہ ان کا حاجتمند ہو ۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر اس کی حاجت مکان کے کچھ حصے میں پوری ہوجاتی ہے تو اس کو مکان کے باقی حصّہ کو فروخت کرکے اپنے نفقہ میں خرچ کرنے کو کہا جائے گا ، اور یُونہی اگر اس کے پاس اعلٰی قسم کی سواری ہے تو اس کو فروخت کرکے ادنٰی قسم کی سواری خریدنے کے لئے کہا جائے گا تاکہ زائد رقم کو اپنے نفقہ میں خرچ کرے اھ اور شرح ادب القاضی میں اس کی مثل بیان ہے ، اھ ، مختصراً ۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۱ از بھونا فارگیٹ کراچی بندر مرسلہ پیر سید ابراہیم گیلانی قادری بغدادی ۱۵ رجب ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ :

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۸۲-۶۸۱

marfat.com

(۱) جو شخص ضعیف العمر باپ کو اصلی وطن میں مفلسی اور محتاجی کی حالت میں چھوڑ دے اور اس کو رنج و مصیبت میں ایسے ڈال دے کہ وہ ضعیف العمر اس کے پیچھے در بدر شہر بہ شہر پھرے شریف خاندان ایسے شخص عاق الوالدین اور نافرمانی عقوق الوالدین میں داخل ہے یا نہیں، اس کے پیچھے نماز جائز ہے ؟

(۲) جو شخص اپنی منکوحہ بی بی کو مع ۲ دو جوان بالغ لڑکیاں جو کہ اس کے نطفہ سے ہوں بلا نان ونفقہ چھوڑ رکھا ہو اور ان کی خبر نہ لیتا ہو اور لوگوں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ نہایت سختی و کمال ذلت سے اوقات بسر کر رہے ہیں ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

(۱) اگر باپ ضعیف و محتاج ہے اور یہ اس کی خدمت و اعانت کر سکتا ہے اور نہ کرے اور اُس سے باز رہے اور اُس کے فقر و فاقے کی پروا نہ رکھے تو بیشک عاق ہے اور مستحقِ جہنم، ایسا شخص قابلِ امامت نہیں، اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہو گی۔

(۲) ایسا شخص گنہ گار اور حقوق العباد میں گرفتار اور مستحقِ عذابِ نار ہے۔ حدیث میں فرمایا:
کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت[۱] کسی شخص کو یہ گناہ کافی ہے کہ جس کا نفقہ اس کے ذمہ ہو اسے ادا نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)
واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۲: از کانپور محلہ فیل خانہ بازار کہنہ مکان سید اشرف صاحب وکیل مرسلہ سید محمد آصف صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین اس مسئلہ میں کہ اگر زوجہ کے نان ونفقہ وغیرہ اخراجات کا بار زوج کا والد یا کوئی عزیز اٹھاتا ہو اور وہ عورت کو والدین کے یہاں جانے کی اجازت دے تو خاوند زوجہ کو جانے سے روک سکتا ہے اور عورت بلا اجازت خاوند کے جانے سے گنہگار ہو گی یا زوج کو روکنا جائز نہیں اور زوجہ جانے سے گنہگار نہ ہو گی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر مہر معجل نہ تھا یا جس قدر معجل تھا ادا ہو گیا تو چند مواضع حاجت شرعیہ جن کا استثناء فرما دیا گیا مثلاً والدین کے یہاں آٹھویں دن دیگر محارم کے یہاں سال پیچھے دن کے دن کو جانا اور شب شوہر ہی کے یہاں کرنا وغیر ذلک ان کے سوا کسی جگہ عورت کو بے اذنِ شوہر جانے کی اجازت نہیں، اگر جائے گی گنہ گار رہو گی، شوہر

---

[۱] المستدرک علی الصحیحین کتاب الزکوٰۃ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۱۵

marfat.com

روکنے کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ نفقہ کا بار دوسرا شخص اٹھاتا اور وہ دوسرا عورت کو جانے کی اجازت دیتا ہو اس کی اجازت مہمل ہوگی اور شوہر کی ممانعت واجب العمل۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ادائے مہر معجل عورت مطلقاً پابند شوہر ہے اس میں کوئی قید و تخصیص ادائے نفقہ و تکفل حوائج کی نہیں فرماتے۔ درمختار میں ہے:

لہا الخروج من بیت زوجہا للحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ ما لم تقبض المعجل فلا تخرج الا لحق لہا او علیہا او زیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ اولکونہا قابلۃ او غاسلۃ لافیما عدا ذٰلک[1] (ملخصاً)

بیوی کو حاجت کے وقت خاوند کے گھر سے نکلنا جائز ہے اور اپنے گھروالوں (والدین) کی زیارت کے لئے خاوند کی اجازت کے بغیر نکلنا جائز جب تک اس نے مہر معجل وصول نہ کیا ہو، لہٰذا وہ اپنے حق کی وصولی یا اپنے ذمہ حق کی ادائیگی یا والدین کی زیارت ہفتہ میں ایک مرتبہ، اور ذی محرم کی زیارت سال میں ایک مرتبہ، دایہ گیری یا غسل دینے کے بغیر کسی اور وجہ کے لئے باہر نہ نکلے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فلا تخرج جواب شرط مقدر ای فان قبضتہ فلا تخرج[2] الخ۔

ماتن کا قول "فلا تخرج" (تو باہر نہ نکلے) یہ مقدر شرط کا جواب ہے، یعنی اگر اس نے مہر معجل وصول کرلیا ہو تو نہ نکلے الخ (ت)

والد کا متکفل نفقہ پسر و زن پسر ہونا تو ہمارے بلاد میں معمول ہے اور دیگر بعض اعزّہ بھی تبرعاً تکفل کریں تو یہ ضرور نہیں کہ شوہر نفقہ دینے سے منکر ہو علمائے کرام تو اس صورت میں کہ شوہر نے ظلماً انفاق سے دست کشی کی یہاں تک کہ عورت محتاج نالش ہوئی تاآنکہ شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کرنے کے لئے حبس کی درخواست دی اور حاکم نے شوہر کا تعنت دیکھ کر اُسے قید کردیا اس صورت میں تصریح فرماتے ہیں کہ عورت شوہر ہی کے گھر رہے بلکہ عورت پر واقعی اندیشہ فساد ہو تو شوہر قیدخانہ میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کرسکتا ہے اور محبس میں مکان تنہا ہو تو حاکم عورت کو حکم دے گا کہ وہیں اُس کے پاس رہے۔ ہندیہ میں ہے:

لوفرض الحاکم النفقۃ علی الزوج فامتنع من دفعہا وھو موسر وطلبت المرأۃ حبسہ لہ ان یحبسہ

اگر حاکم نے خاوند پر بیوی کا نفقہ مقرر کردیا ہو اور خاوند استطاعت کے باوجود نفقہ نہ دے اور بیوی خاوند کو قید کرنے کا مطالبہ کرے تو قاضی اس کو قید کرسکتا ہے،

---

[1] درمختار | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۰۲
[2] ردالمحتار | | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۳۵۹

marfat.com

كذا فی البدائع، واذا حبسه لا تسقط عنه النفقة وتؤمر بالاستدانة حتی ترجع علی الزوج فان قال الزوج للقاضی احبسها معی فان لی موضعا فی الحبس خالیا فالقاضی لا یحبسها معه ولکنها تصبر فی منزل الزوج ویحبس الزوج کذا فی المحیط[1]

جیساکہ بدائع میں ہے، اور جب قید کردیا ہو تب بھی نفقہ اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا، اور بیوی کو کہا جائے گا کہ وہ قرض لے کر خرچ کرے تاکہ بعد میں خاوند سے اس کو وصول کرسکے، اگر خاوند قید میں قاضی سے یہ مطالبہ کرے کہ بیوی کو قید میں میرے ساتھ رکھا جائے کیونکہ یہاں میرے پاس خالی جگہ ہے تو قاضی بیوی کو اس کے ساتھ قید میں نہ دے گا تاہم بیوی خاوند کے گھر میں صبر کرے رہے گی اور خاوند قید ہوگا، جیساکہ محیط میں ہے (ت)

درمختار میں ہے:

وفی البحر عن مآل الفتاوی ولو خیف علیها الفساد تحبس معه عند المتاخرین[2]

بحر میں مآل الفتاوٰی سے منقول ہے: اور اگر بیوی کو تنہائی میں فساد کا خطرہ ہو تو متاخرین فقہائے کے نزدیک بیوی کو خاوند کے پاس قید میں رکھا جائے گا۔ (ت)

توجب صریح نفقہ نہ دینے پر بھی عورت پابند شوہر ہی رہی تو صورتِ سوال میں کیونکر خود مختار ہوسکتی ہے نفقہ نہ دینا رافع پابندی ہو تو نفقہ نہ دینا مسقط نفقہ ہوجائے اور عورت کو ہرگز دعوٰی نفقہ کا اختیار نہ رہے کہ نفقہ جزائے پابندی ہے جب پابندی نہیں نفقہ کس بات کا۔ درمختار میں ہے:

النفقة جزاء الاحتباس وکل محبوس لمنفعة غیره یلزمه نفقته کمفت وقاض ووصی زیلعی[3] الخ۔

نفقہ بیوی کو پابند کرنے کا بدل ہے جو کسی غیر کے فائدہ کے لئے پابند ہو اس کا نفقہ پابند کرنے والے پر ہوتا ہے جیساکہ مفتی، قاضی اور وصی، زیلعی الخ

اقول وایاك ان تتوهم ان النفقة اذا کانت جزاء الحبس فاذا عدمت عدم وذلك لان وجوبها متفرع عنه فوجوب الاحتباس علیها متقدم علی وجوب النفقة علیه لان الاحتباس

اقول (میں کہتا ہوں) تجھے یہ وہم نہ ہو کہ جب نفقہ پابندی کی جزا ہے تو نفقہ معدوم ہوجانے پر پابندی بھی معدوم ہوجائے گی، یہ وہم اس لئے درست نہیں کہ نفقہ پابندی پر متفرع ہوتا ہے تو بیوی پر پابندی پہلے لازم ہوگی اسکے بعد شوہر پر نفقہ لازم ہوگا نیز یہ پابندی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۵۲
[2] درمختار — باب النفقۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۷
[3] ایضاً — " — " ۱/ ۲۶۶

marfat.com

متفرع علی الانفاق فان عدم عدم، و بالجملة ان کان اللازم فوجوب الانفاق لاوقوعه فبرفع الوقوع لایرتفع الملزوم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نفقہ پر متفرع ہے کہ نفقہ معدوم ہوجائے تو حبس بھی معدوم ہوجائے، تاہم اگر نفقہ کو پابندی پر لازم قرار دیا جائے تو نفقہ کا وجوب لازم ہوگا اس کی ادائیگی لازم نہ ہوگی کہ ادائیگی ختم ہوجانے پر پابندی ختم ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۳: ۳۰ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

اگر کوئی شخص اپنے نکاح کے بعد یہ ظاہر کرے کہ میری زوجہ کی مادر کے ساتھ قبل نکاح سے میری آشنائی یعنی سابقہ زناکاری تھی اس واسطے میرا نکاح باطل ہُوا میری زوجہ کا اس سبب سے مجھ پر کچھ حق نہیں ہے اور یہ معاملہ پندرہ بیس برس کے بعد ظاہر کرے کہ اولاد بھی زوجہ مذکور سے موجود تھی تو ایسے شخص کے واسطے علمائے دین کیا فرماتے ہیں یعنی زوجہ اُس کی دین مہر و نان و نفقہ کی مستحق ہے یا نہیں جس کے علم میں اپنے شوہر کی یہ حرکت نہ تھی۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

شوہر کے اس بیان سے نکاح کے فساد کا فوراً حکم ہوگیا،

فی الدرالمختار عن الخلاصة قیل لہ ما فعلت بام امرأتك فقال جامعتھا تثبت الحرمة ولایصدق انه کذب ولو ھازلا[1]۔

درمختار میں خلاصہ سے منقول ہے کہ خاوند سے پوچھا گیا کہ تُونے اپنی بیوی کی ماں (ساس) سے کیا کارروائی کی ہے تو جواب میں اس نے کہا کہ میں نے اس سے جماع کیا ہے تو اس کے بیان و اقرار پر بیوی اس پر حرام ہوجائے گی۔ اس کے بعد اُس کا یہ کہنا کہ میں نے مذاق میں جھوٹ بولا ہے، قابل قبول نہ ہوگا۔ (ت)

اس پر لازم ہوگیا کہ عورت کو فوراً جُدا کردے اور عدت پر روز متارکہ سے عدت لازم ہے جب تک عدت میں رہے گی اس کا نان و نفقہ شوہر پر لازم رہے گا، شوہر کا کہنا کہ اس کا کوئی حق مجھ پر نہیں محض جھوٹ ہے۔

فی ردالمحتار عن البحر الحاصل ان الفرقة اما من قبلہ او من قبلھا فلو من قبلہ فلھا النفقة مطلقا سواء کان بمعصیة اولا طلاقا او فسخا

ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ خاوند بیوی میں فرقت خاوند کی کارروائی کی وجہ سے ہوگی یا بیوی کی کارروائی سے ہوگی اگر خاوند کی طرف سے ہو تو بیوی کو ہر حال میں نفقہ دینا ہوگا خاوند کی کارروائی گناہ ہو یا نہ ہو

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

marfat.com

وان کانت من قبلها فان کانت بمعصیة فلا نفقة لها و لها السکنی فی جمیع الصور[1]

طلاق ہو یا فسخ ہو، اور اگر بیوی کی طرف سے فرقت کی کاروائی ہوئی ہو فسخ واجب ہوا تو اگر اسکی کاروائی جُرم تھی تو اس کو نفقہ نہیں تاہم اس کو رہائش تمام صورتوں میں ملے گی۔ (ت)

رہا مہر اگر عورت تسلیم کرے کہ شوہر نے اُس کی ماں سے پیش از نکاح زنا کیا تھا تو اس صورت میں جو مہر مثل اس عورت کا ہو اور جو مقرر ہُوا ہو اُن دونوں میں جو کم ہے وُہ دینا آئے گا مثلاً مہر مثل ہزار روپے ہے اور دو ہزار بندھے تھے تو ہزار دینے آئیں گے اور مہر مثل دو ہزار ہے اور ہزار بندھے تھے تو بھی ہزار ہی ہوں گے، فی التنویر یجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطئ لا بغیرہ ولم یزد علی المسمی[2]

تنویر میں ہے: فاسد نکاح میں وطی کے بغیر مہر مثل واجب نہ ہوگا اور یہ مہر مثل، مقررہ مہر سے زائد نہ ہوگا۔ (ت)

اور اگر تکذیب کرے تو جو مہر بندھا تھا کامل پائے گی وھی مسئلۃ ما اذا کذبتہ فی الاسناد (یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب بیوی خاوند کو جھُوٹا قرار دے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

۳۰ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو خاوند نے نکال دیا وُہ تین برس تک محنت کرکے تن پروری کرتی رہی بعدہٗ یہ تصفیہ ہُوا کہ اگر تُو میرے کہنے پر الگ ایک مکان میں رہے جس طرح کر رہتی ہے (اس لئے کہ اس شخص کے دوسری بی بی ہے) تو میں تجھ کو دس روپیہ ماہوار دیتا رہوں گا، بموجب اس تصفیہ کے خاوند نے دو سال اور کچھ دن تک ماہوار دیا اب گیارہ ماہ کچھ دن سے نہ دیا عورت نے نوٹس دیا خاوند نے لے کر رکھ لیا اور کچھ دن بعد عورت کے مکان پر آکر بہت فساد مچایا بعدہٗ تین طلاقیں دے دیں، اب علمائے دین سے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ جو اُس کے ذمّے واجب الادا یعنی طلاق سے پیشتر کا نفقہ اس سے لینے کی عورت مجاز ہے یا نہیں اور مہر بھی اُس کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں؟

الجواب

طلاق سے مہر تمام و کمال واجب الادا ہوگیا اور بیانِ سوال سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ قصور مرد کا ہے یہی اُسے نفقہ دینا نہیں چاہتا تو اس صورت میں نفقہ واجب ہے، درمختار و علامہ طحطاوی و علامہ شامی و علمائے کبار کا فتوٰی موافق اعتماد و ترجیح محقق صاحب بحر الرائق و محقق شرنبلالی و تصحیح صریح صاحب خزانۃ المفتین رحمہم اللہ تعالٰی

---

[1] ردالمحتار | باب النفقۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۶۹

[2] درمختار | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۱

marfat.com

جیسا یہی ہے کہ جو ماہوار باہم دونوں میں رضامندی سے قرار پایا تھا جب تک کا نہ ملا سب لینے کا عورت کو اختیار ہے۔ درمختار میں ہے :

صحح الشرنبلالی فی شرحه للوهبانیة ما بحثه فی البحر من عدم السقوط ولو بائنا قال هو الاصح ورد ما ذکره ابن الشحنة فیتأمل عند الفتوی[1]

شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح میں بحر کی اس بحث کو، کہ اگرچہ بائنہ طلاق ہو تو بھی نفقہ ساقط نہ ہوگا ، صحیح قرار دیا ہے ، اور کہا کہ یہی اصح ہے اور ابن شحنہ نے جو ذکر کیا اس کا انھوں نے رَد کیا ہے ، تو فتوٰی دیتے وقت غور کرنا چاہیے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

بان ینظر فی حال الرجل هل فعل ذلك تخلصا من النفقة اولسوء اخلاقها مثلا فان کان الاول یلزم بها وان کان الثانی لایلزم هذا ما قاله المقدسی وینبغی التعویل علیه[2] ط۔

ایسی کارروائی میں قاضی کو غور کرنا چاہئے کہ کیا خاوند نے مثلاً یہ کارروائی نفقہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کی ہے یا واقعتاً بیوی بدفطرت ہے ، اگر پہلی وجہ ہو تو قاضی بیوی کے لئے نفقہ کو لازم قرار دے اور اگر دوسری وجہ ہو تو پھر لازم نہ کرے ، یہ مقدسی کا بیان ہے اور اسی پر اعتماد چاہیے ، طحطاوی۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے :

المفروضة لاتسقط بالطلاق علی الاصح[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مقررہ نفقہ طلاق کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا اصح قول پر۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۵: از سرولی ضلع بریلی مرسلہ جناب عشاق احمد صاحب مورخہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کی عورت عرصہ دو سال سے اپنے ساس اور سسرے سے ناراض ہو کر میکے چلی گئی خانگی جھگڑے پر ، اور وہی عورت اپنے خاوند سے رضامند ہے لیکن خاوند اُس کا اپنے والدین کو چھوڑنا نہیں چاہتا اس وجہ سے وُہ عورت اپنی سسرال میں نہیں آتی باوجودیکہ چند مرتبہ اُس کے ساس اور سسر رخصت کے واسطے اُس عورت کے مکان پر گئے لیکن نہیں آئی ، اب لڑکے کے والدین

---

[1] درمختار | باب النفقة | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۷۰
[2] ردالمحتار | | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۶۵۹
[3] خزانۃ المفتین | فصل فی النفقة | قلمی نسخہ | ۱/ ۱۰۲

marfat.com

دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں اور اُس عورت کو طلاق دینا نہیں چاہتے اس صورت میں پہلی بیوی ازروئے شرع اپنے مہر کا مطالبہ بذریعہ نالش کرسکتی ہے یا نہیں اور اگر طلاق دے دی جائے تو مستحق مہر کی ہوگی یا نہیں کیونکہ اُس کے والدین طلاق کو کہتے ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر طلاق دی جائے گی تو عورت مطالبۂ مہر کرسکے گی ورنہ جو مہر مؤجل بندھا ہو نہ اُس کی کوئی میعاد مقرر کی گئی ہو عورت قبل موت یا طلاق اُس کا مطالبہ نہیں کرسکتی، جبکہ وُہ ناراض ہوکر اپنے میکے چلی گئی اور بلانے سے نہیں آئی تو اُس کا نان ونفقہ بھی شوہر پر سے ساقط ہے جب تک وُہ شوہر کے یہاں واپس نہ آئے اور شوہر پر یہ بھی لازم نہیں کہ اُسے طلاق دے جب کہ یہ بُلانا چاہتا ہے اور وُہ بلاوجہ شرعی نہیں آتی تو الزام عورت پر ہے شوہر پر نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۶ از ریاست جاورہ ڈونگر دروازہ مرسلہ ہدایت نور خاں صاحب برادر نواب جاورہ
۲۴ رمضان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو عورت اپنے زوج کی نافرمانی کرکے بلا اجازت وبغیر حق مکانِ شوہر سے نکل کر علیحدہ بخانۂ والدین یا کسی عزیز کے یہاں جاکر سکونت کرے جس کو اہل شرع ناشزہ کہتے ہیں پس اس عورت کا نان ونفقہ کفیل پر دینا واجب ہوگا یا نہیں اور ایسی عورت میں کفیل کی کفالت وضمانت صحیح ومعتبر رہی یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زنانِ نشوز کا نفقہ دینا نہ آئے گا یعنی جب تک وُہ بے اجازتِ شوہر بروجہ ناحق دوسری جگہ رہے گی اُتنی مدت کے نفقہ کا مطالبہ کفیل سے بھی نہیں کرسکتی کہ کفالت ضم الذمۃ الی الذمۃ فی الدین (ایک ذمہ دار کے ساتھ دوسری ذمہ دار کو قرضہ میں ملانا) ہے' یا فی المطالبۃ وھو الاصح کما فی الھدایۃ (مطالبہ میں ملانا، یہی اصح ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے) اور ناشزہ کا نفقہ خود اصیل یعنی زوج ہی پر لازم نہیں تو کفیل سے اُس کا مطالبہ کیونکر ممکن۔

رہا یہ کہ اس صورت میں کفالت نفقہ صحیح رہی یا نہیں، اگر کفالت ابتداءً بروجہِ صحت واقع ہولی ہے اور وہ کسی مدت معینہ تک کے لئے نہ تھی کہ اس کی انتہا سے منتہی ہوجائے تو عورت کا ناشزہ ہونا اُسے رفع نہ کرے گا، اگر عورت نشوز سے باز آکر پھر تسلیم نفس شوہر کو کردے گی تو جتنے نفقہ کی مستحق ہوگی کفیل سے اُس کا مطالبہ کرسکے گی کہ مذہب مفتی بہ میں کفالت نفقہ اگر مطلقہ ہو ابد کے لئے ہے۔ درمختار میں ہے:

ولو کفل لھا کل شھر کذا ابدا وقع علی الابد وکذا لو لم یقل ابدا عند	بیوی کے لئے ہر ماہ اتنا نفقہ دائمی ہوگا، کا کوئی شخص اگر ضامن بنے تو یہ دائماً اتنے کا ضامن ہوگا اور امام

marfat.com

الثاني وبه یفتی بحر[1] وتحقیق المقام فی رد المحتار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ابویوسف کے نزدیک اگر دائماً نہ کہے تو بھی دائمی ہوگا، اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، بحر۔ اس مقام کی مکمل تحقیق ردالمحتار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۰: ازساندھن ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ محبوب احمد صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے زبیدہ کے وارثوں کو نوٹس اور زبانی ذریعہ سے ولی بننے کو کہا اور زبیدہ کے وارثوں نے انکار کردیا، زید نے نوٹس کے ذریعہ اطلاع دی کہ اگر اب تم ولی نہ بنوگے اور بعد میں بننا چاہو گے تو تم سے زبیدہ کے خوردونوش وغیرہ کا خرچ لے لیا جائے گا، اب اگر چند سال بعد زبیدہ کے وارث ولی بننا چاہیں تو کیا زید زبیدہ کے خوردونوش وغیرہ کا خرچ لے سکتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ نوٹس کوئی عقد شرعی نہیں اس کی بناء پر کوئی مطالبہ نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۱: ازحافظ اسمٰعیل خاں عقب کوتوالی بریلی ۱۴ رجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو زید نے طلاق مغلظہ دے دی اور اُس کی زید سے ایک دختر صغیرہ ہے چند سال بعد ہندہ مدعی ہُوئی کہ وہ اتنی مدت سے اپنے میکے میں رہتی ہے میں نے اب تک قرض دام لے کر اپنی اور اپنی دختر کی حاجت پوری کی لہذا روزِ طلاق سے چار مہینے دس دن بعد تک میرا نفقہ اور آج تک کا دختر کا پچاس پچاس روپے ماہوار کے حساب سے مجھ کو دلایا جائے حالانکہ نہ کوئی ماہوار وغیرہ تقرر نفقہ زید نے کیا نہ حاکم نے بلکہ ہندہ اس سے پہلے نفقہ کا دعوٰی فوجداری میں دائر کرچکی تھی جو خارج ہوا اس صورت میں ہندہ کا دعوٰی مسموع ہے یا نہیں اور کل گزشتہ مدت کا نفقہ ہندہ یا دخترِ ہندہ کا زید پر واجب الادا ہے یا نہیں اور عورت اور اولاد کے نفقہ میں اس بارے میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں ہندہ کا دعوٰی محض باطل ونامسموع ہے گزشتہ مدت کا ایک حبہ نہ عورت کے نفقہ کا زید پر لازم ہے نہ دختر کا، زن اور اولاد کے نفقہ میں یہ فرق ہے کہ عورت اگرچہ مالدار ہو اُس کا نفقہ شوہر پر لازم ہوتا ہے جبکہ وہ اُس کے یہاں رہے اور بلاوجہ شرعی میکے میں رہے تو اصلاً نفقہ کی مستحق نہیں اور اولاد کا نفقہ اُن کی محتاجی کی حالت میں لازم ہوتا ہے، اگر مال رکھتے ہیں اُن کا نفقہ باپ پر نہیں ورنہ ہے

---

[1] درمختار باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۸

marfat.com

اگرچہ وُہ اُس کے یہاں نہ رہیں پھر جو نفقہ نہ باہمی قرارداد سے مقرر ہُوا ہو نہ حاکم کے حکم سے اُسے اگر ایک مہینہ یا زیادہ کتنے ہی برس گزر جائیں اور اس مدّت میں عورت اور اولاد قرض دام سے خواہ کسی طریقہ سے اپنی حاجت نکالتے رہیں یا عورت اپنے مال خواہ قرض یا گداگری سے اپنا اور اپنے بچّوں کا پیٹ پالے تن ڈھکے تو اس مدّت کے کسی حبہ کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہوسکتا، ہاں اگر بحکم حاکم یا تراضی باہمی قرارداد نفقہ ہولیا تھا کہ مثلاً اتنا ماہوار دینا ٹھہرا اور مدتیں گزریں شوہر نے نہ اُس کا نفقہ دیا نہ اولاد کا، تو عورت اپنے نفقہ مقررشدہ کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اولاد کا نفقہ اگرچہ برضائے باہمی یا بحکم حاکم مقرر ہوا ہو جب وقت گزر گیا ساقط ہوگیا کہ وُہ بوجہ حاجت تھا اور مدّت گزشتہ کی حاجت نکل چکی اگرچہ کسی طرح نکلی یہاں تک کہ اگر حاکم نے صغیر بچّہ کے لئے ماہوار اُس کے باپ پر مقرر کیا اور ماں کو حکم دیا کہ اس سے نہ ملے تو تو قرض لے کر بچّہ پر خرچ کر تو اگر اُس نے قرض لے کر خرچ کیا جب تو بوجہ حکم حاکم باپ سے واپس پائے گی اور اگر اپنے پاس سے خرچ کیا تو جبہ لینے کی مستحق نہ ہوگی کہ حاکم نے قرض لے کر خرچ کرنے کو کہا تھا وُہ اس نے نہ کیا، درمختار میں ہے:

لا نفقة لخارجة من بيته بغير حق وهی الناشزة حتی تعود[1]

خاوند کے گھر سے باہر رہنے والی کے لئے نفقہ نہیں ہے وُہ واپس آنے تک نافرمان قرار پائے گی۔ (ت)

اسی میں ہے:

النفقة لا تصير دينا الا بالقضاء او الرضاء، ای اصطلاحهما علی قدر معين اصنافا او دراهم فقبل ذلك لا يلزمه شیئ[2]

نفقہ اس وقت تک خاوند کے ذمّہ قرض نہ ہوگا جب تک قاضی نے یا باہمی رضامندی سے طے نہ کرلیا ہو، یعنی جب تک خاوند بیوی نے باہمی مصالحت سے نفقہ کی مقدارِ جنس یا نقد متعین نہ کردی ہو، تو اس سے قبل خاوند پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

قضی بنفقة غير الزوجة ومضت مدة سقطت[3]

اگر قاضی نے بیوی کے علاوہ غیر کا نفقہ لازم کیا ہو اور بغیر ادائیگی جو مدت گزر گئی اس مدّت کا نفقہ ساقط قرار پائے گا (ت)

---

[1] درمختار | باب النفقة | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۶۷
[2] ایضاً | " | " | ۱/۲۷۰
[3] درمختار شرح تنویر الابصار | " | " | ۱/۲۷۷

marfat.com

ہدایہ میں ہے :

اذاقضی القاضی للولد والوالدین وذوی الارحام بالنفقۃ فمضت مدۃ سقطت الا ان یاذن القاضی بالاستدانۃ علیہ[1]

جب قاضی اولاد، والدین یا ذوی الارحام کے لئے نفقہ کی ادائیگی کا فیصلہ دے تو گزری ہُوئی مدت کا نفقہ ساقط ہوجائے گا الّایہ کہ قاضی نے اس کے نام پر ان لوگوں کو قرض لے کر خرچ کرنے کا حکم دیا ہو تو ساقط نہ ہوگا۔ (ت)

فتاوٰی بزازیہ میں ہے :

وان انفقت (ای الام) علیہ من مالہا او من المسئلۃ من الناس لاترجع علی الاب[2]

اگرماں نے بچے پر اپنا مال خرچ کیا ہو یا لوگوں سے مانگ کر خرچ کیا ہو تو اس خرچہ کو بچے کے والد سے وصول نہ کرسکے گی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

امرت بالاستدانۃ فلم تستدن بل انفقت من مالہا فلا رجوع لہا لانہا لم تفعل ما امرھا بہ القاضی[3] (ملخصًا)

اگر قاضی نے عورت کو قرض لے کر خرچ کرنے کا فیصلہ دیا ہو تو پھر عورت نے قرض کی بجائے اپنا مال خرچ کیا تو اس کی وصولی کا حق اسے نہ ہوگا، کیونکہ اس نے قاضی کے فیصلہ پر عمل نہ کیا۔ (ملخصًا)۔ (ت)

اور عدتِ طلاق چار مہینے دس دن سمجھنا محض جہالت ہے اس کی مدّت تین حیض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۹: از یادسوگنج ضلع ہردوئی (اودھ) مرسلہ سیّد عنایت حسین گرداور قانون گو ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

زید کی شادی تقریباً تین سال ہُوئے کہ ہُوئی، اس وقت تک کوئی اولاد نہیں ہُوئی، عورت منکوحہ ناقص العقل یہاں تک کہ ایک آنہ کا حساب نہیں جانتی، تین سو۳۰۰ روپے کا زیور گُم کرچکی ہے، ناقص العقل ہونے کی وجہ سے اُسے گُم کردیا، اُسے گفتگو کی تمیز نہیں ہے کہ جو اُس کا شوہر ہے اُس سے گفتگو کرسکے، وُہ کھانا پکانا اور کپڑا سینا بھی نہیں جانتی ہے اور نماز روزے کو بھی نہیں سمجھتی ہے اور نہ اُسے یاد ہوتا ہے، اب وُہ شخص شادی دوسری ان وجوہات سے کرنا چاہتا ہے، مسئلہ اسلام اجازت دیتا ہے یا نہیں، اور اس کو کس صورت سے

---

[1] ہدایۃ باب النفقۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۴۲۸-۲۹

[2] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ التاسع عشر النفقات نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۶۵

[3] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۶

marfat.com

شوہر کو رکھنا پڑے گا جبکہ وُہ خبط الحواس ہے، کیا اخراجات دونوں عورتوں کے برابر اٹھانا پڑیں گے یا نہیں، اور اگر وہ منکوحہ دوسری عورت صاحبِ جائداد ہووے تب کس حیثیت سے اس کو رکھنا چاہئے اور آیا شوہر کو دونوں عورتیں اپنے ہمراہ رکھنا پڑیں گی یا صرف ایک اور ایک بہ سبب خبط الحواس ہونے کے نہیں رکھنا پڑے گی۔

الجواب

دوسری شادی کی اجازت ہے مگر عدل فرض ہوگا، دونوں کو برابر رکھنا ہوگا، یہ جائز نہ ہوگا کہ دوسری کے پاس رہے اور پہلی سے اس کی کم عقلی کے باعث جدا رہے، دوسری عورت اگر مالدار ہے اور پہلی محتاج ہے تو شوہر اگر مالدار ہے تو دوسری کے لئے مالداروں کا نفقہ واجب ہوگا اور پہلی کے لئے مالداروں اور محتاجوں کے نفقہ کا اوسط، اور اگر شوہر محتاج ہے تو پہلی کے لئے محتاجوں کا نفقہ واجب ہوگا اور دوسری کے لئے اوسط، یہ اوسط اب نہ دے سکا تو جتنا دے سکے دے گا باقی اس پر اس دوسری عورت کے لئے قرض رہے گا کہ جب طاقت پائے ادا کرے۔ درمختار میں ہے:

النفقة تجب للزوجة علی زوجها بقدر حالهما به یفتی ویخاطب بقدر وسعه والباقی دین الی المیسرة۔ ملخصًا۔[1]

خاوند پر بیوی کا نفقہ دونوں کے حال کے پیش نظر واجب ہوگا، اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، لہذا خاوند سے وصولی اس کی توفیق کے مطابق ہوگی، اگر کچھ باقی رہ جائے تو وُہ خاوند کے ذمہ قرض ہوگا جس کی وصولی اس کی بہتر پوزیشن پر کی جائے گی، ملخصًا۔ (ت)

دونوں عورتوں کے نفقہ میں فرق ہوگا اگر ایک اُن میں مالدار اور دوسری محتاج ہے، باقی رات کو رہنے اور لینے دینے وغیرہ اختیاری باتوں میں دونوں کو برابر رکھنا ہوگا اگرچہ ایک کم عقل اور بے سلیقہ ہے۔ عالمگیری میں ہے:

یسوی بین الجدیدة والقدیمة والبکر والثیب والصحیحة والمرضیة والرتقاء والمجنونة التی لایخاف منها والحائض والنفساء والحامل والحائل والصغیرة التی یمکن وطؤها کذا فی التبیین[2]۔ وھو تعالٰی اعلم۔

نئی، پرانی، باکرہ، ثیبہ، تندرست، بیمار، شرمگاہ کی تنگی والی، مجنونہ جس سے ضرر کا خوف نہ ہو، حیض و نفاس والی، حاملہ وغیرہ اور نابالغہ جس سے وطی کی جاسکتی ہو، تمام بیویوں کا حق برابر اس پر ہوگا، جیسا کہ تبیین الحقائق میں ہے۔ وھو تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار | باب النفقہ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۲۶۶

[2] فتاوٰی ہندیہ | باب القسم | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۳۴۰

marfat.com

مسئلہ ۱۸۰ از علی گڑھ مدرسۃ العلوم مولوی عبداللہ صاحب ناظم دینیات و نصرت شیر خاں محرر دینیات
۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

زید کو عرصہ تئیس ۲۳ سال سے پچھتر ۷۵ روپے ماہوار بذریعہ ملازمت کے ملتا ہے اور بجز اس ماہواری تنخواہ کے اور کسی قسم کی زید کو آمدنی نہیں ہے اور زید کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ جو روپیہ ماہواری ملتا ہے وہ سب کا سب اپنی اہلیہ کو دے دیتا ہے، اور زید نے اپنی اہلیہ سے یہ کہہ رکھا ہے کہ جو مقدار شرعی طور سے تمھارے نان نفقہ میں یا میرے ذاتی اخراجات یا میری زوجہ اولیٰ کی اولاد پر اس میں سے خرچ ہو کر جو کچھ پس انداز ہو اس رقم کو تم اپنے مہر میں محسوب کرتی رہو تاکہ آٹھ دس برس میں تمھارے مہر سے مجھ کو سبکدوشی حاصل ہو اور اس معاملہ پر زید نے اپنے اور اپنی اہلیہ کے اقربا کو گواہ بھی کر لیا ہے اور زید کی زوجہ کو بھی اس معاہدہ اور معاملہ سے انکار نہیں ہے بلکہ اس وقت تک اقرار ہے لیکن نان نفقہ کی مقدار رقم میں زید اور اس کی زوجہ کا اختلاف ہے، زید تو یہ کہتا ہے کہ میرے پاس بجز اس ملازمت کی آمدنی کے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں اور میں پانچ ہزار روپے کا قرضدار ہوں جو مہر کا ہے جس کے ادا کرنے کا میں نے ڈول ڈالا ہے، اس صورت میں نان و نفقہ کی مقدار رقم ماہواری معسر یعنی تنگدست کی شرعاً ہونی چاہئے، اور زید کی زوجہ رائقہ یہ کہتی ہے کہ تمھارا مشاہرہ بڑا مشاہرہ ہے نان و نفقہ کی رقم ماہواری کی مقدار موسر یعنی مالدار کی حیثیت سے مقرر ہونی چاہئے، اب علمائے اسلام عالی مقام سے یہ سوال ہے کہ شرعاً زید کا کہنا مقبول ہے یا زید کی زوجہ رائقہ کا قول شرعاً مقبول ہے؟ اور معسر شخص کو کتنے روپے ماہوار آٹھ سال سابق سے دینے چاہئیں؟ اور اس زمانہ میں جو گرانی ہے کتنے روپیہ نان و نفقہ کے لگائے جائیں؟ اور یہ بھی عرض کر دینا ضرور ہے کہ باہر کے کام مثلاً غلہ یا دال یا پان وغیرہ منگانے کا زید اپنی وجاہت سے کسی نہ کسی سے کرا دیتا ہے اور گھر کے کھانا پکانے کا کام جب سے نکاح ہوا زید کی زوجہ یا اس کی والدہ نے اپنے متعلق کر رکھا ہے جیسے کہ عموماً شرفاء کے گھروں میں عرفاً مروج و معمول بہ ہو رہا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہاں متعدد امور ملحوظ ہوتے ہیں:

(۱) مقدار دخل۔

(۲) گرانی و ارزانی۔

(۳) حال مقام، مثلاً زیادہ سرد ممالک میں جاڑے کا سامان زیادہ درکار ہوتا ہے معتدل میں کم، اور بلحاظ آب و ہوا غذا میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔

(۴) زمانہ موجودہ میں عادت بلد جہاں جیسی خوراک و پوشاک معتاد و معہود ہو مثلاً اب عرب خصوصاً مدینہ طیبہ

marfat.com

میں عموماً خوش خوراکی وخوش پوشاکی معمول ہے حالانکہ یہی عرب ایک وقت کمال سادگی وتقلل سے موصوف تھا اعتبار عام عوائد کا ہوگا نہ خاص کسی بخیل یا مسرف کا بعض بلاد مثلاً شاہجہانپور میں عام طور پر تیل کھاتے ہیں۔ پلاؤ قورمہ پراٹھے تیل کے ہوتے ہیں، ہمارے بلاد میں یہ طبعاً مکروہ اور عرفاً معیوب۔ تو وہاں گھی کا مطالبہ نہ ہوگا یہاں ہوگا وقس علیہ۔ متعارف طور پر ان سب باتوں کے لحاظ کے بعد کہہ سکتے ہیں کہ اتنی آمدنی اتنے مصارف والا ایسے وقت ایسے مقام میں موسر مرفہ الحال یا معسر تنگدست یا متوسط۔ تنویر الابصار میں ہے:

یقدرھا بقدر الغلاء والرخص[1]۔

نفقہ مہنگائی اور ارزانی کے اعتبار سے ہوگا۔ (ت)

نیز اسی میں اور بحوالہ اختیار درمختار میں ہے:

یختلف ذٰلک یسارا واعسارا وحالا وبلدا[2]۔

نفقہ خوشحالی، تنگدستی، علاقے اور صورت حال کے لحاظ سے مختلف ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لوقال ووقتا لکان اولٰی[3]۔

اگر ماتن یہاں وقت کو بھی ذکر کرتے تو بہتر ہوتا (ت)

اُسی میں ہے:

یراعی کل وقت او مکان بمایناسبہ[4]۔

وقت اور جگہ کا اعتبار کرتے ہُوئے نفقہ مناسب مقرر ہوگا۔ (ت)

اُسی میں ذخیرہ سے ہے:

ماذکرہ محمد علی عادتھم وذٰلک یختلف باختلاف الاماکن حرا وبردا والعادات فعلی القاضی اعتبار الکفایۃ بالمعروف فی کل وقت ومکان[5]۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے لوگوں کی عادت کے اعتبار کو ذکر کیا ہے، تو نفقہ جگہوں کے گرم سرد اور وہاں کی عادات کے اختلاف سے مختلف ہوگا، تو قاضی کو ہر مقام اور وقت کے لحاظ سے عرف میں کفایت کا اعتبار کرنا ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار	باب النفقۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۶۸
[2] ایضاً			
[3] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۶۵۲
[4] "	"	" "	۲/ ۶۵۱
[5] "	"	" "	۲/ ۶۵۲

marfat.com

بحر میں ہے:

فی الظھیریۃ قدر محمد الکسوۃ بدرعین وخمارین وملحفۃ فی کل سنۃ اراد بھما صیفیا وشتویا ولم یذکر السراویل فی الصیف اذ لابد منہ فی الشتاء وھذا فی عرفھم امافی عرفنا فتجب السراویل وثیاب اخر کالجبۃ والفراش التی تنام علیہ واللحاف وماتدفع بہ اذی الحر والبرد وفی الشتاء درع خزوجبۃ قزوخمار ابریسم اھ وفی المجتبٰی ان ذٰلک یختلف باختلاف الاماکن والعادات فیجب علی القاضی اعتبار الکفایۃ بالمعروف فی کل وقت ومکان[1]

ظہیریہ میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے لباس میں سالانہ دو چادروں، ایک لحاف اور دو دوپٹوں کی مقدار ذکر کی ہے، اس سے مراد گرما اور سرما دونوں موسموں کے لئے، انھوں نے موسم گرما میں شلوار کا ذکر نہ فرمایا کیونکہ یہ سردی کے موسم میں ضروری ہے، یہ ان کے عرف میں ہے، لیکن ہمارے عرف میں شلوار اور دیگر کپڑے مثلاً جبّہ، گدّا جس پر سوتے ہیں اور لحاف اور وُہ کپڑا جس سے سردی اور گرمی کی شدّت سے تحفظ کیا جاتا ہے اور سردیوں میں اُونی چادر اور گرم جبّہ اور ریشمی دوپٹہ اھ، مجتبٰی میں ہے کہ لباس علاقوں اور عادتوں کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے تو قاضی پر لازم ہے کہ وُہ ہر علاقے اور وقت کا اعتبار کرتے ہُوئے وہاں کے عرف کے مطابق کفایت والے کا فیصلہ کرے۔ (ت)

اسی طرح فتح القدیر میں اقضیہ اور ہندیہ میں محیط سے ہے۔ رہا شوہر کا مدیون ہونا **اقول** (میں کہتا ہُوں۔ ت) ظاہراً اس کے سبب نفقۂ زن میں تنگی نہیں کرسکتے کہ یہ بھی مطالبۂ عبد ہے بلکہ فتاوٰی امام اجل قاضی خاں پھر ہندیہ میں ہے:

المحبوس بالدّین اذاکان یسرف فی اتخاذ الطعام یمنع القاضی عن الاسراف ویقدر لہ الکفاف المعروف وکذٰلک فی الثیاب یقتصد فیھا ویأمرہ بالوسط ولا یضیق علیہ فی مأکولہ ومشروبہ وملبوسہ[2]

قرض میں مقید شخص اگر خوراک کی تیاری میں اسراف سے کام لیتا ہو تو قاضی اس کو اسراف سے منع کرے اور بقدر کفایت عرف کے مطابق خرچ کا پابند کرے اور ایسے ہی لباس کے معاملے میں میانہ روی سے کام لے اور اس کا پابند کرے تاہم کھانے پینے اور لباس میں اس پر تنگی نہ کرے۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق | باب النفقہ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۴/۱۸۷
[2] فتاوٰی قاضی خاں | کتاب الحجر | نولکشور لکھنؤ | ۴/۹۱۸

جب مدیون پر خود اس کے نفقہ میں تنگی نہ کی گئی اوسط کا لحاظ رہا تو دوسرے کے نفقہ واجبہ میں بدرجہ اولٰی فلیراجع ولیحرر (اس کی طرف رجوع کیا جائے اور چھان بین کی جائے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔ اس کے ساتھ عورت کا خود اپنا حال بھی دیکھا جائے گا کہ غنیہ مفرطہ فی الغنا ہے یا فقیرہ یا متوسطۃ الحال۔ اگر زن وشو دونوں ایک طرح کے ہیں تو اُسی طرح کا نفقہ لازم آئے گا اور مختلف ہیں تو دونوں کے حال کا اوسط مثلاً ایک کے اعتبار سے عورت کا نفقہ دس روپے ماہوار ہونا چاہئے اور دُوسرے کے لحاظ سے چار روپے تو سات روپے ماہوار واجب کریں گے پھر اگر شوہر فی الحال اُس کی ادا پر قادر ہے فبہا ورنہ جس قدر پر قادر ہے دے گا باقی وقت فراخی تک اُس پر دَین رہے گا۔

قال اللہ تعالٰی لینفق ذوسعة من سعته ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما اٰتاه اللہ لا یکلف اللہ نفسا الا ما اٰتٰها سیجعل اللہ بعد عسر یسرا[1]○

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر خرچہ مقدر کیا گیا ہو وہ اللہ تعالٰی کے دئے سے خرچ کرے اللہ تعالٰی کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کی جو اس نے اسے عطا کیا ہے عنقریب اللہ تعالٰی تنگی کے بعد آسانی فرمائے گا۔(ت)

درمختار میں ہے:

یستحق النفقة بقدر حالهما به یفتی ویخاطب بقدر وسعه والباقی دین الی المیسرة[2]۔

دونوں کے حال کے مطابق وہ نفقہ برداشت کرے گا، اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، اور جتنی توفیق ہو اسی کے مطابق ادائیگی کا حکم ہوگا اور باقی اس کے ذمہ ہوگا اس کو آسانی کے وقت ادا کرے گا۔(ت)

ردالمحتار وبحرالرائق میں ہے:

اتفقوا علی وجوب نفقة الموسرین اذا کانا موسرین وعلی نفقة المعسرین اذا کانا معسرین وانما الاختلاف فیما اذا کان احدهما موسرا والاٰخر

فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ اگر دونوں کشادہ حال ہوں تو اس کے مطابق اور اگر دونوں تنگدست ہوں تو اس کے مطابق نفقہ واجب ہوگا اور اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب ایک فراخی والا ہو اور دُوسرا

---

[1] القرآن ۶۵/ ۷

[2] درمختار باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۷

marfat.com

معسرا فعلی ظاهر الروایة الاعتبار لحال الرجل فان کان موسرا وھی معسرة فعلیه نفقة الموسرین وفی عکسه نفقة المعسرین واما علی المفتی به فتجب نفقة الوسط فی المسألتین وھو فوق نفقة المعسرة ودون نفقة الموسرة۔[1]

تنگدست ہو تو ظاہر روایت کے مطابق اس صورت میں خاوند کی حالت کا اعتبار ہوگا اگر خاوند فراخ دست اور بیوی تنگدست ہو تو فراخی والا نفقہ اور اگر خاوند تنگدست ہو اور بیوی امیر ہو تو تنگی والا نفقہ واجب ہوگا جبکہ فتوٰی والا قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں صرف خاوند کے حال کی بجائے دونوں کے حال کے اعتبار سے درمیانہ نفقہ واجب ہوگا، اور وہ تنگ حالی سے زائد اور فراخی سے کم ہوگا۔ (ت)

اس کے سوا یسار و اعسار کی کوئی خاص تحدید یہاں علماء نے نہ فرمائی امرِ عرف پر دائر رکھا ہے بخلاف نفقۂ اقارب کہ وہاں یسار مقدر بہ نصاب ہے،

ورأیت فتاوی الخیریة انه ساق الی ھنا ماذکروہ ثمه اذ سئل فی الزوجین اذا کانا غنیین ھل تجب علیه نفقة الاغنیاء وما حد الغنی فی باب النفقة (اجاب) نعم تجب نفقة الاغنیاء قال فی البحر اختلفوا فی حد الیسار علی اربعة اقوال احدھما انه مقدر بنصاب الزکوٰة قال فی الخلاصة وبه یفتی واختارہ الولوالجی معللا بان النفقة تجب علی الموسر ونھایة الیسار لاحد لھا وبدایته النصاب فیقدر به، والثانی انه نصاب حرمان الصدقة وھو النصاب الذی لیس بنام قال فی الهدایة وعلیه الفتوی وصححه فی الذخیرة اھ

اور میں نے فتاوٰی خیریہ میں دیکھا تو انھوں نے وہی روش اختیار کی جو فقہاء نے اُوپر ذکر کی ہے، جب ان سے سوال ہُوا کہ جب دونوں غنی ہوں تو کیا غنی والا نفقہ واجب ہوگا اور نفقہ میں غنی کی حد کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا ہاں غنی والا نفقہ واجب ہوگا، بحر میں فرمایا کہ غنا کی حد میں فقہاء نے اختلاف کیا جو چار قول ہیں، ایک یہ کہ غنا کی حد نصابِ زکوٰۃ کا اندازہ ہے، خلاصہ میں کہا اسی پر فتوٰی ہے، ولوالجی نے اسی کو پسند کیا اور وجہ یہ بیان کی کہ نفقہ سہولت پر مبنی ہے اور سہولت کی کوئی آخری حد نہیں ہے جبکہ اس کی ابتدائی حد نصاب ہے لہذا اسی کو معیار قرار دیا جائے گا۔ اور دوسرا قول یہ کہ غناء کی حد وُہ ہے جس پر صدقہ لینا حرام ہوتا ہے یہ وُہ نصاب ہے جو نامی نہ ہو یعنی تجارتی یا نقدی والا نصاب نہ ہو، ہدایہ میں فرمایا اسی پر فتوٰی ہے، اور ذخیرہ میں اس کو صحیح

---

[1] ردالمحتار باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۵

marfat.com

والذی یظهر للفقیه البارع فی الفقه ان الاول اولٰی بالقبول لان مالیس بنام سریع النفاد اذا توارد ت علیه النفقات کما هو ظاهر واللہ تعالٰی اعلم[1] اھ مافی الخیریة **اقول** تعلیل الامام الولوالجی لایفید الا اشتراط النصاب دون النمو الا ان یضم الیه ماافاد العلامة الرملی وفیه تامل فتامل **ثمّ اقول** فی سوقه الی هنا نظر فان المعتبر فی الاقارب القدرة حتی اوجب محمد علی من یکسب کل یوم درهما وتکفیه اربع دوانق ان ینفق الدانقین علی محارمه قال فی الفتح وهذا یجب ان یعول علیه فی الفتوٰی[2] اھ فالموسر ثمه من یمکنه دفع حاجة غیره بدون لحوق ضرر به والمعسر بخلافه ولذا لم تجب علیه اصلا اما نفقة المرأة فتجب علی الزوج مطلقا وان لم یکن

قرار دیا ہے اھ اور فقہ میں مہارت رکھنے والے پر جو ظاہر ہو رہا ہے وُہ یہ کہ پہلا قول قبولیت میں اولٰی ہے کیونکہ جو نصاب نامی نہ ہو یکے بعد دیگرے اخراجات میں وُہ جلدی ختم ہوجاتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے، واللہ تعالٰی اعلم، خیریہ کی عبارت ختم ہُوئی۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں) امام ولوالجی کی بیان کردہ علّت صرف نصاب کی متقاضی ہے نامی ہونے کو متقاضی نہیں ہے ہاں اگر علامہ رملی کی بیان کردہ وجہ کہ نفقہ کے باب میں غنا کا اعتبار ہوتا ہے کو شامل کیا جائے تو نامی کی وجہ بن سکتی ہے جبکہ وہ قابلِ غور بات ہے، تو غور کرو۔ **ثمّ اقول** (میں پھر کہتا ہوں) خیریہ کا جو یہاں تک بیان ہے اس میں اعتراض ہے کیونکہ اقرباء کے نفقہ میں صرف قدرت والی وسعت معتبر ہے حتی کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے روزانہ ایک درہم کمانے والے پر اقرباء کے نفقہ کے متعلق یہ واجب کیا ہے کہ اگر درہم کمانے والے کا گزارہ چار دانق پر ہوتا ہے تو وُہ اپنے ذوالارحام پر دو دانق خرچ کرے۔ فتح میں فرمایا کہ یہی وُہ قول ہے جس پر فتوٰی دینے میں اعتماد کیا جا سکتا ہے اھ تو ذوالارحام کے نفقہ میں جو دوسرے کی حاجت کو پُورا کر سکے اور خود ضرر میں مبتلا نہ ہو وہ فراخ دست کہلائے گا، اور تنگدست وُہ ہوگا جو ایسا نہ کر سکے اور اس وجہ سے اس پر بالکل واجب نہ ہوگا لیکن بیوی کا نفقہ تو خاوند پر ہر حال میں

---

[1] فتاوٰی خیریة باب النفقة دار المعرفة بیروت ۱/۶۵
[2] فتح القدیر فصل وعلی الرجل ان ینفق علی ابویه الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۲۷

marfat.com

له شئ وانما الموسر والمعسر ههنا بمعنی الموسع والمقتر وذٰلك لایتقید بالنصاب ولا یلزمه بل یختلف بما قدمنا فجعلهم مالك النصاب قادرا لا یستلزم جعله موسعا وان یلزم علیه لامرأته نفقة الاغنیاء و هی ربما تفنی النصاب فی اقل من نصف سنة بل فی ربعها۔

واجب ہوتا ہے اگرچہ خاوند کے پاس کچھ بھی نہ ہو، تو بیوی کے نفقہ کے معاملہ میں غنی اور تنگدست بمعنی صاحبِ وسعت اور تنگی ہے اور یہ معنی نصاب سے مقید نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کو نصاب لازم ہے بلکہ دونوں جُدا ہوجاتے ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے، تو ان کا خاوند کو صاحبِ نصاب قرار دے کر نفقہ پر قادر ماننا اس چیز کو مستلزم نہیں کہ خاوند وسعت والا قرار پائے اور اس پر غنیوں والا نفقہ بیوی کے لئے واجب ہو جبکہ بیوی چھ ماہ میں نصاب کا خاتمہ کردیتی ہے بلکہ سال کے چوتھائی حصّہ میں خاتمہ کر دیتی ہے۔ (ت)

لاجرم ردالمحتار میں ہے:

صرحوا ببیان الیسار والاعسار فی نفقة الاقارب ولم ار من عرفهما فی نفقة الزوجة ولعلهم وکلوا ذٰلك الی العرف و النظر الی الحال من التوسع فی الانفاق وعدمه ویؤیده قول البدائع لوکان الرجل مفرطا فی الیسار[1] الخ، وسیاتی تمامه۔

فقہاء نے اقرباء کے نفقہ میں خوشحالی اور تنگ حالی کو بیان کیا لیکن میں نے بیوی کے نفقہ میں کسی کو خوشحالی اور تنگ حالی کے معیار کو بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اور ہوسکتا ہے کہ انھوں نے یہ معیار عرف پر چھوڑ دیا ہو کہ عرف میں خوش حالی کا نفقہ اور غیر خوش حالی کا کیا ہے، اور اس کی تائید بدائع کا یہ قول کہ "اگر کوئی شخص خوش حالی میں انتہائی زیادہ ہو الخ" کر رہا ہے، بدائع کا مکمل قول آگے آرہا ہے۔ (ت)

ولہذا نفقہ اقارب میں دو ہی قسمیں رہیں کہ قادر اور عاجز میں حصر ہے اور یہاں تین قسمیں ہیں: غنی[1]، فقیر[2]، متوسط[3]۔ اور اُن کے نفقات کے فرق میں عبارات مختلف آئیں، امام سراج الدین قاری الہدایہ نے فرمایا: غنی کے لئے دونوں وقت گیہوں کی روٹی اور گوشت ہے، متوسط کے لئے روٹی اور روغن، فقیر کے لئے روٹی اور پنیر و سرکہ۔ اقضیہ میں فرمایا: غنی کی نانخورش گوشت، متوسط کی دُودھ، فقیر کی روغن یعنی زیتون، وقال تعالٰی وصبغ للاٰکلین[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور کھانے والوں کے لئے سالن ہے۔ ت) اور

---

[1] ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۵
[2] القرآن الکریم ۲۳/۲۰

marfat.com

ہمارے عرف سے قریب تر وہ ہے جو امام ملک العلماء نے فرمایا کہ اعلیٰ درجہ مرغ کا گوشت اور سُوجی کے پُھلکے، اور اوسط گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت اور ادنیٰ جَو کی روٹی۔ عقود الدریہ میں ہے:

سئل قارئ الهداية اذا طلبت تقدير النفقة لها ولاولادها دراهم هل لها ذلك (اجاب) لا يجب بل الواجب عليه طعام وادام على الغني خبز حنطة ولحم غدا وعشاء بقدر كفايتها والمتوسط خبز ودهن وعلى الفقير خبز وجبن وخل[1]

قاری الہدایہ سے سوال کیا گیا کہ جب بیوی اپنے لئے اور اولاد کے لئے روزانہ چند درہم کا نفقہ مقرر کرنے کا مطالبہ کرے تو کیا اس کو یہ حق ہے، تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ عورت کا یہ مطالبہ پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ خاوند پر اگر غنی ہو تو روٹی اور سالن میں صبح و شام گندم کی روٹی اور گوشت بقدر کفایت اور درمیانے حال والا ہو تو اس پر دونوں وقت روٹی اور روغن، اور اگر فقیر ہو تو روٹی، پنیر اور سرکہ واجب ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے:

وفي الاقضية يفرض الادام ايضا اعلاه اللحم وادناه الزيت واوسط اللبن[2]

فیصلوں کے بیان میں ہے کہ سالن بھی مقرر کیا جائے جس کا اعلیٰ درجہ گوشت، ادنیٰ درجہ زیتون اور درمیانہ درجہ دُودھ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں بدائع سے ہے:

لوكان الرجل مفرطا في اليسار ياكل خبز الحوارى ولحم الدجاج والمرأة مفرطة في الفقر تأكل في بيت اهلها خبز الشعير يطعمها خبز الحنطة ولحم الشاة[3]

اگر خاوند اعلیٰ درجے کا امیر ہے جو سوجی کے پھلکے اور مرغ کا گوشت کھاتا ہے اور عورت انتہائی فقیر ہو جو اپنے گھر میں جَو کی روٹی کھاتی ہو، تو یہ خاوند اس کو گندم کی روٹی اور بکری کا گوشت دے۔ (ت)

عالمگیریہ میں کافی سے ہے:

ان كانت موسرة وهو معسر لها فوق ما يفرض لوكانت معسرة فيقال

اگر خاوند فقیر ہو تو امیر بیوی کو وُہ خوراک دے جو غریب بیوی کے لئے مقررہ سے زیادہ ہو، اس

---

[1] عقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوٰی الحامدیۃ باب النفقۃ حاجی عبدالغفار تاجران ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۶۴
[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۰۰
[3] ردالمحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۵

marfat.com

له اطعمها خبز البر و باجة او باجتين، و ان كان الزوج موسرا مفرط اليسار نحو ان ياكل الحلواء واللحم المشوی والباجات و هی فقيرة كانت تاكل فی بيتها خبز الشعير لا يجب عليه ان يطعمها ما ياكل بنفسه ولا ما كانت تاكل فی بيتها لكن يطعمها خبز البر وباجة او باجتين۔[1]

صورت میں خاوند کو پابند کیا جائے گا کہ وہ اس کو گندم کی روٹی باجہ یا دو باجے (بھیڑ بکری کے پائے) خوراک دے، اور اگر خاوند اعلیٰ درجے کا امیر ہو مثلاً وہ حلوا، گوشت بُھنا ہوا یا بھیڑ بکری کے پائے کھاتا ہے اور بیوی فقیر ہو جو اپنے گھر میں جَو کی روٹی کھاتی تھی تو خاوند پر یہ واجب نہیں کہ اس کو وہی خوراک دے جو خود کھاتا ہے اور نہ ہی وہ خوراک دے جو بیوی اپنے گھر میں کھاتی تھی بلکہ وہ اس کو گندم کی روٹی اور بھیڑ بکری کے پائے ایک یا دو خوراک میں دے۔ (ت)

ان اعصار و امصار میں پچھتر روپے ماہوار کی آمدنی والا نہ امیر کہلائے گا نہ فقیر بلکہ ایک متوسط الحال ہے، اگر عورت بھی ایسی ہی ہے اور متوسط زناں کا نفقہ لیا گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت کبھی سادہ کبھی ترکاری کا، کبھی اور کھانا کہ قیمۃً اس کے قریب ہو اور پہننے کو ململ خاصا چھینٹ (یہاں مسودہ میں بیاض ہے) تو حق بحقدار رسید، نہ یہ اس میں کمی کر سکتا ہے نہ وُہ اس سے زائد کے مطالبے یا صرف کا اختیار رکھتی ہے، اور اگر وُہ غنا میں طبقۂ اعلیٰ سے ہے تو ضرور زائد کی مستحق ہے جو اوسط و اعلیٰ کے اوسط سے زائد نہ ہو اور اگر طبقۂ ادنیٰ سے ہے تو ضرور کم کی مستحق و مستوجب ہے جو اوسط و ادنیٰ کے اوسط سے کم نہ ہو، ان اصول پر صحیح محاسبہ کیا جائے، اگر اُس نے اپنے استحقاق سے زیادت قلیلہ کی ہے تو قابلِ لحاظ نہیں اور زیادت فاحشہ کی ہے مثلاً اُس کے خرچ میں حساب شرعی سے دس روپے ماہوار ہونا چاہئے تھا اور اس نے پندرہ روپے ماہوار خرچ کیا تو جبکہ اوّل سے شوہر نے اُسے مقدار شرعی پر خرچ کی اجازت دی تھی زیادت غصب ہوئی اور اُس کا تاوان عورت پر آیا جو اس کے مہر میں محسوب ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

على اليد ما اخذت حتى تؤدی[2]۔ هذا ما ظهر لی واللہ تعالٰی اعلم۔

ہاتھ نے جو لیا وہ اس پر بوجھ ہے جب تک وُہ اسے ادا نہ کر دے۔ یہ وہ بحث ہے جو مجھ پر ظاہر ہوئی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ — الفصل الاوّل فی نفقۃ الزوجۃ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۵۴۸

[2] جامع الترمذی — ابواب البیوع — امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی — ۱/۱۵۲

marfat.com

مسئلہ ۱۸۱ از جاورہ محلہ نظر باغ مرسلہ سید ذوالفقار احمد صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ جو جوان العمر نیک چلن ہے عرصہ آٹھ نو سال سے ہندہ کے شوہر زید نے ہندہ کو چھوڑ دیا ہے اُس کا نان و نفقہ نہیں دیتا ہے، نہ کسی طرح کی خبر گیری اس کی کرتا ہے، بلکہ ہندہ کو ایذا و تکلیف پہنچانے کی غرض سے طلاق بھی نہیں دیتا ہے تاکہ ہندہ اس کے ظلم سے نجات پاکر کسی شخص سے نکاح کرکے اپنی گزر اوقات کرے، ہندہ پردہ نشین ہے اُس کو کوئی کھانا کپڑا دینے والا نہیں ہے، نہ اُس کو کوئی قرض دیتا ہے نہ اس کے پاس اثاثہ ہے جس کو فروخت کرکے بسر اوقات کرے، نہ ہندہ دستکار ہے کہ جس کی اُجرت سے ضروریات خورد و نوش کو پُورا کرسکے، اگر ہندہ کا نکاح ثانی نہ ہوگا تو وہ یقینی طور پر ضرور زناکاری میں مبتلا ہوگی کیونکہ اُس کا عالم شباب ہے اور بغیر نکاح ثانی کئے دوسرا ذریعہ معاش نہیں ہوسکتا اور ہندہ ایسے مقام پر ہے جہاں قاضی نہیں ہے پس صورتِ مرقومہ میں ہندہ کے واسطے خاوند ظالم سے کوئی صورت رہائی کی نکلتی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی صورت ہندہ کی خلاصی کی نہیں نکلتی ہے تو کیا شرع ہندہ کو زنا کرا کر گزر اوقات کرنے کی اجازت دیتی ہے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

شرع مطہر اللہ و رسول کا حکم ہے، اللہ و رسول سے زنا کی اجازت مانگنی کفر ہے، جب تک شوہر زندہ ہے اور طلاق نہیں دی دوسرا نکاح حرام حرام حرام، زنا زنا زنا ہے۔ وساوس اور اندیشے کا ہے کے ہیں زنا کے، موہوم زنا سے بچنے کے لئے موجود زنا کرا دیہ کون سا دین ہے، چارہ کار نالش ہے کہ روٹی کپڑا دے یا طلاق، اور یہ بھی نہ ہوسکے تو سوائے صبر کے کچھ علاج نہیں، اور جو اللہ کے لئے صبر کرتا ہے اللہ اُس کی مشکل کھول دیتا ہے، رزق اللہ پر ہے شوہر رزاق نہیں، محنت مزدوری کرے اور غلبۂ خواہش کے لئے روزے رکھے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء[1]۔ اور جو شادی کے خرچے کی استطاعت نہیں رکھتا اس پر لازم ہے کہ وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کے لئے شہوت کا توڑ ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا۔ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اُس کے لئے راہ نکال دے گا

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عباس دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۴۲۴ و ۴۳۲

marfat.com

ویرزقه من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبه[1] اور اُسے وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اُسے گمان بھی نہ ہوگا، جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اُسے کافی ہے۔

اور فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل له من امرہ یسرا[2] جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان کردے گا۔

اللہ سچا اور اُس کے وعدے سچے، اور شیطان جھوٹا اور اُس کے ڈراوے جھوٹے، اللہ سے ڈرے اور اس پر بھروسہ کرے، یقیناً اللہ اُس کے لئے آسانی کردے گا اور اُس کے لئے راہ نکال دے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۲ از اودے پور میواڑ راجپوتانہ محلہ چھاوت واڑی مرسلہ قادر بخش چابک سوار ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا کوئی ایسی تحریر دستاویز پر کہ جس کو زید نے مسماۃ ہندہ کو دوسری شادی کے وقت بابت انتظام نان نفقہ لکھ دی ہو کیا بعد طلاق ہندہ کا اُس تحریر سے کسی قسم کا کوئی حق رہتا ہے؟

الجواب

مہر و نفقۂ ایام عدّت کے سوا اور کوئی حق واجب شرعاً نہیں اور اگر زید نے لکھ دیا ہو کہ عمر بھر تیرا نان نفقہ میرے ذمّہ ہے تو یہ ایک وعدہ ہے اُسے وفا کرنا چاہئے مگر اس کی بنا پر جبراً مطالبہ نہیں ہوسکتا۔ اشباہ میں ہے: لاجبر علی الوفاء بالوعد[3] (وعدہ پورا کرنے پر جبر نہیں۔ ت) اس کے سوا اس تحریر کا حاصل اگر کچھ اور ہو تو بعد ملاحظہ تحریر معلوم ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۲ و ۳

[2] ؍؍ ؍؍ ۶۵/ ۴

[3] الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۱۰ و ۱۱۱

ف: وفائے وعدہ سے متعلق اشباہ سے جو عبارت مجھے ملی اس کے الفاظ یوں ہیں: وعدہ ان یأتیه فلم یأته لایأثم ولا یلزم الوعد الا اذا کان معلقا ـــــ اسی معنی کی عبارت فتاوٰی ہندیۃ الباب السابع فی اجارۃ المستاجر جلد ۴ ص ۴۲۷ پر ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

مسئلہ ۱۸۳ از چتوڑ گڑھ محلہ چھیپیاں مسئولہ جمیع مسلمانان گنگرار ۵ا محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا شوہر عرصہ آٹھ سال سے ہندوستان چھوڑ کر غیر ملک میں چلا گیا زندہ ہے خیریت کا حال لکھتا رہتا ہے مگر اُس کے لئے نہ تو یہاں اُس کی کوئی جائداد ہے اور نہ اس نے آج تک خرچ کے لئے زوجہ کے پاس روپیہ پیسہ روانہ کیا نہ اس عرصہ میں وُہ کبھی آیا اور نہ آئندہ آنے کا قصد رکھتا ہے، زوجہ نے نان نفقہ کے انتظام کے لئے کئی مرتبہ اُسے لکھا مجبور ہو کر طلاق چاہی مگر نہ تو نان نفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اب سُنا جاتا ہے کہ عورت پریشان ہو کر نصرانیت اختیار کرنے والی ہے، ایسی صورت میں عورت مذکورہ سے معاملہ مندرجہ سوال میں کسی عالم با معتبر سے فسخ نکاح کی درخواست کرا کے بعد انقضائے عدت فسخ نکاح نکاحِ جدید کسی دوسرے شخص سے کرا دینا جائز ہے یا ناجائز، آیا اُس کے لئے کوئی صورت ہے شرعی کہ اُسے مرتدہ ہونے سے بچائے۔

الجواب

جس نے مرتدہ ہونے کا قصد کیا وُہ اس وقت مرتدہ ہوگئی، بچائی کاہے سے جائے۔ اور شوہر کی زندگی میں بلا طلاق دُوسرے سے نکاح کی کوئی صورت نہیں، قال تعالٰی والمحصنت من النساء[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: نکاح والی عورتیں (حرام ہیں)۔ ت) یہاں نہ کوئی حنبلی مذہب کا قاضی ہے نہ کسی حنفی مقلد کو اس مذہب کے خلاف قضا کا اختیار ہے اور اگر کرے گا نافذ نہ ہوگی ایسی توسیعیں لازم مذہب کرتی ہیں، والتفصیل فی البحر الرائق ورد المحتار وغیرھما من الاسفار (اور اس کی تفصیل بحر الرائق اور رد المحتار وغیرہما کُتب میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۴ از اکورہا ڈاک خانہ گنگیری ضلع علی گڑھ مسئولہ امداد علی خاں صاحب مدرس اول ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میری زوجہ وقتِ نکاح بدمزاج معلوم ہوتی تھی بعد میں وہی بدمزاجی بڑھتے بڑھتے فتورِ عقل ثابت ہُوئی، فاترالعقلی کی حالت میں اُس سے تین بچے بھی مختلف اوقات میں پیدا ہوئے اور مرے، اُس کے مرض کا علاج مدّتِ مدید تک حکیموں، دائیوں، ڈاکٹروں، عاملوں کے ذریعہ کرایا گیا اور اپنی حیثیت سے زیادہ صرف کیا مگر کوئی صورت افاقہ کی نہ ہُوئی اور مریضہ کے عملوں سے بہت کچھ نقصانات مالی ظہور میں آئے، اُس کی حالت فاترالعقلی کے باعث ایسی ہوگئی ہے کہ وُہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

marfat.com

احکام شرعیہ اور خاوند کے جائز حکموں کی تعمیل نہیں کر سکتی نہ وہ اپنی خواہشات کو محسوس کر سکتی ہے نہ پاکی و ناپاکی میں تمیز رکھتی ہے نہ امورات خانہ داری وعلائق زندگی کو سمجھ سکتی ہے غرض کہ مجھے اُس سے تمام مصلحتیں فوت نظر آتی ہیں اُس کے علاج سے ہر طرح مایوس ہو کر اعزاء و اقربا کے اصرار و اپنی آسائش و قیام نسلی کی اُمید پر میں نے بحالتِ مجبوری بعد انتظار بسیار کے دوسری شادی کر لی ہے اس سے بفضلہ ایک بچہ بھی پیدا ہُوا ہے، اب میرے متعلقین میں میری ایک والدہ ضعیفہ اور زوجگان و ایک بچہ و ایک میں خود یہ پانچ کس ہیں اور کچھ بارِ قرضہ بھی ہے جو بوجہ ضروریات شرعی ہُوا ہے اب زوجہ سابقہ یعنی فاتر العقلی کی والدہ کو (میرے خیال میں تجاہلِ عارفانہ سے) شُبہہ ہے کہ میری لڑکی کو ان لوگوں سے تکالیف پہنچتی ہیں، اور نہ وہ ان لوگوں میں آسائش سے رہ سکتی ہے، اس لئے اُن کی خواہش ہے کہ اپنی بیٹی کو اپنے پاس رکھ کر میری نصف آمدنی کو بٹا لیں اور اسی اُمید پر وُہ عنقریب کچہری مجاز میں نالش کرنے والی ہیں مَیں اُن سے کہہ رہا ہُوں کہ میری جانب سے کوئی تکلیف کبھی نہیں ہُوئی نہ آئندہ ہوگی بلکہ آپ خود رہ کر میرے کاموں میں مدد دیجئے اور اپنی بیٹی کو حسبِ منشا آرام پہنچائیے اور بوجہ ناپاک رہنے اور ہوش وحواس درست نہ ہونے کے اپنی بیٹی کے ساتھ کھانے پینے اور اُس کے برتنوں سے احتیاط رکھئے یا زر دین مہر سے دست بردار ہو کر مجھ سے اپنی بیٹی زوجہ میرے کے واسطے چار روپیہ ماہوار علاوہ پارچہ پوشیدنی کے تاحینِ حیات لیتی رہئے کیونکہ اس وقت پانچ آدمیوں کی پرورش، قرضہ کی ادائگی، تربیتِ اولاد، اتفاقی ضروریات کا پُورا کرنا میرے ذمہ ہے اور اُس کو اپنے مکان پر رکھئے وُہ ان باتوں میں سے کسی کو منظور نہیں کرتیں پس ایسی صورت میں میرے لئے شرع شریف کا کیا حکم ہے جس سے کہ میں خدا و رسول کے نزدیک مواخذہ دار نہ ہوں اس میں دوسرا سوال یہ ہے کہ ایسی عورت کا دین مہر و نان نفقہ کس خدمت کے عوض مجھ پر واجب ہے۔

الجواب

مہر کسی خدمت کا معاوضہ نہیں وہ نکاح میں بُضع کا عوض ہے اور بہرحال واجب ہے اور جب فاتر العقل ہے تو اُس کے مہر سے دستبرداری نہ وہ کر سکتی ہے نہ اس کی ماں نہ کوئی اَور یُوں ہی جب تک وُہ شوہر کے گھر ہے یا اُس کے گھر آنے سے انکار نہ کرے، اُس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے جو زن و شو دونوں کو حال کی رعایت سے بقدرِ متوسط دلایا جائے گا مادرِ زن کا نصف آمدنی مانگنا ظلم صریح ہے جب کہ یہ مقدار نفقہ زن سے زائد ہو، درمختار میں ہے:

النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجہا بقدر حالھما بہ یفتی ویخاطب — خاوند پر بیوی کا نفقہ ان دونوں کے حال کے مطابق ہے، اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، اور خاوند کو اس کی

marfat.com

بقدر وسعه والباقی دین الی المیسرة،[1] واللّٰه تعالٰی اعلم۔

وسعت کے مطابق ادائگی کا حکم ہوگا اور باقی ہو تو اس کے ذمہ واجب الادا رہے گا جب وُہ آسانی والا ہوگا، واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۵ از جامع مسجد بریلی مسئولہ نواب چھوٹے میاں صاحب ۷ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کا عقد بکر کے لڑکے کے ساتھ کیا عقد کے بعد ایک ماہ تک زید کی لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر رہی اُس وقت سے زمانہ تخمیناً نو ماہ کا ہُوا کہ لڑکی زید کے مکان پر موجود ہے نان نفقہ کی شوہر یا شوہر کے باپ نے خبر نہیں لی، اب اس امر کا تقاضا ہے کہ زید اپنی لڑکی کی رخصت کردے، زید کو رخصت کرنے سے کچھ انکار نہیں ہے، علمائے دین کی خدمت میں صرف یہ گزارش ہے کہ ان ایام کا نان نفقہ کس پر فرض ہے اور لڑکی رخصت ہونے کے بعد زید کے اور شرعی خاندان کے تعلق والوں کے کس کس کے یہاں جاسکتی ہے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس نو مہینے کا نان نفقہ کسی پر نہیں، جو دن گزر گئے گزر گئے، ہاں اگر نان ونفقہ کچھ مقرر ومعین قرار پاچکا کہ اتنا ماہوار دیں گے، اور زید نے لڑکی کو بٹھا نہ رکھا، نہ لڑکی نے شوہر کے یہاں جانے سے انکار کیا بلکہ باپ کے یہاں آئی تھی، پھر شوہر کے بُلانے کی منتظر رہی اور اُس نے اتنے مہینوں نہ بلایا تو اس صورت میں وُہ مقررشدہ نفقہ ان مہینوں کا دے گا اور اگر یہ بُلانا چاہتا تھا اور لڑکی نہ گئی تو ان مہینوں کا نفقہ کسی پر نہیں اگرچہ مقرر شدہ ہو، عورت آٹھویں دن اپنے ماں باپ کے یہاں صبح سے شام تک کے لئے بلا اجازتِ شوہر جاسکتی ہے اور اپنے محارم مثلاً حقیقی یا سوتیلے بہن، بھائی، بھتیجے، بھتیجی، بھانجے، بھانجی، چچا، ماموں، پھپی، خالہ، نانا، دادا کے یہاں ہر سال بھر بعد دن بھر کے لئے، رات کو بہرحال شوہر کے یہاں آنا ہوگا، یہ بلا اجازت ہے اور شوہر کی اجازت سے انھیں لوگوں کے یہاں مہینہ بھر اور زائد جتنے دنوں کی وُہ اجازت دے رہ سکتی ہے لیکن غیر محارم مثلاً چچا، ماموں، خالہ، پھپی کے بیٹوں بیٹیوں یا جیٹھ، دیور، بہنوئی وغیرہم یا اجنبی کے یہاں شوہر کی اجازت سے بھی نہیں جاسکتی اگر شوہر اجازت دے گا تو وُہ بھی گنہگار ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۶ از شہر بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ احمد یار خاں صاحب ۱۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کے چند اولادیں ہوئیں اُن میں سے ایک

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۶

لڑکی بعمر چھ سال موجود ہے، اس عورت کے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بہت سخت تکلیف ہوتی ہے اور قریب المرگ ہو جاتی ہے، لہذا اب یہ عورت اور اس کی ماں و بھائی وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم کو جان بچانا فرض ہے، اور یہ عورت اپنے خاوند سے جماع کرنا نہیں چاہتی اور کہتی ہے کہ مجھ کو اپنی جان کا اندیشہ ہے، اس حالت میں اُس کے خاوند پر نان نفقہ دینا لازم ہے یا نہیں؟ اور یہ عورت اور اُس کی ماں و بھائی کہتے ہیں کہ تم اپنی دوسری شادی کر لو، اس کے خاوند میں اتنی قوت نہیں کہ دو عورتوں کا خرچ برداشت کر سکے کیونکہ یہ بیحد غریب آدمی ہے، لہذا شرع شریف کا جو حکم ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عورت اگر مکانِ شوہر میں نہ رہے نفقہ نہ پائے گی، اور اگر یہاں رہے اور جماع پر راضی نہ ہو مگر شوہر چاہے تو جماع کر سکے پھر اگرچہ نہ کرے نفقہ پائے گی، مرد اگر دو کا خرچ برداشت نہ کر سکنے کے سبب اُسے نکال دے گا اور عورت اُس کے یہاں رہنا چاہے گی اور یہ اُس سے زبردستی جماع پر قادر ہو گا تو نفقہ آئے گا۔ درمختار میں ہے:

لھا النفقة لومرضت وفی منزلھا بقیت ولنفسھا مامنعت لانفقة لخارجة من بیته بغیرحق وھی الناشزة حتی تعود قید بالخروج لانھا لومانعته من الوطئ لم تکن ناشزة[1] اھ۔

بیوی کے لئے نفقہ کا حق ہوگا اگر وُہ بیمار ہو، اور اپنے گھر میں ہو اور اپنے آپ کو سپرد کرنے سے مانع نہ ہو اور خاوند کے گھر سے بلاوجہ باہر رہنے والی کے لئے نفقہ نہیں وہ نافرمان ہوگی تاوقتیکہ واپس آئے، اور ماتن نے خاوند کے گھر سے باہر کی قید ذکر کی اس لئے کہ اگر خاوند کے گھر میں رہتے ہوئے جماع سے رکاوٹ کرے تو نافرمان نہ ہوگی اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله لومانعته قیده فی السراج بمنزل الزوج وبقدرته علی وطئھا کرھًا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

درمختار نے جو کہا کہ جماع سے منع کرے، تو اس کو سراج الوہاج میں، خاوند کے گھر، اور خاوند کو جبرًا اس سے جماع کی قدرت ہو، کے ساتھ مقید کیا ہے (کہ ایسی صورت ہو تو وہ نافرمان نہ کہلائے گی) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۷

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۷

marfat.com

مسئلہ ۱۸۷: از کانپور طلاق محل مکان حکیم نورالدین مسئولہ عبیداللہ ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید آوارہ اور بدچلن ہونے کے علاوہ نان ونفقہ کا کفیل بھی نہیں ہوسکتا اور اُس کا باپ یعنی خالد اگرچہ نان ونفقہ کا کفیل ہوسکتا ہے اگر وُہ چاہے مگر وُہ اور اُس کی اہلیہ وغیرہ بھی ہندہ کو سخت تکالیف کھانے پینے پہننے کی دیتے ہیں اور سخت خدمت مثل ایک لونڈی کے لیتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں ہندہ کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار ہے کیونکہ ان کی معاشرت نہایت خراب ہے بلکہ جان کا خطرہ ہے، اور کیا قاضی کو حق ہے کہ وُہ دونوں میں تفریق یعنی خلع کرادے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نفقہ نہ دینے پر حاکم اسے مجبور کرے گا کہ نفقہ دے یا طلاق لقولہ تعالٰی فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[۱] (کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: بھلائی کے ساتھ پاس رکھو یا نیکی کرتے ہوئے چھوڑ دو۔ ت) لیکن قاضی بطور خود اس وجہ سے تفریق نہیں کرسکتا۔ درمختار میں ہے:

لایفرق بینہما بعجزہ عنہا بانواعہا الثلثۃ (وھی ماکول وملبوس ومسکن ح اھ ش) ولا بعدم ایفائہ حقہا ولو موسرا[۲]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تینوں قسم کے حقوق سے عجز پر خاوند اور بیوی میں تفریق نہ ہوگی، وہ حقوق، خوراک، لباس اور مسکن ہیں، بحر، اھ ش (شرح کی عبارت ختم) اور نہ ہی امیر ہونے کے باوجود بیوی کے یہ حقوق مکمل نہ کرنے پر تفریق ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۸: از اودے پور میواڑ مدرسہ شرقیہ مرسلہ سید عبدالرحیم صاحب ۲۰ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قادربخش کی عورت مسماۃ محرم ہے ۳۰ سال شادی کو ہوئے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے نام بردہ سے عقد ثانی کیا اور محرم کو اس مضمون کی تحریر لکھ دی کہ جو میرا گاؤں جاگیر کا ہے اُس میں ۳۰۰ روپے سالانے ادا کرتا رہوں گا بلا عذر، اور حال میں نیا مکان جو بنایا ہے وہ تیرے رہنے کو دے دیا، اگر تیرے لڑکا ہوگا تو میری تمام جائداد کا مالک ہوگا اور اگر اس دوسری عورت سے ہوگا تو وہ اس تحریر کی پابندی کرے گا، کچھ عرصہ بعد دوسری کے لڑکا پیدا ہوا، مسماۃ محرم قادربخش کی تابعداری کرتی رہی لیکن دوسری عورت کی اور اس کی باہمی تکرار اس بنا پر ہوتی رہی کہ جو تحریر قادربخش نے زوجۂ اولٰی کو لکھ دی ہے وُہ واپس دے دے کیونکہ میرے لڑکا تولد ہوگیا ہے، محرم نے باوجود تکرار فساد

۱؎ القرآن الکریم ۲/ ۲۱۹

۲؎ درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۹

ردالمحتار ؍؍ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۶

marfat.com

تحریر نہیں دی، قادر بخش نے زوجہ ثانیہ کے بہکانے سے پہلی کو نکال دیا جبکہ محرّم نے کچہری میں نان و نفقہ و پابندی تحریر کا دعوٰی کیا اُس پر شوہر نے اپنا بیان قلمبند کرایا کہ محرّم کو میں نے طلاق دے دی لیکن اصلیت یہ ہے کہ اُس نے اُسے طلاق نہ دی نہ کوئی طلاق نامہ تحریر کیا نہ کوئی گواہ طلاق دینے کا ہے صرف دوسری عورت کے ورغلانے پر اُس نے ایسا کہہ دیا ہے اور مشہور کیا ہے محرّم نے شوہر کی کوئی خطا نہیں کی ہے۔ کیا قادر بخش کے ایسا کہہ دینے اور شہرت دے دینے سے محرّم کو عندالشرع طلاق ہوگئی اگر ہوگئی تو محرّم کو عندالشرع یہ حق حاصل ہے کہ وُہ تحریر جو قادر بخش نے محرّم کو دی ہے اس کی پابندی کرانے کی وُہ کس حد تک مستحق ہے؟

الجواب

طلاق شوہر کی زبان پر ہے جب وُہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دے دی طلاق ہوگئی نہ دی تھی تو اب ہوگئی اور رہنے کو مکان دینا مالک کر دینا نہیں جب تک ولایت تملیک ثابت نہ ہو اور اُس کے ساتھ اپنے اسباب وغیرہا سے خالی کرکے قبضہ دلا دینا ضرور ہے تین سو روپے سالانہ دینا اگر علاوہ نان و نفقہ تھا تو محض ایک وعدہ تھا وعدہ کی بناء پر دعوٰی نہیں ہوسکتا، اشباہ وغیرہ میں ہے:

لاجبر علی الوفاء بالوعد[1] (وعدہ پورا کرنے پر جبر نہیں۔ت)

اور اگر یہ نفقہ مقرر کیا گیا تھا تو طلاق سے ساقط ہوگیا اس کا دعوٰی نہیں کرسکتی، مگر ماہِ رواں کا جس میں اس نے کہا کہ میں نے اُسے طلاق دے دی۔ تنویر میں ہے:

بموت احدھما و طلاقھا یسقط المفروض[2] خاوند بیوی میں سے ایک کے فوت ہوجانے یا طلاق سے مقررہ نفقہ ساقط ہوجاتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال الخیر الرملی وقید السقوط بالطلاق شیخنا الشیخ محمد بن سراج الدین الحانوتی بما اذا مضی شھر فازید وھو قید لابد منه تامل[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

خیر الدین رملی نے فرمایا کہ طلاق کی وجہ سے نفقہ ساقط ہونے کو، ہمارے شیخ محمد بن سراج الدین حانوتی نے ایک ماہ یا زائد گزرجانے سے مقید کیا ہے اور یہ قید ضروری ہے، غور کرو، اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۱۰، ۱۱۱

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۰

[3] ردالمحتار داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۹

marfat.com

مسئلہ ۱۸۹ تا ۱۹۳ از مہاندی ہیڈورکس ڈویژن ضلع رائے پور سی پی مرسلہ سردار خاں کلرک ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ ہندہ اُس سے سخت بدزبانی اور درشت کلامی سے پیش آتی ہے اور مندرجہ ذیل امور اس نے بغیر اپنے خاوند زید کی رضامندی کے کئے:

(۱) بغیر اجازت زید کے وہ اپنے مکان سے باہر گئی اور اپنے عزیزوں رشتہ داروں کی شادی میں اُس نے زید کی کئی چیزیں بغیر اجازت و رضامندیِ زید کے بطور جہیز دے دیں۔

(۲) بلا اجازت و مرضیِ زید اُس نے اپنے چھوٹے بھائی کی لڑکی کو اپنا متبنّٰی کیا اور زیورات، آب و خورش اور ملبوسات سے اُس کی کفالت کرتی رہی، یہ زیورات وغیرہ بھی اُس نے بلا اجازت زید کے اُس لڑکی کیلئے زید کی آمدنی سے بنوائے۔

(۳) چونکہ زید کی ملازمت ایسی ہے کہ اُسے گاہے گاہے حکام کے ساتھ دورہ پر و نیز کارِ گورنمنٹ کی بجاآوری کے لئے دوسری جگہ جانا پڑا اس لئے اُس نے ہندہ کو ساتھ چلنے کے لئے کہا مگر اُس نے تعمیل احکام زید نہ کی یا اگر کبھی تو کسی بہانہ سے چند روز کے بعد بلا اُس کی رضامندی کے واپس آگئی اس لئے اپنے انتظامات کے خیال سے زید کو دوسری ملازمہ رکھنی پڑی اور مزید خرچ کا بار اٹھانا پڑا۔

(۴) زید نے ان امور کو ضبط اور تحمل سے اس وجہ سے برداشت کیا کہ وہ شریف ہے اور ہندہ بدزبان بدکلام نیز ہندہ کے رشتہ دار اس کے معاون، مبادا زیادہ فساد برپا ہو غرض جو کچھ فضول خرچیاں اور دیگر امور بلا رضامندی زید کے ہوتے رہے اُنھیں دیکھ کر زید نے خاموشی اختیار کی مگر جب زید نے دیکھا ہندہ کسی طرح راہِ راست پر نہیں آتی تو اس نے اُسے بہت کچھ سمجھایا اور تاکید کی کہ ایسا نہ کرے مگر ہندہ نے بالعوض راستی اختیار کرنے کے زید کو دھمکایا اور اس نے نہایت فحش الفاظ میں بُرا کہا کہ اگر تم اپنے باپ کی اولاد ہو تو ہمیں طلاق دے دو اور ہرگز ہم سے بات نہ کرو،

پس صورت مسئولہ میں تحقیق طلب یہ امور ہیں، بلا اجازت زید کے جب ہندہ نے باہر قدم رکھا تو آیا وہ نان و نفقہ کی مستحق ہے یا نہیں؟ ہندہ نے بلا اجازت زید کے ایک لڑکی کو اپنی فرزندی میں لیا و نیز خلاف مرضیِ زید کے اُس کو زیورات و لباس و خورش کی کفیل ہوتی رہی و نیز دورہ و دیگر مقامات میں زید کے ہمراہ نہ رہ کر اس پر مزید خرچہ کا بار ڈالا پس ایسی حالت میں کیا وہ اپنے پورے مہر کی مستحق ہو سکتی ہے اگرچہ مہر اس کا واجب ہے تو ہندہ جو زید کے ساتھ نہ گئی اور نہ رہی جس کی وجہ سے زید کو مزید خرچہ کا بار پڑا اس کا دیندار کون ہوگا، اور لڑکی متبنّٰی کو زید کی بلا اجازت اپنی فرزندی میں لی اور خلاف مرضیِ زید کے اُس کو زیورات اور لباس و خورش کی کفیل جو ہوتی رہی اُس کا دیندار کون ہوگا، یہ امر ذہن نشین رہے کہ زید نے شرافت کو مدِّ نظر رکھ کر

marfat.com

آئندہ کے فساد کی مدافعت کے خیال سے جیسا کہ فقرہ ۵ میں مذکور ہے ہندہ کے معاملات میں دخل نہیں دیا۔
(۵) چونکہ ہندہ نے زید کو قسم دی کہ اُسے طلاق دے دے پس ایسی حالت میں خلع کی صورت ہوسکتی ہے کیا۔

الجواب

ہندہ سخت گنہ گار ہے مگر صرف اتنی بات کہ اُس نے اپنے مُنہ سے طلاق مانگی خلع نہیں ہوسکتی۔ نوکر وغیرہ کا مزید بار جو زید پر اپنے آرام کے لئے پڑا ہندہ سے اُس کا مطالبہ نہیں کرسکتا اگرچہ ہندہ کا اس کے پاس نہ رہنا ہی اس کا باعث ہوا ہو، ہاں جتنے دنوں بے اجازتِ زید زید کے یہاں سے جاکر دوسری جگہ رہی اُتنے دنوں نفقہ نہ پائے گی جو مالِ زید اُس نے اس منبعٰن یا اپنے اعزا کی شادیوں یا منبعٰن کے خورد و نوش میں بے اجازتِ زید صرف لیا اس کا تاوان ہندہ پر لازم ہے اور ناگواری کے ساتھ زید کا خاموش رہنا اجازت نہ سمجھا جائے گا "لا ینسب الی ساکت قول" (خاموش کی طرف قول منسوب نہ کیا جائے۔ت) اس سب کا مجموعہ جتنی قیمت کا ہو زید اُس کے مہر میں سے کم کرسکتا ہے لصحۃ جریان المقاصۃ بینھما (کیونکہ خاوند بیوی میں لین دین کا حساب صحیح ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۴ - ۱۹۵ از سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ مرسلہ امداد علی خاں ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری زوجہ فاترالعقل ہونے کے باعث اپنی ضروریاتِ زندگی نفسانی خواہش کو محسوس نہیں کرسکتی یا ظاہر نہیں کرتی۔ نہ میری آبرو اور جان و مال کی حفاظت کرتی ہے بلکہ اشیاء کو خراب و برباد کرتی ہے اور تربیتِ اولاد و پاکیزگی جسم و صوم و صلٰوۃ امورات شرعیہ و معاملات خانہ داری سے بالکل غافل ہے ہدایت پر عمل نہیں کرتی، جب بیماری شروع تھی تو اس سے تین لڑکے پیدا ہوئے، بےحفاظتی کے باعث بقضائے الٰہی فوت ہوئے، وقت شادی سے جس کو عرصہ تقریباً دس سال کا گزرا ان نقصانات کو برداشت کرتے ہوئے حتی الامکان میں نے اور میری ضعیفہ ماں نے مریضہ کی دلجوئی خاطر تواضع میں کوئی کمی نہ کی مرض کا یقین ہونے پر حکیموں ڈاکٹروں دائیوں اور عاملوں سے علاج کرانے پر بھی کامیابی نہ ہوئی، مرض مستقل ہوگیا صحت سے مایوسی ہوگئی، تقریباً پانچ سال سے خاموشی طاری ہے اور وہ میری خدمت سے قاصر ہے، اب میری ماں کی رائے اور میری خواہش ہے کہ دوسری عورت سے عقد کیا جائے مگر مریضہ کی ماں نے اس امر سے مطلع ہوکر مجھ سے اور میری ماں سے سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے اور اسی بنا پر تجاہل عارفانہ سے کام لے کر تمام برادری میں مشہور کرتی ہیں کہ میری بیٹی پاگل نہیں ہے بلکہ اس کے سسرالیوں کے ظلم سے اس کی بدمزاجی بڑھ گئی ہے، اور اپنے اس قول کی تائید کے لئے اپنی بیٹی کو بلارضامندی اپنے پاس تقریباً چھ ماہ سے رکھ چھوڑا ہے اور چاہتی ہیں کہ میرے پاس ہی اس کے لئے پانچ روپیہ ماہوار خورد و نوش کو مقرر کردوں یا ساڑھے پانچ سو روپیہ زرمہر معینہ ادا کرکے اس کو

marfat.com

طلاق دے دو، میں نے مریضہ کی ماں سے درخواست کی مہر سے لادعویٰ ہو کر مجھ سے تین روپیہ ماہوار کا اقرارنامہ عمر بھر کے واسطے لکھا لو یہ اس کے خورد ونوش کو کافی ہے مجھے اتنی ہی توفیق ہے اور کُل زرِ مہر ادا کرنے کی استطاعت اس وقت مجھے نہیں ہے، وُہ اس درخواست کو منظور نہیں کرتیں، اس صورت میں از رُوئے شرع مجھے کیا عمل کرنا چاہیے؟

دوم یہ کہ مندرجہ بالا صُورت میں دوسرا عقد ہونے پر اگر عورت خاوند کی خدمت و اطاعت کم کرے یا بالکل نہ کرے اور دوسری عورت اُس سے زیادہ خدمت و اطاعت کرے تو حقوق زوجگان میں مساوات رکھنی شوہر کے ذمہ لازمی ہوگی یا کوئی تفریق رہ سکتی ہے اور کیا؟

الجواب

جب تک وُہ آپ کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے یہاں یا کسی دوسری جگہ رہے نفقہ کی مستحق نہیں، اور جب تک طلاق یا موت نہ ہو غیر میعادی مہر واجب الادا نہیں ہوتا۔ دوسری شادی اگر کی جائے اور زوجہ اولیٰ بھی شوہر کے پاس رہے تو دینے لینے اور شب کو پاس رہنے میں مساوات ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۶ از شہر بریلی محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ تلن ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا حالتِ نابالغی میں نکاح کر دیا تھا وُہ اپنے شوہر کے گھر بالغ ہُوئی اور اس کے اولادیں پیدا ہُوئیں حتیٰ کہ اب اُس کے اولاد جوان موجود ہے مگر اسی عرصہ میں وُہ آوارہ اور زانیہ ہوگئی اس سبب سے اُس کے شوہر نے نکال کر اس کے حقیقی بھائی کے گھر پہنچا دیا، بھائی نے پھر اس کو شوہر کے یہاں پہنچا دیا، ایسا قصہ تین چار مرتبہ ہُوا، اور ایک مرتبہ ایسا ہُوا کہ ہندہ کو اُس کے شوہر کے چچا نے اپنی لڑکیوں کی شادی میں بُلوایا اور چودھری نے اس کے شوہر کے یہاں حلقہ شادی میں پہنچا دیا، مگر صبح کو پھر اس کے شوہر نے اُس کو اُس کے بھائی کے یہاں پہنچا دیا اور ایک مرتبہ ہندہ مذکور کو بھائی نے نہیں رکھا تو وُہ اپنے ماموں کے گھر آئی تو ماموں نے چند روز رکھ کے کہا کہ میں کنبہ والا ہُوں مجھ میں اب طاقت رکھنے کی نہیں ہے اپنے چچا تایاؤں اور دوسرے عزیزوں کے یہاں رہو، برادر لوگ بھائی اور ہندہ کے ماموں کا حقہ پانی بند کرتے ہیں، از رُوئے شرع کے اُن کا حقہ پانی بند ہونا چاہیے یا نہیں؟ اور ہندہ کا رکھنا کس پر واجب ہوگا؟ چچا یا شوہر یا ماموں اور بھائی وغیرہ کس پر اُس کا روٹی کپڑا مقرر ہوگا یا کوئی بھی رکھنے کا ذمہ دار نہ ہوگا؟ ہندہ کو نکال دیا جائے یا کیا کیا جائے؟ مکرر یہ کہ شوہر نے ہندہ کو ابھی طلاق نہیں دی ہے اور برابر اس کو روٹی کپڑا دیتا ہے سال بھر سے ماقبل کے اپنے بھائی اور ماموں کے سر ہے شوہر کو بوجہ نہ دینے طلاق کے نان و نفقہ ہندہ کو دینا چاہیے یا نہیں؟ اور شوہر کو تحقیق ہو جانے زنا پر فوراً طلاق دینا چاہیے یا روٹی کپڑا بند کرنا چاہیے؟

marfat.com

الجواب

اگر زنا متحقق بھی ہو جائے جب بھی طلاق دینا واجب نہیں جب تک طلاق نہ دے اور ہندہ اُس کے یہاں سے خود نہ نکلے تو روٹی کپڑا شوہر کے ذمّہ ہے اُس پر واجب ہے کہ روٹی کپڑا دے یا طلاق دے گا تو ختمِ عدت تک کا روٹی کپڑا اور مہر اُسے ادا کرنا ہو گا بعد عدت ہندہ مہر وغیرہ اپنے مال سے کھائے گی اگر مال رکھتی ہو یا دوسرے شوہر کے پاس سے اگر دوسرا نکاح کرے اور مال نہ رکھتی ہو نہ کما سکتی ہو نہ دوسرا نکاح ہو تو اس کا روٹی کپڑا اُس کے جوان بیٹے پر واجب ہے بھائی یا چچا یا ماموں وغیرہ پر کچھ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۷ از کلکتہ دھرم تلا لین مکان حاجی سلیمان یوسف مہ پارہ ۴۵ مرسلہ مولوی سید ابراہیم صاحب مدنی ۱۸ شوال ۱۳۱۹ھ

ماقولکم دام فضلکم معشر علماء الاسلام رحمکم اللہ تعالٰی فی الدارین فی رجل یشرب الخمر دائما و یھتك و یمزق الاوراق الکریمۃ التی فیھا نقش المسجد الحرام والروضۃ المطھرۃ النبویۃ علیہ الف الف صلوٰۃ و تحیۃ و یعلق بدلھا علی الجدران تصاویر الٰھۃ الکفار الفجار، وقد رمی اوراق المتبرکۃ فی القاذورات ویضرب الزوجۃ علی اداء الصلوٰۃ ویمنعھا و یضربھا اذا لا تشرب الخمر واذا قیل لہ تعال نذھب الی المسجد فیقول انا اذھب الی المسکرات لاشربھا ومالی حاجۃ الیہ ولا ینفق علیھا النفقۃ واذا اجبر علی الطلاق لا یطلقھا و یأبی الطلاق حتی عجزت و رفعت شکواھا الی الحاکم فاقر عندہ فی الشھر لعشرۃ مضروبۃ مسکوکۃ والان

علماء اسلام کی جماعت، اللہ تعالٰی تم پر دونوں جہان میں رحمت فرمائے اور تمہاری فضیلت کو دائم رکھے، آپ کا کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جو ہمیشہ شراب پیتا ہے اور مسجد حرام اور روضہ مطہرہ نبی پاک ان پر ہزار ہزار صلوٰۃ وسلام ہو، کے نقش والے مبارک اوراق کی ہتک کرتے ہوئے ان کو پھاڑتا ہے اور دیواروں پر ان کی جگہ کافروں کے بتوں کی تصاویر کو آویزاں کرتا ہے اور اس نے مبارک اوراق کو گندگی میں پھینکا ہے اور بیوی کو نماز سے روکتا اور مارتا ہے اور اسے شراب نہ پینے پر مارتا ہے، اور جب اسے مسجد میں جانے کے لئے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے میں تو شراب خانوں میں جا کر شراب نوشی کروں گا اور مجھے مسجد میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، اور بیوی کو نفقہ نہیں دیتا اور جب اسے طلاق دینے پر مجبور کیا جائے تو وہ انکار کرتے ہوئے بیوی کو طلاق نہیں دیتا حتی کہ بیوی نفقہ سے عاجز ہو کر حاکم سے شکایت کرتی ہے تو وہ حاکم کے پاس بیوی کو ماہانہ دس۱۰ روپے دینے کا اقرار کرتا ہے جبکہ اب تک

marfat.com

صارت ثلث سنين ما اعطاها شيأ من ذلك فما حكمه فى الصور المرقومة هل بقيت زوجته فى النكاح ام لا وهل يحكم بكفره ام لا فاذا بطل نكاحه بالامور المذكورة هل يجوز لها ان تنكح رجلا اٰخر للضرورة والظاهر انها لا تجد من يقرضها وهل استحسن الاحناف ان ينصب القاضى الحنفى نائبا شافعى المذهب يفرق بينهما اذا كان الزوج حاضرا وابى عن الطلاق لان دفع الحاجة الدائمة لا يتيسر بالاستدانة فالتفريق امر ضرورى بينوا بالكتاب توجروا بيوم الحساب۔

تین سال ہو چکے ہیں اس نے بیوی کو کچھ نہیں دیا، تو ان تمام مذکورہ صورتوں میں اس شخص کے لئے کیا حکم ہے کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں باقی ہے، اور کیا اس کے کافر ہو جانے کا حکم ہوگا یا نہیں، تو کیا مذکور امو کی وجہ سے جب اس کا نکاح باطل ہے تو بیوی دوسرے شخص سے ضرورت کی بنا پر نکاح کر سکتی ہے جبکہ ظاہر یہ ہے کہ نفقہ کے لئے اس کو قرض دینے والا کوئی نہیں ملتا اور کیا احناف نے حنفی قاضی کے لئے کسی شافعی مذہب والے کو اپنا نائب بنانا پسند کیا ہے تاکہ وہ شافعی مذہب کے مطابق خاوند کی موجودگی میں اس سے طلاق کا مطالبہ کرے اور انکار پر وہ دونوں میں تفریق کا فیصلہ دے، کیونکہ بیوی کی دائمی نفقہ کی حاجت قرض سے پُوری ہونا آسان نہیں ہے اس بنا پر دونوں میں ضرورت کی وجہ سے تفریق کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کتاب کے حوالے سے بیان کرو اور قیامت کے روز اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

اللّٰھم لك الحمد رب انی اعوذبك من ھمزات الشیٰطین واعوذبك رب ان یحضرون کل ما وصف فی السوال فما للرجل من سئ الافعال واسوء الاقوال فکبائر متناھیة فی الاثم والوبال وکلہ کفر علی الاحتمال فان شرب الخمر کبیرة والادمان اکبر وصحبه استحلال لها او استخفاف بحرمتها فقد کفر و تمزیق الاوراق الکریمة المذکورات

یا اللہ! تیرے لئے ہی حمد ہے، اے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اے رب! میں شیطانوں کی موجودگی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ سوال میں شخص مذکور کے بُرے افعال اور بدترین اقوال جو ذکر کئے گئے ہیں وہ گناہ اور وبال میں انتہائی کبیرہ ہیں، اور تمام کفر کا احتمال رکھتے ہیں کیونکہ شراب پینا کبیرہ گناہ ہے اور اس پر دوام اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور اگر اس کے ساتھ ساتھ وہ حلال جان کر اور شراب کی حرمت میں تخفیف جان کر پیتا ہے تو وہ کافر ہے۔ اور مبارک اوراق کو پھاڑنا اور

marfat.com

والقاء وهافى موضع القاذورات ان كان
مبنيا على اصول الوهابية النجدية
خذ لهم الله تعالىٰ من ان ذلك بدعة و
البدعة تزال فجهل وضلال واستحقاق
لعذاب ونكال وان قصد اهانة
تلك البقاع فكفر بواح وارتداد صراح و
تعليق تلك التصاوير النجسة على الجدران
ان كان على ما يتعاده المجان يزعمون فيه
تزيين المكان غير متعمدين الى الكفر من
الكفران فكبيرة خبيثة تدعو الى النيران
وتبعد الملئكة وتقرب الشيطان وان وقع على
جهة استحسان صنيع الكفار وتعظيم الهة اصحاب
النار فكفر صريح جلى الاكفار وضرب المرأة
على اداء الصلوة ومنعها منه وضربها
على ترك شرب الخمر وابائها عنه كل
ذٰلك تناه فى التشطين والبغى والتفرعن و
ان كان مع ذٰلك ينكر فرضية الصلوٰة او
حرمة الخمر او يستخف بالشرع والنهى والامر
فكفر واضح وارتداد فاضح واعراضه
عن المسجد خير الاماكن ومكابرة
الداعى الى الله بذلك القول الخبيث
المنتن فهو به للكفر اقرب منه للايمان
وبالله العياذ من مجون
المجان فان كان قاله
على نهج الملاعبة فيالها

ان کو گندگی میں پھینکنا اگر بدنام زمان نجدی وہابیوں کی
روش پر مبنی ہے کہ یہ بدعت ہیں اور بدعت کو ختم کرنا چاہیے
تو یہ جہالت، گمراہی اور عذاب و سزا کا مستحق بننا ہے اور
اگر اس عمل سے اس کا مقصد اوراق پر تصویروں والے
مقامات کی اہانت و تحقیر مقصود ہے تو یہ کھلا کفر اور
واضح طور پر ارتداد ہے۔ اور بتوں کی ناپاک تصویروں
کو دیواروں پر آویزاں کرنا اگر ویسے عادت کے طور پر کہ
اس کو پاگل لوگ مکانات کی زینت سمجھتے ہیں اور کسی کو کفر
کی طرف تجاوز نہ کیا ہو تو یہ خبیث ترین کبیرہ گناہ ہے جو جہنم
میں لے جانے والا فرشتوں کو دور اور شیطانوں کو قریب
کرنے والا ہے، اور اگر یہ کام کفار کی رسم کو پسند کرتے
ہوئے اور دوزخیوں کے معبودوں کی تعظیم کے طور پر
کیا ہو تو یہ صریح کفر جو اس کی تکفیر کا باعث ہے بیوی
کو نماز کی ادائیگی پر مارنا اور اس سے منع کرنا اور شراب
نہ پینے پر اور شراب نوشی سے انکار پر اس کو مارنا تو
یہ تمام انتہائی شیطنت، فرعونیت اور بغاوت ہے
اور اس کے ساتھ ساتھ وہ نماز کی فرضیت اور شراب کی
حرمت کا منکر ہے اور شریعت اور اس کے اوامر اور
نواہی کی تحقیر کرتا ہے تو یہ کھلا کفر ہے اور رسوا کن ارتداد
ہے۔ اس کا بہترین مکان جو مسجد ہے سے اعراض کرنا
اور اللہ تعالیٰ کی دعوت سنانے والے کو مکابرہ کے طور
پر خبیث اور بدبو والی بات کہنا (کہ میں شراب خانے
جاؤں گا مجھے مسجد کی ضرورت نہیں ہے) تو اس سے
وہ کفر سے قریب اور ایمان سے دور ہو گیا (پاگلوں
کے پاگل پن سے اللہ تعالےٰ کی پناہ) تو یہ بات

marfat.com

من كبيرة كثيرة الشناعة والا فالكفر ظاهر فيه لا شك يعتريه بيدان الكفر امر شديد لا يحكم به مع احتمال الاسلام ولو من بعيد والمرأة لاتبين الا بتفريق مبين اوكفر متبين نعم يؤمر بالتوبة عن تلك القباح ثم بعد ذلك بتجديد النكاح،[1] في جامع الفصولين اواخر الفصل ۳۸ قيل له یا یک درم بده تا بعمارت مسجد صرف کنم یا بہ مسجد بیا بنماز فقال من نہ بمسجد آیم و نہ درہم دہم مرا بمسجد چہ کار وھو مصر على ذلك لايكفر ولكن يعزر،[2] واما التفريق لعدم الانفاق والزوج حاضر موسر قادر فلم يقل به حنفي ولا شافعي بل نص على خلافه الامام الشافعي فلا سبيل للمرام الا الاشتكاء الى الحكام ليجبروه على الانفاق وان لم يرضه فعلى الطلاق لقوله تعالٰی فامسكوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف۔[3]

اگر کھیل میں رغبت کے طور پر کی ہے تو یہ کتنی بڑی جرأت کبیرہ ہے اور بہت زیادہ قابلِ نفرت ہے، ورنہ یہ کھلا کفر ہے جس میں کوئی شک نہیں، تاہم کفر شدید معاملہ ہے، تو جب تک اسلام کا پہلو نکل سکتا ہے کفر کا حکم نہ لگایا جائے، اگرچہ اسلام کا احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو، جبکہ بیوی صرف قاضی کی تفریق یا واضح کفر کی بناء پر ہی نکاح سے خارج ہوگی، ہاں ایسے شخص کو اس کی مذکورہ قباحتوں پر توبہ کرنے اور پھر بعد میں تجدید نکاح کا حکم کیا جائے،

جامع الفصولین کی فصل نمبر ۳۸ کے آخر میں ہے کسی شخص کو کہا کہ مسجد کی عمارت کے لئے ایک درہم چندہ دے یا اس کو کہا گیا مسجد میں آکر نماز پڑھ، تو اس نے جواب میں یوں کہا کہ میں نہ مسجد میں آتا ہوں اور نہ درہم دیتا ہوں مجھے مسجد سے کیا کام، اور اس نے اصرار کیا ہو تو اُسے کافر نہ کہا جائے گا لیکن تعزیر لگائی جائیگی۔ لیکن خرچ نہ دینے پر جب خاوند حاضر ہو اور امیر ہو نفقہ دینے پر قادر ہو تو اس صورت میں کسی حنفی نہ کسی شافعی نے تفریق کا قول کیا ہے بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس کے خلاف تصریح کی ہے لہذا خاوند جب قادر ہو اور امیر ہو تو پھر مقصد بر آری کی یہی صورت ہے کہ حکام سے بیوی شکایت کرے تاکہ وہ خاوند کو نفقہ دینے پر مجبور کریں اگر نفقہ دینے پر راضی نہ ہو تو پھر اس کو طلاق دینے پر مجبور کریں کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱

marfat.com

فی رد المحتار عن غرر الاذکار ثم اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ینصب القاضی الحنفی نائبا ممن مذھبه التفریق بینھما اذا کان الزوج حاضرا وابی عن الطلاق لان دفع الحاجة الدائمة لا یتیسر بالاستدانة اذ الظاھر انھا لا تجد من یقرضھا وغنی الزوج مآلا امر متوھم فالتفریق ضروری اذا طلبته وان کان غائبا لا یفرق لان عجزه غیر معلوم حال غیبته وان قضی بالتفریق لا ینفذ قضاؤه لانه لیس فی مجتھد فیه لان العجز لم یثبت اھ[1] فانظر الی قوله وغنی الزوج مآلا امر متوھم وقوله فی الغائب لان عجزه غیر معلوم یرشدانك ان الکلام انما ھو فی العاجز المعسر دون القادر المستکبر وانظر آخر الکلام یفیدك ان القضاء بالتفریق حیث لم یثبت عجزه باطل سحیق وقد قال فی رد المحتار ایضا قبله

بیویوں کو اچھی طرح رکھو یا اُن سے بھلائی کے ساتھ جُدائی کرلو۔ ردالمحتار میں غررالاذکار سے منقول ہے کہ ہمارے مشائخ نے یہ پسند کیا ہے کہ حنفی قاضی کسی شافعی یا اس شخص کو جس کا مذہب یہ ہو کہ نفقہ نہ دینے پر حاضر خاوند کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے اگر طلاق نہ دے تو قاضی تفریق کرے، اپنا نائب بناکر اس سے تفریق کرائے کیونکہ نفقہ کی حاجت دائمی ہے جوکہ بیوی کے قرض اٹھانے پر پُوری نہیں ہوسکتی کیونکہ ظاہر میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جو اس کو قرض دیتا رہے جبکہ خاوند کا بالآخر غنی ہوکر نفقہ ادا کرنا موہوم بات ہے تو بیوی کے مطالبہ پر اس صورت میں تفریق ضروری ہے، اور مذکورہ صورت میں اگر خاوند غائب ہو تو تفریق نہ کی جائے کیونکہ غائب ہونے کی صورت میں خاوند کا نفقہ سے عجز معلوم نہ ہوسکے گا اس صورت میں اگر تفریق کردی تو وہ نافذ نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں تفریق مجتہدین کے ہاں زیرِ بحث مسئلہ نہیں ہے کیونکہ خاوند کا عجز معلوم نہیں ہے، اھ۔ اس عبارت میں "بالآخر خاوند کا غنی ہونا موہوم ہے" اور غائب ہونے والے کے بارے میں "یہ کہ اس کا عجز معلوم نہیں" پر غور کریں تو یہ رہنمائی ملتی ہے کہ تفریق کی بات صرف خاوند کے تنگدست اور عاجز ہونے کی صورت میں ہے، نہ کہ قادر اور ہٹ دھرم خاوند کی صورت میں، اور پھر مذکورہ کلام کا آخری حصّہ تو واضح طور پر بتا رہا ہے کہ جب خاوند کا عجز ثابت نہ ہو تو وہاں تفریق کا فیصلہ

---

[1] رد المحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۶

marfat.com

ما نصہ والحاصل ان عند الشافعی اذا اعسر الزوج بالنفقۃ فلہا الفسخ و کذا اذا غاب وتعذر تحصیلہا منہ علی ما اختارہ کثیرون منہم لکن الاصح المعتمد عندھم ان لا فسخ مادام موسرا وان انقطع خبرہ وتعذر استیفاء النفقۃ من مالہ کما صرح بہ فی الام قال فی التحفۃ (یعنی سیدنا الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ) قال (یعنی العلامۃ ابن حجر المکی الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی بعد نقلہ ذلك فجزم شیخنا (یعنی العلامۃ شیخ الاسلام زکریا الانصاری) فی شرح منہجہ، ان القول بالفسخ فی منقطع خبر لا مال لہ حاضر مخالف للمنقول کما علمت[1] الخ وفی کتاب الانوار للامام یوسف اردبیلی الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی لو امتنع مع القدرۃ او غاب مع الیسار او قدرت علی مالہ فلا خیار[2]، وفیہ ولو جہل حال الغائب من الیسار والاعسار او شك فی یسارہ فلا خیار لان

بالکل باطل ہے جبکہ ردالمحتار میں مذکور کلام سے قبل بھی فرمایا، عبارت یوں ہے، الحاصل امام شافعی کے ہاں جب خاوند تنگدست قرار پائے تو بیوی کو فسخ کے مطالبے کا حق ہوتا ہے اور یونہی اگر خاوند غائب ہو اور اس کے ملنے کی امید نہ ہو تو بھی نفقہ کی ناامیدی پر اکثر شوافع حضرات کے ہاں فسخ مختار ہے لیکن ان کے مذہب میں معتمد علیہ اور اصح یہ ہے کہ اس وقت تک فسخ کا اختیار نہیں جب تک اس کی تنگدستی ثابت نہ ہو جائے اگرچہ غائب ہو کہ اس کی کوئی خبر نہ ہو اور اس کے مال سے بیوی کے لئے نفقہ کی کوئی صورت نہ بن پاتی ہو، جیسا کہ امام شافعی کی کتاب "الام" میں تصریح ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے تحفہ میں فرمایا، علامہ ابن حجر مکی شافعی نے یہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ہمارے شیخ یعنی شیخ الاسلام زکریا انصاری نے اپنی منہج کی شرح میں یہ جزم فرمایا ہے کہ ایسے غائب شخص جس کی کوئی خبر نہ ہو اور اس کا مال بھی موجود نہ ہو، تو فسخ کا فیصلہ منقول کے خلاف ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا ہے۔ امام یوسف اردبیلی شافعی کی کتاب "الانوار" میں ہے کہ خاوند قادر ہونے کے باوجود نہ دے، یا امیر ہونے پر وہ غائب ہو، یا بیوی اس کے مال سے نفقہ حاصل کرنے پر قادر ہو تو پھر فسخ کا اختیار نہیں ہے، اور اسی میں ہے کہ اگر غائب ہو اور اس کی تنگدستی یا تونگری معلوم نہ ہو یا اس کے حال میں شک ہو تو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا، کیونکہ فسخ کا

---

[1] ردالمحتار باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۶
[2] الانوار

السبب لم يتحقق ويفهم من هذا انه لو غاب معسرا او مضت مدة فلا خيار لها لاحتمال اليسار[1]، وفی شرح الکمثری قال فی التحفة والمنهاج والاصح ان لا فسخ بمنع موسر او متوسط حضر او غاب لتمکنها منه ولو غائبا کما له بالحاکم والمعتمد ما فی المتن و ومن ثم صرح فی الام بانه لا فسخ مادام موسرا وان انقطع خبره و تعذر استیفاء النفقة من ماله و المذهب نقل کما قاله الاذرعی فجزم شیخنا فی شرح منهجه بالفسخ فی منقطع خبر لا مال له حاضرا مخالف للمنقول کما علمت ولا فسخ بغیبته من جهل حاله یسارا او اعسارا بل لو شهدت بینة انه غاب معسرا فلا فسخ ما یشهد باعسارہ الآن اھ کلام التحفة[2] اھ باختصار، وفی تعلیقاته للفاضل ابراهیم الشافعی جزم فی شرح منهجه بالفسخ فی منقطع خبر

سبب موجود نہیں ہے۔ اور اس یہ معلوم ہوا کہ اگر خاوند تنگدست غائب ہو اور کچھ مدّت گزر جائے تو بھی اختیار فسخ نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اب وہ امیر بن چکا ہو۔ کمثری کی شرح میں ہے کہ تحفہ اور منہاج میں فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ امیر خاوند غائب ہو یا متوسط حال والا حاضر ہو یا غائب تو فسخ نہیں ہوگا کیونکہ بیوی کو نفقہ کا حصول ممکن ہے جیسا کہ غائب ہونے کی صورت میں اس کا مال موجود ہو تو قاضی کے ذریعہ حاصل کر سکتی ہے اور قابلِ اعتماد وہ ہے جو متن میں ہے، اسی لئے الاُم میں تصریح ہے کہ امیر خاوند غائب ہو اگرچہ اس کی کوئی خبر نہ ہو اور اس کے مال سے نفقہ حاصل کرنا مشکل ہو، یہی مذہب منقول ہے، جیسا کہ اذرعی نے فرمایا کہ ہمارے شیخ نے اپنی منہج کی شرح میں فرمایا کہ ایسے غائب جس کی کوئی خبر نہ ہو اور حاضر مال بھی نہ ہو تو اس صورت میں فسخ کا قول منقول مذہب کے خلاف ہے جیسا کہ تمھیں معلوم ہوا ہے، اور فسخ جب بھی نہیں کہ غائب شخص کے تنگدست یا امیر ہونے کا علم نہ ہو بلکہ گواہوں نے شہادت بھی دی ہو کہ غائب ہونے والا تنگدست ہے تب بھی فسخ نہیں کہ یہ شہادت موجودہ حال کی نہیں ہے' تحفہ کا کلام ختم ہوا، اھ، اختصارًا۔ الفاضل ابراہیم شافعی نے اپنی تعلیقات میں فرمایا کہ شیخ نے اپنی منہج کی شرح میں اس پر جزم کیا ہے کہ وہ غائب جس کی خبر

---

[1] الانوار

[2]

لامال له قال ابن حجر وهو خلاف المنقول فانه صرح فی الام بانه لا فسخ مادام موسر اوان انقطع خبرہ وتعذر استیفاء النفقۃ من ماله[1] اھ وفی قرۃ العین بمهمات الدین وشرحها فتح المعین کلاهما للعلامۃ زین الدین الشافعی تلمیذ الامام ابن حجر المکی رحمهما الله تعالٰی (فسخ نکاح من اعسر فلا فسخ) علی المعتمد (بامتناع غیرہ) موسرا او متوسطا من الانفاق حضر او غاب (و) لا فسخ (قبل ثبوت اعسارہ) باقرارہ او بینۃ تذکر اعسارہ الاٰن ولا تکفی بینۃ ذکرت انه غاب معسرا[2] اھ ملتقطا والله تعالٰی اعلم۔

معلوم نہ ہو اور اس کا مال نہ ہو تو فسخ ہوگا جبکہ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ منقول مذہب کے خلاف ہے کیونکہ امام شافعی نے الام میں تصریح کی ہے کہ غائب شخص جس کی خبر معلوم نہ ہو وہ جب تک امیر ہے اور اس کے مال سے نفقہ پُورا کرنا مشکل ہو تو بھی فسخ نہ ہوگا۔ علامہ زین الدین شافعی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالٰی کی دونوں کتب، "قرۃ العین بمهمات الدین" اور اس کی شرح "فتح المعین" میں ہے کہ تنگدست کا نکاح فسخ ہوگا اور معتمد قول کے مطابق کسی ایسے شخص کا جو امیر ہو یا متوسط ہو اور وہ نفقہ نہ دے خواہ حاضر ہو یا غائب کا نکاح فسخ نہ ہوگا تنگدستی کا ثبوت اس کے اقرار سے ہوگا یا شہادت سے ہوگا جس میں یہ ذکر ہو کہ اب تنگدست ہے اس میں یہ ذکر کافی نہیں کہ غائب ہوتے وقت وہ تنگدست تھا اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۸: از ہوڑہ رام کشٹو پور محلہ بانس تلا گھاٹ روڈ مرسلہ محمد حسن رضا خاں صاحب ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت پردہ نشین اپنے شوہر کی مطلقہ ہے، بعد عدت عقد ثانی کیا، بعد گزرنے ایک برس میکے آئی اور ذاتی یا زوجی تکلیف کی وجہ کر شوہر ثانی کے یہاں جانا پسند نہیں کرتی ہے اور اُس سے خلع چاہتی ہے اور شوہر اول کی موانست کو پسند کرتی ہے، شوہر ثانی باعث جہالت اور بہکانے دوسروں کے طلاق نہیں دیتا اور نہ کافی طور پر بی بی کا حق ادا کر سکتا ہے اور صورت اوقات بسری عورت کی ذاتی حیثیت کچھ بھی نہیں اور نہ میکے میں فراغت، پردہ بھی فرض ہے اور کھانا کپڑا بھی واجب، پھر ایسے موقعہ میں کیوں اقتدار مسائل حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ چاروں امام جبکہ برحق ہیں اور اگر اقتدا امام شافعی کی کی جائے تو حقیقت اس مسئلہ کی کیا ہے، ایسی حالت میں پیروی دوسرے

---

[1] تعلیقات

[2] فتح المعین شرح قرۃ العین عامر الاسلام پور پریس ترونگاری کبیر ص ۲۴۲ تا ۲۴۷

marfat.com

امام کی نہ کرنے سے خوف غلبہ شیطان کا ہے نہ معلوم کس گناہ کبیرہ میں مرتکب ہو اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضرورۃً اور مصلحۃً اقتداء لازم ہے ۔

الجواب

قرآن عظیم نے شوہر دار عورتوں کو حرام قطعی فرمایا سائل کے گول لفظ شرط مذہب شافعی کو پورا نہیں کرتے، عورتوں کو ہوائے نفس کا اتباع کرنا اور اُسے کسی امام دین کے سر رکھنا کوئی دین نہیں نہ حنفی اس پر فتوے کا مجاز بلکہ اگر حنفی حاکم شرعی اس پر حکم دے گا قضا نافذ نہ ہوگی ، درمختار میں ہے :

لایفرق بینھما بعجزہ عنھا ولا بعدم ایفائہ حقھا ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ[1]

حنفی مذہب میں نفقہ سے عاجز ہونے یا بیوی کا حق پورا نہ کرنے پر تفریق نہ ہوگی اگر کسی حنفی نے یہ تفریق کی تو نافذ نہ ہوگی ۔ (ت)

چارہ کار حکومت کی طرف رجوع ہے کہ وہ اُسے دو باتوں میں سے ایک پر مجبور کرے یا ادائے نفقہ یا طلاق ، واللہ تعالٰی اعلم ۔

---

[1] درمختار باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۹

کتاب الایمان

مسئلہ ۱۹۹ ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ الحمد للہ رب العٰلمین ٥ والعاقبۃ للمتقین ٥ والصلٰوۃ والسلام علٰی رسولہ محمد و اٰلہ واصحابہ اجمعین ٥

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مقدمہ میں کہ زید نے قسم مغلظہ کھائی ساتھ اس معاہدہ کے کہ اگر میں بکر سے کسی وقت میں ہمکلام ہوں تو زوجہ میری کو طلاق ہے چنانچہ بعد اس عہد کے بکر نے وفات پائی اور زید قبر پر گیا اور احکامِ شرعیہ کو کام میں لایا یعنی سلام علیکم کہہ کر فاتحہ قبر پر زید نے پڑھی تو اس صورت میں زوجۂ زید پر طلاق عائد ہوئی یا نہیں؟ فقط

الجواب

الحمد الکثیر للحی القدیر، والصلٰوۃ والسلام علی السمیع البصیر و اٰلہ وصحبہ الٰی یوم المصیر۔

کثیر ترین حمدیں زندہ قدرت والے کے لئے ہیں، صلٰوۃ و سلام کامل سمع وبصر والے پر اور اُن کی آل واصحاب پر تا یوم القیامۃ۔ (ت)

صورتِ مستفسرہ میں زنِ زید پر طلاق نہ ہُوئی، جامع صغیر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے:

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم رجل قال

امام محمد نے امام ابویوسف سے اور انھوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے

marfat.com

لاٰخر ان ضربتك فعبدی حرفمات فضربه قال فهو علی الحیٰوۃ وکذلك الکسوۃ والکلام والدخول[1] انتہی۔

کو کہا اگر میں تجھے ماروں تو میرا غلام آزاد ہے، دوسرے کے فوت ہونے کے بعد اس نے اسے مارا (تو قسم نہ ٹوٹیگی) یُوں ہی لباس، کلام یا دخولِ دار کی قسم کھائی ہو تو وُہ بھی فوت ہونے کے بعد کارروائی پر نہ ٹوٹے گی کہ ان قسموں کا تعلق زندہ سے ہوتا ہے اھ (ت)

وجہ اس کی یہ ہے کہ بنائے یمین عرف پر ہے اور عرف میں اس سے کلام بعد الموت مقصود و مفہوم نہیں ہوتا نہ بعد موت کلام وسلام کو یہ کہتے ہیں کہ زائرمیّت سے باتیں کر رہا ہے اگرچہ حقیقۃً وشرعاً کلام وسلام ہے جیسے قسم کھانے والا کہ گوشت نہ کھائے گا مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ حقیقۃً وشرعاً گوشت اُس پر بھی صادق۔

قال اللہ تعالٰی لتأکلوا منہ لحما طریا[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم دریا سے تازہ گوشت کھاؤ۔ (ت)

ولہذا اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کرے گا اور قرآن پڑھا تسبیح وتہلیل کی، حانث نہ ہوگا، حالانکہ حقیقۃً وشرعاً یہ بھی کلام ہے

قال اللہ تعالٰی الیہ یصعد الکلم الطیب[3] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن سبحان اللہ وبحمدہ سبحٰن اللہ العظیم[4]۔ رواہ البخاری۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اسی کی طرف طیب کلمات اُٹھتے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: دو کلمے زبان پر خفیف، ترازو میں بھاری، اللہ تعالٰی کے ہاں محبوب ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اس کو بخاری نے روایت کیا (ت)

یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں اگر قسم کھائی زید سے کلام نہ کروں گا اور زید نماز جماعت میں اس کے برابر کھڑا تھا سلام پھیرتے وقت اس کی طرف منہ کرکے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا حانث نہ ہُوا اگرچہ اس سلام میں نیتِ حاضرین کا قطعاً حکم ہے اسی طرح اگر جس کی نسبت قسم کھائی تھی وُہ امام ہُوا اور نماز میں بھُولا اس نے بتایا قراءت میں لقمہ دیا حانث نہ ہوگا حالانکہ یہ قطعاً اُس سے خطاب ہے اور خاص بقصد خطاب صادر،

فی الہندیۃ لوحلف لایتکلم ولا نیۃ

ہندیہ میں ہے کسی نے قسم کھائی کہ کلام نہ کروں گا اور

---

[1] جامع الصغیر باب الیمین فی القتل والضرب مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۴۷

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۴

[3] القرآن الکریم ۳۵/ ۱۰

[4] صحیح بخاری کتاب الرد علی الجہمیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۹

marfat.com

له فصلی وقرأ فيها اوسبح او هلل لم يحنث وقال الفقيه ابو الليث ان عقد يمينه بالفارسية لايحنث بالقراءة والتسبيح خارج الصلوٰة ايضا للعرف فانه يسمى قارئا ومسبحا لامتكلما وعليه الفتوى كذا فی الکافی[1] اھ ملخصًا۔

خاص نیت نہ کی، تو نماز پڑھنے میں قرارت کرنے، تسبیح وتہلیل کرنے پر قسم نہ ٹُوٹے گی۔ اور ابو لیث فقیہ نے فرمایا اگر کسی نے فارسی زبان میں قسم کھائی کہ بات نہ کروں گا، تو خارج از نماز قرارت کرنے اور تسبیح پڑھنے پر بھی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس عمل والے کو عرف میں قاری اور تسبیح پڑھنے والا کہا جاتا ہے کلام کرنے والا نہیں کہا جاتا، اور اسی پر فتوٰی ہے جیسا کہ کافی میں ہے اھ ملخصًا (ت)

اسی میں ہے:

اذا حلف لايكلم فلانا فاقتدى الحالف بالمحلوف عليه فسها المحلوف عليه فسبح له الحالف لم يحنث كذا فی المحیط[2]۔

اگر قسم کھائی کہ وُہ فلاں سے بات نہ کرے گا، تو اس کی اقتدار میں نماز پڑھتے ہُوئے وُہ بھول جائے تو قسم کھانے والے نے اسے سبحان اللہ کہہ کر لقمہ دیا تو حانث نہ ہوگا، یعنی قسم نہ ٹوٹے گی جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

كذا اذا سلم عن الصلوٰة وفلان عن جنبه كذا فی العتابية[3]۔

یونہی جب نماز سے سلام پھیرے اور وُہ فلاں اس کے پہلو میں ہو، جیسے کہ عتابیہ میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لوكان المحلوف عليه اماما والحالف مقتديا به ففتح على الامام لايحنث الخ[4]۔

جس کے متعلق قسم کھائی اگر وُہ امام ہو اور قسم کھانے والا مقتدی ہو تو امام کو لقمہ دینے پر وُہ حانث نہ ہوگا۔ الخ (ت)

اسی طرح صدہا مسائل میں جن کا ماخذ وہی عرف پر احکام ایمان کی بنا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۰: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۱۷ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے قسمیہ کہا کہ یہ کام کر، اور اس نے

---

[1] و [2] و [3] و [4] الفتاوی الہندیۃ الباب السادس فی الیمین علی الکلام نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۹۷

نہ کیا تو بہ سبب انکار اُس کام کے عمرو پر قسم عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کسی کے قسم دلانے سے نہ اُس پر قسم عائد ہو نہ اُس کام کا کرنا واجب، حدیث میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، لا تقسم[1] قسم نہ دو۔ معلوم ہوا کہ قسم دلانے سے ماننا واجب نہیں ہوتا، ہاں اگر حرج نہ ہو تو مان لینا مستحب ہے کما نص علیہ الفقہاء الکرام (جیسا کہ اس پر فقہاء کرام نے تصریح فرمائی۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۱ قرآن مجید کی قسم کھانے سے قسم ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اور اس کا کفارہ کیا ہے؟ اور اگر کسی گناہ کرنے پر قسم کھائی ہو تو اُسے توڑے یا کیا کرے؟ اور جو شخص دوسرے کو دھوکا دینے کے لئے قسم کھائے اُس کے پُورے کرنے کا دل میں ارادہ نہ ہو اُس کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قرآن مجید کی قسم شرعاً قسم ہے،

فی الدر المختار قال الکمال لا یخفی ان الحلف بالقراٰن الاٰن متعارف فیکون یمیناً[2] انتہی۔

درمختار میں ہے کہ کمال نے فرمایا کہ مخفی نہ رہے کہ آجکل قرآن پاک کی قسم متعارف ہوچکی ہے لہذا یہ قسم قرار پائیگی اھ (ت)

اسی میں ہے:

الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین ومالا فلا انتہی[3]۔

قسموں کی بناء عرف پر ہے، تو عرف میں جس چیز کی قسم متعارف ہوجائے وُہ قسم قرار پائے گی، اور جو متعارف نہ ہو وُہ قسم نہ ہوگی اھ (ت)

اور قسم اگر امر مستقبل پر ہے جس کا کرنا اس کے قبضۂ اقتدار میں ہے تو اُس کے جھُوٹا کرنے میں گناہ ہے اور کفارہ اُس کا رافع، بشرطیکہ وُہ کسی معصیت پر نہ ہو مثلاً شراب پیئے گا یا نماز نہ پڑھے گا کہ اُس کا توجھُوٹا کرنا پھر کفارہ دینا واجب ہے

فی الدر المختار ومنعقدۃ وھی حلفہ علی مستقبل اٰت یمکنہ وفیہ الکفارۃ

درمختار میں ہے: یمین منعقدہ اور وُہ ہوتی ہے کہ آئندہ ممکنہ چیز کے متعلق حلف دیا جائے، اس میں حانث

---

[1] مسند احمد بن حنبل — مروی از عبداللہ ابن عباس — دارالفکر بیروت ۱/ ۲۱۹

[2] الدرالمختار — کتاب الایمان — مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۱

[3] ایضاً

marfat.com

ان حنث وھی ای الکفارۃ ترفع الاثم وان لم توجد منہ التوبۃ معھا ای مع الکفارۃ[1] سراجیہ اھ ملخصًا، وفیہ ایضًا من حلف علی معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ اوقتل فلان وجب الحنث والتکفیر لانہ اھون الامرین[2]۔

ہونے پر کفارہ ہوتا ہے، اور وہ کفارہ قسم کے گناہ کو ختم کر دیتا ہے اگرچہ اُس کے ساتھ توبہ بھی کرے، سراجیہ اھ ملخصًا۔ اس میں یہ بھی ہے اگر کسی نے گناہ پر قسم کھائی مثلاً کہامیں والدین سے بات نہ کروں گا یا فلاں کو قتل کروں گا، تو اس پر لازم ہے کہ وہ حنث کرے (یعنی قسم توڑ دے) اور کفارہ دے دے کیونکہ یہ کفارہ اس گناہ کے مقابلہ میں کم تر ہے (ت)

اور کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو متوسط کھانا یا کپڑا دینا جو تین مہینہ سے زیادہ چلے اور سب بدن ڈھک لے، اور جو کچھ نہ ہو سکے تو متواتر تین روزے رکھنا ہے،

فی الدر المختار وکفارتہ تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین کما فی الظھار او کسوتھم بما یصلح للاوساط وینتفع بہ فوق ثلثۃ اشھر ویستر عامۃ البدن فان عجز عنھا کلھا وقت الاداء صام ثلثۃ ایام ولاء[3] اھ ملخصًا۔

درمختار میں ہے کہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ گردن آزاد کرے، یا دس مسکینوں کو کھانا دے جیسا کہ ظہار میں ہوتا ہے، یا دس مسکینوں کو درمیانہ لباس دے جو عام بدن کو ڈھانپ لے اور کم از کم تین ماہ تک وہ لباس کام دے۔ اور اگر ان امور کی ادائیگی سے عاجز ہو تو مسلسل تین دن روزے رکھے اھ ملخصًا (ت)

اور اپنی بریت کو مغالطہ مسلمین کے لئے قصدًا جھوٹی قسم کھانا کہ زبان سے قسم کھانا اور دل میں اس کے خلاف پر عزم رکھتا ہو ہرگز جائز نہیں، اور احترام نام پاک الٰہی سے بالکل خلاف ہے، حق سبحٰنہ وتعالٰی نے قرآن عظیم میں ان لوگوں کی مذمّت فرمائی جو قسموں کو اپنی سپر بناتے ہیں، کفارہ اس لئے مقرر ہوا ہے کہ اگر احیانًا حنث واقع ہو یہ اس کا مصلح ہو سکے نہ کہ یہ کفارہ پر تکیہ کرکے قصدًا جھوٹی قسم کھائے اُسے اپنی بریت کی ڈھال بنائے، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۰۲

۲۷ رمضان ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے قسم کھائی کہ میں آج ظہر جماعت کے ساتھ ادا کروں گا

---

[1] الدرالمختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۰

[2] " " " ۱/ ۲۹۳

[3] " " " ۱/ ۹۳-۲۹۲

marfat.com

اور مسجد کو گیا مگر امام دو رکعت پڑھ چکا تھا دو رکعت سے امام کے ساتھ اس صورت میں زید کی قسم پوری ہوئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زید کی قسم پوری نہ ہوئی کہ دو رکعت بلکہ تین رکعت پانے والا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والا نہیں، درمختار میں ہے:

وکذا امدرك الثلث لا یکون مصلیا بجماعة علی الاظھر وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفه فی البحر[1]

جماعت میں تین رکعتیں پانے والا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والا نہ قرار پائے گا، اظہر قول کے مطابق۔ اور امام سرخسی نے فرمایا: اکثر کا حکم کُل والا ہوتا ہے، لیکن اس کو بحر میں ضعیف قرار دیا ہے۔ (ت)

ہاں ثواب جماعت کا قعدہ میں شامل ہونے پر بھی پائے گا وہ جُدا بات ہے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ جو گھر سے بارادۂ جماعت چلے اور جماعت ہوچکی اُس نے ثواب پالیا فقد وقع اجرہ علی اللہ (ہاں اجر و ثواب اللہ تعالٰی سے پائے گا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۳: مسئولہ شیخ عاشق علی خادم مسجد بی بی جی صاحبہ شہر بریلی ۴ جمادی الاول ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے غصہ میں قسم کھالی کہ میں بریلی ہی میں نہ رہوں گا، پھر غصہ دُور ہوجانے کے بعد وہ پچھتایا، تو کوئی تدبیر ایسی ہے کہ بریلی میں رہے اور حانث نہ ہو یا سوا کفارہ ادا کرنے کے کوئی صورت نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بریلی سے ترکِ سکونت کرکے نکل جانے کے لئے جس سامان و تدبیر ضروری کی اُسے حاجتِ واقعیہ تھی اگر اس کلمہ کے زبان سے نکلتے ہی اُس نے شروع نہ کردی یا اس میں معمولی واقعی کوشش نہ کی یا سامان مہیا ہوجانے پر پھر نکلنے میں ڈھیل کی تو حانث ہوگیا اور کفارہ لازم، اب چاہے نکلے یا نہ نکلے کفارہ دینا ہوگا اور نکلنا کچھ ضرور نہ رہا، اور اگر اُسی وقت سے سچّے طور پر تدبیر ضروری میں مشغول ہے اور اس میں ایسی سُستی نہ کی جسے عُرف میں ایسے کام میں سُستی گنیں تو جب تک سامان مہیا کرنے میں رہے گا حانث نہ ہوگا اگرچہ کچھ دن گزر جائیں، ہاں سامان درست ہوتے ہی نکل جانا ہوگا، ایسی کوئی صورت نہیں کہ باختیارِ خود بریلی میں رہے

---

[1] الدرالمختار باب ادراک الفریضہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۰

marfat.com

اور کفارہ دینا نہ پڑے، البتہ اگر یہ تہیّہ میں مشغول تھا کہ کسی نے قید کرلیا اور نکلنے نہ دیا تو جب تک یہ مجبوری رہے گی حانث نہ ہوگا اگرچہ عمر گزر جائے، یُوں ہی اگر بریلی کے سوا کہیں اس کے رہنے کا ٹھکانا نہیں نہ اپنے ذاتی مال یا حرفت یا تجارت کے ذریعہ سے دُوسری جگہ بسر ممکن ہے تو بھی مجبور سمجھا جائے گا جب تک حالت ایسی باقی رہے،

فی تنویر الابصار والدر المختار دوام الرکوب واللبس والسکنی کالانشاء فیحنث بمکثہ ساعۃ[1] فی رد المحتار یعنی لوحلف لایرکب ھذہ الدابۃ وھو راکبھا اولایلبس ھذا الثوب وھو لابسہ اولایسکن ھذہ الدار وھو ساکنھا فمکث ساعۃ حنث فلو نزل او نزع الثوب او اخذ فی النقلۃ من ساعتہ لایحنث[2]

تنویر الابصار اور در مختار میں ہے کہ لباس اور سواری اور سکنی پر مداومت کرنا یعنی قسم کے بعد اُس کو جاری رکھنا ابتدا ِ عمل کی طرح ہے، لہذا قسم کے بعد ایک گھڑی بھی باقی رکھنے پر قسم ٹوٹ جائے گی، رد المحتار میں ہے: یعنی اگر قسم کھائی کہ میں اس جانور پر سواری نہ کروں گا جبکہ اس پر سوار تھا یا یہ کپڑا نہ پہنوں گا جبکہ وُہ پہنے ہُوئے تھا، یا اس گھر میں رہائش نہ کروں گا جبکہ اس میں رہائش پذیر تھا، تو قسم کے بعد ایک گھڑی بھی اس حال پر باقی رہا تو قسم ٹوٹ جائے گی، اور اگر فوراً سواری سے اُتر گیا یا کپڑا اتار دیا، یا مکان سے منتقل ہونا شروع ہوگیا تو حانث نہ ہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال فی الفتح ثم انما یحنث بتاخیر ساعۃ اذا امکنہ النقل فیھا والابان کان لعذر خوف اللص اومنع ذی سلطان او عدم موضع ینتقل الیہ او اغلق علیہ الباب فلم یستطع فتحہ لایحنث ویلحق ذٰلک الوقت بالعدم للعذر اھ ولوقدر علی الخروج بھدم بعض الحائط ولم یھدم لم یحنث لان المعتبر القدرۃ علی الخروج

فتح میں فرمایا کہ پھر اگر کچھ دیر کردی جبکہ اُس کو فوراً منتقل ہونا ممکن تھا تو حانث ہوجائے گا، ورنہ اگر فوراً ممکن نہ تھا کہ وہاں چوری کا ڈر تھا، یا اختیار والے حاکم کی طرف سے رکاوٹ تھی، یا منتقل ہونے کو دوسرا مکان نہ تھا، یا دوسرے مکان کو تالا پڑا ہوا تھا جس کو کھولنے پر قادر نہ ہُوا تو حانث نہ ہوگا، کیونکہ فوراً منتقل ہونے میں یہ وقت بھی شمار ہوگا، اور عذر کی وجہ سے اس وقفہ کو کالعدم قرار دیا جائے گا اھ، اور اگر وہاں

---

[1] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۹۷

[2] رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۷۶

marfat.com

من الوجه المعهود عند الناس کذا فی الظھیریۃ بحر[1] اھ ملتقطا۔

سے دیوار توڑ کر فوراً نکلنے پر قدرت ہو تو بھی قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ نکلنے کے لئے معروف طریقے پر نکلنا معتبر ہے، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے، بحر، اھ ملتقطاً (ت)

اُسی میں زیرِ قولِ درمختار لو یمکنہ الخروج او اشتغل بطلب دار اخری او دابۃ وان بقی ایاما لم یحنث (اگر نکلنا ممکن ہو یا وہ دوسرا مکان تلاش کرنے یا منتقل ہونے کے لئے سواری کی تلاش میں مصروف ہوگیا اور کئی روز اس تلاش میں گزر گئے تو بھی حانث نہ ہوگا۔ ت) فرمایا:

ھو الصحیح لان طلب المنزل من عمل النقلۃ فصار مدۃ الطلب مستثنیٰ اذا لم یفرط فی الطلب فتح[2] اھ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

یہی صحیح ہے، کیونکہ دوسرا مکان تلاش کرنا یہ منتقل ہونے کا عمل ہے لہٰذا تلاش کی مدّت شمار نہ ہوگی بشرطیکہ تلاش کرنے میں کوتاہی نہ کرے، فتح، اھ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۴ از سیتاپور تامسن گنج دولتکدہ حضرت سیّد صادق میاں صاحب مرسلہ سید ارتضا حسین صاحب ۲۳ جمادی الاول ۱۳۱۶ھ

زید نے قسم کھائی کہ میں مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ آدھی میں شریک ہوں گا، اور وہ وضو کر رہا تھا، اب وہ تیسری رکعت میں شریک ہُوا، آیا وہ حانث ہوگا یا نہیں؟ اور آیا اس کو آدھی نماز ملی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حانث ہوگا، ظاہر ہے کہ ایک رکعت تین کی تہائی ہے نہ کہ آدھی۔ قسم پُوری اس وقت ہوتی کہ دو رکوع پاتا کہ دو تہائی اگرچہ نصف سے زائد ہے مگر زیادت مانع بر نہیں،

وبھذا الوجہ کان البر متصورا فانعقدت الیمین وان لم یکن للصلوۃ الثلاثیۃ نصف معتبر فی الشرع نعم ان حلف لید رکن نصفھا لا اقل ولا ازید فالظاھر

تو اس طرح قسم کو پورا کرنا متصور ہوسکتا ہے لہٰذا قسم قرار پائے گی اگرچہ شرعاً تین رکعت والی نماز کا نصف نہیں ہوتا، ہاں اگر قسم میں یُوں کہا ہو میں اس نماز کا نصف پاؤں گا نہ اس سے کم نہ زیادہ، تو پھر ظاہر یہ ہے کہ بالکل

---

[1] ردالمحتار کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۷۸-۷۷
[2] ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ۳/ ۷۸

انہ لایحنث اصلا لعدم تصور البر فیما یظھر وھو شرط الانعقاد کما قد صرحوا بہ فی مسئلۃ الکوز وغیرہ ھذا ما ظھرلی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

حانث نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں قسم کا پورا ہونا ممکن نہیں، یہی ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ قسم منعقد ہونے کے لئے، اس کا پورا ہونا متصور ہو یہ شرط ہے، جیسا کہ فقہائے نے کوزے کے مسئلہ میں تصریح فرمائی ہے۔ یہ ہے جو مجھے ظاہر معلوم ہوا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۵: ازبنگالہ زین العابدین سراج گنج

کسے شخص را برامر شرعی سوگند خدا و رسول داد است کہ اگر چنیں کار خواہی کرد بر تو سوگند خدا و رسول است آنکس سوگند خدا و رسول درحساب نیاوردہ ہر کارے ازومنع کردہ بود از راہ سرکشی آں کار کرد شرعًا برآنکس چہ حکم صادر آید وتعزیرش درپیش آید۔ بیّنوا توجروا۔

اگر کوئی شخص دوسرے کو خدا ورسول کی قسم دیتے ہوئے یوں کہے اگر تُو نے یہ کام کیا تو تجھے اللہ ورسول کی قسم ہے، تو وُہ دوسرا شخص اس قسم کی پروا نہ کرتے ہوئے جس کام سے منع کیا تھا اس کو کرنے پر بضد رہے تو اس شخص پر شرعًا کیا حکم ہوگا اور اس پر کیا تعزیر ہوگی۔ بیّنوا توجروا۔ (ت)

الجواب

سوگند بدادن کسے بردیگرے لازم نمی شود بے آنکہ دیگر سوگند برخود گیرد و پذیرد پس درقبول نکردنش برآں الزامے نیست ففی الحدیث ان الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ عبر رؤیا فاخبرہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اصاب بعضا واخطأ بعضا تالیفا للصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ان یخبرہ واقسم علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تقسم۔[1]

دوسرے کو قسم دینے سے دوسرے کو اس وقت تک قسم لازم نہ ہوگی جب تک وُہ خود قسم نہ اُٹھائے، لہذا مذکورہ صورت میں دوسرے شخص پر قسم لازم نہ ہوئی اس لئے اگر وہ قبول نہ کرے تو اس پر الزام نہ ہوگا، اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک خواب کی تعبیر بیان کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بتایا کہ یہ تعبیر کچھ درست ہے اور کچھ غلط ہے، یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو تالیفِ قلبی کے طور پر فرمائی کہ خطا کو ظاہر نہ فرمایا۔ اس پر حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قسم دی کہ

[1] مسند احمد بن حنبل مرویات ابن عباس دار الفکر بیروت

marfat.com

ففيه دليل واضح على ما قلنا وقد نص علی المسألة العلماء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ بتائیں (کیا خطا اور کیا درست) تو آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم نہ دو، تو اس حدیث میں واضح دلیل ہے ہمارے بیان پر، اور علمائے کرام نے بھی یونہی مسئلہ ذکر کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۶ از کریلی ضلع بریلی مرسلہ مولوی انعام الحق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار شریکوں نے باغ کی فصل خرید کی اور حصے بخرے پر جھگڑا پیدا ہوا، ایک شخص نے منجملہ اُن شریکوں کے قسم کھائی اگر اس باغ میں رہوں تو اپنی ماں اور بیٹی سے زنا کروں، اور اپنے مکان کو چلا گیا، آخر کار دو آدمی اُس کو جبراً اُسی باغ میں لائے اور رات کو بھی رکھا اور قسم کے خلاف عمل میں آیا لیکن جبراً عمل میں آیا ہے، اور صبح کو اپنا فیصلہ کرکے مکان کو چلا گیا اور شخصوں نے اس کو اپنی برادری سے خارج کیا ہے تو اب اس پر جو قسم خوردہ ہے کیا تعزیر ہونا چاہئے؟ یا نہیں ہونا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وُہ ناپاک وبیہودہ قسم محض مہمل ہے، لوگ بعد قسم اُسے باغ میں لائے اور شب کو رکھا اس سے اُس قسم کھانے والے پر کوئی تعزیر نہ آئی نہ وہ اس بناء پر برادری سے خارج کئے جانے کے قابل ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۷ تا ۲۰۹ ۴ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گروہ نے آپس میں فرداً فرداً حلف اٹھایا ہے نماز کی پابندی پر اور اُن قواعد کی پابندی پر جو ہمرشتہ تحریر ہذا پیش ہیں، اب وُہ گروہ والے یہ چاہتے ہیں کہ اُن قواعد میں جو قاعدہ جرمانے کا ہے وُہ منسوخ ہوجائے اور حلف دروغی کے بھی مرتکب نہ ہوں اور قواعد نماز کی ترمیم بھی ہوسکے تو وُہ صورت کون سی ہوسکتی ہے جس سے حلف دروغی عائد نہ ہو اور جرمانہ نماز بند ہوجائے اور قواعد نماز ترمیم ہوجائیں۔

سوال ۲: نماز کی قضا یا اُس کی قضا ادا کرنے پر بطور تنبیہ اگر کوئی جرمانہ مقرر کردیا جائے تو وہ خلافِ شرع تو نہیں ہے؟

سوال ۳: اگر جرمانہ نماز خلاف شرع شریف ہو اور اُس پر حلف سہواً اُٹھالیا گیا تو وُہ حلف جائز طور سے ہوا یا ناجائز، اور اس کے توڑنے سے گنہگار رہوں گے یا نہیں؟

قواعد متعلق پابندئ نماز

(۱) اگر کوئی ممبر کسی وقت کی نماز کی قضا بھی ادا نہ کرے گا اس کو یکم نومبر ۱۹۰۴ء سے ایسے فی وقت کے

marfat.com

عوض ایک پائی بطور جرمانہ کے انجمن کے اُس عہدہ دار یا ممبر کے پاس داخل کرنا ہوگا جس کے سپرد انجمن اس خدمت کو کرے گی۔

(۲) ہر ممبر اور عہدہ دار پر لازم ہوگا کہ ایسی نماز کی اطلاع کہ جس کی قضا بھی اُس سے ادا نہ ہُوئی ہو بلا دریافت کے ہفتہ وار انجمن کو کر دے۔

(۳) آمدنی جرمانہ کا رجسٹر جدا ہوگا۔

(۴) یہ آمدنی کسی کارِ خیر میں صرف ہوگی۔

(۵) جرمانہ قضا نماز کی ادائگی بحالتِ موجودگی بریلی ہفتہ وار ہُوا کرے گی۔

(۶) اگر ممبر یا عہدہ دار ایسا جرمانہ قصداً وقتِ معیّنہ پر ادا نہ کرے گا اور انجمن کی رائے میں اُس کا یہ ارادہ مفسدانہ پایا جائے گا تو اس ممبر کا نام با جازت کورم جلسۂ معمولی انجمن سے خارج کیا جائے گا (تعداد ممبران کی ایک حد کا نام کورم ہے)

(۷) اگر کوئی ممبر قصداً حلف دروغی کا مرتکب ہوگا وُہ انجمن سے خارج کیا جائے گا۔

(۸) کوئی مسلمان ممبر بلا حلف اُٹھائے اس انجمن کا ممبر نہ بنایا جائے گا۔

عبارتِ حلف

(۱) میں حلف کرتا ہُوں کہ پنج وقت کی نماز کی ادائگی میں کوشش کروں گا۔

(۲) اور اگر سہوًا یا اتفاقًا یا عمدًا قضا ہو جائے گی تو اس کو دُوسرے وقت ادا کروں گا۔

(۳) اگر قضا بھی ادا نہ کر سکوں گا تو یکم نومبر ۱۹۰۴ء سے جو قواعد متعلق پابندی نماز انجمن ہذا سے طیار ہُوئے ہیں اُن کی پابندی بدل و جان کروں گا۔ واضح رہے کہ حلف اُٹھانے سے قبل اور بعد بھی یہ بات سمجھا دی گئی تھی کہ حلف بالا کی سطر اوّل اور دوم کا اثر تم لوگوں پر تمام عمر رہے گا اور سطر سوم و چہارم کا اثر فقط اُسی زمانے تک رہے گا جب تک کہ تم اس انجمن کے ممبر ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم کا کچھ مال خطا کے عوض لے لیا جائے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں کما حققہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی والمسألۃ فی الدرالمختار وغیرہ وقد بیناھا علی ھامش رد المحتار (جیسا کہ اس کی تحقیق امام طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمائی، اور یہ مسئلہ درمختار وغیرہ میں ہے ______ اور ہم نے اس کو ردالمحتار کے حاشیہ میں بیان کیا ہے۔ ت) اور ناجائز بات پر عمل کرنا جس حلف سے لازم آتا ہو اُس کا توڑنا واجب ہے کما ارشد الیہ الحدیث

marfat.com

وفصلہ فی الھندیۃ (جیسا کہ اس کے لئے حدیث میں ارشاد ہے اور اس کی تفصیل ہندیہ میں ہے۔ت)
مگر صورت مذکورہ میں وہ جرمانہ انجمن والوں نے اپنے لئے لینا نہ قرار دیا بلکہ کسی کارِ خیر میں اُس کا مصرف کرنا بتایا ہے اور اُس کے لینے میں انجمن کی طرف سے کوئی جبر و اکراہ نہیں، صرف اتنا قاعدہ قرار دیا ہے کہ جو جرمانہ نہ دے انجمن سے خارج کیا جائے تو انجمن میں داخل رہنے کے لئے جو شخص یہ رقم ادا کرے گا بجبر و تعدی نہ ہوگا بلکہ اُس کی اپنی رضا سے ہوگا کہ انجمن سے خارج ہونے میں اُس کا کوئی ضرر نہ تھا اُس نے باختیارِ خود یہ پسند کیا کہ یہ رقم اُس سے لے کر کارِ خیر میں صرف ہو، لہٰذا یہ قانون جرمانہ ناجائزہ کی حد تک نہیں پہنچتا۔ رہا حلف وُہ اگر عبارتِ حلف بے کم وکاست اسی قدر ہے اور اس سے قبل یا بعد زبانی کوئی لفظ ایسا نہ کہلوایا گیا کہ حلف کو ان چاروں سطروں سے شرعاً متعلق کردے تو حلف صرف دو سطر سابق سے متعلق ہو کہ بعد کی سطریں حرف عطف سے خالی ہیں،

والجملۃ المستقلۃ لا تتعلق بالسابقۃ الا بعاطف فبقیت خارجۃ عن الحلف لما علم ان فصل الاجنبی یبطل عمل الحلف حتی لو قال واللہ والرسول لا فعلن کذا لم یکن یمینا لان قولہ والرسول لیس یمینا فکان فاصلا کما فی العٰلمگیریۃ وغیرھا فکان کقول القائل واللہ لاشربن لاقومن لم یدخل تحت الحلف الا الشرب دون القیام بخلاف قولہ ولا قومن، ھذا ما ظھرلی وارجو ان یکون صوابا۔

اور یہ جملہ مستقلہ ہے اس کا پہلے سے عطف کے بغیر تعلق نہیں ہوسکتا، لہٰذا یہ قسم سے خارج ہے کیونکہ اجنبی جملہ کے فاصلہ سے قسم کا عمل ختم ہوجاتا ہے حتی کہ اگر کوئی شخص یُوں کہے اللہ اور رسول کی قسم مَیں یہ کام ضرور کروں گا، تو قسم نہ ہوگی کیونکہ اللہ کی قسم ہوتی ہے، تو درمیان میں رسول کا لفظ فاصل بن گیا، کیونکہ رسول کی قسم نہیں ہوتی، جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں بیان ہے، تو یہ یُوں ہُوا جیسے کوئی کہے خدا کی قسم میں ضرور نوش کروں گا ضرور کھڑا ہُوں گا' تو یہ نوش کرنے کی قسم ہوگی کھڑے ہونے کی قسم نہ ہوگی، اس کے برخلاف اگر حرفِ عطف کے بعد' میں ضرور کھڑا ہُوں گا' کہے، تو کھڑے ہونے کی بھی قسم ہوگی۔ یہ مجھے ظاہر ہُوا اور مجھے امید ہے کہ یہ درست ہوگا۔ (ت)

اس تقدیر پر پابندیِ جرمانہ و دیگر قواعدِ انجمن زیرِ حلف داخل ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۰ از دولت پور ضلع بلند شہر مرسلہ بشیر محمد خاں صاحب ۱۵ شعبان ۱۳۲۹ھ
اگر چند بار کسی شخص نے حلف شرعی کسی امر کے واسطے کیا ہو اور پھر اس کے خلاف کرے اور اُس امر کا فیصلہ کہ جس کے بابت اُس نے حلفِ شرعی کئی مرتبہ کیا ہے تو وُہ اس کا فیصلہ قابل مان لینے کے

marfat.com

ہو گا یا نہیں ؟

الجواب

اگر خلاف کرنے میں شرعاً خیر دیکھے تو خلاف کرے اور کفارہ دے ورنہ بلا وجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی واحفظوا ایمانکم[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اپنی قسموں کو پُورا کرو۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منھا فلیأت الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ[2]۔ رواہ احمد ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جس نے کسی چیز کا حلف دیا اور اس کا خلاف اس سے بہتر محسوس کرے تو بہتر کو بجا لائے اور قسم کا کفارہ دے۔ اس کو احمد، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

یہی حال فیصلہ کا ہے اگر حلف کیا تھا کہ یُوں فیصلہ کرے گا پھر حکم شرع اس کے خلاف پایا تو اس پر فرض ہے کہ خلاف ہی کرے اور کفارہ دے، اور اگر حکم شرع وہی تھا جس پر حلف کیا پھر اس کا خلاف کیا تو قسم توڑنے کا بھی گناہ ہُوا اور ظلم و ناحق فیصلہ کا گناہ سخت تر ہُوا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۱ از سرونج مسئولہ عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ

ایک امیر نے اپنے ملازم کو خدمت کے صلہ میں زمین دی پھر کسی بات پر ملازم سے خفا ہو کر حالتِ غصہ میں قسم کھائی کہ میں تیری زمین ضبط کروں گا اور یہ بھی حلف لیا کہ میں تیرے گھر کا کھانا بھی نہ کھاؤں گا، اب وہ امیر اگر حلف شکنی کرے تو کیا کفارہ لازم آئے گا یا نہیں ؟

الجواب

قسم کا کفارہ لازم ہو گا کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو جوڑے دے یا دس مسکینوں کو فی مسکین ایک صاع جَو یا نصف صاع گیہوں یا اس کی قیمت دے، صاع سو روپیہ کے سیر سے ایک روپیہ بھر اُوپر ساڑھے تین سیر ہے، اور جس سے یہ نہ ہو سکے وُہ تین روزے رکھے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲ از رائپور گول بازار ممالک متوسطہ مرسلہ مولوی محمد سلیم خاں کتب فروش ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دوسری والدہ کے رُوبرو

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۸۹

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۸

marfat.com

ہوش و حواس میں قسم کھائی کہ مجھ کو خدا کا دیدار اور حضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شفاعت نصیب نہ ہو جو میں اپنے والد کی کمائی کا روپیہ یا جائداد موجودگی یا عدم موجودگی یا بعد وفات والد ماجد کے یوں جائداد میں یا اُن کی کمائی میں، اب وُہ شخص کسی طرح سے اپنے باپ کی جائداد یا کمائی کا روپیہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ اُمید کہ جواب امورِ مذکورہ بالا از رُوئے کُتبِ حنفیہ عنایت فرمائیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وُہ جو اس نے کہا شرعاً قسم نہیں بلکہ اپنے حق میں بددُعا ہے، اس کے سبب مالِ پدر سے لے لینا ناجائز نہ ہو گیا، لے سکتا ہے اور ایسے بُرے لفظ سے توبہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے:

علیہ غضبہ لایکون یمینا ایضا لانہ دعاء علی نفسہ ولا یستلزم وقوع المدعو بل ذٰلک متعلق باستجابۃ دعائہ لانہ غیر متعارف، فتح[1] واللہ تعالٰی اعلم

اگر کسی نے یُوں کہا مجھ پر اللہ تعالٰی کا غضب ہو تو یہ بھی قسم نہ ہوگی، کیونکہ یہ اپنے لئے بددُعا ہے اور اس کا وقوع لازم نہیں ہے اس لئے کہ یہ وقوع اس کی دُعا کے قبول ہونے پر موقوف ہے کیونکہ یہ غیر متعارف ہے، فتح۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۳
۹ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے متعلقوں سے ناراض ہو کر قسم کھائی اگر میں حج کو نہ چلا جاؤں تو خدا کرے میں کافر ہو جاؤں، اس پر لوگوں نے سمجھایا کہ ایسی قسم مت کھا، مگر زید نے مکرر سہ کرر قسم کھا کہ کہا اگر میں حج کو نہ چلا جاؤں کافر ہو جاؤں، لہٰذا بستی والوں نے مبلغ عـــہ روپیہ چندہ کرکے دے دئے، چنانچہ زید وُہ روپیہ لے کر اُس بستی سے حج کے ارادہ سے ظاہراً روانہ ہو گیا مگر دس روز کے بعد پھر اپنی بستی میں واپس آ گیا اور کہا میں بمبئی سے لوٹ آیا ہُوں حج کو نہیں جاؤں گا، ایک روز زید مسجد میں نماز پڑھنے کو گیا وہاں بکر نے دُعا مانگی، یا اللہ پاک! تو ہر مسلمان کو حج نصیب کر۔ اس دُعا کو سُن کر زید نے بکر کو گالیاں دیں مجھ کو تو طعنہ دیتا ہے، درانحالیکہ زید اس وقت اندازاً مبلغ ڈھائی سو ۲۵۰ روپے کی چیزوں کا بذاتِ خود مالک ہے یعنی بیل بھینس اور ہل نیشکر کا مالک ہے تو ایسی حالت میں اس چندہ کا کیا حکم ہے جو کہ وہ ہضم کر چکا ہے اور اس کو شرع کون سے لفظ سے نامزد کرتی ہے اور مسلمان لوگ کیا برتاؤ کریں، اگر زید اس فعل مذکور سے احاطۂ اسلام سے خارج ہو گیا تو دائرۂ اسلام میں کس ترکیب سے داخل ہو سکتا ہے اور کس طرح گناہ سے بری ہو سکتا ہے اور کوئی مسلمان اس حالتِ موجودہ میں اُس سے ارتباط و میل جول رکھے تو ایسے مسلمان کے واسطے کیا حکم ہے اور منکوحہ اُس کی

---

[1] ردالمحتار کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۵۷

marfat.com

اور اولاد اُس کی کا کیا ہے کہ یہ سب زید کے ساتھ کیا سلوک کریں ورنہ اولاد اور منکوحہ اس کی کے ساتھ مسلمان کیا تعلق رکھیں۔ بیّنوا توٴجروا۔

الجواب

زید نے جو الفاظ کہے قسم نہ تھی اس کے بعد حج کو نہ جانے کا سبب احاطۂ اسلام سے خارج نہ ہوا روپیہ کہ چندہ والوں نے دیا وُہ ہبہ تھا کہ زید بعد قبضہ اُس کا ٹکٹ لے کر گیا اگر واقعی زید کا اُس وقت ارادہ حج کو جانے کا تھا اور بمبئی تک گیا اور کوئی عذر پیش آیا کہ نہ جا سکا مثلاً زید بہت ضعیف ہو اور محتاج معین ہو اور اسے کوئی ایسا نہ ملا کہ اس سفر میں اس کی اعانت کرے مجبوری پلٹ آیا تو اس پر کچھ الزام نہیں چندہ کا روپیہ بہتر یہ ہے کہ واپس کر دے ورنہ شرعاً اُس پر واپسی لازم نہیں، ہاں اگر وُہ دھوکا دے کر جھوٹ ارادہ ظاہر کرتا اور اس ذریعہ سے لوگوں سے روپیہ لے کر چلتا ہو ضرور سخت مجرم تھا مگر صورتِ سوال سے اسکا ہرگز یہ ارادہ[1] نہیں، نہ کسی مسلمان پر بدگمانی جائز جو بلا وجہ قطعی اور بلا ثبوت شرعی دھوکا دینے اور جھوٹ ارادہ روپیہ ہضم کر لینے[2] کر لیں گے وہ سخت مجرم ہوں گے اس پر توبہ فرض ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] و [2] مسودہ میں بیاض ہے۔

marfat.com

رسالہ

الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین ۱۳۳۰ھ

(قسم کی مصیبت سے متعلق قیمتی جوھر)

مسئلہ ۲۱۴ از شمس آباد ضلع اٹک مرسلہ جناب مولنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۱ محرم شریف ۱۳۳۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ زید از پسر خود بوجہ امرے خلاف مرضی ناراض شدہ زن خود را گفت کہ اگر ایں پسر مرا در خانہ گزاشتی تو بر من سہ طلاق طلاق ہستی باز بعد از چند مدت بوجہ عذرخواہی پسرش زید خود از اں پسر راضی شد و در خانہ گذاشت و زن او چیزے از لا و نعم نگفت آیا آں زن بر زید طلاق شد یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کسی ناپسندیدہ معاملہ پر اپنے بیٹے سے ناراض ہُوا تو زید نے اپنی بیوی کو کہا اگر تُو نے میرے اس بیٹے کو گھر میں چھوڑا تو مجھ پر تو تین طلاق ہے، پھر کچھ مدّت کے بعد بیٹے کی معذرت خواہی پر زید اپنے اس بیٹے سے راضی ہوگیا اور گھر میں آنے دیا، بیٹے کے گھر آنے پر زید کی بیوی نے بیٹے کو کچھ نہ کہا، نہ ہاں اور نہ ہی نہ کہا، تو کیا اس صورت میں زید کی بیوی کو طلاق ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ الحمد للہ ربّ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا اللہ! تجھ سے ہی حق وصواب میں رہنمائی ہے۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو

marfat.com

العٰلمین، وافضل الصّلوٰۃ والسلام علی السید الامین، الذی قال لہ ربہ فسلٰم لک من اصحٰب الیمین، اجلہ اجلالا و عززہ تعزیزا وجعل تعلیقات مواعید فضلہ فی حق امتہ تنجیزا صلی اللہ تعالٰی وسلم علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ المیامین، عدد کل بر وفاجر وبر وحنث وعھد ویمین، اٰمین!

سب جہانوں کو پالنے والا ہے، بہترین صلوٰۃ وسلام اس آقا امین پر جس کو اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے حبیب! آپ کے لئے دائیں جانب والے اصحاب کی طرف سے سلام ہے، اور اس کو انتہائی بزرگیوں سے نوازا اور اس کو اعلٰی اعزاز عطا فرمایا اور اس نے اپنے فضل کے مشروط وعدوں کو آپ کی امت کے حق میں غیر مشروط فرمایا، اللہ تعالٰی کی رحمتیں اور سلام آپ پر اور آل واصحاب پر جو دائیں جانب والے ہیں، ہر نیک وبد اور پورا کرنے والے اور توڑنے والے اور عہد وقسم کی تعداد کے برابر ہو، آمین!

فقیر غفرلہ المولی القدیر دریں مسئلہ نگاہ تنقیح را جولاں دادم وبقدر قدرت وفرصت دور فرستادم عدم طلاق را وجہے کہ ثلج صدر دہد نیافتم بخانہ گزاشتن ترک وتخلیہ است واو بدو وجہ منتفی شود منع بالفعل یا نہی بالقول وا ینجا بتصریح سوال ہر دو نا فی منتفی پس نفی منتفی پس تخلیہ کہ شرط حنث بود روئے نمود وسہ طلاق لازم شد در فتاوٰی امام اجل قاضی خاں کتاب الایمان مسائل الیمین علی الترک است رجل اٰجر دارہ سنۃ ثم قال للمستاجر واللہ لا اترکك فی داری ثم قال لہ اخرج من داری یصیر بارا[1]، ہمچناں در عقود الدریہ از

اس فقیر (اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے) نے اس مسئلہ میں چھان بین کے لئے نظر دوڑائی اور اپنی ہمت اور فرصت کے مطابق دُور گہرائی تک پہنچا، تو طلاق نہ ہونے کی کوئی اطمینان بخش وجہ نہ پائی۔ گھر میں چھوڑنا، جس کا مطلب ترک کردینا اور علیحدہ ہونا ہے، اور یہ ترک وعلیحدہ ہونا دو طریقوں عملاً منع کرنے یا زبانی بات کے ذریعے روکنے سے منتفی ہوسکتا ہے اور یہاں پر سوال سے واضح ہورہا ہے کہ بیوی نے بیٹے کو دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے بھی منع نہیں کیا، تو جب منع کرنا منتفی ہے تو تخلیہ وترک متحقق ہوگیا جو حنث کے لئے شرط قرار دی تھی، تو اس تخلیہ کے پائے جانے سے بیوی کو تین طلاقیں لازم ہوگئی ہیں،

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں مسائل الیمین علی الترک نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۹۶

فتاوی صغری است باز در خانیہ فرمود رجل
حلف ان لا یدع فلانا یدخل
هذه الدار فان كانت الدار للحالف
فمنعه بالقول ولم يمنعه بالفعل
حتی دخل حنث فی یمینه
فیکون شرط برہ المنع بالقول
والفعل بقدر ما یطیق وان
لم تکن الدار للحالف فمنعه
بالقول دون الفعل حتی لو دخل
لا یکون حانثا[1] باز فرمود رجل
حلف بطلاق امرأته ان لا يدع
فلانا يمر على هذه القنطرة فمنعه
بالقول يكون بارا لانه لا يملك
المنع بالفعل[2] باز فرمود رجل
قال لابنه ان تركتك تعمل مع فلان
فامرأته كذا فان كان الابن
بالغا لا يقدر على منعه بالفعل
فمنعه بالقول يكون بارا وان
كان الابن صغيرا كان شرط
بره المنع بالقول والفعل جميعا[3] و
در بزازیہ چنانست قال لابنه الكبير
ان تركتك تعمل مع فلان فهو
على المنع بالقول ولو صغيرا فعلى

امام اجل قاضی خاں کے فتاوی کے کتاب الایمان میں
ترک پر قسم کے مسائل میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا
گھر ایک سال کے لئے کرایہ پر دیا تو پھر اس نے
کرایہ دار کو کہا خدا کی قسم میں تجھے اپنے گھر میں نہ چھوڑونگا
یہ کہہ کر پھر اس نے کرایہ دار کو زبانی کہا تو میرے گھر سے
نکل جا۔ تو اس کہنے پر وہ مالک قسم میں سچا ہوگیا
اور اس نے اپنی قسم پوری کرلی۔ اسی طرح عقود الدریہ
میں فتاوی صغری سے منقول ہے اور پھر خانیہ میں
فرمایا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ "میں فلاں کو اس گھر
میں داخل نہ ہونے دوں گا" تو اگر یہ گھر قسم کھانیوالے
کی ملکیت ہو تو اس نے اس کو زبانی منع کیا اور عملاً
منع نہ کیا۔ پس وہ شخص اس گھر میں داخل ہوگیا تو قسم
کھانے والے کی قسم ٹوٹ گئی کیونکہ گھر کا مالک ہونے کی وجہ سے اس
کی قسم پوری ہونے کے لئے ضروری تھا کہ وہ زبانی اور عملی دونوں
طریقوں سے حسب طاقت منع کرتا اور اگر وہ گھر قسم کھانے والے کی
ملکیت نہ ہو تو اس کو زبانی منع کیا اور عملاً منع نہ کیا حتی کہ اگر وہ
شخص اس مکان میں داخل ہوگیا تو حانث نہ ہوگا، خانیہ
میں پھر فرمایا کہ ایک شخص نے بیوی کی طلاق کی قسم کھائی
کہ وہ فلاں شخص کو اس پل سے نہ گزرنے دے گا۔ پھر
اس نے زبانی اس کو گزرنے سے روکا۔ تو اس کی
قسم پوری ہوگئی کیونکہ وہ اس کو عملاً منع کرنے پر قادر
نہ تھا۔ پھر فرمایا ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کہا
اگر میں تجھے فلاں کے ساتھ کام کرنے کے لئے چھوڑوں

---

[1] و [2] و [3] فتاوی قاضی خاں مسائل الیمین علی الترک نولکشور لکھنؤ ۲/۲۹۶

marfat.com

القول والفعل[1] بازدر خانیہ فرمود ولو قال ان ترکت فلانا یدخل بیتی فامرأته کذا فدخل فلان ولم یعلم به الحالف لایحنث وان علم ولم یمنعه حنث[2] در فتح القدیر آخر ایمان ست حلف لا اترك فلانا یفعل کذا کلا یمر اولا یذهب اولا یدخل یبر بقوله له لا تفعل لا تخرج لا تمر اطاعه او عصاه[3] درعقود الدریہ است حلف بالطلاق علی اخته البالغة لا اخلیك تسکنین مع حماتك فی الدار فحیث لاتکن الدار للحالف فمنعها بالقول دون الفعل لا یحنث[4] کذا فی الخانیة والبزازیة ورسائل العلامة الشرنبلالیة دراں از قنیہ است حلف لیخرجن ساکن دارہ الیوم والساکن ظالم غالب یتکلف فی اخراجه فان لم یمکنه فالیمین علی التلفظ باللسان[5] در عالمگیریہ است

تو میری بیوی کو طلاق، تو اگر بیٹا بالغ ہو جس کو عملاً نہ روک سکتا ہو تو اس کو صرف زبانی منع کرنے پر قسم پُوری ہو جائیگی، اور اگر بیٹا نابالغ ہو تو پھر قسم پورا ہونے کے لئے زبانی اور عملی دونوں طرح منع کرنا شرط ہوگا۔ اور بزازیہ میں یوں ہے کہ اگر بیٹا بالغ ہو تو پھر صرف زبانی منع کرنا قسم پورا ہونے کیلئے شرط ہے اور اگر بیٹا نابالغ ہو تو پھر زبانی اور عملی دونوں طریقوں سے منع کرنا شرط ہوگا۔ پھر خانیہ میں فرمایا کہ اگر کسی نے یوں کہا اگر میں فلاں کو اپنے گھر داخل ہوتا چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، پس وُہ شخص اس کی لاعلمی میں داخل ہوگیا تو حانث نہ ہوگا، اور اگر اس کے داخلے پر علم ہوا اور منع نہ کیا تو حانث ہوگا۔ فتح القدیر میں قسموں کے بیان کے آخر میں ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کو اس کام پر نہ چھوڑوں گا، مثلاً گزرنے نہ دُوں گا، جانے نہ دُوں گا، داخل نہ ہونے دوں گا، تو صرف زبانی "نہ کر، نہ داخل ہو، نہ گزر" کہہ دینا قسم کو پورا کرنے کیلئے کافی ہے وہ مانے یا نہ مانے۔ عقود الدریہ میں ہے ایک شخص نے طلاق کی قسم کھاتے ہوئے اپنی بالغ بہن کو کہا میں تجھے گھر میں تیرے دیوروں کے ساتھ تجھے رہتا نہ چھوڑوں گا، تو جب وُہ گھر قسم کھانے والے کا نہ ہو تو پھر زبانی روکنا مراد ہوگا عملاً روکنا مراد نہیں ہوگا تو زبانی روک دیا تو قسم پوری ہو جائیگی،

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی حاشیۃ فتاوٰی ہندیہ — کتاب الایمان — نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۵۰

[2] فتاوٰی قاضی خاں — مسائل الیمین علی الترک — نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۹۷

[3] فتح القدیر — کتاب الایمان — مسائل متفرقہ — نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۷۴

[4] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ — کتاب الطلاق — قندھار، افغانستان ۱/ ۳۸

[5] " " " " " " " ۱/ ۵۰

اذ قال ان ترکت فلانا یدخل هذه الدار فامرأتی طالق فان کان الحالف یملک هذه الدار فشرط بره ان یمنعه عن الدخول بالقول الفعل هکذا ذکره الصدر الشهید رحمه الله تعالٰی فی واقعاته وفی النوازل شرط بره ملک المنع ولم یعترض لملک الدار فقال ان کان الحالف یملک منعه عن الدخول فهو علی النهی والمنع جمیعا و ان کان لا یملک منعه فهو علی النهی دون المنع وکان شیخ الامام ظهیر الدین یعتبر ملک المنع وعلیه الفتوٰی[1]

یُوں خانیہ، بزازیہ اور علامہ شرنبلالی کے رسائل میں ہے اور اس میں قنیہ کے حوالے سے ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ میں آج فلاں رہائشی کو ضرور نکال باہر کروں گا، تو وُہ رہائشی ظالم اور غالب ہو جس کو نکالنا مشکل ہو تو پھر نکالنے سے مراد زبانی کہنا ہوگا، لہذا زبانی کہہ دینا کہ نکل جا' قسم کے پورا ہونے کے لئے کافی ہے۔ عالمگیریہ میں ہے کسی نے کہا اگر میں فلاں کو اس گھر میں داخل ہوتا چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، تو اگر گھر اس کی ملکیت ہو تو پھر قسم پورا ہونے کے لئے زبانی اور عملی دونوں طرح منع کرنا ضروری ہے، اس کو صدر الشہید رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب واقعات میں یونہی ذکر فرمایا ہے، اور نوازل میں ہے قسم پورا کرنے کے لئے منع کی قدرت شرط ہے انھوں نے گھر کی ملکیت کا ذکر نہیں فرمایا اور یوں کہا کہ اگر قسم کھانے والا اس کو دخول سے منع کرسکتا ہے تو پھر زبانی اور عملی دونوں طرح منع مراد ہوگا، اور اگر وُہ دخول سے روکنے پر قادر نہ ہو تو پھر صرف زبانی منع مراد ہوگا، اور امام شیخ ظہیر الدین منع کی قدرت کا اعتبار کرتے ہیں اور اسی پر فتوٰی ہے۔(ت)

اقول اینجا تنبہ باید بر امور **اولا** عبارات علما چنانکہ دیدی درمسئلہ عدم ترک فلاں مثلاً نگزارم کہ بخانہ آید بر رنگہائے مختلف آمدہ امام صدر شہید اعتبار ملک دار فرمود کہ اگر خانہ خانہ اوست منع بقول وفعل کند اگر تنہا بنہی زبانی عمل نماید حانث شود ہمیں است نص دوم امام قاضی خاں آرے اگر خانہ ملک او نیست منع زبانی بس است، وامام فقیہ ابو اللیث ملک منع را معتبر داشت کہ اگر بزور باز داشتن تواند مجرد نہی کفایت نکند گو خانہ خانہ اش مباش ورنہ کافی است گو خانہ خود از آں او باشد امام ظہیر الدین ہمبریں فتوٰی داد ونص اول امام قاضی خاں و

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں چند امور پر تنبیہ ضروری ہے **اوّل** جیسا کہ آپ نے دیکھا عدم ترک فلاں' یعنی فلاں کو نہ چھوڑوں گا کہ وُہ گھر میں آئے' کے مسئلہ میں علماء کرام کی عبارات مختلف ہیں، امام صدر شہید گھر کے مالک ہونے کا اعتبار کرتے ہیں کہ اگر گھر اس کا اپنا ہے تو پھر زبانی اور عملی دونوں طرح سے روکے، اور اگر صرف زبانی روکا تو حانث ہوجائے گا، اور امام قاضی خاں کی دوسری نص بھی یہی ہے، ہاں اگر گھر اس کا اپنا نہ ہو تو پھر زبانی روکنا کافی ہے، اور امام فقیہ ابو اللیث نے روکنے کی قدرت و اختیار کو معتبر رکھا ہے کہ اس

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۳۶

امام حسام الدین در فتاویٰ صغریٰ مسئلہ خود در دار ملوکہ حالف وضع فرمود و علی الاطلاق بر نہی زبانی اقتصار نمود و ہمیں ست قضا و نص مذکور فتح القدیر، و در بزازیہ جائے دار پسر فرق بصغیر وکبیر فرمود کہ صغیر را باز داشتن بقول و فعل جمیعا لازم است و کبیر را تنہا بقول و از نص چہارم خانیہ تقیید مستفاد ست کہ اگر بر کبیر قدرت منع بالفعل نہ باشد منع بالقول ست و در نص سوم ش در حق اجنبی مطلقا منع قولی گرفت کہ منع فعلی نمی تواند فقیر گوید بحقیقت اینجا ہیچ اختلاف نیست اصل سخن آن ست کہ در خانیہ بآں اشارہ رفت کہ قدر ما یطیق پیدا ست کہ ہر کہ گفت فلاں را بخانہ نگزارم و قادر بود بر اخراج او گرچہ خانہ خانۂ دیگرے باشد و اینکس با جارہ یا اعارہ وغیرہما آنجا می ماند و اگرچہ آنکس پسر بالغ یا اجنبی بود چوں طاقت خود را بکار نبرد و تنہا ہر یکبار گفتن کہ میا، یا بیروں شو قناعت ورزید قطعا او را بخانہ گزاشت و حانث شود و ہر کہ نتواند گو خانہ خانہ اش باشد و آنکس پسر صغیر، مثلاً حالف مقعد یا زمن یا مفلوج ست و پسر سیزدہ چہاردہ سالہ شریر کہ سر بفرمان ننہد لاجرم اینجا ہمیں نہی بقول کافی بود در خانۂ خودش غالب اختیار کلی باشد و احکام فقہیہ نظر بغالب دارد ازینجہت امام صدر شہید آں تفرقہ فرمود کہ تعبیر اصل بمظنۂ نیست[1] در زمن متاخر

صورت میں اگر طاقت سے روک سکتا ہے تو پھر زبانی روکنا کافی نہیں ہے اگرچہ وُہ گھر اپنا نہ بھی ہو ورنہ صرف زبانی روکنا کافی ہے اگرچہ گھر اپنا ہی ہو، امام ظہیر الدین نے اسی پر فتوٰی دیا ہے۔ امام قاضی خاں کی پہلی نص اور امام حسام الدین نے فتاوٰی صغرٰی میں اپنا یہ مسئلہ، قسم اٹھانے والے کے اپنے گھر کے متعلق بیان کیا اور وہاں اُنھوں نے مطلقاً زبانی روکنے پر اقتصار فرمایا اور یہی فتح القدیر کا فیصلہ اور نص ہے، اور بزازیہ میں بیٹے کے معاملہ میں صغیر وکبیر کا فرق کیا ہے کہ اگر بیٹا صغیر ہو تو زبانی اور عملی دونوں طرح گھر سے روکنا ضروری ہے اور اگر کبیر ہو تو پھر صرف زبانی روکنا کافی قرار دیا ہے، اور خانیہ (قاضی خاں) کی چوتھی نص میں یہ تقیید عیاں فرمائی کہ اگر کبیر بیٹے پر عملاً روکنے کی قدرت نہ ہو تو تب زبانی روکنا کافی ہوگا، اور ان کی تیسری نص اجنبی شخص کے متعلق ہے کہ اس کو مطلقاً زبانی روکنا ہی کافی ہوگا کیونکہ عملی طور پر اجنبی کو روکنا ممکن نہیں ہے۔ میں فقیر کہتا ہوں کہ حقیقتاً یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت وُہ ہے جس کی طرف خانیہ میں اشارہ گزرا کہ قدرت کے مطابق روکنا مراد ہے، ظاہر ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ میں فلاں کو گھر میں نہ چھوڑوں گا تو اگر وہ اس کو نکالنے پر قادر ہو گھر اس کا اپنا ہو یا نہ ہو بلکہ کرایہ دار ہو یا عاریۃً ہو جو بھی صورت رہنے کی ہو تو جس کے متعلق یہ کہا وُہ بیٹا بالغ ہو یا کوئی اجنبی ہو اس کو روکنے کی

---

[1] مسودہ میں بیاض ہے۔

marfat.com

اختیار تام جز بر اطفال صغار نماند لهذا
تفریق صغیر وکبیر کردند که نیز از ہماں وادی است
دیگراں نظر بفساد زمان گفتند که غالبا منع
بتدافع و تدافع بتضارب انجامد و آتش فتنه
سر بالاکشود و الفتنة اشد من
القتل لهذا از سر اقتصار برسخن
کردند و مراد جمله یکے و باللہ التوفیق
بالجمله بریں قدر اتفاق ست که نگذاشتن
را کم از کم بزبان باز داشتن ناگزیر ست
ہر که ایں را گزاشت بالاتفاق گزاشت
اینجا اگر زن آں پسر را برآوردن نتوانست
آخر کم نه ازاں که یکبار گفتی میا یا بیروں
رو محلش نه بود مگر اول وہله چوں آں گاه
خموشی گزید گزاشتن حاصل شد و طلاق
نازل باز منع بے سود و لاطائل و اگر آں
وقت یکبار منع کردی سوگند منتهی شدے
که مصدر بکلمه کلما نبود پس ازاں ترک
اگرچه مستمر ماندے زیاں نه رساندے
وكل ذلك واضح مما قدمنا
من نصوص العلماء اقول
والسر فيه ان التخلية
عدمية لانها عدم النهى
والتعرض وقد اثبتت
فى الشرط فيكون منفية
ونفى النفى اثبات و

طاقت رکھتا ہے تو پھر زبانی روکنا کافی نہ ہوگا کہ ایک بار زبانی منع کردے اور کہے کہ یہاں نہ آیا باہر ہوجا' بلکہ عملی اور زبانی ہر طرح روکنا ہوگا ورنہ اندر چھوڑا تو قطعاً حانث ہوجائے گا، اور جو روکنے پر قدرت نہیں رکھتا گو وہ گھر اس کا اپنا ہو اور بیٹا بھی صغیر ہو تو زبانی روکنا ہی کافی ہے، مثلاً قسم کھانے والا اپاہج ہو یا معذور ہو یا مفلوج ہو اور بیٹا تیرہ چودہ سال کا شریر ہو کہ فرمانبرداری نہیں کرتا، تو ایسی صورت میں مجبوراً زبانی روکنا ہی کافی قرار پائے گا، چونکہ اپنے ذاتی گھر میں کُلی اختیار ہونا اغلب ہے اور فقہی احکام کا مدار بھی غالب امور پر ہونا ہے اس لئے امام صدر شہید نے اپنے اور غیر گھر کا فرق ذکر کیا ہے ورنہ یہ قاعدہ کا بیان نہیں ہے، اور چونکہ آخر زمانہ میں باپ کو صرف صغیر بیٹے پر ہی مکمل اختیار ہوتا ہے اس لئے فقہاء کا صغیر وکبیر بیٹے کا فرق بیان کرنا بھی اسی وجہ سے ہے، دوسرے فقہاء نے زمانہ کے فساد کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف زبانی روکنے کو ذکر کیا کیونکہ اغلب طور پر روکنے کے لئے عملی رکاوٹ ضروری ہوتی ہے اور عملی رکاوٹ مارپیٹ سے ہوتی ہے جبکہ اس سے فتنہ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور فتنہ، قتل سے بھی بُرا ہے۔ اس لئے تمام عبارات کا ماحاصل ایک ہی ہے، یہ توفیق بیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تاہم خلاصہ یہ ہے کہ نہ چھوڑنے کے لئے کم از کم زبانی روکنا ضروری ہے، تو جب کسی نے زبانی روکنے کا عمل بھی نہ کیا تو گویا اس نے چھوڑا۔ تو زیر بحث مسئلہ میں بیوی اگر بیٹے کو عملاً باہر نہیں نکال سکتی تھی

marfat.com

الاثبات تکفی فیه مرة کان قال ان لم تمنعی تطلقی ای ان منعت فلا فاذا نهت نحت والیمین قد انتهت ۔

تو ایک بار زبانی یہ کہہ دینے سے تو عاجز نہ تھی کہ گھر میں مت آ، یا باہر جا، روکنے کا مقام ابتدائی مرحلہ میں ہوتا ہے جب ابتداء میں وہ خاموش رہی تو بیٹے کو گھر میں چھوڑنا متحقق ہوگیا اور طلاق کی وجہ پائی گئی اور طلاق ہوگئی، بعد میں منع کرنا اور روکنا بے سود ہے اگر وہ ابتداء میں ایک بار بھی زبان سے روک دیتی تو قسم ختم ہوجاتی کیونکہ قسم میں ہمیشگی کے لئے "کلما" کا لفظ نہ تھا، ایک دفعہ روکنے کے بعد اگر نہ روکنا باقی رہتا تو کوئی حرج نہ تھا، یہ تمام گفتگو علماء کرام کے مذکورہ نصوص سے واضح ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس میں نقطہ یہ ہے کہ تخلیہ یعنی لاتعلقی عدمی چیز ہے کیونکہ یہ، نہ روکنے اور نہ چھیڑنے کا نام ہے تو شرط میں اس تخلیہ کا اثبات کیا گیا جس سے یہ منفی بن گیا اور جب اس منفی کا ترک ہوا تو نفی پر نفی ہوجانے سے اثبات ہوگیا (یعنی نہ روکنے کا عدم ہوجانے سے روکنا متحقق ہوگیا) تو قسم کے پورا ہونے کے لئے ایک دفعہ اثبات یعنی روکنا کافی ہے جس کا ماحصل یوں ہوا، گویا اس نے بیوی کو کہا اگر تو نے منع نہ کیا تو تجھے طلاق ہے یعنی اگر تو منع کر دے تو طلاق نہ ہوگی تو جب وہ منع کر دے تو طلاق سے بچ گئی اور قسم ختم ہوگئی۔ (ت)

ثانیًا اقول من قدر علی المنع بالفعل فاکتفی به کفی اذ لایصح ان یقال انه ترك وخلی بل اتی بما هو نهایة المعنی ومقصده الاعلی فلیس علیه ان یجمع معه القول جمعا فما یتوهم من ظاهر لفظ الواقعات والنوازل وثانی عبارات الخانیة ورابعها والوجیز لیس مرادا قطعا۔

ثانیًا اقول (دوسری بار کہتا ہوں کہ) جو عملاً روکنے پر قادر ہو تو عملاً روکنے پر اکتفاء کر دینا کافی ہے کیونکہ اس عملی رکاوٹ پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے گھر میں اسے چھوڑا اور اس سے لاتعلق رہا، بلکہ اس نے شرط کا مقصد پورا کر دیا اب اس پر زبانی منع کرنا لازم نہ رہا، تو واقعات اور نوازل اور خانیہ کی دوسری اور چوتھی عبارت اور وجیز کی ظاہر عبارات سے جو وہم ہوتا ہے وہ قطعاً مراد نہیں ہے (ت)

ثالثًا اقول عند الفقیه شرط بره المنع فلفظ الملك وقع زائدا فی عبارة النوازل اما الملك ای القدرة فشرط

ثالثًا اقول (تیسری بار کہتا ہوں کہ) فقیہ ابو اللیث کے نزدیک قسم پورا کرنے کی شرط صرف روکنا ہے، لہذا نوازل کی عبارت "ملک المنع" میں "ملک" کا لفظ زائد ہے، لیکن اگر ملک سے

marfat.com

انعقاد الیمین مطلقا وبقاء الموقتة خصوصا اذ به تصور البر ولیس الکلام فیه بل فیما اذا اتی به برالا ان یقال انه من ثمرات حصول الصورة ای المنع المملوك ای قدر ما قدر۔

مراد قدرت ہو تو یہ مطلقاً قسم بننے کے لئے ضروری ہے اور وقت سے مقید قسم کی بقاء کے لئے خصوصاً ضروری ہے کیونکہ اسی قدرت سے ہی قسم کو پُورا کرنا متصور ہوتا ہے، لیکن مِلک بمعنی قدرت میں یہاں بحث نہیں ہے بلکہ یہاں تو قسم کو پورا کرنیوالی چیز میں بحث ہے۔ ہاں اگر یُوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ حصولِ مراد کا بیان ہے کہ جس قدر ممکن طور پر روکنے پر قدرت رکھتا ہو۔ (ت)

رابعًا اقول المنع یعم الفعلی والقولی کما تقدم عن عدة نصوص وقد یخص بالفعلی بقرینة المقابلة بالقولی وهو المراد فی کلام النوازل من قوله یملك منعه الی قوله دون المنع والاول المراد فی قوله او فی ملك المنع وکذا قول الهندیة اٰخرا فتثبت ولا تزل۔

رابعًا اقول (چوتھی بار کہتا ہوں کہ) روکنا عملی اور قولی دونوں طریقوں کو شامل ہے جیسا کہ متعدد نصوص میں پہلے مذکور ہوا ہے اور جبکہ اس کو قولی کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہو تو اس قرینہ کی بناء پر صرف عملی روکنے کو خاص ہوگا اور نوازل کے کلام میں جہاں انھوں نے "یملك منعه" کہہ کر اس کے بعد "دون المنع" تک عبارت ذکر کی، تو جہاں انھوں نے "منع کا مالک ہو" کہا وہاں پہلا معنی یعنی دونوں کو شامل، مراد ہے اور جہاں انھوں نے "منع کا مالک نہ ہو" کہا وہاں دوسرا معنی یعنی صرف عملی منع مراد ہے، اسی طرح ہندیہ کا دوسرا قول ہے، تو ثابت قدم رہو اور تردّد مت کرو۔ (ت)

این نصوص کہ آرایم عین جزئیہ مسئلہ دائرہ بود کہ بحث ہمیں از یمین برگزاشتن است و آنکہ شرط بر وحنث در چیست، و تفاوت بآنکہ من نگزارم، اگر تو بگزاری چیزے نیست کہ تغییر جزئیہ کند، حالا ہر کہ خواہد کہ صورت دائرہ را ازاں حکم برآرد محتاج بیّنہ واضحہ باشد ورنہ حکم ہماں ست کہ از نصوص عیان ست تبیین مرام و تسکین اوہام را نظرے کردم و چند شبہہ بخاطر رسید بخیال آنکہ مبادا بذہن

جو نصوص میں نے پیش کی ہیں یہ زیرِ بحث مسئلہ کا بعینہٖ جزئیہ ہے کیونکہ ان میں "چھوڑنے" کے متعلق بحث ہے اور اس میں قسم کے پُورا ہونے اور اس کے ٹوٹنے کے متعلق بھی بحث ہے اور "میں نہ چھوڑوں گا" اور "تُو نے اگر چھوڑا" کے فرق سے جزئیہ تبدیل نہیں ہوتا اور اس کے باوجود اگر کوئی زیرِ بحث صورت کو ان نصوص سے الگ کرے تو اس کو واضح دلیل پیش کرنی ہوگی ورنہ اس کا حکم وہی ہے جو ان نصوص سے عیاں ہُوا، مقصد کو واضح اور اوہام کو دُور کرنے میں، میں نے غور سے کام لیا تو چند

marfat.com

کسے آید و جائے[1] جواب بہتر بیند آنہمہ را پیش نہم وبتوفیقہ تعالٰی اما[2] وہم **شبہۂ اولٰی** پسر را مرد بخانہ گزاشت نہ زن **اقول** ایں درا بوا گنجائش داشت کہ فعل حقیقۃً از فاعل ست و بہ ساکت اگر منسوب شود بمعنی رضا ومجاز باشد اما گزاشتن کہ تخلیہ و ترک تعرضات شک نیست کہ از زن حقیقۃً متحقق ست مرد زن[3] را منع نکرد او داشت ایں گزاشت پس در ترک زن چہ جائے ظن۔

شبہات دل پروارد ہوئے اس خیال سے کہ شاید کسی کے ذہن میں آئیں تو ان کو وہ جواب کے لئے بہتر خیال کرے اس لئے میں ان سب کو پیش نظر رکھتے ہوئے بحث کرتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے۔ لیکن **پہلے شبہہ** کا وہم، وہ یہ کہ مسئولہ صورت میں گھر میں بیٹے کو مرد نے چھوڑا' بیوی نے نہیں چھوڑا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس شبہہ کی گنجائش یہاں اس بنیاد پر ہے کہ فعل حقیقۃً فاعل کا ہوتا ہے اور اس فعل پر خاموش رہنے والے کی طرف وہ فعل رضا کے طور پر مجازاً منسوب ہوسکتا ہے، لیکن یہاں "چھوڑنا" جو کہ تخلیہ اور تعرض نہ کرنا' ہے، یہ بیشک بیوی سے حقیقۃً متحقق ہوچکا ہے، مرد نے اس پر بیوی کو منع نہ کیا اور اس نے اس چھوڑنے کو قائم رکھا، تو اس سے بیوی کے فعل کے نہ ہونے کا گمان کہاں ہوسکتا ہے۔ (ت)

شبہۂ ثانیہ زن تابع است و لاحکم للتبع مع الاصل **اقول**[4] لامرد للحقائق درصدد ترک تعرض از زن جائے سخن نیست سائل خود گوید کہ زن چیزے از لا و نعم نہ گفت وہمیں قدر شرط حنث بود بیش ازیں درکار نیست آیا نہ بینی کہ در مکان غیر شرط برنہی بالقول داشتہ اند گو بخانہ آرندۂ محلوف علیہ خود صاحبِ خانہ باشد یا دیگرے آورد یا خود آمد وصاحبِ خانہ ہم معترض نہ شد لاطلاق حکم الکل فی جمیع الکتب بلکہ تصریح فرمودہ اند کہ امر عدمی بحالت اکراہ نیز موجب حنث شود چہ جائے رضا ولوتبعا، امام قاضی خاں فرماید الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل فرق و

دوسرا شبہہ یہ کہ، بیوی مرد کے تابع ہے تو اصل کی موجودگی میں تابع پر حکم نہیں ہوتا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) حقائق کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ بیٹے سے تعرض نہ کرنا، بیوی سے اس کے صادر ہونے میں شبہہ نہیں ہوسکتا کیونکہ سائل نے خود کہا ہے کہ بیوی نے اس موقعہ پر ہاں یا نہ، کچھ نہ کہا، تو حانث ہونے کے لئے بس یہی کافی ہے اس سے زیادہ کوئی ضرورت نہیں، کیا دیکھتے نہیں کہ غیر کے مکان میں حنث سے بچنے کیلئے صرف زبانی روکنا ہی کافی قرار دیا گیا ہے، جس کے بارے میں قسم کھائی ہے اس کو گھر لانے والا خود صاحبِ مکان ہو یا کوئی غیر ہو یا وہ خود آجائے اور گھر والا' آنے پر اعتراض نہ کرے، ہر صورت میں حانث ہوتا ہے کیونکہ

---

[1] و [2] و [3] مسودہ میں بیاض ہے۔

قال فی قوله ان لم اخرج اذا منعه مانع حنث وفی قوله لا اسکن اذا منعه مانع عن الخروج لا یحنث والفتوی علی قوله لان فی قوله لا اسکن شرط الحنث السکنی والفعل لایتحقق بدون الاختیار وفی قوله ان لم اخرج شرط الحنث عدم الخروج والعدم یتحقق بدون الاختیار[1]

تمام کتب میں ان جملہ صورتوں کا حکم مطلق رکھا گیا ہے بلکہ فقہائے نے تصریح کی ہے کہ عدمی امور میں جبر و اکراہ کی صورت میں بھی حانث ہوجاتا ہے چہ جائیکہ رضامندی سے ہو اگرچہ تبعًا ہی ہو۔ امام قاضی خاں فرماتے ہیں کہ شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل نے فرق کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی یوں قسم اٹھائے کہ "اگر میں نہ نکلوں تو" اس قسم میں اگر کسی نے اس کو نکلنے سے منع کیا تب بھی حانث ہوگا، اور اگر یوں قسم کھائی کہ "میں یہاں رہائش نہ رکھوں تو" اس قسم میں اگر کسی نے اس کو وہاں سے جانے اور نکلنے سے منع کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی اور اس فرق والے قول پر فتوٰی ہے، کیونکہ میں یہاں رہائش نہ رکھوں گا، میں حانث ہونے کی شرط وہاں رہائش پذیر ہونا ہے اور یہ فعل ہے جبکہ کوئی فعل اختیار کے بغیر متحقق نہیں ہوتا، اور "اگر نہ نکلوں تو" کی صورت میں حانث ہونے کی شرط "نہ نکلنا" ہے جو کہ عدمی چیز ہے اور عدمی چیز اختیار کے بغیر بھی متحقق ہوجاتی ہے (ت)

شبہہ ثالثہ ایں جا داعی یمین صفت عقوق و ہذا در پسر بود و یمین بزوال صفت داعیہ زائل شود کما فی لایاکل ھذا البسر فصار رطبا او الرطب فصار تمرا[2] کما فی الهدایة وسائر الکتب در عقود دریہ است ہذہ صفات داعیة الی الیمین فتتقید بہ[3]، در فتح القدیر فرمود الاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفة داعیة الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زال الیمین

تیسرا شبہہ یہ کہ، یہاں قسم کا سبب نافرمانی ہے اور نافرمانی بیٹے کی صفت تھی لہذا قسم کا سبب نافرمانی ختم ہوجانے پر قسم بھی ختم ہوجائے گی جیسا کہ کسی نے قسم کھائی کہ میں یہ بُسر کھجور نہ کھاؤں گا تو اب وہ رُطب ہوگئی یا قسم کھائی کہ یہ رُطب کھاؤں گا تو اب وہ تمر بن گئی، ایسی صورت میں قسم ختم ہوجاتی ہے جیسا کہ ہدایہ اور دیگر کتب میں ہے، عقود الدریہ میں ہے کہ کھجور کی یہ صفات قسم کا سبب تھیں تو قسم بھی ان صفات سے مقید قرار پائے گی لہذا یہ صفات تبدیل ہوگئیں تو قسم بھی باقی نہ رہے گی، فتح القدیر میں فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی وہ چیز اگر صفت رکھتی ہے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی التزویج نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۹۶

[2] الهدایة باب الیمین فی الاکل والشرب المکتبة العربیہ کراچی ۲/ ۴۶۷

[3] عقود الدریة کتاب الطلاق ومطالبہ حاجی عبدالغفار قندھار افغانستان ۱/ ۴۹

marfat.com

عنه ومالاتصلح داعیة اعتبر فی المنکر
دون المعرف[۱]، **اقول** محلش آنجاست کہ در
حلف آں صفت داعیہ را ذکر کردہ باشد اگرچہ
درمعرف اگرچہ بالاشارہ باآنکہ وصف درحاضر لغو است
ولہذا لوحلف لایکلم ھذا الصبی فکلمہ
شابا حنث امادا عی بودنش داعی اعتبارش میشود
چنانکہ در ھذا البسر وھذا الرطب
وھذا اللبن الٰی غیر ذٰلک ورنہ وصف ملحوظ
را مدار بقائے یمین نتواں کرد کہ بنائے ایمان
برالفاظ ست نہ بر اغراض، در فتح القدیر
فرمود من صور تخصیص الحال ان
یقول لا اکلم ھذا الرجل وھو قائم
ونوی فی حال قیامہ فنیتہ لغو
بخلاف مالو قال لا اکلم ھذا الرجل
القائم فان نیتہ تعمل فیما بینہ وبین
اللہ تعالٰی[۲] پیداست کہ در دیانت صفت داعیہ
وغیر داعیہ یکساں ست نیت خصوص باید اما بے ذکرہ
در لفظ نیت مجردہ دیانۃً نیز بکار نیامد تا بقضا
چہ رسد، ہمدران ست ان خرجت فعبدی
حر ونوی السفر مثلا یصدق دیانۃ
فلا یحنث بالخروج الٰی غیرہ تخصیصا
لنفس الخروج بخلاف مالونوی الخروج

جو قسم کا سبب بن سکتی ہے تو وُہ قسم اس صفت سے مقید
ہوگی خواہ وُہ چیز معرفہ کے طور پر مذکور ہو یا نکرہ مذکور ہو
توجب وہ صفت ختم ہوجائے تو قسم بھی ختم ہوجائے گی
اور اگر اس چیز کی صفت قسم کا سبب بننے والی نہ ہو
تو پھر اس کو نکرہ ذکر کرنے پر قسم میں اس کی صفت کا
اعتبار ہوگا معرفہ میں اعتبار نہ ہوگا۔ **اقول** (میں
کہتا ہُوں) اس قاعدہ کا محل وُہ ہے جہاں قسم کا سبب
بننے والی صفت کو قسم میں ذکر کیا گیا ہو اگرچہ وُہ
معرفہ کے طور پر مذکور ہو خواہ معرفہ اشارہ سے بنایا گیا ہو،
کیونکہ اشارہ حاضر چیز کی طرف ہوتا ہے باوجودیکہ حاضر میں
صفت کا ذکر لغو قرار پاتا ہے، اسی لئے اگر قسم کھائی
کہ میں اس بچّے سے بات نہ کروں گا تو اگر اس سے
جوانی میں بات کی تو تب بھی حانث ہوگا، تاہم وصف
اگر قسم کا داعی ہوگا تو اس کے اعتبار کا بھی داعی ہوگا،
جیساکہ یہ بُسر اور یہ رُطب وغیرہ میں، اور یہ دودھ
وغیرہ میں یہ صفات قسم کا داعی ہونے کے ساتھ قسم
میں بھی معتبر ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو پھر وصف داعی
بھی ہو تو غیر معتبر ہونے کی صورت میں اس کی بقاء
قسم کی بقاء کے لئے مدار نہیں بن سکتی کیونکہ قسمیں
الفاظ پر مبنی ہوتی ہیں اغراض پر مبنی نہیں ہوتیں، فتح القدیر
میں فرمایا حال کی تخصیص کرنے کی صورت یُوں ہے کہ
ایک شخص کھڑا ہو تو کوئی اس کے بارے میں قسم کھائے کہ

---

[۱] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب المکتبۃ العربیۃ کراچی ۴/۳۹۶
[۲] ؍؍ ؍؍ ؍؍ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۱۰

marfat.com

الیٰ مکان خاص کبغداد حیث لا یصح لان المکان غیر مذکور[1]

میں اس سے بات نہ کروں گا اور قسم میں اس کے کھڑے ہونے کی نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی بخلاف جب یُوں کہے کہ میں اس کھڑے شخص سے بات نہ کروں گا تو اس صورت میں قسم میں کھڑے ہونے کی نیت کا اعتبار عنداللہ ہوسکتا ہے اس سے واضح ہُوا کہ دیانۃً یعنی عنداللہ، میں وصف داعی اور غیر داعی دونوں یکساں ہیں اس لئے نیت تخصیص ضروری ہے لیکن وصف کو ذکر کئے بغیر محض نیّت کرنا دیانت میں بھی کارآمد نہیں ہے تو قضاءً کیسے کارآمد ہوسکتی ہے، اسی میں ہے اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اگر میں باہر جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے، اور باہر جانے سے سفر کی نیت کی تو اس کی تصدیق دیانۃً کی جاسکتی ہے کیونکہ باہر نکلنے کو سفر کے ساتھ خاص کیا ہے تو یہ خروج مذکور کی تخصیص ہے لہذا کسی اور مقصد کے لئے باہر نکلے تو حانث نہ ہوگا، اس کے برخلاف اگر اس سے وُہ کسی خاص جگہ مثلاً بغداد کے لئے نکلنا مراد لے تو یہ نیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ قسم میں جگہ کا ذکر نہیں اس لئے جگہ کی تخصیص بھی معتبر نہیں ہے۔ (ت)

شُبہہ رابعہ در یمین زوال سبب زوال یمین ست گو در لفظ مذکور مباشد و لہذا اگر دائن مدیون یا کفیل را یا کفیل بالنفس مکفول عنہ یا کفیل بالامر اصیل را سوگند دہد بے اذنِ من بیرونِ شہر نروی و دین ادا شد یا کفالت نماند یمین منتہی شود کہ باعث بر وی نبود مگر دین و کفالت پس بزوالش زائل شود در ہندیہ از محیط ست

حلف صاحب الدین مدیونہ ان لا یخرج من البلدۃ الا باذنہ فالیمین مقیدۃ بحال قیام الدین[2] در خانیہ فرماید الکفیل بالنفس اذا حلف الاصیل ان لا یخرج من البلدۃ الا باذنہ فقضی الاصیل دین الطالب ثم خرج الحالف بعد ذٰلک

چوتھا شُبہہ یہ کہ، قسم کے سبب کے ختم ہوجانے پر قسم بھی ختم ہوجاتی اگرچہ وُہ سبب قسم میں مذکور نہ ہو، لہذا اگر قرض خواہ اپنے مقروض کو یا اس کے کفیل کو یا نفس کا کفیل اپنے مکفول عنہ کو یا کفیل بالامر اپنے اصیل یعنی اصل ذمہ دار کو قسم دے کہ تُو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر مت جائے گا، تو اس قسم کا سبب قرضہ یا کفالت ختم ہوجائے تو یہ قسم بھی ختم ہوجائے گی۔ ہندیہ میں محیط سے منقول ہے کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تُو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا تو یہ قسم قرض کی بقاء سے مقید ہوگی کہ جب تک قرض ہے قسم باقی رہے گی ورنہ قرض ختم ہوجانے پر یہ قسم بھی ختم ہوجائے گی۔ خانیہ میں ہے جب کفیل بالنفس یعنی کسی شخص کو حاضر کرنے کا ضامن، اپنے اصل ذمہ دار کو قسم دے کہ تُو میری

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۰۹
[2] فتاوٰی ہندیہ

marfat.com

لا یحنث[1] در تنویر فرمود حلف رب الدین غریمہ او الکفیل بامر المکفول عنہ ان لا یخرج من البلد الاباذنہ تقید بالخروج حال قیام الدین بالکفالۃ[2] و پیدا است کہ ایں جا سبب یمین ہمیں خشم و ناراضی ست چوں برضا بدل شد سبب نماند و مسبب رفت ، **اقول** چناں نیست نہ ہیچ کس باو قائل ورنہ عامہ ایمان عامہ کہ مبتنی بر خشم و ناچاقی و غضب و نااتفاقی باشد بفلاں سخن نکند، وروئش نہ بیند بخانہ اش نہ رود و بخانہ اش راہ نہ دہد، او را صد چوب زند چنیں کند چناں کند، ورنہ زن طلاقہ شود وغیر ذلک ہزاراں ہزار سوگند ہمہ بمجرد زوال خشم برباد رفتے و بے حنث و کفارہ و لزوم ہیچ جزا باطل شدے و اصلاً احتیاج احتیال براثر بر نماندے آیا ہیچکس بجہاں قائل ایں قول شنیدہ، ائمہ کرام در ایمان مذکور بصورتہائے گوناگوں و تفریعات بوقلموں بہ نقیر و قطمیر سخن فرمودہ و بہر پہلوئے آنہا موج موج تحقیقات رفیعہ و فوج فوج تنقیحات بدیعہ نمودہ فاما ہیچگاہ ہیچ جا بہ ہیچ کتاب نگفتہ اند کہ ایں ہمہ بر ودمات تا بقائے خشم ست چوں رضا آمد سوگند سپری

اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا ، تو جب اصیل نے قرض والے کا قرضہ ادا کردیا تو پھر وہ اس کی اجازت کے بغیر شہر سے باہر گیا تو قسم نہ ٹوٹے گی ۔ تنویر میں فرمایا کہ اگر قرض خواہ نے مقروض کو یا کسی معاملے کے ضامن نے اپنے مکفول کو قسم دی کہ تُو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے گا تو نکلنے کے متعلق یہ قسم قرض کی بقاء اور کفالت کی بقاء سے مقید ہوگی کہ قرض و کفالت ختم ہوجائے تو یہ قسم بھی ختم ہوجائے گی ، تو مذکورہ بیان سے واضح ہوگیا کہ زیرِ بحث مسئلہ میں قسم کا سبب بیٹے پر باپ کی ناراضگی اور غصّہ ہے تو جب یہ غصّہ و ناراضگی رضا میں بدل گئی تو یہ سبب ختم ہوگیا تو مسبّب یعنی بیوی کے متعلق طلاق کی قسم بھی ختم ہوگئی ، **اقول** (میں کہتا ہُوں) ایسا ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کا قائل ہے ورنہ عام قسمیں جو غصّہ اور ناراضگی ، نا اتفاقی پر مبنی ہوتی ہیں ، مثلاً فلاں سے بات نہ کروں گا ، فلاں کی شکل نہ دیکھوں گا ، فلاں کے گھر نہ جاؤں گا ، فلاں کو گھر کی راہ نہ دوں گا ، فلاں کو ایک سَو چھڑی ماروں گا ، اگر ایسا کروں تو یہ ہوجائے یا وُہ ہوجائے ، یا بیوی کو طلاق ہوجائے وغیرہ ، تو لازم آئے گا کہ ہزار ہا قسمیں غصّہ ختم ہوجانے پر برباد ہوجائیں اور بغیر کفارہ اور بغیر حانث ہُوئے ختم ہوکر رہ جائیں ، اور ان قسموں پر کوئی جزا لاگو نہ ہو اور ان قسموں سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے اصلاً کسی حیلہ کی ضرورت پیش نہ آئے ، اور ایسی قسموں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی الخروج نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۱۵

[2] الدر المختار باب الیمین فی الضرب الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱۳

marfat.com

شد و جملہ احکام نظری تا آنکہ اگر کسے سوگند خورد کہ اگر با زید سخن کند زن سہ طلاقہ ست باز می خواہد کہ با او سخن گوید چہ بایدش کرد کہ طلاق مغلظ واقع نشود او را فرمودہ اند کہ زن را یک طلاق بائن دہد و بگذارد تا از عدت بر آید باز با زید سخن راند جزا فرود آید و محل نیابد و بے اثر رود باز با زن نکاح کند و با زید ہمکلام ماند دگر طلاق نیفتد کہ یمین بیکبار منحل شد ۔ در سراجیہ باز ہندیہ فرمود اذا حلف بثلث تطلیقات ان لا یکلم فلانا فالسبیل ان یطلقہا واحدۃ بائنۃ و یدعہا حتی تنقضی عدتہا ثم یتکلم فلانا ثم یتزوجہا[1] اینہمہ تکلفات چراست چرا انگیختند کہ چوں آں خشم رفت و باہم مصالحت شد سوگند خود باطل گشت و این ست نبی اللہ سیدنا ایوب علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام در ایام بلا زوجہ مقدسہ اش رحمہ بنت آفرائیم یا میشا بن یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بمزدوری و محنت نان پیدا کردے و برائے نبی اللہ آوردے روزے نان بسیارے آورد نبی اللہ گمان برد مبادا مال کسے بخیانت گرفت خشم کرد

کا کوئی اثر نہ رہے، کیا آپ نے دُنیا میں کبھی کسی سے یہ بات سُنی ہے، حالانکہ ائمہ کرام نے ان مذکورہ قسموں کی بابت گوناگوں بحثیں کی ہیں اور طرح طرح کی تفریعات بیان کی ہیں، اور ان کے متعلق ہر پہلو سے بلند تحقیقات اور عجیب تنقیحات کے دریا بہا دئے ہیں لیکن اس کے باوجود انھوں نے کبھی کسی جگہ کسی کتاب میں یہ بات نہ فرمائی کہ یہ تمام قسمیں غصّہ تک ہیں جب غصہ ختم ہو جائے اور رضامندی ہو جائے تو قسمیں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں، اور ان کے تمام غور و خوض پر مبنی احکام محض تکلف بن کر رہ جائیں، مثلاً اگر کسی نے قسم کھائی کہ اگر زید سے بات کروں تو بیوی کو تین طلاقیں ہیں، پھر یہ قسم کھانے والا زید سے بات کرنا چاہتا ہے تو کیا کیا جائے کیونکہ بات کرنے پر بیوی کو تین طلاقیں پڑتی ہیں اور کیا صورت ہو کہ بات کر لے اور تین طلاقیں نہ پڑیں، تو ایسے شخص کو ان فقہاء کرام نے فرمایا کہ یہ شخص اپنی بیوی کو ایک بائنہ طلاق دے دے تو اس کی عدت پُوری ہونے کے بعد زید سے بات کرے تو اب اس پر جزا یعنی طلاق وارد ہو گی لیکن اس وقت بیوی بائنہ ہو جانے کی وجہ سے طلاق کا محل نہ رہے گی، کیونکہ ایک دفعہ قسم ٹوٹ چکی ہے اور ختم ہو چکی ہے۔ سراجیہ پھر ہندیہ میں فرمایا کہ جب کسی نے تین طلاقوں کی قسم کھا کر کہا میں فلاں سے بات نہ کروں گا، تو اس کے لئے تین طلاقوں سے بچنے کی سبیل یہ ہے کہ بیوی کو پہلے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحیل الفصل السابع فی الطلاق نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۹۷

marfat.com

سوگند خورد صد چوب زند باو خشم رفت و باعلام الٰہی برات خاتون ظاہر گشت فاما یمین برجا ماند تا آنکہ حضرت عزت جل جلالہ راہ خلاص ازاں تعلیم فرمود کہ خذ بیدك ضغثا فاضرب ولا تحنث[۵] دستہ بدست گیرد زن را زن وسوگند مشکن پیدا شد کہ بزوال حامل وانتفائے سبب یمین باطل نشود اخرج ابن المنذر عن سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ بلغہ ان ایوب علیہ الصلٰوۃ والسلام حلف لیضربن امرأتہ مائۃ فی ان جاءتہ فی زیادۃ علی ماکانت تأتی بہ من الخبز الذی کانت تعمل علیہ وخشی ان تکون قارفت من الخیانۃ فلما رحمہ اللہ وکشف عنہ الضر علم براءۃ امرأتہ مما اتہمہا بہ فقال اللہ عزو جل "وخذ بیدك ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث" فاخذ ضغثا من ثمام وھو مائۃ عود

ایک بائنہ طلاق دے دے اور اس کی عدت گزر جائے تو پھر اس فلاں سے بات کرے اور اس کے بعد دوبارہ بیوی سے نکاح کرلے، تو ان فقہاء نے اس قسم کے تکلّفات کیوں فرمائے اور یہ کیوں نہ فرمایا کہ یہ غصہ اور ناراضگی کی قسم تھی تو غصہ و ناراضگی ختم ہوگئی اور مصالحت ہوگئی تو قسم خودبخود ختم ہوگئی، دیکھئے حضرت سیدنا ایوّب علیہ وعلٰی نبینا الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالٰی کے پیارے نبی ہیں کہ آزمائش وابتلاء کے دور میں آپ کی پاکیزہ بیوی جن کا نام رحمہ بنت آفرائیم، یا میشا بنت یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا، وہ آپ کے لئے محنت و مزدوری کرکے خوراک مہیّا فرماتی تھیں، ایک دن انھوں نے حضرت ایوّب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں زیادہ کھانا پیش کیا تو حضرت ایوّب علیہ السلام کو گمان ہوا کہ شاید وہ کسی کا مال خیانت کے ذریعہ حاصل کرلائی ہیں اس پر آپ کو غصہ آیا تو آپ نے قسم کھائی کہ اس کو ایک سو چھڑی ماروں گا، اس کے بعد اللہ تعالٰی کی طرف سے بیوی کی براءت معلوم ہوئی تو آپ کا غصہ ختم ہوا مگر قسم باقی تھی اسی لئے اللہ تعالٰی نے آپ کو اس قسم سے خلاصی کی تعلیم دی کہ سو چھڑیوں کا مٹھا ہاتھ میں لے کر ایک دفعہ ماردیں اور قسم نہ توڑیں، تو اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ قسم کا سبب اور داعی ختم ہوجانے کے باوجود قسم باقی رہتی ہے اور اس کے خاتمہ سے قسم ختم نہیں

---

۵ القرآن الکریم ۳۸/۴۴

marfat.com

فضرب به کما امرہ اللہ تعالیٰ اھ۔[1]

ہوتی (قرآن پاک میں اس واقعہ کو اشارۃً بیان فرمایا گیا) جس کی تفصیل کو ابن منذر نے سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا کہ سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیوی کو سَو چھڑی مارنے کی قسم کھائی کہ بیوی محنت سے جو روٹی مہیا کرتی تھیں ایک روز اس سے زائد روٹی آپ کی خدمت میں پیش کی جس پر آپ کو خطرہ محسوس ہُوا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ زائد خوراک کسی کے مال میں خیانت کرکے لائی ہیں، تو جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ پر خاص رحمت کے ذریعہ تکلیف کی شدّت ختم ہُوئی اور بیوی کے بارے میں جو آپ کو شبہہ تھا اس کی برأت معلوم ہُوئی تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ آپ ایک مُٹھا لے کر اپنے ہاتھ سے اس کو ماردیں اور قسم نہ توڑیں، تو آپ نے شاخوں کا ایک مُٹّھا جو سَو چھڑیوں کا مجموعہ تھا، لے کر اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق بیوی کو مارا اھ۔ (ت)

اقول وھذا احسن ماسمعناہ فی الباب وعلیہ التعویل ولا اصغاء الی مازادالناس من تھویل وقال وقیل من دون اصل اصیل واللہ الھادی الی سواء السبیل ودرمسائل مذکورہ وجہ نہ آنست بلکہ آنجا تقیید ونفس بیان سنت زیراکہ باذن مقید کردہ اند پس مخصوص باشد بزمانہ ولایت آنہا مراذن ومنع را وآں نیست مگر زمان قیام دین وکفالت ولہذا اگر کہ سلطان اسیرے را حلف دہند کہ بے اذن ملک ایشاں بیرون نرود متقید ماند بزمان بقائے سلطنتش تا آنکہ اگر او رامعزول کنند باز نشانند واسیر بے اذن او بیروں رود حانث نشود

اقول (میں کہتا ہُوں کہ) یہ واقعہ اس بحث میں بہترین دلیل ہے جو ہم پر واضح ہُوئی اور اسی پر اعتماد ہونا چاہیے اور اس پر لوگوں کی زائد باتوں اور بے اصل قیل وقال پر توجہ نہ دی جائے، اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کی رہنمائی فرماتا ہے اور اس شبہہ میں ذکر کردہ مسائل کی وجہ وُہ نہیں جو شبہہ کرنے والوں نے ظاہر کی، بلکہ وہاں قسم کی تقیید اور اس کا بیان ہے کیونکہ اُنھوں نے وہاں اذن (اجازت) کے ساتھ مقید کرکے اس قسم کو اذن ومنع کی ولایت کی مدّت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور ولایت کی یہ مدّت صرف قرض وکفالت کے زمانہ تک ہے، اسی لئے اگر کوئی سلطان کسی قیدی کو قسم دے کہ تُو میری اجازت کے بغیر میرے ملک سے باہر نہ جائے گا تو یہ قسم اس سلطان کی حکومت کی بقاء

---

[1] درمنثور بحوالہ ابن منذر تحت آیۂ مذکورہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۵/۳۱۷

کہ یمین بزوال ملک منتہی شد و باز بعودش نکنند ہمچناں
اگر شوہر زن یا مولیٰ غلام یا شاہ یکے از رعایا را حلف
دہد یا خود سوگند خورد کہ بے اذن من بیرون نروی
متقید ماند بزمان بقائے زوجیت و ملک ملک تا آنکہ اگر
زن را جدا کرد باز بزنے آورد یا غلام را فروخت باز
خرید یا معزول باز منصوب شد و دریں ملک و
ملک حادث زن و غلام و رعیت بے اذن بیرون
روند حنث روئے ننماید کہ ولایت اذن ہمیں تا بقائے
نکاح و ملک و ملک بود و در حدوث تازہ یمین تازہ نکرد
و لہذا اگر بے تقیید باذن مطلقا زن دہندہ را
از بروں شدن باز دارد و براں حلف کند یا گیرد
یمین ابدی شود و بزوال نکاح و ملک منتہی نشود کہ
لفظے کہ مفید تقیید بود مذکور ست و لہذا اگر
زن را گوید اگر بے اذن تو زنے را بزنے می گیرم مطلقہ
باشد یمین مطلقہ غیر مقیدہ باشد تا آنکہ
اگر زن را نکاح بروں کرد باز زنے بے اذن اولے
بنکاح آورد مطلقہ شود زیرا کہ زن بزنے مالک
اذن و منع نمی شود پس دلیل تقیید منتفی شد
و اذن بر اذن لغوی محمول گشت نہ اذن شرعی و
اذن لغوی مقتصر بر بقائے زوجیت نیست آرے
آں روز کہ آں زن میرد یمین منتہی شود کہ حالا او را
صلاحیت اذن نماند ، در درمختار بعد عبارت
مذکورہ فرمود لو قال لہا ان خرجت
من ھذہ الدار الا باذنی فانت
طالق ثلثا فطلقھا بائنا فخرجت

کے ساتھ مقید ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر اس سلطان کو معزول
کر دیں تو اب اگر قیدی اس کی اجازت کے بغیر ملک سے باہر چلا جائے
تو قیدی کی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ وہ قسم سلطان کے معزول ہونے
پر ختم ہوگئی اور دوبارہ سلطان کے بحال ہونے سے قسم بحال
نہ ہوگی، اسی طرح اگر خاوند بیوی کو یا آقا اپنے غلام کو یا بادشاہ
اپنی رعیت میں سے کسی کو قسم دے یا وہ خود قسم کھائے کہ میری
اجازت کے بغیر باہر نہ جائے، تو یہ قسم بھی بقاءِ زوجیت،
بقاءِ ملک، بقاءِ مُلک کے ساتھ مقید ہوگی، حتیٰ کہ اگر بیوی کو
نکاح سے خارج کر دیا اور اس کے بعد دوبارہ نکاح کیا
یا مالک نے غلام کو فروخت کر دیا اور دوبارہ خرید یا یا معزول
شدہ کو دوبارہ بحال کر دیا تو اس دوسری نئی زوجیت، ملک،
مُلک میں، بیوی، غلام، رعیت اجازت کے باہر چلے جائیں
تو حانث نہ ہوگا، کیونکہ ان لوگوں کو اذن و اجازت کی ولایت
اس وقت کی موجودہ ولایت تک تھی اور بعد میں دوبارہ نئی
ولایت حاصل ہونے پر دوبارہ قسم بحال نہ ہوگی، لہذا اگر
بیوی کو باہر جانے سے روکنے کے لئے بیوی کو قسم دی
یا خود قسم کھائی جس میں اجازت کی قید کا ذکر نہیں ہے،
اس لئے اگر بیوی کو کہا کہ میں تیری اجازت کے بغیر دوسری
عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہوگی تو یہ قسم
مطلق اور بغیر قید ہوگی، حتیٰ کہ اگر پہلی بیوی کو نکاح سے
خارج بھی کر دے تب بھی اس کی اجازت کے بغیر
دوسری عورت سے نکاح کرنے پر دوسری کو طلاق ہوجائیگی
کیونکہ بیوی دوسری عورت سے نکاح کو روکنے اور
اجازت دینے کی مالک نہیں بن سکتی، اس لئے اس
صورت میں اجازت کا ذکر ہونے کے باوجود وہ قید نہ ہوگی

marfat.com

بغیر اذنہ لایحنث لان یمینہ تقیدت
بحال تمام ولایۃ المنع عن
الخروج وولایۃ المنع تزول بالطلاق
البائن وھو کالسلطان اذا حلف
رجلا ان لا یخرج من البلدۃ
الا باذنہ فعزل السلطان ثم
خرج الحالف لا یحنث (ومعہ عہ
مسئلۃ الکفیل المذکورۃ ثم قال)
ولو ان الحالف تزوج المرأۃ
بعد ما ابانہا فخرجت بغیر
اذنہ لا تطلق لان الیمین
بطلت بالابانۃ فلا تعود بعد
ذلک وذکر فی اسیر اھل
الحرب اذا حلفوا الاسیر ان
لا یخرج الا باذن ملکھم
فعزل الملک ثم عاد ملک
فخرج الاسیر بغیر اذنہ
لایحنث وکذا لو قال الرجل
لعبدہ ان خرجت بغیر اذنی
فانت حر فباعہ ثم اشتراہ
فخرج بغیر اذنہ لا یعتق،

اور یہ بیوی کی اجازت لغوی معنی میں ہوگی شرعی معنی میں اجازت مراد نہ ہوگی، اور لغوی اجازت بقائے نکاح پر موقوف نہ ہوگی اور نکاح ختم ہونے کے بعد بھی پہلی بیوی کی اجازت ضروری ہوگی، ہاں جس روز وہ فوت ہوجائے گی تو قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ اب اجازت دینے کی صلاحیت نہ رہی تو اب قسم پوری ہونے کا احتمال ختم ہوجانے پر اجازت سے مشروط قسم بھی ختم ہوجائیگی۔

درمختار میں مذکورہ عبارت کے بعد فرمایا کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ اگر تُو میری اجازت کے بغیر باہر نکلی تو تجھے تین طلاق ہوں گی، اس کے بعد خاوند نے اس کو طلاق بائنہ دے دی اور وُہ خاوند کی اجازت کے بغیر باہر نکل گئی تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ بائنہ طلاق کی وجہ سے اب خاوند کو اجازت کا اختیار ختم ہوگیا جبکہ یہ قسم بیوی کو باہر نکلنے سے منع کرنے کی ولایت اور اختیار سے مقید تھی اور یہ اختیار نکاح کے باقی رہنے تک تھا جو نکاح ختم ہوجانے پر ختم ہوگیا ——

—— جیساکہ کسی حکمران نے کسی کو قسم دی کہ تُو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا، اب اگر وہ شخص حکمران کے معزول ہوجانے پر شہر سے باہر اس کی اجازت

عہ مسودہ میں بیاض ہے۔

marfat.com

در تبیین الحقائق وفتح القدیر ست وھذا لفظ الفتح یتقید بحال قیام الدین والکفالۃ لان الاذن انما یصح ممن لہ ولایۃ المنع وکذا لاتخرج امرأتہ الا باذنہ یتقید بقیام الزوجیۃ بخلاف مالو حلف لاتخرج امرأتہ من الدار فانہ لایتقید بہ، اذ لم یذکر الاذن فلا موجب لتقییدہ بزمان الولایۃ فی الاذن و کذا الحال فی حلفہ علی العبد مطلقا و مقیدا وعلی ھذا لو قال لامرأتہ کل امرأۃ اتزوجھا بغیر اذنک طالق فطلق امرأتہ طلاقا بائنا او ثلثا ثم تزوج بغیر اذنھا طلقت لانہ لم تتقید ببقاء النکاح لانھا انما تقید بہ لوکانت المرأۃ تستفید ولایۃ الاذن والمنع بعقد النکاح[1]، در ہدایہ وفتح فرمایند لوقال ان کلمت فلانا الا ان یقدم فلان او یاذن فلان ومات فلان سقط الیمین لان الممنوع منہ کلام ینتھی المنع منہ بالاذن والقدوم

کے بغیر نکل جائے تو قسم نہ ٹوٹے گی (اس کے ساتھ انھوں نے کفالت مذکورہ کا مسئلہ بھی بیان کیا اور پھر فرمایا) اگر مذکورہ قسم اٹھانے والے خاوند نے مذکورہ بائنہ بیوی سے دوبارہ نکاح کیا تو اب اگر بیوی اس کی اجازت کے بغیر باہر جائے تو اب طلاق نہ ہوگی کیونکہ وہ حلف بیوی بائنہ ہوجانے پر باطل ہوگیا اور دوبارہ نکاح سے وُہ حلف بحال نہ ہوگا ، درمختار نے اہلِ حرب کے قیدی کے متعلق ذکر کیا کہ اس کو قید کرتے ہُوئے انھوں نے یہ قسم دی کہ تو حاکم کی اجازت کے بغیر باہر نہ جائے گا تو اس حاکم کے معزول ہونے کے بعد دوبارہ بحال ہونے پر وُہ قیدی اس حاکم کی اجازت کے بغیر باہر نکلا تو حانث نہ ہوگا یعنی قسم نہ ٹوٹے گی ، اور یونہی اگر مالک نے اپنے غلام کو کہا کہ اگر تُو میری اجازت کے بغیر باہر نکلے تو تُو آزاد ہے ، اب مالک نے اس غلام کو فروخت کردیا اور پھر دوبارہ خریدا تو اب غلام مالک کی اجازت کے بغیر باہر نکلا تو آزاد نہ ہوگا۔ تبیین الحقائق اور فتح القدیر میں ہے، یہ عبارت فتح القدیر کی ہے کہ قسم قرض اور کفالت کی بقاء سے مقید ہوگی کیونکہ اجازت تب متصور ہوسکتی جبکہ اس کو روکنے کی ولایت حاصل ہو اور یہ ولایت قرض اور کفالت تک ہوتی ہے اور یونہی خاوند نے بیوی سے کہا کہ تُو میری اجازت کے بغیر نہ نکلے گی تو یہ قسم اس زوجیت کے وجود سے مقید ہوگی ، اس کے برخلاف اگر خاوند یوں کہے کہ میری بیوی گھر سے باہر نہ نکلے گی،

---

[1] فتح القدیر کتاب الایمان مسائل متفرقہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۶۸

marfat.com

ولم یبق الاذن والقدوم بعد الموت متصور الوجود وبقاء تصورہ شرط بقاء الموقتة عند ابی حنیفة ومحمد وهذہ الیمین موقتة بوقت الاذن والقدوم اذ بهما یتمکن من البر اذ یتمکن من الکلام بلاحنث فیسقط بسقوط تصور البر[1] اھ ملخصًا مخلوطا قال فی الفتح فان قیل لا نسلم عدم تصور البر بموته لانه سبحٰنه وتعالٰی قادر علی اعادة فلان فیمکن ان یقدم ویاذن فالجواب ان الحیاة المعادة غیر الحیاة المحلوف علی اذنه فیها وقدومه وهی الحیاة القائمة حالة الحلف لان تلك عرض تلاشی لایمکن اعادتها بعینها وان اعیدت الروح فان الحیاة غیر الروح لانه امر لازم للروح فیماله روح[2] اھ۔

تو اس قسم میں اجازت کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے یہ قسم زوجیت کی بقاء سے مقیّد نہ ہوگی کیونکہ زوجیت کی ضرورت اجازت کی ولایت کے لئے تھی، اور یوں ہی غلام کے بارے میں اجازت سے مقید قسم اور غیر مقید قسم کا حال ہے، اسی قاعدہ کی بناء پر، اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ میں جس عورت سے تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو اس عورت کو طلاق ہوگی، اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو بائنہ یا مغلظہ طلاق دے دی پھر کسی عورت سے پہلی مطلقہ بیوی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس عورت کو طلاق ہوجائے گی اور یہ قسم بقائے زوجیت پر موقوف نہ ہوگی کیونکہ بیوی کو نکاح سے روکنے یا اجازت دینے کی ولایت نہیں ہوتی (لہٰذا قسم میں مذکور اجازت کے لئے ولایتِ اجازت ضروری نہ تھی، لہٰذا نکاح ختم ہونے سے اجازت کی شرط ختم ہوگی) ہدایہ اور فتح القدیر میں فرماتے ہیں، اگر کسی نے کہا اگر فلاں سے اس کی اجازت یا اس کی آمد کے بغیر بات کروں تو یہ ہوجائے، اس کے بعد وُہ فلاں فوت ہوجائے تو قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ اس سے کلام کی ممانعت کا اختتام اس کی اجازت یا آمد پر موقوف تھا جبکہ اس کی موت سے اجازت اور آمد کا تصوّر ختم ہوگیا، کیونکہ جب قسم کسی چیز سے مشروط ہو تو اس شرط کا متصور رہنا اس قسم کی بقاء کے لئے امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک ضروری ہے چونکہ یہ قسم اس فلاں کی اجازت یا آمد سے مشروط ہے تو اس شرط کے وجود سے قسم پوری ہوسکے گی تو جب شرط کے وجود کے بغیر کلام کرنے پر حانث ہونے کا احتمال ختم ہوگیا تو قسم پُورا ہونے کا احتمال بھی ختم ہوگیا لہٰذا یہ قسم باطل ہوجائے گی اھ ملخصًا، فتح القدیر میں مزید فرمایا کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس فلاں کی موت سے شرط کے وجود کا احتمال ختم ہوجانا قابلِ تسلیم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالٰی قادر ہے کہ اس کو دوبارہ زندہ کردے اور وہ زندہ

---

[1] فتح القدیر کتاب الایمان باب الیمین فی الکلام نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۴-۴۲۲
[2] " " " " " " ۴/ ۴۲۴

marfat.com

ہوکر اجازت دے یا آجائے، تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ دوبارہ زندہ ہونے کی حیات اس حیات کا غیر ہے جس حیات سے اجازت یا آمد کی قسم کھائی تھی اور قسم والی یہ حیات وہ ہے جو قسم کے وقت تھی، کیونکہ حیات ایک ایسا عارضہ ہے جس کو بعینہ واپس لانا ممکن نہیں اگرچہ روح واپس ہوجائے کہ روح اور حیات آپس میں ایک دوسرے کے مغایر ہیں کیونکہ حیات، روح والی چیز کی روح کا لازم ہے نہ کہ وہ روح ہے اھ (ت)

ورأیتنی کتبت علیه ما نصه **اقول** فیه ان الحیاة عرض لا تبقی زمانین فالحیاة التی بعد الحلف غیر التی کانت عند الحلف والجواب ان مبنی الایمان علی العرف واهل العرف یعدونها واحدة مستمرة والمعادة غیرها۔ **اقول** لکن لقائل ان یقول لا نظر فی الحلف الی تلک الحیاة خصوصها بل الی تسلیم زمانه فی هذا الامر الی ذلك الشخص ان لا یفعل الا باذنه مثلا والشخص لا یتبدل بتبدل الحیاة بدلیل الحشر والعقد فی تلك الحیٰوة غیر العقد علی تلك الحیاة والاذن وان لم یکن الا من حی فلا یستلزم ذلك عقد الحلف علی تلك الحیاة بعینها الا تری ان الاذن لا یمکن ایضا الا من عاقل ولو جُنّ فلان لا یسقط

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پر یہ حاشیہ لکھا جس کی عبارت یوں ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اس کلام میں بحث ہے کہ حیات جب عرض ہے تو وہ دو زمانوں میں باقی نہیں رہ سکتی تو اس سے لازم آئیگا کہ حلف کے بعد والی حیات بھی حلف کے وقت والی حیات کا غیر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قسموں کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے تو عرف والے لوگ مختلف اوقات کی حیات کو ایک ہی جاریہ حیات قرار دیتے ہیں لیکن موت کے بعد والی حیات کو پہلی حیات کے مغایر قرار دیتے ہیں۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) لیکن یہاں اعتراض ہوسکتا ہے کہ قسم میں خاص اس زندگی کو پیشِ نظر نہیں رکھا جاتا بلکہ یہاں یہ بات پیشِ نظر ہوتی ہے کہ قسم کھانے والے کو زمانہ اگر یہ موقعہ دے کہ مثلاً وہ فلاں سے بات کرسکے تو وہ اسکی اجازت کے بغیر نہ کرے گا، جبکہ حیات کی تبدیلی سے شخص تبدیل نہیں ہوتا کیونکہ مرنے کے بعد حشر میں وہی شخص ہوتا ہوگا تو اِس زندگی میں قسم کھانے کا یہ مطلب نہیں کہ اسی زندگی پر حلف کا دارمدار ہے، اجازت کا تعلق اگرچہ زندہ سے ہوتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حلف کا تعلق خاص اِسی زندگی سے ہو، دیکھئے اجازت صرف عقل والے سے ہی متصور ہوسکتی ہے

marfat.com

اليمين لاحتمال ان يعود عقله والمسألة منصوص عليها واكبر ظني انها في الخانية بل هو فيها اذ قال في فصل في الخروج ثلثة حلفوا رجلا ان لا يخرج من بخارا الا باذنهم فجن احدهم وخرج الحالف باذن الأخرين حنث وان مات احدهم فخرج لا يحنث لان اليمين تقيدت باذنهم وقد فات اذنهم بموت احدهم فلا يبقى اليمين وفي الوجه الاول لم يقع الياس عن اذنهم[1] اهـ **ثم اقول** يختلج ببالي ان لو قيل ان الموقتة اذا كانت على امر يمكن عادة فشرط بقاءها تصور البر عادة لا مجرد احتمال عقلي لحصل الجواب عن هذا ويؤمي اليه قول الخانية لم يقع الياس فانه يفيد ان لو وقع الياس سقط اليمين ولا شك ان

لیکن فلاں عاقل اگر عقل کھو بیٹھے اور اس پر جنون طاری ہوجائے تو اس کے باوجود قسم ساقط نہیں ہوتی کیونکہ عقل کے بحال ہونے کا احتمال ابھی باقی ہے۔ یہ عقل والا مسئلہ کتب میں مذکور ہے جبکہ میرا غالب گمان ہے کہ یہ مسئلہ خانیہ میں ہے بلکہ یقیناً اس میں ہے، جہاں اُنھوں نے فصل فی الخروج میں یہ ذکر کیا کہ تین حضرات نے ایک شخص کو یہ قسم دی کہ وہ ان تینوں کی اجازت کے بغیر بخارا سے باہر نہ جائے گا اس کے بعد ان تینوں میں سے ایک مجنون ہوگیا اور باقی دو کی اجازت سے وہ بخارا سے باہر چلا گیا تو قسم ٹوٹ جائے گی لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک فوت ہوجائے تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ قسم تینوں کی مشترکہ اجازت سے مشروط تھی تو ایک کے فوت ہوجانے سے وُہ شرط ختم ہوجائے گی اور قسم باقی نہ رہے گی، اور پہلی جنون والی صورت میں عقل بحال ہونے کے امکان کی وجہ سے مشترکہ اجازت سے مایوسی نہیں پائی جاتی اھ۔ **ثم اقول** (میں پھر کہتا ہوں کہ) اس اشکال کا جواب جو کہ میرے دل پر وارد ہوا ہے یوں ممکن ہے کہ قسم جب ایسی شرط سے مشروط ہو جس کا وقوع عادتاً ممکن تو اس کی بقاء کے لئے اس شرط کے عادتاً پائے جانے کا امکان ضروری ہے تاکہ قسم کا پُورا ہونا متصور ہوسکے ورنہ محض عقلی احتمال کافی نہیں ہوگا، جبکہ خانیہ کا قول کہ "ابھی مایوسی نہیں ہوئی" اس جواب کی صحت کی طرف اشارہ کررہا ہے کیونکہ ان کا یہ قول

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی الخروج نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۱۶

marfat.com

المستحیل عادة مایوس عنه و قد قال فی الفتح فی مسئلة من حلف لیصعدن السماء او لیقلبن هذا الحجر ذهبا ان العجز ثابت عادة فلا بر فی زواله[1] اھ وهذا هو معنی الیاس وقد استشهد لها فی الهدایة بما اذا مات الحالف فانه یحنث مع احتمال اعادة الحیاة[2]، قال فی الفتح فیثبت معه احتمال ان یفعل المحلوف علیه ولکن لم یعتبر ذلک الاحتمال بخلاف العادة فحکم بالحنث اجماعا[3] الخ فتبین انه لیس الوجه مغائرة الحیاة المعادة للحیاة المعقود علیها الحلف، والا لم یتم الاستشهاد لکون العجز اذن عقلا کما قررہ المحقق الاعادة بخلاف صعود السماء وقلب الحجر ذهبا فاذن لیس النظر الا الی الیاس العادی و

بتا رہا ہے کہ اگر مایوسی ہو جائے تو قسم ساقط ہو جائیگی جبکہ مایوسی اسی چیز سے ہوتی جب وہ عادتاً محال ہو، اور فتح میں آسمان پر چڑھنے اور اس پتھر کو سونے میں بدلنے کے متعلق قسم کے بیان میں فرمایا کہ اگرچہ آسمان پر چڑھنا اور پتھر کا سونے میں بدل جانا عقلاً ممکن ہے لیکن عادتاً اس سے عجز ثابت ہے لہذا قسم ٹوٹ جائیگی کیونکہ ایسا کرنا عادتاً ممکن نہیں ہے اھ، مایوسی کا یہی معنی ہے۔ اس پر ہدایہ میں یُوں تائید ذکر کی کہ اس صورت میں قسم کھانے والے کے فوت ہو جانے پر قسم باطل نہ ہوگی کیونکہ دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے، فتح القدیر میں اس کی وضاحت کرتے ہُوئے یُوں فرمایا کہ اس امکان سے حلف والے کام کو کرنے کا احتمال ثابت ہو رہا ہے مگر اس کے باوجود یہ احتمال معتبر نہیں کیونکہ یہ خلافِ عادت ہے اس لئے فوت ہو جانے پر بالاجماع قسم کے ٹُوٹ جانے کا حکم ہوگا الخ، تو اس بیان سے واضح ہو گیا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے میں قسم کے بحال نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ دوبارہ زندگی پہلی زندگی کے مغایر ہے ورنہ ہدایہ اور فتح القدیر کا استشہاد تام نہ ہوگا کیونکہ ان کا استشہاد عادی عجز پر تھا جبکہ دونوں زندگیوں کے مغایر ہو جانے پر عجز عقلی ہو جاتا ہے حالانکہ محقق صاحب فتح القدیر نے دوبارہ زندگی

۱؎ فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۱۶-۲۱۵
۲؎ ہدایہ " " " مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۴۷۳
۳؎ فتح القدیر " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۱۶

marfat.com

هو المقصود **اقول** ويظهر لي توجيهه ان من حلف على محال عادي فقد عقد على امكانه العقلي فلم يكن شرط الانعقاد الا هذا اما من عقد الموقتة على ممكن عادي ثم استحال فلا يبعد ان تبقى اليمين لان هذا الامكان غير المعقود عليه فليتامل وليحرر، والله تعالى اعلم اه ماكتبت عليه۔

کے احتمال کو ثابت رکھا ہے، اس کے برخلاف آسمان پر چڑھنے اور پتھر کے سونے میں تبدیل ہونے میں عقلی عجز نہیں ہے بلکہ یہاں صرف عادی مایوسی ہے جو قسم کے ٹوٹ جانے میں مقصود ہے، **اقول** (میں کہتا ہوں) اس کی توجیہ مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس نے کسی عادی محال چیز جو کہ عقلی طور پر ممکن ہو، پر قسم کھائی تو اس کی قسم کے لئے یہی عقلی امکان شرط ہوگا، لیکن جس نے کسی عادۃً ممکن چیز پر قسم کھائی اور وہ چیز قسم کے بعد عادتاً محال ہوجائے تو اس صورت میں قسم باقی نہ رہے گی کیونکہ اب صرف عقلی امکان باقی ہے جبکہ قسم اس امکان پر مبنی نہ تھی بلکہ وہ عادی امکان پر مبنی تھی جو باقی نہ رہا، غور کرنا اور معاملہ کو صاف کرنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم، میرا حاشیہ ختم ہوا۔ (ت)

شبهه خامسه يمين بدلالت حال متقيد شود اگرچه در قال مقيد نبود وازين باب ست تقيد بغرض تا آنكه غرض را با آنكه بنائے ايمان برو نيست تخصيص دانسته وتصريح فرموده اند كه غرض در يمين نفزايد فاما عـــه خصوص را شايد در رد المحتار ست في تلخيص الجامع الكبير وبالعرف يخص ولا يزاد حتى خص الرأس بما يكبس ولم يرد الملك في تعليق طلاق الاجنبية بالدخول اه ومعناه ان اللفظ اذا كان عاما يجوز تخصيصه بالعرف كما لو حلف لا يأكل رأسا فانه في العرف اسم لما يكبس في التنور ويباع

پانچواں شبہہ کہ قسم حال کی دلالت سے مقید بن جاتی ہے، اگرچہ لفظوں میں وہ مطلق ہو اور اُس کے ساتھ قید کا ذکر نہ ہو، اسی باب سے کلام کا غرض سے مقید ہونا ہے، اگرچہ قسموں کی بنیاد اغراض پر نہیں ہے تاہم اغراض ان میں تخصیص پیدا کردیتی ہیں، چنانچہ فقہاء کرام نے یہ تصریح کی ہے کہ غرض قسم میں زیادتی پیدا نہیں کرتی لیکن تخصیص پیدا کرسکتی ہے، ردالمحتار میں ہے کہ جامع کبیر کی تلخیص میں مذکور ہے کہ عرف سے تخصیص ہوسکتی ہے لیکن زیادتی نہیں ہوسکتی حتی کہ کسی نے سری کے متعلق قسم کھائی تو اس سے وہ سری مراد ہوگی جس کو عرف میں آگ سے بھون کر کھایا جائے، اور اجنبی عورت کے متعلق کہا "اگر وہ گھر میں داخل ہوئی تو اسے طلاق ہے" تو اس عورت کی ملکیتِ نکاح مراد نہیں ہوسکتی اھ،

عــه مسودہ میں بیاض ہے۔

marfat.com

فی الاسواق وھو راس الغنم دون رأس العصفور ونحوه فالغرض العرفی یخصص عمومه فاذا اطلق ینصرف الی المتعارف بخلاف الزیادة الخارجة عن اللفظ کما لو قال لاجنبیة ان دخلت الدار فانت طالق فانه یلغو ولا تصح ارادة الملك ای ان دخلت وانت فی نکاحی وان کان ھو المتعارف لان ذٰلك غیر مذکور ودلالة العرف لا تاثیر لها فی جعل غیر الملفوظ ملفوظا[۱]، ہمدران ست الغرض یصلح مخصصا لا مزیدا[۲] واگر تقییدات کہ بدلالت حال باغراض حالفین کردہ اند فروع آنہا را برخوانیم دفترے باید بردوسہ مثال منصوص فی المذہب اختیار کنیم ؛

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر لفظ عام ہو تو عرف کے ذریعہ اس کی تخصیص کی جاسکتی ہے جیسا کہ جب کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ سری نہ کھاؤں گا، تو قسم میں اگرچہ سری عام اور مطلق مذکور ہے لیکن عرف میں وہی سری مراد ہوتی ہے جس کو بھُونا جاسکے اور بازار میں فروخت کیا جائے اس لئے عرف میں سری سے مراد چڑیا وغیرہ کی سری مراد نہ ہوگی، تو یہاں عرف نے سری میں تخصیص کردی تو جب مطلق سری ذکر کی جائے گی تو عرفاً خاص ہی مراد ہوگی اس کے برخلاف ایسی زیادتی جو لفظوں میں مذکور نہ ہو عرف کی وجہ سے وُہ زیادتی پیدا نہیں ہوسکتی جیسے کوئی شخص اجنبی عورت کو کہے کہ "اگر تو گھر میں داخل ہُوئی تو تجھے طلاق ہے"، تو یہاں اگر وُہ یہ مراد لے کر گھر میں داخل ہوتے وقت میری منکوحہ ہو تو طلاق ہے، تو منکوحہ ہونا قسم کے الفاظ سے زائد چیز ہے، جس کو مراد نہیں لیا جاسکتا، اگرچہ عرف میں طلاق کے لئے منکوحہ ہونا ضروری ہوتا ہے، مگر عرف کلام میں غیر مذکور لفظ کو زائد نہیں کرسکتا اس لئے اجنبی عورت کے لئے یہ قسم لغو قرار پائے گی، اسی ردالمحتار میں ہے کہ عرف مخصص بننے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن زیادتی پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ حال کی دلالت سے قسموں کا اغراض سے مقید ہونا، اگر میں اس کی جزئیات کو ذکر کروں تو اس کے لئے دفتر چاہیے، تاہم مذہب میں منصوص دو تین مثالیں ذکر کر رہا ہوں :

---

[۱] ردالمحتار باب الیمین فی الدخول والخروج دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۶۲

[۲] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳/۶۳

marfat.com

(۱) والیٔ زید را سوگند داد کہ ہر مفسدے کہ بشہر بود مرا آگاہانی متقید باشد بزمان قیام ولایتش حالانکہ اینجا لفظ مثل اذن وغیرہ مفید تقیید اصلاً نیست مگر حال دال ست کہ غرض تدارک اوست و ایں نباشد مگر بولایت لاجرم باد متقید شد، درہدایہ ست اذا استحلف الوالی رجلا لیعلمنہ بکل داعر دخل البلد فھذا علٰی حال ولایتہ خاصۃ لان المقصود منہ دفع شرہ او شر غیرہ بزجرہ فلا یفید فائدتہ بعد زوال سلطنتہ[1]، در فتح القدیر است ھذا التخصیص فی الزمان یثبت بدلالۃ الحال وھو العلم بان المقصود من ھذا الاستحلاف زجرہ بما یدافع شرہ او شر غیرہ بزجرہ وھذا لایتحقق الافی حال ولایتہ لانھا حال قدرتہ علٰی ذٰلک[2]

(۱) والیٔ شہر نے زید کو قسم دی کہ شہر میں جو بھی شرپسند ہو مجھے تُو اس کی اطلاع دے گا، تو اطلاع دینے کی یہ قسم اس والی کی ولایت کی مدّت کے ساتھ مقید ہوگی حالانکہ لفظوں میں اس قید پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ مثلاً اجازت وغیرہ موجود نہیں ہے مگر حال کی یہاں دلالت موجود ہے کہ قسم دینے کا عرف میں مقصد یہ ہوتا ہے کہ حاکم اس اطلاع پر شر کا تدارک کرے اور یہ تدارک صرف ولایت سے ہو سکتا ہے تو لازماً یہ قسم ولایت کے زمانہ سے مقید ہوگی۔ ہدایہ میں ہے کہ جب والی نے ایک شخص کو قسم دی کہ تُو مجھے شہر میں کسی فسادی کے داخل ہونے پر اطلاع دے گا، تو یہ قسم اس والی کی ولایت کے زمانہ سے مختص ہوگی کیونکہ والی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس اطلاع پر شریر کو سزا دے کر شر کا خاتمہ کرے، لہٰذا ولایت کے خاتمہ کے بعد اس قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہے، فتح القدیر میں ہے کہ قسم کا زمانہ ولایت سے مختص ہونا دلالتِ حال کی وجہ سے ہے اور وہ یہ کہ اس قسم دینے کا مقصد شریر کو سزا دے کر اس کے یا غیر کے شر کو ختم کرنا ہے جبکہ یہ مقصد اس والی کی ولایت سے حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ ولایت کی وجہ سے وہ اس مقصد پر قادر ہوتا ہے (ت)

(۲) ہر مدیون خود کہ از دین منکر بود و دائن گواہان نداشت سوگند خوردترا بدر قاضی کشم و حلف گیرم مدیون اعتراف کرد یا دائن

(۲) مقروض جب قرض سے انکار کرے اور قرض خواہ کے پاس گواہ نہ ہوں تو قرض خواہ قسم اٹھائے کہ میں تجھے قاضی کے دربار میں پیش کروں گا

---

[1] ہدایہ — کتاب الایمان — مسائل متفرقہ — مکتبۃ العربیہ کراچی — ۴۸۶/۱

[2] فتح القدیر — نوریہ رضویہ سکھر — ۴۶۸/۴

marfat.com

راگواہان بدست آمدند یمین ساقط شود کہ بدلالت حال متقید بحال انکار وعدم وجدان شہود بود۔ در درمختار ست حلف ان یجرہ الی باب القاضی و یحلفہ فاعترف الخصم او ظہر شہود سقط الیمین لتقیدہ من جہۃ المعنی بحال انکارہ[1] اھ قال الشامی لکن ھذا التعلیل لایظہر بالنسبۃ الی قولہ او ظہر شہود فانہ بظہور الشہود لم یزل الانکار بل العلۃ فیہ انہ بعد ظہور الشہود لا یمکن التحلیف تأمل[2] اھ اقول لہ ان لایستشہدھم و یطلب حلفہ فکیف لا یمکن کما یوھمہ قول العلامۃ لایمکن التحلیف فالاولی ان یقال لتقیدہ بانکارہ وعدم وجدان الشہود اذ لاحلف علی مقر ولامع بینۃ شہدت، فی الدر

اور وہاں تجھ سے قسم لوں گا تو اس کی قسم کے بعد مدیون ومقروض شخص نے قرضے کا اعتراف کرلیا یا قرض خواہ کو گواہ مل گئے، تو قرض خواہ کی قسم ساقط ہوجائے گی، کیونکہ حال کی دلالت سے وہ قسم انکار و گواہوں کے نہ ہونے کی حالت میں مخصوص قرار پائے گی۔ درمختار میں ہے کہ قرض خواہ نے قسم کھائی کہ میں تجھے قاضی کے دربار میں پیش کرکے تجھ سے قسم دلاؤں گا تو اس دھمکی پر مقروض نے قرض کا اقرار کرلیا یا اس کو گواہ مل گئے، تو قسم ساقط ہوجائیگی کیونکہ قسم کھانے والے کی یہ قسم مقروض کے انکار کے ساتھ مقید قرار پائے گی اھ، اس پر علامہ شامی نے فرمایا کہ اس وجہ اور علّت کا تعلق صرف مقروض کے انکار سے ہے، گواہوں کے دستیاب ہونے کی بات سے نہ ہوگا کیونکہ گواہوں کی دستیابی کے باوجود انکار باقی رہ سکتا ہے، تو گواہوں کی دستیابی پر قسم ساقط ہونے کی علّت یہ ہوگی کہ گواہوں کی موجودگی میں قاضی کے ہاں قسم دلانا ممکن نہ رہے گا، اس میں غور چاہئے اھ (میں نے اس پر یہ حاشیہ لکھا) اقول (میں کہتا ہوں) علامہ شامی کا فرمانا کہ گواہوں کی موجودگی میں قسم دلانا ناممکن ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ مدعی کو اختیار ہے کہ وہ گواہ پیش کرنے کی بجائے مقروض منکر کو قسم دلائے، لہذا قسم کو ناممکن کہنا درست

---

[1] درمختار باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۰۴

[2] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۰۶

marfat.com

عن البحر الیمین کالخلف عن البینۃ فاذا جاء الاصل انتھی حکم الخلف[1] اھ ولا یرضی الطالب بحلف المنکر مادام یقدر علی الشھود مخافۃ ان یحلف فیذھب مالہ فیتقید بھما عرفا، **اقول** و لیس ھذا السقوط لعدم تصور البر بقاء فان قلت الیس فی الدر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمین خصمہ لایحلف خلافا لھما و لو حاضرۃ فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا ابن ملک[2] اھ ، قلت الیس ان الاحضار والاخبار کلیھما بیدہ فان الشھود لایحضرون مالم یحضروا ولا یعلم القاضی ان لہ بینۃ فی المصر مالم یخبر فالامکان حاصل لاشک اما اولا فلان الیمین مطلقۃ فلا یضرھا انتفاء

نہیں بلکہ یوں کہنا بہتر تھا کہ وہ قسم، انکار اور گواہوں کے دستیاب نہ ہونے سے مقید قرار پائے گی، کیونکہ اقرار کر لینے پر اور گواہوں کی شہادت پر قسم کی ضرورت نہیں رہتی۔ درمختار میں بحر سے منقول ہے کہ قسم، گواہی کا خلیفہ بنتی ہے تو جب اصل حاصل ہو جائے تو خلیفہ کی ضرورت نہیں رہتی اھ ، اور نہ ہی حق والا گواہوں کی موجودگی میں قسم دلانے پر راضی ہوتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مقروض جھوٹی قسم اٹھا دے تو اس کا قرضہ ضائع ہو جائے، لہٰذا عرفاً یہ قسم دونوں حالوں (انکار اور گواہ نہ ہونے) سے مقید قرار پائے گی۔ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) گواہوں کی موجودگی میں قسم کا یہ سقوط اس لئے نہیں کہ بالآخر قسم کا پورا ہونا متصور نہیں ہو سکتا کہ قسم کا پورا ہونا ممکن ہو جانے پر ختم ہو جائے، اس پر اگر تو یہ اعتراض کرے کہ کیا درمختار میں یہ موجود نہیں کہ جب قاضی کے ہاں مدعی یہ کہے کہ میرے گواہ ہیں لیکن وہ شہر میں موجود ہیں اور مدعی اس صورت میں اپنے مخالف سے قسم کا مطالبہ کرے، تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک قاضی مخالف کو قسم نہ دلائے گا۔ صاحبین کا مسلک اس کے خلاف ہے اور اگر مدعی کے گواہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق قسم نہ لی جائیگی، ابن ملک اھ (تو قسم دلانے کا احتمال ختم ہو جانے سے قسم ساقط ہو جائیگی) قلت (میں کہتا ہوں) کیا گواہوں کو حاضر کرنا اور قاضی کو گواہوں کی موجودگی

---

[1] درمختار — کتاب الدعوٰی — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/ ۱۱۸

[2] " " " ۲/ ۱۱۹

تصور البر فیما بعد و اما ثانیا فلانه متصور اما فی الشهود فلما ذکرنا و اما فی الاقرار فلان من اقر عند الطالب لا یجب ان یقر عند القاضی فلعله اذا اجر الیه انکر فیحلفه فالتصور حاصل قطعا فلا سقوط الا للتقیید العرفی[1] اھ ما کتبت علیه ثم رأیت الامام ابابکر محمد بن ابی المفاخر بن عبد الرشید الکرمانی ذکره فی جواھر الفتاوی کتاب الایمان، الباب الثانی فتاوی الامام جمال الدین البزدوی، فرأیته افاد فوائد منها التعلیل بدلالة الحال ملحقا له بمسألة تحلیف الوالی لیعلمنه بکل داعر و منها ان التقیید بالانکار فی صورة الاقرار و منها ان فی سقوط الیمین بظهور الشهود خلافا و ان

کی خبر دینا مدعی کے اختیار میں نہیں ہے، ضرور اس کے اختیار میں ہے کیونکہ جب تک وُہ گواہوں کو حاضر نہ کرے وُہ پیش نہ ہوں گے اور یُوں ہی جب تک وہ قاضی کو گواہوں کی موجودگی کی خبر نہ دے قاضی کو معلوم نہ ہو سکے گا کہ اس کے پاس گواہ ہیں، تو بہر صورت گواہوں کی موجودگی کے باوجود مدعی علیہ سے قسم لینے کا امکان قاضی کے ہاں باقی ہے، اوّلاً تو اس لئے کہ مذکورہ قسم مطلق ہے تو تا حال قسم پُورا ہونا متصوّر نہ ہو تو اس کے لئے کچھ مضر نہیں ہے، اور ثانیاً اس لئے کہ قسم کا پورا ہونا ابھی ممکن ہے گواہوں کی موجودگی کی صُورت میں تو ہم نے وجہ ذکر کر دی، اور مدعی علیہ کے اقرار کی صورت میں اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ مدعی علیہ، مدعی کے پاس تو اقرار کرتا ہو تو پھر ضروری نہیں کہ وہ قاضی کی مجلس میں بھی اقرار کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مدعی علیہ کو جب قاضی کے ہاں پیش کیا جائے تو وُہ انکار کر دے تو اس صورت میں قاضی کا اس سے قسم لینا متصور ہے تو معلوم ہُوا کہ بہر صُورت ابھی قسم کا تصوّر باقی ہے لہٰذا یہاں قسم کا سقوط صرف عرفی قید کی وجہ سے ہو گا نہ کہ حلف کا امکان ختم ہو جانے سے قسم کا سقوط ہو گا، اس پر میرا حاشیہ ختم ہوا۔

اس کے بعد میں نے امام ابوبکر محمد بن ابی المفاخر بن عبدالرشید کرمانی کو جواہر الفتاوٰی کی کتاب الایمان کے دُوسرے باب امام جمال الدین بزدوی کے فتاوٰی میں ذکر کرتے ہُوئے پایا جس میں ان کو بہت سے

---

[1] جد الممتار علیٰ ردّ المحتار

الفتوى على السقوط وهذا نصه رحمه الله تعالى رجل ادعى على آخر كذا منا حنطة فانكر المدعى عليه فحلف المدعى بطلاق امرأته ان يجره الى باب القاضي ويحلفه على ذلك ثم ان المدعى عليه اقر بما ادعى استغنى عن اليمين ويكون باراً في يمينه لان الحلف على ان يحلفه ما دام منكرا فاذا اقر فات الانكار وليس هذا كما لو قال لاشربن الماء الذي في هذا الكوز فاريق الماء انه يحنث لان اليمين هناك على الشراب هو لم يشربه وههنا اليمين على الانكار فلم تبق اليمين وصار كانه حلف مع السلطان ان يعلمنه بكل داعر دخل المدينة ثم عزل السلطان سقط يمينه لانه حلف على ان يعلمه ما دام

فائدے ذکر کرتے ہوئے دیکھا، جن میں ایک فائدہ یہ کہ، والیٔ شہر کا کسی کو قسم دینا کہ وہ اسے ہر فسادی کی اطلاع دے گا' والے مسئلہ میں، قسم کا والی کی ولایت باقی رہنے کی علت، دلالت حال کو بنایا۔ دوسرا فائدہ' مدعی کی قسم کا انکار سے مقید ہونا صرف مدعی علیہ کے اقرار کی صورت میں ہے گواہوں کی صورت میں نہیں (جیسا کہ اوپر بحث گزری)۔ تیسرا فائدہ گواہوں کی صورت میں قسم کا ساقط ہونا مختلف فیہ ہے جبکہ فتویٰ یہ ہے کہ ساقط ہو جائے گی۔ امام جمال الدین کی عبارت یوں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس کے ذمے ہماری اتنی گندم ہے تو مدعا علیہ نے انکار کر دیا تو اس پر مدعی نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ میں اس کو قاضی کے دربار میں پیش کر کے اس کو قسم دلاؤں گا' تو اس دھمکی کے بعد مدعا علیہ نے اس کے دعویٰ کا اقرار کر لیا تو اب قاضی کے پاس لے جا کر قسم دلانے کی ضرورت نہ ہوگی اور قسم کھانے والا مدعی اپنی قسم سے بری ہو جائے گا کیونکہ اس کی قسم دلانے کی قسم اس مدعا علیہ کے انکار پر تھی، تو جب اس نے اقرار کر لیا تو انکار ختم ہو گیا۔ اور یہ معاملہ ایسا نہیں کہ کوئی قسم کھائے کہ میں اس کوزے کے پانی کو ضرور نوش کروں گا، تو قسم کے بعد کوزے کا پانی گرا دیا گیا ہو، تو قسم ٹوٹ جائے گی، کیونکہ یہ قسم کوزے کے پانی کو پینے سے متعلق تھی تو وہ اسے پی نہ سکا لیکن یہاں قسم انکار پر مبنی تھی جو ختم ہو گیا، تو قسم بھی ختم ہو گئی، جیسا کہ حاکم شہر کسی کو قسم دے کہ تو مجھے شہر میں داخل ہونے والے

marfat.com

هوالوالی فی البلد فکذٰلك هنا بدلیل انه لوحمله الی القاضی لایحلفه فاذا لافائدة فی حمله الی القاضی هکذا[عہ] ذکر، وهذا الجواب یوافق قول القاضی ابی الهیثم ویخالف قول القاضی الامام الصاعدی فانه ذکر فی فتاواه هذا المسألة الا انه وضع المسألة هکذا ذکر مکان اعتراف المدعی علیه انه ظهرله شهود وقال القاضی الامام ابو الهیثم سقط یمینه وقال الصاعدی لایسقط بل یقع طلاقه فاذا جواب شیخنا جمال الدین وافق جواب القاضی ابی الهیثم وهو الصحیح وعلیه الفتوٰی اھ۔

ہر فسادی کی اطلاع دے گا، اس کے بعد وُہ حاکم معزول ہوجائے تو اس کی دی ہُوئی قسم بھی ختم ہوجائیگی، کیونکہ یہاں بھی قسم کا مطلب یہ تھا کہ میری ولایت جب تک ہے اس وقت تک اطلاع دینی ہوگی تو یہاں بھی یہی صورت ہے کیونکہ مدعی اگر مدعٰی علیہ کو اب قاضی کے ہاں پیش کرے تو قاضی اس سے قسم نہ لے گا اس لئے اب قاضی کے ہاں لے جانے کا فائدہ نہ رہا، اس کو امام جمال الدین بزدوی نے یونہی ذکر فرمایا ہے۔ یہ امام جمال الدین بزدوی کا جواب قاضی ابوہیثم کے قول کے موافق ہے اور قاضی امام صاعدی کے قول کے مخالف ہے، کیونکہ امام صاعدی نے اس مسئلہ کو اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا اور مدعٰی علیہ کے اعتراف کی بجائے انھوں نے گواہوں کے موجود ہونے کو ذکر کیا، جبکہ قاضی امام ابوہیثم نے کہا کہ قسم ساقط ہوجائے گی اور امام صاعدی نے کہا کہ قسم ساقط نہ ہوگی بلکہ گواہوں کے موجود پانے پر مدعی کی قسم کے مطابق اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی، تو جب ہمارے شیخ جمال الدّین بزدوی کا جواب قاضی ابوہیثم کے جواب کے موافق ہے تو یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اھ۔ (ت)

(۳) مدیون را سوگند داد فلاں روز حق من دہی و دستم بگیری و بے دستوری من بیروں

(۳) کسی نے اپنے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھے فلاں روز میرا قرض دے گا اور میرا ہاتھ پکڑے گا

عہ قوله هکذا ذکر ای الامام جمال الدین البزدوی ومن ههنا الٰی اٰخر ما نقلنا کلام الامام الکرمانی جامع تلك الفتاوٰی ۱۲ منه۔

اس کا قول یونہی ذکر کیا ہے یعنی امام جمال الدین بزدوی نے ذکر کیا ہے اور یہاں سے آخر تک جو عبارت ہم نے نقل کی ہے وہ امام کرمانی کا کلام ہے جو اس فتاوٰی کے جامع ہیں ۱۲ منه (ت)

لہ جواہر الفتاوٰی کتاب الایمان

marfat.com

نہ روی باز مدیون ہمیں روز دینش داد و دستش
نگرفت و بے دستوری او بیروں رفت حانث
نشود کہ ایں یمیں عرفاً مقیدست بحال دین در ردالمحتار
ست فی البزازیة حلفه لیوفین حقه
یوم کذا ولیأخذن بیده ولا
ینصرف بلا اذنه فاوفاه
الیوم ولم یأخذ بیده
وانصرف بلا اذنه لا یحنث
لان المقصود وهو الایفاء
اھ، قلت وقد تقدم
ان الایمان مبنیة علی
الالفاظ لا علی الاغراض
وهذا المقصود غیر ملفوظ
لکن قدمنا ان العرف
یصلح مخصصا وهنا
کذلک فان العرف یخصص
ذلک بحال قیام الدین قبل
الایفاء ویوضحه ایضا ما یأتی
قریبا عن التبیین[1] اھ ما
فی الشامی۔

اقول والذی یظهر للعبد
الضعیف ان هنا ثلث ایمان
فالاخیرة متقیدة بنفس

اور میری رضا کے بغیر باہر نہ جائے گا، پھر مقروض نے اسی دن قرض ادا کر دیا اور اس کا ہاتھ پکڑے بغیر باہر چلا گیا تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ یہ قسم عُرف میں قرض ذمّہ ہونے کی وجہ سے تھی، تو قرض ختم ہونے پر قسم ساقط ہوجائے گی۔ ردالمحتار میں ہے کہ بزازیہ میں ہے کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تُو مجھے فلاں دن میرا حق دے گا اور میرا ہاتھ پکڑے گا اور میری مرضی کے بغیر باہر نہ جائیگا، تو مقروض نے اس کو قرض اسی روز دے دیا اور ہاتھ پکڑے اور اس کی مرضی کے بغیر باہر واپس چلا گیا تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس قسم کا مقصد قرض وصول کرنا تھا اھ۔ قلت میں کہتا ہوں کہ یہ گزر چکا ہے کہ قسموں کی بنیاد الفاظ ہوتے ہیں، اغراض بنیاد نہیں ہوتے، اور مذکورہ قسم کا مقصد الفاظ میں مذکور نہیں ہے، لیکن جیسا کہ پہلے ہم نے ذکر کر دیا ہے کہ عرف تخصیص پیدا کر دیتا ہے تو یہ بھی ایسے ہی ہے کیونکہ یہاں بھی عُرف نے اس قسم کو قرض کی موجودگی کے ساتھ مختص کر دیا ہے کہ اس کی ادائیگی سے قبل تک ہوگی، اس کی وضاحت عنقریب تبیین الحقائق سے بیان کی جائے گی، علامہ شامی کا ردالمحتار میں بیان ختم ہُوا۔

اقول (میں کہتا ہوں کہ) مجھ ضعیف بندے پر جو ظاہر ہو رہا ہے وہ یہ کہ یہاں ردالمحتار کے بیان کردہ مسئلہ میں تین قسمیں ہیں جن میں سے

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الاکل والشرب داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۰۶

marfat.com

لفظ الاذن کما تقدم والاولی کانت موقتة والممتنع الایفاء فی ذلک الوقت لحصوله قبله فسقطت لعدم تصور البر ثم رأیتهم به عللوه، ولله الحمد، اما الثانیة فمجاز عن الایفاء ای لیعینه لوفاء دینه اذ من المعلوم قطعا ان لیس المراد خصوص اخذ العضو وھی مطلقة وقد بر فیها اذا وفی وان فرضت لوقته بالتوقیت المذکور فقد سقطت ایضا وھذا معنی قول الوجیز لان المقصود ھو الایفاء فلیس ھنا مدخل اصلا للتخصیص بدلالة الحال واللہ تعالٰی اعلم بحقیقة الحال ولیس فیما اتی به بعد عن التبیین الا ان الیمین تتقید بمقصود الحالف ولھذا تتقید بالصفة الحاملة علی الیمین وان کانت فی الحاضر علی ما بینا من قبل اھ [۱]

آخری یعنی "میری اجازت کے بغیر واپس نہ جائے گا" یہ قسم لفظِ اجازت سے مقید ہے جیسا کہ گزرا ہے، اور ان میں سے پہلی قسم یعنی "تو میرا حق فلاں روز ادا کرے گا" یہ وقت سے مقید ہے یعنی موقت ہے، جبکہ مقررہ اس دن میں حق کی ادائیگی نہیں ہوسکی کیونکہ ادائیگی مقررہ دن سے پہلے ہوچکی ہے اس لئے قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ مقررہ دن میں پورا کرنا ممکن نہ رہا، پھر اس بیان کے بعد میں نے دیکھا تو فقہائے قسم کے خاتمہ کی یہی علت بیان فرمائی وللہ الحمد، لیکن دوسری قسم یعنی "تو میرا ہاتھ پکڑ لے" یہ حق پورا کرنے' سے مجاز ہے، یعنی تاکہ یہ بات حق کی ادائیگی میں مددگار بنے، کیونکہ خاص عضو یعنی ہاتھ پکڑنا مقصود نہیں ہے، لہٰذا یہ قسم مطلق قرار پائی، اور یہ حق کی ادائیگی ہوجانے پر پوری ہوچکی ہے، اور اگر اس دوسری قسم کو مطلق کی بجائے وقت یعنی مقررہ دن سے مقید اور موقت قرار دیا جائے تو تب بھی یہ ساقط قرار پائیگی، جبکہ وجیز کے اس کہنے کا کہ یہاں مقصود صرف حق کو پورا کرنا ہے' اور یہاں حال کی دلالت سے تخصیص کا کوئی دخل نہیں ہے، کا یہی مطلب ہے جبکہ اللہ تعالٰی ہی حقیقتِ حال کا بہتر عالم ہے، اور بعد میں تبیین الحقائق کے حوالہ سے جو ذکر کیا وہ صرف یہی ہے کہ یہ قسم حالف کے مقصد سے مقید ہوگی لہٰذا قسم کی وجہ بننے والی صفت سے یہ مقید قرار پائے گی اگرچہ وہ صفت حاضر چیز میں پائی جائے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا

---

[۱] ردالمحتار باب الیمین فی الاکل والشرب داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۰۷

marfat.com

ولا کلام فیه انما الکلام فی حصول التخصیص هنا ثم کلام التبیین فی صفة ملفوظة کلا یکلم عبد فلان وتریدون ههنا اثبات غیر الملفوظ فلا یوضحه ما فی التبیین وغایة ما یقال ان المعنی لیوفین یوم کذا ان لم یوف قبله فهذا التقیید بدلالة الحال وهو المقصود الغیر الملفوظ فیکون الاولی مبرورة ساقطة والله تعالیٰ اعلم، وچوں دریں مثال در دلالت حال مجال مقال وسیع آمد مثالے دگر جایش بنشانیم دائن حلف گرفت که رُوئے از من نپوشی ومعنی ایں پیمان آنست که هر گاه ترا طلبم وتو بر طلب من مطلع شوی ظاهر گردی ورنه فرد روپوشی مدیون در غیر آں طلب دائن بے اطلاع بر طلب دائن موجب حنث نیست گو از ترس دائن باشد چنانکه بخوف او رخ پوشاں بباز از رفتن زیرا که ایں روئے پوشیدن بخیال ست نه از و سوگند بریں بود نه براں ایں یمین بدلالت حال مقید ست بزمان بقائے دین تا آنکه اگر دو دائن بودند

(تبیین الحقائق کے آخر کلام تک) جبکہ یہاں یہ بحث نہیں کہ مقصد سے مقید ہوگی یا نہیں، بلکہ یہاں تو دلالتِ حال سے تخصیص میں بحث ہے اور تبیین الحقائق کی بات کا تعلق لفظوں میں مذکور صفت سے ہے، مثلاً میں فلاں کے غلام سے بات نہ کرونگا جبکہ آپ تو یہاں غیر ملفوظ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں لہذا تبیین الحقائق کا کلام اس بحث کی وضاحت نہیں بن سکتا، انتہائی بات جو کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ قسم میں "فلاں دن حق پُورا کرے گا" کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اگر اس دن سے قبل حق پُورا نہ کرے تو اس دن ادا کرے گا، تو قبل ازیں پُورا نہ کرنے سے قسم مقیّد ہوگی اور یہ مقصد لفظوں میں غیر مذکور ہے جو صرف دلالتِ حال سے قید کے طور پر معلوم ہو رہا ہے، تو پہلی قسم پُوری ہو کر ختم ہو گئی، واللہ تعالےٰ اعلم۔ چونکہ مذکورہ مثال میں دلالتِ حال کے متعلق بحث کی وسیع گنجائش پیدا ہو گئی، اس لئے ایک اور مثال یہاں پیش کرتا ہُوں کہ ایک قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تُو مجھ سے مُنہ نہ چھُپائے گا، تو اس عہد و پیمان کا معنیٰ یہ ہے کہ جب میں تجھے طلب کروں اور تُو میری طلب پر مطلع ہو جائے تو فوراً سامنے آنا ہوگا، اس لئے اگر وُہ اس کی طلب کے بغیر یا طلب پر اطلاع نہ پانے پر رُوپوشی کرے تو قسم کی خلاف ورزی نہ ہوگی اگرچہ یہ رُوپوشی اس قرض خواہ کے ڈر سے ہی ہو مثلاً قرض خواہ کے سامنے آجانے پر مقروض منہ پھیر کر رُک جائے، کیونکہ یہ رُوپوشی دُوسرے خیال

و دین یکے اداشد یمین درحق او منتہی گشت در وجیز کردری فصل ۱۸ فی قضاء الدین فرمود حلف الدائن المدیون کہ از من رونپوشی و لم یوقت فکل وقت طلبہ و علم بہ و لم یظہر لہ حنث وان دخل السوق متواریا لایحنث وان طلبہ و لم یعلم بہ و لم یظہر لوجہ لایحنث و لوکان حین حلف بھذا الوجہ رب الدین اثنین فقضی لاحدھما انتھی الیمین فی حقہ[1]، در مسئلہ دائرہ نیز حال دال ست کہ غرض یمین ہمیں ہجراں پسر و تباعد از ذریت و مساکنت او و سزا دادنش بدوری از خانہ و خوان خود ست پس متقید باشد بزمان بقائے ایں مقاصد چوں پدر خودش ترک مہاجرت گفت و اوسرا انتقام درگزشت یمین منتہی گشت چنانکہ در فروع مذکورہ چوں بعزل سلطان و اقرار مدیون و ظہور گواہان و ادائے دیون آں اغراض نماند سوگند نماند۔

سے ہے نہ کہ اس کی طلب سے رُوپوشی ہے، لہٰذا کسی اور وجہ سے رُوپوشی پر قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ قسم کا تعلق کسی اور وجہ سے نہیں ہے، تو یہ قسم دلالتِ حال کی وجہ سے قرض باقی رہنے کے حال سے مقیّد ہوگی، حتی کہ اگر قرض خواہ دو شخص ہوں دونوں نے یہ قسم دی ہو تو دونوں میں سے جس کا قرض ادا کردے گا اس کے حق میں قسم ختم ہوجائے گی۔ وجیز کردری کی فصل ۱۸ قرض کی ادائیگی میں فرماتے ہیں کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھ سے رُوپوشی نہ کرے گا اور قسم میں کسی وقت کا ذکر نہ کیا تو اس قسم کا معنیٰ یہ ہوگا کہ جب بھی وہ اس مقروض کو طلب کرے اور مقروض کو اس طلب کا علم ہوجائے تو اس وقت رُوپوشی نہ کرے، لہٰذا اگر قرض خواہ کی طلب پر مقروض اطلاع پانے کے باوجود حاضر نہ ہو اور سامنا نہ کرے تو قسم ٹوٹ جائے گی، اور اگر بغیر طلب یا طلب پر اطلاع نہ پائی ہو اور بازار میں ویسے ہی قرض خواہ کے ڈر سے روپوشی کرکے نکلے تو قسم نہ ٹوٹے گی، اگر اس صورت میں دو قرض خواہ ہوں جنھوں نے اس کو یہ قسم دی ہو تو ایک کا قرض ادا کردیا تو اس کے حق میں قسم ختم ہوجائیگی۔ زیرِ بحث مسئولہ مسئلہ میں بھی اس قسم کا مقصد بیٹے سے بائیکاٹ، اس کو گھر اور رہائش سے دُور رکھنا اور اپنے گھر اور دسترخواں سے باز رکھنے کی سزا ہے، لہٰذا یہ قسم بھی دلالتِ حال کی وجہ سے ان مقاصد سے مقید ہوگی اور جب باپ نے خود یہ تمام باتیں ختم کردیں اور سزا ترک کردی تو قسم ختم ہوجائے گی جیسا کہ مذکورہ بالا مسائل میں، حاکم کی معزولی، مقروض کے اقرار، گواہوں کی حاضری اور قرض کی ادائیگی جیسے قسم کے اغراض ختم ہوجانے سے قسم ختم ہوجاتی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ الثامن عشر فی قضاء الدین نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۳۰

marfat.com

اقول اولاً فرق ست میان انتفائے
مقصود وانعدام قصد در فروع مستشہدہ افعال
محلوف علیہا خود از ثمرات مخصوصہ تہی شدہ است
چوں والی معزول شد اطلاع او بر آمدن مفسد در
شہر چہ سود دہد و مقصود از بردن منکر پیش
قاضی و حلف از وخواستن آں بود کہ قاضی او را
بر حلف مجبور کند و بر معتر حلف نتواں نہاد
پس تحلیف صورت نہ بندد و طلب حلف مسموع
نشود و چوں بر دعوٰی مدعی گواہان عادل شرعی
باشند نیز از منکر حلف نگیرند و ہمچو گواہاں داشتن
وباز کار بر زبان صاحب انکار گزاشتن حق
خود را در خطر افگندن ست کہ خلاف مقصود ست
پس بہر وجہ ثمرہ مطلوبہ مفقود ست و
بعد ادائے دین با روئے مدیون چہ کار ماندہ
است کہ پوشیدن و نمودن ثمرہ دہد و مقصود زن
حصول انس بمصالحت شوہر و منع وحشت
بوحدت ست و ایں بعد زوال زوجیت میسر
نیست زن مرد اجنبی را نگوید کہ با من باش
و جدا مشو بخلاف صورت دائرہ کہ بخانہ
نگزاشتن ہمچناں مثمر دوری و ہجران و سزائے
ناشکری و کفران ست مگر حالف حالا زیں
قصد برگشتہ است پس ایں نیست کہ آنکار
ثمرہ نیارد بلکہ خود او خواہش آں ثمرہ ندارد بالجملہ
از نماندن مقصود تا قصد نماندن مقصود فرق عظیم ست
ایں دوم زنہار مبطل یمین نتواں شد ورنہ

اقول (میں کہتا ہوں) اولاً جواب یہ ہے
کہ مقصود کا منتفی ہونا، اور اس کا قصد نہ کرنا یہ دو مختلف
چیزیں ہیں جبکہ شُبہہ میں مذکور مسائل میں جن کاموں کے
متعلق قسم ہے وُہ کام اپنے مخصوص مقاصد سے خالی
ہوتے ہیں کہ جب والیٔ شہر معزول ہو جائے تو شہر میں
مفسد شخص کے داخل ہونے کی اطلاع اس کو دینے
میں کیا فائدہ ہوگا۔ اور منکر کو تو قاضی پر پیش کرکے اس
سے قسم لی جاسکتی ہے تاکہ قاضی اس کو قسم پر مجبور
کرے لیکن جب قرض کا اقرار کرلیا تو اب اس سے قسم
نہیں لی جاسکتی اور اس سے قسم کا مطالبہ نہیں ہوسکتا۔
اور جب مدعی کے دعوٰی پر شرعی عادل گواہ موجود ہوں تو
منکر سے قسم نہیں لی جاتی اور اسی طرح گواہوں کی موجودگی
میں اپنے حق کو منکر کی زبانی حلف کے سپرد کرنا اپنے
حق کو خطرہ میں ڈالنا بھی مقصود کے خلاف ہے تو یہ
تمام صورتیں قسم کے مقصد کے خلاف ہیں، اور قرض
ادا کردینے کے بعد مقروض کے چہرہ کو دیکھنے سے کیا
کام ہے اب رُو پوشی کرنا نہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے،
اور بیوی نکاح کی موجودگی میں تو علیحدہ رہنے میں تنہائی
کی وحشت کو ختم کرنے اور اپنے خاوند سے صلح کرکے
مانوس ہونے کی کوشش کرے گی جبکہ نکاح ختم
ہوجانے پر اس کا یہ مقصد بھی ختم ہوجاتا ہے کیونکہ اب
اجنبی ہوجانے پر اس کو اپنے پاس رہنے کی بات
نہ کرے گی اور نہ جُدائی کو ختم کرنے کی کوشش کرے گی،
جبکہ زیر بحث مسئولہ معاملہ میں گھر میں نہ چھوڑنے کی قسم کا مقصد
بیٹے کی ناشکری اور کفرانِ نعمت پر اس کو بائیکاٹ اور

marfat.com

ہماں مفاسد لازم آید کہ در جواب شبہۂ چہارم یاد کردیم حلفہائے مبتنی بر خشم وغضب بعد فرو شدن خشم خود بخود برباد رود وہیچ جزا یا کفارہ لازم نشود کہ بعد زوال غضب آں ثمرات را خواہش نمی ماند بلکہ بسا اوقات نادم می شود و دلیل قاطع بر بطلان آں احادیث کثیرہ عدیدہ صحیحہ سدیدہ بسرحد استفاضہ کشیدہ ست کہ فرمودہ اند صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرھا خیرا منہا فأت الذی ھو خیر وکفر عن یمینک[1] چوں سوگندے خوری باز بینی کہ غیر او ازاں بہتر ست پس آں بہتر را بجا آر و سوگندت را کفارہ گزار، رواہ البخاری ومسلم عن سمرۃ بن جندب واحمد ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ والنسائی وابن ماجۃ عن عوف ابن مالک عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنھم وعبدالرزاق عن بن سیرین مرسلا وابوبکر بن شیبۃ والبیھقی عن امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ و فرمودند

گھر سے دُور رکھنے کی سزا دینا ہے لیکن قسم والے نے اب اپنے مقصد کو چھوڑ دیا تو اس سے قسم الامعاملہ بے سُود اور بیکار نہ ہوگا کیونکہ یہاں مقصد فوت نہیں ہُوا بلکہ خود اس مقصد کو ترک کررہا ہے الحاصل، مقصود کا باقی نہ رہنا اور اس کو مقصود نہ بنانا دو مختلف چیزیں ہیں اور دونوں میں بڑا فرق ہے جبکہ دوسرا یعنی مقصد کو مقصود نہ بنانا اور اس سے رُوگردانی کرنا قسم کو قطعًا باطل اور کالعدم نہیں کرسکتا، ورنہ اس سے وہ تمام مفاسد لازم آئیں گے جو شبہۂ چہارم کے جواب میں ہم نے ذکر کئے ہیں کہ غصّہ اور ناراضگی پر مبنی تمام قسمیں، غصّہ ختم ہوجانے پر خود بخود ختم ہوجائینگی اور ان پر کوئی جزا، یا کفارہ لازم نہ آئیگا کیونکہ غصہ اور ناراضگی کے دوران قسم کے جو مقاصد تھے وہ غصہ ختم ہوجانے پر باقی نہ رہے بلکہ بسا اوقات غصّہ کی حالت میں قسموں پر ندامت ہوتی ہے تو لازم آئے گا کہ غصّہ ہونے پر کوئی کفارہ یا جزاء مرتب نہ ہو حالانکہ اس کے بطلان پر کثیر تعداد میں صحیح احادیث وارد ہیں جو غصہ ختم ہونے کے بعد بھی ان قسموں پر حنث لازم آنے میں درجہ شہرت تک پہنچتی ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب تُو قسم کھائے تو دیکھ کہ اس قسم کا غیر یعنی خلاف بہتر ہو تو بہتر کو بجالا اور قسم کا کفارہ دے۔ اس کو بخاری ومسلم نے سمرہ بن جندب اور احمد اور مسلم اور ترمذی نے ابوہریرہ اور نسائی اور ابن ماجہ نے عوف بن مالک کے والد سے روایت کیا ہے اور عبدالرزاق نے ابن سیرین سے مرسلًا اور ابوبکر بن شیبہ اور بیہقی نے موقوفًا امیرالمؤمنین

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۸۰

marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرھا خیرا منھا الا کفرت عن یمینی و اٰتیت الذی ھو خیر[1] بخدا اگر خدا خواہد ہر سوگندے کہ خورم باز غیراو بہتر ازو بینم ہماں بہتر را پیش نہم و سوگند را کفارہ دہم رواہ احمد وعبد الرزاق والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابی موسٰی الاشعری والطبرانی فی الکبیر و الحاکم والبیہقی عن ابی الدرداء والحاکم عن ام المومنین الصدیقۃ والطبرانی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنھم وعبد الرزاق عن ام المومنین عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما من قولہ و عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ وابناء جمید و جریر والمنذر وابو الشیخ والبیہقی عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بمعناہ وفی الباب غیرھم رضی اللہ تعالٰی عنہم وفرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ لان یلج احدکم بیمینہ فی اھلہ اٰثم لہ عند اللہ من ان یعطی کفارتہ التی افترض اللہ علیہ[2] یعنی اگر کسے دربارۂ اہل خود بر ایذا و اضرار ایشاں

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالٰی عنہم) سے روایت کیا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: بخدا! اگر اللہ تعالٰی چاہے تو جو قسم بھی میں کھاؤں پھر اس کے بعد اس کے غیر کو بہتر پاؤں تو بہتر کو اختیار کروں گا اور قسم کا کفارہ دوں گا۔ اس کو احمد، عبد الرزاق، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے ابوموسٰی اشعری سے اور طبرانی نے کبیر میں، حاکم، اور بیہقی نے ابودرداء سے، اور حاکم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے، اور طبرانی نے عمران بن حصین سے (رضی اللہ تعالٰی عنہم) روایت کیا ہے۔ اور عبد الرزاق نے حضرت ام المومنین سے انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کا قول، اور عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ اور بیہقی نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بالمعنٰی روایت کیا ہے جبکہ اس باب میں دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایات ہیں، اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، اگر کوئی شخص اپنے اہل کے متعلق اس کو اذیت اور ضرر پہنچانے کے لئے قسم کھائے پس بخدا اس کو ضرر دینا اور قسم کو پورا کرنا عند اللہ زیادہ گناہ ہے اس سے کہ وہ اس قسم کے بدلے کفارہ دے جو اللہ تعالٰی نے اس پر مقرر فرمایا ہے اس کو بخاری اور مسلم (شیخین) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

---

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۸۰
[2] " " " " "

marfat.com

سوگند خورد پس بخدا کہ باضرار او برابرار اد باضرار شان
گناہگارتر باشد نزد خدا ازینکہ سوگند وکفارہ اش کہ
خدائے مقرر فرمودہ ست ادا کند رواہ الشیخان عن
ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیداست کہ یمین فعل
اختیاری ست وفعل اختیاری را از قصد غایتے چارہ
نے وچوں غیر او را خیر یا بد رائے برگردد واں قصد نماند
پس یمین ببطلان قصد باطل شدے کفارہ چرا۔

ثانیاً بانتفائے مقصود نیز مطلقا
بطلان بیّن البطلان ست اگر یمین مطلقہ آرد کہ فلاں
را زند یا کشد یا پیش حاکم برد یا چناں خوراند یا پوشاند
یا خلعت پوشاند یا خبرے خوش یا بدرساند
الیٰ غیر ذٰلک مما یختص بالحیاۃ عرفا
ونکرد تا آنکہ فلاں مُرد یقیناً حانث شود وکفارہ
دہد اگر یمین بطلاق وعتاق بود فرود آید با آنکہ
آں جملہ مقاصد بمرگش مرد در ہم خورد وکل ذٰلک
واضح جلی وعلیہ فروع جمۃ فی
کتب المذھب ودر خانیہ وکبری ومحیط و
تجنیس وخلاصہ وبزازیہ وہندیہ وغیرہا ست
رجل شاجر مع اخیہ
واختہ، فقال لہما بالفارسیۃ
اگر من شما را بکون خر اندر نکنم
تکلموا فی ذٰلک والصحیح
انہ یراد بھذا القھر
والغلبۃ فلا یحنث
حتی یموتا او یموت

سے روایت کیا ہے۔ ان روایات سے معلوم
ہُوا کہ قسم اختیاری فعل ہے اور کوئی اختیاری
فعل ارادہ اور قصد کے بغیر ممکن نہیں، تو اس کے
باوجود جب اس کے خلاف کو بہتر جانے تو اس بہتر کو کرے
اور اپنی رائے اور ارادہ کو تبدیل کردے اور اس کا قصد
نہ کرے، تو اگر قسم والے فعل کا قصد ختم ہو جانے سے قسم ختم ہو جاتی
ہے تو پھر ان احادیث میں کفارہ کا ذکر کس چیز پر ہے۔

ثانیاً جواب یہ ہے، مقصود کے انتفاء سے
بھی علی الاطلاق اور علی العموم قسم کا باطل ہونا غلط ہے،
مثلاً کوئی شخص غیر مقید طور پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں
کو ماروں گا، یا فلاں کی کھینچا تانی کروں گا، یا حاکم کے
سامنے کروں گا یا فلاں چیز کھلاؤں گا یا پہناؤں گا، یا
جوڑا پہناؤں گا یا فلاں کو خوشخبری دُوں گا، وغیرذالک،
تو یہ قسمیں عرفاً پُوری زندگی بھر کے لئے ہوں گی اگر یہ
کام نہ کئے حتی کہ وہ فلاں فوت ہو جائے تو یقیناً حانث
ہوگا، اور کفارہ دینا ہوگا، اور یہ قسمیں طلاق یا عتاق سے
متعلق تھیں ——— تو طلاق
یا عتاق واقع ہو جائے گی کیونکہ فلاں کے فوت ہو جانے
سے قسم کے تمام مقاصد ختم ہو جاتے ہیں یہ تمام امور
واضح ہیں اور مذہب کی کتب میں ان پر کثیر مسائل
متفرع کئے گئے ہیں۔ خانیہ، کبریٰ، محیط، تجنیس،
خلاصہ، بزازیہ اور ہندیہ وغیرہا میں ہے کہ ایک شخص
نے اپنے بھائی اور بہن سے جھگڑے میں ان کو کہا
اگر میں تم دونوں کو گدھے کی دُبر میں داخل نہ کردوں
تو فلاں چیز لازم آئے، تو اس قسم کی صورت میں

marfat.com

الحالف[1] اھ ھذہ الفظ الخانیۃ فی الایمان و ولفظھا فی الطلاق قال بعضھم لا یحنث ماداموا فی الاحیاء و قال بعضھم یحنث للحال لانہ عاجز عن ذٰلك ظاھرا الا ان ینوی بذٰلك القھر و التضییق علیھما فلایحنث ماداموا فی الاحیاء فان مات الحالف او احد الاخوین قبل ان یفعل ذٰلك حنث و علیہ الاعتماد[2] اھ و قال فی الکبری وغیرھا و علیہ الفتوی و چوں دلالت حال را بایں شبہہ کارے نماند از تنقیح مسئلہ اش آئندہ سخن رانیم ان شاء اللہ تعالٰی۔

فقہائے کرام نے بحث کی ہے اور صحیح یہ قرار دیا کہ یہ غصہ اور ناراضگی کی قسم ہے اور عمر بھر کے لئے قسم ہوگی اور اگر عمر بھر ان دونوں سے یہ کارروائی نہ کرے تو ان دونوں یا قسم کھانے والے کے فوت ہوجانے پر قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ لازم آئے گا اھ یہ مذکور الفاظ خانیہ کی قسموں میں مذکور ہیں، اور خانیہ نے طلاق کی بحث میں یوں فرمایا کہ بعض نے کہا ہے کہ جب تک اس قسم سے متعلق حضرات زندہ ہیں قسم نہ ٹوٹے گی بلکہ ان میں سے کسی ایک کے فوت ہونے پر ٹوٹے گی، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ قسم فی الحال ہی ٹوٹ جائے گی کیونکہ ظاہر حال میں وُہ ایسا کرنے سے عاجز ہے، ہاں اگر ان الفاظ سے اس نے غلبہ اور تنگی پیدا کرنے کی نیت کی ہو تو ان کی زندگی میں نہ ٹوٹے گی بلکہ مقصد کو پورا کرنے سے پہلے تینوں میں سے کسی کے فوت ہونے پر ٹوٹے گی، اور اسی پر اعتماد ہے اھ اور کبرٰی وغیرہ میں فرمایا کہ اسی پر فتوٰی ہے۔ اور جب دلالتِ حال کا اس شبہہ میں دخل نہیں تو اس مسئلہ کی تنقیح کو ہم آئندہ پر چھوڑتے ہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

شبہہ سادسہ مبنائے یمین بر استحقاق پسر مر انتقام راست پس بدلالت حال متقید شود بزمان بقائے آں استحقاق چنانکہ از علمائے متاخرین علامہ سائحانی دریک مسئلہ استظہار کردہ ست در رد المحتار ست (تنبیہ) رأیت بخط شیخ مشائخنا السائحانی عند قول الشارح لوحلف ان یجرّہ الخ

چھٹا شبہہ اس قسم کی بنیاد بیٹے کا باپ کی ناراضگی کی وجہ سے قابلِ سزا ہونا ہے، تو حال کی دلالت کا تقاضا ہے کہ یہ قسم بیٹے کے قابلِ سزا ہونے تک کے زمانہ سے مقید ہوگی جیسا کہ متاخرین علماء میں سے علامہ سائحانی نے ایک مسئلہ میں اس کا اظہار کیا ہے، اور ردالمحتار میں ہے تنبیہ میں نے اپنے شیخ سائحانی کا قول دیکھا کہ انھوں نے شارح کے اس قول پر کہ کوئی قسم کھائے کہ میں فلاں کو

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی الیمین علی الشتم و القذف نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۲۵
[2] " " کتاب الطلاق باب التعلیق " " ۲/ ۳۲-۲۳۱

marfat.com

ھذا یفید ان من حلف ان یشتکی فلانا ثم تصالحا و زال قصد الاضرار واختشی علیہ من الشکایۃ یسقط الیمین لانہ مقید فی المعنی بدوام حالۃ استحقاق الانتقام کما ظھرلی اھ فتأملہ[1]۔

اقول ایں علامہ متاخر نیز ایں حکم در ہیچ کتاب سلف تا خلف اصلا نیافت محض رائے اوست کہ فرمود کما ظھرلی چنانکہ مرا ظاہر شدہ ست و علامہ شامی نیز برو اعتماد نکرد کہ مے فرماید فتأملہ ایں را تأمل کن و ایں خود سخنے تازہ نیست صدر کلامش بزوال قصد تمسک کرد و حالش در جواب شبہہ پنجم و چہارم شنیدی و استنباط از فروع در مسائل دلالت حال خواست و فرق انعدام قصد و انتفائے مقصود بما لا مزید علیہ دیدی و آخر سخنش بہ حالت استحقاق انتقام حوالت نمود و ایں ہماں صفت داعیہ است کہ حالش بجواب شبہہ سوم شنیدی باز قصہ سیدنا ایوب علٰی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام زوال قصد و استحقاق انتقام ہر دو را جواب شافی ووافی ست چنانکہ در رد شبہہ چہارم دیدی بالجملہ از جواب شبہہ ثالثہ تا ایں جا ہرچہ گفتہ ایم

قاضی کی عدالت میں پیش کروں گا الخ" تو انھوں نے اس پر فرمایا کہ شارح کے اس قول سے یہ فائدہ ہو رہا ہے کہ جو شخص قسم کھائے کہ میں فلاں کی شکایت کروں گا، پھر قسم کے بعد صلح ہوجائے اور فلاں کو ضرر دینے کا ارادہ ختم ہوجائے اور شکایت کرنے سے گھبرائے تو قسم ساقط ہوجائیگی کیونکہ یہ قسم معنوی طور پر انتقام کے ارادہ کی بقاء سے مقید ہے، یہ وہ ہے جو مجھے معلوم ہوسکا ہے، اھ، تو غور کرو۔

اقول (اس کے جواب میں میں کہتا ہوں) کہ متاخرین میں سے اس علامہ مذکور نے یہ مسئلہ کسی کتاب سلف یا خلف میں نہ پایا بلکہ انھوں نے یہ بات اپنی رائے سے کہی ہے اسی لئے انھوں نے فرمایا: "جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے" اور پھر علامہ شامی نے بھی اس پر اعتماد نہیں کیا اسی لئے انھوں نے اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ غور کرو، نیز انھوں نے اس کلام سے ابتداء نہیں کی بلکہ اس سے قبل انھوں نے قسم کی وجہ کو ترک کرنے کے قصد کو دلیل بنایا ہے جبکہ اس کا حال پانچویں اور چوتھے شبہہ کے جواب میں آپ نے سُن لیا ہے۔ اور دلالتِ حال والے مسائل کی تفریعات سے استنباط کرنا چاہا، حالانکہ آپ نے قصد نہ کرنے اور مقصد کے خود فوت ہوجانے، کا فرق خوب سمجھ لیا ہے، آخر میں وہ انتقام کے استحقاق کے حوالہ سے بات کر رہے ہیں اور یہ تمام امور قسم کے لئے داعی و اسباب بن رہے ہیں، جبکہ ان کا حال تیسرے

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الاکل والشرب الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۰۶

marfat.com

ہمیں بریں سخن متوجہ است' اگر نبودے کہ ایں سخن بخط عالمے برہامش کتابے نوشتہ یافتند حاجت بہ افراز او نبود وبقطع نظر از جملہ کلام سابق جوابے تازہ گویم کہ تقیید باستحقاق انتقام را مساغی نگزارد۔

شُبہہ کے جواب میں آپ معلوم کرچکے ہیں، اور پھر یہ کہ حضرت سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں وجہِ قسم کو ترک کرنے کا قصد اور انتقام کے استحقاق کے خاتمہ، دونوں چیزوں کا کافی اور شافی جواب موجود ہے جیسا کہ آپ نے چوتھے شُبہہ کے رَد میں دیکھ لیا ہے' غرضیکہ تیسرے شُبہہ کے جواب سے لے کر یہاں تک جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وُہ تمام اس بات سے ہی متعلق ہے، اگر کسی کتاب کے حاشیہ پر کسی عالم کی یہ بات لکھی ہُوئی نہ ہوتی تو اس کو واضح کرنے کی ضرورت نہ تھی، تاہم سابقہ تمام گفتگو سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم اس بات کا کہ اس قسم کا استحقاقِ انتقام سے تعلق نہیں ہے اور یہ اس سے مقید نہیں ہے، نئے انداز سے اثبات کرتے ہیں۔ (ت)

فاقول وباللہ التوفیق **اوّلاً** زید کہ سوگندمے خورد کہ شکایت عمرو پیش حاکم بردباز مصالحت میکنند آیا عمرو بواقع جرمے وستمے بحق زید کردہ بود یا زید حسبِ عادت بسیارے از مردماں مردم آزار خود ش ظالم بود وخود شکایتش می خواست بر تقدیر دوم استحقاق انتقام از سر نبود تقیید یمین بزمان انتقامش چہ معنی' وبر تقدیر اول انچہ بمصالحت زائل میشود قصد انتقام نہ استحقاق او کہ بصلح جرم وستم کردہ ناکردہ نشود پس یمین چرا منتہی گردد اگر برجوع مجرم استحقاق انتقام برطرف شدے بایستے کہ عفو وتجاوز از تائب نہ عفو بودے نہ تجاوز بلکہ از ظلم او را باز داشتن وھو باطل قطعا ولہذا نزد اہلسنت قبول توبہ واجب اصلی نیست تا آنکہ نزد ائمہ ماتریدیہ با آنکہ تعذیب مطیع را محال عقلی دانند[1] در شرح مقاصد فرماید اما قبول التوبۃ فلا یجب عندنا اذلا وجوب علی اللہ تعالٰی بازدلیل معتزلہ

فاقول (پس میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں) **اوّلاً** یہ کہ زید نے جو قسم کھائی کہ میں عمرو کو حاکم کے ہاں پیش کروں گا، اور پھر قسم کے بعد عمرو سے صلح کرلیتا ہے تو اب دیکھنا ہے کہ عمرو واقعی مجرم تھا اور اس نے زید کے حق میں ظلم کیا تھا یا زید بلاوجہ اپنی مردم آزاری کی عادت پوری کرنا چاہتا تھا تو دوسری صُورت میں قسم کی وجہ استحقاق انتقام ہرگز نہ ہُوئی کیونکہ عمرو کا کوئی جُرم ہی نہیں ہے تو اس صورت میں قسم کو استحقاقِ انتقام سے مقید کرنے کا کوئی مطلب نہیں، اور پہلی تقدیر پر کہ عمرو نے واقعی زید کے حق میں ظلم کیا تھا، تو پھر صلح کرلینے پر عمرو سے انتقام لینے کا قصد ختم ہوا نہ کہ اس سے انتقام کا استحقاق ختم ہوا کیونکہ زید کی صلح سے عمرو کا جُرم تو ختم نہ ہُوا اور کردہ گناہ ناکردہ نہ بن سکا' توجب جرم باقی ہے تو استحقاقِ انتقام ابھی باقی ہے

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع عشر فی التوبۃ دار المعارف النعمانیۃ، پاکستان ۲/ ۲۴۲

marfat.com

آوردہ فرمود اکثر المقدمات مزخرف بل ربما یدعی القطع بان من اساء الی غیرہ و انتھک حرماتہ ثم جاء معتذرا لایجب فی حکم العقل قبول اعتذارہ بل الخیرۃ الی ذلک الغیران شاء صفح وان شاء جازاہ[1] علی قاری درشرح فقہ اکبر گوید قبول التوبۃ وھو اسقاط عقوبۃ الذنب عن التائب غیر واجب علی اللہ تعالٰی بل کان ذلک منہ فضلا خلافا للمعتزلۃ[2] پس بمصالحت سقوط یمین را وجہے نیست۔

توقسم ختم نہ ہوگی، اگرمجرم کے رجوع کرلینے سے استحقاق انتقام ختم ہوجاتا ہوتو پھر مجرم کی توبہ اور رجوع پر معافی دینا اور درگزر کرنا کیا معنی رکھتا ہے بلکہ اس کی ضرورت ہی نہ رہے، بلکہ اب مجرم کو باز رکھنا بھی بے معنی ہوجائے کیونکہ جرم تو خودبخود ختم ہوگیا حالانکہ یہ بات قطعاً باطل ہے، اسی بنا پر اہلسنّت کے نزدیک توبہ کو قبول کرنا واجب اصلی نہیں ہے حتی کہ اہلسنّت ماتریدیہ کے ہاں بھی یہی بات ہے حالانکہ وہ مطیع شخص کو سزا دینا محال عقلی جانتے ہیں۔ شرح مقاصد میں فرماتے ہیں کہ توبہ کو قبول کرنا ہمارے نزدیک واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالٰی پر کوئی وجوب عائد نہیں ہوسکتا اس کے بعد معتزلہ حضرات جوکہ اللہ تعالٰی پر توبہ کو قبول کرنا واجب جانتے ہیں کی دلیل ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی دلیل کے مقدمات سب شعبدہ ہیں بلکہ ان کا دعوٰی بھی ایسا ہی ہے، کیونکہ یہ قطعی بات ہے کہ جو شخص کسی غیر سے بُرائی کرے اور اس کے حرمات میں دخل اندازی کرے پھر وُہ بُرائی کرنے والا معذرت خواہی کرے تو اس حق والے غیر پر بحکم عقل واجب نہیں کہ وُہ اس مجرم کی معذرت کو قبول کرے بلکہ اس غیر کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ معاف و درگزر کردے یا اس کو سزا دے، ملّا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں فرمایا ہے کہ توبہ کو قبول کرنا بایں معنٰی کہ توبہ کرنے والے سے اس کے گناہ کی سزا کو ساقط کردینا، یہ اللہ تعالٰی پر عقلاً واجب نہیں ہے بلکہ توبہ کو قبول کرنا محض اللہ تعالٰی کا فضل ہے، اس میں معتزلہ مخالف ہیں تو اس سے معلوم ہُوا کہ صلح سے قسم کے ساتھ ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ (ت)

ثانیاً علماء مسئلہ شکایت را یک جزئیہ نوشتہ اند زن را گفت اگر ہر بدی و شناعت کہ در دنیا است از تو پیش برادرت نگویم بر تو طلاق اینجا تصریح فرمودہ اند کہ تا انواع بدی ہائے کہ

ثانیاً کہتا ہُوں کہ علماء کرام نے شکایت کے متعلق ایک مسئلہ ذکر فرمایا ہے کہ 'ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "اگر دُنیا کی ہر بدی کو تیری طرف منسوب کرکے تیرے بھائی سے شکایت نہ کروں تو تجھ پر طلاق ہے"

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع عشر فی التوبۃ دارالمعارف النعمانیہ پاکستان ۲/ ۲۴۲

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر التوبۃ الشرائطہا مصطفی البابی مصر ص ۱۵۵

marfat.com

درکمینگاں و دزداں ومکاراں وخونریزاں می باشد
اززن برادرش نگوید از سوگند برنیاید او اقل انها
سہ نوع بدی ست و ہرگز نگفتند کہ چوں قصد
انتقام یا استحقاق آورد و باہم آشتی کنند
یمین منتہی شود با آنکہ تصریح نمودہ اند کہ با برار ایں
سوگند بزہ کار شود و ازیں گناہ توبہ را فرمودہ اند
کہ بعد شکایت بہ برادر گوید ایں ہمہ از جہت سوگند
پیش میگفتم ورنہ زن ازینہا مبراست اگر پیش از
شکایت او را خبر دہد کہ حفظ سوگند را چیز ہائے بے اصل
بتو خواہم گفت سود ندہد کہ بعد ازیں سخن بر بدی کہ گوید
بہ بدی نسبت کردہ زن نبود در خانیہ و خلاصہ و
بزازیہ وغیرہاست رجل قال لامرأته
ان لم اقل عنك مع اخيك
بكل قبيح في الدنيا فانت
طالق، قالوا ان قال مع اخيها
عنها بما هو من اخلاق
اللئام واللصوص والخادعين
والقاتلين يصير بارا في يمينه
ويأثم بذلك ويمينه هذه
تقع على الكثير من ذلك و
اقله ثلثة انواع من
القبح، وقال الفقيه ابو الليث
رحمه الله تعالى ينبغي للحالف
ان يقول عند الاخ بعد ما قال
من القبائح انما قلت ذلك

یہاں علمائے نے یہ تصریح کی ہے کہ اس قسم کے بعد خاوند کمینے
لوگوں، چوروں، مکاروں اور خونریزی کرنے والوں میں
پائی جانے والی بدیوں کو بیوی سے منسوب کر کے اس کے
بھائی سے جب تک شکایت نہ کرے گا وہ قسم سے بری
نہ ہوگا اور کم از کم ان بدیوں میں سے تین ضروری ہوں گی، یہاں
علماء کرام نے یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ خاوند اپنی بیوی سے
انتقام کا قصد کئے ہوئے تھا یا وہ بیوی کو انتقام کا
مستحق قرار دئے ہوئے تھا تو اب اگر آپس میں صلح کر لیں
تو قسم ختم ہو جائے گی کیونکہ قصد انتقام یا استحقاق انتقام
ختم ہو گیا ہے، بلکہ انھوں نے اس شکایت کو گناہ
قرار دینے کے باوجود فرمایا کہ وہ اپنی قسم کو پورا کرنے کیلئے
یہ گناہ کرے اور پھر شکایت کے بعد اس گناہ سے توبہ
کر لے، اور بھائی سے شکایت کرنے کے بعد اس کو
کہہ دے کہ میں نے یہ باتیں قسم کو پورا کرنے کے لئے کی
ہیں ورنہ بیوی ان بدیوں سے بری ہے، اور شکایت
کرنے سے قبل بھائی کو یہ عذر نہ بتائے، اگر اس نے
شکایت سے قبل بھائی کو اطلاع دے دی کہ میں
قسم کو پورا کرنے کے لئے تجھ سے بیوی کے متعلق بے اصل
باتیں کروں گا، تو قسم سے بری نہ ہوگا، کیونکہ شکایت
سے قبل یہ بات بتا دینے میں بیوی سے متعلق بدی
کی شکایت نہ رہے گی۔ خانیہ، خلاصہ، بزازیہ
وغیرہا میں ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ "اگر میں
تیرے بھائی کو یہ شکایت نہ کروں کہ تیری بہن میں دنیا
کی تمام قبیح باتیں ہیں تو تجھے طلاق ہے"، تو فقہاء کرام نے
اس پر فرمایا کہ "اگر اس شخص نے بیوی کے متعلق اس کے

marfat.com

لاجل الیمین وھی بریئة عن ذٰلك فیکون ھذا
الکلام توبة منه عما قال فیها ویکون بارًا،[1]
درنوازل وتاتارخانیہ وہندیہ ست ولوقال له قبل
ذٰلك لایجوز لانه لایکون بعد ذٰلك قول قبیح[2]
نظر کنید ایں جا یک پہلو گناہ بود ودگر سو طلاق و ایں
مبغوض ست وآں مغضوب وآشتی محبوب و شرعًا
مطلوب اگر کار ہا وکشودے بماد اُیتمو بہوں
بودے واجب بودے کہ زن وشوئے بہم آمیزند واز
سرجنگ وپرخاش برخیزند تا از مبغوض ومغضوب
ہردو پرہیزند اما نگفتند وایں راہ آسان نرفتند پس
روشن وعیاں شد کہ آشتی رافع یمین نتواں شدو
خود علامہ راایں جا اطمینان نفس نبود کہ می گوید واختشے
علیہ من الشکایة اگر یمین بدلالت حال
متقید ببقائے سزاواری سزا شدے وبعد صلح
آں سزاواری نماندے زوال یمین واجب بودے
گو از شکایت نترس آزارے مباش مگر علامہ خواست
کہ سقوط یمین را عذرے پدید آرد و پیداست
کہ سوگند پروائے سود وزیاں کسے ندارد اگر زید سوگند
خورد کہ زدا عمرو را خواہد گشت بے گناہے عمرو شفیع
سقوط حلف نگردد بلکہ برزید فرض بود کہ سوگند شکند و
کفارہ ادا کند وباللہ التوفیق۔

بھائی کو کمینے، چوروں، مکاروں اور قاتلوں میں پائی جانے والی بدیاں بتائیں تو وہ قسم سے بری ہوجائیگا اور ایسا کہنے پر وہ گنہ گار ہوگا، اس کی قسم کثیر بدیوں کے متعلق ہے جن میں سے کم ازکم تین بدیاں بھائی کو بتانا ضروری ہوگا، اور فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ قسم کھانے والے شخص کو چاہئے کہ وہ بھائی کو بدیوں کی شکایت کرنے کے بعد کہے کہ میں نے آپ سے باتیں قسم کو پورا کرنے کے لئے کی ہیں ورنہ تمھاری بہن (بیوی) ان بدیوں سے بری ہے، تو شکایت کے بعد یہ حقیقت بیان کرنا اس کی طرف سے توبہ قرار پائیگی، اور قسم اور گناہ سے بری ہوجائے گا۔ نوازل، تاتارخانیہ اور ہندیہ میں مذکور ہے کہ اگر شکایت سے قبل بھائی کو حقیقت سے آگاہ کردیا تو قسم سے بری نہ ہوگا کیونکہ حقیقت سے آگاہ کرنے کے بعد بیوی سے منسوب بدیوں کی شکایت نہ بنے گی، آپ غور کریں کہ یہاں ایک پہلو گناہ کا ہے اور دوسری تکلیف دہ چیز طلاق ہے، طلاق مبغوض چیز ہے اور گناہ مغضوب چیز ہے جبکہ صلح وآشتی محبوب اور شرعًا مطلوب چیز ہے، اگر معاملہ وہی ہوتا جو آپ سمجھ رہے ہیں تو یہاں پر خاوند اور بیوی کی آپس میں صلح کرنا اور لڑائی اور ناراضگی کو ختم کرنا واجب ہوتا جس کی بنا پر مبغوض اور مغضوب دونوں سے پرہیز ہوسکتا تھا لیکن فقہاء نے ان سے بچنے کے لئے یہ آسان راستہ نہ بتایا، تو واضح طور پر

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں — باب التعلیق — نولکشور لکھنؤ — ۲/۲۲۶
[2] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق الخ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۴۴۵

marfat.com

معلوم ہُوا کہ صلح قَسم کو ختم نہیں کرسکتی اور خود علامہ سائحانی رحمہ اللہ اس بات میں مطمئن نظر نہیں آتے اسی لئے انہوں نے صلح اور زوالِ قصدِ ضرر کے ساتھ، شکایت کرنے سے خطرہ، کی بات کی ہے، کیونکہ اگر قسم دلالتِ حال کی وجہ سے استحقاقِ سزا کی بقاء کے ساتھ مقید ہوتی اور صلح کے بعد وہ استحقاقِ انتقام ختم ہوجاتا ہو تو پھر قسم کا ساقط ہوجانا لازم ہوتا اگرچہ شکایت کرنے سے خطرہ نہ بھی ہوتا مگر علامہ مذکور نے شکایت سے خطرہ کو قسم کے سقوط کے لئے بنانا چاہا، حالانکہ ظاہر ہے کہ قسم میں کسی کے نفع ونقصان کی پروا نہیں ہوتی، مثلاً زید نے قسم کھائی کہ وہ عمرو کو مارے گا، تو عمرو بے گناہ ثابت ہوجائے تو اس کی قسم ساقط نہ ہوگی بلکہ زید کو اپنی قسم کی وجہ سے لازم ہوگا کہ وہ قسم کو توڑ دے اور کفارہ دے، وباللہ التوفیق۔ (ت)

شبہۂ سابعہ بخانہ گزاشتن دوگونہ است موافقت کہ برضائے پدر باشد ومخالفت کہ بے رضائے او وشک نیست کہ حال برارادۂ قسم دوم دال ست یعنی خلاف مرضی من بخانہ نگزاری وایں جا واقع قسم اول ست پس شرط حنث متحقق نشد۔

ساتواں شبہہ کہ بیٹے کو گھر میں چھوڑنا دوطرح ہوسکتا ہے، ایک موافقت کے طور پر کہ باپ کی مرضی سے ہو، اور دوسرا مخالفت کے طور پر کہ والد کی مرضی کے بغیر ہو، جبکہ قسم کے ارادے کا موجب دوسرا احتمال ہے یعنی والد کی قسم کا مطلب یہ ہے کہ اس کو میری مرضی کے بغیر گھر میں نہ چھوڑنا، اور یہاں واقعہ کا تعلق پہلی صورت سے ہے کہ باپ کی رضامندی سے بیوی نے بیٹے کو گھر میں چھوڑا ہے لہذا قسم کے ٹوٹنے کی شرط نہ پائی گئی۔ (ت)

اقول اوّلاً زید برفتن زن بخانہ عمرو راضی نباشد زن را باز دارد او سر ننہد گوید ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا آیا ہیچ شنیدۂ کہ حنث دریں یمین موقوف بر عدم رضائے زید ماند تا آنکہ اگر زید گاہے خودش راضی شدہ زن را دستوری دہد باز بدخول طلاق نیفتد حاشا بلکہ تا حیات زن وشو ایں تعلیق ہیچ گاہ زوال پذیر نیست تا بحصول شرط نزول جزا نشود تا آنکہ اگر زید زن رایک طلاق دہد وبگزارد

اقول (جواب میں کہتا ہوں کہ) **اوّلاً** زید اگر اپنی بیوی کو عمرو کے گھر سے روکنے کی کوشش کرے اور بیوی باز نہ آئے تو زید قسم کھائے کہ اگر تُو عمرو کے گھر میں داخل ہُوئی تو تجھے تین طلاقیں، تو کیا آپ نے کبھی یہ سُنا ہے کہ یہ قسم زید کی ناراضگی میں عمرو کے گھر داخل ہونے سے ٹوٹے گی، حتی کہ اگر زید خود راضی ہوجائے اور بیوی سے معاملہ بحال کرلے تو کیا اس کے بعد بیوی وہاں داخل ہو تو طلاق نہ ہوگی، ہرگز ایسا نہیں بلکہ یہ قسم خاوند اور بیوی کی زندگی بھر کے لئے ہے اور قسم میں مذکور طلاق کی

marfat.com

که عدت بگزارد، بازن دراں خانه پاے نهد جزا فرود آید ومحل ندیده رائگاں رود که زید بلا تحلیل او را بزنے تواں گرفت پس ازاں زن بر قدر خواهد برضائے زید یا بے رضائے او باآں خانه رود طلاق نشود که یمین یکبار منحل شد کما تقدم عن السراجیة و الهندیة۔

شرط ختم نہ ہوگی جب تک شرط پائے جانے پر جزاء لازم نہ ہوجائے جس کا حیلہ یہ ہے کہ خاوند بیوی کو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے اور عدت پوری ہوجائے تو اس کے بعد بیوی عمرو کے گھر داخل ہو تو اس وقت جزاء یعنی طلاق پڑے گی لیکن اس وقت بیوی طلاق کا محل نہ ہونے کی وجہ سے وہ طلاق لغو ہوجائے گی، اور اب زید یعنی خاوند کو اختیار ہوگا کہ وہ بغیر حلالہ بیوی سے دوبارہ نکاح کرلے تو اس دوبارہ نکاح کے بعد بیوی چاہے تو عمرو کے گھر داخل ہوسکے گی زید کی رضا سے یا بغیر رضا کے داخل ہو اب طلاق نہ ہوگی کیونکہ ایک دفعہ شرط پائے جانے پر قسم ختم ہوچکی ہے جیسا کہ سراجیہ اور ہندیہ کے حوالہ سے گزرچکا ہے۔ (ت)

ثانیًا اگر سوگند ہا که بر امور نامرضیۂ حالف باشد متقید بعدم رضا شود ان خرجت فانت طالق بعینه نهد ان خرجت الا باذنی او برضائی فانت طالق بود و ایں خلاف اجماع و تصریحات جمله کتب ست۔

ثانیًا یہ کہ لازم آئے گا کہ ناپسندیدہ امور پر قسم کھائی جائے تو وہ قسمیں ناپسندیدگی سے مقید ہوجائیں کہ رضامندی پائی جائے تو قسمیں ختم ہوجائیں مثلاً خاوند ناراضگی میں بیوی کو کہے کہ اگر تو باہر جائے تو تجھے طلاق ہے، یا اسی طرح یوں کہے اگر تو میری اجازت یا میری رضا کے بغیر باہر جائے تو تجھے طلاق ہے، تو لازم آئے گا کہ ان دونوں باتوں میں فرق نہ ہو حالانکہ یہ اجماع اور تمام کتب کی تصریحات کے خلاف ہے (ت)

ثالثًا حل آں ست که دلالت حال بر آں ست که ایں کار خلاف مرضی حالف ست نه بر آں که منع تا خلاف مرضی ماندن ست در ہمچو مقام خشم تا بحد توسط باشد انسان را تصور عواقب باز ندارد خود داند که گنجائش رضا و زوال غضب باقی ست آنگاه امثال تعلیق شدید را مقید باذن میکند که بے دستوری من چناں نکنی وچوں خشم بمنتهی رسید رضا در وقتے آئنده راخیال ہم پیراموں خاطرش نمی گردد و حکم

ثالثًا اس صورت میں دلالتِ حال یہ ہے کہ یہ کام مثلاً گھر میں چھوڑنا، قسم کھانے والے کی مرضی کے خلاف ہے اور یہ دلالت اس پر نہیں کہ اس کام سے منع یعنی گھر میں نہ چھوڑنا اس کی عدمِ رضا تک ہے۔ جہاں پر غصہ اور ناراضگی حدِ اعتدال میں ہو وہاں یہ غصہ انسان کو انجام سے بے خبر نہیں کرتا اور وہ جانتا ہے کہ غصہ اور ناراضگی ختم ہونے کی اور راضی ہوجانے کی گنجائش باقی ہے تو ایسے موقعہ پر شدید امور سے مشروط قسم کو اجازت سے مقید کیا جاتا ہے کہ میری

marfat.com

موید می کند پس تخصیص وتقیید مرا بودن درکنار غالباً
جز تعمیم وتابید تصورے ہم بذہن نمی باشد و لہذا
متقید باذن وغیرہ نمیکند پس معنی سخن آن نباشد کہ بخانہ
گزاشتن تا خلاف مرضی من ست نکنی بلکہ مفہوم آن ست
کہ بخانہ گزاشتن خلاف مرضی من ست زنہار نکنی و
بریں تقدیر گو آیندہ مطابق مرضیش شود حکم مرتفع
نشود کہ خلاف مرضی آن وقت بود نہ مرضی موہوم آیندہ
و ہرگاہ کند قطعاً خلاف مرضی وقت دیگر را خلاف
مفہوم مباش پس شرط حنث متحقق ست ۔

مرضی کے خلاف یہ کام نہ ہو اور جب غصہ انتہائی ہو جائے تو
رضا کے حال کو دل میں نہیں لاتا اور قسم میں حکم کو ابدی کردیتا
ہے، پس اس موقعہ پر تخصیص وتقیید کو مراد بنانا تو
درکنار وہ غالب طور پر تعمیم اور ابدی حکم کے سوا کسی چیز کا
تصور تک نہیں کرتا اس لئے وُہ یہاں اجازت وغیرہ
سے قسم کو مقید نہیں کرتا۔ پس یہاں قسم کا یہ مطلب نہیں
ہوگا کہ میری مرضی کے خلاف تک اس کو گھر میں چھوڑنے
کا عمل نہ کرنا بلکہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس کو گھر میں چھوڑنا
میری مرضی کے خلاف ہے لہذا یہ عمل نہ کرنا، تو اس تقدیر
پر بعد میں رضامندی سے بھی چھوڑے گی تو قسم کا حکم ختم نہ ہوگا کیونکہ قسم کے وقت مرضی نہ ہونے کا اعتبار ہے نہ کہ آئندہ
موہوم مرضی کا اعتبار ہے بلکہ جب بھی یہ عمل ہوگا تو وہ اس قسم کی خلاف مرضی ہی میں ہوگا دوسرے وقت کی مرضی جو
قسم کے مفہوم کے خلاف ہے یہ نہ ہوگا، تو اس صورت میں قسم کا ٹوٹنا متحقق ہوجائے گا۔ (ت)

رابعاً اگر ازیں تدقیق گزریم غایت آنکہ
ہر دو معنی محتمل باشد و در تقیید بدلالت حال شک نیست اما آنجا کہ در تقیید
بدلالت حال شک نیست امر محتمل صالح تقیید نتواں شد کہ اطلاق لفظ
یقینی ست والیقین لایزول بالشک و لہذا اگر
زن شوئے راگفت تو برمن زنے گرفتہ شوئے
گفت ھر زن کہ مراہست مطلقہ است
ایں زن نیز طلاق شود اگرچہ بظاہر مقصود مرا رضائے
ایں زن مے نماید کہ اگر زنے جز تو گرفتہ ام
او را طلاق ست فاما محتمل کہ مقصود سزائے زن
بود کہ چرا در حلال برمن خوردہ گرفتی و دلالت
محتملہ بسندہ نیست آرے اگر نیت غیرش کردہ ست
دیانۃً صحیح باشد در ہدایہ ارشاد می رود و اذا
قالت المرأۃ لزوجہا تزوجت علیّ

رابعاً اگر تدقیق مذکورہ سے قطع نظر بھی
کرلیں تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہاں
اطلاق اور تقیید دونوں کے احتمال ہیں اور دلالتِ
حال سے مقید ہونے کے احتمال میں شک نہیں ہے
لیکن محض اس احتمال کی بنا پر قسم دلالتِ حال سے
مقید نہ ہوگی کیونکہ قسم کے الفاظ میں اطلاق اور
عموم ہے جو کہ یقینی ہے تو یہ یقین محض احتمال اور
شک سے ختم نہیں ہوسکتا کیونکہ شک یقین کو زائل
نہیں کرسکتا، اسی لئے مثلاً اگر بیوی خاوند کو کہے
کہ تُو نے مجھ پر کوئی عورت دوسری بیوی بنا رکھی ہے
تو خاوند جواب میں یُوں کہے کہ جو بھی عورت میری بیوی
ہو اس کو طلاق ہے تو اس بیوی کو بھی طلاق
ہوجائے گی۔ تو یہاں بظاہر خاوند کی قسم کا مقصد

marfat.com

فقال کل امرأۃ لی طالق ثلثا طلقت ھذہ التی حلفتہ فی القضاء ووجہ الظاھر عموم الکلام وقد یکون غرضہ ایحاشھا حین اعترضت علیہ فیما احلہ الشرع ومع التردد لایصلح مقیدا وان نوی غیرھا یصدق دیانۃ لاقضاء لانہ تخصیص العام[1] اھ باختصار این قدر بسندہ بود فاما توضیح مرام و زیارت وافادت را مثالے چند ازیں پہلو نیز برخوانیم کہ دلالتِ حال بحال احتمال معتبر نہ داشتہ اند (۱) ہمیں مثال ہدایہ (۲) آنکہ گزشت کہ اگر برخروج زن یا بندہ مطلقاً سوگند خورد بے تقیید باذن متقید بزمان بقائے ملک نباشد **اقول** زیراکہ ممکن کہ نزد بندہ یا زن اورا رازے بود کہ بہ بروں شدن بروں افتد وحفاظی وکوچہ گردی زن اہل غیرت را بعد بینونت نیز موجب عار شود مرداں گویند ایں زن فلاں ست اگرچہ اطلاق بلحاظ ماکان ست بلکہ نخواہند کہ بخوابہ خود بعد فراق نیز بکنار دیگرے رود پس از جدائی ہم او را نگاہ دارند وتکفل نفقہ اش کنند باز تصدیق ایں معنی در حدیث یافتم عبدالرزاق در مصنفہ گوید انبأنا معمر عن الزھری قال سأل رجل صلی اللہ

اپنی اس بیوی کو راضی کرنا ہے کہ تیرے علاوہ کوئی اور بیوی ہو تو اس کو طلاق ہے، لیکن الفاظ کے پیشِ نظر یہ بھی احتمال ہے کہ وُہ اس بیوی کو اعتراض کرنے پر سزا دینا چاہتا ہو کہ اس نے میرے لئے حلال معاملہ میں کیوں مداخلت کی ہے تو ظاہر حال کی دلالت کا احتمال سند نہ بن سکے گا کیونکہ الفاظ میں عموم اور اطلاق ہے جو کہ یقینی ہے، ہاں اس احتمال کی بناء پر موجودہ بیوی کے علاوہ کسی دوسری بیوی کی نیت کا اظہار کرے تو دیانۃً اگرچہ معتبر ہوگی لیکن قضاءً معتبر نہ ہوگی، ہدایہ میں فرمایا ہے کہ جب بیوی خاوند کو کہے کہ تُو نے مجھ پر دوسری بیوی کر رکھی ہے تو خاوند اس کو جواب میں یُوں کہے کہ جو بھی میری بیوی ہے اس کو تین طلاقیں. تو اس قسم دلانے والی بیوی کو بھی طلاق ہو جائیگی، قضاءً یہی حکم ہوگا کیونکہ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قسم کے الفاظ کا عموم ہے جبکہ ایسے موقعہ پر خاوند کی غرض بھی یہ ہو سکتی ہے کہ وہ بیوی کو اس کے اعتراض پر سزا دینا چاہتا ہے کہ اس نے شرعاً حلال کام پر اعتراض کیوں کیا ہے تو کلام کے عموم اور سزا دینے کی غرض کے احتمال کے باوجود کسی اور بیوی کی نیت کے احتمال کی وجہ سے یہ قسم دلالتِ حال سے مقید نہ بن سکے گی ہاں اگر دُوسری بیوی کی نیت کرے تو اگرچہ وہ دیانۃً معتبر قرار دی جائیگی لیکن قضاءً معتبر نہیں ہوگی کیونکہ یہ عموم میں تخصیص ہے جبکہ دلالتِ حال تخصیص نہیں کر سکتی اھ اختصاراً۔ اس مقصد کے لئے یہ مثال کافی ہے تاہم

---

[1] الھدایۃ کتاب الایمان باب الیمین فی البیع والشراء الخ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۴۸۱

marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم فقال
الرجل یجد مع امرأتہ
رجلاً فیقتلہ فقال النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
سلم الا تسمعون الیٰ ما
یقول سیدکم قالوا
لا تلمہ یا رسول اللہ فانہ
رجل غیور واللہ ما تزوج
امرأۃ قط الا بکرا ولا طلق
امرأۃ قط فاستطاع احد
منا ان یتزوجہا فقال
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم یابی اللہ الا بالبینۃ[۱]
اھ قلت والسائل ھو سیدنا سعد
بن عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ ولہذا سہ طلاق دفعۃً کہ گناہ
بود وتفریق از مبغوض شرعی بے حاجت
شرعی اکثار برو تازیانۂ تحلیل مقرر فرمودہ اند
وبر مجرد نکاح کفایت نمودہ تا باہم شہد ہمد گر
بچشند حکمتش ہماں ست کہ غیرت منداں از
تثلیث طلاق باز مانند تا بہ تیس مستعار
طوق عار نشود والعیاذ باللہ
تعالیٰ بخلاف آنکہ بے اذن من

وضاحت اور فائدہ کو زائد بنانے کے لئے اس پر مزید چند
مثالیں پیش کرتا ہوں کہ محض احتمال کی صورت میں دلالتِ
حال معتبر نہیں ہوتا، ہدایہ کی مثال کے بعد دوسری مثال
یہ ہے کہ، جو پہلے گزرا کہ بیوی یا غلام باہر جانے کو تیار ہو
تو اس موقعہ پر بیوی کو طلاق یا غلام کو آزادی کی علی الاطلاق
قسم کھانا جو اجازت سے مشروط نہ ہو تو یہ قسم عام اور مطلق
ہوگی اور ملک یا نکاح کی موجودگی سے مشروط نہ ہوگی، کیونکہ
یہاں پر اگرچہ دلالتِ حال کی وجہ سے اس قسم کے مقید
ہونے کا احتمال ہے لیکن یہ احتمال معتبر نہ ہوگا کیونکہ الفاظ
میں عموم ہے اقول اس کے ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ قسم
کھانے والے کا مقصد ہمیشہ کے لئے بیوی یا غلام کو
باہر جانے سے روکنا ہو، کیونکہ ان کے پاس اس کا
ایک ایسا راز ہے جو ان کے باہر جانے سے افشاء
ہو جائے گا اور خفت اٹھانا پڑے گی یا بیوی کو ہمیشہ
کے لئے باہر نکلنے سے روکنا مقصود ہو اگرچہ وہ نکاح سے
باہر اور جدا بھی ہو جائے کیونکہ غیرت مند لوگ اپنی مطلقہ
کی عورت کی کوچہ گردی پر بھی غیرت اور عار محسوس کرتے
ہیں کہ لوگ کہیں گے کہ یہ فلاں کی بیوی ہے اگرچہ اس کی
بیوی سابقہ زمانے کے لحاظ سے کہتے ہوں بلکہ
غیرت مند اپنی مباشرت شدہ عورت کو فراق اور
طلاق کے بعد بھی دوسرے کی مباشرت میں دیکھنا
پسند نہیں کرتے، اس لئے طلاق مغلظ کے بعد بھی وہ اس کو
اپنی نگرانی میں رکھتے ہوئے اس کے تمام اخراجات

---

[۱] مصنف عبدالرزاق حدیث ۱۷۹۱۷ حبیب الرحمٰن الاعظمی بیروت ۹/۴۳۴

بیرون نرود کہ ولایت اذن بانتہائے ملک منتہی شود
(۳) آنکہ گزشت کہ بے اذن زن زنے نکنم مقید
ببقائے زوجیت نباشد **اقول** ازاں رو
کہ مقصود عدم نرسانیدن ست بزن و بارہا
باشد کہ بعد فراق نیز زناں بتزوج شوہر
بزنے دیگر غمگین شوند ایام خود یاد مے آید و
بجائے خود نشستن دیگرے رنج می رساند
بخلاف آنکہ بے اذن زن بیروں نرود ایں متقید
شود چنانکہ وجہش بالا بنشتیم (۴) زن را با مردے
بیگانہ چانہ زن دید سوگند خورد کہ اگر با زمرد بیگانہ
چانہ زنی رسن زنی از گلو فگنی و بجانۂ نو چہ
نوکرست کہ باذن مرد آمدورفت دارد و زن او را
کارہائے خانگی می فرماید نیز پسر آں عم
وعمہ و خالۂ زن یا برادران مرد برضائے مرد
مے آیند یا خود در ہمیں خانہ مے مانند و بازن ہمسخن
می شوند مرد بایں ہمہ راضی ست با ایں ہمہ
اینہا بدلالت حال مستثنیٰ نشوند و زن بعد
سوگند اگر باآں نوکر یا ایں قریباں سخن گوید طلاقہ
شود در جواہر الفتاویٰ باب چہارم فتاویٰ
امام مفتی الجن والانس نجم الدین عمر نسفی
قدس سرہ الصفی ست رجل رأی
امرأتہ تتکلم اجنبیا فقال اگر
پیش تو با مرد بیگانہ سخن گوئی فانت طالق
فکلمت تلمیذ زوجھا لیس من
محارمھا او کلمت رجلا فی

کی کفالت کرتے ہیں پھر اس مضمون کی تصدیق میں نے
حدیث میں پائی ہے، مصنف عبدالرزاق میں فرماتے ہیں ہمیں
معمر نے زہری سے خبر دی ہے انھوں نے فرمایا کہ
ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا
اورعرض کی ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو
پائے تو قتل کر دے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا کہ کیا تم اپنے آقا کی بات کو نہیں سنتے کہ وہ
کیا فرمارہا ہے تو اس پر دیگر اصحاب نے عرض کی
یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اس شخص کو
ملامت نہ فرمائیں کیونکہ یہ غیور شخص ہے خدا کی قسم یہ صرف
باکرہ عورت سے نکاح کرتا ہے اور اس کی طلاق دی
ہوئی عورت کو دوسرا کوئی بھی ہم میں سے نکاح نہیں
کرسکتا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ
تعالٰی قتل کی اجازت نہیں دیتا ماسوائے (قاضی کے
ہاں اس کے خلاف) گواہ پیش کرنے کے، اھ،
قلت (میں کہتا ہوں) وہ سائل حضرت عبادہ بن صامت
رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے، اور اسی غیرت کی وجہ سے
ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دینا گناہ قرار دیا گیا ہے
کہ شرعًا مبغوض چیز کو شرعی حاجت سے زائد استعمال
کرنے پر حلالہ کی شرط کو سزا کے طور پر مقرر کیا گیا ہے
اور اسی وجہ سے حلالہ میں دوسرے شخص سے صرف نکاح
کو کافی نہ قرار دیا گیا بلکہ جب تک ایک دوسرے کے
مزے کو نہ چکھ لیں حلالہ مکمل نہیں ہوسکتا، یہ اس لئے
تاکہ غیرتمند لوگ تین طلاقیں دینے سے باز رہیں اور
خواہ مخواہ دوسرے شخص کی مجامعت کو اپنے گلے میں

marfat.com

ہذہ الدار بینہما معرفۃ ولکن لا محرمیۃ بینہما او کلمتھا رجل من ذوی الارحام و لیس من محارمہا فانہ یقع الطلاق[1]

اقول زیرا کہ محتمل ست کہ مرد باعتماد زن پیش ازیں روادارا نیہا بود چوں دید کہ با اجنبی محض ہم سخن می شود درسنش تنگ تر کشید و با نام محرم سخن گفتن مطلقا منع کرد پس اطلاق لفظ را تقییدے تتقین متعین نشد، و باللہ التوفیق۔

نہ ڈالیں، والعیاذ باللہ۔ اس کے برخلاف اگر قسم کو اجازت سے مشروط کیا ہو تو پھر اجازت کی ولایت ختم ہوجانے یعنی نکاح ختم ہوجانے پر قسم ساقط ہوجائیگی (۳) وہ جو گزرا کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ تیری اجازت کے بغیر دوسری عورت کو بیوی نہ بناؤں گا، تو یہ قسم موجودہ بیوی سے نکاح کی حالت سے مختص نہ ہوگی (بلکہ اس بیوی سے نکاح ختم ہونے کے بعد بھی اس کی اجازت ضروری ہوگی) **اقول** (میں کہتا ہوں کہ، اس قسم کا مقصد بیوی کو پریشانی سے بچانا ہے ——— کیونکہ بیوی کی پریشانی صرف نکاح کی حالت سے مختص نہیں کیونکہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ فرقت کے وقت بھی عورتیں سابقہ خاوند کی دوسری شادی سے غمگین ہوتی ہیں، اپنا وقت یاد کرکے اپنے بجائے دوسری کو رہتی دیکھ کر رنج پاتی ہیں، ——— (غرضکہ چونکہ بیوی کی پریشانی دوسری عورت کی وجہ سے صرف حالتِ نکاح سے مختص نہیں بلکہ جدائی کے بعد بھی اس چیز پر وُہ پریشان ہوتی ہے لہذا اس پریشانی سے بچانا حالتِ نکاح کے بعد بھی ہوسکتا ہے لہذا یہ قسم بیوی سے فراق کے بعد قائم رہے گی) اس کے برخلاف اگر خاوند قسم کھائے کہ تُو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے گی تو یہ قسم حالتِ نکاح سے مقیّد ہوگی جیسا کہ اس کی وجہ پہلے ہم بیان کرچکے ہیں۔(۴) بیوی کو غیر شخص سے بے تکلف باتیں کرتے ہُوئے پائے تو اس وقت قسم کھائے کہ اس کے بعد اگر تُو نے بیگانے مرد سے بات کی تو نکاح کی رسّی تیرے گلے سے نکل جائے گی یعنی تجھے طلاق ہوگی، جبکہ گھر میں نوکر چاکر ہیں جو خاوند کی اجازت سے گھر میں آتے جاتے ہیں جن کو بیوی گھر کے کاموں کے متعلق ہدایات دیتی ہے

ع[a] **اقول** والاولی کلمت رجلا لان الحنث بکلامہا لا بکلام غیرہا اذا لم تجب ۱۲ منہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے عورت نے اس مرد سے بات کی۔ کیونکہ عورت کے بات کرنے سے قسم ٹوٹے گی کسی دوسرے کے کلام کرنے سے نہ ٹوٹے گی بشرطیکہ عورت غیر کو جواب نہ دے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جواہر الفتاوٰی کتاب الایمان

marfat.com

یُوں ہی بیوی کے چچا یا پُھوپھی زاد یا خالہ زاد یا خاوند کے بھائی خاوند کی اجازت سے گھر آتے ہیں یا اسی گھر میں رہتے ہیں اور بیوی اپنے خاوند کی رضامندی سے ان تمام حضرات سے بات کرتی رہتی ہے، اس دلالتِ حال کے باوجود یہ لوگ اس قسم سے مستثنیٰ نہیں ہوں گے بلکہ بیوی قسم کے بعد گھر کے نوکر یا ان مذکورہ قریبیوں سے بات کرے گی تو اس کو طلاق ہو جائے گی۔ جواہر الفتاوٰی کے باب چہارم میں امام مفتی جن و انس نجم الدین عمر نسفی قدس سرّہٗ کے فتوے ذکر کئے گئے ہیں، جن میں یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کسی اجنبی کے ساتھ باتیں کرتی ہُوئی پالیا تو اس نے قسم کھائی کہ اگر اس کے بعد تُو نے بیگانے شخص سے بات کی تو تجھے طلاق ہے، تو اس کے بعد بیوی نے خاوند کے غیر محرم شاگرد سے بات کی یا اس گھر میں آنے جانے والے واقف کار غیر محرم سے بات کی یا بیوی کے غیر محرم رشتہ دار شخص نے بیوی سے خود بات کر لی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ اس لئے کہ قبل ازیں خاوند، بیوی پر اعتماد کرتے ہُوئے ان مذکور لوگوں کے بارے میں رواداری سے کام لیتا رہا، تو جب اس نے بیوی کو خالص اجنبی شخص سے باتیں کرتے ہُوئے دیکھ لیا تو اس نے بیوی کی رسّی کو تنگ کرتے ہُوئے مطلقاً ہر غیر محرم سے بات کرنا ممنوع قرار دیا تو اس احتمال کے ہوتے ہُوئے یہ قسم دلالتِ حال کی وجہ سے مقیّد نہ ہوگی بلکہ یہ قسم اپنے الفاظ کے عموم پر باقی رہے گی اور ہر غیر محرم کو شامل ہوگی، اور توفیق صرف اللہ تعالٰی سے حاصل ہے۔ (ت)

شُبہہ ثامنہ ازیں ہم درگزشتیم آخر کم نہ ازاں کہ موافقہ و مخالفہ دو نوع تخلیہ ست و ارادۂ یک نوع تخصیص عام ست کما حققہ فی الفتح و نیت تخصیص عام دیانۃً مقبول ست کما مرّ اٰنفا عن الھدایۃ گو قضاءً پذیر مباشد زن نیز بر و اعتبار نتواں کرد لان المرأۃ کالقاضی کما فی التبیین والفتح والشامی پس اگر نیت ایں خصوص کردہ باشد باید کہ عنداللہ حانث نشود در فتوی التفات بایں قید می بایست لان المفتی بالدیانۃ یفتی کما فی التنویر وغیرہ۔

آٹھواں شُبہہ یہ کہ تمام مذکورہ احتمالات کو نظر انداز کر دیں تب بھی کم از کم یہ گنجائش ضرور ہے کہ خاوند کی قسم میں موافق اور مخالف لاتعلقی کی دو قسمیں ہیں اور دونوں میں سے ایک احتمال کا ارادہ کرنا بھی ایک قسم کی تخصیص ہے جس سے عام کو خاص کیا جا سکتا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں اس کی تحقیق موجود ہے، اور عام میں تخصیص کی نیت کرنا دیانۃً مقبول ہے، جیسا کہ ابھی ہدایہ کے حوالہ سے گزرا ہے، اگرچہ یہ تخصیص کی نیت قضاءً قابلِ قبول نہیں اور بیوی بھی ایسے معاملات میں قاضی کا حکم رکھتی ہے اس لیے بیوی بھی اس کو معتبر قرار نہیں دے سکتی جیسا کہ تبیین، فتح اور شامی میں ہے، پس اگر خاوند نے اپنی قسم میں اس تخصیص کی نیّت کر لی ہو تو عنداللہ قسم نہ ٹوٹے گی،

marfat.com

جبکہ فتوٰی دیتے وقت اس قید وتخصیص کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے، جیسا کہ تنویر وغیرہ میں ہے کہ مفتی کو چاہئے کہ وُہ دیانت پر فتوٰی دے۔(ت)

اقول خیرست دیانۃً نیز ایں نیت کار نہ دہد موافقۃ ومخالفۃ دو نوع تخلیہ نیست بلکہ دو وصف است ونیت وصفی خاص غیر مذکور معتبر نشود چنانکہ نسبت مردے استادہ سوگند خورد کہ بایں مرد سخن نگویم و آزرد کند کہ بایں مرد استادہ ایں نیت لغو باشد آرے اگر گوید بایں مرد استادہ سخن نزنند ونیت تخصیص بوقت قیامش کند دیانۃً معتبرست نہ قضاءً کہ وصف در حاضر لغوست وصفت قیام داعی ترک کلام نیست ہمچناں اگر سوگند خورد کہ زن نکند و مراد زن ہاشمیہ یا ترکیہ یا عربیہ یا نسب دارے دیانۃً معتبرست کہ ایں یک نوع زن ست واگر زن مکیہ یا ہندیہ یا عربیہ بالمسکن نیت کرد معتبر نیست کہ ایں صفت زن ست وصفت بے ذکر بمسکن عام خیمہ آن ست در فتح القدیر فرمود حلف لا یسکن دار فلان وقال عنیت باجر لا یصح حتی لو سکنھا بغیر اجر حنث بخلاف ما لو حلف لا یسکن دارا اشتراھا فلان وعنی اشتراھا لنفسہ فانہ یصدق لانہ احد نوعی الشراء لانہ متنوع الی ما یوجب الملك للمشتری وما یوجبہ لغیرہ فتصح نیۃ احد

اقول (جواب میں کہتا ہُوں کہ) کوئی بات نہیں، کیونکہ دیانۃً بھی یہ نیت کار آمد نہیں ہے، قسم میں موافق اور مخالف یہ دونوں لاتعلقی کی قسمیں نہیں ہیں بلکہ یہ لاتعلقی کے دو وصف ہیں جبکہ دو وصفوں میں سے کسی غیر مذکور وصف کی نیت معتبر نہیں ہوتی جیسا کہ ایک شخص کھڑا ہوا اس کے متعلق کوئی دوسرا یہ قسم کھائے کہ میں اس شخص سے بات نہ کروں گا، اور اب بعد میں کھڑے ہونے کے وصف کی بابت قسم کو بتائے تو یہ نیت لغو اور بیکار ہوگی، ہاں اگر قسم میں کھڑے ہونے کا ذکر کرتا اور قسم اس نیت پر کھاتا تو دیانۃً معتبر ہوسکتی تھی اگرچہ قضاءً یہ نیت معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ قسم حاضر شخص کے متعلق ہے جبکہ حاضر میں وصف کا ذکر کار آمد نہیں اور پھر کھڑا ہونا ایسا وصف بھی نہیں ہے جو قسم کا داعی بن سکے اور بات نہ کرنے کی وجہ بن سکے، یُوں ہی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں بیوی نہ بناؤں گا، تو اس سے اگر وُہ ہاشمی یا ترکی یا عربی یا کوئی خاص نسب والی عورت مراد لے تو یہ نیت دیانۃً معتبر ہوگی کیونکہ یہ عورت کے اقسام میں سے ایک قسم کی تخصیص ہے، اور اگر رہائش کے لحاظ سے کسی عربی یا ہندی یا مکی عورت کے بارے میں یہ نیت کرے تو معتبر نہ ہوگی کیونکہ یہ ایک خاص جگہ والی عورت کے متعلق ہے جو اس کی صفت ہے اور کوئی صفت ذکر کئے بغیر معتبر نہیں ہوسکتی، چونکہ قسم صرف عورت کے ذکر پر مشتمل ہے اس میں

marfat.com

النوعين بخلاف السکنی لانہا لاتتنوع لانہالیست الا الکینونۃ فی الدار علی وجہ القرار وانما تختلف بالصفۃ ولایصح تخصیص الصفۃ لانہا لوتذکر بخلاف الجنس "و کذا لوحلف لایتزوج امرأۃ و نوی کوفیۃ اوبصریۃ لایصح لانہ تخصیص الصفۃ ولو نوی حبشیۃ اوعربیۃ صحت فیما بینہ و بین اللہ تعالٰی لانہ تخصیص فی الجنس کأن الاختلاف بالنسبۃ الی الاباء اختلاف بالجنس و بالنسبۃ الی البلاد اختلاف بالصفۃ اھ[1] مختصرا۔

مسکنت (رہائش) کا ذکر نہیں ہے لہذا اس ذکر کے بغیر یہ قسم خیمہ والی عورت کو بھی عام ہے۔ فتح القدیر میں ہے، قسم کھائی کہ فلاں کے گھر سکونت نہ کروں گا، اور کہا کہ میری مراد فلاں کے گھر کرایہ پر نہ رہوں گا، تو یہ نیت صحیح نہیں ہے حتی کہ اگر اس کے گھر میں کرایہ کے بغیر بھی رہائش پذیر ہُوا تو قسم ٹوٹ جائے گی، اس کے برخلاف اگر یُوں قسم کھائے کہ "میں فلاں کے اس گھر میں سکونت نہ کروں گا جو اس نے خریدا ہے" اور کہتا ہے کہ خرید سے میری مراد وہ ہے جو اس نے اپنی ذات کے لئے خریدا ہو، تو اس نیت کو مان لیا جائیگا کیونکہ خریدنے کی یہ ایک قسم ہے خریدنے کی دو قسمیں ہیں، ایک وُہ جو اپنے لئے خریدا اور ایک وہ جو اس نے کسی دوسرے کے لئے خریدا ہو، تو قسم میں ان دو قسموں میں سے ایک قسم کی نیت درست ہے اس کے برخلاف رہائش (سکنٰی) کے اقسام نہیں ہیں، کیونکہ سکنٰی (رہائش) کا معنٰی یہ ہے کہ گھر میں بطور استقرار ہونا جبکہ اس رہائش کی صفات مختلف ہوسکتی ہیں اور صفات کی تخصیص صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں مذکور نہیں ہیں بخلاف جنس کے کہ اس کے تحت اقسام ہوتے ہیں (غرضیکہ اقسام کی تخصیص بغیر ذکر ہوسکتی ہے لیکن صفات کی تخصیص ذکر کے بغیر نہیں ہوسکتی) اسی لئے اگر کسی نے قسم کھائی کہ کسی عورت سے نکاح نہ کروں گا یعنی بیوی نہ بناؤں گا، تو اس قسم میں عورت کوفی یا بصرہ والی مراد لے تو صحیح نہ ہوگی کیونکہ یہ صفت کی تخصیص ہے اور اگر اس قسم میں عورت سے مراد حبشی یا عربی عورت مراد لے تو صحیح ہے اور عنداللہ بھی یہ نیت صحیح ہوگی کیونکہ یہ جنس میں اقسام کی تخصیص ہے یہ اس لئے کہ جداعلٰی کے اختلاف کے لحاظ سے نیت کرنا جنس کا اختلاف ہے اور شہروں کے اختلاف کی نیت یہ صفات کا اختلاف ہے اھ مختصراً (ت)

شُبہہ تاسعہ ترک گاہے بمعنی ابقا آید قال اللہ تعالٰی وترکنا علیہ فی الاٰخرین سلام علٰی نوح

نواں شُبہہ کہ چھوڑنا، کبھی باقی رکھنے کے معنٰی میں آتا ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: وترکنا علیہ فی الاٰخرین سلام علٰی نوح

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۰۹

marfat.com

فی العلمین[1] ای ابقینالہ ثناء جمیلاً[2] کما فی مجمع البحار وغیرہ و البقاء وجودی ست کہ بقاء وجودی ست۔

اقول ابقا کہ حی قیوم عز جلالہ میکند عند المحققین وجودی باشد اما بناء علی مذہب امام اہلسنت القاضی ابی بکر الباقلانی والامامین امام الحرمین والرازی ان البقاء عین الوجود لا امر زائد علیہ فالابقاء ہو الایجاد و اما بناء علی مذہب ائمۃ الکشف والشہود من تجدد الامثال فی کل شیئ حتی الجواہر فیکون الابقاء ایجاد الامثال کل حین و لہذا چنانکہ اطلاق باری و خالق بر غیر او سبحنہ نیست اطلاق قیوم نیز نتواں شد بلکہ علماء بر و تکفیر کردہ اند در مجمع الانہر فرمود اذا وصف اللہ بما لایلیق بہ او نسبہ الی الجہل او العجز او النقص او اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرہا یکفر[3] (ملخصاً)

فی العلمین۔ بعد والوں میں ہم نے ان کی اچھی ثناء باقی رکھی، جیسا کہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے، چھوڑنا، باقی رکھنے کے معنیٰ میں وجودی چیز ہے کیونکہ بقاء وجودی ہے (ت)

اقول (میں جواب میں کہتا ہوں) ابقا (باقی رکھنا) حیّ و قیوم (جل جلالہٗ) کا فعل ہو تو محققین کے نزدیک وجودی ہے، اس لئے کہ امام اہلسنّت قاضی ابوبکر باقلانی اور امام الحرمین اور امام رازی کے مذہب پر بقاء، عینِ وجود کا نام ہے اور وجود سے زائد کسی صفت کا نام نہیں ہے، لہذا 'باقی رکھنا' یہ ایجاد ہوگا جو کہ وجودی ہے، لیکن ائمہ کشف و شہود کے مذہب پر، بقاء، ہر چیز کی امثال کے تجدّد کا نام ہے، لہذا 'ابقا' اس معنیٰ میں ہر چیز حتی کہ جواہر کی امثال کو ہر لمحہ 'ایجاد' کرنے کا نام ہے، اس لئے جس طرح باری اور خالق جیسی صفات کا اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کے لئے اطلاق جائز نہیں اسی طرح قیّوم کا اطلاق بھی غیر کے لئے جائز نہیں، بلکہ اس کا غیر اللہ پر اطلاق علمائے کرام کے ہاں کفر ہے۔ مجمع الانہر میں فرمایا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی شایانِ شان نہ ہو یا جہالت، عجز اور نقص کی نسبت اس کی طرف کرنا، یا وُہ صفات جو اللہ تعالےٰ کے لئے خاص ہیں ان کا مخلوق پر اطلاق کرنا، جیسے قدوس، قیوم، رحمٰن وغیرہا صفات ہیں، تو یہ کفر ہے۔ لہذا یہاں بڑی

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۷۸ و ۷۹

[2] مجمع البحار تحت لفظ ترک نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۴۰

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۰

marfat.com

اینجا احتیاط عظیم باید کہ بعض مردم بایں مبتلا شدہ اند والعیاذ باللہ تعالٰی بالجملہ اینست بقائے الٰہی عزّ جلالہ فاما انچہ از بشرست جز ترک ازالہ نیست ولہذا اگر زرے درکیسہ نہاد و زن را گفت اگر چیزے ازو تا صبح باقی مانی طلاق باشی، زن ہیچ خرچ نکرد یا برخے بصرف آورد وبرخے باقی داشت طلاقہ شود و آں نیست مگر بہ ابقا واز زن نیاید مگر عدم انفاق پس ابقاء نبود مگر ہمیں عدم واگر فعلے بودے و زن خود دراں زر کارے نکردہ است تا آنکہ درکیس نہادن ہم بدست شوہر بود حنث نشدے ، ہمچناں اگر زید بدست عمرو چیزے ببیع فاسد فروخت قاضی مطلع شدہ برا فروخت وگفت اگر امروز ایں بیع شمارا باقی مانم فکذا آفتاب فرو رفت و قاضی حکم فسخ نہ کرد حانث شود پس ابقاء نبود مگر عدم فسخ واگر فعلے بودے وقاضی خود متعلق آں بیع کارے نکردہ است حانث نبودے، پس ظاہر شد کہ ابقائے بشری جز ترک ازالہ نیست اگر گوئی ابقا بفعل ہم تواں شد مثلاً زید را بخانہ آورد و بزنجیر لبست ایں لبستن کہ فعل ست ابقا شد۔

احتیاط کی ضرورت ہے، بعض لوگ اس بے احتیاطی میں مبتلا ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی،

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالٰی کے باقی کرنے کا یہ حکم ہے، لیکن کسی انسان کا باقی رکھنا اور چھوڑنا، ازالہ کے ترک کا نام ہے، اس کے بغیر کچھ نہیں، اسی لئے اگر خاوند نے جیب یا تھیلی میں رقم رکھی ہو اور بیوی کو کہا " اگر تُو نے صبح تک اس میں سے کچھ باقی رکھا تو تجھے طلاق ہوگی" اب اگر اس نے اس میں سے کچھ خرچ نہ کیا یا کچھ کیا اور کچھ نہ کیا تو اس باقی رکھنے پر طلاق ہو جائے گی، تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ بیوی کا رقم کو باقی رکھنا صرف اور صرف یہ ہے کہ اس نے رقم کو خرچ نہ کیا، تو معلوم ہُوا کہ باقی رکھنا (خرچ نہ کرنا) عدم ہے، اگر ابقاء کوئی فعل ہوتا، اور بیوی نے اس رقم میں تصرف نہ کیا بلکہ صرف خاوند نے وہ رقم تھیلی میں رکھی ہو، تو پھر اس صورت میں قسم نہ ٹوٹتی۔ یُوں ہی زید نے عَمرو کے ہاتھ کوئی چیز فاسد بیع کے طور فروخت کی تو یہ معلوم ہونے پر قاضی کو غصہ آیا حکم جاری فرمایا کہ اگر آج تمھاری اس فاسد بیع کو باقی رکھوں تو یہ ہوگا، اب سورج غروب ہونے تک قاضی نے اس بیع کو فسخ نہ کیا تو حانث ہو جائے گا، تو یہاں بھی باقی رکھنا صرف، فسخ نہ کرنے کا نام ہے، اگر ابقاء (باقی رکھنا) کوئی فعل ہوتا تو حانث نہ ہوتا کیونکہ قاضی نے اس بیع کے متعلق کوئی فعل اور عمل تو نہیں کیا، تو معلوم ہوا انسان کا باقی رکھنا صرف کسی ازالہ کو ترک کرنے کا نام ہے۔ اگر تیرا یہ اعتراض ہو کہ کبھی ابقاء (باقی رکھنا) فعل سے بھی حاصل ہوتا ہے، مثلاً زید کو گھر میں لاکر زنجیر سے باندھ دیا، تو یہ باندھنا زید کو گھر میں باقی رکھنا ہے، جبکہ باندھنا فعل ہے۔ (ت)

اقول ایں فعل خود ابقا نیست بلکہ

اقول (جواب میں کہتا ہوں کہ) باندھنے کا فعل

marfat.com

مستلزم اوست کہ منع زوال ترکِ ازالہ است مع شئے زائد اگر گوئی در انتفائے ترک بر منع بالقول اکتفاء کردہ اند کما تقدم پس اگر زید را بست و بزبان میگوید بیروں شو باید کہ ترک متحقق نشود کہ نافیش موجود ست وابقا یقیناً حاصل پس غیر ترک باشد۔

خود بخود ابقاء نہیں بنتا بلکہ ابقاء کو مستلزم ہوتا ہے کیونکہ اس فعل سے ازالہ کا ترک منتفی ہوتا ہے تو باندھنے میں ترکِ ازالہ کے ساتھ ایک زائد چیز یعنی رکاوٹ، پائی گئی، جس میں ترکِ ازالہ پایا جاتا ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ، ترکِ ازالہ کا خاتمہ، قولاً منع کرنے سے کافی ہوسکتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا ہے، تو اب زید کو گھر میں باندھ کر پھر اس کو کہا جائے تُو گھر سے باہر ہو جا، تو چاہئے کہ اس صُورت میں ازالہ کا ترک متحقق نہ ہو، کیونکہ زبانی ترک کے باوجود، باندھنا اس ترک کی نفی ہے تو یقیناً ابقاء یعنی گھر میں باقی رکھنا، حاصل ہوگیا، تو یُوں یہ ترک، عدم کی بجائے ایک فعل کے وجود سے حاصل ہُوا، لہذا انسانی ابقاء، وجودی ہوگیا۔ (ت)

اقول بالادانستی کہ اصل منع بقدر قدرت ست ومجرد نہی ہنگام تعسرش بسندہ کنند پس آنکہ اخراج تو آنست وبر بروں شو اکتفا کرد تارک باشد چہ جائے آنکہ ترک خروج بفعل کرد ازو مجرد بروں شو کہ صراحۃً ہزل واستہزاء است بلکہ گویا لفظ بےمعنی است چہ کار آید پس ابقاء بحصول ترک حاصل ست وبستن امر زائد۔

اقول (جواب میں کہتا ہوں) اُوپر گزر چکا ہے، روکنا حسبِ قدرت مراد ہے، صرف قولاً اور زبانی روکنا وہاں مراد ہوتا ہے جہاں عملاً روکنا ممکن نہ ہو، لیکن جب عملاً روکا جا سکتا ہو تو وہاں محض زبانی روکنا اور یہ کہنا کہ باہر ہو جا، یہ روکنے کا ترک ہے اس پر مزید یہ کہ باندھنے کے فعل سے اس کو نکلنے سے روکنا اور پھر کہنا کہ باہر ہو جا، تو یہ صراحۃً مذاق ہے بلکہ اس موقعہ پر یہ کہنا بےمعنیٰ اور بیکار ہے، لہذا اس صُورت میں ابقاء (باقی رکھنا) ترک سے حاصل ہوا اور باندھنے کا فعل اس سے زائد چیز ہے (تو ثابت ہُوا کہ بشری ابقاء محض ترک کا نام ہے کسی وجودی چیز کا نام نہیں)۔ (ت)

شبہہ عاشرہ سلمنا کہ ترک را عدم امر بخروج بس ست فاما امر بعدم خروج نیز از وجوہ اوست پس ترک دو نوع شد و زیادت معنی در نوع خود قضیہ نوعیت ست پس حالف اگر بواقع اعادہ نوع اقوی کردہ باشد

دسواں شُبہہ یہ کہ ہمیں تسلیم ہے کہ ترک یعنی چھوڑنے کے لئے نکل جانے کا حکم نہ دینا کافی ہے لیکن نہ نکلنے کے حکم سے بھی ترک پایا جاتا ہے پس ترک کی ۲ دو قسمیں ہوگئیں، ایک نکلنے کا حکم نہ دینا، اور دوسری قسم، نہ نکلنے کا حکم دینا، اور ایک

marfat.com

بایدکہ دیانۃً معتبر شود گو پیش زن وسائر ناس مقبول مباش۔

قسم میں معنی کی زیادتی (حکم دینا) خود قسم کو پیدا کرتا ہے یعنی قسم ہونے کے منافی نہیں ہے، لہذا قسم کھانے والا اگر اقویٰ قسم یعنی زیادتی والی قسم کی نیت کرے کہ اس معنیٰ کا ترک ہو تو طلاق ہوگی، تو دیانۃً یہ نیت قبول ہونی چاہیے، اگرچہ بیوی اور دوسرے لوگوں کے ہاں وُہ مقبول نہ ہو۔ (ت)

اقول عدم امر بخروج وامر بعدم خروج متقابل نیست کہ اول در ثانی موجودست و قسم قسم نتواں شد آرے سکوت مطلق و تکلم باجنبی و تکلم بمنافی ہر سہ از وجوہ تحقق اوست فاما انواعش نتواں شد کہ تکلم وجودی ست نوعے از عدم چساں باشد پس مصداقش نیست مگر ہماں عدم امر بخروج و در سکوت محض چیزے با او نیست و در تکلمات مقارن بکلام ست و شے بمقارنات متنوع نشود و قاطع شغب آنست کہ در جملہ مسائل ترک کہ بالا گزشت علماء ازیں احتمال کہ مراد از و تکلم بمنافی مراد باشد اصلا خبر ندادہ اند پس روشن شد کہ او را مساغ نیست ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق الحمدللہ سخن بمنتہی رسید و دریں مسئلہ نازلہ ابانت علل و سد خلل و رد زلل بذروہ اقصے در ضمن او مسائل او کثیرہ و فوائد عزیزہ بوضوح پیوست پس بلحاظ تاریخ الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین نامش کردن مناسب ست، واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول (میں جواب میں کہتا ہوں کہ) نکلنے کا حکم نہ دینا اور نہ نکلنے کا حکم دینا، یہ دونوں چیزیں آپس میں منافی نہیں ہیں کیونکہ پہلا معنیٰ دوسرے معنیٰ میں بھی موجود ہے (حالانکہ اقسام کا آپس میں ایک دُوسرے کے مبائن ہونا ضروری ہے) لہذا یہ دو قسمیں علیحدہ علیحدہ نہ ہُوئیں۔ ہاں مطلق خاموشی، اجنبی گفتگو، اور منافی گفتگو، ان تینوں صورتوں میں ترک متحقق ہوجاتا ہے مگر یہ ترک کی قسمیں نہیں ہیں کیونکہ ترک عدم کا نام ہے اور گفتگو یعنی تکلم وجودی چیز ہے تو وجودی چیز عدمی چیز کی قسم کیسے بن سکتی ہے، تو معلوم ہوا کہ ترک کا مصداق صرف نکلنے کا حکم نہ دینا ہے، اور وہ سکوت جس کے ساتھ کوئی اور چیز نہ ہو اور مقام کلام میں وُہ کلام سے مقارن قرار پاتا ہے اور کوئی چیز اپنے مقارن کے ساتھ قسم نہیں بنتی۔ اس قیل وقال کا خاتمہ یُوں ہوجاتا ہے کہ ترک سے متعلق جتنے مسائل گزرے ہیں ان میں علماءِ کرام نے منافی گفتگو کے احتمال کو ذکر نہیں کیا، اور انھوں نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ "نہ نکلنے کا حکم" بھی ترک ہے تو واضح ہوگیا کہ اس احتمال کا یہاں کوئی دخل نہیں ہے۔ تحقیق یوں مناسب ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے، الحمدللہ یہ بحث اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے قسم کے پڑنے میں یہ ایسی بحث ہے جس میں علتوں کی وضاحت، خلل کا سدِباب اور غلطیوں کا ازالہ اعلیٰ پیمانے پر ہُوا ہے اور اس بحث کے ضمن میں کثیر مسائل اور نادر فوائد بھی پائے گئے ہیں، پس تاریخی لحاظ سے اس کا نام الجوہر الثمین فی علل نازلۃ الیمین

marfat.com

رکھنا مناسب ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

نوٹ : خادم آستانہ علیہ دار الافتا فقیر عبید النبی نواب مرزا قادری برکاتی رضوی غفرلہ ربہ القوی عرضہ دارد کہ اعلیحضرت شیخنا مجدد الملۃ دام ظلہ العالی پیش ازیں بتاریخ یازدہم محرم شریف ایں سوال را جوابے مختصر نوشتہ ارسال فرمودہ بودند کہ در کتاب الطلاق مرسوم گشت وبوجہ عروض تپ تفصیل را حوالت بر آئندہ فرمودند کہ بتوفیقہ تعالٰی ایں فتوی کتاب الایمان ست از مولینا و بالفضل اولٰنا جناب مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی دام بالایادی بتاریخ ہفدہم ماہ مبارک محرم محترم نامہ دگر بزبان عربی آمد و درطے او فتوی دیوبندیاں تفصیل را لب بہ استدعا کشادند اینجا بعونہ تعالٰی فتوائے معضلہ پیش ورود ایں نامہ تکمیل یافتہ بود فتوائے دیوبند اگرچیزے بہ دلیل علیل گرایندے جوابش خود اینجا دیدے فاما بتقلید کورانہ جناب گنگوہی صاحب بہ عبارتے نگاشتہ نہ بدلیلے چنگ زدہ ہمیں مجتہدانہ بانگ بے آہنگ زدکہ اصلاً توجہ را نشاید آرے لطف جواب سفارشی مے شود کہ اورا ذکر کنیم تا بینند کہ مفتیانِ دیوبند چساں دربند دیو جہالت اندکہ سوال ہم نفہمند و جواب مجتہدانہ دہند۔

نوٹ : آستانہ عالیہ دار الافتاء کا خادم نبی پاک کا ادنیٰ غلام فقیر نواب مرزا قادری برکاتی رضوی اللہ تعالٰی اس کا رب قوی اس کی مغفرت فرمائے ، عرض کرتا ہے کہ ہمارے شیخ مجدد ملت اعلیحضرت دام ظلہ العالی نے قبل ازیں گیارہ محرم شریف کو اس سوال کا مختصر جواب لکھا اور ارسال کر دیا جو کہ کتاب الطلاق میں شامل ہے اور بخار کے عارضہ کی بناء پر اس کا مفصل جواب آئندہ پر چھوڑ دیا جبکہ استفتاء کا تعلق کتاب الایمان سے ہے جس کو مولانا بالفضل اولٰنا جناب مولوی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی (زمانہ بھر زندہ رہیں) نے ارسال فرمایا ، مولانا مذکور نے یہی سوال عربی زبان میں دوبارہ سترہ محرم الحرام کو بصورتِ خط بھیجا اور اس کے اندر دیوبندیوں کا تفصیل سے خالی فتوٰی بھی موجود تھا ، اللہ تعالٰی کی توفیق اور مدد سے یہ تفصیلی مضبوط "کتاب الایمان سے متعلق فتوٰی" مولانا مذکور کے دوسرے خط سے قبل پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا ، دیوبند کے فتوے میں اگر کوئی کمزور دلیل ہوتی تو بھی اس مفصل فتوے میں اس کا جواب نظر آجاتا ، لیکن دیوبند کا فتوٰی تو محض گنگوہی صاحب کی اندھی تقلید ہے اس میں نہ کوئی حوالہ ہے نہ کسی دلیل کا سہارا ہے بلکہ وہی بے ڈھنگی مجتہدانہ بولی ہے جو ہرگز قابلِ التفات نہ تھی ۔ ہاں تحقیقی جواب کی خوبی سفارش کرتی ہے کہ اس کو ذکر کر دیں تاکہ دیکھنے والے معلوم کر سکیں کہ دیوبندی حضرات کس طرح دیوجہالت کی قید میں ہیں کہ وہ سوال کو سمجھے بغیر ہی اپنا اجتہادی جواب دے رہے ہیں ۔ (ت)

marfat.com

(نامہ نامی جناب مولٰنا ابیست)

الی الجناب المستغنی عن الالقاب بل الالقاب مطروحه دون سدة الباب مجدد الملة والاسلام والدین ناصر المسلمین باعلاء اعلام الدین مزعج اصول الکفرة والمبتدعة والفسقة والمضلین بسط اللہ تعالٰی ظلال فیوضهم علٰی رؤس المسترشدین الٰی یوم الدین۔

امّا بعد، فقد ورد الجواب المستطاب مع المطلوبات من الرسالة والکتاب و انکشف الستر والحجاب جزاکم اللہ تعالٰی خیر الجزاء بتعداد المخلوقات ماھو فی جو السماء وعلی الارض من الدواب لکن کتب من مدرسة دیوبند علی خلاف ذٰلک فحم لابد من الجواب المفصل المزیل للارتیاب لیفتت توائب المخطی ویدسه فی التراب ویرتفع الخلاف من البین باجلاب النزین والتحاب وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقه والاٰل والاصحاب الی یوم التناد لذوی الخیاب و یوم الریان والشباب لذوی الحجة واصحاب الاقتراب۔

العبد المذنب للاواه الخامل الجانی القاضی غلام گیلانی الشمس آبادی حفظه اللہ تعالٰی عن ایادی الاعادی۔

(مولانا مذکور کا خط یہ ہے)

القاب سے مستغنی بلکہ القاب جن کی چوکھٹ کے سامنے پھینکے پڑے ہیں، مجدد الملت والاسلام والدّین، دین کے جھنڈے بلند، اور کفار، بدعتی حضرات، فساق اور گمراہ لوگوں کے اصول و قواعد کو مٹانے میں مسلمانوں کے مددگار کی خدمت میں، اللہ تعالےٰ قیامت تک ان کے فیوض کے سائے کو رہنمائی حاصل کرنے والوں کے سروں پر پھیلائے رکھے۔

امّا بعد، آپ کا جواب مستطاب مطلوبہ قرآن و احادیث وکتب کے حوالوں پر مشتمل موصول ہوا، حجاب اور پردے اُٹھ گئے، اللہ تعالےٰ آسمان اور زمین کی مخلوقات کی تعداد کے برابر آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

لیکن مدرسہ دیوبند سے اس کا خلاف لکھا گیا، لہٰذا ضروری ہے کہ اس کا رَدّ مفصّل طور پر کیا جائے جو شکوک کو ختم کردے تاکہ خطاکار کے دل کے خیالات پراگندہ ہوجائیں اور اس کو مٹی میں دفن کردے اور اس خلاف کو یہاں سے مقبول اور پسندیدہ امور کے سبب ختم کردے۔ رسوا لوگوں کی ذلّت، اور محبوب اور اصحابِ حجّت لوگوں کی رونق وشباب کے دن (قیامت) تک حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر اللہ تعالےٰ کی رحمتیں ہوں۔

منجانب گنہگار، پناہ کا خواستگار، پسماندہ اور جنایت کا مرتکب بندہ غلام گیلانی شمس آبادی، اللہ تعالٰی اسے دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے۔

marfat.com

سوال فتوائے عین سوال مذکورست وسوال پارسی را بزبان ہندی جواب عجاب چناں :

دیوبند کے فتویٰ میں بعینہ اس فتوے والا سوال مذکور ہے اور اس فارسی سوال کا عجیب جواب انھوں نے اردو (ہندی) میں دیا ہے، جو یہ ہے :

الجواب : زید جبکہ اپنے پسر سے راضی ہوگیا اور خود اُس کو گھر رکھا تو اس کی عورت پر اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی البتہ اگر زید اس کو نکالتا اور اس کی زوجہ اُس کو رکھتی تو مطلقہ ہوتی فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند

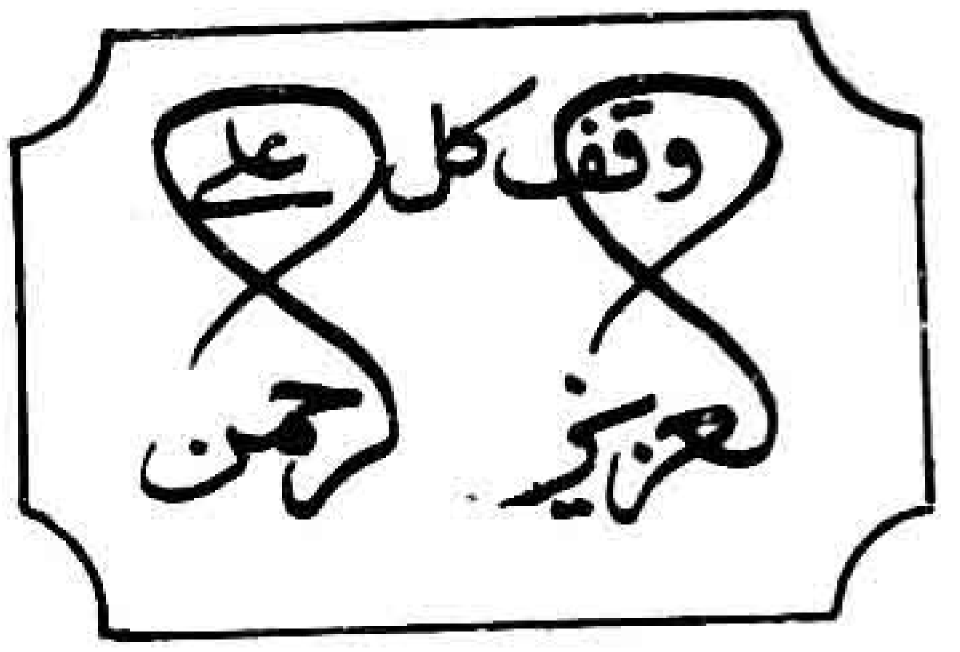

جواب پر اعلیٰحضرت کا تبصرہ

درسوال بود اگر بخانہ گزاشتی و در جواب میگوید "اس کو رکھتی"، مساکین بفہم کہ اینجا در گزاشتن و داشتن تمیز ندارند آنہا را گزاشتن بہ کہ داشتن باز حاصل ایں شبہہ ہماں شبہہ اولیٰ ست کہ مرد خود گزاشت نہ زن و ایں دون ترین شبہہ پیش پا افتادہ نیز ایجاد دماغ دیوبند نیست بلکہ بیچارہ مفتی مخطی از سائل آموخت کہ در عبارت سوال زید راضی شدہ درخانہ گزاشت ایمائے باو بود بلے چوں دید کہ گزاشتن و منع نہ کردن بالیقین از زن نیز مستحق ست براہ گریزی گزاشتن را بداشتن بدل کرد تا ایواد جا دادن را بجائے ترک و تخلیہ نشاند و حرام خدا را حلال کردہ داد دیوبندیت از دیوبندیاں ستاند ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر

سوال میں تھا کہ "اگر تُو گھر میں چھوڑے"۔ جواب میں دیوبندی لکھتا ہے "اس کو رکھتی"۔ اس مسکین بے فہم مفتی کو یہاں چھوڑنے اور رکھنے کا فرق معلوم نہ ہوسکا، ایسے مفتیوں کو چھوڑنا بہتر یا رکھنا بہتر؟ پھر یہ شُبہہ وہی ہے جس کو ہم نے شبہۂ اولیٰ کے طور پر ذکر کیا ہے کہ خاوند نے خود بیٹے کو گھر چھوڑا، بیوی نے نہیں چھوڑا، اور کمزور ترین اور حقیر سا یہ شبہہ دیوبندی دماغ کی ایجاد نہیں، بلکہ اس بیچارے نے یہ شبہہ سائل سے سیکھا جس نے اپنے سوال میں "زید نے راضی ہوکر بیٹے کو گھر میں چھوڑا" لکھ کر اشارہ دیا ہے، پھر جب اس مفتی نے دیکھا کہ چھوڑنا اور منع نہ کرنا بیوی سے یقیناً سرزد ہُوا ہے، تو پھر گریز کرتے ہوئے اس نے "چھوڑنے" کو "رکھنے" میں بدل دیا تاکہ آنے کے موقعہ دینے کو ترک اور تخلیہ کی جگہ منطبق کر سکے،

marfat.com

خلقه محمد و اٰله و اصحابه اجمعین و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰه رب العٰلمین۔ یوں اس نے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال بنادیا، دیوبندیوں کی دیوبندیت بن گئی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔ (ت) (رسالہ ختم)

مسئلہ ۲۱۵ ازمحلہ بہاری پور بریلی ۲۹ رجب ۱۳۳۸ھ مرسلہ ریاض الدین احمد

کسی سچی بات کے لئے قرآن پاک کی قسم کھانا یا اس کا اُٹھالینا گناہ ہے یا نہیں؟ آپ کو تکلیف دینے کی اس وجہ سے ضرورت ہُوئی کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو سچا ہے تو قرآن شریف کو اُٹھائے۔ اس کا اس نے جواب دیا کہ میں سچائی پر ہُوں لیکن میں قرآن شریف نہیں اُٹھاسکتا ہُوں کیونکہ قرآن شریف اُٹھانا ہر حالت میں گناہ ہے۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ سچا قرآن شریف اُٹھانا گناہ نہیں ہے البتہ جھوٹا قرآن شریف اُٹھانا گناہ ہے، مہربانی فرماکر مطلع فرمائیے کہ دونوں باتوں میں کون سی بات سچی ہے؟

الجواب

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اُٹھانا سخت عظیم گناہ کبیرہ ہے اور سچی بات پر قرآن عظیم کی قسم کھانے میں حرج نہیں اور ضرورت ہو تو اُٹھا بھی سکتا ہے مگر یہ قسم کو بہت سخت کرنا ہے، بلاضرورتِ خاصہ چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶ از برٹش گائنا برارا تیرس وینج الیسٹ بنک مسئولہ عبدالغفور ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر لوگوں نے کلام اللہ کو ہاتھ میں لے کر حلف کیا اپنے پیش امام کی تابعداری کا، وہ حلف یمین ہُوا یا کہ نہیں؟ اور یا کہ شرک ہُوا اللہ تعالیٰ کے ساتھ؟' یا گناہ ہوا؟' اور یا کہ ایسا حلف قسم کلام اللہ کا ہوا؟' اور قسم کلام اللہ کا کھانا درست ہے یا کہ نہیں؟' اور جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ غیراللہ کی قسم کھانا شرک ہے اور لوگوں نے حلف کیا ساتھ کلام اللہ کے' تو وہ غیراللہ کا قسم کہا جائے گا یا کیا کہا جائیگا؟ فقط۔

الجواب

کلام اللہ، اللہ عزوجل کی صفت قدیمہ ہے۔ صفاتِ الٰہیہ عین ذات ہیں نہ کہ غیر ذات۔ کلام اللہ کی قسم ضرور حلف شرعی ہے،

لانه من صفاته وقد تعورف الحلف به فکان کالحلف بعزته وعظمته وجلاله

کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات میں سے ہے جس کے ساتھ قسم کھانا متعارف ہے لہذا قرآن کے ساتھ حلف ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی عزت،

marfat.com

لا کالحلف برحمته وجوده وکرمه لعدم التعارف وهذا هو مناط الحلف الشرعی کما فی الدرالمختار وغیره ۔

عظمت اور جلال کی قسم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت، جود اور کرم کی قسم کی طرح نہیں جن سے قسم متعارف نہیں ہے اور یہی متعارف ہونا نہ ہونا ہی شرعی قسم کا معیار ہے، جیساکہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

ہاں مصحف شریف ہاتھ میں لے کر یا اُس پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہنی اگر لفظاً حلف وقسم کے ساتھ نہ ہو حلف شرعی نہ ہوگا مثلاً کہے کہ میں قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہُوں کہ ایسا کروں گا اور پھر نہ کیا تو کفارہ نہ آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۷ از شمس آباد کیمل پور مسئولہ غلام گیلانی سہ شنبہ ۱۸ شعبان ۱۳۳۴ھ

زید حلف خورد کہ من بخانہ برادر خود ہرگز نان نخواہم خورد ورنہ کذا وکذا باشد بعدہ در تقریب شادی مردماں آں زید را برخوردن نان مجبور کردند او گفت کہ من بگفتہ شما ایں نان را در تصور خوردم (یعنی حقیقۃً نمی خورم لیکن در تصور خود میخورم وچہ نخوردہ ام اما خوردہ گیر بادم) ایں واقعہ پیش علمائے دیار رفت مگر حکم بحنث داد واستناد او بایں عبارت حاشیہ اصول شاشی در بحث مقتضی بایں الفاظ ست عبارت اصول شاشی ولا تخصیص عن الفرد المطلق لان التخصیص یعتمد العموم ولا عموم للمقتضی[1] وعبارت فصول ایں ست فان قیل فلیراد الطعام الموصوف بصفة کذا قلنا هذا اثبات وصف زائد علی المطلق وهو زیادة علی قدر الحاجة فلا یثبت

زید نے قسم کھائی کہ میں اپنے بھائی کے گھر ہرگز کھانا نہ کھاؤں گا اگر کھاؤں تو فلاں چیز لازم آئے، اس کے بعد شادی کی تقریب میں لوگوں نے اس کو کھانے پر مجبور کیا تو اس نے کہا میں تمھارے کہنے پر کھانے کا تصوّر کرلیتا ہُوں، یعنی حقیقتاً نہ کھاؤں گا صرف اپنے تصوّر میں کھاؤں گا کیونکہ میں نے کھایا نہیں لیکن کھانے والا سمجھا جاؤں گا۔ یہ واقعہ علاقہ کے علماء کے سامنے پیش ہُوا تو اُنھوں نے اس بات پر قسم کے ٹوٹنے کا حکم دیا اور اس کی دلیل اصول شاشی کے حاشیہ کی اس عبارت کو بنایا ہے جو اصول شاشی میں مقتضٰی کی بحث میں ہے۔ اصول شاشی کی عبارت یہ ہے کہ فرد مطلق میں تخصیص جاری نہیں ہوتی کیونکہ تخصیص کی بنیاد عموم پر ہے جبکہ مقتضٰی میں عموم نہیں ہوتا۔ اس پر حاشیہ فصول کی عبارت یہ ہے: اگر اعتراض کیا جائے کہ کھانے کے

[1] اصول الشاشی و فصول الحواشی قبیل فصل فی الامر المطبع المحمدی پشاور ص ۲۰۰

marfat.com

بطریق الاقتضاء کصفة التعمیم وفیہ ایضا کلام قولہ لعل المراد (الی ان قال) قیل انہ لیس من باب العموم بل لحصول المحلوف علیہ فانہ لو تصور الاکل الخ [1] را بایں حکم حنث درسوال تعلق ست یانہ، اگر حضور پُرنور مطلب ایں عبارت مع شواہد وتوابع ونظائر درعبارت فارسی مفصل ارقام فرمایند ہرآئنہ رفع حجاب و فتح باب خواہد شد، فقط۔

قول کے بعد مطلق طعام کی بجائے خاص وصف والا طعام بطور مقتضیٰ مراد لیا جائے تو کیسا ہے، قلنا (ہم جواب دیں گے کہ) ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ مطلق پر ایک زائد وصف کا اضافہ ہے جو قدرِ حاجت سے زائد ہے اور مقتضیٰ قدرِ حاجت سے زائد ثابت نہیں ہوسکتا جیسا کہ مقتضیٰ میں تعمیم کی صفت ثابت نہیں ہوسکتی، جبکہ اس جواب میں بھی کلام ہے، کیونکہ لعل المراد سے آگے، قیل کے تحت، کہ، یہ عموم کے باب سے نہیں بلکہ جس چیز کے متعلق قسم کھائی ہے (محلوف علیہ) اس کا حصول ہے، کیونکہ اگر وُہ کھانے کے لئے متصور ہوا الخ، تو گیا اس عبارت کا سوال مذکور کے حانث ہونے سے تعلق ہے یا نہیں، اگر حضور پُرنور اس عبارت کا مطلب بمع شواہد، موافق اور نظائر فارسی میں مفصل طور پر بیان فرمادیں تو ہر طرح سے حجاب ختم ہوجائے گا اور اس بحث کی وضاحت ہوجائے گی، فقط۔ (ت)

الجواب الملفوظ

روزے پیش امیرالمومنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم یکے گفت کہ فلاں درخواب با مادر آنکس زنا کردہ است۔ امیرالمومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرمود اورا در آفتاب قائم کردہ سایہ اش را درہ زن، از مدعیان علم ہمچو سخن خیلے بعید است پیداست کہ ایں نزول جزا را از حصول شرط ناگزیر ست وشرط اکل بود نہ تصور او وبمجرد تصور تحقق اکل بداہۃً مخالف عقل است ہیچ صبی عاقل گمان نتواں برد کہ ہر کہ تصور

ایک دن حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص نے خواب میں دوسرے شخص کی ماں سے زنا کیا ہے، تو حضرت امیرالمومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے فرمایا، کہ، اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کرکے اس کے سایہ پر کوڑے مارو۔ غرضیکہ ایسی باتیں علم کے مدعی لوگوں سے بعید ہیں، کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جزا کے پائے جانے کے لئے شرط کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے، جبکہ سوال میں کھانے کی شرط کو ذکر کیا گیا ہے تو کھانا

---

[1] اصول الشاشی و فصول الحواشی قبیل فصل فی الامر المطبع المحمدی پشاور ص ۲۰۰

marfat.com

خوردن کرد حقیقۃً خورد و اگر چناں بودے فقر و فاقہ ازجہاں برخاستے وحکمت الٰہیہ کہ باختلاف لزوم در رزق ست کہ لو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء[1] معاذ اللہ ازھم پاشیدے و آنکہ از حاشیہ اصول شاشی منقول شد معنیش آنست کہ در اکلت اقتضائے طعام از جہت تحصیل محلوف علیہ ست زیرا کہ اکل فعل متعدی ست و فعل متعدی بے مفعول بہ صورت نہ بندد و اینجا مفعول بہ طعام ست تا آنکہ اگر اکل بے طعام صورت بستے حنث بے او حاصل شدے و اذلیس فلیس اینجا بر معنی باطل حمل کردن در چہ مرتبہ از جنون ست نسأل اللہ العفو و العافیۃ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالٰی اعلم۔

شرط ہوگا نہ کہ تصور شرط ہوگا، کھانے کے محض تصور کر لینے سے کھانا متحقق نہیں ہوتا، یہ بات ہر عقلمند بچہ بھی جانتا ہے اور ایسا ہونا بداہۃً عقل کے خلاف ہے کہ کوئی کھانے کا تصور کرے تو حقیقی کھانا ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہی ہو تو پھر دنیا سے فقر و فاقہ ختم ہو جائے، اور رزق میں تفاوت کی یہ حکمت معاذ اللہ ختم ہو جائے جس کو اللہ تعالٰی نے یُوں بیان فرمایا، اگر اللہ تعالٰی سب کے لئے رزق کو کشادہ کر دے تو لوگ زمین میں بغاوت کر دیں لیکن وہ بقدرِ مشیّت رزق اتارتا ہے۔ اور اصول شاشی کے حاشیہ سے جو نقل کیا گیا اس کا معنٰی یہ ہے اکلت (میں کھاؤں) کا فصل طعام کا مقتضی ہے تاکہ اس قسم والے کی قسم سے متعلق چیز معلوم ہو سکے کیونکہ اکل (کھانا) متعدی فعل ہے اور کوئی متعدی فعل، مفعول بہٖ کے بغیر نہیں پایا جا سکتا جبکہ یہاں کھانے کا مفعول بہٖ طعام ہے حتی کہ اگر کھانا بغیر طعام متصور ہو سکے تو پھر کھانے کے بغیر قسم ٹوٹ جائے، تو جب کھانا بغیر طعام متصور نہیں ہو سکتا تو طعام کے بغیر قسم بھی نہ ٹوٹے گی۔ یہاں پر شخص مذکور نے جو معنٰی مراد لیا ہے وہ غلط اور باطل ہے اور اس کو مراد لینا جنون سے کم نہیں ہے، ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۸: از مدرسہ اسمٰعیل صاحب از مقام پکاسن ملک میواڑ محلہ مومناں ۱۶ صفر ۱۳۳۵ھ

چند شخص نے مسجد کے اندر کہا کہ جو شخص بیٹی پر روپیہ لے یا قرضدار کے یہاں کھانا کھائے تو کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے تو اس کا کاغذ بھی لکھا مگر وہ کاغذ بھی پھاڑ ڈالا اور وہی کام کرنے لگ گئے اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۷

marfat.com

الجواب

بیٹی پر روپیہ لینا ناجائز ہے اور قرضدار کے یہاں کھانا کھانا اگر قرض کے دباؤ سے ہے تو وہ بھی ناجائز ہے، اور جنھوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ جو ایسا کرے وہ کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے پھر اس اقرار سے پھر گئے اور وہ کاغذ پھاڑ ڈالا ان میں سے جس کے خیال میں یہ ہو کہ واقعی ایسا کرنے سے قرآن مجید اور کلمۂ طیبہ سے پھر جائے گا اور یہ سمجھ کر ایسا کیا وہ کافر ہوگیا اُس کی عورت نکاح سے نکل گئی، نئے سرے سے اسلام لائے اُس کے بعد عورت اگر راضی ہو تو اُس سے دوبارہ نکاح کرے ورنہ مسلمان اُسے قطعاً چھوڑ دیں اُس سے سلام وکلام اُس کی موت وحیات میں شرکت سب حرام، اور جو جانتا تھا کہ ایسا کرنے سے قرآن مجید یا کلمہ طیبہ سے پھرنا نہ ہوگا وہ گنہگار ہوا اُس پر قسم کا کفارہ واجب ہے کقولہ ھو بری من اللہ ورسولہ ان فعل کذا (جیسا کہ وہ یوں کہے اگر ایسا کروں تو اللہ تعالٰی اور رسول اللہ سے بری ہو جاؤں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۹ تا ۲۲۱ از مولوی ضیاء الاسلام صاحب پیش امام جامع مسجد آگرہ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

فرازندۂ رایت شریعت ومروّج احکام فطوت دام عظمتہ، بعد سلام سنّت الاسلام کے واضح رائے عالی ہو کہ براہِ کرم جواب بہت جلد روانہ فرمائیے گا از حد ضرورت ہے:

(۱) ایک جماعت نے متفق ہو کر اور قرآن شریف ہاتھوں پر رکھ کر قسم کھائی کہ ہم سب آدمی اپنی مستورات کو قبریں وتعزیہ وشادی وغیرہ کے خلاف شرع رسوم میں نہ جانے دیں گے اور اگر کوئی اس کے خلاف کرے گا اس کے ساتھ کھانے پینے کا تعلق اور حصہ وغیرہ کا لین دین نہ کریں گے، اور نہ اُس کے جنازہ میں شریک ہوں گے، یہ قسم قرآن شریف ہاتھوں میں لے کر کھائی، بعد دو روز کے ایک شادی ہوئی تو کچھ لوگوں نے متفق ہو کر اپنی عورتوں کو خود بھیج دیا اور کچھ لوگوں نے قسم کی پابندی کی، اب جن لوگوں نے اُس عہد کو توڑ دیا وہ لوگ از روئے شرع کس جرم کے مستحق ہیں۔

(۲) یہ جو قسم کھا کر وعدہ خلافی کر گئے ہیں وہ کسی معاملہ میں حَکَم (پنچ از روئے شرع ہو سکتے ہیں یا نہیں، اور گواہی ان کی درست ہے یا نہیں؟

(۳) جو لوگ اپنی قسم پر قائم ہیں اُن کی یہ حقارت کرتے ہیں اور طعنہ زن ہوتے ہیں اس کے وہ مواخذہ دار ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) وہ شادی جس میں ان لوگوں نے اپنی عورتوں کو بعد قسم کے بھیجا اگر رسوم خلاف شرع پر مشتمل تھی تو

marfat.com

اُن پر دوہرا گناہ ہُوا، ایک ایسی جگہ اپنی عورتوں کو بھیجنے کا، دُوسرا قسم توڑنے کا۔

واحفظوا ایمانکم[1]، وقال اللہ تعالیٰ — اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے

قوا انفسکم و اھلیکم نارا[2] — فرمایا ہے، اپنی جانوں اور اہل کو آگ سے بچاؤ (ت)

اُن پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہیں اور قسم کا کفارہ دیں۔

(۲) اگر وُہ لوگ توبہ نہ کریں تو ایسوں کو نہ حَکَم بنایا جائے نہ اُن کی گواہی سُنی جائے۔

(۳) ضرور مواخذہ دار ہیں اور شدید بلکہ معاملہ شرعی و دینی ہے اس میں عہدِ الٰہی کو قائم رکھنے والوں کو بُرا جاننا اور قائم رہنے پر طعنہ کرنا معاذ اللہ اسلام میں فرق آنے کا باعث ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲

ایک شخص نے کسی سے غصّہ میں آکر کہا کہ تیرے مکان کا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے، یا کہا کہ تیرے مٹکے کا پانی حرام ہے تو شرع شریف میں ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ قسم ہے اگر اس کے گھر کھائے پیئے گا یا دُوسری صورت میں اُس کے مٹکے کا پانی پیئے گا قسم کا کفارہ دینا آئے گا پھر اگر اُس سے ترک علاقہ خیر ہو تو چاہیئے کہ قسم توڑے اور کفارہ ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳

از ڈاکخانہ رامو چکما کول ضلع چٹاگانگ — ۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

کوئی شخص کہے کہ اگر میں تم سے بولوں یا تمھارے مکان جاؤں یا یہ چیز کھاؤں تو میرے حق میں حرام ہے یا صرف یہ کہنا حرام ہے، کیا یہ کہنے سے حرام ہوجائے گا، اگر حرام ہو تو اس سے بری الذمہ ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب

ہاں استحساناً یہ صورت حلف کی ہے اور یمین تحریم حلال ہی ہے اس کہنے کے بعد اگر اُس سے بولا یا

---

[1] القرآن الکریم ۵/۸۹

[2] " " ۶۶/۶

marfat.com

گھر گیا، یا وُہ چیز کھائی تو قسم ٹوٹ جائے گی، کفارہ دینا ہوگا،

هذا هو الاستحسان كما في ش عن النهر والفتح عن المنتقى وما في الخلاصة فالبحر فالدر قياس والتقديم للاستحسان، والله تعالٰی اعلم۔

یہ استحسان ہے جیساکہ فتاوٰی شامی میں نہر اور فتح کے واسطہ سے منتقی سے منقول ہے اور جو خلاصہ میں پھر بحر اور پھر دُرمختار میں ہے وہ قیاس ہے جبکہ استحسان کو تقدم حاصل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

marfat.com

بابُ النّذر

(نذر کا بیان)

مسئلہ ۲۲۴: سیّد پرورش علی صاحب از متولی ٹولہ سہسوان ضلع بدایوں ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی گائے جنی تو اُنھوں نے کہاکہ یہ بچھیا پال کر ننھی کو دینگے، اب وُہ سال بھر کی ہُوئی، بہت خوب و مرغوب، دیکھ کر بے ساختہ کہاکہ اللہ کی نذر کریں گے، ننھی کو دینا یاد نہ رہا، نذر ہوئی یا نہیں؟ خریدار پہلے ساٹھ روپے قیمت تجویز کرتے ہیں کہ یہ گائے دس بارہ سیر دُودھ کی ہوگی، اس کا بدل قربانی کیجیو، اگر نذر ہوگئی تو بدل جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا کتنا ہوگا؟

الجواب

حضرت مولٰنا سیّد صاحب دامت افضالکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس لفظ سے کہ "اللہ کی نذر کریں گے" نذر نہ ہُوئی محض وعدہ ہُوا، اور وہ کہنا کہ "پال کر ننھی کو دیں گے" اس سے بھی ہبہ نہ ہُوا یہ بھی ایک ارادہ کا اظہار تھا، مگر اللہ عزّوجل سے جو وعدہ کیا اُس سے پھرنا بھی ہرگز نہ چاہیئے، قرآن عظیم میں اس پر سخت وعید فرمائی ہے، افضل یہ ہے کہ کسی فقیر کو ہبہ کرکے دو ایک روپے میں اس سے خرید کر ننھی کو دے دی جائے کہ دونوں وعدے پُورے ہوجائیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ لفظ نذر جس طرح مذکور ہُوا قربانی کے لئے خاص نہیں، ہاں اگر یہ نذر کرے کہ اللہ عزّوجل کے نام پر قربانی کردے گا تو قربانی ہی واجب ہے بدل ناممکن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

marfat.com

مسئلہ ۲۲۵ مسئولہ عبدالکریم ہاشم لاکہ کوٹھی مقام بدامپور ڈاک خانہ رانگ دیٹہ ضلع مان پور روز پنجشنبہ تاریخ ۷ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

افضل الفضلا عالم یگانہ روزگار جناب مولٰنا صاحب مدظلہ العالی، بعد ادائے آداب وتسلیمات بصد تعظیم و تکریم و ہدیۂ سلام مسنون الاسلام معروض خدمت سراپا برکت ہے کہ فدوی نے اپنے کارخانہ لاکہ کوٹھی میں یوم ابتدا کاروبار سے مسلم ارادہ کرلیا تھا کہ کارخانہ مذکورمیں جو کچھ نفع ہوگا اس کے سولہ حصہ میں ایک حصہ خاص جناب سیدنا ومولٰنا پیر دستگیر غوث الثقلین جناب محی الدین عبدالقادر جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علی مرقدہ وقدس اللہ سرہ کا بطور تبرک نیاز کیا تھا اور ہے اور یوم ابتدا کاروبار سے بھی کہ جمع خرچ میں بھی ایک کنہ وُہ جدا بنام نامی اسم گرامی محب صمدان جناب سید محی الدین عبدالقادر صاحب جیلانی قدس اللہ سرہٗ کے نام پاک سے موسوم کیا گیا ہے اور اب زمانہ اس کا چند سال کا ہوتا ہے کہ روپیہ نفع کا کچھ جمع ہوگیا ہے، تصدیعہ وُہ خدمت لہ وُہ روپیہ کن کن مصارف دینی میں خرچ ہوسکتا ہے۔ یوم ابتدا کاروبار سے آج تک کوئی خاص ارادہ نہیں کیا گیا ہے اور نہ تھا کہ وہ نفع روپیہ فلاں کارِ خیر میں خرچ کیا جائے گا، اب خلاصہ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کی مسجد بے مرمت اور ویران پڑی ہے اور مسلمان یہاں کے بہت غریب ہیں جس سے مرمت کا ہونا دشوار ہے تو ایسی حالت میں جو روپیہ نفع کا ہے اُس کو مصارف مسجد میں کیا جاسکتا ہے کہ نہیں، ایسی حالت میں علمائے دین کا کیا اتفاق ہے اور علاوہ اس کے کن کن مصارف میں وُہ خرچ کیا جاسکتا ہے بواپسی ڈاک جواب سے سرفراز فرمادیں، فقط۔

الجواب

نیت کرنے والوں کو مولٰی تعالٰی جزائے خیر دے بہت محمود نیت ہے اور ہر دینی مصرف میں اُسے صرف کرسکتے ہیں مسجد ویران کی آبادی نہایت اہم کام ہے اس میں صرف کرنا مقدم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۶ مرسلہ محمد ساجد علی شاذلی سلہٹی ضلع تپرورہ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

ما قولکم دام فیضکم اس مسئلہ میں بشوق حصول مطلوب غائب حاضر ہوتے یا لا دلد واسطے فرزند کے یا مریض واسطے شفا کے وحاجات دینی و دنیوی کے واسطے یا فتح مہمات کے واسطے اللہ تعالٰی میرے مقصود حاصل کرے، پس واسطے اللہ تعالٰے اتنا روپیہ یا قندیل یا بتی سراج کی یا شطرنجی یا مصلی یا طعام یا قربانی نذر للہ فی سبیل اللہ مانا معین کرکے واسطے مسجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے، اور علماء فقرا اور مساکین کے واسطے اہل مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درست ہے یا نہیں، اگر مقصود حاصل ہوئے پس ایسی نذر کے اسباب ارسال کرنا امانت دار کی معرفت سے ضرور ہے یا نہیں، اگر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ارسال نہ کرکے غیر ملک مکہ مدینہ منورہ کے علما فقرا کو دیوے کھلاوے درست ہے یا نہیں، اور ناذر کے ذمہ سے ساقط

marfat.com

ہوگا یا نہیں، اگر کوئی اس حیلہ بہانہ سے منع کرے راہ میں ڈاکے چوری ہوتا ہے ارسال نہ کرنا لازم ہے اور بعض امانتدار خیانت کرتا ہے ایسے احتمالی گمان سے روکنا مال نذر کا درست ہے یا نہیں، اگر کوئی شخص مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی تشبیہ بھوت خانہ کالی گھر کے مثل کہے اس کا کیا حکم ہے؟ بد تعظیم بے ادب کلام ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وہ نذر بلاشبہہ جائز ہے اور نذر کا پورا کرنا واجب، قال اللہ تعالٰی ولیوفوا نذورھم[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اپنی نذروں کو پورا کرو۔ ت) اور جب نذر میں تخصیص مساجد طیبہ حرمین شریفین کی کی ہے تو وہیں بھیجنا انسب ہے اگر آسان ہو اور اگر یہیں کی مساجد میں صرف کردے جب بھی حرج نہیں کہ تعیین مکان نذر میں نامعتبر ہے دونوں شہر کریم کی نسبت وُہ کلمہ کہنا ضرور گستاخی و توہین وکلمۂ کفر ہے اور نذر پوری کرنے سے جو شخص رَدکرے وُہ مناع للخیر (بھلائی سے روکنے والا۔ ت) ہے، اور ایسے ناذر کو جو خاطی کہے خود خاطی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۷ نور محمد ریاست بہاولپور اسٹیشن صادق آباد ڈاک خانہ اختر پور ضلع خان پور

۳ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

اگر بدرگاہ خداوند کریم سوال کیا جائے کہ مجھ کو فرزند عطا ہو یا بیماری دفع ہو یا قرض ادا ہو تو اس قدر خیرات فی سبیل اللہ بارواح رسول کریم یا حضرت پیر دستگیر یا ولی اللہ کردوں گا یہ نذر جائز ہے یا نہیں؟ فقط والسلام۔

الجواب

بلاشبہہ جائز ہے، اور اس کا پورا کرنا واجب، قال اللہ تعالٰی والیوفوا نذورھم[1] (اللہ تعالٰے نے فرمایا: اپنی نذریں پوری کرو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۸ مرسلہ غلام محی الدین ملازم مطبع کریمی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کی نانی نے نیاز مانی کہ اگر میرے نواسی پیدا ہوگی تو میں چہل تنوں کی گائے ذبح کروں گی، چنانچہ ایک مدّت کے بعد لڑکی پیدا ہوئی، اس کے پیدا ہونے کے بیس۲۰ روز بعد نانی کا انتقال ہوگیا، اب لوگ لڑکی کے والدین سے کہتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۹

marfat.com

کر یہ نیاز تم دلواؤ اور یہ نیاز ان شرائط سے دلواؤ کہ ایک گائے خرید و اس کے سہرا باندھو اور فقیروں کا گروہ خاص اس نیاز کے واسطے مخصوص ہے اُن کو بُلوا کر اُن کے سرگروہ کو جوڑا پہناؤ، پھر گائے چہل تنوں کی ذبح کی جائے اور اُس کو پکا کر مع روٹی کے فقیروں کو دے دیا جائے وُہ جو کچھ اُس میں سے تم کو واپس دے دیں لے کر اپنے صرف میں لاؤ، بعد اُس کے کوئلے بہت سے دہکا کر زمین پر بچھائے جائیں اُن انگاروں پر وُہ فقیر لڑکی کو گود میں لے کر لوٹیں گے اور پاؤں سے کھوندیں گے آگ کا کچھ بھی اثر اُن کے بدن پر نہ ہوگا، لہذا نوشتہ بالا معنوں سے شرعًا کیا کرنا چاہیئے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

چہل تن چالیس شہداء ہیں، اگر منت سے یہ مراد تھی کہ گائے مولیٰ عزّوجل کے لئے ذبح کرکے اُس کا ثواب اُن شہیدوں کو پہنچایا جائے تو وُہ نذر واجب ہوگئی عورت کے ترکہ سے ادا کی جائے تو بہتر ہے یعنی گائے مولیٰ عزّوجل کے نام پر ذبح کرکے اس کا گوشت مساکین مسلمین کو تقسیم کر دیا جائے اور وُہ لہو ولعب کہ سوال میں مذکور ہے باطل ومردود ہے، اگر منّت ماننے والے کے ذہن میں یہی صورت بازیچہ تھی جو ملنگوں کا معمول ہے وُہ منّت ہی سرے سے باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۹-۲۳۰ از باگ ضلع امجھرہ ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب سب انسپکٹر مرسلہ شیخ اشرف علی صاحب پنشنر ریاست کوٹہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

(۱) زید نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام اللہ کر دے گا تو میں مولود شریف یا گیارھویں شریف وغیرہ کروں گا، تو کیا اُس کھانے یا مٹھائی کو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں؟

(۲) زید نے یہ نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اپنے احباب کو کھانا کھلاؤں گا، تو کیا اس طرح کی منّت ماننا اور اس کا ادا کرنا زید پر واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) مجلس میلاد مبارک وگیارھویں شریف میں عرف ومعمول یہی ہے کہ اغنیاء وفقراء سب کو دیتے ہیں جو لوگ ان کی نذر مانتے ہیں اسی طریقۂ رائجہ کا التزام کرتے ہیں نہ یہ کہ بالخصوص فقراء پر تصدق، تو اس کا لینا سب کو جائز ہے، یہ نذور فقہیہ سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ کوئی نذر شرعی نہیں، وجوب نہ ہوگا اور بجالانا بہتر، ہاں اگر احباب سے مراد خاص معین بعض فقراء ومساکین ہوں تو وجوب ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

مسئلہ ۲۳۱: از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی کہے یعنی منّت مانے کہ جان کا بدلہ صدقہ مسجد میں لے جائیں گے اور اسی کو بعض یُوں کہتے ہیں کہ جان بچ جائے یا کام بن جائے تو نذر اللہ مصلّی کو کھلائیں گے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مساجد میں شیرینی لے جائیں گے یا نمازیوں کو کھلائیں گے، یہ کوئی نذر شرعی نہیں، جب تک خاص فقراء کے لئے نہ کہے اسے امیر فقیر جس کو دے سب لے سکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲: از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

اگر کسے نذر کرد کہ فلاں حاجت من برآید بارواح فلاں مشائخ برائے اللہ فلاں نرگاؤ یا گوسفند خواہم کشت یا بدہم چوں حاجت او برآمد اکنوں گوید کہ آں نرگاؤ کہ نذر کردم بدیگر گوسفنداں بدل کردہ خیرات کنم آیا منذورہ نرگاؤ بعوض دیگر گوسفند بدل کردن جائز ست یا خود آں نرگاؤ را خیرات بکند۔

اگر کوئی یہ نذر مانے کہ میری فلاں حاجت پُوری ہوجائے تو فلاں مشائخ کی رُوح کی برکت سے اللہ تعالٰی کے لئے فلاں بَیل یا فلاں بکرے کو ذبح کروں گا' اور جب حاجت پُوری ہوجائے تو وُہ کہے کہ فلاں بیل کے بدلے میں چند بکرے خیرات کردُوں تو کیا بیل کے بدلے چند بکرے دینا جائز ہے یا وہی بیل جس کی نذر مانی تھی دینا ہوگا؟ (ت)

الجواب

نذر کہ بر جانور معیّن واقع شد تبدیلش روا نیست قال تعالٰی ولیوفوا نذورھم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نذر میں جو جانور معین کیا جائے اس کو تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی نذریں پوری کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۳: از سکندر پور ضلع بلیا پائی گلی مسئولہ محمد حسین وعطا حسین ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شہید صاحبِ مزار بزرگ کی قبر شریف خام ہے اور زید نے نیت کی کہ میری مراد پوری ہو تو مزار شریف پختہ اینٹ سے بنوا دُوں گا۔ اللہ تعالٰی نے ببرکت

---

[1] القرآن الکریم ۲۲ / ۲۹

marfat.com

شہید صاحب مراد پوری کردی اور اینٹ نئی موجود نہیں بلکہ زید کے باغ کے اندر ایک دیوار ہے اُس دیوار سے اینٹ لے کر مزار شریف بنوا سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مزار پختہ بنانے کی منّت شرعی منت نہیں، اس کا پُورا کرنا شرعًا واجب نہیں، وُہ دیوار جو اس کے باغ میں ہے اگر اس کی مِلک ہے تو اُس کی اینٹوں سے مزار بنوا سکتا ہے جبکہ وُہ دیوار کسی ناپاک جگہ استعمال میں نہ آئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴: از مانگل لکھڑی ضلع گرگاواں ڈاکخانہ دھینار ریاست دوجانہ مرسلہ حافظ غلام کبریا صاحب پیش امام ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، بزرگوں کی منّت ماننا کیسا ہے؟ بعضے کہتے ہیں یہ تعظیم اللہ کے واسطے ہے غیر کو نہ چاہئے۔

الجواب

بزرگوں کی منّت حقیقۃً مولیٰ عزّوجل ہی کے لئے منّت ہوتی ہے اور بزرگوں کو ایصالِ ثواب کرکے اُن سے تقرب بغرضِ توسّل، اس میں شرعًا کوئی حرج نہیں،

كما افاده العلامة عبد الغني النابلسي قدس سره القدسي في الحديقة الندية۔ والله تعالیٰ اعلم۔

جیسا کہ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اسے حدیقہ ندیہ میں بیان فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۵: ۹ صفر ۱۳۱۲ھ

اگر کوئی شخص منّت مانے کہ میرا فلاں کام ہوجائے گا تو میں پانچ روپے کا غلّہ محتاجوں کو تقسیم کروں گا، اب تقسیم کے وقت کسی غریب کو کپڑے کی حاجت ہے تو کپڑا بنا دینا اور حاجت رفع کرنا ادائے نذر کے لئے کافی ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

پانچ روپے یا پانچ روپے کا غلّہ، کپڑا، کوئی چیز محتاج کو پہنچ جائے۔ کپڑا اگر سلوا کر دیا تو جو سلائی میں جائے گا مجرا نہ ہوگا۔

في الدر المختار نذر ان يتصدق بعشرة دراهم من الخبز فتصدق بغيره

درمختار میں ہے کہ اگر کوئی نذر مانے کہ میں دس درہم کی روٹی صدقہ کروں گا تو اگر اس نے روٹی کے بجائے

marfat.com

جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقه بثمنه[1]
واللہ تعالیٰ اعلم۔

دس درہم کے برابر کوئی اور چیز صدقہ کردی تو جائز ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ روٹی کے بجائے دس درہم دے دے تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۶ ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں[عہ۱] کا لڑکا بیمار ہُوا اس کے والدین نے منّت مانی کہ یا اللہ! اگر میرے لڑکے کو آرام ہوجائے تو رکھیں[عہ۲] گے تیری نذر میں تین محتاج کھلائیں گے اور پچاس رکعت نماز پڑھیں گے۔ یہ کلمہ مولوی نے دامتی مقرر کیا ہے اور اس منّت کو حضرت نے بھی منع کیا ہے۔

الجواب

اُس مولوی نے غلط کہا اللہ عزوجل نے پُورا کرنے کا قرآن مجید میں حکم دیا ہے ولیوفوا نذورھم[2] یعنی مسلمانوں پر لازم کہ اپنی نذریں پُوری کریں، نذریں پُوری کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے یوفون بالنذر[3] نذر پوری کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کی وفا کا حکم دیا ہے۔ بخاری شریف میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہے من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصیہ فلا یعصہ[4] یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی طاعت الٰہی مثل نماز و روزہ وصدقہ وغیرہا کی منّت مانے وہ بجالائے اور جو کسی گناہ کی منّت مانے وہ باز رہے۔ ہاں یہ سمجھنا کہ نذر ماننے سے تقدیر الٰہی بدل جائے گی جو نعمت نصیب میں نہیں وہ مل جائے گی جو بلا مقدر میں ہے وہ ٹل جائے گی یہ اعتقاد فاسد ہے۔ ایسی ہی نذر سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ حدیث شیخین:

لا تنذروا، فان النذر لا یغنی من القدر شیئا وانما یستخرج بہ من البخیل[5]

نذر نہ مانا کرو، کیونکہ نذر تقدیر سے مستغنی نہیں کرتی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ نذر کے سبب بخیل سے مال خرچ کرایا جاتا ہے۔ (ت)

عہ۱ و عہ۲ مسودہ میں بیاض ہے۔

---

[1] درمختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۵
[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۹
[3] القرآن الکریم ۷۶/ ۷
[4] صحیح البخاری کتاب الایمان باب النذر فی الطاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۱
[5] صحیح مسلم کتاب النذر " " " ۲/ ۴۴

marfat.com

کے نیچے مرقاۃ شریف میں ہے:

قال الخطابی معنی نهیه عن النذر انما هو التاکید لأمره وتحذیر التهاون به بعد ایجابه، ولوکان معناه الزجر عنه لکان فی ذٰلك اسقاط لزوم الوفاء به اذ صار معصیة، وانما وجه الحدیث لاتنذروا علی انکم تدرکون بالنذر شیئا لم یقدره الله تعالٰی لکم، اوتصرفون شیئا جری القضاء به علیکم واذا فعلتم ذٰلك فاخرجوه عنه بالوفاء فان الذی نذرتموه لازم لکم۔[1]

خطابی نے فرمایا کہ نذر سے منع کا معنٰی یہ ہے کہ یہ نذر کے متعلق اہتمام کا اظہار ہے اور نذر کو اپنے ذمّہ لازم کرنے کے بعد اس میں لاپرواہی پر ڈرانا مقصود ہے، اور اگر نذر سے یہ منع برائے سزا ہوتا تو اس سے لازم آئے گا کہ نذر کو پُورا کرنے کا حکم ختم ہو جائے کیونکہ یُوں نذر گناہ قرار پائے گی لہذا بلاشبہ حدیث کی وجہ یہ ہے کہ نذر اس اعتقاد سے نہ مانو کہ نذر کی وجہ سے تقدیر بدل جائے گی کہ جس چیز کو اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے مقدر نہیں فرمایا نذر کی وجہ سے تم اس کو حاصل کرلوگے اور تقدیر میں جو چیز تم پر وارد ہونے والی ہے تم اس کو نذر کے ذریعہ لوٹا دو، اور جب نذر مانو تو اس سے بری الذمہ ہونے کے لئے اسے پُورا کرو، کیونکہ جو نذر مانی ہے وُہ تم پر لازم ہوچکی ہے۔ (ت)

قال الطیبی تحریره انه علل النهی بقوله: فان النذر لایغنی من القدر، ونبه به علی ان المنهی عنه هو النذر الذی یعتقد انه یغنی من القدر بنفسه، اما اذا نذروا اعتقد ان الله تعالٰی هوالذی یسهل الامور، وهو الضار والنافع والنذر کالوسائل، فیکون الوفاء طاعة، ولایکون منهیا عنه، کیف وقد مدح الله تعالٰی جل شانه الخیرة من عباده بقوله: "یوفون بالنذر" "وانی نذرت لك مافی بطنی محررا" قلت

طیبی نے فرمایا اس حدیث کی وضاحت یہ ہے کہ اس میں نہی کا تعلق اور اس کی علت، تقدیر سے نذر مستغنی نہیں کرتی، والا جملہ ہے۔ اور اس میں تنبیہ ہے کہ اس عقیدہ سے نذر ماننا کہ یہ تقدیر کو تبدیل کر دے گی اور اس سے مستغنی کر دے گی یہ منع ہے۔ لیکن نذر مان کر یہ عقیدہ رکھنا اللہ تعالٰی ہی معاملات کو آسان فرماتا ہے اور وہی ذاتی طور پر نافع اور ضار ہے اور نذر محض ایک وسیلہ ہے، تو اس عقیدہ سے نذر اور اس کو پُورا کرنا عبادت ہے، اور یہ صورت ممنوع نہیں ہے یہ کیسے ممنوع ہوسکتی ہے جبکہ اللہ تعالٰی جل شانہ نے اپنے

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب النذور الفصل الاول المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/۵۹۹

marfat.com

وکذا قولہ "انی نذرت للرحمٰن صوما" فالمنھی عنہ ھو الاعتقاد علی ان النذر یغنی عن القدر[1] الخ اھ مختصرا، واللہ تعالٰی اعلم۔

نیک بندوں کی مدح میں خود فرمایا کہ وہ نذروں کو پُورا کرتے ہیں۔ اور فرمایا: جو بچّہ میرے پیٹ میں ہے اس کو مَیں وقف کرتی ہُوں۔ اور میں کہتا ہوں یونہی اللہ تعالٰے کا فرمان ہے، میں نے اللہ تعالٰی رحمٰن کے لئے روزہ کی نذر مانی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث میں نہی کا تعلق اس نذر سے ہے جس میں یہ عقیدہ شامل ہو کہ یہ نذر تقدیر سے مستغنی کردے گی الخ اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۷ تا ۲۳۹ از دلیل گنج ضلع پیلی بھیت مرسلہ مولوی کریم بخش صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) کسی شخص نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہوجائے تو میں گائے کے سر کی نیاز کروں گا، اگر وہ شخص بجائے سر کے اور جگہ کے گوشت کی نیاز کرے اور مساکین کو کھلائے تو اس سے واجب ادا ہوگا یا نہیں؟

(۲) کسی نے بکری یا مرغی موجودہ کی نسبت مخصوص کرکے کہا کہ میں اس بکری یا مرغی کی نیاز کروں گا، پھر کسی وجہ سے وُہ مفقود ہوگئیں تو بجائے اس کے دوسری بکری مرغی یا گائے وغیرہ کی اُسی قدر گوشت سے نیاز ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

(۳) کسی نے مسجد کا طاق بھرنا گلگلوں یا مانڈوں سے مانا، اگر وُہ مسجد کا طاق نہ بھرے اور گھر پر تقسیم کردے تو نذر پُوری ہوگی یا نہیں؟

الجواب

(۱) سر کی تعیین کچھ ضروری نہیں اُس قدر قیمت کا گوشت بھی کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اگر یہ نیاز نہ کسی شرط پر معلق تھی مثلاً میرا یہ کام ہوجائے تو اس جانور کی نذر کروں گا نہ کوئی ایجاب تھا مثلاً اللہ کے لئے مجھ پر یہ نیاز کرنی لازم ہے جب تو یہ نذر شرعی ہو نہیں سکتی، اور اگر لفظ ایسے تھے جن سے شرعًا وجوب ہوگیا تو جبکہ ایجاب خاص جانور معین سے متعلق تھا اس کے گمنے یا مرنے کے بعد دوسرا اُس کی جگہ قائم کرنا کچھ ضرور نہیں، نہ اُس نذر کا اس پر مطالبہ رہا، اگر دوسرا جانور کردے گا تو تبرع ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

المنذورۃ بعینھا لو ھلکت او ضاعت

نذر مانی ہُوئی چیز بعینہ اگر ہلاک ہوجائے یا ضائع ہوجائے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح باب النذور الفصل الاول المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۵۹۹

marfat.com

سقط النذر[1] انتھی ملتقطا، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ — تو وُہ نذر ختم ہوجائے گی، اھ ملتقطا، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

(۳) مسجد کے طاق بھرنے کی منت سے اگر مقصود مساکین پر تصدق ہو تو نذر صحیح ہے اُس طاق بھرنے کی تعیین لغو، جہاں چاہے مساکین کو دے دے نذر ادا ہوجائے گی اور اگر اُس منت سے مقصود مسجد کا طاق ہی بھرنا ہے پھر غنی مسکین جو چاہے لے لے، جیسا کہ بعض جہال خصوصاً عورتوں کے تعامل سے ظاہر ہوتا ہے تو وہ منت ہی کرنی لغو ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۰: از جائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم صاحب مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولود شریف کی نذر ماننا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

مجلس میلاد شریف کہ طریقۂ رائجہ حرمین شریفین پر ہو اعلٰی مستحبات سے ہے، خواہ نذر مان کر کریں یا بلا نذر۔ ہاں محلِ نظر یہ امر ہے کہ نذر ماننے سے واجب ہوجائے گی، جیسے نماز یا صدقہ۔ یا واجب نہ ہو گی بدستور مستحب رہے گی، جیسے تلاوتِ قرآن مجید کہ ایک قول منت ماننے سے بھی واجب نہیں ہوتی۔ کما فی الخانیۃ وغیرھا (جیسا کہ خانیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں، لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرا[2]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ — ہوسکتا ہے اللہ تعالٰی بعد میں کوئی صورت پیدا فرمائے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۱: از رھڑکی ۱۳ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے یہ نیت کی کہ اگر میری نوکری ہوجائے گی تو پہلی تنخواہ زیارت پیران کلیر شریف کے نذر کروں گا، وُہ شخص تیرہ تاریخ سے نوکر ہُوا اور تنخواہ اس کی ایک مہینہ سترہ دن کے بعد ملی، اب یہ ایک ماہ کی تنخواہ صَرف کرے یا سترہ دن کی؟ اور اس تنخواہ کا صرف کس طرح پر کرے یعنی زیارت شریف کی سفیدی و تعمیر وغیرہ میں لگائے یا حضرت صابر پیا صاحب قدس سرّہ کی روح پاک کو فاتحہ ثواب بخشے یا دونوں طرح صرف کرسکتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار — کتاب الاضحیہ — داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۷

[2] القرآن الکریم ۶۵/۱

marfat.com

الجواب

صرف نیّت سے تو کچھ لازم نہیں ہوتا جب تک زبان سے الفاظِ نذر و ایجاب نہ کہے، اور اگر زبان سے الفاظ مذکورہ کہے اور اُن سے معنی صحیح مراد لے یعنی پہلی تنخواہ اللہ عزوجل کے نام پر تصدق کروں گا اور اس کا ثواب حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کے نذر کروں گا، یا پہلی تنخواہ اللہ عزوجل کے لئے فقراء آستانہ پاک حضرت مخدوم رضی اللہ تعالٰی عنہ دوں گا، یہ نذر صحیح شرعی ہے، اور استحساناً وجوب ہوگیا، پہلی تنخواہ اُسے فقراء پر تصدق کرنی لازم ہوگئی۔ مگر یہ اختیار ہے کہ فقراءِ آستانہ پاک کو دے، اور جہاں کے فقیروں محتاجوں کو چاہے۔ اور اگر یہ معنی صحیح مراد نہ تھے بلکہ بعض سخت بے عقل جاہلوں کی طرح بے ارادہ تصدق وغیرہ قربات شرعیہ صرف یہی مقصود تھا کہ پہلی تنخواہ خود حضرت مخدوم کو دُوں گا، تو یہ نذر باطل محض وگناہِ عظیم ہوگی، مگر مسلمان پر ایسے معنی مراد لینے کی بدگمانی جائز نہیں جب تک وُہ اپنی نیت سے صراحۃً اطلاع نہ دے۔ اسی طرح اگر نذر و زیارت کرنے سے اس کی یہ مراد تھی کہ اللہ کے واسطے عمارتِ زیارت شریف کی سپیدی کرادُوں گا یا احاطۂ مزار پُر انوار میں روشنی کروں گا، جب بھی یہ نذر غیر لازم و نامعتبر ہے کہ ان افعال کی جنس سے کوئی واجب شرعی نہیں۔ رہا یہ کہ جس حالت میں نذر صحیح ہوجائے پہلی تنخواہ سے کیا مراد ہوگی۔ یہ ظاہر ہے کہ عرف میں مطلق تنخواہ خصوصاً پہلی تنخواہ ایک مہینہ کی اجرت کو کہتے ہیں اگرچہ اس کا ایک جُز بھی تنخواہ ہے اور عمر بھر کا واجب بھی تنخواہ ہے، تو پہلی تنخواہ کہنے سے اول تنخواہ ایک ماہ ہی عرفاً لازم آئے گی۔

فان کلام کل عاقد وحالف وناذر وواقف انما یحمل علی ما ھو المتعارف[1] کما نصوا علیہ۔

کیونکہ کسی عقد والے، قسم والے، نذر والے اور وقف کرنے والے کے کلام کو متعارف معنی پر محمول کیا جائیگا جیسا کہ اس پر نص کی گئی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی الخانیۃ ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ فبرء لایلزمہ شیئ الا ان یقول فللّٰہ علی ان اذبح شاۃ اھ وھی عبارۃ متن الدرر وعللھا فی شرحہ بقولہ لان

خانیہ میں مذکور ہے کہ جب کسی نے کہا کہ اگر میں اس مرض سے تندرست ہوجاؤں تو بکری ذبح کروں گا، تو تندرست ہونے پر اس پر ذبح کرنا لازم نہیں ہوگا مگر جب یُوں کہے کہ اللہ تعالٰی کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں بکری ذبح کروں گا تو پھر نذر ہوگی اور پورا کرنا

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۹۹ و ۵۳۳

marfat.com

اللزوم لا یکون الا بالنذر والدال علیه الثانی لا الاول اھ ویؤیدہ ما فی البزازیة ولو قال ان سلم ولدی اصوم ما عشت فھذا وعد لکن فی البزازیة ایضا ان عوفیت صمت کذا لم یجب مالم یقل للہ علی، وفی الاستحسان یجب ولو قال ان فعلت کذا فانا احج ففعل یجب علیه الحج[1] اھ باختصار۔

لازم ہوگا) یہ درمختار کے متن کی عبارت ہے اور اس کی شرح میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس لئے کہ پورا کرنا نذر کی وجہ سے لازم ہوتا ہے، اس پر دوسری عبارت دلالت کرتی ہے، پہلی عبارت اس پر دال نہیں ہے اھ، اور اس کی تائید بزازیہ میں ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اگر میرا بیٹا سالم بچے تو میں تازندگی روزہ رکھوں گا' تو وعدہ ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ بزازیہ میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی کہے" اگر مجھے صحت ہوئی تو اتنے روزے رکھوں گا" تو پورا کرنا واجب نہ ہوگا جب تک اس میں" اللہ تعالٰی کے لئے مجھ پر روزہ لازم ہے" نہ کہے۔ لیکن استحسان یہ ہے کہ اس پر روزہ لازم ہوجائے گا، اور اگر کوئی کہے" اگر میں ایسا کروں تو میں حج کروں گا" اس کے بعد اس نے وہ کام کیا تو حج لازم ہوگا اھ اختصاراً (ت)

درمختار میں ہے:

اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصد واصرفھا لفقراء الانام[2]۔

معلوم ہونا چاہئے کہ اکثر عوام مُردوں کے لئے جو نذر مان کر اولیاء کرام کی قبروں پر دراہم، شمع اور تیل وغیرہ اولیاء کے تقرب کے لئے دیتے ہیں، تو ان چیزوں کو وصول کرنا بالاجماع باطل اور حرام ہے جب تک عوام ان چیزوں کو فقراء پر صرف کرنے کی نیت نہ کرلیں۔ (ت)

امام ناصح حکیم علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذلک علی حصول

اور اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت کرنا، اور شفایابی یا کسی مسافر کے واپس آنے سے مشروط اولیاء کے لئے نذریں ماننا (یہ سب جائز ہیں) کیونکہ

---

[1] ردالمحتار، کتاب الایمان، داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۶۰
[2] درمختار، قبیل باب الاعتکاف، مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۵

marfat.com

شفاء اوقدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين لقبورهم كما قال الفقهاء فيمن دفع الزکاۃ لفقیر وسماھا قرضا صح، لان العبرۃ بالمعنی لا باللفظ وکذٰلك الصدقة على الغنی ھبة والھبة على الفقیر صدقة[1] الی اٰخر ما افاد واجاد ذکرہ فی بحث القنیة ونقل جوازہ ایضا عن الامام ابن حجر المکی قلت وھو مفاد قولہ حرام مالم یقصد واصرفھا لفقراء الانام۔

یہ نذریں وہاں مزارات کے خادموں کے لئے صدقہ مجازًا مراد ہوتی ہیں، جیسا کہ فقہاء کرام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی زکوٰۃ کسی کو قرض کا نام لے کر دے تو صحیح ہوگا، کیونکہ معنٰی کا اعتبار ہوتا ہے لفظوں کا اعتبار نہیں ہوتا، اور یونہی نفلی صدقہ کسی غنی کو ہبہ کے نام سے یا فقیر کو صدقہ ہبہ کے نام سے دینا (یا ہبہ کو صدقہ کے نام سے) دینا جائز ہے۔ علامہ نابلسی کے بیان کے آخر تک، جہاں اُنھوں نے قنیہ کی بحث کو ذکر کرکے یہ بہترین فائدہ بیان فرمایا، اور اُنھوں نے امام ابن حجر مکی سے بھی اس جواز کو نقل فرمایا، قلت (میں کہتا ہوں کہ) درمختار کے قول کہ جب تک فقراء پر صرف کرنے کی نیت نہ کریں تو حرام ہے کا یہی مفاد ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لایخفی ان لہ الصرف الی غیرھم (ای غیر فقراء الباب الذی عینہ فی النظر کما مر سابقا، ولابد ان یکون المنذور مما یصح بہ النذر کالصدقۃ بالدراھم ونحوھا اما لو نذر زیتا لایقاد قندیل فوق ضریح الشیخ اوفی المنارۃ فباطل[2] اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مخفی نہ رہے کہ اس کو دوسرے فقراء (یعنی نذر میں معین کردہ فقراء کے غیر) پر خرچ کرنے کا اختیار ہوگا جیسا کہ پہلے گزرا، اور ضروری ہے کہ منذور وہ چیز ہو جس سے نذر صحیح ہوجائے جیسا کہ دراہم وغیرہ کا صدقہ کرنا، ہاں اگر تیل کے چراغ قبر کے اُوپر جلانے کی نذر مانی ہو یا وہاں مزار کے منارہ پر جلانے کی نذر ہو تو یہ باطل ہوگی، اھ مختصرًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۲: از شہر کہنہ مرسلہ مولوی عبدالواحد متھرادی ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ

زید نے عہد کیا تھا کہ اگر میں ملازم ہوجاؤں تو ایک ماہ کی تنخواہ راہِ خدا میں صرف کروں گا۔ اب وہ ملازم

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الثامن والاربعون الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۵۱

[2] ردالمحتار قبیل باب الاعتکاف داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۲۸

ہوگیا، اگر زید اپنی اُس ماہ کی تنخواہ کو اپنے کسی نہایت غریب بیکس و مفلس رشتہ دار کو اُس نیت سے دے تو اُس کے ذمہ سے وُہ عہد ساقط ہو جائے گا یا نہیں، درصورت عدم ساقط ہونے کے وہ اور کس کام میں خرچ کرے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ضرور نذر ادا ہو جائیگی جبکہ وہ عزیز نہ اس کی اولاد میں ہو نہ یہ اس کی، نہ زوج و زوجہ، نہ سید وغیرہ جنھیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں، بلکہ عزیز کو دینے میں دُونا ثواب ہے، صدقہ اور صلہ رحم، کما ثبت عن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۳ مرسلہ منشی عبدالصبور صاحب سوداگر ۶ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے وقت شروع کرنے روزگار کے، یہ خیال کرلیا کہ مجھ کو جو نفع ہوگا اُس میں سولھواں حصّہ واسطے اللہ کے نکالوں گا، اب اُس کو لاگت سے زائد ایک روپیہ نفع ہوا لیکن متفرق خرچ یعنی تنخواہ ملازمان وغیرہ میں دو آنے اُس نفع ایک روپے میں صرف ہوگئے باقی چودہ آنے رہے، اب وُہ اصلی لاگت سے جو نفع ہُوا ہے اُس میں سے سولھواں حصّہ نکالے یا بعد مجرا کرنے خرچ متفرق کے ماہوار میں سے نکالے۔

الجواب

صرف خیال کرلینے سے وجوب تو نہیں ہوتا جب تک زبان سے نذر نہ کرے، ہاں جو نیت اللہ عزوجل کے لئے کی اُس کا پُورا کرنا ہی چاہئے، جو خرچ کہ تجارت کے متعلق ہو اور حساب تجار میں اُسی پر ڈالا جاتا ہے وہ مجرا دے کر جو بچے اُسے نفع کہتے ہیں، پھر اس نفع میں جو کچھ اپنا خرچ خانگی وغیرہ دیگر مصارف علاوہ خرچ تجارت میں صرف ہو جائے وُہ مجرا نہ دیا جائے گا کہ یُوں تو جو نفع بچتا ہے وہ خرچ ہی ہونے کے لئے ہوتا ہے، پس وُہ نوکر اگر تجارت کا نوکر ہے اور اُس کی تنخواہ حسبِ دستور تجار خرچ تجارت میں محسوب کی جاتی ہے، اس کے بعد جو بچتا ہے وہ نفع سمجھا جاتا ہے، جب تو چودہ آنے کا سولھواں حصہ تصدق کرے اور اگر خرچِ تجارت مجرا دے کر کامل روپیہ بچا تھا یہ تنخواہ اُس کے متعلق نہیں تو پُورے روپیہ کا سولھواں حصہ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۴ تا ۲۴۷ مرسلہ محمد عبدالصبور صاحب سوداگر ابن منشی محمد ظہور صاحب جوہری ۲۰ ربیع الآخر شریف

اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک شخص نے اپنی تجارت کے منافع میں خداوند کریم کا

marfat.com

سولھواں حصہ مقرر کیا ہے۔

(۱) اس سولھویں حصّہ میں محفل میلاد شریف و نیاز گیارھویں شریف کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۲) اس سولھویں حصّہ میں اپنے والدین و پھوپھی و خالہ و سیّد صاحب و مولوی صاحب کو دینا چاہئے یا نہیں؟

(۳) اس سولھویں حصّے میں سامع رمضان المبارک کو دینا و نیز افطاری رمضان المبارک کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۴) دربارۂ زکوٰۃ مذکورہ کے روپے کو طالبعلموں کی خورد و نوش و لباس میں صرف کرنا چاہئے یا نہیں، اور زکوٰۃ کا روپیہ مؤذن کو دینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اگر نہ یہ منت ہے نہ زکوٰۃ ہے بلکہ یونہی دل میں نیت کرلی یا بے الفاظِ نذر زبان سے کہہ لیا ہے کہ اپنے منافع تجارت سے سولھواں حصّہ نیک کاموں میں اللہ تعالٰی کے لئے صرف کیا کروں گا، جب تو اس سے محفل میلاد شریف اور گیارھویں شریف اور افطاری رمضان شریف اور اپنے والدین و سادات و علماء کی خدمت سب کچھ کرسکتا ہے کہ یہ سب نیک کام اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہیں جبکہ نیت خالص اللہ عزّ وجل کے واسطے ہو، رمضان مبارک کا سامع اگر حاجتمند ہو اور اُس سے اُجرت نہ ٹھہری ہو اور نہ رواج کی رُو سے اُجرت مقرر ہو تو اُسے بھی دے سکتا ہے کہ اب اُسے بھی دینا نیک کام ہے، اور اگر اُجرت کی شرط ہولی یا از رُوئے رواج اس کی اُجرت کا قرار دیا ہے تو اُسے دینا کچھ نیک کام نہیں بلکہ گناہ ہے،

لانہ اجارۃ علی الطاعۃ والاجارۃ علیہا باطلۃ الا ما استثناہ المتاخرون من امامۃ واذان وتعلیم قراٰن ولیس ھذا منہا والتحقیق فی ردالمحتار و شفاء العلیل۔

کیونکہ یہ عبادت پر اُجرت ہے اور عبادت پر اجرت لینا دینا باطل ہے مگر امامت پر یا اذان اور تعلیم قرآن پر اُجرت جس کو متاخرین نے اس سے مستثنٰی قرار دیا ہے وُہ اور چیز ہے یہ اس قبیل سے نہیں ہے، اس کی مکمل تحقیق ردالمحتار اور شفاء العلیل میں ہے (ت)

اور اگر صورتِ مذکورہ میں ہر نیک کام کی نیت نہ تھی بلکہ بالخصوص مساکین کو خدا کے نام پر دینا تو وہ سب امور اب بھی اس روپے سے جائز ہوں گے مگر یہ چاہئے کہ مجلس مبارک کا حصہ خاص محتاجین کو دے، گیارھویں شریف کی نیاز، رمضان المبارک کی افطاری صرف مساکین کو بانٹے، سادات و علماء میں اُنہیں کی نذر کرے جو حاجتمند ہوں، ماں باپ کو بھی بحالتِ حاجتمندی دے سکتا ہے،

لانہا لیست صدقۃ واجبۃ وانما نوی التصدق علی المساکین فاذا کان

کیونکہ یہ صدقہ واجبہ نہیں ہے اور اس نے مساکین پر تصدق کی نیت کی ہے تو جب ماں باپ بھی مساکین سے ہوں تو بطور صلہ ان پر صدقہ

marfat.com

منهم جاز صلتهما بها وقد سمی النبی صلی الله تعالٰی علیہ وسلم فی الاحادیث الصحیحۃ ما اطعمت اھلك صدقۃ وما اطعمت ولدك صدقۃ وما اطعمت عیالك صدقۃ۔[1]

کرنا جائز ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صلہ رحمی کو صدقہ قرار دیتے ہوئے صحیح احادیث میں فرمایا کہ جو کچھ تُو نے اپنی بیوی کو کھلایا وُہ صدقہ ہے اور جو تُو نے اپنی اولاد کو کھلایا وُہ صدقہ ہے اور جو تُو نے اپنی عیال کو کھلایا وہ صدقہ ہے۔ (ت)

اور اگر خاص منّت کے لفظ زبان سے ادا کرلئے ہیں مثلاً کہا "مجھ پر اللہ تعالٰی کے لئے واجب ہے کہ اپنے منافع کا سولھواں حصّہ اللہ تعالٰی کے نام پر تصدق کروں" تو نہ والدین کو دے سکتا ہے نہ سادات کو اگرچہ محتاج ہوں نہ کسی غنی کو اگرچہ عالم ہو، ہاں صرف محتاجوں کو دینا لازم ہے اگرچہ اُس کی پھُوپھی، خالہ، بہن، بھائی، چچا، ماموں ہوں، اگرچہ مجلس شریف یا گیارھویں شریف کرکے یا افطاری میں مالک کردے۔

فانھا طریق الاداء والاجتماع لذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او ایصال الثواب الی ولی اللہ الکریم رضی اللہ تعالٰی عنہ لاینافی النذر ولاینفی التصدق مال زکوٰۃ ھو۔

کیونکہ یہ صرف ادائیگی کا ایک طریقہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پاک کے لئے اجتماع، یا کسی ولی اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایصال ثواب کا ہونا نذر کے منافی نہیں ہے، اور یہ طریقے زکوٰۃ کے مال کو صدقہ کرنے کے منافی نہیں ہیں۔ (ت)

جب بھی یہی حکم ہے جو خاص منت کا حکم تھا مال زکوٰۃ و نذر طالبعلموں کو بھی دے سکتے ہیں خواہ کپڑے بنا دے خواہ اناج یا کھانا اُنھیں دے کر مالک کردے، ہاں گھر بٹھا کر کھلانے سے زکوٰۃ و نذر ادا نہ ہوگی لان اباحۃ والتصدق تملیك کما نصوا علیہ (کیونکہ یہ اباحت ہے جبکہ صدقہ کرنا بطور تملیک ہوتا ہے جیسا کہ فقہائے اس پر نص کی ہے۔ ت) مؤذن کی تنخواہ ٹھہری ہے تو اُس میں زکوٰۃ یا نذر کو محسوب نہیں کرسکتا لان واجبھا لاید خل فی واجب اخرلیس من جنسہ (کیونکہ ایک واجب دُوسرے خلافِ جنس واجب میں داخل نہیں ہوسکتا۔ ت) ہاں بلاتنخواہ اذان دیتا ہو اور محتاج مصرف زکوٰۃ ہو تو دے سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] کنز العمال حدیث ۴۶۳۲۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/ ۴۱۵
المعجم الاوسط حدیث ۶۸۹۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۲۵۵

marfat.com

مسئلہ ۲۴۸ از صدر ۸ شعبان ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے منّت مانی کہ اگر فلاں تکلیف میری رفع ہوجائے تو میں بکری وغیرہ ذبح کرکے مسکینوں کو تقسیم کروں گا، اگر زید کامیاب ہُوا اور بکرا ذبح کیا تو آیا زید بھی اُس گوشت میں سے کھاسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زید خود کھاسکتا ہے نہ اپنے ماں باپ وغیرہما اصول خواہ بیٹا بیٹی وغیرہما فروع خواہ کسی ہاشمی یا غنی کو کھلاسکتا ہے بلکہ وہ خاص مساکین مصرف زکوٰۃ کا حق ہے،

فی ردالمحتار مصرف الزکوٰۃ ھو ایضا مصرف النذر[۱] اھ ملخصا، واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے کہ زکوٰۃ کا مصرف نذر کا مصرف بھی ہوتا ہے، اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۹ (یہ مسئلہ دراصل فتاوٰی افریقہ کا مسئلہ نمبر ۶۰ ہے، مناسبت کے پیشِ نظر اسے یہاں شامل کیا گیا ہے)

زید کہتا ہے غیر خدا جل وعلا کیلئے نذر چڑھانا حرام ہے چاہے نبی علیہ السلام ہوں چاہے اولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ مجموعہ خطب حرمین شریفین تالیف مولوی عبدالحی صاحب کے صفحہ ۴۷ پر ہے ع

صندل بھی تُربتوں پہ چڑھانا حرام ہے

اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۲ پر ہے: ؎

نذر بھی غیر خُدا کی ہے یقین شرک سُنو
غیر کی نذر کا کھانا بھی حرام اے اکرم

کیا یہ اشعار اہلسنّت کے خلاف ہیں یا نہیں؟ اور حضور کے رسالہ برکات الامداد میں ص ۱۳ پر ہے: خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی کے بھاری پتھر کا کیا علاج، وہ صراط مستقیم میں اپنے پیر جی کا حال لکھتے ہیں:

روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ[۲]

حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند (رحمہما اللہ تعالٰی) کی روحیں حضرت کے حال پر متوجہ ہُوئیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

---

[۱] ردالمحتار باب المصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۸

[۲] صراط مستقیم باب چہارم دربیان سلوک راہ نبوت الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۶

marfat.com

شخصیکہ در طریقہ قادریہ قصدِ بیعت میکند البتہ او را در جناب حضرت غوث الاعظم اعتقادے عظیم بہم میرسد (الی قولہ) کہ خود را از زمرۂ غلامان آنجناب میشمارد[1] اھ ملخصًا۔

ایک شخص نے طریقۂ قادریہ میں بیعت کا ارادہ کیا یقینًا اس کو جناب حضرت غوث الثقلین میں بہت پختہ اعتقاد تھا (الٰی قولہ) کہ خود کو آنجناب کے غلاموں میں شمار کیا اھ ملخصًا (ت)

اسی میں ہے :

اولیائے عظام مثل حضرت غوث الاعظم و حضرت خواجہ بزرگ الخ[2]

اولیائے عظام جیسے غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت خواجہ بزرگ الخ (ت)

یہی امام الطائفہ اپنی تقریر ذبیحہ مندرج مجموعہ زبدۃ النصائح میں لکھتے ہیں :

اگر شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست[3]

اگر کسی شخص نے کوئی بکرا گھر میں پالا تاکہ اس کا گوشت اچھا ہو جائے اور اس کو ذبح کرکے پکا کر غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فاتحہ دلائے اور لوگوں کو کھلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

ایمان سے کہیو غوث الاعظم کے یہی معنی ہوئے کہ سب سے بڑے فریاد رس یا کچھ اور، خدا جل وعلا کو ایک جان کر کہنا غوث الثقلین کا یہی ترجمہ ہوا کہ جن و بشر کے فریادرس یا کچھ اور، اور پھر یہ کیسا کھلا شرک تمہارا امام اور اس کا سارا خاندان بول رہا ہے، قول کے سچے ہو تو ان سب کو بھی ذرا جی کڑا کرکے مشرک بے ایمان کہہ دو ورنہ شریعت وہابیہ کیا آپ کی خانگی ساخت ہے کہ فقط باہر والوں کے لئے خاص ہے گھر والے سب اس سے مستثنٰی ہیں۔

الجواب

غیر خدا کیلئے نذرِ فقہی کی ممانعت ہے، اولیائے کرام کے لئے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں جو نذریں کہی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں، عام محاورہ ہے کہ اکابر کے حضور جو ہدیہ پیش کریں اُسے نذر کہتے ہیں، بادشاہ نے دربار کیا اس نذریں گزریں، شاہ رفیع الدین صاحب برادر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رسالہ نذور میں لکھتے ہیں :

---

[1] صراط مستقیم باب چہارم در بیان طریق سلوک راہ نبوت مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۴۷
[2] صراط مستقیم تکملہ در بیان سلوک ثانی راہ ولایت " " " ص ۱۳۲
[3] زبدۃ النصائح امام الطائفہ میاں اسمٰعیل

marfat.com

نذریکہ اینجا مستعمل میشود نہ بر معنی شرعی ست چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگاں می برند نذر و نیاز می گویند[1]

یہاں نذر کا لفظ شرعی نذر کے معنی میں استعمال نہیں کیونکہ عُرف میں بزرگوں کو جو کچھ پیش کیا جاتا ہے اس کو نذر و نیاز کہتے ہیں۔ (ت)

امام اجل سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذلک علی حصول شفاء اوقدوم غائب فانہ مجاز عن الصدقۃ علی الخادمین بقبورھم کما قال الفقہاء فیمن دفع الزکاۃ لفقیر وسماھا قرضا صح لان العبرۃ بالمعنی لا باللفظ[2] یعنی اسی قبیل سے ہے زیارتِ قبور اور مزاراتِ اولیاء وصلحاء سے برکت لینا اور بیمار کی شفا یا مسافر کے آنے پر اولیائے کرام کیلئے مِنّت ماننا کہ وُہ اُن کے خادمانِ قبور پر تصدّق سے مجاز ہے جیسے فقہائے فرمایا ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح ہو جائے گی کہ اعتبار معنیٰ کا ہے نہ کہ لفظ کا۔

ظاہر ہے کہ یہ نذر فقہی ہوتی تو احیا کے لئے بھی نہ ہو سکتی حالانکہ دونوں حالتوں میں یہ عرف وعمل قدیم سے اکابر دین میں معمول و مقبول ہے۔ امام اجل سیدی ابوالحسن نور الملۃ والدین علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی قدس سرہ العزیز جن کو امام فنِ رجال شمس الدین ذہبی نے طبقات القراء اور امام جلیل جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں الامام الاوحد کہا یعنی بے نظیر امام، اپنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں محدثانہ اسانید صحیحہ معتبرہ سے روایت فرماتے ہیں:

(۱) اخبرنا ابو العفاف موسٰی بن عثمان البقاعی بالقاھرۃ سنۃ ۶۶۳ قال اخبرنا ابی بدمشق سنۃ ۶۱۴ قال اخبرنا الشیخان الشیخ ابو عمرو عثمان الصریفینی والشیخ ابو محمد عبدالحق الحریمی ببغداد سنۃ ۵۵۹ قالا کنا بین یدی الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ بمدرسۃ یوم الاحد ثالث صفر سنۃ ۵۵۵ ہم سے ابوالعفاف موسٰی بن عثمان بقاعی نے ۶۶۳ھ میں شہر قاہرہ میں حدیث بیان کی کہ ہمیں میرے والد ماجد عارف باللہ ابوالمعالی عثمان نے ۶۱۴ھ میں شہر دمشق میں خبر دی کہ ہمیں دو ولی کامل حضرت ابو عمرو عثمان صریفینی و حضرت ابو محمد عبدالحق حریمی نے ۵۵۹ھ میں بغداد مقدس میں خبر دی کہ ہم ۳ صفر روز یک شنبہ ۵۵۵ھ میں

---

[1] مجموعہ رسائل تسعہ رسالہ نذور شاہ رفیع الدین مطبع احمدی دہلی ص ۲۱

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الثامن والاربعون الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۵۱

marfat.com

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں حاضر تھے حضور نے وضو کر کے کھڑاویں پہنیں اور دو رکعتیں پڑھیں، بعد سلام ایک عظیم نعرہ فرمایا اور ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی، پھر دوسرا نعرہ مارا اور دوسری کھڑاؤں پھینکی، وہ دونوں ہماری نگاہوں سے غائب ہوگئیں، پھر تشریف رکھی، ہیبت کے سبب کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی، ۲۳ دن کے بعد عجم سے ایک قافلہ حاضر بارگاہ ہوا اور کہا ان معنا للشیخ نذرا ہمارے پاس حضور کی ایک نذر ہے فاستاذناہ فقال خذوہ منھم ہم نے حضور سے اس نذر کے لینے میں اذن طلب کیا حضور نے فرمایا لے لو، انھوں نے ایک من ریشم اور خز کے تھان اور سونا اور حضور کی وہ کھڑاویں جو اس روز ہوا میں پھینکی تھیں پیش کیں، ہم نے ان سے کہا یہ کھڑاویں تمھارے پاس کہاں سے آئیں؟ کہا ۳ صفر روز یکشنبہ ہم سفر میں تھے کہ کچھ راہزن جن کے دو سردار تھے ہم پر آپڑے ہمارے مال لوٹے اور کچھ آدمی قتل کئے اور ایک نالے میں تقسیم کو اترے، نالے کے کنارے ہم تھے فقلنا لو ذکرنا الشیخ عبد القادر فی ھذا الوقت و نذرنا لہ شیئا من اموالنا ان سلمنا ہم نے کہا بہتر ہو کہ اس وقت ہم حضور غوثِ اعظم کو یاد کریں اور نجات پانے پر حضور کے لئے کچھ مال نذر مانیں، ہم نے حضور کو یاد کیا ہی تھا کہ دو عظیم نعرے سنے جن سے جنگل گونج اٹھا اور ہم نے راہزنوں کو دیکھا کہ ان پر خوف چھا گیا ہم سمجھے ان پر کوئی اور ڈاکو آپڑے یہ آکر ہم سے بولے آؤ اپنا مال لے لو اور دیکھو ہم پر کیا مصیبت پڑی ہمیں اپنے دونوں سرداروں کے پاس لے گئے ہم نے دیکھا وہ مرے پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ایک کھڑاؤں پانی سے بھیگی رکھی ہے، ڈاکوؤں نے ہمارے سب مال پھیر دئے اور کہا اس واقعہ کی کوئی عظیم الشان خبر ہے۔[1]

(۲) نیز فرماتے ہیں قدس سرہٗ :

حدثنا ابو الفتوح نصر اللہ بن یوسف الازجی قال اخبرنا الشیخ ابو العباس احمد بن اسمٰعیل قال اخبرنا الشیخ ابو محمد عبد اللہ بن حسین بن ابی الفضل قال کان شیخنا الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقبل النذور و یاکل منھا[2] (ملخصاً) ہم سے حدیث بیان کی ابو الفتوح نصر اللہ بن یوسف ازجی نے، کہا ہمیں شیخ ابو العباس احمد بن اسمٰعیل نے خبر دی کہ ہم کو شیخ ابو محمد عبد اللہ بن حسین بن ابی الفضل نے خبر دی کہ ہمارے شیخ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نذریں قبول فرماتے اور ان میں سے بذات اقدس بھی تناول فرماتے، اگر یہ نذر فقہی ہوتی تو حضور کا کہ اجلۂ سادات عظام سے ہیں اس سے

---

[1] بہجۃ الاسرار فصول من کلامہ مرصعا بشیء من عجائب احوالہ مصطفی البابی مصر ص ۶۷

[2] ؍؍ ؍؍ ذکر شیء من شرائف اخلاقہ رضی اللہ عنہ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۱۰۴-۱۰۳

[3]

marfat.com

تناول فرمانا کیونکر ممکن تھا۔

(۳) نیز فرماتے ہیں:

حدثنا الشریف ابو عبداللہ محمد بن الخضر الحسینی قال اخبرنا ابی قال کنت مع سیدی الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رأی فقیرا مکسور القلب فقال لہ ما شأنک قال مررت الیوم بالشط وسألت ملاحًا ان یحملنی الی الجانب الاٰخر فابی وانکسر قلبی لفقری فلم یتم کلام الفقیر حتی دخل رجل معہ صرۃ فیہا ثلاثون دینارا نذرا للشیخ فقال الشیخ لذٰلک الفقیر خذ ہذہ الصرۃ واذھب بہا الی الملاح واعطہا لہ وقل لہ لا ترد فقیرا ابدا وخلع الشیخ قمیصہ واعطاہ للفقیر فاشتری منہ بعشرین دینارا[1] ہمیں شریف ابو عبداللہ محمد بن الخضر الحسینی نے حدیث بیان کی، کہا ہم سے والد ماجد نے فرمایا میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا حضور نے ایک فقیر شکستہ دل دیکھا، فرمایا تیرا کیا حال ہے؟ عرض کی آج میں کنارۂ دجلہ پر گیا ملاح سے کہا مجھے اس پار لے جا، اس نے نہ مانا، محتاجی کے سبب میرا دل ٹوٹ گیا۔ فقیر کی بات ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ ایک صاحب ایک تھیلی میں تیس اشرفیاں حضور کی نذر لائے حضور نے فقیر سے فرمایا یہ لو اور جا کر ملاح کو دو اور اس سے کہنا کبھی کسی فقیر کو نہ پھیرے، اور حضور نے اپنا قمیص مبارک اتار کر اس فقیر کو عطا فرمایا کہ وہ اس سے بیس اشرفیوں کو خریدا گیا۔

(۴) نیز فرماتے ہیں:

الشیخ بقا بن بطو کان الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یثنی علیہ کثیرا وتجلہ المشائخ والعلماء وقصد بالزیارات والنذور من کل مصر[2] حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت شیخ بقا بن بطو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت تعریف فرمایا کرتے اور اولیاء وعلماء سب ان کی تعظیم کرتے، ہر شہر سے لوگ ان کی زیارت کو آتے اور ان کی نذر لاتے۔

(۵) نیز فرماتے ہیں:

الشیخ منصور البطائحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ من اکابر مشائخ العراق اجمع المشائخ والعلماء علی تبجیلہ وقصد بالزیارات والنذور من کل جہۃ[3] حضرت منصور بطائحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر شیء من شرائف اخلاقہ رضی اللہ عنہ مصطفی البابی مصر ص ۱۰۴

[2] " شیخ بقا بن بطو " " " " ص ۱۵۹

[3] " شیخ منصور البطائحی " " " " ص ۱۴۰

marfat.com

اکابر اولیائے عراق سے ہیں، اولیا و علماء نے ان کی تعظیم پر اجماع کیا، اور ہر طرف سے مسلمان ان کی زیارت کو آتے اور اُن کی نذر لاتے۔

(۶) نیز فرماتے ہیں :

لم یکن لاحد من مشائخ العراق فی عصر الشیخ علی بن الھیتی فتوح اکثر من فتوحہ کان ینذر لہ من کل بلد[1] حضرت علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اولیائے عراق سے کسی کی فتوح ان کے مثل نہ تھی ہر شہر سے ان کی نذر آتی۔

(۷) نیز فرماتے ہیں :

الشیخ ابوسعید القیلوی احد اعیان المشائخ بالعراق حضر مجلسہ المشائخ والعلماء و قصد بالزیارات والنذور[2] حضرت ابوسعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر اولیائے عراق سے ہیں مسلمان اُن کی زیارت کو آتے اور ان کی نذر کی جاتی۔

(۸) نیز فرماتے ہیں :

اخبرنا ابوالحسن علی بن الحسن السامری قال اخبرنا ابی قال سمعت والدی رحمہ اللہ تعالیٰ یقول کانت نفقۃ شیخنا الشیخ جاگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ من الغیب وکان نافذ التصریف خارق الفعل متواتر الکشف ینذر لہ کثیرا وکنت عندہ یوما فمرت بہ بقرات مع راعیھا فاشار الی احدٰھن وقال ھذہ حامل بعجل احمر اغر صفتہ کذا وکذا ویولد وقت کذا یوم کذا وھو نذر لی وتذبحہ الفقراء یوم کذا ویاکلہ فلان وفلان ثم اشار الی اخری وقال ھذہ حامل بانثی ومن وصفھا کذا وکذا تولد وقت کذا وھی نذر لی یذبحھا فلان رجل من الفقراء یوم کذا ویاکلھا فلان وفلان وللکلب احمر فیھا نصیب قال فواللہ لقد جرت الحال علی ما وصف الشیخ[3] ہمیں خبر دی ابوالحسن بن حسن سامری نے کہ ہمیں ہمارے والد نے خبر دی، کہا میں نے اپنے والد سے سُنا، فرماتے تھے ہمارے شیخ حضرت جاگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خرچ غیب سے چلتا تھا اور اُن کا تصرف نافذ تھا ان کے کام کرامات تھے علی الاتصال انھیں کشف ہوتا تھا مسلمان کثرت سے ان کی

---

[1] بہجۃ الاسرار	شیخ علی بن ہیتی	مصطفےٰ البابی مصر	ص	۱۵۳
[2] " "	شیخ ابوسعید القیلوی	" " " "	ص	۱۶۱
[3] " "	شیخ جاگیر رضی اللہ عنہ	" " " "	ص	۱۶۹

marfat.com

نذر کرتے، ایک دن میں اُن کے پاس حاضر تھا کچھ گائیں اپنے گوالے کے ساتھ گزریں، حضرت نے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اس گائے کے پیٹ میں سُرخ بچھڑا ہے جس کے ماتھے پر سپیدی ہے۔ اور اس کا سب حلیہ بیان فرمایا، فلاں دن فلاں وقت پیدا ہوگا اور وُہ ہماری نذر ہوگا فقراء اُسے فلاں دن ذبح کرینگے اور فلاں فلاں اُسے کھائیں گے۔ پھر دُوسری گائے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اس کے پیٹ میں بچھیا ہے۔ اور اُس کا حلیہ بیان فرمایا فلاں وقت پیدا ہوگی اور وُہ میری نذر ہوگی، فلاں فقیر اسے فلاں دن ذبح کرے گا اور فلاں فلاں اسے کھائیں گے اور ایک سرخ کُتے کا بھی اس کے گوشت میں حصّہ ہے۔ ہمارے والد نے فرمایا خدا کی قسم جیسا شیخ نے ارشاد کیا تھا سب اسی طرح واقع ہُوا۔

(۹) نیز فرماتے ہیں:

اخبرنا الفقیہ الصالح محمد الحسن بن موسی الخالدی قال سمعت الشیخ الامام شہاب الدین السہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول مالاحظ عمی شیخنا الشیخ ضیاء الدین عبد القاهر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مریدا بعین الرعایۃ الانتج وبرع وکنت عندہ مرۃ فاتاہ سوادی بعجل وقال لہ یا سیدی ھذا نذرناہ لک وانصرف الرجل فجاء العجل حتی وقف بین یدی الشیخ فقال الشیخ لنا ان ھذا العجل یقول لی انی لست العجل الذی نذر لک بل نذرت للشیخ علی بن الہیتی وانما نذر لک اخی فلم یلبث ان جاء السوادی وبیدہ عجل یشبہ الاول فقال السوادی یا سیدی انی نذرت لک ھذا العجل ونذرت الشیخ علی بن الہیتی العجل الذی اتیتک بہ اولا وکانا اشتبہا علی واخذ الاول وانصرف[1] ہمیں خبر دی فقیہ صالح ابو محمد حسن بن موسیٰ خالدی نے کہ میں نے شیخ امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو فرماتے سُنا کہ ہمارے شیخ حضرت عبد القاہر ضیاء الدین سہروردی رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب کسی مرید پر نظرِ عنایت فرماتے وُہ پھُولتا پھلتا اور بلند رتبہ کو پہنچتا، اور ایک دن میں حضور میں حاضر تھا کہ ایک دہقانی ایک بچھڑا لایا اور عرض کی یہ ہماری طرف سے حضرت کی نذر ہے، اور چلا گیا، بچھڑا آکر حضرت کے سامنے کھڑا ہُوا حضرت نے فرمایا یہ بچھڑا مجھ سے کہتا ہے میں آپ کی نذر نہیں ہوں میں حضرت شیخ علی بن ہیتی کی نذر ہُوں آپ کی نذر میرا بھائی ہے۔ کچھ دیر نہ ہُوئی تھی کہ وُہ دہقانی ایک اور بچھڑا لایا جو صورت میں اس کے مشابہ تھا اور عرض کی: اے میرے سردار! میں نے حضور کی نذر یہ بچھڑا مانا تھا اور وُہ بچھڑا جو پہلے میں حاضر لایا وہ میں نے حضرت شیخ علی بن ہیتی کی نذر مانا ہے مجھے دھوکا ہوگیا تھا۔ یہ کہہ کر

---

[1] بہجۃ الاسرار شیخ عبد القاہر السہروردی مصطفٰے البابی مصر ص ۲۳۴ و ۲۳۵

marfat.com

پہلے بچھڑے کو لے لیا اور واپس چلا گیا۔

(۱۰) نیز فرماتے ہیں :

اخبرنا ابو زید عبد الرحمٰن بن سالم بن احمد القرشی قال سمعت الشیخ العارف ابا الفتح بن ابی الغنائم بالاسکندریۃ[1] ہمیں ابوزید عبدالرحمٰن بن سالم بن احمد قرشی نے خبر دی کہ میں نے حضرت عارف باللہ ابوالفتح بن ابی الغنائم سے اسکندریہ میں سُنا کہ اہل بطائح سے ایک شخص ایک دُبلا بیل کھینچتا ہُوا ہمارے شیخ حضرت سیدّ احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور لایا اور عرض کی : اے میرے آقا ! میرا اور میرے بال بچوں کا قوت اسی بیل کے ذریعہ سے ہے اب یہ ضعیف ہو گیا اس کے لئے قوت و برکت کی دُعا فرمائیے ۔ حضرت نے فرمایا : شیخ عثمان بن مرزوق (بطائحی رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کے پاس جا اور اُنھیں میرا سلام کہہ اور ان سے میرے لئے دعا چاہ ۔ وُہ بیل کو لے کر یہاں حاضر ہُوا دیکھا کہ حضرت سیدی عثمان تشریف فرما ہیں اور ان کے گرد شیر حلقہ باندھے ہیں ، یہ پاس حاضر ہوتے ڈرا ، فرمایا : آگے آ ۔ قریب گیا ، قبل اس کے کہ یہ حضرت رفاعی کا پیام پہنچائے سیدی عثمان نے خود فرمایا کہ میرے بھائی شیخ احمد پر سلام ، اللہ میرا اور ان کا خاتمہ بالخیر فرمائے ، پھر ایک شیر کو اشارہ فرمایا کہ اُٹھ اس بیل کو پھاڑ ۔ شیر اُٹھا اور بیل کو مار کر اس میں سے کھایا ، حضرت نے فرمایا : اب اُٹھ آ ۔ وُہ اُٹھ آیا ، پھر دوسرے شیر سے فرمایا : اُٹھ اس میں سے کھا ۔ وُہ اُٹھا اور کھایا ۔ پھر اُسے بلا لیا ۔ تیسرا شیر بھیجا یُونہی ایک ایک شیر بھیجتے رہے یہاں تک کہ اُنھوں نے سارا بیل کھا لیا ، اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ بطیحہ کی طرف سے ایک بہت فربہ بیل آیا اور حضرت کے سامنے کھڑا ہُوا ، حضرت نے اس شخص سے فرمایا : اپنے بیل کے بدلے یہ بیل لے لو ۔ اُس نے اُسے پکڑ تو لیا مگر دل میں کہتا تھا میرا بیل تو مارا گیا اور مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی اس بیل کو میرے پاس پہچان کر مجھے ستائے ، ناگاہ ایک شخص دوڑتا ہُوا آیا اور حضرت کے دست مبارک کو بوسہ دے کر عرض کی : یا سیدی نذرت لک ثورا واتیت بہ الی البطیحۃ فاستلب منی ولا ادری این ذھب[2] اے میرے مولیٰ ! میں نے ایک بیل حضور کی نذر کا رکھا تھا اُسے بطیحہ تک لایا وہاں سے میرے ہاتھ سے چھُوٹ گیا معلوم نہیں کہاں گیا ، فرمایا : قد وصل الینا ھا ھو تراہ[3] وُہ ہمیں پہنچ گیا یہ دیکھو یہ تمھارے سامنے ہے ۔ وہ شخص قدموں پر گر پڑا اور حضرت کے پائے مبارک چُوم کر کہا : اے میرے مولا ! خدا کی قسم اللہ نے حضرت کو ہر چیز کی معرفت بخشی اور ہر چیز یہاں تک کہ جانوروں کو حضرت کی پہچان کرادی ، حضرت نے فرمایا : ھذا ان

---

[1] بہجۃ الاسرار   شیخ ابوعمرو عثمان بن مرزوق البطائحی   مصطفٰی البابی مصر   ص ۱۵۹

[2] ایضاً

[3] ایضاً

الحبیب لا یخفی عن حبیبه شیئا ومن عرف اللہ عز وجل عرفه کل شیٔ[۱] اے شخص ! بیشک محبوب اپنے محبوبوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھتا جسے اللہ کی معرفت ملتی ہے اللہ اسے ہر چیز کا علم عطا کرتا ہے۔ پھر بیل والے سے فرمایا ؛ تُو اپنے دل میں میرا شاکی تھا اور کہہ رہا تھا کہ میرا بیل تو مارا گیا اور خدا جانے یہ بیل کہاں کا ہے مبادا کوئی آ کے میرے پاس پہچان کر مجھے ایذا دے۔ یہ سُن کر بیل والا رونے لگا۔ فرمایا : کیا تُو نے نہ جانا کہ میں تیرے دل کی جانتا ہوں جا اللہ اس بیل کو تجھ پر مبارک کرے۔ وہ بیل کو لے کر چند قدم چلا اب اسے یہ خطرہ گزرا کہ مبادا مجھے یا میرے بیل کو کوئی شیر آڑے آئے۔ فرمایا، شیر کا خوف ہے ؟ عرض کی : ہاں۔ حضرت نے جو شیر سامنے حاضر تھے ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ اسے اور اس کے بیل کو بحفاظت پہنچا دے۔ شیر اٹھا اور ساتھ ہو لیا اس کے پاس سے شیر وغیرہ کو دور کرتا کبھی اس کے داہنے کبھی بائیں کبھی پیچھے چلتا یہاں تک کہ وہ امن کی جگہ پہنچ گیا اور اپنا قصّہ حضرت احمد رفاعی سے عرض کیا، حضرت روئے اور فرمایا : ابن مرزوق کے بعد اُن جیسا پیدا ہونا دشوار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بیل میں برکت رکھی کہ وہ شخص بڑا مالدار ہو گیا۔[۱]

(۱۱) امام عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب طبقات کبریٰ احوال حضرت سیدی ابو المواہب محمد شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں :

وکان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال اذا کان لك حاجۃ واردت قضاءها فانذر للنفیسۃ الطاهرۃ ولو فلسا فان حاجتك تقضی[۲] یعنی حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے فرمایا جب تمھیں کوئی حاجت ہو اور اس کا پُورا ہونا چاہو تو سیدہ طاہرہ حضرت نفیسہ کے لئے کچھ نذر مان لیا کرو اگرچہ ایک ہی پیسہ ہو تمھاری حاجت پوری ہو گی۔

یہ ہیں اولیاء کی نذریں، اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ نذرِ اولیاء کو ما اهل به لغیر اللہ میں داخل کرنا باطل ہے، ایسا ہوتا تو ائمۂ دین کیونکر اسے قبول فرماتے اور کھاتے بلکہ ما اهل به لغیر اللہ وہ جانور ہے جو ذبح کے وقت تکبیر میں غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ اب امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی صاحب کے باپوں کے بھی اقوال لیجئے،

(۱) جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مولوی اسمٰعیل کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر انفاس العارفین

---

[۱] بهجۃ الاسرار شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق البطائحی مصطفی البابی مصر ص ۱۹۵

[۲] طبقات کبریٰ امام عبد الوہاب الشعرانی

marfat.com

میں اپنے والد ماجد کے حال میں لکھتے ہیں :

حضرت ایشاں در قصبۂ ڈاسنہ بزیارت مخدوم الہ دیا رفتہ بودند شب ہنگام بود دراں محل فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند و می گویند چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و ملال بریاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبق برنج و شیرینی برسر وگفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ نشیندگان درگاہ مخدوم الہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم[1]

حضرت ایشاں قصبہ ڈاسنہ میں حضرت مخدوم الہ دیا کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے ، رات کا وقت تھا اس وقت فرمایا کہ حضرت مخدوم نے ہماری دعوت کی ہے اور فرمایا ہے کہ کھانا کھا کر جائیں ۔ آپ نے دعوت کا انتظار فرمایا یہاں تک کہ رات گزر جانے کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت بھی ختم ہو گئی ، احباب ملول ہوئے ، اچانک ایک عورت میٹھے طعام کا تھال لئے نمودار ہوئی اس نے کہا میں نے نذر مانی تھی کہ میرا خاوند جس وقت گھر واپس آئے گا میں اُسی وقت طعام پکا کر مخدوم الہ دیا کی درگاہ میں قیام پذیر فقراء میں تقسیم کروں گی ، میری خواہش تھی کہ خدا کرے اس وقت رات گئے درگاہ میں کوئی موجود ہو تاکہ طعام تناول کرے اور میری نذر پوری ہو ۔ (ت)

(۲) اسی میں ہے :

حضرت ایشاں میفرمودند کہ فرہاد بیگ را مشکلے پیش افتاد نذر کردم کہ بارخدایا کہ اگر ایں مشکل بسر آید ایں قدر مبلغ بحضرت ایشاں ہدیہ دہم آں مشکل مندفع شد آں نذر از خاطر او برفت بعد چندے اسپ او بیمار شد و نزدیک ہلاک رسید بر سبب ایں امر مشرف شدم بدست یکے از خادمان گفتہ فرستادم کہ ایں بیماری اسپ عدم وفائے نذر ست اگر اسپ خود را میخواہی نذرے را کہ در فلاں محل التزام نمودہ بفرست وے نادم شد و آں نذر فرستاد ہماں ساعت اسپ او شفا یافت[2]

حضرت ایشاں نے فرمایا کہ فرہاد بیگ کو ایک مشکل درپیش ہے ، اس نے نذر مانی ہے کہ اے باری تعالٰی اگر یہ مشکل سر ہو جائے تو میں مبلغ اتنے حضرت ایشاں کی خدمت میں ہدیہ دوں گا ، وہ مشکل ختم ہو گئی اور اس کے ذہن سے وہ نذر نکل گئی ، اس کے بعد اس کے چند گھوڑے بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گئے ، مجھے جب معلوم ہوا تو میں نے اس کو ایک خادم کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ اگر گھوڑوں کی خیر چاہتے ہو تو فوراً نذر پوری کرو جو تم نے فلاں جگہ فلاں وقت مانی تھی نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے گھوڑے بیمار ہوئے ہیں ، تو وہ بہت نادم ہوا ، اور نذر خدمت میں ارسال کر دی تو گھوڑے فوراً تندرست ہو گئے ۔ (ت)

---

[1] انفاس العارفین (مترجم اردو) حضرت مخدوم الہ دیہ المعارف گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۱۲

[2] " " " منکر سے بزور نذر وصول کی " " " ص ۱۲۷ و ۱۲۸

marfat.com

(۳) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں :

حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ اور اتمام امت بر مثال پیراں و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند و فاتحہ درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است فاتحہ و درود و نذر و عرس و مجلس [1]

حضرت امیر (علی کرم اللہ وجہہ) اور ان کی اولاد پاک کو تمام امت پیروں اور مرشدوں کی طرح سمجھتی ہے اور تکوینی امور کو ان سے وابستہ سمجھتی ہے اور فاتحہ، درود، صدقات اور نذر و نیاز ان کے نام سے رائج ہیں اور معمول بنا ہُوا ہے، چنانچہ تمام اولیاء کرام سے یہی معاملہ ہے کہ ان کے نام پر نذر و نیاز، فاتحہ، درود، عرس اور مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ (ت)

فوائدِ عظیمہ جلیلہ

مسلمان دیکھیں دونوں شاہ صاحبوں کی ان تینوں عبارتوں سے کتنے جلیل وجمیل وہابیت کُش فائدے حاصل ہُوئے و للہ الحمد؛

(۱) اولیاء کا اپنے حاضرینِ مزارات پر مطلع ہونا (۲) ان سے کلام فرمانا کہ جب حضرت مخدوم الہدیا قدس سرہٗ کے مزار شریف پر شاہ ولی اللہ صاحب کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب حاضر ہُوئے حضرت نے مزار شریف سے ان کی دعوت کی اور فرمایا کچھ کھا کر جانا (۳) اولیائے کرام کا بعد وفات پر غیبوں پر اطلاع پانا کہ حضرت مخدوم قدس سرہٗ کو معلوم ہوا کہ ایک[1] عورت نے اپنے شوہر کے آنے پر ہماری نذر مانی ہے اور[2] یہ آج اس کا شوہر آئیگا اور[3] یہ کہ عورت اسی وقت ہماری نذر کے چاول اور شیرینی حاضر کرے گی (۴) اولیاء کی نذر (۵) مصیبت کے وقت اس کے دفع کو اولیاء کی نذر ماننی (۶) ان کی نذر مان کر پُوری نہ کرنے سے بلا آنا اگرچہ وُہ پُورا نہ کرنا بھُول جانے سے ہو (۷) اس نذر کے پُورا کرتے ہی فوراً بلا کا دفع ہونا کہ فرہاد بیگ نے کسی مشکل کے وقت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد کی نذر مانی پھر یاد نہ رہی گھوڑا مرنے کے قریب پہنچ گیا، شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ اس پر یہ مصیبت ہماری نذر پوری نہ کرنے سے ہے، اس سے فرمابھیجا کہ گھوڑا بچانا چاہتے ہو تو ہماری منّت پُوری کرو، اس نے وہ نذر پُوری کی گھوڑا فوراً اچھا ہوگیا (۸) فاتحہ مروجہ (۹) عرسِ اولیاء (۱۰) ان سب سے بڑھ کر یہ پانچ بھاری غضب کہ پیر پرستی (۱۱) مولیٰ علی و ائمۂ اطہار کی بندگی (۱۲) اس پرستاری و بندگی پر تمام اُمتِ مرحومہ کا اجماع (۱۳) فتح، شکست، تندرستی، مرض، دولتمندی، تنگدستی، اولاد ہونا نہ ہونا، مراد ملنا نہ ملنا، اور ان کے مثل احکام تکوینیہ کا مولیٰ علی و

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

marfat.com

ائمۂ اطہار و اولیائے کرام سے وابستہ ہونا (۱۴) اس وابستہ جاننے پر امت مرحومہ کا اجماع ہونا۔ وہ سات بڑے شاہ صاحب کے کلام میں تھے یہ بھاری پتھر چھوٹے شاہ صاحب کے کلام میں ہیں۔ اب اسمٰعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان و ایضاح الحق اور گنگوہی صاحب کی براہین قاطعہ وغیرہا خرافاتِ وہابیہ سے ان ۱۴ کو ملا کر دیکھئے دونوں شاہ صاحب معاذ اللہ کتنے بڑے کٹے پکے مشرک، مشرک گر ٹھہرتے ہیں مگر ان کا مشرک ہونا آسان نہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ (۱۵) بھاری فائدہ حاصل ہوگا کہ اسمٰعیل دہلوی و گنگوہی و تھانوی اور سارے کے سارے وہابی سب مشرک کافر ہیں کہ اسمٰعیل دہلوی ان دو مشرکوں کا غلام، ان کا شاگرد، ان کا مرید، ان کا مدّاح، ان کو امام و ولی و چنیں و چناں جاننے والا۔ اور گنگوہی و تھانوی اور سارے کے سارے وہابی ان دو تقویۃ الایمانی دھرم پر مشرکوں اور اس تیسرے قرآنی دھرم پر بد دین گمراہ کو ایسا ہی جاننے والے اور جو ایسوں کو ویسا جانے وُہ خود مشرک کافر بے دین والحمد للہ رب العالمین ہے۔ کسی وہابی گنگوہی تھانوی دہلوی امرتسری بنگالی بھوپالی وغیرہم کے پاس اس کا جواب یا آج ہی سے وقفوھم انھم مسئولون ٥ مالکم لا تناصرون ٥ بل ھم الیوم مستسلمون ٥[1] (انہیں روکو ان سے پُوچھنا ہے تمہیں کیا ہُوا اب ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے بلکہ اب وہ گردن ڈالے ہیں۔ ت) کا ظہور بے حجاب کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ٥ (عذاب ایسا ہوتا ہے اور بیشک آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کاش وُہ جانتے۔ ت) یہاں سے ظاہر ہوگیا کہ اس مجموعہ خطب کے اشعار موافق اہلسنّت نہیں، اور برکات الامداد کی وہ عبارت متعلق بہ استمداد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۲۴ تا ۲۶

[2] " "

[3] " ۳۹/ ۲۶

marfat.com

باب الکفارۃ

(کفارے کا بیان)

مسئلہ ۲۵۰: ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

چہ می فرمایند حامیانِ دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ کہ زید از شراب خوری توبہ کرد ومواجہۂ چارکس کلام اللہ شریف را برداشتہ قسم خورد کہ شراب را نوشش نکنم وبار دگر شخصاں دریافت کرد زید از توبہ واز قسم اقرار کرد بعدہ از زید فعل شنیع سرزد شد یعنی شراب بخورد وچساں زید ازیں گناہ بری خواہد شد چہ کفارہ باید داد؟

دین کے حامی اور شرع کے مفتی کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے شراب نوشی سے توبہ کی اور چار حضرات کے سامنے اس نے قرآن پاک اٹھا کر قسم کھائی کہ میں شراب نوشی نہیں کروں گا۔ لوگوں نے اس سے استفسار کیا تو اس نے اپنی توبہ اور قسم کا اقرار کیا، اس کے بعد زید سے یہ برا فعل سرزد ہوا یعنی اس نے دوبارہ شراب نوشی کی، اب سوال ہے کہ زید اس گناہ سے کس طرح بری ہوسکتا ہے اور اس کو کیا کفارہ دینا چاہئے؟ (ت)

الجواب

درشرع مطہر کفارہ مرگناہے را باشد کہ در شناعت از حد نگزرد وہرچہ قبحش از حد گزشت تطہیر بکفارہ را نپذیرد وبے توبۂ صادقہ حکم بمحویتش

شرع مطہر میں کفارہ اس گناہ کا ہوتا ہے کہ وہ برائی میں حد سے بڑھ کر نہ ہو، اور جو شخص اپنے گناہ میں حد سے تجاوز کرجائے تو وہ کفارہ سے پاک نہیں ہوسکتا

marfat.com

صورت نگیرد آں چنانکہ اگر کسے زنِ خود را بمادر و
خواہر خویش تشبیہ دہد او را کفارہ است کہ بعد
ادائیش قربت زن بر و مباح گردد فاما آنکہ مادر و
خواہر خود را زنِ خود سازد ایں جرم را ہیچ کفارہ
نیست جز آنکہ توبہ صادقہ کند اینجا اگر مصحف کریم
برداشتہ سوگند بنام او یا بنام حضرت عزت جل وعلا
نیز بر زبان آورد پس دو چیز باشد یکے نیز سوگند
چوں بر و قائم نماند کفارہ اش یک غلام آزاد کردن
یا دہ مسکین را دو وقت طعام خوراندن یا دہ مسکین
را جامہ پوشاندن و ہرکہ بر ہیچ ازینہا قادر نباشد
سہ روزہ پے در پے دارد۔ دوم تاکیدش بر برداشتن
مصحف کریم، وایں امرے عظیم بود و بعد او باز برآں
عمل ناپاک اقدام نمودن منجر بتوہین مصحف شریف و
استخفاف بحق عظیم اوست وایں سخت تر کارے
است و او را اصلا کفارہ نیست جز آنکہ زود
توبہ صادقہ گزیدہ و ازاں فعل شنیع بعزم صحیح
باز آید ورنہ منتظر باید بود عذابے الیم و نار جحیم
والعیاذ باللہ تعالےٰ، و اگر سوگند بر زباں نراندہ است
سائل ہمیں مصحف برداشتن را سوگند خواندہ است
حکمش ہمیں ست کہ کفارہ نیست و عذاب الیم را انتظار
کرد اگر توبہ نکند نیز آنکہ شراب نگزارد او را باید باہر جام
ناپاک شراب جامے از ریم و زرد آب نیز خوردہ
باشد تا خوگر شود زیراکہ شراب خور را ناگزیر است
در جہنم از ریم فرج زناں زانیہ خوردن چوں آتش
در زناں زانیہ درگیرد و از بدترین جاہائے آناناں

اور جب تک وہ صدق دل سے توبہ نہ کرے تو اس گناہ
سے پاک نہیں ہوسکتا، جیسا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو
ماں، یا بہن سے تشبیہ دے تو اس کا کفارہ ہے اور کفارہ
کے بعد بیوی اس کے لئے حلال ہوجاتی ہے لیکن اگر
کوئی شخص اپنی ماں یا بہن کو اپنی بیوی بنالے تو اس
جرم کا کوئی کفارہ نہیں ہے بلکہ اس پر صدق دل سے
توبہ لازم ہے اگر یہاں زید نے قرآن اٹھا کر قرآن کے
نام سے قسم کھائی یا اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کے نام سے قسم
کھائی اور زبان سے ادا بھی کی ہو تو اس پر دو چیزیں
لازم ہیں۔ ایک یہ کہ وہ قسم پر قائم نہ رہا بلکہ قسم توڑ دی ہے
اس لئے اس پر کفارہ لازم ہے اور وہ ایک غلام
آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا دینا یا
دس مسکینوں کو لباس پہنانا ہے اور اگر کوئی ان مذکورہ
امور پر قادر نہ ہو تو پھر تین روزے مسلسل رکھنے ہوں گے۔
دوسری چیز کہ اس نے قرآن مجید اٹھا کر قسم کھائی ہے
اور بہت سخت معاملہ ہے کہ قرآن اٹھا کر اس نے
اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پھر سے شراب نوشی
کی ہے جس سے قرآن پاک کی توہین تک معاملہ پہنچا
اور قرآن کے عظیم حق کی پامالی کی ہے تو اس سخت
کارروائی پر کفارہ نہیں ہے بلکہ اس کے لئے اس پر
لازم ہے کہ فوراً توبہ کرے اور اس بُرے فعل کو آئندہ
نہ کرنے کا پختہ قصد کرے ورنہ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف
سے دردناک عذاب اور جہنم کی آگ کا انتظار کرے،
والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور اگر زبان سے قسم ادا نہیں
کی بلکہ اسی قرآن اٹھانے کو قسم قرار دیا تو اس قسم کا

marfat.com

ریم برآرد آدمی ہر قدر کہ شراب خوردہ باشد ہماں قدر ازاں ریم و زرد آب فروج زانیات باں شراب خور خورانند زینہار از و مفر نیابد چونکہ در احادیث کثیرہ ارشاد فرمودہ اند، والعیاذ باللہ تعالٰی ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

وہی حکم ہے کہ اس پر کفارہ نہیں بلکہ عذاب الیم کا انتظار کرے توبہ نہ کرنے پر اور شراب نہ چھوڑنے پر اس کو چاہیئے کہ اسی ناپاک جام کو گندی پیپ سے بھر کر پیئے تاکہ اس گندگی کا عادی ہوجائے، کیونکہ شراب نوشی کرنے والے کے لئے زانی عورتوں کی شرمگاہ سے نکلی ہوئی پیپ اور غلیظ گندے پانی کو جہنم میں پینا لازمی سزا ہوگی کہ جہنم کی آگ سے زانیہ عورتیں جل کر ان کے بدن کی بدترین جگہ شرمگاہ سے جو پیپ نکلے گی شراب نوشی کرنے والا اپنی شراب کی عادت کے مطابق اس پیپ کو پیئے گا، اس سزا سے وہ بچ نہ سکے گا، جیسا کہ کثیر احادیث میں بیان ہوا ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی . واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۱ ازفرخ آباد مسئولہ شمس الدین احمد شنبہ ۱۸ شوال ۱۳۳۴ھ

جھوٹی قسم خدا کی کھانا کیا کفارہ دینا چاہیئے، اگر ایک ہی وقت میں کئی مرتبہ جھوٹی قسم خدا کی کھائے تو ایک کفارہ دے یا ہر ایک قسم کا علیحدہ علیحدہ؟ فقط۔

الجواب

جھوٹی قسم گزشتہ بات پر دانستہ، اُس کا کوئی کفارہ نہیں، اس کی سزا یہ ہے کہ جہنم کے کھولتے دریا میں غوطے دیا جائے گا، اور آئندہ کسی بات پر قسم کھائی اور وہ نہ ہوسکی تو اس کا کفارہ ہے ایک قسم کھائی ہو تو ایک اور دس تو دس۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

marfat.com

کتاب الحدود والتعزیر

(حدود اور تعزیر کا بیان)

مسئلہ ۲۵۲ ۱۸ محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا یہ بیان ہے کہ زید نے مجھ سے زنا بالجبر کیا، گواہ معاینہ کا کوئی نہیں، اور یہ بیان اس عورت کا ہے کہ جس مکان میں واقعہ مذکور گزرا ہے اس میں سوائے میرے اور زید کے اور کوئی موجود نہ تھا، زید کا انکار ہے کہ میں نے زنا نہیں کیا البتہ تہدید کے لئے عورت مذکور کو سخت اور سست کہا تھا، اور وہ تہدید یہ تھی یعنی صبح کو جس وقت زید پانی بھرنے کو اپنے ٹھکانوں میں جانے لگا تو زید نے اس عورت کو خواب سے بیدار کیا کہ ہوشیار ہو جا ایسا نہ ہو کہ کوئی آوارہ آدمی کوئی چیز اٹھالے جائے، جب زید پانی بھر کر لوٹ آیا تو عورت مذکور کو سوتا پایا تو اس نے ایک لات چارپائی اس عورت میں ماری کہ ابھی تک غافل سورہی ہے کوئی مال اٹھالے جاتا تو کیا ہوتا، اور زید نے سخت اور سست بھی کہا، اس پر اس نے شور مچایا اور زید کو متہم بالزنا بالجبر کیا، آیا اس بارے میں بلحاظِ واقعاتِ صدر قولِ عورت قابلِ اعتبار ہے یا نہیں؟ اور دو شخص جن میں ایک مسلمان اور دوسرا ہندو، بیان کرتے ہیں کہ ہم نے یہ سنا کہ مکان میں سے آواز آتی ہے کہ یہ شخص میری آبرو اتارے لیتا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

marfat.com

الجواب

اُس عورت کا قول ہرگز قابلِ اعتبار نہیں، بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اُسے جھوٹا اور بہتان سمجھے اور مسلمان کے ساتھ نیک گمان کرے، جو لوگ اس بارے میں زنِ مذکورہ کو سچا جانیں گے وُہ بھی سخت گنہگار اور اُس مرد کے حق میں گرفتار ہوں گے، شریعت کا حکم یہ ہے یا تو وُہ چار گواہ مسلمان ثقہ پرہیزگار قابلِ شہادت زنا سے ثابت کرائے کہ وُہ اُس وقتِ خاص میں اُس مکان معیّن میں اُس مرد کا اس عورت کے ساتھ زنا کرنا اور اپنا بچشم خود اُس کے بدن کو اُس کے بدن میں سُرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھنا بیان کریں جب تو عورت اُس الزام سے بری ہوگی اور مرد پر زنا کی حد آئے گی، ورنہ عورت کو اسّی کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور جو لوگ اُس کا بیان سچا مان کر مرد پر یہ تہمت کریں گے وُہ بھی اسّی اسّی کوڑے کھائیں گے۔ یہ سب حکم خود قرآن مجید میں مذکور۔ اس ملک میں کہ حدِ شرع جاری نہیں اتنا فرض ہے کہ مسلمان اُس عورت کو جھوٹا کذاب، اور ناحق افترا باندھنے والی سمجھیں، پس مسلمان اُس سے توبہ کرائیں اور وہ مجمع میں اپنے آپ کو جھٹلائے، اگر نہ مانے تو اُسے چھوڑ دیں کہ وُہ سخت گناہ کی مرتکب ہُوئی، اور اُن دو گواہوں کی گواہی عورت کو کچھ بھی مفید نہیں کہ اوّل فقط ایک گواہ ہے، کافر کی گواہی کچھ مقبول نہیں، دُوسرے وُہ اپنی آنکھوں کا دیکھا کچھ نہیں کہتے، تیسرے سُننے میں بھی فقط اُس عورت کی آواز بیان کرتے ہیں، یہ خود مدعیہ ہے، مدعی کا قول مسموع نہیں، چوتھے آبرو اتارنا کچھ خاص زنا کرنے ہی کو نہیں کہتے مارنے پیٹنے یا مار پیٹ کا قصد کرنے پر بھی ایسا کلمہ کہا جاتا ہے، غرض گواہی محض مہمل ہے اور عورت کا قول سراسر باطل، اور مرد الزام سے بالکل بری، اور عورت پر جھوٹی تہمت کا الزام قائم اور اُس پر اس سخت گناہ سے توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۵۳ ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی بے دیکھے کسی مسلمان پر تہمت لگائے کہ اُس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا اور اُس شخص پہ نہ کوئی ثبوت ہے نہ گواہی، تو ایسی تہمت لگا کر بدنام کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سخت حرام قطعی گناہِ کبیرہ ہے، ایسی تہمت رکھنے والا اللہ تعالیٰ کے بڑے عذاب کا مستحق ہوتا ہے، اللہ عزّوجل نے حکم فرمایا کہ ایسے شخصوں کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی نہ سُنو اور وہ فاسق ہیں، یہاں کوڑے تو نہیں لگا سکتے لہٰذا اسی قدر کریں کہ جب تک وُہ تہمت رکھنے والا مجمع میں توبہ نہ کرے اور

marfat.com

صاف صاف اس اپنی ناپاک گفت گو سے باز نہ آئے اُس وقت تک مسلمان اس سے ملنا جلنا اُس کے پاس اُٹھنا بیٹھنا اُس کی شادی بیاہت میں شریک ہونا، اپنی شادی بیاہت میں اُسے شریک کرنا یک قلم چھوڑیں کہ وہ اس تہمت کے اٹھانے سے ظالم ہے، اور ظالم کے پاس بیٹھنے کو قرآن مجید میں منع فرمایا، اور ایسی تہمت کا ثبوت کسی گواہی سے ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک چار مرد نمازی پرہیزگار ثقہ متقی جو نہ کوئی گناہِ کبیرہ کرتے ہوں نہ کسی گناہِ صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں نہ کوئی بات خلافِ مروّت چھچھورے پن (جیسے سر بازار کھانا کھانا یا شارع عام پر سب کے سامنے پیشاب کرنا) کی کرتے ہوں ایسے اعلیٰ درجہ کے متقی مہذّب بالاتفاق ایک وقت ایک مکان میں اپنی آنکھ سے دیکھنا بیان کریں کہ ہم نے اس کا بدن اس کے بدن کے اندر خاص اس طرح دیکھا جیسے سُرمہ دانی میں سلائی۔ اگر ان امور سے ایک بات بھی کم ہوگی مثلاً گواہ چار سے کم ہوں یا چوتھا شخص اُس اعلیٰ درجہ کا نہ ہو یا ہوں تو سب اعلیٰ درجہ کے اور چار پانچ نہیں بلکہ دس بیس مگر اُن میں مرد تین ہی ہوں باقی عورتیں، یا کچھ گواہ آج کا واقعہ بیان کریں کچھ کل کا، یا کچھ کہیں ہم نے اس مکان میں دیکھا کچھ کہیں دوسرے میں، یا یہ سب باتیں جمع ہوں اور تین گواہ صاف صاف یہ بھی گواہی دے چکے ہوں کہ ہم نے اس کا ذکر اس کی فرج داخل میں اسی طرح دیکھا جیسے سُرمہ دانی میں سلائی، مگر چوتھا اتنا کہے کہ میں نے اس کا برہنہ ذکر اس کی برہنہ فرج کے مُنہ پر رکھا دیکھا مثلاً نصف حشفہ تک اندر گیا ہوا دیکھا، تو ان سب صورتوں میں یہ گواہیاں مردود اور وہ تہمت باطل اگرچہ اس قسم کی سَو دو سَو گواہیاں گزریں اصلاً ثبوت نہ ہوگا بلکہ تہمت کرنیوالے زنا کی گواہی دینے والے خود ہی سزا پائیں گے یہ سب احکام قرآن مجید و حدیث شریف و کُتبِ فقہ میں صاف مذکور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۴ از بڑودہ گجرات کلاں محلہ بھوتنے کا جھاپہ نظام پورہ مرسلہ امراؤ بائی بنت غلام حسین حالہ ۱۶ رجب ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک آدمی اور ایک عورت کے ہمراہ کسی کام ضروری کے لئے کہیں بھیجا، بعد واپس آنے کے نان ونفقہ موقوف کر دیا کچہری گائی کو اُس میں مقدمہ ہے، کچہری کہتی ہے نان ونفقہ کیوں نہیں دیتا، خاوند کہتا ہے بغیر حکم میرے کیوں گئی، عورت نے گواہ شاہد قولی پیش کئے کہ اس نے عورت کو جانے کے لئے حکم دیا عورت کہتی ہے کہ مجھے میرے خاوند نے بہتان لگایا میری آبرو لی جو شخص اپنی عورت کی آبرو لے شریعت میں اس کی کیا سزا ہے؟ فریبی دغا باز د جعلساز کے لئے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بہتان اُٹھانا ناجائز طور پر آبرو لینا، جعل دغا فریب یہ سب باتیں گناہ ہیں خواہ اپنی عورت کے ساتھ

marfat.com

ہوں خواہ کسی کے ساتھ، اور ان گناہوں کے لئے شرع نے کوئی حد مقرر نہ فرمائی تو ان میں سزائے تعزیر ہے جس کا اختیار حاکم شرع کو ہے، جو سزا مناسب جانے دے، مگر مارے تو انتالیس ۳۹ کوڑوں سے زیادہ نہ مارے، اور امام ابو یوسف کے نزدیک پچھتر، اور اسی پر فتوی ہے۔ اشباہ میں ہے:

ضابطة التعزیر کل معصیة لیس فیها حد مقدر ففیه التعزیر[1]

ضابطہ تعزیر یہ ہے کہ جس گناہ کے لئے کوئی حد مقرر نہ ہو اس پر تعزیر ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

من اذی غیرہ بقول او فعل یعزر کذا فی التاتارخانیة[2]

جس نے کسی دوسرے کو اپنے عمل یا قول سے اذیت دی تو اس پر تعزیر ہے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

التعزیر لیس فیه تقدیر بل هو مفوض الی رأی القاضی[3]

تعزیر میں سزا مقرر نہیں ہے بلکہ وہ قاضی کی رائے پر موقوف ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

اکثرہ تسعة وثلثون سوطا لو بالضرب[4]

تعزیر زیادہ سے زیادہ انتالیس ۳۹ کوڑے ہیں، یہ سزا مارنے کی ہے۔ (ت)

پھر یہ حکم بہتان زنا کے سوا اور بہتانوں میں ہے اور اگر مرد اپنی عورت کو صاف زنا کی تہمت لگائے خواہ بالقصد تہمت لگانا ہی منظور ہو یا جس طرح بیباک عوام میں کچھ لفظ دشنام کے رائج ہیں کہ غصہ میں زبان سے نکالتے ہیں اور اُن کے معنی میں صراحۃً زنا کا .... (جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۲۵۵ تا ۲۶۴: از نیپال گنج بازار ڈاک خانہ روپی ڈیہہ ضلع بہرائچ مسئولہ مولوی حبیب اللہ و محبوب علی شاہ دوشنبہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک محصن مرد اور محصنہ عورت بعلت زنا مشتہر ہو کر دونوں نے مجلسِ عام اقرارِ زنا کیا گو موقعہ کے

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الحدود والتعزیر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۸۵
[2] " " " " " " ۱/۲۸۴
[3] و [4] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

marfat.com

عینی شاہد نہیں ملے مگر تحقیقات سے رموزِ زنا اور زانی و زانیہ کے پیام و سلام قول و قرار تک کے ثبوت بھی ملے۔

(۲) اب یہ عقود فسخ ہوئے یا قائم رہے؟

(۳) اور عورت زانیہ کے شوہر کو اُسے طلاق دینا لازم ہے یا نہیں؟

(۴) اگر لفظ طلقتك نہیں کہا اور طلاقنامہ لکھ کر دے دیا جس کی نقل منسلکہ استفتاء ہذا ہے جس روز سے یہ تحریر دی ہے اس روز سے مواجہہ نہیں ہوا ایک روز قبل نمازِ جمعہ میں زانیہ کے شوہر نے طلاق بائنہ کا اقرار کیا لہٰذا یہ طلاق بائنہ ہوئی یا نہیں؟

(۵) اگر عورت مطلقہ نے خود طلاق مانگی تھی اور عدّت بھی توڑ دی ہے اس صورت میں اب زانیہ کے شوہر کو مہر و مصارفِ عدّت ادا کرنا چاہیے یا نہیں؟

(۶) اور ایسے زانی و زانیہ کی اگرچہ شرعی سزا دینا یہاں پر اس وقت غیر ممکن ہے تو حاکمِ وقت مقامی سے حسبِ قانونِ حکومت سزائے زنا دلانے کا عذر دار ہونا لازم ہے یا نہیں؟

(۷) مردِ محصن زانی کا بھی عقد فسخ ہوا یا نہیں؟

(۸) ایک گروہِ کثیر نے مردِ محصن زانی کے ساتھ میل جول و حُقّہ پانی ترک کر دیا ہے لیکن چند اشخاص نے جن میں سے صرف دو شخص خواندہ عقائد وہابیہ دیوبندیہ اور ایک شخص خواندہ اہلسنّت و جماعت جو کہ اشخاص عقائد وہابیہ مذکرہ کا صرف ہم مشرب ہے بقیہ اشخاص ناخواندہ ہیں اُنھوں نے زانی و زانیہ کو توبہ کرا کے میل جول حقہ پانی دے کر ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو گئے ہیں بدیں باعث بڑے گروہ نے اُن سب کا بھی میل جول حقہ پانی ترک کر دیا ہے یہ ترک کرنا جائز ہے یا نہیں، اور یہی چند اشخاص اس زنا کے محرک معلوم ہوتے ہیں۔

(۹) شوہر زانیہ کا پیش امام جامع مسجد و مدرس مدرسہ اسلامیہ ہے اس واسطے تنبیہاً ان زانی اور زانیہ کی موافق رسم و رواج حال کے کیا سزا ہونی چاہیے؟

(۱۰) اور زانی و زانیہ کے شریک داران مذکرہ بھی کسی قسم کی سزا کے مستوجب ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا مع الکتاب۔

نقل طلاق نامہ: منکہ محمد جواد ولد حسین علی متوطن لکھنؤ ساکن نیپال گنج، جو کہ مسماۃ منیرا نومسلم میرے عقدِ نکاح میں نو سال سے تھی اب مسمّاۃ مذکورہ کی بدچلنی ثابت ہونے سے اور زبانی خود سے تعلق بے جا کے اقرار سے میں طلاق اس کے طلب برضا و رغبت طلاق دیتا ہوں اور یہ چند کلمہ بطریق طلاق نامہ کے لکھ دیے کہ سند رہے اور وقت پر کام آئے۔ العبد محمد جواد بقلم خود۔ گواہ شد نور محمد بقلم خود۔ مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۷ اگنے کنوار ۱۹۷۵ سمہ بمواجہہ فقیر بخش و بدلو و منّے للہ وغیرہم کے یہ تحریر لکھی گئی۔

marfat.com

الجواب

(۱ و ۲) ایسی بازاری باتوں سے زنا کا ثبوت نہیں ہوسکتا جب تک کافی شہادت شرعیہ یا کافی اقرار زانی یا زانیہ نہ ہو، اور اگر زنا ثابت بھی ہو تو اس سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا مگر ایسا زنا جس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے شوہر کے باپ یا بیٹے سے کہ اس صورت میں البتہ نکاح فاسد ہو جاتا ہے۔

(۳) زانیہ کو طلاق دینا شوہر پر لازم نہیں۔ درمختار میں ہے:

لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ۔[۱] فاجرہ عورت کو طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں ہے (ت)

(۴) طلاق جس طرح زبان سے ہوتی ہے اُسی طرح قلم سے، جبکہ بلا مجبوری شرعی لکھا ہو۔ اشباہ میں ہے الکتاب کالخطاب[۲] (تحریر بھی خطاب کی طرح ہوتی ہے۔ ت)، طلاقنامہ سے طلاق رجعی ثابت ہوئی ہے، لیکن شوہر نے اگر طلاق بائن کا اقرار کیا تو بائن ہوگئی۔

(۵) مہر بہر حال دینا ہوگا اور عورت پر فرض ہے کہ عدت اُسی مکان میں پُوری کرے۔

قال اللہ تعالٰی لا تخرجوھن من بیوتھن ولایخرجن الا ان یأتین بفاحشۃ مبینۃ۔[۳] اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم بیویوں کو گھروں سے نہ نکالو اور نہ وُہ خود نکلیں اِلّا یہ کہ وُہ کُھلے بندوں فحش کاری کریں۔ (ت)

اس حالت میں تاختمِ عدت شوہر پر لازم ہوگا کہ اُسے نفقہ دے۔

(۶) ہرگز نہیں، سزا وہی ہے جو مطابق شرع ہے اور اس کے خلاف کی خواستگاری ناجائز۔

قال اللہ تعالٰی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الظّٰلمون۔[۴] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو اللہ تعالٰی کے نازل کئے ہوئے پر حکم نہ کریں تو وہ لوگ ظالم ہیں۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی وقد امروا ان یکفروا بہ۔[۵] اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کو حکم دیا گیا کہ اس سے انکار کریں۔ (ت)

(۷) زانی کے نکاح پر زنا سے کوئی اثر نہیں پڑسکتا مگر یہ کہ اُس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے اپنی

---

[۱] درمختار کتاب النکاح ۱/۱۹۰ و کتاب الحظر والاباحۃ ۲/۲۵۴ مجتبائی دہلی
[۲] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۹۶ و ۵۹۷
[۳] القرآن الکریم ۶۵/۱ [۴] القرآن الکریم ۵/۴۵
[۵] القرآن الکریم

marfat.com

زوجہ کی ماں یا بیٹی سے۔

(۸) اگر ان لوگوں نے زانی و زانیہ کی توبہ کے بعد ان سے میل جول کیا ہے تو اُن پر اس سے کچھ الزام نہیں اور اس بنا پر اُن کا حقہ پانی بند کرنا ناجائز ہے، اور اگر بغیر توبہ کئے میل جول کرلیا تو بیجا کیا اس حالت میں بطور تنبیہ اُن کا حقہ پانی بند کرنے میں حرج نہیں، توبہ کے لئے اولیاء کا مواجہہ ضرور نہیں، ہاں بنظر حق العبد اُن کی معافی کی ضرورت ہے مگر بغیر اس کے جتنی توبہ کی ہے وہ بھی نامعقول سمجھی جائے، یہ محض باطل ہے دیوبندی عقیدے والے خود مرتد ہیں اور اُن سے میل جول مطلق حرام۔ اس واقعہ پر اس کو بنا کرنا اور یہ نہ ہوتا تو اُن سے میل جول رکھنا جہل و ضلالت ہے یونہی وُہ جو دیوبندیہ سے میل جول رکھتا ہو اگرچہ اپنے آپ کو سُنی کہتا ہو سخت فاسق ہے اور مسلمانوں کو اس سے قطع تعلق لازم۔

قال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم ظالم لوگوں کی طرف میلان نہ کرو ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

(۹) یہاں ترکِ تعلق کے سوا کوئی سزا جاری نہیں ہوسکتی اور زنائے زن سے شوہر پر کچھ الزام نہیں جبکہ وہ اس پر راضی نہ ہو۔

قال اللہ تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخری[2] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی جان دوسرے کا بوجھ (گناہ) نہ اٹھائے گی (ت)

(۱۰) اگر وُہ زنا میں ساعی تھے یا بعد زنا بلا توبہ ان کے حامی ہوئے تو وہ بھی مستحقِ سزائے شرع ہیں ورنہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۵

۲۸ صفر ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں معنی کہ مثلاً زید کہ باخالد دوستی دارد و با زنِ او مرتکب فعل زنا شد و خالد ازیں امر کہ مکروہ تر و ناپسندیدہ تر نزد او بود روادار تفضیح در رسوائے زید نشدہ و بدیں سبب کہ دوست او بود او را نزد قاضی برائے مواخذہ و اجرائے حد شرع نہ برد بلکہ چشم پوشی کرد

علماءِ دین و مفتیانِ شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید خالد کا دوست تھا اور اس کی بیوی سے زید نے زنا کیا تو خالد اس بدترین فعل کے باوجود زید سے رواداری کرتے ہوئے اس کی ذلت و رسوائی کے درپے نہ ہُوا اور دوستی کی وجہ سے قاضی کے ہاں مواخذہ اور شرعی حد کے لئے اس کو پیش نہ کیا بلکہ چشم پوشی

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳
[2] القرآن الکریم ۶/۱۶۴ و ۳۵/۱۸

marfat.com

بکراہت تمام، و بہمیں اکتفا کرد کہ الٰن او را از دوستی خود خارج کرد و زن خود را طلاق داد یا در صورتیکہ ایں زن توبہ کرد او را از زوجیت خود خارج نکرد پس ایں چشم پوشی خالد کہ نسبت زید واقع شد چگونہ است آیا داخل احسان و مروّت است یا نے؟ بیّنوا توجروا۔

سے کام لیا اور انتہائی ناراضگی کے باوجود صرف اتنا کیا کہ اب زید سے دوستی ختم کردی اور اپنی بیوی کو طلاق دے دی، یا بیوی کی توبہ پر اس کو زوجیت سے خارج نہ کیا، زید کے بارے میں خالد کی یہ چشم پوشی کیا حیثیت رکھتی ہے؟ کیا اسے احسان و مروت قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔ (ت)

الجواب

بہ نسبت زید احسان بودنش خود پیدا است و اگر باوصف غیرت محمودہ شرعیہ محض بہ نیت پردہ پوشی مسلمانان صبر و ستر پیش گرفت خود داخل فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ[1] ست۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

زید پر احسان ہونے میں کیا شک ہے اور اگر شرعی طور پر پسندیدہ غیرت رکھتے ہوئے مسلمان کی پردہ پوشی کی نیت سے صبر کرتے ہوئے درگزر کیا تو اللہ تعالٰی کے اس ارشاد میں داخل ہے "جس نے معاف کیا اور اصلاح کی کوشش کی تو اس کا اجر اللہ تعالٰی کے کرم پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۶: از سیتا کلاں پرگنہ نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ سید زائر حسین ٹھیکیدار ۲۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

السلام علیکم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت قبل شوہر کسی غیر مرد سے اپنے خاوند کے نزدیک مشکوک ہوئی اور مرد کہتا ہے کہ میں نے فعل حرام کیا اور عورت کہتی ہے کہ نہیں، لہٰذا ہر دو شخص مسلمان ہیں، فاعل از روئے حلف کہتا ہے کہ میں فعل شنیعہ کا مرتکب ہوا اور مفعول کہتا ہے کہ نہیں بلکہ اس کا ایسا ارادہ تھا چونکہ مطلب برآری نہیں ہوئی بدیں وجہ ناحق الزام لگاتا ہے، اب ایسی صورت میں جب فاعل مفعول دونوں محلف بکلام الٰہی ہیں تو کس کا اعتبار کیا جائے، میرے نزدیک دونوں شخص مکر کے پھرتے ہیں اور دونوں حلف اٹھاتے ہیں ایسی صورت میں فاعل سچا یا مفعول سچا یا کیا؟

الجواب

وعلیکم السلام، وہ مرد عورت دونوں اپنے اپنے حق میں سچے مانے جائیں گے اور دوسرے کے

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۴۰

marfat.com

حق میں جھوٹے، عورت جو انکار کرتی ہے سچ کہتی ہے اُسے جو فقط بربنائے قولِ مرد زنا کی تہمت لگائے گا سخت گنہگار اور اسّی کوڑوں کا سزاوار ہوگا۔ مرد جو اپنے زنا کا اقرار کرتا ہے اسے زانی مانا جائے گا، اسلامی سلطنت ہوتی تو سزا پاتا، اب اسی قدر ہوسکتا ہے کہ اسے برادری سے خارج کیا جائے، مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں جب تک علانیہ توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۷ ذوالفقار گنج شہر بریلی مسئولہ بابو مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دربارۂ زید مقدمہ زنا میں بروقت اطلاع یابی مقدمہ اہل برادری نے چند پنچوں اہل برادری کو برائے تفتیش مقدمہ خاص موقع متنازعہ پر بھیجا موقع پر پہنچ کر تمام سکنائے اہلِ محلہ سے دریافت کیا تو معلوم ہُوا کہ درحقیقت یہ امر صحیح ہے، بدیں وجہ ہمارے یہاں سے خورد و نوش نشست و برخاست بند ہے لہذا بیان ملزمان وشہادت باظہار حلفی گواہان مندرجہ ذیل بخدمت شرع شریف پیش ہے کیا حکم ہے؟ اور ہم لوگوں کو کیا عمل کرنا چاہئے؟ بیّنوا توجروا۔

(۱) بیان زید کے لڑکے کی زوجہ کا میرے بارہ میں سب لوگ غلط بیان کرتے ہیں میں نے کسی سے کچھ نہ کہا۔

(۲) از طرف گواہان عزیزہ و اقربا: واضح ہو کہ زید کے لڑکے کی زوجہ باقرارِ زنا اس وجہ سے انحراف کرتی ہے کہ اہل برادری نے ملزمان کو تاکیداً منع کردیا تھا کہ ہرگز اس خسر سے کوئی تعلق نہ رکھنا مگر باوجود منع کرنے کے ملزمہ بہمراہی اپنی خوشدامن و خسر کے عدم موجودگی اپنے شوہر کے چلی آئی، معلوم ہوتا ہے کہ بخوبی سکھلا پڑھا دی گئی بدیں وجہ یہ انحراف ہے۔

(۳) شہادت باظہار حلفی حافظ عبدالرحمٰن صاحب: زید کی زوجہ کی زبانی معلوم ہُوا کہ میرا شوہر زید لڑکے کی بیوی کی چھاتی پکڑتا تھا میں نے منع کیا چھاتی کیوں پکڑتا ہے تجھ کو شرم نہیں معلوم ہوتی؟ جواب دیا میرا مال ہے، میں نے بافسوس کہا کہ میرا لڑکا اس بہو نے تو لیا مگر میرا شوہر بھی چھین لیا، یہ ایسی بہو تھی، جبکہ یہ واقعہ زید کے لڑکے کے سامنے بیان کیا تو اُس نے خاموشی اختیار کی۔

(۴) باظہار حلفی منشی نبی بخش صاحب پابندِ صوم وصلوٰۃ: میں نے اپنے کانوں سے سُنا کہ زید کی زوجہ اپنے گھر میں زید سے بغصّہ کہتی تھی کہ تم لڑکے کی زوجہ کی چھاتی کیوں پکڑتے ہو تم کو کیا حاصل ہے تم کو شرم نہیں آتی؟ زید نے جواب دیا ہمارا مال ہے ہم کو اختیار ہے۔ بعدہٗ زید کی زوجہ میرے مکان پر میری زوجہ کے پاس آئی تو اس وقت اس سے دریافت کیا کہ روزانہ تمہارے گھر کیا جھگڑا فساد رہتا ہے؟ جواب دیا کہ اس میرے لڑکے کی بیوی نے لڑکے کو تو لیا مگر میرے خاوند کو بھی چھین لیا ضرور ایک دن خونریزی ہوگی۔

(۵) بیان محمد بخش صاحب: بموجب منشی نبی بخش صاحب کہ فی الواقع صحیح ہے بلکہ ایک دن ایسا اتفاق

marfat.com

ہُوا کہ زید نے اپنی نواسی کو جو کہ زید کے پاس بیٹھی تھی اُٹھا دیا صرف موقع خالی ہونے کی وجہ سے لڑکی نے اپنی نانی سے شکایت کی کہ مجھ کو نانا نے اپنے پاس سے اُٹھا دیا، بعدہٗ زید کے لڑکے کی بیوی کی چھاتی وغیرہ پکڑی، زید کی زوجہ نے کہا کہ اب ہم کو بخوبی معلوم ہوگیا کہ لڑکے کی بی بی تمہاری بی بی ہے تب سے تو یہ دونے مٹھائی وغیرہ خوب اُڑائی جاتی ہے کیوں؟ بہو تو دونے مٹھائی وغیرہ اُڑاتی ہے نا!

(۶) بیان شیخ جی صاحب تصدق حسین: میری زوجہ نے لعل محمد کے گھر میں کی چھت پر سے اپنے لڑکے کی زوجہ سے بچشم خود زنا کرتے دیکھا۔

(۷) بیان خیالی رام: میں نے اپنے کانوں سے سُنا کہ زید اپنے لڑکے کی زوجہ کو اپنی طرف بلاتا ہے اور زید کی زوجہ غصہ ہو کر کہتی ہے کہ میں تمہاری بی بی بنی ہُوں وُہ بھی تمہاری بی بی ہے؛ زید جواب میں کہتا ہے کہ ہاں ہمارا مال ہے ہم کو اختیار ہے۔

(۸) بیان حلفی گردھاری لال: میں نے بچشم دیکھا کہ زید اپنے لڑکے کی زوجہ کو زبردستی ہاتھ پکڑ کر اندر مکان کے لے گیا وُہ ہر چند منع کرتی رہی کہ چچا کیا کرتے ہو، مگر ہرگز نہ مانا۔

(۹) بیان حلفی رحمت حسین چچا کریم بخش دختر کے دادا: بزبانی لڑکی ہم کو یہ معلوم ہُوا کہ میری خوشدامن کی عدم موجودگی میں میرے خسر نے بوقت بارہ بجے دن کے جبکہ میں روٹی پکاتی تھی مجھ کو اپنے پاس بُلا کر زبردستی کی اور گالی وغیرہ دی، قریب ایک گھنٹہ مجھ کو اپنے پاس کھڑا کیا اور میرے ہاتھ میں کاٹا، بعدہٗ مجھ سے بوس کنار کیا، میں نے بحجاب صرف اتنا کہا مگر دیگر رشتہ داروں سے صاف صاف کہا حقہ بیان کیا کہ میرے خسر نے مجھ سے زنا کیا۔ ہم کو کافی یقین ہوگیا کہ درحقیقت صحیح ہے بدیں وجہ ہم کو سخت رنج و ملال ہوا رشتہ دار گواہ موجود ہیں۔

(۱۰) بیان حلفی مسماۃ غفورن: میرے گھر سب کے سامنے بیان کیا کہ میرے خسر نے مجھ کو دو گھنٹہ ڈانٹ ڈپٹ کی اور مجھ کو اپنے سامنے کھڑا کیا بعدہٗ میرے ساتھ زنا کیا۔

(۱۱) بیان حلفی گھسن بھوپا صاحب: جبکہ ہم نے دریافت کیا اور کہا کہ سچ کہو یہ کیا قصہ پھیلا ہوا ہے تو اُس نے کہا کہ واقعی میرے خسر نے میرے ساتھ زنا کیا۔

اب صورتِ مذکورہ بالا میں زنا ثابت ہُوا یا نہیں؟ اور یہ عورت زید کے لڑکے پر حلال رہی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایسے بیہودہ بے معنی و بے اصل گواہوں سے زنا تو قیامت تک ثابت نہیں ہوسکتا جب تک

marfat.com

چار مرد عاقل بالغ مسلمان پرہیزگار دیندار جو کسی کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہوں نہ کسی صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں نہ خفیف الحرکات ہوں حلف شرعی کے ساتھ شہادت دیں، انھوں نے ایک وقت معیّن میں زید کو ہندہ کے ساتھ زنا کرتے ہوئے اپنی آنکھ سے یوں مشاہدہ کیا جیسے سُرمہ دانی میں سلائی، اس وقت تک زنا شہادت سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ ان شرطوں میں ایک بات بھی کم ہوگی تو خود گواہی دینے والے شرعاً اسّی اسّی کوڑوں کے مستحق ہوں گے مثلاً تین مسلمان پرہیزگار دیندار نے ویسی گواہی کہ سُرمہ دانی میں سلائی کی طرح ہم نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا اور چوتھے نے یہ گواہی دی کہ میں نے دونوں کو سراپا برہنہ ایک پلنگ پر بیٹھے ہوئے اور باہم لپٹے ہوئے دیکھا زنا ثابت نہ ہوگا اور پہلے تین کو اسّی اسّی کوڑوں کا حکم ہوگا یا چاروں مرد مسلمان عاقل بالغ پرہیزگار دیندار نے گواہی دی کہ ہم نے اپنی آنکھ سے سُرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا مگر دو نے کہا کل دیکھا، دو نے کہا آج، یا تین نے کہا صبح دیکھا اور ایک نے کہا تیسرے پہر سب کی گواہیاں مردود، اور زنا ثابت نہیں۔ اور سب پر اسّی اسّی کوڑوں کا حکم ہوگا۔ ایسی سخت شہادت کا معاملہ وہ ان ناپاک وبیہودہ گواہوں سے ثابت ہوسکتا ہے جن میں خیالی رام و گردھاری لال تک موجود ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور عورتوں کی گواہیاں زنا کے بارے میں مطلقاً مردود ہیں اگرچہ تین مردوں کے ساتھ نو عورتیں گواہ ہوں، باقی دو ایک ہیں وہ سُنی سنائی گواہی دو کوڑی کے مال میں بھی مقبول نہیں نہ کہ زنا میں، جتنے گواہان مذکور ہیں سب پر توبہ فرض ہے اور کوڑے تو اسلامی سلطنت میں ہوتے غرض زنا تو بالائے طاق رہا، اب اتنی بات کہ زید کا اپنی بہو سے بارادۂ فاسد مثلاً بوس وکنار کرنا جس سے وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہوجائے، ان گواہوں سے اصلاً اس کا بھی کہیں ثبوت نہیں سب سُنی سنائی کہتے ہیں کوئی زوجۂ زید کی زبانی کوئی اس کی بہو کی زبانی، صرف ایک نبی بخش کی گواہی اتنی ہے کہ اُس نے اپنے کان سے زید کو جواب دینے میں سُنا کہ میرا مال ہے اور ممکن ہے کہ محمد بخش نے بھی ایسا ہی کہا ہو کہ اُس کی گواہی کو مثل نبی بخش کہا ہے، یہ دو شخص پرہیزگار قابل قبول شرع ہوں بھی تو سائل نے بیان کیا کہ ان دونوں سے پردہ ہے اُنھوں نے سُنا تو باہر سے سُنا، اور باہر سے سُنی ہوئی گواہی مردود ہے لان النغمة تشبه النغمة کما فی العلمگیریة وغیرھا[1] (آواز، دوسری آواز کے مشابہ ہوسکتی ہے جیسا کہ عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ ت) تو اتنی بات بھی اصلاً ثابت نہیں اور وہ عورت اپنے شوہر پر حلال ہے ہاں اگر شوہر خود تصدیق کرے کہ اُس کے باپ نے اُس کی عورت کے ساتھ بدنیتی سے کچھ افعال مثل بوس وکنار کئے تو البتہ عورت اس پر حرام مانی جائے گی کہ اس نے اُس کا حرام ہونا تسلیم کیا اُس پر لازم ہوگا کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے اور پھر کبھی اس سے نکاح نہ کرسکے گا، اور اگر شوہر تصدیق نہ کرے تو کچھ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۲

marfat.com

مسئلہ ۲۶۸ محمد اختر حسین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کافرہ عورت کے ساتھ اگر کوئی شخص زنا کرے مع اس کی رضا کے، اور خوف شر کا بھی نہ ہو، ایسی حالت میں کیا حکم ہے اور جو شخص اس امر کے جواز کا قائل ہو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زنا حرام ہے اور کافرہ ذمیہ کے ساتھ زنا کے جواز کا قائل ہو تو کفر ہے ورنہ باطل و مردود بہر حال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۹ شہر بریلی محلہ ذخیرہ مسئولہ حبیب اللہ صاحب حجام ۵ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بی بی اپنے بہنوئی کے تنہا ہونے کی وجہ سے اپنی بہن کے فوت ہو جانے کے بعد اس کو روٹی وغیرہ تیار کرکے اس کو ہر طرح کا عیش آرام دیتی رہی، چند روز کے بعد بہنوئی کی دلی محبت پیدا ہو گئی۔ ایک روز زید نے اپنی بی بی کو بہنوئی سے ہم بستر دیکھ کر اپنے مکان پر آنے سے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا تب زید نے اپنے محلہ والے اور برادری والوں کو جمع کرکے حلف اٹھوایا اور لعنتی طور پر سمجھایا، اس کے بہنوئی نے قسم کھائی کہ اگر میں نے آج تک اس کے ساتھ برا کام کیا ہو تو اپنی ماں بہن اور لڑکی کے ساتھ برا کام کیا ہو، چند روز کے بعد رات کے بارہ یا ایک بجے پر خود چشم دید خوب اچھی طور پر دیکھتا رہا مگر بسبب مجبوری کے اس سے کچھ نہ کہہ سکا۔ زید نے مجبور ہو کر دوبارہ محلہ والوں کو اور برادری والوں کو جمع کرکے طلاق دے دی، اس کے دو تین روز کے بعد وہ اپنے بہنوئی کے یہاں چلی گئی، ابھی تک کسی کو دونوں کا نکاح ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے برادروں نے اس کے کنبہ والے اور عورت کو اور اس کے بہنوئی کو برادری سے علیحدہ کر دیا، اگر اس کے کنبے والا یا اس کا برادری والا اس کے شریک ہوں تو شرع شریف ان کے بارے میں کیا کہتی ہے؟

الجواب

عورت اور اس کے بہنوئی پر توبہ فرض ہے اور عدت کے اندر اس کا چلے جانا یہ دوسرا حرام تھا اس پر فرض ہے کہ عدت اپنے شوہر کے یہاں پوری کرے اگر نہ مانے تو برادری سے جو سزا اسے دی گئی ہے ضرور قائم رکھی جائے کہ اس ملک میں یہی سزا باقی ہے نیز اس کا بہنوئی اگر توبہ نہ کرے تو اس پر بھی یہی حکم ہے بعض لوگ کہ اس سزا کو توڑیں وہ مصلحت شرعیہ کے مخالف ہوں گے اور ان کے فعل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک یہ سزا جو یہاں ہاتھ میں رہ گئی ہے یہ بھی اٹھ جائے اور پنچائتی قوموں کے لوگ بھی اوروں کی طرح ہر گناہ میں آزاد ہو جائیں یہ خود جرم ہے اور مجرموں کی حمایت، لہٰذا اگر باز نہ آئیں تو یہ بھی برادری سے خارج

marfat.com

کرنے کے قابل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶ شہر شاہجہان پور تارین گلی بر مکان حضرت قاری صاحب مرحوم مولوی حکیم سید محمد آزاد یزدانی حسرت شاہجہان پوری ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محرماتِ ابدی یعنی ماں بہن وغیرہ سے جان بوجھ کر نکاح اور صحبت کرے تو اس پر حدِ شرعی نہیں آتی۔ یہ مسئلہ ہدایہ جلد ۱ ص ۴۶۶، کنز اردو ص ۱۷۵، ہدایہ مترجم فارسی جلد ۲ ص ۳۴ میں ہے۔ آیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

گناہ تین قسم ہیں:

ایک ہلکے کہ حد کی حد تک نہ پہنچے، جیسے اجنبیہ سے بوس و کنار، ان پر حد مقرر نہیں ہوگی کہ اُن کی مقدار سے زیادہ ہے، اور مولیٰ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کسی مجرم کو اس کی حدِ جُرم سے زیادہ سزا دے۔ ایسے گناہوں پر تعزیر رکھی جاتی ہے۔

دوسرے وہ اخبث درجہ کے گناہ کہ حد کی حد سے گزرے ہوئے ہیں جیسے صورۃ مذکورۂ سوال۔ ان پر بھی حد نہیں رکھی جاتی کہ حد اس گناہ سے پاک کردینے کی ہوتی ہے اور ایسا خبیث گناہ اس حد سے پاک نہیں ہوتا۔

تیسرے متوسط درجہ، اُن پر حدود ہیں۔ اس کی نظیر پیشاب اور شراب، پیشاب شراب سے خبیث تر ہے کہ کبھی شریعت میں اس کی ایک بُوند حلال یا طاہر نہ ٹھہر سکی بایں ہمہ شراب پینے پر حد ہے اور پیشاب پینے پر حد نہیں، یُونہی اجنبیہ سے زنا پر حد ہے اور محارم سے نکاح پر نہیں کہ وہ خبیث کام ہے جسے حد سنبھال نہیں سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷ از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ ضلع ایٹہ مسئولہ سید غلام شبّر ۲۰ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بیوہ زنِ پارسا مکان سے تفریحاً شب ماہ میں بین المغرب والعشاء دروازہ کے سامنے مشرق و مغرب پچاس قدم کے فاصلہ سے اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ ٹہلتی تھی اور ہندہ کا چچا زاد بھائی زید بھی ساتھ تھا ہندہ نے جبکہ آگے شارع عام کی طرف بڑھنے کا قصد کیا تو زید مانع ہوا اور کہا مردانہ مکان ہے یہ مقام شارع عام ہے بس آگے نہ جائیے اندر زنانے میں چلئے۔ یہ کہہ کر زید نے ہندہ کے پس پشت سے ہندہ کے بازو پکڑ کر دروازے کی طرف پھیر دیا، ہندہ نے زید کے کلام کی تردید کی اور چند قدم مردانے مکان کی طرف جاکر پھر از خود زنانے مکان میں چلی گئی، چند روز بعد جبکہ ہندہ سے کئی نامشروع حرکات سرزد ہوچکیں اور زید پھر مانع ہُوا اس وقت ہندہ نے اس کا اظہار کیا کہ زید نے بھی فلاں روز میرے جسم کو بدنیتی سے

marfat.com

ہاتھ لگایا تھا یعنی مذکور بالا واقعہ کا اظہار کیا، زید نے جواب دیا کہ میری روک ٹوک یا جسم کو ہاتھ لگانا واللہ باللہ کسی بدنیتی سے نہ تھا اگر آپ کے نزدیک وُہ بدنیتی تھی یا اب ہے تو میں ضرور مستحقِ سزا ہُوں آپ یا تو مجھے معاف فرمائیں یا از رُوئے کتاب وسنّت سزا دیں مجھے ہرگز عذر نہیں کہ میرا ہر امر آپ کے متعلق کتاب وسنّت کے خلاف نہ تھا اور نہ ہے اور نہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اب ہندہ کو پُورا گمانِ بد زید کی جانب سے ہے لہذا جواب عطا ہو کہ زید کا یہ فعل ونیت ظاہری اور ہندہ کی یہ حرکت وتردید کتاب وسنت میں کیسی ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں ہندہ کا گناہگار وبیجا ہونا ظاہر ہے، رہا زید بیان مذکور سے اس کا اصل مقصود ہندہ کو بُری بات سے منع کرنا اور بیجیائی سے روکنا معلوم ہوتا ہے اس پر وہ مستحقِ اجر ہے نہ کہ سزا وایذا وزجر۔ پھر اس کا پس پشت سے ہندہ کے بازو پکڑ کے شارع عام سے مکان کی طرف پھیر دینا اگر اس طرح ہو کہ اس کے ہاتھوں اور ہندہ کے جسم میں موٹا کپڑا حائل تھا کہ جسم ہندہ کی گرمی اس کے ہاتھوں کو پہنچنے سے مانع ہوا جب تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اگر ایسا نہ تھا بلکہ ہندہ کے کسی حصۂ جسم کو اس کا ہاتھ بلا حائل پہنچا یا حائل باریک تھا کہ گرمی محسوس ہونے سے مانع نہ ہوا تو بیشک زید پر الزام ہے اور اس پر توبہ فرض، اُسے چاہئے تھا کہ زبانی ممانعت پر قناعت کرتا یا موٹا کپڑا حائل رکھ کر پھیرتا یا اگر وُہ بغیر اس کے نہ مانتی پھر بھی وُہ بدنیتی جس کا ہندہ اتہام رکھتی ہے ثابت نہیں، یہ بھی اس کے افعالِ شنیعہ سے ایک فعل ہے کہ مسلمان پر تہمت رکھتی ہے، اُس کے اقارب پر اس کا بند وبست لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۲ از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ ضلع ایٹہ مسئولہ سید غلام شبّر ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید زنِ شوہردار سے کہ اُس کی بھاوج ہے مزاح کرتا ہے اور فحش مزاح اور ہاتھا پائی کو بھی جائز رکھتا ہے بلاوسوا اس موقع بے موقع اس کے جسم کو ہاتھ لگانا مَس کرنا روا جانتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا یہ فعل مزاحًا ہے کہ میں اس کے شوہر کے رُوبرو بھی ایسا ہی مذاق کرتا ہُوں اور مذاق میں زید زنِ مذکور کی ٹانگیں پکڑ کر ایک پلنگ سے دوسرے پلنگ پر اور دوسرے سے تیسرے پلنگ پر گھسیٹتا ہے اور اقربائے فریقین بھی اس کو دیکھ کر کچھ بھی تعرض نہیں کرتے تو کیا شرعًا یہ حرکت اور اقربا کا سکوت جائز ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ حرکات حرام ہیں اور ایسا مزاح ابلیسی مزاح ہے اور اگر شوہر واقعی دیکھتا اور اس پر راضی ہوتا ہے یا بقدرِ قدرت منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اور دیوث پر جنّت حرام ہے، نیز اقارب فریقین جو منع نہیں کرتے

marfat.com

شریکِ گناہ ومستحقِ عذاب ہیں،

قال اللہ تعالٰی کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وُہ ان بدکرداروں کو بُرائی سے منع نہ کرتے تھے البتہ جو وُہ کرتے تھے بہت بُرا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۳ ازموضع علی پور ضلع ٹیرا مسئولہ منصب علی صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نابالغ یا بالغ نے بکری یا گائے یا بھینس کے ساتھ مجامعت کی اس شخص کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ اور نیز اس جانور کا گوشت کھانا یا پالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

نابالغ کو تنبیہ کریں بالغ پر تعزیر ہے جس کا اختیار حاکم کو ہے، وُہ جانور ذبح کرکے فنا کردیا جائے، گوشت کھال جلائیں، پالا نہ جائے۔ درمختار میں ہے:

لایحد بوطئ بھیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بھا حیۃ ومیتۃ مجتبٰی[2]۔

حیوان سے بدفعلی پر حد نہیں ہے بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے اور جانور کو ذبح کرکے جلا دیا جائے کیونکہ اس جانور مُردہ یا زندہ سے انتفاع حاصل کرنا مکروہ ہے، مجتبٰی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا اذا کانت مما لایؤکل فان کانت تؤکل جاز اکلھا عندہ وقالا لاتحرق ایضا زیلعی ونھر[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ حکم اس جانور کے متعلق ہے جس کو کھایا نہیں جاتا، اور اگر اس کو کھایا جاتا ہو تو کھانا جائز ہے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا اسکو جلایا بھی نہ جائے زیلعی ونھر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۷۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ ایسے شخص سے ملنا اور

---

[1] القرآن الکریم ۵/۷۹

[2] درمختار باب الوطؤ الذی یوجب والذی لایوجبہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۰

[3] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۵۵

marfat.com

راہ ورغبت کرنا کیسا ہے جو باوجود تنبیہ لوگوں کے اپنی بہن بھانجی زانیہ کو اپنے گھر سے نہیں نکالتا ہے اور نہ اُس سے ملنا ترک کرتا ہے اور ایک بار حلف بھی اُٹھا چکا ہے کہ نہیں ملوں گا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس شخص پر اتنا واجب ہے کہ اُس عورت کو سمجھائے فہمائش کرے، اگر کسی سختی جائز پر قدرت رکھتا ہو اُسے بجالائے، جو بندوبست اس کے ہاتھ میں ہو اُس میں کوتاہی نہ کرے۔ اگر یہ شخص سب باتیں کرتا ہے اور وہ باز نہیں آتی تو اُس کا وبال اُسی پر ہے اس پر کچھ نہیں کہ اللہ تعالٰی ایک کے گناہ میں دوسرے کو نہیں پکڑتا۔

قال تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخری[1]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی جان دوسرے کا بوجھ (گناہ) نہیں اٹھائے گی۔ (ت)

اور اگر یہ شخص اُس کی اس حرکت پر ناراض ہے مگر فہمائش وغیرہ میں کمی کرتا ہے تو گنہگار ہوگا کہ نیک بات کا حکم دینا اور بُری بات سے روکنا جہاں تک اپنی قدرت میں ہو مسلمان پر ضرور ہے،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رای منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلك اضعف الایمان[2]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے کسی بُرائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے اور اگر ہاتھ سے طاقت نہ ہو تو زبان سے اگر اس سے بھی طاقت نہ رکھے تو پھر دل سے بُرا جانے، اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔ (ت)

مسلمان اسے فہمائش کریں اور اگر یہ شخص ان حرکات پر راضی ہو تو معاذ اللہ دیوث ہے مسلمان اُسے سمجھائیں، اگر باز نہ آئے تو اس سے میل جول چھوڑ دیں،

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (اللہ تعالٰی نے فرمایا) نصیحت یاد آنے کے بعد پھر ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴ و ۳۵/ ۱۸

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱

[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

marfat.com

مسئلہ ۲۷۵ از ڈیرہ غازی خان بلاک ۱۲ مرسلہ مولوی احمد بخش صاحب ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

حضرت ملک العلماء والفضلاء ثقتی و رجائی ادام اللہ تعالٰی ظلہ علٰی رؤس المستفیضین، نیاز بے انداز و شوق زیارت کے بعد جن کا کوئی حد اندازہ نہیں۔ گزارش اس پہاڑی علاقہ میں بعض واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ زانی و مزنیہ کو زنا کی حالت میں قتل کر ڈالتے ہیں، اور بعض واقعات یہ ہیں کہ جب اُن کے نزدیک عورت کا کسی بیگانہ کے ساتھ بیٹھتا ہُوا یا آتا جاتا ہُوا دیکھتے ہیں تو پہلے چند مرتبہ اُسے منع کرتے ہیں اور اس کے باز نہ رہنے کے بعد اُس عورت کو قتل کر دیتے ہیں اور اگر کرسکتے ہیں تو اُس شخص بیگانہ کو بھی نہیں چھوڑتے، بموجب شرع شریف ان دونوں صورتوں میں قاتل گنہگار رہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جناب مولٰنا المکرم ذی الفضل الاتم والمجد الاکرم دامت مکارمہ، اس سلسلہ میں اضطراب کثیر ہے اور وہ جو فقیر کو کتب معتمدہ دلائل شرعیہ سے تحقیق ہوا یہ ہے کہ صورت ثانیہ میں ان مرد و زن کا قتل محض حرام ہے، فقط آنے جانے اُٹھنے بیٹھنے کی سزا شریعت نے بھی قتل نہ رکھی، نہ اس قدر خلوت کو مستلزم، اور حق یہ کہ مجرد خلوت بلکہ دواعی پر بھی شرع مطہر نے قتل نہ رکھا اور سیاست کا اختیار غیر سلطان کو نہیں بلکہ سلطان کو بھی علی الاطلاق نہیں کل ذٰلك معلوم من الشرع بلاخفاء (یہ سب کچھ شرع سے بلاخفاء معلوم ہے۔ت)

لاجرم یہ ناحق قتل مسلم ہوا اور وہ سخت کبیرہ شدیدہ ہے اور قاتل پر قصاص عائد۔ صورت اولٰی میں بھی حکم مطلق نہیں بلکہ واجب کہ پہلے زجر و ضرب و قہر کریں اگر جُدا ہو جائیں تو اب عامہ کو اس کا قتل حرام ہے، ہاں شہادات اربع گزریں یا مروجہ شرعی چار مجلسوں میں چار اقرار ہوں تو اُن میں جو محصن ہو سلطان اُسے رجم فرمائے گا، نہایہ امام سغناقی پھر عالمگیریہ میں ہے:

سئل الھندوانی رحمہ اللہ تعالٰی عن رجل وجد مع امرأتہ رجلا ایحل لہ قتلہ قال ان کان یعلم انہ ینزجر عن الزنا بالصیاح والضرب بمادون السلاح لایحل وان علم انہ لاینزجر الا بالقتل

امام ہندوانی سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر کو بدفعلی کرتے ہوئے موقعہ پر پائے تو اس کو جائز ہوگا کہ اس غیر مرد کو موقعہ پر قتل کر دے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا اگر خاوند کو یقین ہو کہ یہ زانی شور مچانے یا پٹائی کرنے سے باز آجائے گا تو قتل کرنا حلال نہ ہوگا اور اگر خاوند کو یقین ہو کہ ڈانٹ ڈپٹ سے باز نہ آئے گا بلکہ قتل

marfat.com

حل له القتل وان طاوعته المرأة حل له قتلها ایضاً[1] کذا فی النهایة۔

ضروری ہے تو قتل کرنا حلال ہوگا، اور اگر بیوی کی مرضی اس میں شامل ہے تو اس کو بھی قتل کرنا ہوگا جیسا کہ نہایہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر نہ مانیں تو اس صورت میں اگرچہ زانی کو مطلقاً اور عورت کو بھی اگر مکرہہ نہ ہو صرف عین حالتِ اشتغال میں نہ بعد اس سے فراغ کے قتل ازالۂ منکر ہے اور اس کے لئے سلطان ہونا شرط نہیں۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہٖ[2] الحدیث۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے۔ الیٰ آخر الحدیث۔ (ت)

پھر ہندیہ میں ہے:

قالوا الکل مسلم اقامۃ التعزیر حال مباشرۃ المعصیۃ اما بعد المباشرۃ فلیس ذلک لغیر الحاکم قال فی القنیۃ رأی غیرہ علی فاحشۃ موجبۃ للتعزیر فعزرہ بغیر اذن المحتسب فللمحتسب ان یعزر المعزر ان عزرہ بعد الفراغ منہا[3]۔

فقہاء نے فرمایا: گناہ میں مصروف کو روکنے کے لئے ہر مسلمان کو تعزیر کا حق ہے، لیکن گناہ سے فراغت کے بعد کسی پر تعزیر لگانا صرف حاکم کا حق ہے۔ قنیہ میں فرمایا: کسی غیر کو ایسے گناہ میں مصروف پایا جس پر تعزیر واجب ہوسکتی ہے تو محتسب کی اجازت کے بغیر تعزیر لگائی تو جائز ہے اور اس گناہ سے فراغت کے بعد تعزیر لگانے والے کو محتسب چاہے تو تعزیر لگا سکتا ہے۔ (ت)

مگر یہ امر فیما بینہ وبین اللہ ہے حاکم نہ مانے گا اور جب تک بینۂ عادلہ سے ثبوت نہ دے اُسے قتل کریگا یا اگر مقتول معروف ومشہور بخباثت وشرور وعادت زنا وفجور ہے قاتل سے اس کا خوں بہا لے گا۔ درمختار میں ہے:

الاصل ان کل شخص رأی مسلما یزنی ان یحل له قتله وانما یمتنع خوفا من ان لایصدق انه زنی[4]۔

قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو زنا میں مصروف پائے تو ہر شخص کو اسے قتل کرنا حلال ہے اور اس خوف سے کہ قتل کے بعد قاضی کے ہاں اس کا زنا ثابت نہ کرسکے گا قتل سے باز رہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ | فصل فی التعزیر | نورانی کتب خانہ پشاور | ۲/ ۱۶۷

[2] صحیح مسلم | کتاب الایمان | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۵۱

[3] فتاوٰی ہندیہ | فصل فی التعزیر | نورانی کتب خانہ پشاور | ۲/ ۱۶۷

[4] درمختار | باب التعزیر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۳۲۶

marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

عزاه بعضهم ايضا الى جامع الفتاوى و حدود البزازية وحاصله انه يحل ديانة لاقضاء فلا يصدقه القاضى الا ببينة والظاهر انه يأتى هنا التفصيل المذكور فى السرقة وهو ما فى البزازية وغيرها ان لم يكن لصاحب الدار بينة فان لم يكن المقتول معروفا بالشر والسرقة قتل صاحب الدار قصاصا وان كان متهما به فكذلك قياسا وفى الاستحسان تجب الدية فى ماله لورثة المقتول لان دلالة الحال اورثت شبهة فى القصاص لا فى المال۔[1]

اس بات کو بعض نے جامع الفتاوٰی اور بزازیہ کے باب الحدود کی طرف بھی منسوب کیا ہے ، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بات دیانۃً جائز ہے قضاءً نہیں لہذا قاضی زنا کو بغیر گواہی کے تسلیم نہ کرے گا ، اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں وُہ تفصیل مراد ہوگی جو سرقہ کے باب میں بیان ہُوئی ہے اور وُہ بزازیہ وغیرہ میں یُوں ہے (گھر والے نے چور کو موقعہ پر قتل کر دیا) تو گھر والے کے پاس چوری پر گواہ نہ ہوں اور وہ مقتول جرائم اور چوری میں مشہور بھی نہ ہو تو قاضی قاتل کو قصاص کے طور پر قتل کرے گا ، اور مقتول چور اگر چوری میں مشہور ہے تو قیاس پھر بھی یہی حکم کرتا ہے جبکہ استحسان یہ ہے کہ اس صُورت میں گھر والے قاتل کو قتل کی بجائے دیت لازم ہوگی جو مقتول کے ورثاء کو دینی ہوگی کیونکہ موقعہ نے قصاص کے متعلق شُبہہ پیدا کیا جس کی وجہ سے قتل نہ کیا جائے گا لیکن مالی سزا یعنی دیت میں شُبہہ پیدا نہ کیا۔ (ت)

یہ ہے وُہ جو فقیر کے نزدیک منقح ہوا ،

وها انا اذكر لكم فى الدر المختار و ما عارضه به فى رد المحتار و ما تكلمت عليه فى جد الممتار ليتجلى الامر جلاء النهار و ما توفيقى الا بالعزيز الغفار قال فى تنوير الابصار والدر المختار (ويكون) التعزير (بالقتل

اور اب میں آپ کو درمختار اور اس پر ردالمحتار نے جو معارضہ پیش کیا اور پھر میں نے جدالممتار میں جو اس پر کلام پیش کیا ہے ، پیش کرتا ہُوں تاکہ روزِ روشن کی طرح معاملہ واضح ہوجائے جبکہ مجھے صرف اللہ تعالٰی سے توفیق حاصل ہُوئی ، تنویر الابصار اور درمختار میں فرمایا : (تعزیر کے طور پر قتل کی صورت یہ ہے) مثلاً

[1] ردالمحتار باب التعزیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۸۰

marfat.com

كمن وجد رجلاً مع امرأة لا تحل له،
ولو اكرهها فلها قتله ودمه هدر
وكذا الغلام وهبانية (ان كان
يعلم انه لا ينزجر بصياح و
ضرب بما دون السلاح و الا)
بان علم انه ينزجر بما
ذكر (لا) يكون بالقتل (وان
كانت المرأة مطاوعة قتلهما)
كذا عزاه الزيلعي للهندواني
ثم قال (و) في منية المفتي
(لوكان مع امرأته و
هو يزني بها او مع محرمه
وهما مطاوعان قتلهما
جميعا) اھ واقره في الدرر
قال في البحر ومفاده الفرق
بين الاجنبية والزوجة والمحرم
فمع الاجنبية لا يحل القتل
الا بالشرط المذكور من
عدم الانزجار المزبور
وفي غيرها يحل (مطلقا) اھ
ورده في النهر بما في
البزازية وغيرها من التسوية
بين الاجنبية و غيرها
و يدل عليه تنكير
الهندواني للمرأة، نعم

ایک شخص نے کسی مرد کو غیر محرم عورت کے ساتھ پایا تو اگر عورت
سے جبراً زنا کر رہا ہو تو اس عورت نے زانی کو موقعہ پر
قتل کر دیا یا لڑکے سے جبراً بدفعلی کرتے ہوئے لڑکے نے
اس کو قتل کر دیا ہو تو یہ قتل مباح ہوا اور اس کا خون معاف
ہے، وہبانیہ۔ بشرطیکہ قتل کرنے والے کو یقین ہو کہ یہ
شور مچانے یا ہتھیار سے کم کی ضرب سے باز نہ آئے گا۔
(ورنہ) اگر معلوم ہو کہ مذکورہ کوشش سے باز آ جائیگا
تو پھر (روا نہیں) یعنی باز کرنے کے لئے قتل مباح نہیں ہے
اور اگر (مرد کے ساتھ عورت بھی مرضی سے مبتلائے زنا ہو
تو موقعہ دیکھنے والا دونوں کو قتل کر دے) اس کو
زیلعی نے ہندوانی کی طرف ایسے ہی منسوب کیا ہے۔
پھر کہا (اور) منیۃ المفتی میں ہے (اگر اس کی بیوی کے
ساتھ کوئی زنا میں مصروف ہے یا اس کی محرم عورت کے
ساتھ مصروفِ زنا ہے اور دونوں کی مرضی شامل ہے تو
دونوں کو قتل کر دے) اھ، اور اس بات کو دُرر میں
ثابت رکھا ہے، اور بحر میں فرمایا کہ اس بحث کا مفاد
یہ ہے کہ اجنبی عورت اور اپنی بیوی یا محرم عورت میں
فرق ہے کہ اجنبی عورت کے ساتھ مصروف زنا پائے تو
مذکورہ شرط کہ شور یا ہتھیار کے بغیر باز نہ کے بغیر
قتل حلال نہ ہوگا، اور اجنبی عورت کے غیر یعنی بیوی یا محرم
عورت کی صورت میں قتل حلال ہے (مطلقاً) اھ، اور
اس کو نہر میں بزازیہ وغیرہ کے بیان پر کہ تمام عورتوں
یعنی اجنبی اور غیر اجنبی کا معاملہ مساوی ہے، رد کیا
ہے۔ اور اس پر ہندوانی کے بیان میں عورت کو
نکرہ ذکر کرنا بھی دلالت کرتا ہے کہ کوئی عورت ہو،

marfat.com

مافی المنیة مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامهم، ولذا جزم فی الوهبانیة بالشرط المذکور مطلقا وهو الحق بلا شرط احصان لانه لیس من الحد بل من الامر بالمعروف وفی المجتبی الاصل ان کل شخص رأی مسلما یزنی انه یحل له قتله وانما یمتنع خوفا من ان لایصدق انه زنی[1] وکتبت علیه فی جد الممتار **قوله** وفی غیرها یحل **اقول** المقصود ازالة المنکر ومهما حصل بغیر القتل تعین ذلک الغیر ولیست السیاسة لغیر الامام والقتل فی الزوجة والمحرم دون الاجنبیة لایکون الا انتصارا لنفسه وازالة المنکر للّٰه عزوجل ولا فرق فیه بین الاجنبیة وغیرها فالکل اماء اللّٰه تعالٰی علی السواء وفیه حدیث سعد بن عبادة رضی اللّٰه تعالٰی عنه ونهی النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ایاه عن القتل فالحق عندی التسویة بین النساء والتقیید لعدم الانزجار بغیر القتل مطلقا

اگرچہ منیۃ المفتی میں اطلاق ہے، تو اس مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا تاکہ سب کا کلام متفق قرار پائے۔ اسی لئے وہبانیہ نے مذکورہ شرط کا مطلقاً جزم کیا ہے اور یہی حق ہے اس قتل میں کسی کا شادی شدہ ہونا شرط نہیں کیونکہ یہ موقعہ کا قتل حد نہیں بلکہ امر بالمعروف کی صورت ہے۔ اور مجتبٰی میں ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو زنا میں مصروف پائے تو اس کو قتل کرنا حلال ہے لیکن بعد میں زنا ثابت نہ کر سکنے کے خوف سے قتل نہ کرے۔ میں نے تنویر اور درر کی اس عبارت پر جد الممتار میں یہ لکھا ہے **قولہ** کہ غیر اجنبی عورت میں حلال ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) مقصود تو برائی کا ازالہ کرنا ہے تو جب تک قتل کے بغیر ازالہ ممکن ہو تو یہ غیرِ قتل کی صورت متعین قرار پائے گی۔ جبکہ سیاسۃً قتل کرنا امام وقت کے غیر کے لئے جائز نہیں ہے۔ اور بیوی اور محرمہ کے معاملہ میں قتل کرنا تو اپنے مفاد کے لئے ہے جبکہ برائی کا ازالہ اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے ہوتا ہے۔ اس معاملہ میں اپنی اور اجنبی عورت برابر ہیں۔ تمام عورتیں اللہ تعالٰی کی باندیاں ہونے میں برابر ہیں اس حکم میں مساوات کے بارے میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ان کو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے قتل سے منع فرمایا۔ تو میرے نزدیک اجنبی اور غیر اجنبی عورت کا معاملہ مساوی ہے لہذا قتل کے جواز کے لئے قتل کے بغیر باز نہ آنے والی شرط عام ہے

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

marfat.com

كما مشى عليه الشارح المدقق متابعا للعلامة مدقق عمر بن نجيم رحمهم الله تعالٰى ۔

قوله ويدل عليه تنكير الهندواني للمرأة **اقول** بل هو نص جوابه فانه انما سئل عمن وجد مع امرأته رجلا كما في الهندية عن النهاية فشمل الحكم المحارم بدلالة المساواة والاجنبية بدلالة الاولوية فالتنكير من الناقلين عنه ما معنى[1] اھ ما كتبت عليه ۔

وقال فی رد المحتار **قوله** (مع امرأته) ظاهره ان المراد الخلوة بها وان لم يرمنه فعلا قبيحا كما يدل عليه ما يأتی عن منية المفتی كما تعرفه فافهم (قوله فلها قتله) ای ان لم يمكنها التخلص منه بصياح او ضرب والا لم تكن مكرهة فالشرط الآتی معتبر هنا ايضا كما هو ظاهر ثم رأيته فی فی كراهة شرح الوهبانية ونصه لو استكره رجل امرأة لها قتله وكذا

جیسا کہ اس کو شارح نے علامہ مدقق عمرو بن نجیم کی پیروی میں سب میں جاری مانا ہے رحمہم اللہ تعالٰی ۔

قولہ اس پر ہندوانی کا عورت کو نکرہ ذکر کرنا دلالت کرتا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) بلکہ انھوں نے اپنے جواب میں اسکو نصًا ذکر کیا ہے کیونکہ ان سے سوال یہ ہوا تھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو مصروفِ زنا پائے، جیسا کہ ہندیہ میں نہایہ سے منقول ہے تو ان کے جواب کا حکم محرمہ عورت کو بیوی کی مساوات سے اور اجنبی عورت کو اولویت کی وجہ سے سب کو شامل ہوا تو ہندوانی کے جواب کو نقل کرنے والوں کی تنکیر کا کوئی معنٰی نہیں ہے۔ میرا حاشیہ ختم ہوا۔ (ت)

وقال فی رد المحتار (اور ردالمحتار میں فرمایا) **قولہ** "اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پایا" اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ خلوت میں ہو اگرچہ بدفعلی میں مصروف نہ دیکھے، جیسا کہ آئندہ منیۃ المفتی کی عبارت اس پر دلالت کررہی ہے آپ کو معلوم ہوجائیگا تو غور کرو، **قولہ** فلھا قتلہ یعنی اگر عورت اس سے شور مچانے یا ہتھیار کے بغیر کسی ضرب سے چھٹکارا نہ پائے تو قتل کرے، ورنہ اگر چھٹکارا ممکن ہو تو پھر عورت مجبور نہ ہوگی (جبکہ قتل کا جواز صرف مجبور عورت کے لئے ہے) تو یہاں بھی آئندہ ذکر ہونیوالی شرط معتبر ہے، جیسا کہ ظاہر ہے پھر میں نے اسکو وہبانیہ کی شرح کی کراہت کے باب میں دیکھا، جس کی عبارت

[1] جد الممتار علی رد المحتار

marfat.com

الغلام فان قتله فدمه هدر
اذا لم يستطع منعه الا بالقتل اھ
فافهم قوله (ان كان يعلم)
شرط للقتل الذي تضمنه
قوله كمن وجد رجلا قوله (و
مفاده الخ) توفيق بين العبارتين
حيث اشترط في الاولى العلم
بانه لا ينزجر بغير القتل
ولم يشترط في الثانية
فوفق بحمل الاولى على
الاجنبية والثانية على
غيرها وهذا بناء على
ان المراد بقوله في الاولى
مع امرأة اي يزني بها
وما يأتي الكلام عليه قوله
(مطلقا) زاد المصنف على عبارة
المنية متابعة لشيخه صاحب
البحر قوله بما في البزازية
وغيرها) اي كالخانية ففيها
لو رأى رجلا يزني بامرأته
او امرأة اخر وهو محصن
فصاح به فلم يهرب ولم يمتنع
عن الزنا حل له قتله ولا
قصاص عليه اھ قوله
(فيحمل على المقيد) اي

یہ ہے: اگر کسی شخص نے عورت کو زنا پر مجبور کیا تو عورت
کے لئے اس کو قتل کرنا جائز ہے، اور یوں ہی لڑکے
کو بدفعلی پر مجبور کرنے پر لڑکے کا اس کو قتل کرنا جائز ہے
اس صورت میں خون معاف ہوگا بشرطیکہ قتل کے
بغیر روکنے کا کوئی چارہ نہ ہو اھ، تو غور کرو،
قولہ (ان کان یعلم) یہ عبارت اس قتل
کے لئے شرط کا بیان جو اس کے قول "جیسے کوئی
کسی مرد کو پائے" کے ضمن میں مذکور ہے، قولہ
(ومفادہ) یہ عبارت دونوں مذکور عبارتوں میں
موافقت ہے جبکہ پہلی عبارت میں قتل کے بغیر
باز نہ آنے کے یقین کی شرط ہے اور دوسری عبارت
میں یہ شرط مذکور نہیں ہے تو انھوں نے پہلی عبارت
کو اجنبی عورت کے واقعہ پر محمول کیا، تو یہ اس
صورت میں ہے جب پہلی عبارت میں، عورت
کے ساتھ ہونے، کا مطلب 'زنا میں مصروف ہونا'
ہو، اور اس پر اعتراض آرہا ہے، قولہ
(مطلقا) یہ منیۃ المفتی کی عبارت پر مصنف نے
اپنے شیخ صاحب بحر کی اتباع میں زائد ذکر کیا،
قولہ (بما فی البزازیۃ وغیرھا)
یعنی جیسے خانیہ میں کہ اس میں ہے کہ کوئی کسی کو
اپنی بیوی یا دوسری عورت سے زنا میں مصروف
پائے اور وہ زانی شادی شدہ ہو تو اس نے اس پر
شور مچایا اس کے باوجود وہ زنا کو چھوڑ کر نہ بھاگا
تو دیکھنے والے کو جائز ہے کہ اسے قتل کر دے
اور اس پر قصاص نہ ہوگا، قولہ (فیحمل علی

marfat.com

يحمل قول المنية قتلهما جميعا
على ما اذا علم عدم الانزجار
بصياح اوضرب قلت وقد ظهر
لي في التوفيق وجه اخر و
هو ان الشرط المذكور انما
هو فيما اذا وجد رجلا مع امرأة
لا تحل له قبل ان يزني بها
فهذا لا يحل قتله اذا علم
انه ينزجر بغير القتل سواء
كانت اجنبية عن الواجد او
زوجة له او محرما منه اما
اذا وجده يزني بها فله قتله مطلقا
ولذا قيد في المنية بقوله و
هو يزني واطلق قوله قتلهما
جميعا وعليه فقول الخانية الذي
قدمناه انفا فصاح به غير قيد، و
يدل عليه ايضا عبارة المجتبى
الاتية، ثم رأيت في جنايات
الحاوي الزاهدي ما يؤيده
ايضا حيث قال رجل رأى رجلا
مع امرأته يزني بها او يقبلها
اويضمها الى نفسه وهي مطاوعة
فقتله او قتلهما لا ضمان عليه
ولا يحرم من ميراثها ان
اثبته بالبينة او بالاقرار، ولو

المقيد) یعنی منیہ کے قول دونوں کو قتل کرنے کو اس پر محمول
کیا جائے کہ جب معلوم ہو کہ شور یا کسی ضرب سے وہ باز نہ آئیگا (تو دونوں کو
قتل کر دے) مجھے یہاں دونوں عبارتوں میں موافقت
کی ایک اور وجہ ظاہر ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ مذکورہ
شرط وہاں ہوگی جہاں وہ عورت کے ساتھ
کسی کو پائے تو زنا میں مصروف ہونے سے قبل
قتل حلال نہ ہوگا، پھر جب اسے
یقین ہو کہ شور یا کسی اور ضرب سے باز آجائیگا
تو قتل حلال نہ ہوگا خواہ وہ عورت اجنبیہ ہو یا دیکھنے
والے کی بیوی یا محرمہ ہو، لیکن جب وہ اس کو
زنا میں مصروف پائے تو مطلقاً قتل جائز ہے اس لئے
منیہ میں زنا میں مصروف ہونے کی قید کو ذکر کیا، اور
دونوں کی قتل والی صورت میں اس قید کو ذکر نہیں
کیا، اس پر لازم آتا ہے کہ خانیہ کی سابق مذکورہ عبارت
تو اس نے اس پر شور مچایا، یہ قید
نہ ہوگی، جبکہ اس پر مجتبیٰ کی آنے والی عبارت بھی
دلالت کر رہی ہے، پھر میں نے حاوی زاہدی کے
جنایات کے باب میں دیکھا کہ اس کی عبارت بھی
اس کی تائید کر رہی ہے، جہاں انھوں نے فرمایا
کہ ایک شخص نے کسی کو اپنی بیوی سے زنا میں مصروف
یا بوس وکنار یا معانقہ کی حالت میں دیکھا جبکہ
بیوی کی مرضی بھی شامل تھی تو اس نے مرد یا دونوں
کو قتل کر دیا تو اس پر کوئی ضمان نہ ہوگا، اور بیوی
کی میراث سے بھی محروم نہ ہوگا بشرطیکہ بعد میں
وہ اس جرم کو گواہی یا اقرار سے ثابت کر سکے اور

marfat.com

رأى رجلا مع امرأته في مفازة خالية او راٰه مع محارمه هكذا ولم يرمنه الزنا و دواعيه قال بعض المشائخ حل قتلهما و قال بعضهم لا يحل حتى يرى منه العمل اى الزنا ودواعيه ومثله في خزانة الفتاوى اھ وفي سرقة البزازية لورأى في منزله رجلا مع اهله او جاره يفجر وخاف ان اخذه ان يقهره فهو في سعة من قتله ولوكانت مطاوعة له قتلهما فهٰذا صريح في ان الفرق من حيث رؤية الزنا وعدمها تأمل، قوله (مطلقا) اى بلافرق بين اجنبية وغيرها قوله (وهو الحق) مفهومه ان مقابله باطل، ولم يظهر من كلامه مايقتضى بطلانه، بل ما نقله بعده عن المجتبٰى يفيد[9] صحته وقد علمت مما قررناه مايتفق به كلامهم واما كون ذٰلك من الامر بالمعروف لا من الحد فلا[11] يقتضى اشتراط العلم بعدم الانزجار تأمل، قوله (بلاشرط احصان) رد على مافى الخانية من قوله وهومحصن كما قدمناه، وجزم به الطرطوسى قال في النهر

اگر اس نے اپنی بیوی یا اپنی محرمہ عورت کے ساتھ بیابان خالی جگہ میں کسی کو دیکھا لیکن زنا یا دواعی میں مصروف نہ پایا تو بعض مشائخ نے فرمایا اسکو دونوں کا قتل کرنا حلال ہے اور بعض نے فرمایا جب تک بدفعلی میں مصروف نہ پائے قتل کرنا حلال نہیں ہے، اور اسی طرح خزانۃ الفتاوٰی میں بھی مذکور ہے اھ، اور بزازیہ کے سرقہ کے باب میں ہے کہ، اگر وُہ اپنے گھر میں اپنی بیوی سے کسی شخص یا پڑوسی کو بدفعلی کرتے ہوئے دیکھ لے اور پکڑنے پر خطرہ محسوس کرے کہ زانی غالب رہے گا تو اس صورت میں اس کو قتل کرنے کا جواز ہے اور بیوی کو بھی جرم میں راضی و شریک پایا تو دونوں کو قتل کرنے کا جواز ہے، تو اس سے صراحۃً معلوم ہُوا کہ فرق بدفعلی میں مصروف پانے اور نہ پانے کا ہے، غور کرو۔ قوله (مطلقا) یعنی اجنبیہ اور غیر اجنبیہ کے فرق کے بغیر۔ قوله (هو الحق) یعنی اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا مقابل باطل ہے اس کے کلام سے بہ ظاہر نہیں ہوا کہ اس کا مقابل باطل ہے بلکہ اس کے بعد اس نے مجتبٰی کا جو کلام نقل کیا ہے اس سے اس کی صحت معلوم ہو رہی ہے، ہماری تقریر سے ان کے کلام کا متفق ہونا آپ کو معلوم ہو گیا. لیکن محض امر بالمعروف ہونا اور حد نہ ہونا، باز نہ آنے کے علم کی شرط کو نہیں چاہتا، غور کرو۔ قوله (بلا شرط احصان) یہ خانیہ کے قول کہ "وہ شادی شدہ ہو" کا رَد ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ طرطوسی نے اسی پر جزم کیا ہے۔ نہر میں فرمایا کہ اس کو

وردہ ابن وھبان بانہ لیس من الحد بل من الامر بالمعروف والنہی عن المنکر وھو حسن فان ھذا المنکر حیث[۱۲] تعین القتل طریقاً فی ازالتہ فلا معنی لاشتراط الاحصان فیہ ولذا اطلقہ البزازی اھ قلت ویدل علیہ ان الحد لایلیہ الا الامام[۱] اھ، وکتبت علیہ فی جدالممتار قولہ کما یدل علیہ ما یأتی عن منیۃ المفتی ای فانہ لما اطلق فیھا الحکم بالقتل عن قید عدم الانزجار قید معیۃ المرأۃ بالزنا وھٰھنا الحکم مقید بعدم الانزجار فتکون المعیۃ مقیدا بعدم الزنا کیلا یتنعارضا اقول ولایخفی علیک ما فی ھذہ الدلالۃ من البعد والنظر الی الخارج وابداء جمع بینہ وبین کلام اخر لیس منہ دلالۃ ھذا الکلام فی شیئ لاسیما وذلک الجمع غیر متبین ولا متعین لانتفاء التعارض بما افاد الشارح من حمل المطلق

ابن وہبان نے رَد کر دیا ہے کہ یہ حد نہیں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ یہ اچھی بات ہے کیونکہ یہ ایسی بُرائی ہے کہ اس کے ازالہ کے لئے قتل ایک طریقہ ہے لہذا اس قتل کے لئے شادی شدہ ہونے کی شرط بے معنیٰ ہے اسی لئے بزازی نے اس کو مطلق رکھا اھ قلت (میں کہتا ہُوں کہ) اس پر دلالت یہ بھی ہے کہ حد کو صرف امام ہی نافذ کر سکتا ہے کسی دوسرے کو اس کی ولایت نہیں ہے۔ ردالمحتار کا کلام ختم ہُوا۔ میں نے اس پر جدالممتار میں لکھا ہے قولہ کما یدل علیہ ما یأتی عن منیۃ المفتی جس طرح کہ اس پر منیۃ المفتی کا آئندہ کلام دلالت کر رہا ہے، کیونکہ جب انھوں نے قتل کے حکم کو باز نہ آنے کے علم کی شرط سے عام رکھا جبکہ عورت کے ساتھ ہونے کو زنا سے مقید کیا اور یہاں حکم کو باز نہ آنے کے علم سے مقید کیا تو عورت کے ساتھ معیت عدم زنا سے مقید ہو گی تاکہ دونوں باتیں متعارض نہ ہوں اقول (میں کہتا ہوں) اس دلالت کا بعید ہونا آپ پر مخفی نہیں ہے اور اس سے خارج امور اور اس کلام اور دوسرے کلام کے درمیان جمع کی صورت واضح ہو جانے کو پیشِ نظر رکھا جائے تو اس کلام کی دلالت اس معاملہ میں بالکل نہیں ہے خصوصاً جبکہ یہ جمع وموافقت غیر واضح اور غیر معین ہو جائے اس سبب سے کہ شارح علیہ الرحمۃ نے اس تعارض کو ختم کرنے کے لئے مطلق

---

[۱] ردالمحتار باب التعزیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۷۹-۱۸۰

marfat.com

على المقيد ثم انما مبناه على ما سبق الى خاطره رحمه الله من التوفيق الاتى له وسيأتيك الكلام عليه وليس الامر كما ظن بل اصل المسئلة للامام الفقيه الهندوانى سئل عن رجل وجد مع امرأته رجلا ايحل له قتله قال ان كان يعلم انه ينزجر عن الزنا بالصياح والضرب بما دون السلاح لا يحل وان علم انه لا ينزجر الا بالقتل حل له القتل وان طاوعته المرأة حل له قتلها ايضا اھ هندية عن النهاية وعنه اخذ فى منية المفتى فعبر عنه بما ترى وسنحقق انه لا يحل القتل فى الدواعى كاللمس والتقبيل و العناق فكيف بمجرد الخلوة ولا اعلم له رحمه الله تعالٰى سلفا فيه وكيف يحل الاجتراء على قتل مسلم باستظهار بعيد تفرد به عالم فى هذا الزمان من دون سلف ولا برهان بل على خلاف اصول الشرع المزدان وقضية نصوص ائمة الشان حتى نفس

کو مقید پر محمول کرنے کی وجہ کو بطور افادہ بیان کر دیا ہے، پھر اُن کے خیال میں اس تطبیق کا مبنیٰ وہ توفیق و تطبیق ہے جو اُنھوں نے آئندہ ذکر فرمائی ہے، حالانکہ اس پر اعتراض آرہا ہے۔ لہذا معاملہ وہ نہیں ہے جو انھوں نے خیال فرمایا، بلکہ اصل مسئلہ امام ہندوانی کا پیش کردہ ہے، جب ان سے ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو بدفعلی کرتے پایا کہ کیا اسے اس مرد کو قتل کرنا حلال ہے؟ تو جواب میں انھوں نے فرمایا کہ اگر خاوند کو یقین ہو کہ زانی شور مچانے یا پٹائی کرنے پر، زنا سے باز آجائے گا تو قتل کرنا حلال نہ ہوگا اور اگر یقین ہو کہ قتل کے بغیر باز نہ آئے گا تو قتل حلال ہوگا، اور اگر بیوی اس مرد کے ساتھ راضی ہو تو اُس کو بھی قتل کرنا حلال ہے اھ، یہ ہندیہ میں نہایہ سے منقول، اور نہایہ سے ہی منیۃ المفتی میں نقل کیا لیکن جس طرح انھوں نے تعبیر کی وہ آپ کے سامنے ہے، اور ہم عنقریب ثابت کریں گے کہ ایسی صورت میں محض زنا کی دواعی مثلاً چھونے، بوسہ لینے یا معانقہ کرنے کی وجہ سے قتل کرنا حلال نہیں ہے چہ جائیکہ محض خلوت نشینی کی وجہ سے قتل حلال ہو، اور مجھے ان سے پہلے اس بارے میں کسی کا قول معلوم نہیں ہوا، تو اس زمانے کے ایک عالم کے متفرد قول کی بنا پر کسی مسلمان کے قتل پر کیسے جرأت کی جا سکتی ہے جب اس قول کی وجہ بھی بعید ہو اور پہلے بھی کسی نے یہ بات نہ کی ہو اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہو بلکہ اصول شرع اور عظیم الشان ائمہ کرام کی نصوص کے خلاف ہو حتی کہ خود

marfat.com

هذا الرفيع المكان كما ستعرف بعون
المستعان **قوله** اذا لم يستطع منعه
الا بالقتل **اقول** هذا ايضا نص في
امتناع القتل اذا امكن المنع بغيره
خلافا لما اثرتم وقولكم والا لم
تكن مكرهة لا اثر له لان
غاية المطاوعة ان تكون مرتكبة
لعين المنكر وهذا القتل من
ازالة المنكر ومرتكب منكر
لا ينهى عن نهيه غيره منه
لانه مامور بشيئين الامتناع
والمنع فان فوت احدهما
لا يسقط عنه الآخر وارتكاب احد
معصية لا تبيح له معصية
اخرى بل هذا القتل
في حق المرأة نهي و
انتهاء معا فكانت اولى
باباحته وظهر ان التصوير
بالاكراه صدر وفاقا ،
قوله ويأتي الكلام عليه
اقول ويأتي الكلام عليه
قوله فله قتله مطلقا
اقول وانما القصد ازالة
المنكر فاذا حصل بالادنى
تعين كما افاده الامام

ان کے اپنے موقف کے خلاف ہو، جیسا کہ آپ عنقریب
معلوم ہو جائے گا۔ **قولہ اذا لم یستطع منعہ**
الا بالقتل، جب قتل کے بغیر منع کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو
اقول (میں کہتا ہوں) یہ خود اس بات میں نص ہے
کہ اگر کسی اور طریقہ سے روکنا ممکن ہو تو قتل ممنوع ہے
اور یہ آپ کی پہلی گفتگو کے خلاف ہے اور پھر آپ کا
یہ کہنا کہ ورنہ مکرہہ (مجبور) نہ قرار پائی گئی بے فائدہ
ہوگا، کیونکہ مجبور نہ ہونے کا مطلب موافق رہنا اور موافقت
اور رضامندی کا نتیجہ یہ ہے کہ اس گناہ میں خود شریک
ہوگی، جبکہ عورت کا مرد کو یہ قتل کرنا گناہ اور برائی کے
ازالہ کے طور پر ہے حالانکہ جو خود برائی کا مرتکب اور
اس میں مبتلا ہو اس کے منع کرنے سے دوسرا اس
برائی سے نہیں رکتا، کیونکہ برائی سے روکنے کے لیے دو
چیزوں کا مامور بننا ہوتا ہے ایک یہ کہ خود برائی سے
باز رہے اور دوسرا یہ کہ اس برائی سے دوسرے کو
منع کرے، ان دونوں چیزوں میں سے ایک کے فوت
ہو جانے پر دوسرے کا ساقط ہونا لازم نہیں ہے اور
ایک گناہ کے ارتکاب سے دوسرے گناہ کا ارتکاب
مباح نہیں بنتا، بلکہ یہاں عورت کا اس مرد کو قتل کرنا
گناہ سے روکنا اور خود کو باز رکھنا دونوں چیزیں ہیں،
تو یہ قتل بدرجہ اولیٰ مباح ہوگا، تو ظاہر ہوا کہ جبر و اکراہ
کی صورت کا بیان محض اتفاق ہے، **قولہ یأتی**
الکلام علیہ اس پر اعتراض ذکر ہوگا، **اقول**
(میں کہتا ہوں) آپ کے اعتراض پر اعتراض ذکر
ہوگا، **قوله فله قتله مطلقا** تو اس کو قتل کرنا

marfat.com

الفقیہ ابوجعفر و اعتمدہ المعتمدون و تقدم عن شرح الوھبانیۃ و سینقلہ المحشی عن ابن وھبان وسیمشی علیہ بنفسہ

قولہ و یدل علیہ عبارۃ المجتبٰی الاٰتیۃ، ای شرحا حیث اطلق فی الزنا ان لہ القتل و لم یقید بشیئ **اقول** وفیہ ما ذکر الشارح ان المطلق یحمل علی المقید وکیف یرد اطلاق المجتبٰی علی تقیید المعتمدات وحمل المطلق علی المقید جادۃ واضحۃ بخلاف الغاء القید،

قولہ فی الحاوی الزاھدی مایؤیدہ ایضا **اقول** بل یخالفہ فانہ جعل لہ القتل مطلقا فی الدواعی وانتم تخصصونہ بالزنا، **قولہ** او یقبلھا الخ **اقول** لم یشرع اللہ تعالٰی فی الدواعی القتل و لیست السیاسۃ لغیر الامام بل لیست الدواعی الا الصغائر

مطلقاً جائز ہوگا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) مقصد تو بُرائی کا ازالہ ہے، توجب یہ ازالہ قتل کے بغیر کسی ادنٰی طریقہ پر ممکن ہو تو وُہ ادنٰی طریقہ اس کے لئے متعین قرار پائے گا جیسا کہ امام فقیہ ابوجعفر نے یہ فائدہ بیان فرمایا اور اسی پر اعتماد کرنے والوں نے اعتماد کیا ہے اور شرح وہبانیہ سے منقول ہوچکا ہے اور محشی بھی اس کو عنقریب ابن وہبان سے نقل کریں گے اور وہ خود اس کو اپنائیں گے، **قولہ** یدل علیہ عبارۃ المجتبٰی یعنی مجتبٰی کی آئندہ عبارت بطور شرح آئیگی جہاں وہ زنا کے متعلق قتل کو مطلق بیان کریں گے اور قتل کو کسی شرط سے مقید نہ کریں گے **اقول** (میں کہتا ہُوں) اس میں اعتراض ہے کہ شارح نے یُوں بیان فرمایا کہ مطلق کو مقیّد پر محمول کیا جائے گا، اور معتمد علیہ کتب کی بیان کردہ قید کے باوجود مجتبٰی کا اطلاق کیسے وارد ہوگیا حالانکہ واضح طریقہ ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے جبکہ قید کو لغو بنانا اس کے خلاف ہے،

قولہ فی الحاوی الزاھدی مایؤیدہ ایضا حاوی زاہدی کا بیان بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں) بلکہ وہ تو اس کے خلاف ہے کیونکہ انھوں نے دواعی زنا میں بھی قتل کو مطلق جائز رکھا ہے جبکہ تم اس کو زنا سے ہی مخصوص کرتے ہو، **قولہ** او یقبلھا الخ یا وُہ عورت کا بوسہ لے رہا ہو **اقول** (میں کہتا ہُوں) اللہ تعالٰی نے زنا کے دواعی میں قتل کو مشروع نہیں فرمایا، اور نہ ہی امام کے غیر کو سیاسی قتل روا رکھا ہے بلکہ دواعی تو صرف صغیرہ

marfat.com

وليس القتل سياسة للامام ايضا الا
فى جناية عظمت وفحشت كما مر
قبيل باب وطئ يوجب الحد ان
اللوطى والسارق والخناق اذا
تكرر منهم ذلك حل قتلهم سياسة اھ
فلم يكتف فى تلك العظائم ايضا
بمجرد صدورها بل قيد حل
القتل بتكررها وسيأتى ان
الشارح اطلق اباحة القتل فى
جميع الكبائر فقيده المحشى بما كان
منها متعدى الضرر وهو الحق
الواضح ان شاء الله تعالى ولم ينقل
عن السلف قتل كل من اتى كبيرة
فضلا عن الصغيرة ولو اسيع القتل فى
الصغائر وجعل ذلك الى العامة لاتسع
الخرق وفشا القتل فى المسلمين والعياذ
بالله تعالى فاى يوم لا ترى جهلا من الناس
على شئ من الصغائر فيقتل كل من
تراه وهذا ليس من حكم الله فى شئ
فلا شك ان ما فى الحاوى مردود والله
الموفق كيف وهو من الزاهدى المعتزلى
المعروف بجمع كل غث وسمين الغير
الموثوق بنقله ايضا الغير المعتمد عليه
فى رواية ولا دراية كما صرح به ارباب
الدراية قوله فهذا صريح

گناہوں میں سے ہے حالانکہ امام کو صرف کسی بڑی جنایت
اور فحش گناہ میں سیاستۃً قتل کرنا جائز ہوتا ہے جیسا کہ
ایسی وطی جس سے حد لازم ہوتی ہے، کے باب سے
تھوڑا پہلے گزرا ہے کہ لوطی، چور اور پھندا ڈالنے والا
یہ لوگ جب بار بار کاروائیاں کریں تو ان کو سیاستۃً قتل
کرنا حلال ہے اھ۔ تو ان عظیم کاروائیوں پر بھی محض ان کے
صدور پر نہیں بلکہ ان کے تکرار پر قتل کو حلال کہا، اور عنقریب
آئے گا کہ شارح نے تمام کبیرہ گناہوں کے متعلق
سیاستۃً قتل کو مباح کہا تو خود محشی نے اس کو ایسے گناہ
سے مقید کیا جس کا ضرر متعدی ہو۔ اور یہی واضح حق
ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، جبکہ اسلاف سے ہر کبیرہ
گناہ کے مرتکب کے متعلق قتل منقول نہیں ہے چہ جائیکہ
کسی صغیرہ گناہ پر قتل منقول ہو، اور اگر صغائر کے متعلق
بھی قتل کو جائز قرار دے دیا جائے اور عوام کو یہ اختیار
دیا جائے تو پھر امن تہ و بالا ہو جائے اور مسلمانوں
میں قتل عام شروع ہو جائے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔
بتائیے لوگوں کی جہالت سے صغائر سے کوئی دن خالی
ہے تو گیا ہر ایک مرتکب صغیرہ قتل کیا جائے حالانکہ یہ کہیں
بھی اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے تو بیشک حاوی زاہدی
کا بیان مردود ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق حق عطا
فرماتا ہے، یہ کیسے صحیح ہو جبکہ یہ زاہدی معتزلی جو کہ
ثقہ اور غیر ثقہ ہر قسم کی روایات کو نقل کرنے میں بھی
مشہور ہے اور روایت اور درایت کے لحاظ سے
غیر معتمد علیہ باتوں کو نقل کر دیتا ہے جیسا کہ ارباب درایت
نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ قولہ فھذا صریح

marfat.com

اقول ای صراحة فیه بل تقییده بالخوف المذکور بما یؤید التقیید السابق فان مثل التمرد لا ینزجر بالزجر قوله[9] یفید صحة اقول قدمنا ما فیه قوله[10] قد علمت مما قررناه اقول قد علمت ما فیه قوله[11] فلا یقتضی اشتراط العلم اقول بل یقتضیه لان مراد الشارع ازالة المنکرات المظلمة لا اهلاك النفوس المسلمة فاذا حصلت بدونه وجب قصر الید عنه قوله[12] حیث تعین القتل طریقا اقول هذا ایضا نص فی اشتراط القید المذکور وقد عاد المحشی رحمه الله تعالٰی بنفسه الی الصواب اذ قال علی قول الشرح وعلی هذا القیاس المکابر بالظلم وقطاع الطریق و صاحب المکس وجمیع الظلمة بادنی شئ له قیمة و وجمیع الکبائر و الاعونة

اقول (میں کہتا ہوں) اس میں کون سی صراحت ہے بلکہ اس میں تو قید کی صراحت ہے کہ کسی طرح خوف دلانے سے باز نہ آئے، جیساکہ سابقہ قید کا بیان اس کی تائید کر رہا ہے کہ سرکش آدمی باز رکھنے کی کوشش سے باز نہیں آتا۔ **قولہ** یفید صحۃ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس میں اعتراض ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ **قولہ** قد علمت مما قررناہ ہماری بیان کردہ تقریر سے آپ کو معلوم ہوگیا، **اقول** (میں کہتا ہوں) اس میں جو کمزوری ہے وہ آپ کو معلوم ہو چکی ہے **قولہ** فلا یقتضی اشتراط العلم تو وہ علم کی شرط کا مقتضی نہ ہوا، **اقول** (میں کہتا ہوں) بلکہ یہ علم کی شرط کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ شارع کی مراد ظالمانہ کاروائیوں سے دفاع ہے نہ کہ مسلمانوں کی جانوں کو ہلاک کرنا، تو جب قتل کے بغیر دفاع ممکن ہو تو قتل سے باز رہنا ضروری ہے، **قولہ** حیث تعین القتل طریقا جہاں ازالۂ برائی کا طریقہ قتل متعین ہے، **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ بھی مذکورہ قید کی شرط ہونے میں نص ہے اور محشی خود بخود درستی کی طرف لوٹ آئے ہیں، جب انھوں نے شرح کی اس عبارت (اسی قیاس پر ہے جو اعلانیہ چیز کو چھین لے، ڈاکو، ظالمانہ ٹیکس وصول کرنیوالا اور ہر ظالم جو کمتر قیمت والی چیز کو ظلم سے چھین لے اور جو ظالم مرتکب کبیرہ کے ہوں اور انکے اہلکار اور چغلخور ایسے تمام لوگوں کا قتل مباح ہے اور انکا قاتل ثواب کا مستحق

marfat.com

والسعاة یباح قتل الکل ویثاب قاتلھم اھ نصہ قولہ والاعونۃ والسعاۃ عطف تفسیر او عطف خاص علی عام فیشمل کل من کان من اھل الفساد کالساحر وقاطع الطریق واللص واللوطی والخناق ونحوھم ممن عم ضررہ ولا ینزجر بغیر القتل اھ فقد اذعن بالتقیید وھو الحق السدید ولیس الزنا بافحش من ھاتیك الافاعیل فما صرح بہ الائمۃ فعلیہ الاعتماد والتعویل[1] ھذا ماکتبت علیہ فانظرہ متأملا متدبرا والحمد للہ اولا واٰخرا، واللہ تعالٰی اعلم۔

ہوگا، اھ۔) پر فرمایا کہ الاعونۃ، والسعاۃ، اہل کار اور عہدیدار، کا ذکر عطف تفسیری ہے یا عام پر خاص کا عطف ہے لہٰذا یہ قول تمام اہلِ فساد مثلاً جادوگر، ڈاکو، چور، لوطی اور گلا دبا کر ہلاک کرنے والا وغیرہ سب کو شامل ہے جن کا ضرر معاشرہ میں عام ہو اور وُہ قتل کے بغیر باز نہ آئیں اھ، تو اس بیان میں انھوں نے مذکورہ قید پر جزم کیا ہے اور یہی درست اور حق ہے جبکہ زنا ان مذکور امور سے زیادہ فاحش ضرر نہیں ہے، تو ائمہ کرام نے جو تصریح فرمائی ہے وہی قابلِ اعتماد و تسلیم ہے۔ یہ میرا حاشیہ ہے اس کو غور اور تدبّر سے ملاحظہ کرو، اللہ تعالٰی کے لئے ہی اوّل و آخر حمد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۶ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی عالم کی نسبت یا کسی دوسرے کی لفظ مردود کہے یا یُوں کہے کہ وُہ بیوقوف ہے کچھ نہیں جانتا اور اُتو ہے، تو اس شخص کی نسبت شرع شریف کیا حکم دے گی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا مسلمان کو ناحق ایذا دینا ہے اور مسلمان کی ناحق ایذا شرعاً حرام۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[2] رواہ الطبرانی فی

جس نے بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ

---

[1] جد الممتار علی ردّ المحتار

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۳۷۳

marfat.com

الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

عزوجل کو ایذا دی (اس کو طبرانی نے اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

پھر علمائے دین متین کی شان تو نہایت ارفع و اعلٰی ہے اُن کی جناب میں گستاخی کرنے والے کو حدیث میں منافق فرمایا۔

ثلثۃ لایستخف بحقھم الا منافق ذوالشیبۃ فی الاسلام و ذوالعلم و امام مقسط[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ وابوالشیخ فی التوبیخ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یعنی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین شخص ہیں جن کا حق ہلکا نہ جانے گا مگر منافق، ایک اسلام میں بڑھاپے والا دوسرا عالم تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ (اس کو طبرانی نے کبیر میں حضرت ابوامامہ سے اور ابوالشیخ نے توبیخ کے باب میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمایا ہے۔ ت)

ایسا شخص شرعًا لائق تعزیر ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۷۷ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مومن کہنا تخصیص رکھتا ہے قوم نورباف سے یا عام اُمتِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے؟ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص براہِ طعنہ قوم مذکور کی نسبت مومن کہے تو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

الحمدللہ ہر مسلمان مومن ہے اور بعض بلادِ ہند کے عرف میں اس قوم کو مومن کہنا شاید اس بناء پر ہو کہ یہ لوگ اکثر سلیم القلب حلیم الطبع ہوتے ہیں جن سے اور مسلمانوں کو آزار کم پہنچتا ہے، اور حدیث میں فرمایا کہ المؤمنون من امن جارہ بوائقہ[2] مومن وہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں سے امان میں ہوں۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۸۱۹، عن ابی امامہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۳۸

[2] صحیح البخاری باب اثم من لایامن جارہ بوائقہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۹

marfat.com

پھر یہ لفظ بطورِ طعن اُنھیں کہنا دوسری شناعت ہے ایک تو مسلمان کو اس کی نسبت یا پیشہ کے سبب حقیر جاننا دوسرے ایسے عظیم جلیل لفظ کو محلِ طعن میں استعمال کرنا، ایسے شخص کو چاہیے اللہ تعالےٰ سے ڈرے اور اپنی زبان کی نگہداشت کرے۔

اللھم اھدنی والمسلمین انک انت ارحم الراحمین۔ اٰمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اے اللہ! مجھے اور تمام مسلمانوں کو ہدایت عطا فرما بیشک تُو رحم کرنے والوں سے بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۷۸ از وڑنگر دایہ مہسانہ گجرات گاڑیکے دروازہ متصل مکان بنجارہ چاند مارسول مسؤلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب احمد آبادی ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی مسلمان کے مال کا نقصان کرنا اور اس کی ہتک حرمت میں کوشش کرنا کیسا ہے؟

الجواب

اگر بلا وجہ شرعی ہے حرام قطعی ہے اور وجہ شرعی سے ہے تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۹ از شہر صدر بازار بریلی مسئولہ پیش امام جامع مسجد ۸ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک شخص نماز پڑھنے سے انکار وحیلہ بہت سے کرتا تھا ہر چند اُس کو برادرانہ طور پر بہت کچھ سمجھایا لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا اور ہم لوگ اس کو پکڑنے کے واسطے گئے اُس وقت وہ مسلمانوں کو لاٹھی لے کر مقابلہ کرنے کو آمادہ ہوا لہٰذا دو مسلمانوں نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے ایک شخص نے اُس کے دُرے لگائے، لہٰذا اب وہ نماز پڑھتا ہے، پکڑنے کے وقت اُس کے ہاتھ میں گھڑی بندھی تھی وہ ٹوٹ گئی وہ مسلمانوں سے طلب کرتا ہے اس کی گھڑی دی جائے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تفہیم چاہئے، تنبیہ چاہئے، مارپیٹ کا وقت نہیں، اور اس کی گھڑی کی قیمت دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۰ از بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ اشفاق حسین طالب علم ۳ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو و بکر ایک مقام پر بیٹھے تھے، اتفاقاً ایک لڑکی اُس راہ سے گزری، زید نے عمرو سے کہا کہ یہ لڑکی تمھاری بہن ہے، عمرو نے زید کو جواب دیا کہ ہاں یہ لڑکی بہن ہے لیکن اے زید! یہ لڑکی تیری بہن ہے، اس پر زید نے عمرو سے کہا کہ میری بہن نہیں ہے بلکہ تیری

marfat.com

تیری بہن ہے، عمرو نے زید سے کہا کہ جب ہم تم سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں ہیں تو ہم تم سب بھائی بہن ہیں، بکر نے عمرو سے کہا کہ اس طرح تو کُتّے سُور بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں تو کُتّے اور سُور بھی تمہارے بھائی بہن ہُوئے۔ عمرو نے کہا کہ نہیں ان جانوروں کو اہلِ اسلام کے لوگ بُرا سمجھتے ہیں، اس پر بکر بہت غصہ ہُوا اور کہنے لگا کہ نہیں سُور اور کُتّے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں ہیں اور مکرر سہ کر رہی الفاظ کہے یہاں تک کہ آپس میں جھگڑا ہونے لگا اور معاملہ طول ہوگیا۔ عرض یہ ہے کہ ان تینوں شخصوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ واجباً عرض کیا ہے۔

الجواب

عمرو نے جو اُس کے بہن ہونے سے انکار کیا اُس پر کچھ الزام نہیں بلکہ وُہ اگر غیر مسلمان تھی تو بہت اچھا کہ انکار کردیا زید نے کہ اُسے عمرو کی بہن کہا اُس پر الزام نہیں، اگر وُہ لڑکی مسلمان تھی کہ مسلمان سب آپس میں بھائی ہیں ہاں اگر وہ مسلمان نہ تھی تو بُرا کیا کہ اُسے مسلمان کی بہن ٹھہرایا اور فقط اولادِ آدم علیہ السلام ہونا کافی نہیں کہ کافروں کا نسب خود حضرت سیّدنا آدم علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے منقطع ہے،

قال اللہ تعالٰی انما المؤمنون اخوۃ[1] وقال تعالٰی انه لیس من اھلك انه عمل غیر صالح[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا بیشک تمام مومن بھائی ہیں، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے پیارے نوح (علیہ السلام)! یہ آپ کی اہل میں نہیں وہ تو اچھے عمل والا نہیں ہے۔ (ت)

رہا بکر، اُس نے سخت شدید شنیع بُری بات کہی، اُس کے قول سے نبی اللہ آدم علیہ الصّلوٰۃ والسلام پر ایک عیب لگتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے بلکہ کلمہ پڑھے تجدیدِ اسلام کرے۔ ہاں اگر وہ لڑکی کافرہ تھی اور اُس نے کتّے سُور سے مراد کافر لئے یعنی اُن کی اولادیں تو کافر بھی ہیں جو کتّوں سُوروں کے مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی بدتر ہیں وُہ ہمارے بھائی کیسے ہوسکتے ہیں، تو اُس پر الزام نہ رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۱ ازدھاموں ڈاکخانہ دھاموں ضلع سیالکوٹ پنجاب روز دوشنبہ ۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر زید اپنے حقیقی بھائی بکر کو کسی سازش سے ایک مجلس میں بآوازِ بلند کلمہ طیبہ پڑھ کر کہے کہ تم میرے بھائی نہیں ہو ایسی صورت میں زید پر بموجب شرع شریف کچھ کفارہ لازم ہے اگر ہے تو کیا و کس

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۰

[2] " " ۱۱/ ۴۶

marfat.com

قدر؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اُس کے بھائی نے اُس کے ساتھ کوئی معاملہ خلافِ اخوت کیا جو بھائی بھائی سے نہیں کرتا تو اس پر اس کہنے میں الزام نہیں کہ اس نفی سے نفیِ حقیقت مراد نہیں ہوتی بلکہ نفیِ ثمرہ، اور اگر ایسا نہیں بلکہ بلاوجہِ شرعی یوں کہا تو تین کبیروں کا مرتکب ہوا، کذبِ[1] صریح و قطعِ[2] رحم و ایذائے[3] مسلم، اس پر توبہ فرض ہے اور بھائی سے معافی مانگنی لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۲ تا ۲۸۴ معرفت مصطفےٰ رضا خاں صاحب بروز پنجشنبہ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

(۱) بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ مثلاً کسی نے کہا کہ فلاں کے گھر چوری ہوئی انھوں نے کہا کہ اچھا ہُوا چوری ہوئی، پھر بعض دفعہ تو جو ظاہر کلام ہے ظاہر مراد ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ مراد ہوتا ہے کہ چونکہ مثلاً مال رہنا مضر تھا یا اُس کا اُنھیں غرور تھا لہٰذا اچھا ہُوا چوری ہوگئی کہ غرور جاتا رہا یا مضر دور ہوگیا دونوں تقدیروں پر یہ ممنوع چیز کو اچھا کہنا کیسا ہے؟

(۲) ایک شخص سے کوئی خلاف کلمہ نکلا بعد کو اُس نے صراحۃً انکار کیا اور اس کا قبح تسلیم کرلیا یا اُس کو چھوڑ کر اُس کے مخالف حق کلمہ کا اقرار کیا آیا یہ توبہ ہوگئی یا ضرور ہے کہ لفظِ توبہ کہے۔

(۳) ہمارے اعزّہ میں سے ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہوکر کہا نہ معلوم تمھیں فلاں کے مکان سے (نام لے کر) کیا عشق ہے شوہر نے کہا خدا جانے، اس پر عورت نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں ہے، اور اس کے بعد ایک اور جملہ کہا جو شاید یہ تھا کہ سب تمھارے حیلہ حوالے بیکار یہ ان بے پروائیاں ہیں، یہ جملہ کیسا؟ اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ سرقہ اچھی بات ہے جس سے حرام قطعی کا استخفاف بلکہ استحسان ہوکر معاذ اللہ نوبت بہ کفر پہنچے بلکہ اس مسروق منہ کے نقصان مال کا استحسان سمجھا جاتا ہے اور یہی مقصود ہوتا ہے یہ کبھی براہِ حسد ہوتا ہے اور حسد حرام ہے، اس صورت میں تو مطلقاً گناہ ہے، کبھی براہِ عداوت ہوتا ہے کہ دشمن کا نقصان دشمن کو پسند آتا ہے اس کا حکم اُس عداوت کا تابع رہے گا اگر عداوت مذمومہ ہے یہ بھی قبیح و مذموم ہے اور اگر عداوت محمودہ ہے جیسے اعداء اللہ سے دشمنی تو اس میں حرج نہیں جیسے ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم[1] (اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کردے اور ان کے دل سخت کردے۔ ت) جب دُعا سے اُس کا نقصان چاہنا روا ہے تو بعد وقوع اُس پر خوش ہونا

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۸۸

marfat.com

کیا بیجا ہے، کبھی وُہ صورت ہوتی ہے جو سوال میں مذکور ہے وُہ اگر بہ نیتِ صحیحہ ہے تو غیر محظور کہ یہ اُس کے نقصان پر خوش ہونا نہیں بلکہ نفع پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) لفظِ توبہ نہ ضرور نہ کافی، جو قول بیجا صادر ہُوا تھا اُس پر ندامت اور اس سے نفرت اظہار برأت درکار ہے، السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ (پوشیدہ سے پوشیدہ اور علانیہ سے علانیہ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) قائلہ کا ہرگز یہ مقصود نہیں کہ باری عزّوجل سے معاذ اللہ نفیِ علم کرے نہ زنہار اُس کے کلام سے سامع کا ذہن اس طرف جا سکتا ہے بلکہ شوہر نے کہا تھا خدا جانے یعنی کوئی چیز مخفی ہے جو مجھے معلوم نہیں یا جسے میں بتانا نہیں چاہتا اُس نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں اسے اُس ہولناک حکم سے کوئی تعلق نہیں نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے بفرضِ غلط نفیِ علم ہی مرادلیں تو معاذ اللہ نفیِ مطلق کی ہرگز بُو بھی نہیں بلکہ اس امرِ خاص سے یعنی اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا اور علمِ الٰہی سے کسی شئے کی نفی اُس کے علم سے نفی ہے کہ واقع ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا،

فکان من باب قولہ تعالیٰ وجعلوا للہ شرکاء قل سموھم ام تنبئونہ بما لا یعلم فی الارض[1]۔ تو یہ اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کے باب سے ہوگا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے فرما دیجئے ان کا نام بتائیے یا تم وُہ خبر اس کو دیتے ہو جس کو اس نے رُوئے زمین پر نہ جانا۔ (ت)

ہاں ارسالِ لسان ہے جس سے احتیاط درکار، اور خود شوہر کے ساتھ بدزبانی بھی تکفرن العشیر[2] (عورتیں خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ ت) میں داخل کرنے کو بس ہے توبہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۸۵ قول انوار الحق تحصیل چونیاں ضلع لاہور بروز چہارشنبہ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ (مکتوب) (قول انوار الحق) میں عریضہ لکھ کر دوبارہ یا سیدنا ومولٰنا ومرشدنا عرض کرتا ہُوں کہ آپ ہم لوگوں میں مثل رسول ونبی کے ہیں آپ ضرور ہم خاکساروں کی عرض سُن کر جواب روانہ فرمائیں۔

الجواب

تنبیہ: مولانا! یہ لفظ بہت سخت ہے لا الٰہ الا اللہ یہ فقیر حقیر ذلیل سیاہ کار نابکار

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۳۳

[2] صحیح البخاری کتاب الحیض ۱/ ۴۴ و کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۱۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی

marfat.com

کیا چیز ہے، ہاں اکابر کے لئے یہ لفظ حدیث میں آیا ہے کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی اُمّتہٖ[1] شیخ اپنی قوم میں مانند نبی کے ہیں اپنی اُمّت میں۔ مگر مثل اور مانند میں بہت فرق ہے مثل معاذ اللہ مساوات کا ایہام کرتا ہے اور مانند صرف ایک مشابہت چاہتا ہے، اس لئے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ایمانی کایمان جبریل (میرا ایمان جبرائیل کے ایمان کی مانند ہے۔ ت) فرمایا نہ کہ مثل ایمان جبریل (مثلِ ایمانِ جبریل۔ ت) فقط۔

مسئلہ ۲۸۶ مسئولہ سید حمید الرحمٰن صاحب صابری فاروقی گولہ گھاٹ محلہ کچہری ہاٹ آسام ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ مقدس اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے مرشد زادہ کو حقارت و بے ادبی سے کچھ باتیں کہیں وہ مرشد زادہ قوم کا سید حسینی ہے اور ہندوستان کے مدرسہ عربی کا تعلیم یافتہ مولوی ہے اور اہل طریقہ میں قادریہ عالیہ ہے، حقیقت میں اُس مرشد زادہ کا کچھ بھی خطا و قصور نہیں تھا جبراً اُس شخص نے بہت لوگوں کے سامنے اس مرشد زادے کو بے ادبی اور حقارت سے باتیں کیں۔ اب ازروئے شرع دین متین اُس شخص کو کیا حکم دیتے ہیں اب ایمان و نکاح میں کچھ خلل اُس کا ہوگا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

بلاوجہ کسی مسلمان کو سخت و سُست کہنا حرام ہے نہ کہ سید نہ کہ عالم نہ کہ اپنا مرشد زادہ۔ صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[2]۔ جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی، جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

دُوسری حدیث میں ہے:

ثلثۃ لا یستخفف بحقھم الا منافق بین النفاق ذوالشیبۃ فی الاسلام تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ کرے گا مگر کھلا منافق ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا دوسرا

---

[1] کنز العمال حدیث ۴۲۶۳۲ و ۴۲۶۳۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۶۶۴

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۳۷۳

marfat.com

و ذوالعلم و امام مقسط۔[۱] عالم تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔

صورتِ واقعہ اگر یونہی ہے جیسے سوال میں مذکور ہوئی تو وہ شخص ضرور مرتکب کبیرہ ہوا، مگر اسلام و نکاح میں خلل نہیں کہہ سکتے جب تک کوئی خاص قول وفعل ان میں مخل صادر نہ ہوا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۷ ازبشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضاخاں صاحب ۴ رجب ۱۳۳۹ھ

زید ایک شخص ہے جس کا نکاح بکر کی لڑکی کے ساتھ ہوا ہے، اب چند بچّے پیدا ہونے کے بعد زید نے اپنی بیوی کی ہمشیرہ کے ساتھ یعنی حقیقی سالی کے ساتھ بھی عقد کرلیا ہے اور دونوں سے مراسم بیوی کی ادا کرتا ہے اور دونوں کی اولاد بھی ہے، اور زید قوم قصاب سے ہے، آیا ایسی حالت میں اس کو زانی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس کے ہاتھ کا گوشت خریدنا چاہئے یا نہیں؟ اور اس کی موت میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وہ ضرور حرامکار ہے، اس سے گوشت خریدنا بلکہ سلام کلام کرنا ہی نہ چاہئے، موت اس کے عزیز د قریب کریں گے اوروں کو بلاضرورت شرکت کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۸ مرسلہ محمد تقی مقام بکسر متصل اسٹیشن ریلوے بتوسط حاجی رحیم بخش صاحب ۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو اوقاتِ مختلفہ میں ابلیس مردود کا فرمتعدد بار کہا، زید معمر ہے بکر نوعمر۔ بکر یوم جمعہ کو خطبۂ جمعہ پڑھ رہا تھا، اثناءِ خطبہ میں کسی آیۂ کریمہ میں غلطی ہوئی زید نے چلّا کر بتایا، بکر نے اپنی غلطی کی اصلاح کرلی مگر زید نے اُسی ساعت میں چلّا چلّا کر چند بار اپنی قراءت کرتا ہی رہا، پھر بعد فراغِ نماز زید نے سب لوگوں کو ٹھہرایا اور کہنے لگا یہ مردود ابلیس ہمیشہ غلط پڑھتا ہے اور مجھے ذبح کر دیا ہے، بکر نے سوائے سکوت کوئی جواب نہیں دیا، اور اگر زید موجود ہے تو بکر نماز پڑھانے کے لئے زید کو کہلائے مگر زید نہ پڑھائے، پھر بکر نے ۲ جمعہ پڑھا کر جواب دیا کہ وہ شخص جمعہ پڑھائے جس سے کوئی غلطی نہ ہو۔ مقتدیوں نے کہا تم ضرور پڑھاؤ تو مخالفت کا باعث معلوم ہوتا ہے اور شکایت بھی ہوگیا بہرحال دوسرے امام مقرر کئے گئے چند دنوں بعد امام صاحب نے انتقال فرمایا اُس کے بعد زید خود ہی نماز پڑھانے لگا، اس حالت میں زید کی امامت صحیح ہوگی یا نہیں؟ ان دونوں میں شرعاً کافر و ابلیس کون ہوگا؟

---

[۱] المعجم الکبیر حدیث ۶۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۳۸
کنزالعمال بحوالہ ابی الشیخ فی التوبیخ حدیث ۴۳۸۱۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۲

marfat.com

الجواب

مسلمانوں کو بلا وجہِ شرعی مردود یا ابلیس کہنا سخت حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والذین یؤذون المؤمنین و المؤمنٰت بغیر ماالکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا۔[1] وہ لوگ جو مومن مرد اور عورتوں کو بلا وجہ اذیت دیتے ہیں تو بیشک انھوں نے بہتان اور واضح گناہ کا ارتکاب کیا۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔[2] جس نے کسی مسلمانوں کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی۔

اور مسلمان کو کافر کہنا تو ایسا سخت ہے کہ احادیث کثیرہ صحیحہ میں فرمایا فقد باء بہ احدھما[3] یہ بلا دونوں میں سے ایک پر ضرور پڑے گی جسے کافر کہا اگر وہ واقع میں کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا، و لہذا امام اعمش و ائمہ بلخ وغیرہم کثیر فقہائے کرام کا فتوٰی یہی ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہوجاتا ہے والصحیح فیہ تفصیل اوردناھا فی فتاونا (اور صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے جس کو ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے) عین حالت خطبہ میں تصحیح بکر کے بعد بھی جو زید بار بار اپنی قراءت کرتا رہا یہ بھی حرام تھا،

قال اللہ تعالٰی اذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون۔[4] اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (ت)

زید اگر بلا وجہِ شرعی اِن الفاظ کا مرتکب ہُوا ہے تو اُس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور بکر سے معافی چاہے ورنہ وہ فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۸

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۳۷۳

[3] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱

[4] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۴

marfat.com

مسئلہ ۲۸۹–۲۹۰ از پوسٹ کانت فقیرہاٹ مدرسہ اسلامیہ کالاپل چاٹگام مرسلہ وحیداللہ صاحب ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ہٰذہ المسألۃ ان رجلا اخا الجہل قال لمعلم العلوم العربیۃ اعنی المبادی والمقاصد ما انت الا بشر مثلنا فقال لہ اذ کان الامر کذٰلک فما اصنع فی المدرسۃ العالیۃ مثلا فاجاب لہ یا راعی البقر والخنزیر ترعیہما فیہا وایضا اعتقد ان اللہ یغفر ویدخل الجنّۃ من یشرک بہ لمن یشاء فذکر العالم شیئا من اٰیۃ القراٰن والاحادیث الصحیحۃ فقال ہذا لیس بشیئ ففی الصورۃ المسئولۃ ہل یجب التوبۃ وتجدید النکاح علیہ ام لا۔

علماءِ کرام (اللہ آپ پر رحم کرے) آپ کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ ایک جاہل شخص، عربی علوم کی مبادی ومقاصد کے استاذ کو کہتا ہے کہ تُو ہمارے جیسا بشر ہے، تو عربی کے معلّم نے جواب میں کہا کہ اگر یہی معاملہ ہے تو پھر میں مدرسہ عالیہ میں کیا کر رہا ہوں تو جاہل نے اسے جواب میں کہا اے گائے اور خنزیر کے چرواہے! تُو وہاں ان کو چراتا ہے اور نیز اس کا عقیدہ ہے اللہ تعالٰی جس مشرک کو چاہے بخش دیتا ہے اور اس کو جنت میں داخل فرماتا ہے، تو اس پر اس عالم نے اس کو کچھ قرآنی آیات اور صحیح احادیث سنائیں، تو جاہل نے کہا یہ کوئی چیز نہیں ہے، تو کیا مسؤلہ صورت میں توبہ اور تجدیدِ نکاح ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) من قال واعتقد تارک الصلٰوۃ کافر فالقائل ہل ہو خارج عن مذہب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی ام لا۔ بیّنوا توجروا۔

(۲) جو شخص یہ عقیدہ رکھے اور بیان کرے کہ نماز کا تارک کافر ہے، تو یہ کہنے والا، کیا وہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب سے خارج ہے یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

اما ما خاطب بہ العالم فہو من جہلہ وسوء ادبہ یستحق بہ التعزیر الشدید اللائق بحالہ الزاجر لہ ولامثالہ ففی الحدیث عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یستخف بحقہم الا منافق

اس نے عالم کو جن الفاظ سے خطاب کیا ہے وہ اس کی جہالت اور انتہائی بے ادبی ہے اس کی وجہ سے وہ اور ایسے دیگر لوگ اپنے جرم کے مناسب شدید تعزیر کے مستحق ہیں، حدیث شریف میں حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ارشاد ہے تین حضرات کی توہین کھلے منافق

marfat.com

بين النفاق ذوالشيبة فى الاسلام و ذوالعلم و امام مقسط[1] اما قوله ان الله يغفر لمن يشرك به لمن يشاء فمخالف للقرأن العظيم قال الله عز وجل ان الله لايغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء[2] واما قوله لأيات القرأن العظيم والاحاديث هذا ليس بشئ فهذا ليس بشئ الا الكفر الجلى تجرى به عليه احكام المرتدين فعليه ان يسلم واذا اسلم فليجدد نكاحه برضا المرأة وان لم ترض فلها الخيار تعتد وتنكح من تشاء، والله سبحنه وتعالٰى اعلم۔

(۲) الحكم بالكفر على تارك الصلٰوة وارد فى صحاح الاحاديث وعليه جمهور الصحابة والتابعين وليست المسألة فقهية بل كلامية وقد اختلف اهل السنة قديما فمن قال باحد القولين لايخرج به عن الحنفية۔ والله تعالٰى اعلم۔

کے بغیر دوسرا نہیں کرسکتا ایک عالم، دوسرا وُہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا' اور تیسرا مسلمان عادل بادشاہ۔ تاہم اس کا یہ کہنا کہ اللہ تعالٰی جس مشرک کو چاہے بخش دیتا ہے، تو یہ قرآن عظیم کے مخالف ہے' کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی شریک بنانے والے کو نہیں بخشتا، اس کے علاوہ جس کو چاہے بخشتا ہے۔ اور اس کا قرآن وحدیث کے متعلق یہ کہنا کہ، یہ کوئی چیز نہیں ہے، یہ تو خالص ایسا کفر ہے جس پر مرتدوں والے احکام جاری ہوتے ہیں' لہٰذا اس پر تجدیدِ اسلام ضروری ہے اور مسلمان ہوکر عورت کی رضامندی سے دوبارہ اس سے نکاح کرے' اگر اس سے نکاح پر راضی نہ ہو تو بیوی کو اختیار ہے' کہ وُہ عدت پُوری کرکے کسی اور سے اپنی مرضی کے مطابق نکاح کرے۔ واللہ سبحانہ' وتعالٰی اعلم۔

(۲) نماز کے تارک پر احادیث صحیحہ میں کفر کا اطلاق آیا ہے، اور جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مسلک ہے' جبکہ یہ مسئلہ فقہی نہیں بلکہ علمِ کلام سے متعلق ہے' اس میں اہلسنّت کا قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے' لہٰذا اگر کوئی دو قولوں میں سے ایک قول کو اختیار کرے تو وُہ حنفیت سے خارج نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی التوبیخ حدیث ۴۳۸۱۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۲
المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۳۸
[2] القرآن الکریم ۴/ ۴۸ و ۱۱۶

marfat.com

مسئلہ ۲۹۱ ، ۲۹۲ از بنگلور بازار مرسلہ قاضی عبد الغفار صاحب مورخہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ :

(۱) ایک شخص درود شریف پورا پڑھتا ہے اللھم صل وسلم علی محمد وسیدنا وھادینا ومرشدنا ومخدومنا (نام اپنے پیر کا لیتا ہے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک پر نہ سیدنا وھادینا ہے اور اپنے پیر کے نام پر القاب تعظیمی لگاتا ہے ، پس ایسا درود پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کوئی پیر اس کو روا رکھے تو کیسا ہے ؟

(۲) بشیر و نذیر القاب مخصوصہ سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں یا اور کسی کو بھی کہہ سکتے ہیں ؟ اگر کوئی شخص اپنے مریدوں سے کہلوائے اور اپنی نسبت روا رکھے تو اس پیر و مرشد کا شرعًا کیا حکم ہے ؟

الجواب

(۱) یہ بیجا ہے اور ایک نوعِ ظلم ہے ، اُسے اس سے احتراز چاہئے ، ادب تو یہ ہے کہ اکابر کے نام کے ساتھ اُن کے اصاغر کا نام لیا جائے ، اگر وہ اپنے اکابر ہوں تو اُن کے نام کے ساتھ اُن کے نام میں زیادہ الفاظ تعظیمی ضروری نہیں ، نہ کہ معاذ اللہ عکس ۔ عرب میں کنیت تعظیم ہے ۔ امام ابو یوسف امام محمد کے استاد مگر امام اعظم کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنھم ، امام محمد نے جامع صغیر وغیرہ جتنی کتابیں بروایت امام ابی یوسف حضرت امام اعظم سے روایت کیں اُن میں امام ابو یوسف کو کنیت سے یاد نہ کیا بلکہ نام سے محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم ، اس کا نکتہ علماء نے یہی لکھا ہے ، اُس شخص پر اس سے احتراز لازم ہے اور پیر پر واجب ہے کہ اُسے ہدایت کرے ، اور اگر یہ مطلب ہو کہ پیر کی عظمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زائد ہے تو یہ صریح کفر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام صفاتِ کریمہ بایں معنی خصائصِ حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور کا مماثل و شریک نہیں ، امام ابو محمد بوصیری قدس سرہ فرماتے ہیں :

منزہ عن شریک فی محاسنہ فجوھر الحُسن فیہ غیر منقسم[1]

(آپ اپنے محاسن میں کسی شریک سے پاک ہیں ، تو آپ کے حُسن کا مادہ منقسم نہیں ہے)

---

[1] قصیدہ بُردہ الفصل الثالث تاج کمپنی لاہور ص ۱۰

marfat.com

مگر حضور نے اپنی بعض صفاتِ کریمہ کا اپنے مستفیضوں، اپنے خادموں اور اپنے غلاموں پر بھی پرتو ڈال دیا جیسے علیم، حلیم، کریم کہ اُن صفات کی تجلی جس میں متحقق ہو اُس پر اُن کے اطلاق میں حرج نہیں۔ بشیر و نذیر بھی انھیں صفات میں ہیں،

قال تعالٰی مبشرین و منذرین[1]، وقال تعالٰی وان من امۃ الاخلا فیھا نذیر[2]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے۔ اور فرمایا: ہر امت میں ڈر سنانے والا گزرا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بشارت دو نفرت پیدا نہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۳: از اجمیر شریف کارخانہ گر تیج علاقہ نمبر ۳۰ لوہار خانہ مرسلہ جمال محمد
۱۴ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

ہر کسی کو شیطان کہیں، یہ حلال یا حرام؟

الجواب

گمراہ بددین کو شیطان کہا جاسکتا ہے اور اُسے بھی جو لوگوں میں فتنہ پردازی کرے، اِدھر کی اُدھر لگا کر فساد ڈلوائے، جو کسی کو گناہ کی ترغیب دے کر لے جائے وہ اُس کا شیطان ہے، اور مومن صالح کو شیطان کہنا شیطان کا کام ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

نوٹ

جلد سیزدہم ختم ہُوئی، اس کا آخری عنوان کتاب الحدود والتعزیر ہے، جبکہ آنے والی جلد چہاردہم کا پہلا عنوان کتاب السیر ہوگا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۶۵ و ۱۸/ ۵۶ و ۶/ ۴۸
[2] " " ۳۵/ ۲۴
[3] صحیح البخاری کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

marfat.com

مآخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف کتاب	سنِ وفات ہجری
ا		
١۔ الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴١٦
٢۔ الاجناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴٦
٣۔ الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	٦٨٣
۴۔ الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	٢٥٦
٥۔ ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	٩٢٣
٦۔ ارشاد العقل السلیم	ابو سعود محمد بن محمد العمادی	٩٥١
٧۔ الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	١٢٢٥
٨۔ الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	٩٧٠
٩۔ اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	١٠٥٢
١٠۔ اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴٨٢
١١۔ الاصلاح والایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	٩۴٠
١٢۔ آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	٧٦٩
١٣۔ انفع الوسائل الی تحریر المسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	٧٥٨
١۴۔ امداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	١٠٦٩
١٥۔ الانوار لعمل الابرار	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	٧٩٩

marfat.com

۱۶- امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن بشران	۴۳۲
۱۷- الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف با بن السنی	۳۶۴
۱۸- القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷
۱۹- الاصل (مبسوط)	ابوعبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۲۰- اخبار مدینہ	محمد بن حسن المدنی ابن زبالہ	۲۰۰
۲۱- الام	محمد بن ادریس الشافعی	۲۰۴
۲۲- اخبار مدینہ	زبیر ابن بکار الزبیری	۲۵۶
۲۳- امثال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	الحسن بن عبدالرحمٰن الرامہرمزی	۳۶۰
۲۴- اربعین للحاکم	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری	۴۰۵
۲۵- احیاء العلوم	امام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶- اربعین نووی	محی الدین یحییٰ بن شرف النووی الشافعی	۶۷۶
۲۷- الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
۲۸- اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ	علی بن محمد ابن اثیر الشیبانی	۶۳۰
۲۹- الفیۃ العراقی فی اصول الحدیث	امام زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی	۸۰۶
۳۰- الاصابۃ فی تمیز الصحابہ	شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲
۳۱- انموذج العلوم	علامہ جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی	۹۰۳
۳۲- الاتقان	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۳۳- اعلام بقواطع الاسلام	احمد بن حجر الھیتمی المکی	۹۷۴
۳۴- الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ	نورالدین علی بن سلطان محمد القاری (ملا علی القاری)	۱۰۱۴
۳۵- الانتباہ فی سلاسل اولیاء	شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم	۱۱۷۹
۳۶- اتحاف السادۃ المتقین	سید محمد بن محمد مرتضیٰ الزبیدی	۱۲۰۵
۳۷- انجاح الحاجۃ حاشیہ سنن ابن ماجہ	عبدالغنی الدہلوی المدنی	۱۲۷۳
۳۸- اعانۃ الطالبین	سید محمد شطا الدمیاطی	
۳۹- الاشارات ابن سینا	ابوعلی حسین بن عبداللہ الشہیر بابن سینا	۴۲۸

ب

۴۰ ۔ بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۴۱ ۔ الہدایہ (ہدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۴۲ ۔ البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰
۴۳ ۔ البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسٰی الطرابلسی	۹۲۲
۴۴ ۔ بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۴۵ ۔ البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۴۶ ۔ البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵
۴۷ ۔ بہجۃ الاسرار	یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی	۷۱۳
۴۸ ۔ بلوغ المرام	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۸۵۲
۴۹ ۔ بستان المحدثین	شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ	۱۲۳۹
۵۰ ۔ براہین قاطعہ	رشید احمد گنگوہی	۱۹۰۵ء

ت

۵۱ ۔ تاج العروس	سید محمد مرتضٰی الزبیدی	۱۲۰۵
۵۲ ۔ تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی با بن عساکر	۵۷۱
۵۳ ۔ تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۴ ۔ التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۵۵ ۔ تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الہمام	۸۶۱
۵۶ ۔ تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۵۷ ۔ تحقیق الحسامی	عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۵۸ ۔ الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلو بغا الحنفی	۸۷۹
۵۹ ۔ التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۶۰ ۔ التمہید لما فی المؤطا من المعانی الاسانید	یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر الاندلسی	۴۶۳

marfat.com

٦١ - تنبیہ الانام فی آداب الصیام		
٦٢ - تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین محلی وجلال الدین السیوطی	٨٦٤ - ٩١١
٦٣ - تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	٨٥٢
٦٤ - تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن اخبار الشنیعۃ الموضوعۃ	ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی	٩٢٣
٦٥ - تفسیر ابن ابی حاتم	عبدالرحمٰن بن محمد الرازی (حافظ)	٣٢٧
٦٦ - تہذیب الآثار	ابوجعفر محمد بن محمد بن جریر	١٣١٠
٦٧ - تقریب القریب	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النوادی	٩١١
٦٨ - التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	٨٧٩
٦٩ - التیسیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی المناوی	١٠٣١
٧٠ - تبیین الحقائق	فخرالدین عثمان بن علی الزیلعی	٧٤٣
٧١ - تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	٨٥٢
٧٢ - تنویر المقیاس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	٨١٧
٧٣ - تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	١٠٠٤
٧٤ - تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	٢٩٤
٧٥ - تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	٤٦٣
٧٦ - التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	٧٧٣
٧٧ - تاریخ الطبری	محمد بن جریر الطبری	٣١٠
٧٨ - تنبیہ الغافلین	نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی	٣٧٣
٧٩ - تاریخ ابن نجار	محمد بن محمود بن حسن بغدادی ابن نجار	٦٤٣
٨٠ - الترغیب والترہیب	زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری	٦٥٦
٨١ - التوضیح شرح التنقیح فی اصول الفقہ	عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ	٧٤٧
٨٢ - تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی	٧٤٨
٨٣ - تذہیب تہذیب الکمال	شمس الدین محمد بن احمد الذہبی	٧٤٨
٨٤ - التلویح شرح توضیح	سعدالدین مسعود بن عمر بن عبداللہ تفتازانی	٧٩٢
٨٥ - تدریب الراوی	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	٩١١

marfat.com

٨٦ - التعقبات علی الموضوعات	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	٩١١
٨٧ - تاریخ الخمیس	شیخ حسین بن محمد ابن الحسن دیار بکری	٩٦٦
٨٨ - تذکرہ اولی الالباب انطاکی	داؤد بن عمر انطاکی	١٠٠٨
٨٩ - التبیان فی بیان ما فی لیلۃ النصف من شعبان	علی بن سلطان محمد القاری	١٠١۴
٩٠ - تفسیرات احمدیہ	احمد بن ابو سعید المعروف مُلّا جیون	١١٣٠
٩١ - التفسیر المظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	١٢٢۵
٩٢ - تحفہ اثنا عشریہ	الشاہ عبدالعزیز دہلوی	١٢٣٩
٩٣ - تنبیہ ذوی الافہام	محمد امین ابن عابدین	١٢۵٢
٩۴ - التحریر المختار (تقریرات الرافعی)	عبدالقادر الرافعی الفاروقی	١٣٢٣
٩۵ - تذکرۃ الموضوعات للفتنی	محمد بن طاہر الفتنی	٩٨٦
٩٦ - تجنیس الملتقط		
٩٧ - تحفۃ المومنین فی الطب	محمد مومن بن محمد زمان الحسینی	
٩٨ - تحفۃ الصلوٰۃ (فارسی)	حسین بن علی الکاشفی الواعظ	٩١٠

ث

٩٩ - الثمانون فی الحدیث	ابوبکر محمد بن الحسین الآجری	٣٦٠
١٠٠ - ثبت	ابو محمد محمد بن امیر المکی المصری	

ج

١٠١ - جامع الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	٢٧٩
١٠٢ - جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	٩٦٢
١٠٣ - الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	٢۵٦
١٠۴ - الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	١٨٩
١٠۵ - الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	٢٦١
١٠٦ - جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابو نصر احمد بن محمد العتابی	۵٨٦

marfat.com

١٠٧ - جامع الفصولین فی الفروع	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل با بن قاضی	٨٢٣
١٠٨ - الجامع الکبیر فی فروع الحنفیۃ	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	٣٤٠
١٠٩ - جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	٠
١١٠ - الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	٩٨٩
١١١ - جواہر الفتاوی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	٥٦٥
١١٢ - الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	٨٠٠
١١٣ - الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیی بن معین البغدادی	٢٣٣
١١٤ - الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی	٩١١
١١٥ - جامع البیان فی تفسیر القرآن (تفسیر طبری)	محمد بن جریر الطبری	٣١٠
١١٦ - جزء حدیثی حسن بن عرفہ	ابوعلی حسن بن عرفہ	بعد از ٢٥٦
١١٧ - الجامع لاخلاق الراوی والسامع	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	٤٦٣
١١٨ - جامع احکام الصغار فی الفروع	محمد بن محمود الاسروشنی	٦٣٦
١١٩ - جامع الادویہ والاغذیہ	ضیاء الدین عبد اللہ بن احمد المالقی	٦٤٦
١٢٠ - جواہر العقدین فی فضل الشرفین	نور الدین علی بن احمد السمہودی المصری	٩١١
١٢١ - جواہر خمسہ	محمد غوث بن عبد اللہ گوالیاری	٩٧٠
١٢٢ - جمع الجوامع فی الحدیث	ابوبکر جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین سیوطی	٩١١
١٢٣ - جوہر منظم فی زیارت قبر النبی المکرم صلی اللہ علیہ وسلم	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	٩٧٤
١٢٤ - جذب القلوب الی دیار المحبوب	عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی	١٠٥٢
١٢٥ - الجامع الکبیر فی الفتاوی	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	٥٥٦

ح

١٢٦ - حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفی ابوسعید الخادمی	١١٧٦
١٢٧ - حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	١٠٢١
١٢٨ - حاشیۃ علی الدرر	عبد الحلیم بن محمد الرومی	١٠١٣
١٢٩ - حاشیۃ علی الدرر لملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٨٥

marfat.com

۱۳۰ - حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علامہ سفطی	۔
۱۳۱ - الحاشیۃ لسعدی آفندی علی العنایۃ	سعد اللہ بن عیسی آل آفندی	۹۴۵
۱۳۲ - الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ	عبد الغنی النابلسی	۱۱۴۳
۱۳۳ - الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۱۳۴ - حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۳
۱۳۵ - حلیۃ الاولیاء فی الحدیث	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۱۳۶ - حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹
۱۳۷ - حرز الامانی و وجہ التہانی	ابو محمد قاسم بن فیرہ الشاطبی المالکی	۵۹۰
۱۳۸ - حیوۃ الحیوان الکبری للدمیری	زکریا بن محمد بن محمود القزوینی	۶۸۲
۱۳۹ - الحصن الحصین من کلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	۸۳۳
۱۴۰ - حاشیۃ التلویح ملا خسرو	محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۴۱ - حاشیۃ التلویح حسین چلپی	حسن بن محمد شاہ الفناری چلپی	۸۸۶
۱۴۲ - حرز ثمین شرح حصن حصین	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۱۴۳ - حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۱۴۴ - حاشیہ مکتوبات شاہ ولی اللہ	〃 〃 〃 〃 〃	〃
۱۴۵ - حصر الشارد فی اسانید الشیخ	محمد عابد السندی	۱۲۵۷
۱۴۶ - حاشیۃ الکمثری علی الانوار		
۱۴۷ - حاشیہ کفایۃ الطالب الربانی		
۱۴۸ - حاشیۃ الحفنی علی الجامع الصغیر	علامہ الحفنی	
۱۴۹ - الحاوی للفتاوی	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۵۰ - حسن المقصد فی عمل المولد	〃 〃 〃 〃	〃

خ

۱۵۱ - خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	۔
۱۵۲ - خزانۃ الفتاوی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲

marfat.com

۱۵۳- خزانة المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۴۰ے کے بعد
۱۵۴- خلاصة الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۱۵۵- خلاصة الفتاوی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۱۵۶- الخیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۵۷- الخصائص الکبریٰ	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۵۸- خلاصة الوفا	علی بن احمد السمہودی	۹۱۱
۱۵۹- خزائن الاسرار فی شرح تنویر الابصار	علاء الدین محمد بن علی الحصکفی	۱۰۸۸

د

۱۶۰- الدرایة شرح الھدایة	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۶۱- الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۶۲- الدر المختار فی شرح تنویر الابصار	محمد بن علی المعروف علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۱۶۳- الدر النثیر	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۱۶۴- الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور	" " " " "	"

ذ

۱۶۵- ذخیرة العقبیٰ	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۱۶۶- ذخیرة الفتاوی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۱۶۷- ذم الغیبة	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۱۶۸- الرحمانیة		
۱۶۹- رد المحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۰- رحمة الامة فی اختلاف الائمة	ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۱۷۱- رغائب القرآن	ابو مروان عبد الملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹

marfat.com

١٧٢- رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم		٩٧٠
١٧٣- رد علی الجهمیة	عثمان بن سعید الدارمی		٢٨٠
١٧٤- رسالہ نذور	مولوی اسمٰعیل دہلوی	١٨٣١ء	١٢٤٦
١٧٥- رسالہ قشیریہ	عبدالکریم بن ہوازن القشیری		٤٦٥
١٧٦- رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی		٨٥٥
١٧٧- رفع الاشتباه عن سبل المیاه	قاسم بن قطلوبغا المصری		٨٧٩
١٧٨- رسالہ طلوع ثریا	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی		٩١١
١٧٩- رسالہ اتحاف الغرفہ	" " " "	"	"
١٨٠- رسائل ابن نجیم	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم		٩٧٠
١٨١- رسالہ اہتداء	علی بن سلطان محمد القاری		١٠١٤
١٨٢- رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ	احمد بن سید محمد مکی الحموی		١٠٩٨
١٨٣- رسالہ انصاف	شاہ ولی اللہ الدہلوی		١١٧٩
١٨٤- رسائل ابن عابدین	محمد امین آفندی ابن عابدین		١٢٥٢
١٨٥- رسالہ میلاد مبارک (الکوکب الانور علی عقد الجوہر)	جعفر بن اسمٰعیل البرزنجی		١٣١٧
١٨٦- الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ	ابو جعفر احمد بن احمد الشہیر بالمحب الطبری المکی		٦٩٤
١٨٧- رسالہ بدعت	میاں اسمٰعیل بن شاہ عبدالغنی الدہلوی	١٨٣١ء	١٢٤٦
١٨٨- رسالہ دعائیہ	مولوی خرم علی		
١٨٩- رسالہ غایۃ المقال	ابو الحسنات محمد عبدالحی		١٣٤٣

ز

١٩٠- زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی المتوفی اواخر القرن السادس		
١٩١- زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الہمام		٨٦١
١٩٢- زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً	١٠١٦
١٩٣- زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی		١٨٩
١٩٤- زہر النسرین فی حدیث المعمرین	محمد بن علی الشوکانی		١٢٥٠

marfat.com

۱۹۵ - زہر الربی علی المجتبیٰ	جلال الدین عبدالرحمن السیوطی	۹۱۱
۱۹۶ - زہر الروض فی مسئلة الحوض	محمد بن عبداللہ ابن شحنہ	۹۲۱
۱۹۷ - الزواجر عن ا الکبائر	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۱۹۸ - زبدة الآثار فی اخبار قطب الاخبار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۲۵۲
۱۹۹ - زبدة الاسرار فی مناقب غوث الابرار	″ ″ ″ ″	″

س

۲۰۰ - السراج الوہاج (شرح قدوری)	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۲۰۱ - السنن لابن ماجۃ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۲۰۲ - السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۲۰۳ - السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۲۰۴ - السنن للنسائی	ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۲۰۵ - السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۰۶ - السنن لدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۲۰۷ - السنن للدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی	۲۵۵
۲۰۸ - سیرت ابن ہشام	ابومحمد عبدالملک بن ہشام	۲۱۳
۲۰۹ - سیرت عیون الاثر	محمد بن عبداللہ ابن سید الناس	۷۳۴
۲۱۰ - سراجی فی المیراث	سراج الدین سجاوندی	ساتویں صدی ہجری
۲۱۱ - سیر اعلام النبلاء	شمس الدین محمد احمد الذہبی	۷۴۸
۲۱۲ - السعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ	محمد بن عبدالحی لکھنوی	۱۳۰۴
۲۱۳ - سیرت عمر بن محمد ملا	عمر بن محمد ملا	
۲۱۴ - سیرت ابن اسحاق	محمد بن اسحاق بن یسار	۱۵۱
۲۱۵ - سراج القاری		
۲۱۶ - السعدیہ		
۲۱۷ - السعی المشکور فی رد المذہب الماثور	محمد بن عبدالحی لکھنوی ہندی	۱۳۰۴

marfat.com

ش

۲۱۸	الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری	۰
۲۱۹	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۲۰	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیہ المالکی	۱۱۰۶
۲۲۱	شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۲۲۲	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۲۲۳	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۲۲۴	شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی	۱۰۶۲
۲۲۵	شرح سفر السعادۃ	شیخ عبدالحق المحدّث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۲۶	شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۲۲۷	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۲۲۸	شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابونصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۲۲۹	شرح الغریبین		
۲۳۰	شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۲۳۱	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۲۳۲	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۲۳۳	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۳۴	شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۲۳۵	شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۲۳۶	شرح موطا امام مالک	علامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۲۳۷	شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۲۳۸	شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲
۲۳۹	شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبیداللہ بن مسعود	۷۴۷
۲۴۰	شرح الہدایۃ	محمد بن محمد ابن شحنۃ	۸۹۰

marfat.com

۲۴۱۔ شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۲۴۲۔ شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۴۳۔ شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۲۴۴۔ شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبدالعزیز الحنفی	۵۳۶
۲۴۵۔ الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	ابوالفضل عیاض بن موسیٰ قاضی	۵۴۴
۲۴۶۔ شرح شافیہ ابن حاجب	رضی الدین محمد بن الحسن الاستراباذی	۶۸۶
۲۴۷۔ شرح کافیہ ابن حاجب	〃 〃 〃 〃	〃
۲۴۸۔ شرح طوالع الانوار	محمود بن عبدالرحمان الاصفہانی	۷۴۹
۲۴۹۔ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام	تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی	۷۵۶
۲۵۰۔ شرح عقائد النسفی	سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
۲۵۱۔ شرح المقاصد	〃 〃 〃 〃	〃
۲۵۲۔ شرح المواقف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۲۵۳۔ شرح السراجی	〃 〃 〃 〃	〃
۲۵۴۔ شرح چغمینی	موسیٰ پاشا بن محمد الرومی	۸۴۱
۲۵۵۔ شرح حاشیۃ الکنز ملا مسکین	معین الدین الہروی ملا مسکین	۹۵۴
۲۵۶۔ شرح فقہ اکبر	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۲۵۷۔ شرح عین العلم	〃 〃 〃 〃	〃
۲۵۸۔ شرح قصیدہ اطیب النغم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۵۹۔ شرح قصیدہ ہمزیہ	〃 〃 〃 〃	〃
۲۶۰۔ شرح رباعیات	〃 〃 〃 〃	〃
۲۶۱۔ شرح فواتح الرحموت	〃 〃 〃 〃	〃
۲۶۲۔ شفاء العلیل	〃 〃 〃 〃	〃
۲۶۳۔ شرح النقایہ لابی المکارم	ابوالمکارم بن عبداللہ بن محمد 〃	بعد از ۹۰۷
۲۶۴۔ شرف المصطفیٰ	حافظ عبدالملک بن محمد نیشاپوری	۴۰۶
۲۶۵۔ شرح مقدمہ عثمانیہ	احمد بن ترکی المالکی	

marfat.com

٢٦٦- شرح جامع الاصول للضیف	مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری	٦٠٦
٢٦٧- شرح الملتقی للبھنسی	محمد بن محمد المعروف بابن البھنسی	٩٨٧
٢٦٨- شرح درر البحار	عبدالوہاب ابن احمد الشہیر بابن وہبان	٧٦٨

ص

٢٦٩ - صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	٣٩٣
٢٧٠ - صحیح ابن حبان (کتاب التقاسیم و الانواع)	محمد بن حبان	٣٥٤
٢٧١ - صحیح ابن خزیمہ	محمد بن اسحاق ابن خزیمہ	٣١١
٢٧٢ - الصراح	ابوفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	٦٩٠ تقریباً
٢٧٣ - صغیری شرح منیہ	ابراہیم الحلبی	٩٥٦
٢٧٤ - صراط مستقیم	سید احمد شہید بریلوی	١٢٤٦
٢٧٥ - الصواعق المحرقہ	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	٩٧٣

ط

٢٧٦ - الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	١٣٠٢
٢٧٧ - الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	١٣٠٢
٢٧٨ - طبقات المقرئین	محمد بن احمد الذہبی	٧٤٨
٢٧٩ - طبقات القراء	محمد بن محمد الجزری	٨٣٣
٢٨٠ - الطریقۃ المحمدیہ	محمد بن بیر علی المعروف بیرکلی	٩٨١
٢٨١ - طلبۃ الطلبۃ	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	٥٣٧

ع

٢٨٢ - عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	٨٥٥
٢٨٣ - العنایہ شرح الہدایہ	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	٧٨٦
٢٨٤ - عنایۃ القاضی حاشیۃ علی تفسیر البیضاوی	شہاب الدین الخفاجی	١٠٦٩

٢٨٥ - عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	٣٧٨
٢٨٦ - عقود الدریّة	محمد امین ابن عابدین الشامی	١٢٥٢
٢٨٧ - عدّة	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	١٠٢٠
٢٨٨ - عمل الیوم واللیلة	ابو بکر احمد بن محمد ابن السنی	٣٦٤
٢٨٩ - عوارف المعارف	شہاب الدین سُہروردی	٦٣٢
٢٩٠ - عقد الفرید	ابو عبداللہ محمد بن عبد القوی المقدسی	٦٩٩
٢٩١ - عین العلم	محمد بن عثمان بن عمر الحنفی البلخی	٨٣٠
٢٩٢ - عقد الجید	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	١١٧٩
٢٩٣ - عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ	محمد امین آفندی ابن عابدین	١٢٥٢
٢٩٤ - عمدة الرعایہ فی حل شرح الوقایہ	محمد بن عبد الحی اللکھنوی	١٣٠٤

غ

٢٩٥ - غایة البیان شرح الہدایة	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	٧٥٨
٢٩٦ - غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	٨٨٥
٢٩٧ - غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرة البغدادی المعروف باثرم	٢٣٠
٢٩٨ - غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکّی	١٠٩٨
٢٩٩ - غنیة ذوی الاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	١٠٦٩
٣٠٠ - غنیة المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	٩٥٦
٣٠١ - غیث النفع فی القراء السبع	یحییٰ بن شرف النووی	٦٧٦

ف

٣٠٢ - فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	٨٥٢
٣٠٣ - فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بابن الہمام	٨٦١
٣٠٤ - فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	٥٣٧
٣٠٥ - فتاوی بزازیة	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	٨٢٧

marfat.com

٣٠٦ - فتاوی حجہ		
٣٠٧ - فتاویٰ خیریہ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	١٠٨١
٣٠٨ - فتاویٰ سراجیہ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	٥٧٥
٣٠٩ - فتاویٰ عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
٣١٠ - فتاویٰ غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
٣١١ - فتاویٰ قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	٥٩٢
٣١٢ - فتاویٰ ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
٣١٣ - فتاویٰ ظہیریہ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	٦١٩
٣١٤ - فتاویٰ ولوالجیۃ	عبد الرشید بن ابی حنیفۃ الولوالجی	٥٤٠
٣١٥ - فتاویٰ الکبریٰ	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	٥٣٦
٣١٦ - فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	١٥٠
٣١٧ - فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	
٣١٨ - فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	٨٧٢
٣١٩ - الفتوحات المکیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	٦٣٨
٣٢٠ - فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	١٢٢٥
٣٢١ - الفوائد	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	٤١٤
٣٢٢ - فوائد المخصصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	١٢٥٢
٣٢٣ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	١٠٣١
٣٢٤ - فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویۃ	٢٦٧
٣٢٥ - فضائل القرآن لابن ضریس	ابو عبد اللہ محمد بن ایوب ابن ضریس البجلی	٢٩٤
٣٢٦ - فوائد الخلعی	ابو الحسن علی بن الحسین الموصلی	٤٩٢
٣٢٧ - فصول العمادی	محمد بن محمود الاسروشنی	٦٣٦
٣٢٨ - فتاویٰ تاتارخانیہ	عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	٧٨٦
٣٢٩ - فتح المغیث	امام محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی	٩٠٣
٣٣٠ - فتاویٰ زینیہ	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	٩٧٠

marfat.com

۳۳۱ - فتح المعین شرح اربعین	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۲ - فتح الالہ شرح المشکاۃ	"	"
۳۳۳ - فتاوی الفقہیہ ابن حجر مکی	"	"
۳۳۴ - فتاوی انقرویہ	محمد بن حسین الانقروی	۱۰۹۸
۳۳۵ - فتاوی اسعدیہ	سید اسعد ابن ابی بکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶
۳۳۶ - فوائد مجموعہ شوکانی	محمد بن علی بن محمد الشوکانی	۱۲۵۰
۳۳۷ - فتاوی جمال بن عمر المکی	جمال بن عمر المکی	۱۲۸۴
۳۳۸ - فضل لباس العمائم	ابو عبداللہ محمد بن وضاح	
۳۳۹ - فتاوی قاعدیہ	ابو عبداللہ محمد بن علی القاعدی	
۳۴۰ - فتاوی غزی	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۳۴۱ - فتاوی شمس الدین الرملی		
۳۴۲ - فتح الملک المجید		
۳۴۳ - فتح العزیز (تفسیر عزیزی)	عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۱۲۳۹

ق

۳۴۴ - القاموس المحیط	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۳۴۵ - قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۸۷۲
۳۴۶ - القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۳۴۷ - القرآن الکریم		
۳۴۸ - قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب	ابو طالب محمد بن علی المکی	۳۸۶
۳۴۹ - القول المسدد	شہاب الدین احمد بن علی القسطلانی	۸۵۲
۳۵۰ - قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۶
۳۵۱ - القول الجمیل	"	"
۳۵۲ - قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار	محمد بن عبدالحی لکھنوی انصاری	۱۳۰۴
۳۵۳ - القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب	ابراہیم بن عبداللہ الیمنی	"

marfat.com

ک

۳۵۴ - الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۳۵۵ - الکامل لابن عدی	ابو احمد عبداللہ بن عدی	۳۶۵
۳۵۶ - الکبریت الاحمر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۳۵۷ - کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۵۸ - کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۳۵۹ - کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابو المحاسن محمد بن علی	
۳۶۰ - کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبداللہ	۴۳۰
۳۶۱ - کتاب الہدیۃ لابن عماد	عبدالرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۳۶۲ - کتاب الطہور	لابی عبید	
۳۶۳ - کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۳۶۴ - کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۶۵ - کتاب الوسوسۃ	ابو بکر بن ابی داؤد	
۳۶۶ - کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۶۷ - کشف الرمز	علامۃ المقدسی	
۳۶۸ - کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۳۶۹ - کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۳۷۰ - الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۳۷۱ - کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۳۷۲ - کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۳۷۳ - الکنی للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
۳۷۴ - الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۳۷۵ - کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۳۷۶ - کتاب المغازی	یحییٰ بن سعید القطان	۱۹۸

marfat.com

۳۷۷ ۔ کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۳۷۸ ۔ کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۳۷۹ ۔ الکشاف عن حقائق التنزیل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸
۳۸۰ ۔ کتاب الحجہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ	ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۸۱ ۔ کتاب المشیخۃ امام محمد	〃 〃 〃	〃
۳۸۲ ۔ کتاب المراسیل	سلیمان بن اشعث السجستانی	۲۷۵
۳۸۳ ۔ کتاب البعث والنشور	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	۲۸۱
۳۸۴ ۔ کتاب الاخوان	ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	〃
۳۸۵ ۔ کتاب الضعفاء الکبیر	ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی المکی	۳۲۲
۳۸۶ ۔ کتاب الزہد الکبیر للبیہقی	احمد بن حسن البیہقی	۴۵۸
۳۸۷ ۔ کتاب الرواۃ عن مالک ابن انس	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۴۶۳
۳۸۸ ۔ کتاب الحجہ علی تارک المحجہ	نصر بن ابراہیم المقدسی	۴۹۰
۳۸۹ ۔ کیمیائے سعادت	امام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۳۹۰ ۔ کفایۃ الطالب الربانی شرح لرسالہ ابن ابی زہر القہروانی	ابو الحسن علی بن ناصر الدین الشاذلی	۹۳۹
۳۹۱ ۔ کشف الظنون	مصطفیٰ بن عبداللہ حاجی خلیفہ	۱۰۶۷
۳۹۲ ۔ کشف الغمہ	شیخ عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳
۳۹۳ ۔ کتاب الصفین	یحییٰ بن سلیمان الجعفی (استاد امام بخاری)	
۳۹۴ ۔ کتاب المصاحف ابن الانباری		
۳۹۵ ۔ کمالین حاشیہ جلالین	شیخ سلام اللہ بن محمد شیخ الاسلام محدث رامپوری	۱۲۳۳
۳۹۶ ۔ کتاب المغازی	محمد بن عمر بن واقد الواقدی	۲۰۷
ل		
۳۹۷ ۔ لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۳۹۸ ۔ لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن محمد السیوطی	۹۱۱

marfat.com

۳۹۹ - لسان العرب	جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور المصری	۷۱۱
۴۰۰ - الآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ - ابوبکر عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی		۹۱۱
۴۰۱ - لواقع الانوار القدسیہ المنتخب من الفتوحات المکیہ	عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳

م

۴۰۲ - مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۴۰۳ - مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہرزادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۴۰۴ - مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۴۰۵ - مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی	۹۹۵
۴۰۶ - مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الفتنی	۹۸۱
۴۰۷ - مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۴۰۸ - مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر	عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی شیخی زادہ	۱۰۷۸
۴۰۹ - المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۰۱۶
۴۱۰ - المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۴۱۱ - مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۴۱۲ - مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	۶۶۰
۴۱۳ - المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	۶۴۳
۴۱۴ - المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۱۵ - مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۴۱۶ - مراقی الفلاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۴۱۷ - مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۴۱۸ - مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۱۹ - مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۴۲۰ - المستدرک للحاکم	ابوعبداللہ الحاکم	۴۰۵
۴۲۱ - المستصفی شرح الفقہ النافع	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰

marfat.com

۴۲۲	مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۴۲۳	مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۴۲۴	مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۴۲۵	مسند اسحٰق ابن راہویۃ	حافظ اسحٰق ابن راہویۃ	۲۳۸
۴۲۶	مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۴۲۷	المسند الکبیر فی الحدیث	حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۴۲۸	المسند الکبیر فی الحدیث	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۴۲۹	مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۴۳۰	مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۴۳۱	المصفّٰی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۴۳۲	مصنّف ابن ابی شیبۃ	ابوبکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۴۳۳	مصنّف عبد الرزاق	ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۴۳۴	مصباح الدجیٰ	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰
۴۳۵	معرفۃ الصحابۃ	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۴۳۶	المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۷	المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۸	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۹	معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۴۴۰	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۴۴۱	المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۴۴۲	المغرب	ابو الفتح ناصر بن عبد السید المطرزی	۶۱۰
۴۴۳	مختصر القدوری	ابو الحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۴۴۴	مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۴۴۵	المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۴۴۶	المقدمۃ العشماویۃ فی الفقہ المالکیۃ	ابو العباس عبد الباری العشماوی المالکی	

marfat.com

۴۴۷ - الملتقط (فی فتاویٰ ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۴۴۸ - مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیتمی	۸۰۷
۴۴۹ - مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۴۵۰ - المنتقیٰ (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۴۵۱ - المنتقیٰ فی فروع الحنیفہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۴۵۲ - منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۴۵۳ - منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۴۵۴ - ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۴۵۵ - منہاج النووی (شرح صحیح مسلم)	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۶۷۶
۴۵۶ - مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۴۵۷ - المبتغیٰ	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۴۵۸ - المبسوط	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۴۵۹ - مسند فی الحدیث	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰
۴۶۰ - المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۴۶۱ - منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۴۶۲ - موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۴۶۳ - موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۴۶۴ - مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
۴۶۵ - مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۴۶۶ - میزان الشرعیۃ الکبریٰ	عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۴۶۷ - میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۴۶۸ - المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویہ	۴۱۰
۴۶۹ - مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷
۴۷۰ - مسند الامام اعظم	ابو حنیفہ نعمان بن ثابت	۱۵۰
۴۷۱ - مؤطا الامام محمد	ابو عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی	۱۸۹

marfat.com

۴۷۲ - المسند فی الحدیث	حسن بن سفیان النسوی	۳۰۳
۴۷۳ - معالم السنن لابی سلیمان الخطابی	احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی	۳۸۸
۴۷۴ - مقاماتِ حریری	قاسم بن علی الحریری	۵۱۶
۴۷۵ - معالم التنزیل تفسیر البغوی	ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی	۵۱۶
۴۷۶ - الملل والنحل	ابوالفتح محمد بن عبدالکریم الشہرستانی	۵۴۸
۴۷۷ - موضوعاتِ ابنِ جوزی	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی	۵۹۷
۴۷۸ - مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث	ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن ابن الصلاح	۶۴۲
۴۷۹ - مختصر سنن ابی داؤد للحافظ المنذری	عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری	۶۵۶
۴۸۰ - مدارک التنزیل تفسیر النسفی	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۴۸۱ - المواقف السلطانیہ فی علم الکلام	عضدالدین عبدالرحمٰن بن رکن الدین احمد	۷۵۶
۴۸۲ - مقدمہ جزریہ	محمد بن محمد الجزری	۸۳۳
۴۸۳ - مقاصد حسنہ	شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی	۹۰۲
۴۸۴ - المواہب اللدنیہ	احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۴۸۵ - المنح الفکریہ شرح مقدمہ جزریہ	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۴۸۶ - المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط	〃 〃 〃 〃	〃
۴۸۷ - ماثبت بالسنۃ	شیخ عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی	۱۰۵۲
۴۸۸ - المیبذی	قاضی میر حسین بن معین الدین	۱۰۹۶
۴۸۹ - مسوی مصفی شرح موطا امام مالک	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۶
۴۹۰ - مکتوبات شاہ ولی اللہ	〃 〃 〃 〃	〃
۴۹۱ - مکتوبات	مرزا مظہر جان جاناں	۱۱۹۵
۴۹۲ - ملفوظات	〃 〃 〃 〃	〃
۴۹۳ - معمولات	〃 〃 〃 〃	〃
۴۹۴ - مخزنِ ادویہ فی الطب	محمد حسین بن محمد الہادی بہادر خاں	
۴۹۵ - مجموعہ فتاویٰ	ابوالحسنات محمد عبدالحی	۱۲۴۳
۴۹۶ - معیار الحق	سید نذیر حسین الدہلوی	

marfat.com

۴۹۷ - مظاہر حق	مولوی نذیر الحق میرٹھی	
۴۹۸ - مکتوبات امام ربانی	شیخ احمد سرہندی	۱۰۳۴
۴۹۹ - مناصحہ فی تحقیق مسئلۃ المصافحہ		
۵۰۰ - مفتاح الصلوٰۃ		
۵۰۱ - مجتبیٰ شرح قدوری		
۵۰۲ - مشیخہ ابن شاذان		
۵۰۳ - معرفۃ الصحابہ لابی نعیم	احمد بن عبداللہ اصبہانی	۴۳۰
۵۰۴ - مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)	امام فخر الدین رازی	۶۰۶

ن

۵۰۵ - النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبداللہ بن مسعود	۷۴۵
۵۰۶ - نصب الرایۃ	ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۵۰۷ - نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۵۰۸ - النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۵۰۹ - النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۵۱۰ - النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۵۱۱ - نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۵۱۲ - نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۵۱۳ - النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۵۱۴ - نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

و

۵۱۵ - الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۵۱۶ - الوجیز فی الفروع	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۵۱۷ - الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳

marfat.com

۵۱۸ - الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۵۱۹ - الھدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۵۲۰ - الیواقیت والجواہر	سیّد عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۵۲۱ - ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹

marfat.com

ضمیمہ
مآخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنفِ کتاب	سنِ وفات ہجری
	ا		
۱ ۔	انوار التنزیل فی اسرار التاویل (تفسیر البیضاوی)	ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر البیضاوی ۶۹۱/۶۹۶/ ۶۸۵ ہدیۃ العارفین ۱/۳	۴۶۳
۲ ۔	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابو عمر یوسف بن عبد اللہ النمری القرطبی	۴۶۲
۳ ۔	اوضح رمز علی شرح نظم الکنز	علی بن محمد ابن غانم المقدسی	۱۰۰۴
۴ ۔	الاستذکار	یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر الاندلسی	۴۶۳
۵ ۔	الافراد	علی بن عمر الدار قطنی	۳۸۵
۶ ۔	الایضاح فی شرح التجرید	امام ابو الفضل عبد الرحمٰن بن احمد الکرمانی	۵۴۳
۷ ۔	اسباب النزول	ابو الحسن علی بن احمد الواحدی	۴۶۸
۸ ۔	ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح	شاہ محمد اسمٰعیل بن شاہ عبد الغنی دہلوی	۱۲۴۶
۹ ۔	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم	۱۱۷۶
۱۰ ۔	انسان العین	" " " " "	"
۱۱ ۔	انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون	علی بن برہان الدین حلبی	۱۰۴۴
۱۲ ۔	ارشاد الطالبین	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۳ ۔	الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام	قطب الدین محمد بن احمد الحنفی	۹۸۹

marfat.com

۱۴ - ارشاد الساری الیٰ مناسک الملا علی القاری	حسین بن محمد سعید عبد الغنی المکی الحنفی	
۱۵ - الآداب الحمیدہ و الاخلاق	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۱۶ - الاربعین طائیہ	ابو الفتح محمد بن محمد الطائی الھمدانی	۵۵۵
۱۷ - انیس الغریب	جلال الدین عبد اللہ بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۱۸ - الارشاد فی الکلام	امام ابو المعالی عبد الملک ابن عبد اللہ الجوینی الشہیر بامام الحرمین	۴۷۸
۱۹ - افضل القراء لقراء ام القراء	احمد بن محمد ابن حجر مکی	۹۷۴
۲۰ - الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الاخبار	محمد بن موسیٰ الحازمی الشافعی	۵۸۴

ت

۲۱ - تلخیص الجامع الکبیر	کمال الدین محمد بن عباد الحنفی	۶۵۲
۲۲ - تحفۃ الحریص فی شرح التلخیص	علی بن بلبان الفارسی المصری الحنفی	۷۳۹
۲۳ - تقویۃ الایمان	شاہ محمد اسمٰعیل بن شاہ عبد الغنی دہلوی	۱۲۴۶
۲۴ - تعلیم المتعلم	امام برہان الدین الزرنوجی	
۲۵ - الترغیب والترہیب	ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد الاصبہانی	۵۳۵
۲۶ - تذکرۃ الموتیٰ والقبور	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۲۷ - التثبیت عند التبییت	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۸ - تلخیص الادلہ لقواعد التوحید	ابو اسحٰق ابراہیم بن اسمٰعیل الصفار البخاری	۵۳۴
۲۹ - تفہیم المسائل		
۳۰ - تنبیہ الغافل والاسنان	ابن محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲

ث

۳۱ - ثقفیات	ابو عبد اللہ قاسم بن الفضل الثقفی الاصفہانی	۴۸۹
۳۲ - ثواب الاعمال لابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴

ج

۳۳ - الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی)	ابو عبد اللہ محمد ابن احمد القرطبی	۶۷۱

marfat.com

۳۴ - جامع المضمرات والمشکلات (شرح قدوری)	یوسف بن عمر الصوفی	۸۳۲
۳۵ - جد الممتار علی رد المحتار	امام احمد رضا بن نقی علی خاں	۱۳۴۰

ح

۳۶ - الحسامی	محمد بن محمد بن عمر حسام الدین الحنفی	۶۴۴
۳۷ - حاشیہ درر غرر نابلسی	اسمٰعیل بن عبد الغنی نابلسی	۱۰۶۲
۳۸ - حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل	عبد القادر الفاکہی	۹۸۲
۳۹ - حواشی علی معالم التنزیل	امام احمد رضا خاں بن نقی علی خاں	۱۳۴۰
۴۰ - حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین	″ ″ ″ ″ ″ ″	″

خ

۴۱ - خلاصۃ خلاصۃ الوفاء	نور الدین علی بن احمد السمہودی	۹۱۱

د

۴۲ - دلائل النبوۃ	ابوبکر بن احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸
۴۳ - در ثمین فی مبشرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم	۱۱۷۶
۴۴ - در منظم فی مولد النبی المعظم ″ ″ ″ ″	ابو القاسم محمد بن عثمان الولوی الدمشقی	۸۶۷
۴۵ - کتاب الدعوات	احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸
۴۶ - الدرۃ المغیبۃ فی زیارۃ المصطفویۃ	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۴۷ - الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ	حافظ محب الدین محمد بن محمود بن نجار	۶۴۳
۴۸ - الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ	مفتی احمد بن السید زینی دحلان	۱۳۰۴

ذ

۴۹ - ذکر الموت	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	۲۸۱

marfat.com

ر

۵۰ - رفع الانتقاض و دفع الاعتراض الخ — محمد امین ابن عابدین الشہیر با بن عابدین — ۱۲۵۲

س

۵۱ - سلفیات من اجزاء الحدیث — حافظ ابو الطاہر احمد بن محمد السلفی — ۵۸۶
۵۲ - السراج المنیر فی شرح جامع الصغیر — علی بن محمد بن ابراہیم المعری العزیزی — ۱۰۷۰
۵۳ - سُنن الہدیٰ — عبد الغنی بن احمد بن شاہ عبد القدوس گنگوہی
۵۴ - سُنن فی الحدیث — حافظ ابو علی سعید بن عثمان ابن السکن البغدادی — ۳۵۳

ش

۵۵ - شرح رسالہ فضالیہ — علامہ ابراہیم بن محمد الباجوری — ۱۲۷۶
۵۶ - شرح الصغریٰ — علامہ محمد یوسف السنوسی — ۸۹۵
۵۷ - الشامل فی فروع الحنفیہ — ابو القاسم اسمٰعیل بن حسین البیہقی الحنفی — ۴۰۲
۵۸ - شرح صحیح بخاری الکواکب الدراری — محمد بن یوسف الکرمانی — ۷۹۶
۵۹ - شفاء العلیل شرح القول الجمیل — مولوی خرم علی بلہوری — غالباً ۱۲۷۱
۶۰ - شرح صحیح بخاری — ناصر الدین علی بن محمد ابن منیر
۶۱ - شرح زیج سلطانی — عبد العلی بن محمد بن حسین — ۹۳۳
۶۲ - شفاء العلیل وبل الغلیل — ابن عابد بن محمد امین آفندی — ۱۳۵۲

ص

۶۳ - الصحاح الماثورہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
۶۴ - صغری شرح منیۃ المصلی — شیخ ابراہیم بن محمد الحلبی — ۹۵۶
۶۵ - صراطِ مستقیم — شاہ محمد اسمٰعیل بن عبد الغنی دہلوی — ۱۲۴۶

marfat.com

ط

٦٦ - الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد الزہری		٢٣٠

غ

٦٧ - غرائب القرآن ورغائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری)	نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری		٧٢٨
٦٨ - غریب الحدیث	قاسم بن سلام البغدادی		٢٢٤
٦٩ - غریب الحدیث	ابراہیم بن اسحٰق الحربی		٢٨٥
٧٠ - غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار	مولوی خرم علی بلہوری	غالبًا	١٢٧١

ف

٧١ - الفتوحات الالٰہیۃ (تفسیر جمل)	سلیمان بن عمر الشافعی الشہیر بالجمل		١٢٠٤
٧٢ - الفرج بعد الشدۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی		٢٨١
٧٣ - فاتح شرح قدوری			
٧٤ - فوائد حاکم وخلاص			
٧٥ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف المناوی		١٠٣١
٧٦ - فیوض الحرمین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم		١١٧٦
٧٧ - فتاوٰی شاہ رفیع الدین	شاہ رفیع الدین		١١٣٣
٧٨ - الفتح المبین شرح اربعین نووی	احمد بن محمد ابن حجر مکی		٩٧٤
٧٩ - فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوہاب			
٨٠ - فتوح الغیب	سید شیخ عبدالقادر گیلانی		٥٦١
٨١ - فتاوٰی عزیزی	عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی		١٠٠٤

ق

٨٢ - قرۃ عیون الاخیار	محمد امین ابن عابدین الشہیر بابن عابدین		١٢٥٢

marfat.com

ک

٨٣ - كشف الغطاء عما لزم للموتىٰ على الاحياء	محمد شيخ الاسلام بن محمد فخر الدين	
٨٤ - كتاب اتباع الاموات	ابراہيم بن اسحاق الحربی	٢٨٥
٨٥ - كتاب الدعوات	سليمان بن احمد الطبرانی	٣٦٠
٨٦ - كتاب الثواب فی الحديث	ابو الشيخ عبد الله بن محمد بن جعفر	٣٩٩
٨٧ - كشف النور عن اصحاب القبور	عبد الغنی نابلسی	١١٤٣
٨٨ - كتاب الزہد	امام احمد بن محمد بن حنبل	٢٤١
٨٩ - كتاب القبور	عبد الله بن محمد ابن ابی الدنيا	٢٨١
٩٠ - كتاب الروضہ	ابو الحسن بن براء	
٩١ - كتاب الزہد	حافظ ہناد بن السری التميمی الدارمی	٢٤٣
٩٢ - كتاب ذكر الموت		
٩٣ - كتاب ادعية الحج والعمره	قطب الدين الدہلوی	١٢٨٩
٩٤ - كنوز الحقائق فی حديث خير الخلائق	عبد الرؤف بن تاج الدين بن علی المناوی	١٠٣١
٩٥ - كتاب الخروج	قاضی امام ابو يوسف يعقوب بن ابراہيم حنفی	١٨٢
٩٦ - كف الرعاع عن المحرمات اللہو والسماع	ابو العباس احمد بن محمد ابن حجر مكی	٩٧٤

ل

٩٧ - لباب المناسك	شيخ رحمة الله بن قاضی عبد الله السندی	٩٧٨

م

٩٨ - منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاكبر،	علی بن سلطان محمد القاری	١٠١٤
- مجموعہ خانی (فارسی)		
٩٩ - مقامات مظہر وضميمہ مقامات مظہر	مرزا مظہر جان جاناں	١١٩٥
١٠٠ - مشارق الانوار القدسيہ فی بيان العہود المحمديہ	عبد الوہاب بن احمد الشعرانی	٩٧٤

marfat.com

۱۰۱ - مسند الکبیر فی الحدیث	ابو محمد عبید بن حمید الکشی	۲۴۹
۱۰۲ - المنتقیٰ فی احادیث الاحکام عن خیر الانام	احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ	۷۲۸
۱۰۳ - منظومۃ النسفی فی الخلاف	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷
۱۰۴ - معراج الدرایۃ فی شرح الہدایۃ	امام قوام الدین بن محمد الکاکی	۷۴۹
۱۰۵ - المسند الصحیح فی الحدیث	ابو عوانہ یعقوب بن اسحٰق الاسفرائنی	۳۱۶
۱۰۶ - مسند الشامیین		
۱۰۷ - مدارج النبوۃ	شیخ عبد الحق محدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۸ - مجمع البرکات	" " " " "	"
۱۰۹ - مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء	جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۱۱۰ - مختصر تاریخ ابن عساکر	امام محمد بن مکرم المعروف بابن منظور	۷۱۱
۱۱۱ - مائۃ مسائل	محمد اسحٰق محدث دہلوی	۱۲۶۲
۱۱۲ - مسائل اربعین	" " "	"
۱۱۳ - مالابد منہ	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۱۴ - مشکوٰۃ المصابیح	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب	۷۴۰
۱۱۵ - منتقیٰ یا درمنتقی فی شرح الملتقیٰ	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۱۱۶ - موضح القرآن ترجمۃ القرآن	شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ الدہلوی	۱۲۳۰
۱۱۷ - مثنوی شریف فارسی منظوم	ملا جلال الدین محمد بن محمد الرومی البلخی القونوی	۷۲۲
۱۱۸ - مصطلحات الحدیث	علی بن السید محمد بن علی الجرجانی سید شریف	۸۱۶
۱۱۹ - المقاصد فی علم الکلام	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی	۷۹۱
۱۲۰ - مغنی المستفتی عن سوال المفتی	علامہ حامد آفندی	
۱۲۱ - مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح	قطب الدین دہلوی	۱۲۸۹
۱۲۲ - منحۃ الجلیل	ابن عابد بن محمد امین آفندی	۱۳۵۲
۱۲۳ - مفتاح الغیب فی شرح فتوح الغیب	عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۰۵۲

ن

۱۲۴ - نافع فی الفروع	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	۴۰۲

marfat.com

١٢٥ - نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار	محمد بن علی الشوکانی	١٥٠
١٢٦ - نصیحۃ المسلمین	خرم علی بلھوری	٢٤١
١٢٧ - نفحات الانس من حضرات القدس	عبدالرحمٰن بن احمد الجامی	٨٩٨
١٢٨ - نسیم الریاض فی شرح شفار قاضی عیاض	قاضی عیاض احمد بن محمد الخفاجی	١٠٦٩
١٢٩ - النشر فی قراۃ العشر	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	٨٣٣
١٣٠ - نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر	احمد بن علی حجر العسقلانی	٨٥٢
١٣١ - نفع المفتی والمسائل	مولوی عبد العلی مدراسی	١٣٠٦
١٣٢ - نوادر الاصول	ابوعبداللہ محمد بن علی حکیم الترمذی	٢٥٥
١٣٣ - نصاب الاحتساب فی الفتاویٰ	عمر بن محمد بن عوض الشامی	
١٣٤ - نور الشمعہ فی ظفر الجمعہ	علی بن غانم المقدسی	
١٣٥ نظم الفرائد وجمع الفوائد فی الاصول	عبدالرحیم بن علی الرومی المعروف شیخ زادہ	٩٤٤
١٣٦ - نافع شرح قدوری		
١٣٧ - نامِ حق	شرف الدین بخاری	
١٣٨ - نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار	شمس الدین احمد بن قورد المعروف بقاضی زادہ	٩٨٨

و

١٣٩ - وفیات الاعیان	شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان	٦٨١
١٤٠ - واقعات المفتیین		٣٢٥
١٤١ - وفار الوفار	نور الدین علی بن احمد السمہودی	٩١١

ھ

١٤٢ - ہوامع	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	١١٧٦
١٤٣ - ہمعات	" " " " " " "	"

○

marfat.com

marfat.com